باسمہٖ تعالیٰ

بسلسلہ : نماز کے فضائل واحکام

نفل و سُنّت

نمازوں کے فضائل واحکام

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: نماز کے فضائل واحکام

نفل وسنت

نمازوں

کے فضائل واحکام

سنت اور نفل نمازوں کے فضائل، سنت اور نفل نمازوں کے احکام
پانچوں نمازوں کے ساتھ سنت اور نفل نمازوں کے مختلف فضائل وفوائد اور احکام
نمازِ تہجد، اشراق، چاشت، اوابین، تحیۃُ الوضوء، تحیۃُ المسجد، صلاۃُ التسبیح، نمازِ گرہن، نمازِ استسقاء، صلاۃُ التوبۃ، صلاۃُ الحاجت، نمازِ سفر، نمازِ استخارہ، نمازِ احرام، نمازِ طواف، سجدۂ شکر، سجدۂ تلاوت اور نمازِ نذر وغیرہ کے تفصیلی فضائل واحکام
اور نفل وسنت نمازوں سے متعلق کئی نادر مسائل کا مجموعہ
مستند احادیث، روایات وآثار، اور فقہی مراجع ومآخذ اور حوالوں کے ساتھ

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: نفل وسنت نمازوں کے فضائل واحکام

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: محرم الحرام ۱۴۳۴ھ/دسمبر 2012ء

صفحات: ۶۹۶

ملنے کے پتے

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی۔فون:051-5507270

ادارہ اسلامیات: ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔فون:042-37353255

کتب خانہ رشیدیہ: مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔فون:051-5771798

دارالاشاعت: اردو بازار، کراچی۔فون:021-32631861

مکتبہ سید احمد شہید: 10-الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون:042-37228196

مکتبہ اسلامیہ: گامی اڈہ، ایبٹ آباد۔فون:0992-340112

ادارہ اشاعت الخیر: شاہین مارکیٹ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔فون:061-4514929

ادارۃ المعارف: دارالعلوم کراچی۔فون:021-35032020

مکتبہ سراجیہ: چوک سیٹلائیٹ ٹاؤن، سرگودھا۔فون048-3226559

مکتبہ شہید اسلام، متصل مرکزی جامع مسجد(لال مسجد) اسلام آباد۔فون:0321-5180613

ملت پبلیکیشنز بک شاپ: شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد۔فون:051-2254111

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔فون:061-4540513

مکتبہ العارفی: نزد جامعہ امدادیہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد۔فون:041-8715856

کتب خانہ شمسیہ، نزد اریگیشن مسجد، سریاب روڈ، کوئٹہ۔فون:0333-7827929

مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم کراچی۔فون:021-35123130

تاج کمپنی، لیاقت روڈ، گوالمنڈی، راولپنڈی۔فون:051-5774634

مکتبۃ القرآن: گورومندر، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔فون:021-34856701

مکتبہ الفرقان، اردو بازار، گوجرانوالہ۔فون:055-4212716

مکتبۃ القرآن: رسول پلازہ، امین پورہ بازار، فیصل آباد۔فون:041-2601919

اسلامی کتب خانہ، پھولوں والی گلی، بلاک نمبر1، سرگودھا۔فون:048-3712628

اسلامی کتاب گھر: خیابانِ سرسید، سیکٹر2، عظیم مارکیٹ، راولپنڈی۔فون:051-4830451

مکتبہ قاسمیہ، الفضل مارکیٹ، 17، اردو بازار، لاہور۔فون:042-37232536

الخلیل پبلشنگ ہاؤس: اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔فون:051-5553248

Idara Ghufran

فہرست

شمار نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۱	تمہید (از مؤلف)	۱۰
۲	مقدمہ تطوّع، نفل، سنت اور مستحب کے معنیٰ	۱۳
۳	نفل وسنت نمازوں کی فضیلت اور اُن کا درجہ	۱۹
۴	فرض نمازوں کے ساتھ سنتِ مؤکدہ کی رکعات	۲۹
۵	دن ورات کی سنّت ونفل نمازوں کے فضائل واحکام	۴۰
۶	(۱) نمازِ فجر سے پہلے کی دو سنتیں	//
۷	(۲) ظہر سے پہلے وبعد کی سنتیں	۴۷
۸	ظہر کے فرضوں سے پہلے سنتیں رہ جائیں تو بعد میں پڑھنے کا حکم	۶۷
۹	(۳) نمازِ جمعہ سے پہلے وبعد کی سنتیں	۷۱

Idara Ghufran

۱۰	(۴) عصر کی نماز سے پہلے کی سنتیں	۸۳
۱۱	(۵) مغرب کی نماز کے بعد کی سنتیں	۸۹
۱۲	(۶) نمازِ مغرب سے پہلے نوافل اور اُن کا شرعی حکم	۹۷
۱۳	(۷) مغرب کے بعد نوافل یا اَوَّابین کی نماز	۱۱۷
۱۴	مغرب کے بعد کے نوافل کی تعداد	۱۲۳
۱۵	مغرب کے بعد کے نوافل کا نام ''نمازِ اوابین'' ہے	۱۲۸
۱۶	(۸) عشاء کی نماز سے پہلے اور بعد کی سنتیں	۱۳۳
۱۷	اس باب کا خلاصہ اور متعلقہ مسائل	۱۴۱
۱۸	(۹) قیامُ اللیل اور تہجُّد کی نماز	۱۴۴
۱۹	قیامُ اللیل اور تہجُّد کا افضل وقت	۱۶۸
۲۰	رات کو سونے سے پہلے تہجد پڑھنے کا حکم	۱۷۹
۲۱	نمازِ تہجد کی کتنی رکعات ہیں؟	۱۸۲
۲۲	تہجد کے لئے اٹھنے کے بعد کی مسنون دعاء	۱۸۸

Idara Ghufran

۲۳	قیامُ اللیل اور تہجد پر پابندی کی اہمیت	۱۹۰
۲۴	اگر کسی دن تہجد کے لئے آنکھ نہ کھل سکے	۱۹۲
۲۵	اگر کسی دن تہجّد رہ جائے تو کیا کرے؟	۱۹۶
۲۶	قیامُ اللیل اور تہجد کی آسانی کا عمل	۱۹۷
۲۷	(۱۰) فجر کے بعد ذکر اور طلوع کے بعد نوافل یا اشراق	۲۰۰
۲۸	(۱۱) چاشت کی نماز	۲۱۳
۲۹	نمازِ چاشت کی رکعات	۲۲۴
۳۰	نمازِ چاشت کا وقت	۲۲۷
۳۱	(۱۲) تحیۃُ الوضوء یا شکرُ الوضوء کی نماز	۲۳۲
۳۲	(۱۳) تحیۃُ المسجد یا مسجد میں داخلہ کی نماز	۲۴۴
۳۳	(۱۴) صلاۃُ السفر یا نمازِ سفر	۲۵۲
۳۴	(۱۵) صلاۃُ التوبۃ یا نمازِ توبہ	۲۵۷

Idara Ghufran

۳۵	(۱۶) نمازِ استخارہ	۲۶۱
۳۶	(۱۷) صلاۃُ الحاجۃ اور مصیبت و پریشانی کے وقت کی نماز	۲۶۴
۳۷	(۱۸) حج یا عمرہ کا احرام شروع کرنے کی نماز	۲۶۹
۳۸	(۱۹) نمازِ طواف	۲۷۲
۳۹	(۲۰) صلاۃُ التسبیح کے فضائل واحکام	۲۷۶
۴۰	صلاۃُ التسبیح سے متعلق احادیث وروایات	۲۷۷
۴۱	پہلی روایت	//
۴۲	دوسری روایت	۲۸۹
۴۳	تیسری روایت	۲۹۱
۴۴	چوتھی روایت	۲۹۴
۴۵	پانچویں روایت	۲۹۶
۴۶	چھٹی روایت	۲۹۷
۴۷	ساتویں روایت	۲۹۹
۴۸	آٹھویں روایت	۳۰۲

Idara Ghufran

۴۹	نویں روایت	۳۰۳
۵۰	دسویں روایت	۳۰۵
۵۱	گیارہویں روایت	۳۰۶
۵۲	صلاۃُ التسبیح سے متعلق چند متفرق مسائل	۳۱۳
۵۳	(۲۱) سورج اور چاند گرہن کی نماز	۳۲۱
۵۴	سورج اور چاند گرہن کے موقع پر نماز اور دعا کا ثبوت	۳۲۲
۵۵	نمازِ گرہن کی کتنی رکعات ہیں؟	۳۳۰
۵۶	گرہن کی نماز میں رکوع وسجود کی تعداد	۳۳۸
۵۷	نمازِ گرہن با جماعت پڑھنے اور امام کی قرأت کی بحث	۳۵۴
۵۸	گرہن کی نماز میں خطبہ کا مسئلہ	۳۶۴
۵۹	گرہن کی نماز سے متعلِّق متفرق مسائل	۳۶۸
۶۰	(۲۲) اِستِسقاء کی دُعا اور نَماز	۳۷۹
۶۱	استسقاء کے لغوی اور شرعی معنیٰ	//
۶۲	استسقاء کے دو طریقے (دعاء اور نماز)	۳۸۰
۶۳	استسقاء کے پہلے طریقے یعنی دعا کا بیان	۳۸۳
۶۴	استسقاء کے دوسرے طریقے یعنی نماز کا بیان	۳۸۹
۶۵	(۱)......نمازِ استسقاء کا طریقہ اور اس کا ثبوت	۳۹۰

٦٦	(۲)......استسقاء کی نماز کا خطبہ اور اس کا طریقہ	۳۹۷
٦۷	(۳)......نمازِ استسقاء کے بعد دعا اور اس کا طریقہ	۴۰۴
٦۸	نمازِ استسقاء کے طریقہ کا خلاصہ	۴۱۳
٦۹	استسقاء کی دعا ونماز کے متعلّق مسائل	۴۱۴
۷۰	استسقاء کا پہلا خطبہ	۴۳٦
۷۱	استسقاء کا دوسرا خطبہ	۴۳۹
۷۲	(۲۳) سجدۂ شکر کا بیان	۴۴۱
۷۳	(۲۴) سجدۂ تلاوت کا بیان	۴۵۴
۷۴	نفل وسنّت نمازوں سے متعلق اہم احکام	۴۷۷
۷۵	(۱) نفل وسنت نمازوں کے ممنوع ومکروہ اوقات	//
۷٦	(۲) سنت نمازوں کی قضا کا حکم	۵۰۴
۷۷	(۳) فرض نماز کھڑی ہونے کے وقت سنت ونفل نماز پڑھنا	۵۲۵

www.idaraghufran.org

۷۸	(۴) سفر میں سنت ونفل نمازوں کے پڑھنے نہ پڑھنے کا حکم	۵۳۹
۷۹	(۵) سنت ونفل نماز بیٹھ کر اور سواری پر پڑھنے کے احکام	۵۴۸
۸۰	متعلقہ مسائل	۵۵۹
۸۱	(۶) سُنن ونوافل کا گھر میں اور بغیر جماعت کے پڑھنا	۵۷۹
۸۲	(۷) سنت اور فرض نماز کے درمیان فاصلہ اور وقفہ کا حکم	۵۹۸
۸۳	(۸) نفل نماز شروع کر کے فاسد کرنے کا حکم	۶۱۲
۸۴	(۹) نوافل پر عمل شروع کر کے پابندی وناغہ کا حکم	۶۲۲
۸۵	(۱۰) نماز کی نذر ومنت ماننے کا حکم	۶۴۴
۸۶	(۱۱) نفل وسنّت نمازوں سے متعلق متفرق مسائل	۶۶۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

اسلام میں نماز کی عبادت کو بہت بڑا مقام حاصل ہے، اور اسلام میں دن ورات کے اندر پانچ وقت کی نمازیں فرض کی گئی ہیں، جن کے مستقل فضائل واحکام شریعت کی طرف سے مقرر ہیں؛ ان پانچ نمازوں کے ساتھ آگے پیچھے سنت ونفل نمازیں بھی مقرر کی گئی ہیں، اور بعض سنت ونفل نمازیں وہ ہیں کہ جن کا ان پانچ نمازوں سے تعلق نہیں، اور ان کا تعلق یا تو کسی اور وقت سے ہے، یا کسی اور سبب سے ہے، اور ان سنت ونفل نمازوں کے بے شمار فضائل احادیث وروایات میں آئے ہیں، اور ان سے متعلق مفصَّل احکام بھی محدثین وفقہائے کرام نے بیان فرمائے ہیں۔

بندہ نے جب ''نماز کے فضائل واحکام'' کے عنوان سے مفصل ومدلل تصنیف وتالیف کو ترتیب دینا شروع کیا، تو اس موضوع کی غیر معمولی تفصیلات سامنے آئیں کہ جن کو ایک کتاب یا ایک حصہ میں جمع کرنا ممکن نہ رہا، اس لئے خیال ہوا کہ اس موضوع کو مختلف حصوں میں شائع کرنا مناسب ہے، لہٰذا اس کو چند حصوں میں تقسیم کیا گیا، ایک حصہ ''نمازِ وتر'' سے متعلق ترتیب دیا گیا، جو ''نمازِ وتر کے فضائل واحکام'' کے نام سے بحمداللہ تعالیٰ شائع ہوچکا ہے۔

دوسرا حصہ ''نمازِ تراویح'' سے متعلق ترتیب دیا گیا، یہ بھی ''نمازِ تراویح کے فضائل واحکام'' کے نام سے بحمداللہ تعالیٰ شائع ہوچکا ہے۔

تیسرا حصہ ''نفل اور سنت نمازوں سے متعلق ترتیب دیا گیا، جو ''نفل وسنت نمازوں کے فضائل واحکام'' کے نام سے اس وقت آپ کے سامنے ہے۔

اس کے علاوہ ایک حصہ ''اذان واقامت اور نماز باجماعت کے فضائل واحکام'' کے نام سے

اور ایک حصہ خود ''نماز کے فضائل واحکام'' کے نام سے الگ زیرِ تالیف ہے، جبکہ جمعہ کی نماز کے فضائل واحکام ''جمعۃُ المبارک کے فضائل واحکام'' نامی کتاب میں شائع ہوگئے ہیں، اسی طرح عید کی نماز کے فضائل واحکام بھی ماہِ شوال اور ماہِ ذی الحجہ سے متعلق کتابوں میں شائع ہوگئے ہیں۔

اس کے علاوہ اسی ضمن میں بعض اور کتب ورسائل بھی الگ الگ حصوں میں طبع ہوچکے ہیں، چنانچہ ایک کتاب ''نماز کے بعد دعا وذکر کے فضائل واحکام'' کے عنوان سے، اور ایک دوسری کتاب ''نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ'' اور ایک تیسری کتاب ''مرد وعورت کی نماز میں فرق کا ثبوت'' کے عنوان سے شائع ہوچکی ہے۔

''نفل وسنت نمازوں کے فضائل واحکام'' کے زیرِ نظر حصے میں مختلف نفل اور مسنون نمازوں سے متعلق فضائل واحکام کو مفصل ومدلل انداز میں جمع کیا گیا ہے، جس میں نفل وسنت نمازوں کے مقام ومرتبہ کو اور مختلف مسنون اور نفل نمازوں کے فضائل ومسائل کو اور نفل وسنت نمازوں کے چند اہم تفصیلی احکامات کو اور نفل وسنت نمازوں سے متعلق کئی اہم مسائل کو جمع کیا گیا ہے، نیز اس کے ساتھ سجدۂ شکر، سجدۂ تلاوت اور نماز کی نذر ومنت کے احکام کو بھی شامل کیا گیا ہے، کیونکہ سجدہ کے لئے عموماً وہی شرائط ہیں، جو نماز کے لئے مقرر ہیں، اور سجدۂ شکر مستحب ونفل درجہ کا عمل ہے، نیز سجدۂ تلاوت اگرچہ حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، لیکن بعض فقہائے کرام کے نزدیک سنت ہے، اور چونکہ نذر ومنت ماننے کی وجہ سے نفل نماز ذمہ میں واجب ہوجایا کرتی ہے، اس لئے نماز کی نذر ومنت ماننے کی بحث کو بھی اس کتاب میں شامل کرنا مناسب سمجھا گیا۔

اور متعلقہ مسائل کو اصولی اور فروعی انداز میں مآخذ ومراجع سمیت باحوالہ ذکر کیا گیا ہے، اور جہاں کہیں فقہائے کرام کا باہم اختلاف نظر آیا، اس کو بھی ذکر کردیا گیا ہے، تاکہ دیگر فقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں اور اہلِ علم حضرات کے لئے بھی فائدہ کا باعث ہو، نیز مجتہد فیہ

مسائل کے اندازِ بیان میں اعتدال کوملحوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ جومسئلہ مجتہد فیہ ہے، وہ مسئلہ مجتہد فیہ ہی محسوس ہو، اوراس کوقطعی وحتمی سمجھ کر دیگر پہلوؤں کی بالکلیہ نفی وتغلیط کے نظریہ سے حفاظت رہے، جیسا کہ آج کل عام طور پر ہوتا ہے۔

اس کتاب کو بنیادی طور پر دوحصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلے حصہ میں مقدمہ اور نفل وسنت نمازوں کی اہمیت کواوراس کے بعدسنتِ مؤکدہ کی تعدادکوذکرکیا گیا ہے۔

اور پھراس کے بعد ہرفرض نماز کے ساتھ مخصوص سنتوں اورنفلوں اور پھراس کے بعد مختلف اوقات یا اسباب سے تعلق رکھنے والی سنتوں ،نفلوں اور سجدۂ شکر وسجدۂ تلاوت کو الگ الگ عنوانات کے تحت ذکر کیا گیا ہے، جن کی مجموعی تعداد چوبیس بنتی ہے۔

اوردوسرے حصہ میں سنت ونفل نمازوں سے متعلق دس مفصَّل احکامات کوالگ الگ عنوانات کے تحت ذکرکیا گیا ہے، اورآخر میں نفل وسنت نمازوں سے متعلق چندمتفرق مسائل کوذکرکیا گیا ہے، ان مضامین میں بعض سوالات کے جوابات بھی شامل ہیں۔

اس طرح سے یہ کتاب ایک طرح سے بحمداللہ تعالیٰ پینتیس چھوٹے، بڑے اورمتوسط رسائل کا مجموعہ ہے، جس میں سنت ونفل نمازوں سے متعلق مفصل ومدلل فضائل واحکام شامل ہیں، اوراس کتاب میں بندہ نے اپنی طرف سے سنت ونفل نمازوں سے متعلق احکام کا استیعاب کرنے کی کوشش کی ہے۔

دعاہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کواپنی بارگاہ میں قبول ومنظورفرمائیں، اور بندہ کے رفقائے کاراور معاونین کوجزائے خیرعطافرمائیں، اور جملہ مسلمانوں کی صلاح وفلاح کا ذریعہ بنائیں، اوراس سلسلہ کے مزید حصوں کی بھی اپنے خاص فضل وکرم سے تکمیل کی توفیق عطافرمائیں۔ آمین۔

فقط محمدرضوان

۱۱/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ 26/نومبر/2012ء بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

مقدمہ

تطوّع، نفل، سنّت اور مستحب کے معنیٰ

سنت اور نفل نمازوں کو عام طور پر احادیث میں تطوع یا نفل کے الفاظ سے بیان گیا ہے، اور فقہائے کرام نے ان نمازوں کے احکام کو بیان کرتے وقت تطوع، نفل، مستحب اور سنت کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں، اس لئے پہلے ان الفاظ کے معنیٰ اور ان کی مختصر تشریح ذکر کی جاتی ہے، تاکہ نفل وسنت نمازوں کے درجات کے سمجھنے میں آسانی رہے۔

تطوع کے معنیٰ

تطوع ایسے عمل کو کہا جاتا ہے، جو فرائض وواجبات سے نیچے کے درجہ کا عمل ہو، اس لئے جو عمل تطوع ہوتا ہے، وہ فرض وواجب سے نیچے کے درجہ کا عمل ہوتا ہے، اور اس معنیٰ کے اعتبار سے تطوع کے مفہوم میں سنت، مستحب اور نفل درجہ کی چیزیں بھی داخل ہوتی ہیں، جن کے باہم درجات میں اونچ نیچ کا کچھ فرق ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] البتہ بعض اوقات تطوع کا اطلاق فرائض، واجبات اور سنت کے علاوہ پر کیا جاتا ہے، وفیہ اقوال اُخر۔

التطوع :هو التبرع، يقال :تطوع بالشىء :تبرع به.

وقال الراغب :التطوع فى الأصل :تكلف الطاعة، وهو فى التعارف :التبرع بما لا يلزم كالتنفل .

قال تعالى :(فمن تطوع خيرا فهو خير له)

والفقهاء عندما أرادوا أن يعرفوا التطوع، عدلوا عن تعريف المصدر إلى تعريف ما هو حاصل بالمصدر، فذكروا له فى الاصطلاح ثلاثة معان:

الأول :أنه اسم لما شرع زيادة على الفرائض والواجبات، أو ما كان مخصوصا بطاعة غير واجبة، أو هو الفعل المطلوب طلبا غير جازم .وكلها معان متقاربة .وهذا ما ذكره بعض فقهاء الحنفية، وهو مذهب الحنابلة، والمشهور عند الشافعية .وهو رأى الأصوليين من غير الحنفية، وهو ما يفهم من عبارات فقهاء المالكية .

والتطوع بهذا المعنى يطلق على :السنة والمندوب والمستحب والنفل والمرغب فيه والقربة والإحسان والحسن، فهى ألفاظ مترادفة.﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

نفل کے معنیٰ

’’نفل‘‘ کا لفظ بھی تطوع کے قریب قریب معنیٰ ہی میں استعمال کیا جاتا ہے، جس کے عام مفہوم میں سنت بھی داخل ہوتی ہے، البتہ بعض اوقات نفل کا لفظ سنت سے نیچے کے درجہ کے عمل پر بولا جاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الثانی :أن التطوع هو ما عدا الفرائض والواجبات والسنن، وهو اتجاه الأصوليين من الحنفية، ففی کشف الأسرار :السنة هی الطريقة المسلوكة فی الدين من غير افتراض ولا وجوب، وأما حد النفل -وهو المسمی بالمندوب والمستحب والتطوع -فقيل :ما فعله خير من تركه فی الشرع . إلخ.

الثالث :التطوع :هو ما لم يرد فيه نقل بخصوصه، بل ينشئه الإنسان ابتداء ، وهو اتجاه بعض المالكية والقاضی حسين وغيره من الشافعية.

هذه هی الاتجاهات فی معنی التطوع وما يرادفه .غير أن المتتبع لما ذكره الأصوليون من غير الحنفية، وما ذكره الفقهاء فی كتبهم -بما فی ذلک الحنفية -يجد أنهم يتوسعون بإطلاق التطوع علی ما عدا الفرائض والواجبات، وبذلک يكون التطوع والسنة والنفل والمندوب والمستحب والمرغب فيه ألفاظا مترادفة، ولذلک قال السبكی :إن الخلاف لفظی.

غاية الأمر أن ما يدخل فی دائرة التطوع بعضه أعلی من بعض فی الرتبة، فأعلاه هو السنة المؤكدة، كالعيدين، والوتر عند الجمهور، وركعتی الفجر عند الحنفية .ويلی ذلک المندوب أو المستحب كتحية المسجد، ويلی ذلک ما ينشئه الإنسان ابتداء ، لكن كل ذلک يسمی تطوعا والأصل فی ذلک قول النبی صلی الله عليه وسلم للرجل -الذی سأل بعدما عرف فرائض الصلاة والصيام والزكاة :هل علی غيرها؟ فقال له :لا، إلا أن تطوع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۲، ص۱۴۶، وص۱۴۷، مادة’’تطوع‘‘التعريف)

[1] من معانی النفل -بسكون الفاء وقد تحرک -فی اللغة :الزيادة، والنفل والنافلة :ما يفعله الإنسان مما لا يجب عليه .قال الله تعالی :(ومن الليل فتهجد به نافلة لک.

وأما فی الاصطلاح :فقد عرفه إبراهيم الحلبی الحنفی بأنه :العبادة التی ليست بفرض ولا واجب، فهی العبادة الزائدة علی ما هو لازم، فتعم السنن المؤكدة والمستحبة والتطوعات غير المؤقتة.

وقال الدسوقی :النفل ما فعله النبی صلی الله عليه وسلم ولم يداوم عليه، أی يتركه فی بعض الأحيان ويفعله فی بعض الأحيان.وعند الشافعية :النفل هو ما عدا الفرائض -أی من الصلاة وغيرها كالصوم والصدقة -وهو :ما طلبه الشارع طلبا غير جازم، ويعبر عنه بالسنة والمندوب والحسن والمرغب فيه والمستحب والتطوع، فهی بمعنی واحد لترادفها علی المشهور.

الألفاظ ذات الصلة:السنة:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تطوع اور نفل عمل کو کرنے میں اجر وثواب ہوتا ہے، اور اس کے ترک کرنے اور چھوڑنے کا حکم اس کے درجہ کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

مستحب کے معنیٰ

تطوع اور نفل کے علاوہ ایک تیسرا لفظ ''مستحب'' کا بولا جاتا ہے، مستحب بھی تطوع اور نفل کی طرح ایسے عمل کو کہا جاتا ہے کہ جو فرض اور واجب سے نیچے کے درجہ کا عمل ہو، اور بعض اوقات سنت سے نیچے درجہ کے عمل کو مستحب کہا جاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ السنة فی اللغة :الطريقة والسيرة، يقال :سنة فلان كذا؛ أى طريقته وسيرته، حسنة كانت أو سيئة .وأما فى الاصطلاح فقد عرفها إبراهيم الحلبى بأنها الطريقة المرضية المسلوكة فى الدين من غير إلزام على سبيل المواظبة.وقال الدسوقى :السنة ما فعله النبى صلى الله عليه وسلم وأظهره حالة كونه فى جماعة وداوم عليه ولم يدل دليل على وجوبه.وأما الصلة بين النفل والسنة فقد قال الشرنبلالى :النفل أعم، إذ كل سنة نافلة ولا عكس(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱، ص ۱۰۰، مادة"نفل"التعريف)

[1] الاستحباب فى اللغة :مصدر استحبه إذا أحبه، ويكون الاستحباب بمعنى الاستحسان واستحبه عليه :آثره والاستحباب عند الأصوليين غير الحنفية :اقتضاء خطاب الله العقل اقتضاء غير جازم، بأن يجوز تركه وضده الكراهية.

ويرادف المستحب :المندوب والتطوع والطاعة والسنة والنافلة والنفل والقربة والمرغب فيه والإحسان والفضيلة والرغيبة والأدب والحسن.

وخالف بعض الشافعية فى الترادف المذكور -كالقاضى حسين وغيره -فقالوا :إن الفعل إن واظب عليه النبى صلى الله عليه وسلم فهو السنة، وإن لم يواظب عليه -كأن فعله مرة أو مرتين -فهو المستحب، وإن لم يفعله -وهو ما ينشئه الإنسان باختياره من الأوراد -فهو التطوع، ولم يتعرضوا للمندوب هنا لعمومه للأقسام الثلاثة بلا شك.

وهذا الخلاف لفظى، إذ حاصله أن كلا من الأقسام الثلاثة، كما يسمى باسم من الأسماء الثلاثة كما ذكر، هل يسمى بغيره منها؟ فقال البعض :لا يسمى، إذ السنة :الطريقة والعادة، والمستحب : المحبوب، والتطوع :الزيادة .والأكثر قالوا :نعم يسمى، ويصدق على كل من الأقسام الثلاثة أنه طريقة أو عادة فى الدين، ومحبوب للشارع بطلبه، وزائد على الواجب وذهب الحنفية إلى أن المستحب هو ما فعله النبى صلى الله عليه وسلم مرة وتركه أخرى، فيكون دون السنن المؤكدة كما قال التهانوى، بل دون سنن الزوائد كما قال أبو البقاء الكفوى.

ويسمى عندهم بالمندوب لدعاء الشارع إليه، وبالتطوع لكونه غير واجب، وبالنفل لزيادته على غيره. وإنما سمى المستحب مستحبا لاختيار الشارع إياه على المباح وهم بهذا يقتربون مما ذهب إليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مستحب عمل کو کرنا اجر وثواب کا باعث ہوتا ہے اور اس کے ترک کرنے اور چھوڑنے میں کوئی حرج وگناہ نہیں ہوتا۔ [1]

سنت کے معنیٰ

فقہی زبان میں سنت عمل بھی فرض اور واجب سے نیچے کے درجہ کے عمل کو کہا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے سنت بول کر بعض اوقات تطوع، نفل اور مستحب عمل کو مراد لیا جاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ القاضی حسین، لولا أنهم يختلفون معه فى التطوع، حيث يجعلونه مرادفا للمستحب، ويجعله قسيما له على ما تقدم، ويفرقون بين المستحب وبين السنة بأنها هى :الطريقة المسلوكة فى الدين من غير التزام على سبيل المواظبة، فيخرج المستحب بالقيد الأخير، إذ لا مواظبة عليه من قبل النبى عليه الصلاة والتسليم.

وبعض الحنفية لم يفرق بين المستحبات وسنن الزوائد، فقال :المستحب هو الذى يكون على سبيل العادة، سواء أترك أحيانا أم لا.

وفى نور الأنوار شرح المنار :السنن الزوائد فى معنى المستحب، إلا أن المستحب ما أحبه العلماء ، والسنن الزوائد ما اعتاده النبى عليه السلام.

هذا وقد يطلق المستحب على كون الفعل مطلوبا، طلبا جازما أو غير جازم، فيشمل الفرض والسنة والندب، وعلى كونه مطلوبا طلبا غير جازم فيشمل الأخيرين فقط (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳ص ۲۱۴ و ص ۲۱۵ ،مادة”استحباب“)

[1] ذهب الأصوليون -من غير الحنفية -إلى أن المستحب يمدح فاعله ويثاب، ولا يذم تاركه ولا يعاقب وذلك لأن ترك المستحب جائز .غير أن هذا الترك إن ورد فيه نهى غير جازم نظر : فإن كان مخصوصا، كالنهى فى حديث الصحيحين :إذا دخل أحدكم المسجد فلا يجلس حتى يصلى ركعتين كان مكروها، وإن كان نهيا غير مخصوص، وهو النهى عن ترك المندوبات عامة المستفاد من أوامرها، فإن الأمر بالشىء يفيد النهى عن تركه، فيكون خلاف الأولى، كترك صلاة الضحى .وذلك لأن الطلب بدليل خاص آكد من الطلب بدليل عام.

والمتقدمون يطلقون المكروه على ذى النهى المخصوص وغير المخصوص، وقد يقولون فى الأول :مكروه كراهة شديدة، كما يقال فى المندوب :سنة مؤكدة .

أما الحنفية فإنهم ينصون على أن الشىء إذا كان مستحبا أو مندوبا عندهم وليس سنة فلا يكون تركه مكروها أصلا، ولا يوجب تركه إساءة أيضا فلا يوجب عتابا فى الآخرة، كترك سنن الزوائد، بل أولى فى عدم الإساءة وعدم استحقاق العتاب؛ لأنه دونها فى الدوام والمواظبة، وإن كان فعله أفضل ولمعرفة ما تبقى من مباحث الاستحباب، ككون المستحب مأمورا به، وهل يلزم بالشروع فيه؟ يرجع إلى الملحق الأصولى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳ص ۲۱۵ وص ۲۱۶، مادة ”استحباب“ حكم المستحب)

پھر سنت کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ کہ جس کی شریعت کی طرف سے تاکید بیان کی گئی ہو، اور اس پر پابندی کا حکم فرمایا گیا ہو، اور بلاعذر اس کے ترک کرنے اور چھوڑنے کو برا اور مکروہ قرار دیا گیا ہو، ایسی سنت کو سنتِ مؤکدہ کہا جاتا ہے، اور اگر شریعت کی طرف سے اس کی تاکید بیان نہ کی گئی ہو، اور بلاعذر اس کے ترک کرنے کو مکروہ اور برا قرار نہ دیا گیا ہو، البتہ اس پر عمل کرنے میں اجر وثواب رکھا گیا ہو، اس کو سنتِ غیر مؤکدہ کہا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] السنة بالاصطلاح الفقهى:
تطلق السنة عند الشافعية والحنابلة :على المندوب، والمستحب، والتطوع، فهى ألفاظ مترادفة، فكل منها عبارة عن الفعل المطلوب طلبا غير جازم.
قال البنانى :ومثلها الحسن أو النفل والمرغب فيه .ونفى القاضى حسين وغيره ترادفها حيث قالوا: إن واظب النبى صلى الله عليه وسلم على الفعل فهو السنة، وإن لم يواظب عليه كأن فعله مرة أو مرتين فهو المستحب، أو لم يفعله وهو ما ينشئه الإنسان باختياره من الأوراد فهو التطوع .ولم يتعرض القاضى حسين ومن معه للمندوب لعمومه للأقسام الثلاثة.
ويقسم الشافعية والحنابلة السنن إلى سنن مؤكدة وغير مؤكدة .إلا أن الحنابلة يقولون :إن ترك السنن المؤكدة مكروه، أما ترك غير المؤكدة فليس بمكروه.
وقال ابن عابدين :إن المشروعات أربعة أقسام :فرض، وواجب، وسنة، ونفل .فما كان فعله أولى من تركه مع منع الترك إن ثبت بدليل قطعى ففرض، أو بظنى فواجب، وبلا منع الترك إن كان مما واظب عليه الرسول صلى الله عليه وسلم أو الخلفاء الراشدون من بعده فسنة، وإلا فمندوب ونفل.
وهذا مطابق لقواعد الحنفية من الفرق بين الفرض والواجب خلافا للشافعية ومن معهم من قولهم بالترادف بينهما إلا فى مواضع تذكر فى موضعها .فالسنة عند الحنفية بالمعنى الفقهى نوعان:
أ -سنة الهدى:
وهى ما تكون إقامتها تكميلا للدين، وتتعلق بتركها كراهة أو إساء ة، كصلاة الجماعة، والأذان، والإقامة، ونحوها، وذلك لأن النبى صلى الله عليه وسلم واظب عليها على سبيل العبادة، وتسمى أيضا السنة المؤكدة.
ب -سنن الزوائد:
وهى التى لا يتعلق بتركها كراهة ولا إساء ة، لأن النبى صلى الله عليه وسلم فعلها على سبيل العادة، فإقامتها حسنة، كسير النبى صلى الله عليه وسلم فى لباسه وقيامه، وقعوده وأكله، ونحو ذلك .
وعند المالكية :السنة ما فعله النبى صلى الله عليه وسلم وواظب عليه، وأظهره فى جماعة، ولم يدل دليل على وجوبه .والرغيبة :ما رغب الشارع فيه وحده ولم يظهره فى جماعة .والنفل ما فعله النبى صلى الله عليه وسلم ولم يداوم عليه؛ أى تركه فى بعض الأوقات(الموسوعة الفقهية الكويتية ج۲۵،ص ۲۶۴،ماده"سنة"الأحكام المتعلقة بالسنة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

موجودہ کتاب میں جن نمازوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے وہ نمازیں مراد ہیں، جو فرض اور واجب درجہ سے نیچے کی ہیں، خواہ وہ موکدہ درجہ کی ہوں، یا غیر موکدہ درجہ کی، جن کو عام طور پر ہماری زبان میں سنت اور نفل نمازیں کہا جاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ السنة لغة :المنهج والطريقة سواء أكانت محمودة أم مذمومة .ومن ذلک قوله صلى الله عليه وسلم :من سن فى الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء ، ومن سن فى الإسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شيء.

ثم غلب استعمال السنة فى الطريقة المحمودة المستقيمة.

وتعريف السنة اصطلاحا سيأتى فى بحث (سنة)

أما الرواتب فهو جمع راتبة من رتب الشيء رتوبا؛ أى استقر ودام، فهو راتب.

وسميت السنن الرواتب بذلک لمشروعية المواظبة عليها.

قال الشافعية :السنن الرواتب هى السنن التابعة لغيرها، أو التى تتوقف على غيرها أو على ما له وقت معين كالعيدين والضحى والتراويح ويطلقها الفقهاء على الصلوات المسنونة قبل الفرائض وبعدها؛ لأنها لا يشرع أداؤها وحدها بدون تلک الفرائض .ولم يقصر الشافعية السنن الرواتب على الصلاة فقد صرحوا بأن للصوم سننا رواتب كصيام ست من شوال.

الألفاظ ذات الصلة:

أ -سنن الزوائد:

هى التى تكون إقامتها حسنة ولا يتعلق بتركها كراهة ولا إساء ة، كأذان المنفرد والسواک

ب -النوافل:

النوافل جمع نافلة، والنافلة لغة :ما زاد على النصيب المقدر، أو الحق أو الفرضأو ما يعطيه الإمام للمجاهد زيادة عن سهمه.

والنافلة أعم من السنة؛ لأنها تنقسم :إلى معينة ومنها السنن الرواتب، ومطلقة كصلاة الليل.

الحكم التكليفى لأداء السنن الرواتب:

يرى جمهور الفقهاء استحباب المواظبة على السنن الرواتب .وذهب مالک فى المشهور عنه: إلى أنه لا توقيت فى ذلک حماية للفرائض، لكن لا يمنع من تطوع بما شاء إذا أمن ذلک.

وصرح الحنفية أن تارک السنن الرواتب يستوجب إساء ة وكراهية .وفسر ابن عابدين استيجاب الإساء ة بالتضليل واللوم .وقال صاحب كشف الأسرار :الإساء ة دون الكراهة .وقال ابن نجيم: الإساء ة أفحش من الكراهة .وفى التلويح :ترک السنة المؤكدة قريب من الحرام .وقال الحنابلة بكراهة ترک الرواتب بلا عذر هذا فى الحضر .وفى السفر يرى جمهور الفقهاء استحباب صلاة السنن الرواتب أيضا لكنها فى الحضر آكد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٥، ص٢٧٦، مادة "سنة" السنن الرواتب)

Idara Ghufran

نفل وسنت نمازوں کی فضیلت اور اُن کا درجہ

فرض وواجب نمازوں کے علاوہ سنت اور نفل نمازوں کی بہت کچھ فضیلت واہمیت احادیث وروایات میں بیان کی گئی ہے، مختلف سنتوں اور نفلوں کے الگ الگ اور متعین فضائل تو اپنی جگہ ہیں، لیکن سنتوں اور نفلوں کی ایک فضیلت ایسی ہے، جو سب میں مشترک طور پر پائی جاتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اعمال اور خاص کر حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا، اور فرض نمازوں میں کوئی کمی کوتاہی پائے جانے کی صورت میں سنت اور نفل نمازوں سے اس کی تلافی کی جائے گی۔ اس کے علاوہ فرض کے بعد نفلی اعمال کے ذریعہ سے بندہ کو اللہ تعالیٰ کا انتہائی قرب حاصل ہوتا ہے۔

کئی احادیث وروایات میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ وُجِدَتْ تَامَّةً کُتِبَتْ تَامَّةً، وَإِنْ کَانَ انْتُقِصَ مِنْهَا شَیْءٌ. قَالَ: انْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ لَهُ مِنْ تَطَوُّعٍ یُکَمِّلُ لَهُ مَا ضَیَّعَ مِنْ فَرِیْضَةٍ مِنْ تَطَوُّعِهِ، ثُمَّ سَائِرُ الْأَعْمَالِ تَجْرِیْ عَلٰی حَسَبِ ذٰلِکَ

(نسائی)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن (اعمال میں) سب سے پہلے بندہ کی نماز کا حساب کیا جائے گا، اگر نماز مکمل ہوئی تو اُس کو مکمل اجر دیا جائے گا، اور اگر اُس کی نماز میں کسی چیز کی کمی ہوئی، تو اللہ عزوجل (اپنے فرشتوں سے)

---

[1] رقم الحدیث ۴۶۶، کتاب الصلاۃ، باب المحاسبۃ علی الصلاۃ، واللفظ لہٗ؛ ابوداؤد، رقم الحدیث ۸۶۴.

فرمائیں گے کہ تم اس کی تطوّع (یعنی سنت ونفل نمازوں) کو دیکھو، تاکہ اُس کی فرض نماز میں جو کمی رہ گئی، اُس کو تطوّع (یعنی سنت ونفل نماز) سے مکمل کیا جائے، پھر تمام اعمال کا اسی طرح حساب کیا جائے گا (کہ پہلے اُس کے فرض عمل کو دیکھا جائے گا، پھر اُس میں کمی کوتاہی ہونے کی صورت میں اُس عمل کے نفلی درجے کے اعمال سے اُس کی کوتاہی کو پورا کیا جائے گا) (نسائی؛ ابوداؤد)

اور سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَإِنْ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهِ شَيْءٌ، قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: انْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلَ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ، ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلٰى ذٰلِكَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن بندہ کے اعمال میں سب سے پہلے اُس کی نماز کا حساب کیا جائے گا، اگر نماز درست ہوئی تو وہ کامیاب ہوگا، اور نجات پائے گا، اور اگر وہ خراب ہوئی، تو وہ ناکام ہوگا، اور نقصان اُٹھائے گا، پھر اگر اُس کی فرض نماز میں کوئی کوتاہی ہوئی، تو رب عزوجل فرمائیں گے کہ تم یہ دیکھو کہ میرے بندہ کی کوئی تطوّع (یعنی سنت

---

[1] رقم الحدیث ۴۱۳، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء أن أول ما یحاسب به العبد یوم القیامة الصلاۃ.
قال الترمذی: وفی الباب عن تمیم الداری، :حدیث أبی هریرة حدیث حسن غریب من هذا الوجه وقد روی هذا الحدیث من غیر هذا الوجه، عن أبی هریرة، وقد روی بعض أصحاب الحسن، عن الحسن، عن قبیصة بن حریث، غیر هذا الحدیث والمشهور هو قبیصة بن حریث، وروی عن أنس بن حکیم، عن أبی هریرة، عن النبی صلی الله علیه وسلم نحو هذا.

www.idaraghufran.org

ونفل نماز) بھی ہے، تاکہ اُس کے ذریعے سے اُس کے فرض کی کوتاہی کو پورا کیا جائے، پھر تمام اعمال کا اسی طرح سے حساب کیا جائے گا (ترمذی)

حضرت یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ کی سند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ صَلَاتُهُ، فَإِنْ كَانَ أَتَمَّهَا كُتِبَتْ لَهُ تَامَّةً، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَتَمَّهَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: اُنْظُرُوا هَلْ تَجِدُوْنَ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَتُكْمِلُوْا بِهَا فَرِيْضَتَهُ ؟ ثُمَّ الزَّكَاةُ كَذٰلِكَ، ثُمَّ تُؤْخَذُ الْأَعْمَالُ عَلٰى حَسَبِ ذٰلِكَ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) سب سے پہلے بندہ کی نماز کا حساب کیا جائے گا، پھر اگر اُس کی نماز مکمل ہوئی تو اُس کو پورا پورا اجر وثواب عطا کیا جائے گا، اور اگر اُس کی نماز مکمل نہ ہوئی، تو اللہ عزوجل فرمائیں گے کہ تم میرے بندہ کی تطوّع (یعنی سنت ونفل نماز) کو دیکھو کہ کیا وہ موجود ہے، یا نہیں، تاکہ تم اُس کے فرض کی (کمی کو سنت ونفل نماز سے) پورا کرو، پھر زکاۃ کا اسی طریقہ سے حساب کیا جائے گا (کہ پہلے زکاۃ کے فریضہ کو دیکھا جائے گا، اور اس میں کمی کوتاہی ہونے کی صورت میں نفلی صدقات سے اُس کی تلافی کی جائے گی) پھر دوسرے اعمال (مثلاً روزہ وغیرہ) کا اسی طرح حساب کیا جائے گا (کہ مثلاً فرض روزوں میں کمی کوتاہی ہونے کی صورت میں اُس کے سنت ونفل روزوں سے اُس کی تلافی کی جائے گی) (مسند احمد)

---

[1] رقم الحدیث، ۱۶۶۱۴، حدیث رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ورقم الحدیث ۲۰۶۹۲.

فی حاشیة مسند احمد: إسناده صحیح، رجاله ثقات رجال الصحیح.

اس قسم کا مضمون اور احادیث میں بھی آیا ہے۔ [1]

ان احادیث سے جس طرح نماز کی اہمیت معلوم ہوئی کہ قیامت کے دن اس کا سب سے پہلے حساب ہوگا، اسی کے ساتھ سنت ونفل نمازوں کی اہمیت بھی معلوم ہوئی کہ قیامت کے دن فرض نمازوں میں کوئی کمی وکوتاہی پائی جانے کی صورت میں سنت ونفل نمازیں اس کمی وکوتاہی کی تلافی کا ذریعہ بنیں گی۔

---

[1] عن تميم الدارى، عن النبى صلى الله عليه وسلم، ح وحدثنا الحسن بن محمد بن الصباح قال :حدثنا عفان قال :حدثنا حماد قال :أنبأنا حميد، عن الحسن، عن رجل، عن أبى هريرة، وداود بن أبى هند، عن زرارة بن أوفى، عن تميم الدارى، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال " :أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة صلاته، فإن أكملها كتبت له نافلة، فإن لم يكن أكملها، قال الله سبحانه لملائكته :انظروا، هل تجدون لعبدى من تطوع؟ فأكملوا بها ما ضيع من فريضته، ثم تؤخذ الأعمال على حسب ذلك "(ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٤٢٦)

عن تميم الدارى، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إن أول ما يحاسب به العبد الصلاة، فإن وجد صلاته كاملة، كتبت له كاملة، وإن كان فيها نقصان، قال الله تعالى للملائكه :انظروا، هل لعبدى من تطوع فأكملوا له ما نقص من فريضته، ثم الزكاة، ثم الأعمال على حسب ذلك "قال أبو محمد " :لا أعلم أحدا رفعه غير حماد قيل لأبى محمد :صح هذا؟ قال :لا (سنن الدارمى، رقم الحديث ١٣٩٥)

فى حاشية سنن الدارمى: إسناده صحيح.

عن عبد الرحمن بن معاوية بن حديج، قال :سمعت رجلا، من كندة، يقول :حدثنى رجل، من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم من الأنصار أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " :لا ينتقص أحدكم من صلاته شيئا إلا أتمها الله من سبحته "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٦٣٧، حديث رجل من الانصار)

فى حاشية مسند احمد:صحيح لغيره.

عن عمرو بن قيس السكونى قال :سمعت عائذ بن قرط يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من صلى صلاة لم يتمها زيد عليها من سبحاته حتى تتم(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٣٧، ج١٨ ص ٢٢)

قال الهيثمى:رواه الطبرانى فى الكبير، ورجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٦٠٦)

ويطلق التسبيح ويراد به جميع ألفاظ الذكر، ويطلق ويراد به الصلاة النافلة، وقال ابن الأثير :وأصل التسبيح التنزيه من النقائص، ثم استعمل فى مواضع تقرب منه اتساعا، يقال :سبحته أسبحه تسبيحا وسبحانا، ويقال أيضا للذكر والصلاة النافلة، سبحة يقال :قضيت سبحتى، والسبحة من التسبيح كالسخرة من التسخير(عمدة القارى، ج٢٣ ص ٢٥، كتاب الادب،باب فضل التسبيح)

Idara Ghufran

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کے علاوہ دوسرے اعمال مثلاً زکاۃ اور روزے وغیرہ میں بھی یہی سلسلہ جاری ہوگا کہ زکاۃ کے فریضہ میں کمی کوتاہی ہونے کی صورت میں نفلی صدقات سے، اور فرض روزوں میں کمی کوتاہی ہونے کی صورت میں سنت ونفل روزوں سے، اور فرض حج میں کمی کوتاہی ہونے کی صورت میں نفل حج وعمرہ اور طواف سے اس کی تلافی کی جائے گی۔

اور اگر کسی بندہ کی حق تلفی کی ہوگی تو اس کے بقدر دوسرے کو اُس کے نیک اعمال دے کر اُس کے حق کی تلافی کی جائے گی۔ [1]

محدثین نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہونے سے مراد یہ ہے کہ

---

[1] (وعن أبی هريرة قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " :إن أول ما يحاسب به العبد) : بالرفع على نيابة الفاعل (يوم القيامة من عمله) ، أی :طاعاته (صلاته) ، أی :الفريضة، قال الأبهری :وجه الجمع بين هذا، وبين قوله -عليه الصلاة والسلام "أول ما يقضى بين الناس يوم القيامة الدماء "أن الأول من حق الله تعالى، والثانی من حقوق العباد اهـ .أو الأول من ترک العبادات، والثانی من فعل السيئات .(فإن صلحت) : بضم اللام وفتحها، قال ابن الملک: صلاحها بأدائها صحيحة اهـ .أو بوقوعها مقبولة .(فقد أفلح) ، أی :فاز بمقصوده (وأنجح) ، أی: ظفر بمطلوبه، فيكون فيه تأكيد، أو فاز بمعنى خلص من العقاب، وأنجح، أی حصل له الثواب، (وإن فسدت) : بأن لم تؤد أو أديت غير صحيحة، أو غير مقبولة، (فقد خاب) : بحرمان المثوبة (وخسر) : بوقوع العقوبة، وقيل :معنى خاب ندم وخسر، أی صار محروما من الفوز والخلاص قبل العذاب .(فإن انتقص) : بمعنى نقص اللازم (من فريضته شیء) ، أی :من الفرائض (قال الرب تبارک وتعالى) : من فضله وكرمه (انظروا) : يا ملائكتی (هل لعبدی من تطوع؟) : فی صحيفته، وهو أعلم به منهم، أی :سنة أو نافلة من صلاة على ما هو ظاهر من السياق قبل الفرض أو بعده أو مطلقا، ولم يعلم العبد نقصان فرضه حتى يقضيه، (فيكمل) : بالتشديد ويخفف على بناء الفاعل أو المفعول، وهو الأظهر وبالنصب ويرفع (بها) ، أی :بنافلته، قال ابن الملک، أی :بالتطوع وتأنيث الضمير باعتبار النافلة، قال الطيبی :الظاهر نصب "فيكمل "على أنه من كلام الله تعالى جوابا للاستفهام، ويؤيده رواية أحمد " :فكملوا بها فريضته "، وإنما أنث ضمير التطوع فی بها نظرا إلى الصلاة .(ما انتقص من الفريضة) ، أی :مقداره، (ثم يكون سائر عمله) : من الصوم والزكاة وغيرهما (على ذلک) ، أی :إن ترک شيئا من المفروض يكمل له بالتطوع.

(وفی رواية " :ثم الزكاة مثل ذلک) : يعنی :الأعمال المالية مثل الأعمال البدنية على السوية، (ثم تؤخذ الأعمال) ، أی :سائر الأعمال من الجنايات والسيئات (على حسب ذلک) : من الطاعات والحسنات، فإن الحسنات يذهبن السيئات، وقال ابن الملک، أی :على حسب ذلک المثال المذكور، فمن كان حق عليه لأحد يؤخذ من عمله الصالح بقدر ذلک ويدفع إلى صاحبه (مرقاة المفاتيح، ج۳ص۹۹۷، كتاب الصلاة، باب صلاة التسبيح)

www.idaraghufran.org

حقوق اللہ میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا، اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کے حقوق کے معاملات میں سب سے پہلے قتل اور خون ریزی کا حساب ہوگا۔[۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیثِ قدسی مروی ہے کہ:

وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ (بخاری) [۲]

ترجمہ: اور (اللہ کا فرمان ہے کہ) میرا بندہ میری طرف جن چیزوں سے قرب حاصل کرتا ہے، ان میں سب سے زیادہ محبوب وہ چیزیں ہیں، جو میں نے اس پر فرض کیں، اور میرا بندہ نوافل (یعنی فرض وواجب سے نیچے درجہ کے اعمال) کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِمِثْلِ أَدَاءِ الْفَرَائِضِ، وَمَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، إِنْ سَأَلَنِي أَعْطَيْتُهُ، وَإِنْ دَعَانِي أَجَبْتُهُ (مسند احمد، رقم الحديث، رقم الحديث ٢٦١٩٣) [۳]

ترجمہ: اور (اللہ کا فرمان ہے کہ) فرائض کی ادائیگی سے زیادہ بندہ کسی چیز سے میرا قرب حاصل نہیں کرتا اور بندہ میرا قرب حاصل کرنے کے لئے نوافل کو ادا کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پھر اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے عطاء کرتا ہوں اور اگر دعاء کرتا ہے تو اسے قبول کرتا ہوں (مسند احمد)

اور حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

---

[۱] عن عبد الله قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أول ما يحاسب به العبد الصلاة، وأول ما يقضى بين الناس فى الدماء (سنن النسائى، رقم الحديث ٣٩٩١)

[۲] رقم الحديث ٦٥٠٢، كتاب الرقاق، باب التواضع.

[۳] فى حاشية مسند احمد: حديث صحيح لغيره.

اِبْـنَ آدَمَ، لَـنْ تُـدْرِکَ مَـا عِنْدِیْ إِلَّا بِأَدَاءِ مَا افْتَرَضْتُ عَلَیْکَ، وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَحَبَّبُ إِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی أُحِبَّهٗ (المعجم الکبیر للطبرانی) [1]

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) ابنِ آدم تو اُن انعامات کو جو میرے پاس ہیں، ہرگز نہیں پاسکتا، مگر اُن چیزوں کو ہی ادا کرنے سے جو میں نے تجھ پر فرض کی ہیں؛ اور بندہ برابر نوافل کے ذریعے سے میرے سے محبت کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں (طبرانی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بندے کو اللہ تعالیٰ سے جتنا قُرب فرائض کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے، اتنا قُرب کسی اور عمل سے حاصل نہیں ہوتا۔

اور نوافل کے ذریعہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا مستحق بن جاتا ہے، اور دعا کی قبولیت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سنت ونفل نمازیں قیامت کے دن فرائض کی تکمیل کا باعث ہوں گی۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۷۸۸۰، ج۸ص ۲۲۱، واللفظ لہٗ؛ ورقم الحدیث ۷۸۳۳.
قال الهیثمی: وفی الطریقین علی بن یزید وهو ضعیف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۳۵۰۰، باب فضل الصلاۃ)
اقول: ولہٗ شاهد کما مر.

[2] ویستفاد منه أن أداء الفرائض أحب الأعمال إلی الله قال الطوفی الأمر بالفرائض جازم ویقع بترکها المعاقبة بخلاف النفل فی الأمرین وإن اشترک مع الفرائض فی تحصیل الثواب فکانت الفرائض أکمل فلهذا کانت أحب إلی الله تعالی وأشد تقریبا وأیضا فالفرض کالأصل والأس والنفل کالفرع والبناء وفی الإتیان بالفرائض علی الوجه المأمور به امتثال الأمر واحترام الآمر وتعظیمه بالانقیاد إلیه وإظهار عظمة الربوبیة وذل العبودیة فکان التقرب بذلک أعظم العمل والذی یؤدی الفرض قد یفعله خوفا من العقوبة ومؤدی النفل لا یفعله إلا إیثارا للخدمة فیجازی بالمحبة التی هی غایة مطلوب من یتقرب بخدمته قوله وما زال فی روایة الکشمیهنی وما یزال بصیغة المضارعة قوله یتقرب إلی التقرب طلب القرب قال أبو القاسم القشیری قرب العبد من ربه یقع أولا بإیمانه ثم بإحسانه وقرب الرب من عبده ما یخصه به فی الدنیا من عرفانه وفی الآخرة من رضوانه وفیما بین ذلک من وجوه لطفه وامتنانه ولا یتم قرب العبد من الحق إلا ببعده من الخلق قال وقرب الرب بالعلم والقدرة عام للناس وباللطف والنصرة خاص بالخواص وبالتأنیس خاص

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لہٰذا ہر شخص کو فرض اعمال اور فرض نمازوں کے ساتھ حسبِ توفیق سنت ونفل اعمال اور سنت ونفل نمازوں کا اہتمام کرنا چاہئے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ فرض نماز کا درجہ سنت اور نفل نمازوں سے زیادہ ہے، اس لئے فرض نمازوں کا اپنے وقت پر اہتمام کرنا چاہئے، اور جو فرض نمازیں ذمہ میں قضاء ہیں، ان کو بھی جلد از جلد ادا کرنا چاہئے، اور ان سے غفلت اختیار نہیں کرنی چاہئے۔ [۱]

اگر کسی کے ذمہ فرض نمازیں قضاء ہیں، اور وہ ان کو ادا کئے بغیر سنت ونفل نمازیں پڑھتا ہے، تو اس کی سنت اور نفل نمازیں ادا ہو جاتی ہیں، ایسا نہیں کہ اس کی سنت ونفل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ بالأولياء ووقع في حديث أبي أمامة يتحبب إلى بدل يتقرب وكذا في حديث ميمونة قوله بالنوافل حتى أحببته في رواية الكشميهني أحبه ظاهره أن محبة الله تعالى للعبد تقع بملازمة العبد التقرب بالنوافل وقد استشكل بما تقدم أولا أن الفرائض أحب العبادات المتقرب بها إلى الله فكيف لا تنتج المحبة والجواب أن المراد من النوافل ما كانت حاوية للفرائض مشتملة عليها ومكملة لها ويؤيده أن في رواية أبي أمامة بن آدم إنك لن تدرك ما عندي إلا بأداء ما افترضت عليك وقال الفاكهاني معنى الحديث أنه إذا أدى الفرائض ودام على إتيان النوافل من صلاة وصيام وغيرهما أفضى به ذلك إلى محبة الله تعالى وقال ابن هبيرة يؤخذ من قوله ما تقرب إلخ أن النافلة لا تقدم على الفريضة لأن النافلة إنما سميت نافلة لأنها تأتي زائدة على الفريضة فما لم تؤد الفريضة لا تحصل النافلة ومن أدى الفرض ثم زاد عليه النفل وأدام ذلك تحققت منه إرادة التقرب انتهى وأيضا فقد جرت العادة أن التقرب يكون غالبا بغير ما وجب على المتقرب كالهدية والتحفة بخلاف من يؤدي ما عليه من خراج أو يقضي ما عليه من دين وأيضا فإن من جملة ما شرعت له النوافل جبر الفرائض كما صح في الحديث الذي أخرجه مسلم انظروا هل لعبدي من تطوع فتكمل به فريضته الحديث بمعناه فتبين أن المراد من التقرب بالنوافل أن تقع ممن أدى الفرائض لا من أخل بها كما قال بعض الأكابر من شغله الفرض عن النفل فهو معذور ومن شغله النفل عن الفرض فهو مغرور قوله فكنت سمعه الذي يسمع زاد الكشميهني به قوله وبصره الذي يبصر به في حديث عائشة في رواية عبد الواحد عينه التي يبصر بها(فتح الباري لابنِ حجر، ج ۱۱ ص ۳۴۳، باب التواضع)

[۱] (من صلى صلاة لم يتمها زيد عليها من سبحاته حتى تتم) الظاهر أن المراد إذا صلى صلاة مفروضة وأخل بشيء من أبعاضها أو هيئاتها كملت من نوافله حتى تصير صلاة مفروضة مكملة السنن والآداب ويحتمل أن المراد أنه إذا حصل منه خلل في بعض الشروط أو الأركان ولم يعلم به في الدنيا يتمم له من تطوعه ولا مانع من شموله للأمرين فتدبر (فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ۸۸۱۴)

www.idaraghufran.org

نمازیں باطل شمار ہوں۔ [1]

البتہ اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے کہ جس کے ذمہ قضا نمازیں ہوں، اسے قضا نمازیں چھوڑ کر اور قضا نمازیں ادا کیے بغیر سنت ونوافل پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

حنفیہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی کے ذمہ بہت سی نمازیں قضاء ہیں، تو ایسے شخص کو عام نفلوں کی جگہ زیادہ سے زیادہ قضاء نمازوں کو ادا کرنا چاہئے؛ مگر جو سنت ونفل نمازیں مخصوص اوقات سے متعلق ہیں، اور ان کی شریعت کی طرف سے ترغیب آئی ہے (مثلاً فرض نمازوں کے ساتھ آگے پیچھے کی سنتیں، نمازِ تہجد، نمازِ اوّابین، اشراق اور چاشت، تحیۃُ المسجد، تحیۃُ الوضوء وغیرہ وغیرہ) اُن کو بہرحال اپنے وقت پر پڑھ لینا ہی مناسب ہے، اور ذمہ میں قضا شدہ نمازوں کا اہتمام اپنی جگہ الگ سے کرتے رہنا چاہئے۔ [2]

---

[1] أى المؤكدة والمستحبة (وفضائلها) : فى أوقاتها المذكورة، واعلم أن السنة، والنفل، والتطوع، والمندوب، والمستحب، والمرغب فيه، والحسن ألفاظ مترادفة معناها واحد، وهو ما رجح الشارع فعله على تركه، وجاز تركه .وإن كان بعض المسنون آكد من بعض اتفاقا.

وفى الحديث الصحيح " :أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة من عمله صلاته، فإن صلحت فقد أفلح وأنجح، وإن فسدت فقد خاب وأجنح وخسر، فإن انتقص من فريضته شيئا قال الرب سبحانه وتعالى :انظروا هل لعبدى من تطوع فيكمل به ما انتقص من الفريضة، ثم يكون سائر عمله على ذلك "، قال النووى :تصح النوافل وتقبل، وإن كانت الفريضة ناقصة لهذا الحديث، وخبر :لا تقبل نافلة المصلى حتى يؤدى الفريضة :ضعيف، ولو صح حمل على الراتبة البعدية لتوقف صحتها على صحة الفرض اهـ .وفيه أنه لا يتوقف صحة ذاتها، بل يتوقف بعديتها، قال ابن حجر :وقول غيره لا تصح النافلة ممن عليه فائتة لزمه قضاؤها .ضعيف ;لأنه وإن أثم فإثمه لأمر خارج، وهو لا يقتضى البطلان(مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۸۸۹، كتاب الصلاة، باب السنن وفضائلها)

[2] (ويجوز تأخير الفوائت) وإن وجبت على الفور (لعذر السعى على العيال؛ وفى الحوائج على الأصح) وسجدة التلاوة والنذر المطلق وقضاء رمضان موسع .وضيق الحلوانى، كذا فى المجتبى (الدرالمختار)

(قوله وفى الحوائج) أعم مما قبله أى ما يحتاجه لنفسه من جلب نفع ودفع ضره وأما النفل فقال فى المضمرات :الاشتغال بقضاء الفوائت أولى وأهم من النوافل إلا سنن المفروضة وصلاة الضحى وصلاة التسبيح والصلاة التى رويت فيها الأخبار .اهـ .ط أى كتحية المسجد، والأربع قبل العصر والست بعد المغرب(ردالمحتار، ج۲ ص ۷۴،باب قضاء الفوائت)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور حنفیہ کے علاوہ بعض دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک ذمّہ میں قضا شدہ فرض نمازیں چھوڑ کر عام سنت ونفل نمازوں کو پڑھنے میں مشغول ہونا مکروہ اور منع ہے سوائے وتر اور فجر کی دوسنتوں کے۔ [۱]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۲۶/ ذوالقعدۃ/ ۱۴۳۳ھ 14/ اکتوبر/ 2012ء بروز اتوار

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾(قوله بخلاف قضاء الصلاة) أی فإنه علی الفور لقوله -صلی الله علیه وسلم -من نام عن صلاة أو نسیها فلیصلها إذا ذکرها لأن جزاء الشرط لا یتأخر عنه أبو السعود وظاهره أنه یکره التنقل بالصلاة لمن علیه الفوائت ولم أره نهر قلت :قدمنا فی قضاء الفوائت کراهته إلا فی الرواتب والرغائب فلیراجع ط(رد المحتار علی الدر المختار، ج۲،ص۴۲۳،کتاب الصوم)

وفی الحجة الاشتغال بالفوائت أولی وأهم من النوافل إلا السنن المعروفة وصلاة الضحی وصلاة التسبیح والصلوات التی رویت فی الأخبار فیها سور معدودة وأذکار معهودة فتلک بنیة النفل وغیرها بنیة القضاء ، کذا فی المضمرات(الفتاوی الهندیة، ج۱ ص۱۲۵ ،کتاب الصلاة،الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت)

وفی الحجة الاشتغال بقضاء الفوائت أولی وأهم من النوافل إلا السنن المعروفة وصلاة الضحی وصلاة التسبیح والصلوات التی رویت فی الأخبار فتلک تصلی بنیة النفل وغیرها بنیة القضاء (حلبی کبیر فی شرح منیة المصلی، صفحه۶۲۰، فصل فی مسائل شتی من کتاب الصلاة وهی الخاتمة)

[۱] وصرح المالکیة بأنه یحرم التنفل لمن علیه فوائت من الصلاة حتی تبرأ ذمته مما علیه، لاستدعائه التأخیر، واستثنوا من هذا الحکم السنن کوتر وعید والشفع المتصل بالوتر ورکعتی الفجر.

وقالوا :یکره التطوع بالصوم لمن علیه صوم واجب کالمنذور والقضاء والکفارة، وذلک لما یلزم من تأخیر الواجب وعدم فوریته.

وصرحوا بأن من نوی وقت إحرامه للحج النفل وقع نفلا والفرض باق علیه .

وجاء فی مغنی المحتاج نقلا عن الجرجانی :یکره لمن علیه قضاء رمضان أن یتطوع بصوم.

وقال الزرکشی :لیس له التطوع بالحج قبل أداء الفرض، فلو فعل انصرف إلی الفرض.

وقال ابن حجر الهیتمی :لا یجوز لمن علیه فائتة بغیر عذر أن یصرف زمنا لغیر قضائها کالتطوع، قال الشروانی :ویصح التطوع فی هذه الحالة مع الإثم خلافا للزرکشی.

ویری الحنابلة کراهة التنفل قبل قضاء الصلاة المکتوبة الفائتة، واستثنوا من هذا الحکم رکعتی الفجر حیث قالوا باستحباب قضائهما قبل الفریضة .(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴۱،ص۱۰۷و۱۰۸ ،مادة ”نفل“،تنفل من علیه فرض من جنسه قبل أدائه)

www.idaraghufran.org

فرض نمازوں کے ساتھ سنتِ مؤکدہ کی رکعات

فقہائے کرام کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ دن رات کی نمازوں کے ساتھ کتنی رکعتیں موکدہ درجہ کی سنت ہیں؟

بعض فقہاء دن رات میں دس رکعتوں کو تاکیدی سنت قرار دیتے ہیں۔

دو فجر سے پہلے، دو ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد۔

لیکن احناف کے نزدیک دن رات کی نمازوں کے ساتھ تاکیدی سنتوں کی تعداد بارہ ہے۔

دو فجر سے پہلے، چار ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد۔ [1]

---

[1] أ -السنن الرواتب من الصلوات:

وهى السنن التابعة للفرائض، ووقتها وقت المكتوبات التى تتبعها.

وقد اختلف الفقهاء فى مقاديرها.

فذهب جمهور العلماء إلى أن الرواتب المؤكدة عشر ركعات، ركعتان قبل الصبح، وركعتان قبل الظهر، وركعتان بعدها، وركعتان بعد المغرب، وركعتان بعد العشاء ؛ لما ورد عن ابن عمر رضى الله عنهما أنه قال :حفظت من النبى صلى الله عليه وسلم عشر ركعات :ركعتين قبل الظهر، وركعتين بعدها، وركعتين بعد المغرب فى بيته، وركعتين بعد العشاء فى بيته، وركعتين قبل الصبح، وكانت ساعة لا يدخل على النبى صلى الله عليه وسلم فيها، حدثتنى حفصة رضى الله عنها أنه كان إذا أذن المؤذن وطلع الفجر صلى ركعتين.

وهناك أقوال مرجوحة عند المذاهب تذكر أربعا بعد الظهر، وأربعا قبل العصر، واثنتين قبل المغرب، وستا بعد المغرب، وأن لا راتبة بعد العشاء بلا حد.

والتفاصيل فى :(السنن الرواتب).

وذهب الحنفية إلى أن مقدارها اثنتا عشرة ركعة :ركعتان قبل صلاة الفجر، وأربع ركعات قبل صلاة الظهر -لا يسلم إلا فى آخرهن -وركعتان بعد صلاة الظهر، وركعتان بعد صلاة المغرب، وركعتان بعد صلاة العشاء.

لما روى عن عائشة رضى الله عنها عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال :من ثابر على اثنتى عشرة ركعة بنى الله عز وجل له بيتا فى الجنة :أربعا قبل الظهر، وركعتين بعد الظهر، وركعتين بعد المغرب، وركعتين بعد العشاء ، وركعتين قبل الفجر. ولأن النبى صلى الله عليه وسلم واظب عليها ولم يترك شيئا منها إلا لعذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۲ ص ۴۴، ۴۵، السنن الرواتب من الصلوات، مادة "راتب")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اوراس کے علاوہ بعض اور رکعتوں کا بھی مختلف احادیث میں ذکر آیا ہے، مگر وہ اس درجہ کی تاکیدی سنت نہیں ہیں، اگر چہ ان کی فضیلت بھی اپنی جگہ ثابت ہے۔

اب اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ تَطَوُّعِهِ؟ فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، وَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ، وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ فِيْهِنَّ الْوِتْرُ………… وَكَانَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ (مسلم)[1]

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تطوع (یعنی فرض نماز کے علاوہ) نماز کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھتے تھے، پھر گھر سے تشریف لے جاتے تھے، پھر لوگوں کو (مسجد میں ظہر کی) نماز پڑھاتے تھے، پھر گھر میں تشریف لے آتے تھے، پھر دو رکعتیں پڑھتے تھے، اور (پھر عصر سے فارغ ہوکر) لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے تھے، پھر گھر میں تشریف لاکر دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور پھر لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عن أم حبيبة وعائشة وأبى هريرة وأبى موسى الأشعرى وابن عمر رضى الله عنهم قالوا :(قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) ' : من ثابر على ثنتى عشرة ركعة فى اليوم والليلة بنى الله له بيتا فى الجنة :ركعتين قبل الفجر ، وأربعا قبل الظهر ، وركعتين بعدها ، وركعتين بعد المغرب ، وركعتين بعد العشاء 'فهذه مؤكدات لا ينبغى تركها (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱ ص ۶۵، كتاب الصلاة، باب النوافل)

[1] رقم الحديث ۷۳۰"۱۰۵"، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، واللفظ لهٗ، سنن ابى داوٗد، رقم الحديث ۱۲۵۱.

تھے، اور پھر میرے گھر میں تشریف لاکر دو رکعات پڑھا کرتے تھے، اور رات میں نو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، جن میں وتر بھی شامل ہوتے تھے......اور جب فجر طلوع ہوجاتی تھی، تو (فجر کی) دو رکعت پڑھتے تھے (مسلم)

اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فجر سے پہلے دو رکعت اور ظہر سے پہلے چار رکعت، اور ظہر کے بعد دو رکعت، اور مغرب کے بعد دو رکعت، اور عشاء کے بعد دو رکعت سنتوں کا پڑھنا معلوم ہوا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر سنتیں گھر میں ادا فرمایا کرتے تھے۔

اور اسی وجہ سے اکثر فقہاء کے نزدیک فی نفسہٖ سنتوں کا گھر میں ادا کرنا مستحب ہے۔

البتہ اگر کوئی مسجد میں پڑھے، تو بھی گناہ نہیں ہے، جس کی تفصیل آگے ''نفل اور سنت نمازوں سے متعلق احکام'' کے ضمن میں آتی ہے۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ ثَابَرَ عَلٰى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِّنَ السُّنَّةِ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ: أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ،

---

[1] فيه استحباب النوافل الراتبة فى البيت كما يستحب فيه غيرها ولا خلاف فى هذا عندنا وبه قال الجمهور وسواء عندنا وعندهم راتبة فرائض النهار والليل قال جماعة من السلف الاختيار فعلها فى المسجد كلها وقال مالک والثورى الأفضل فعل نوافل النهار الراتبة فى المسجد وراتبة الليل فى البيت ودليلنا هذه الأحاديث الصحيحة وفيها التصريح بأنه صلى الله عليه وسلم،يصلى سنة الصبح والجمعة فى بيته وهما صلاتا نهار مع قوله صلى الله عليه وسلم أفضل الصلاة صلاة المرء فى بيته إلا المكتوبة وهذا عام صحيح صريح لا معارض له فليس لأحد العدول عنه والله أعلم (شرح النووى، ج٦ ص ٩، باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن وبيان عددهن)

(ويدخل بيتى فيصلى ركعتين) : قال ابن الملک :فيه دليل على استحباب أداء السنة فى البيت، قيل :فى زماننا إظهار السنة الراتبة أولى ليعلمها الناس .اهـ.أى :ليعلموا علمها، أو لئلا ينسبوه إلى البدعة، ولا شک أن متابعة السنة أولى مع عدم الالتفات إلى غير المولى (مرقاة المفاتيح، ج٣ص ٨٩١، كتاب الصلاة، باب السنن وفضائلها)

www.idaraghufran.org

وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ (ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (روزانہ) سنت کی بارہ رکعتوں پر مداومت (وپابندی) اختیار کرے گا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنادیں گے، ظہر سے پہلے چار رکعت، اور ظہر کے بعد دو رکعت، اور مغرب کے بعد دو رکعت، اور عشاء کے بعد دو رکعت، اور فجر سے پہلے دو رکعت (ترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دن رات کی بارہ رکعتوں پر پابندی کی وجہ سے جنت میں عالیشان گھر کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

اور ایک روایت میں ان بارہ رکعتوں پر جنت میں داخل ہونے کی فضیلت آئی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ ثَابَرَ عَلٰى اِثْنَتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً فِى الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ دَخَلَ الْجَنَّةَ (سنن النسائی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (روزانہ) بارہ رکعتوں پر مداومت (وپابندی) اختیار کرے گا، اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمادیں گے (نسائی)

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰى فِىْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثِنْتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِىَ لَهٗ بَيْتٌ فِى الْجَنَّةِ: أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ

---

[1] رقم الحديث ۴۱۴، ابواب الصلاة، باب ما جاء فيمن صلى فى يوم وليلة ثنتى عشرة ركعة من السنة، ما له فيه من الفضل، واللفظ لهٗ، ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۱۴۰، نسائى، رقم الحديث ۱۷۹۵، مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۶۰۲۸.

قال الترمذى: وفى الباب عن أم حبيبة، وأبى هريرة، وأبى موسى، وابن عمر، :حديث عائشة حديث غريب من هذا الوجه، ومغيرة بن زياد قد تكلم فيه بعض أهل العلم من قبل حفظه.

[2] رقم الحديث ۱۷۹۴، كتاب قيام الليل وتطوع النهار، باب ثواب من صلى فى اليوم والليلة ثنتى عشرة ركعة سوى المكتوبة.

بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دن رات میں بارہ رکعتیں پڑھیں، تو اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا، ظہر سے پہلے چار رکعت، اور ظہر کے بعد دو رکعت، اور مغرب کے بعد دو رکعت، اور عشاء کے بعد دو رکعت، اور فجر یعنی صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت (ترمذی)

بعض احادیث میں دن رات کی نمازوں کے ساتھ بارہ رکعتوں کے بجائے مجموعی طور پر دس رکعتوں کا ذکر ہے، اور اُن میں ظہر سے پہلے چار رکعتوں کے بجائے دو رکعتوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔

جن کو حنفیہ کے علاوہ بعض دیگر فقہائے کرام نے اختیار فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِيْ بَيْتِهٖ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِيْ بَيْتِهٖ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ (بخاری) [2]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعتوں کو محفوظ کیا، دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر کے بعد، اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اپنے گھر میں، اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعتیں فجر کی نماز سے پہلے (بخاری)

---

[1] رقم الحديث ٤١٥، ابواب الصلاة، باب ما جاء فيمن صلى فى يوم وليلة ثنتى عشرة ركعة من السنة، ما له فيه من الفضل، واللفظ لهٗ، سنن نسائى، رقم الحديث ١٨٠٠، مستدرك حاكم، رقم الحديث ١١٧٤.

قال الترمذى: وحديث عنبسة عن أم حبيبة فى هذا الباب حديث حسن صحيح، وقد روى عن عنبسة من غير وجه.

[2] رقم الحديث ١١٨٠، كتاب التهجد، باب الركعتين قبل الظهر، واللفظ لهٗ، ترمذى، رقم الحديث ٣٩٨.

اورحضرت ابنِ عمررضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ، فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے دو رکعتیں، اور ظہر کے بعد دو رکعتیں، اور مغرب کے بعد دو رکعتیں اپنے گھر میں پڑھا کرتے تھے، اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور جمعہ کے بعد گھر لوٹ کر ہی نماز پڑھا کرتے تھے، چنانچہ (جمعہ کے بعد گھر تشریف لاکر) دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے (بخاری)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ، فَأَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ فَفِيْ بَيْتِهٖ (بخاری) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمررضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعتیں، اور ظہر کے بعد دو رکعتیں، اور مغرب کے بعد دو رکعتیں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں اور جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، اور مغرب اور عشاء کے وقت (کی سنتیں ونفلیں) اپنے گھر میں پڑھیں (بخاری)

جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد کی سنتوں کا ذکر آگے مستقل عنوان کے تحت آتا ہے۔

---

[1] رقم الحديث ۹۳۷، كتاب الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة وقبلها.

[2] رقم الحديث ۱۱۷۲، كتاب التهجد، باب التطوع بعد المكتوبة.

www.idaraghufran.org

حضرت عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ ثِنْتَيْنِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ، وَقَبْلَ الْفَجْرِ ثِنْتَيْنِ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (سنت) نماز کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ظہر سے پہلے دو رکعتیں، اور ظہر کے بعد دو رکعتیں، اور مغرب کے بعد دو رکعتیں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں اور فجر سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے (ترمذی)

ان احادیث سے ظہر سے پہلے چار کے بجائے دو رکعتوں کا پڑھنا معلوم ہوا۔

اور کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے دن رات میں بارہ رکعتوں کا پڑھنا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت میسرہ اور زاذان رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ:

كَانَ عَلِيٌّ يُصَلِّي مِنَ التَّطَوُّعِ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ ، وَأَرْبَعًا بَعْدَ الْعِشَاءِ ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہر سے پہلے چار رکعت، اور ظہر کے بعد دو رکعت، اور مغرب کے بعد دو رکعت، اور عشاء کے بعد چار رکعت (دو سنتِ مؤکدہ اور دو غیر مؤکدہ یا نفل) اور فجر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

---

[1] رقم الحدیث ۴۳۶، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی الرکعتین بعد العشاء.
قال الترمذی: وفی الباب عن علی، وابن عمر: حدیث عبد اللہ بن شقیق عن عائشة حدیث حسن صحیح.

[2] رقم الحدیث ۶۰۲۱، کتاب الصلاۃ، باب فیما یجب من التطوع بالنھار.

www.idaraghufran.org

كَانَتْ صَلَاةُ عَبْدِ اللّٰهِ مِنَ النَّهَارِ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ، وَلَا يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ، وَلَا بَعْدَهَا (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۹۳۳۱) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی دن کی نماز میں چار رکعت ظہر سے پہلے، اور دو رکعت ظہر کے بعد، اور دو رکعت مغرب کے بعد، اور دو رکعت عشاء کے بعد، اور دو رکعت فجر سے پہلے ہوا کرتی تھیں، اور وہ عصر سے پہلے اور عصر کے بعد نماز نہیں پڑھا کرتے تھے (طبرانی)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

كَانَتْ صَلَاةُ عَبْدِ اللّٰهِ الَّتِيْ لَا يَدَعُ مِنَ التَّطَوُّعِ ؛ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ (مصنف ابنِ ابی شيبة) [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تطوع (یعنی سنت) نمازیں جن کو وہ نہیں چھوڑتے تھے، یہ تھیں: چار ظہر سے پہلے، اور دو رکعتیں ظہر کے بعد، اور دو رکعتیں مغرب کے بعد، اور دو رکعتیں عشاء کے بعد، اور دو رکعتیں فجر سے پہلے

(ابنِ ابی شیبہ)

جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير وأبو عبيدة لم يسمع من أبيه (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۳۲)

وقال العينی: قلت: أبو عبيدة أخرج له البخاری محتجا به فی غير موضع، وروى له مسلم، وقال أبو داود: كان أبو عبيدة يوم مات أبوه ابن سبع سنين مميزا، وابن سبع سنين يحتمل السماع والحفظ، ولهذا يؤمر الصبی ابن سبع سنين بالصلاة تخلقا وتأدبا (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۵۶، كتاب الخوف)

[2] رقم الحديث ۶۰۲۲ ورقم الحديث ۶۰۲۵، كتاب الصلاة، باب فيما يجب من التطوع بالنهار.

Idara Ghufran

كَانُوا يَعُدُّونَ مِنَ السُّنَّةِ ؛أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: صحابۂ کرام وتابعین ظہر سے پہلے کی چار رکعت، اور ظہر کے بعد کی دو رکعت، اور مغرب کے بعد کی دو رکعت، اور عشاء کے بعد دو رکعت کو، اور فجر سے پہلے کی دو رکعت کو سنت نمازوں میں شمار کیا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

كَانُوا يَعُدُّونَ مِنَ السُّنَّةِ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا قَالَ: وَكَانُوا يَرْكَعُونَ قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ وَلَا يَعُدُّونَهَا مِنَ السُّنَّةِ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ، وَقَبْلَ الْفَجْرِ رَكْعَتَيْنِ (مصنف عبدالرزاق) [2]

ترجمہ: صحابۂ کرام وتابعین ظہر سے پہلے کی چار رکعت کو اور ظہر کے بعد کی دو رکعت کو سنت نمازوں میں شمار کیا کرتے تھے، اور وہ عصر سے پہلے دو رکعت بھی پڑھا کرتے تھے، لیکن ان کو سنت شمار نہیں کیا کرتے تھے، اور مغرب کے بعد کی دو رکعت کو اور عشاء کے بعد کی دو رکعت کو اور فجر سے پہلے کی دو رکعت کو بھی سنت نمازوں میں شمار کیا کرتے تھے (عبدالرزاق)

اس قسم کی احادیث وآثار کی روشنی میں فقہائے احناف نے دن ورات میں بارہ رکعتوں کو تاکیدی سنت قرار دیا ہے، اور ان میں سے بعض سنتوں کی تاکید بعض سے زیادہ ہے، اور ان سنتوں کے بارے میں الگ الگ احادیث وروایات میں بھی ذکر ہے، اور ان بارہ رکعتوں کے علاوہ کچھ اور رکعتوں کا بھی احادیث وروایات میں ذکر ہے، مگر وہ تاکیدی درجہ کی سنت

---

[1] رقم الحدیث ۶۰۲۴، کتاب الصلاة، باب فیما یجب من التطوع بالنهار.

[2] رقم الحدیث ۴۸۳۰، کتاب الصلاة، باب التطوع قبل الصلاة وبعدها.

Idara Ghufran

نہیں ہیں۔

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک سنت نمازوں کی رکعتوں کی تعداد مندرجہ بالا تفصیل سے کچھ مختلف ہے، بعض کے نزدیک دن رات میں دس رکعت سنت ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک ظہر سے پہلے چار کے بجائے دو رکعتیں تاکیدی سنت ہیں، لیکن اگر کوئی دو کے بجائے چار پڑھے تو زیادہ اکمل و افضل ہے، جس کی مزید تفصیل ظہر کی سنتوں کے باب میں آتی ہے۔ ل

ل عن أم حبيبة وعائشة وأبى هريرة وأبى موسى الأشعرى وابن عمر رضى الله عنهم قالوا :(قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) ' : من ثابر على ثنتى عشرة ركعة فى اليوم والليلة بنى الله له بيتا فى الجنة :ركعتين قبل الفجر ، وأربعا قبل الظهر ، وركعتين بعدها ، وركعتين بعد المغرب ، وركعتين بعد العشاء 'فهذه مؤكدات لا ينبغى تركها (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الصلاة، باب النوافل)

(سن) سنة مؤكدة (ركعتان) قبل الفجر وبعد الظهر والمغرب والعشاء .

(و) سن (أربع بتسليمة) حتى لو أداها بتسليمتين لا يكون معتدا بها ولهذا لو نذر أن يصلى أربعا بتسليمة فصلى أربعا بتسليمتين لا يخرج عن النذر وبالعكس يخرج ، كذا فى الكافى (قبل الظهر والجمعة وبعدها) أى الجمعة والأصل فيه قوله صلى الله عليه وسلم (من ثابر على ثنتى عشرة ركعة فى اليوم والليلة بنى الله له بيتا فى الجنة) وفسر ذلك صلى الله عليه وسلم على نحو ما ذكرنا(دررالحكام شرح غرر الاحكام، كتاب الصلاة، احوال النوافل)

ومذهب الشافعى فى هذا الباب أن السنن عند الصلوات الخمس :عشر ركعات، قبل الظهر ركعتان، وبه قال أحمد، ومن الشافعية من قال :أدنى الكمال ثمان، فأسقط سنة العشاء .وقال النووى نص عليه فى البويطى، ومنهم من قال :ثنتى عشرة ركعة (......) فجعل قبل الظهر أربعا، والأكمل عند الشافعية ثمانى عشرة زادوا وقبلها ركعتين وبعدها ركعتين وأربعا قبل العصر، واحتج الشافعى وأحمد فيما ذهبا إليه من أن السنن عشر ركعات، بما روى الترمذى عن عبد الله بن سفيان قال سألت عائشة -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا -عن صلاة النبى -عَلَيْهِ السَّلَامُ -فقالت :كان يصلى قبل الظهر ركعتين وبعدها ركعتين وبعد المغرب ركعتين وبعد العشاء ركعتين وقبل الفجر ثنتين وصححه الترمذى.

وأما حديث عن عبد الله بن سفيان قال :سألت عائشة عن صلاة رسول الله -عَلَيْهِ السَّلَامُ-، فقلت: كان يصلى قبل الظهر أربعا وبعدها ركعتين، وبعد المغرب ثنتين، وبعد العشاء ركعتين، وقبل الفجر ركعتين رواه مسلم وأبو داود، وهو أصح من حديث الترمذى، وفيه زيادة فكان أولى بالقبول.

ولنا حديث المثابرة أيضا وقد ذكرناه، ومالك -رَحِمَهُ اللَّهُ -لم يؤت سنة قبل المكتوبة ولا بعدها،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ملحوظ رہے کہ سنت موکدہ پر ہمیشہ پابندی کرنی چاہیے، اور بلا عذران کو چھوڑنا مکروہ اور برا ہے، البتہ اگر بیماری یا سفر وغیرہ کی صورت میں ترک کیا جائے، تو حرج نہیں۔ [1]

جس کی تفصیل آگے احکام کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ

محمد رضوان

۲۹/ ذوالقعدۃ/ ۱۴۳۳ھ 17 / اکتوبر/2012ء بروز بدھ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وخالف الأحاديث الصحاح الثابتة فى توقيت السنن، وزعم أنه عمل أهل المدينة، وفى "شرح الوجيز :"اختلف الأصحاب فى عدد الركعات، قال الأكثرون :عشر ركعات كما ذكرنا، ومنهم من زاد على العشر ركعتين قبل الظهر، مضمومتين إلى الركعتين لحديث المثابرة، ومنهم من زاد على هذا العدد ركعتين بعد الظهر.

وقال صاحب "المهذب "، وجماعة :أدنى الكمال عشر ركعات، وأتم الكمال ثمانية عشرة ركعة، وفى استحباب الركعتين قبل المغرب وجهان قيل باستحبابها، وإن لم يكن فى الروايات لما روى عن أنس أنه قال صليت ركعتين قبل المغرب ورآنى رسول الله -عَلَيۡهِ السَّلَامُ -وعلم فلم يأمرنى ولم ينهنى وروى أنه -عَلَيۡهِ السَّلَامُ -قال :صلوا قبل المغرب ركعتين "، وقال فى الثالثة ": لمن شاء .وقيل :الاستحباب لما روى عن ابن عمر -رَضِيَ اللَّهُ عَنۡهُ -أنه سئل عنهما، فقال :ما رأيت أحدا على عهد رسول الله -عَلَيۡهِ السَّلَامُ -صلاهما، وعن أبيه عمر -رَضِيَ اللَّهُ عَنۡهُ -أنه كان يضرب عليهما "، وبه قال أبو حنيفة؛ لأن تعجيل المغرب مستحب(البناية شرح الهداية، ج۲ص ۵۱۱، ۵۱۲، كتاب الصلاة، باب النوافل)

[1] يرى جمهور الفقهاء استحباب المواظبة على السنن الرواتب .وذهب مالك فى المشهور عنه إلى أنه لا توقيت فى ذلك حماية للفرائض، لكن لا يمنع من تطوع بما شاء إذا أمن ذلك.

وصرح الحنفية أن تارك السنن الرواتب يستوجب إساء ة وكراهية .وفسر ابن عابدين استيجاب الإساء ة بالتضليل واللوم .وقال صاحب كشف الأسرار :الإساء ة دون الكراهة .وقال ابن نجيم : الإساء ة أفحش من الكراهة .وفى التلويح :ترك السنة المؤكدة قريب من الحرام .وقال الحنابلة بكراهة ترك الرواتب بلا عذر هذا فى الحضر .وفى السفر يرى جمهور الفقهاء استحباب صلاة السنن الرواتب أيضا لكنها فى الحضر آكد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵،ص ۲۷۶،ماده السنن الرواتب،الحكم التكليفى لأداء السنن الرواتب)

دن ورات کی سنّت ونفل نمازوں کے فضائل واحکام

جن سنت یانفل نمازوں کی شریعت کی طرف سے تاکید یاترغیب وفضیلت یااحادیث میں ذکر آیاہے، آگے اُن کاالگ الگ عنوان کے تحت تذکرہ کیاجاتاہے۔

(۱)

نمازِ فجر سے پہلے کی دوسنّتیں

شرعی اعتبار سے دن کا آغاز طلوعِ فجر پر ہوجاتاہے، اوراس وقت کی نماز ''فجر کی نماز'' کہلاتی ہے، فجر کی نماز سے پہلے دورکعتیں سنتِ موکدہ ہیں، جن کی تاکید بہت زیادہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيُ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ(بخاری) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح (یعنی فجر) کی نماز کی اذان اوراقامت کے درمیان دوہلکی پھلکی رکعتیں پڑھاکرتے تھے (بخاری)

اورحضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اِعْتَكَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ، وَبَدَا الصُّبْحُ، صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تُقَامَ الصَّلَاةُ(بخاری) [۲]

[۱] رقم الحديث ۶۱۹، كتاب الاذان ،باب الاذان بعد الفجر.

[۲] رقم الحديث ۶۱۸، كتاب الاذان ،باب الاذان بعد الفجر،واللفظ لهٗ، سنن نسائی، رقم الحديث ۱۷۷۸.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: جب مؤذن صبح کی نماز کے لئے مسجد میں آکر بیٹھ جاتا تھا، اور صبح کا آغاز ہوجاتا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کھڑی ہونے سے پہلے دو ہلکی پھلکی رکعتیں پڑھا کرتے تھے (بخاری)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ، وَكَانَ يَقُوْلُ: نِعْمَ السُّوْرَتَانِ هُمَا، يُقْرَأُ بِهِمَا فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ (ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ یہ دو سورتیں بہت اچھی ہیں، جن کو فجر کی دو رکعتوں میں پڑھا جاتا ہے، ایک قل ہو اللہ احد، اور دوسری قل یا ایہا الکافرون (ابنِ ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود بھی فجر کی دو سنتوں میں ان دو سورتوں کی کثرت سے قرأت کرنا مروی ہے۔ [2]

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو سنتیں ہلکی پھلکی ادا فرماتے تھے، تو ان میں مذکورہ دو ہلکی پھلکی سورتوں کی قرائت وتلاوت فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحديث ١١٥٠، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فيما يقرأ فى الركعتين قبل الفجر، واللفظ لهٗ، مسند احمد، رقم الحديث ٢٦٠٢٢.
فى حاشية مسند احمد: حديث صحيح، وهذا سند رجاله ثقات رجال الشيخين.

[2] عن ابن عمر، قال: رمقت النبى صلى الله عليه وسلم شهرا فكان يقرأ فى الركعتين قبل الفجر، بقل يا أيها الكافرون، وقل هو الله أحد وفى الباب عن ابن مسعود، وأنس، وأبى هريرة، وابن عباس، وحفصة، وعائشة، :حديث ابن عمر حديث حسن، ولا نعرفه من حديث الثورى، عن أبى إسحاق، إلا من حديث أبى أحمد والمعروف عند الناس حديث إسرائيل، عن أبى إسحاق، وقد روى عن أبى أحمد، عن إسرائيل، هذا الحديث أيضا، وأبو أحمد الزبيرى ثقة حافظ، سمعت بندارا، يقول :ما رأيت أحدا أحسن حفظا من أبى أحمد الزبيرى، واسمه محمد بن عبد الله بن الزبير الأسدى الكوفى(ترمذى، رقم الحديث ٤١٧)

www.idaraghufran.org

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: لَهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ (مسند الطيالسى) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعتوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہیں (مسند طیالسی)

اسی قسم کا مضمون حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ [2]

سرخ اونٹ عرب میں قیمتی مال شمار کیے جاتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو سنتوں کو ان سے بہتر قرار دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا (مسلم) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کی دو رکعتیں دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہیں (مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ فِيْ شَأْنِ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ: لَهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيْعًا (مسلم) [4]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر طلوع ہونے کے وقت کی دو رکعتوں کے متعلق فرمایا کہ یہ مجھے پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں (مسلم)

---

[1] رقم الحديث ١٦٠١، مسند عائشة ام المومنين رضى الله عنها، ج٣ص٩٧،

[2] حدثنا هشيم، عن أبى بشر، عن سعيد بن جبير، قال: قال عمر فى الركعتين قبل الفجر: لهما أحب إلى من حمر النعم (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٦٣٨٤، كتاب الصلاة، باب فى ركعتى الفجر)

[3] رقم الحديث ٧٢٥"٩٦" كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل ركعتى الفجر، ترمذى، رقم الحديث ٤١٦، نسائى، رقم الحديث ١٧٥٩، مسند احمد، رقم الحديث ٢٦٢٨٦.

[4] رقم الحديث ٧٢٥"٩٧" كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل ركعتى الفجر.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نوافل (یعنی غیر فرض) نمازوں میں جتنا سخت اہتمام فجر کی دو رکعتوں کا فرماتے تھے، اتنا کسی اور کا نہیں فرماتے تھے (بخاری، مسلم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ أَسْرَعَ مِنْهُ إِلَى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ (مسلم) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نوافل (یعنی غیر فرض) نمازوں میں کسی اور نماز کی طرف اتنی سرعت کرتے ہوئے نہیں دیکھا، جتنی فجر کی دو رکعتوں کی طرف سُرعت فرماتے تھے (مسلم)

سُرعت فرمانے سے مراد اہتمام کرنا ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۲۳۴۰) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے کی چار رکعت، اور فجر سے پہلے کی دو رکعت کسی بھی حال میں نہیں چھوڑتے تھے (مسند احمد)

اسی قسم کا مضمون جلیل القدر تابعی حضرت عمرو بن میمون نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے

---

[1] رقم الحدیث ۱۱۶۹، کتاب التهجد، باب تعاهد ركعتي الفجر ومن سماهما تطوعا، واللفظ لهٗ، مسلم، رقم الحدیث ۷۲۴، باب تعاهد ركعتي الفجر.

[2] رقم الحدیث ۷۲۴"۹۵، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب ركعتي سنة الفجر، والحث عليهما وتخفيفهما، والمحافظة عليهما، وبيان ما يستحب أن يقرأ فيهما.

[3] فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

بارے میں بھی نقل کیا ہے۔ ؎1

اورحضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا يُطِيلُ فِيهِنَّ الْقِيَامَ، وَيُحْسِنُ فِيهِنَّ الرُّكُوعَ، وَالسُّجُودَ، فَأَمَّا مَا لَمْ يَكُنْ يَدَعُ صَحِيحًا، وَلَا مَرِيضًا، وَلَا غَائِبًا،وَلَا شَاهِدًا فَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ (مسند احمد) ؎2

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے تھے،جن

؎1 حدثنا هشيم ، قال :أخبرنا حصين ، قال :سمعت عمرو بن ميمون ، يقول :كانوا لا يتركون أربعا قبل الظهر ، وركعتين قبل الفجر على حال(مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ٦٣٨٥، كتاب الصلاة، باب في ركعتي الفجر)

؎2 رقم الحديث ٢٤١٦٤،واللفظ لهٗ، مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ٣٩٥٠.

قال الالبانی:

قلت :و هـذا إسناد رجاله ثقات غير قابوس -و هو ابن أبي ظبيان -و فيه لين كما في " التقريب . "لـكـنـه قد توبع ، فقال الطيالسي في "مسنده "(رقم-٥٢٤ ترتيبه) : حـدثنا قيس بن الربيع عن أبي ظبيان عن أم جعفر قالت :سألت عائشة عن صلاة رسول الـلـه صـلـى الله عليه وسلم ؟فقالت :فذكره .قلت :و قيس هـذا لين مثل قابوس ، فـأحدهما يقوى الآخر .و أم جعفر هذه ، الظاهر أنها المرأة المذكورة في الرواية الأولى و لـم أعـرفهـا ، و قـدجاء في كنى النساء من "التهذيب "(أم جعفر) ، ثـم أحال إلى ترجمة أم عون .وقال هناك " :أم عون بنت محمد بن جعفر بن أبي طالب الهاشمية ، و يقال :أم جـعـفـر زوجة محمد ابن الحنفية ، و أم ابنه عون .روت عـن جدتها أسماء بـنـت عميس ، و عنها ابنها عون ، و أم عيسى الجزار ، و يقال الخزاعية . "و الحديث عندي صحيح ، فإنه ثابت مفرقا من طرق عن عائشة ، فصلاة الأربع في "صحيح مسلم "عـنها ، و قد خرجته في التعليق على "مختصر الشمائل "(رقم ٢٨٠) و أما ركعتا الـفـجر ، فقد صح عنها أنه صلى الله عليه وسلم كان لا يدعهما ، عند البخاري و غيره ، و هـو مخرج في "صحيح أبي داود "(١١٥٩) و زاد البخاري في رواية " :أبدا ." و أما إطالة القيام في الأربع ، فقد وجدت له شاهدا من حديث علي بلفظ " :كان يصلي قبل الظهر أربعا ، يصليها عند الزوال ، و يمد فيها . "أخرجه الترمذي في "الشمائل " (٢٨٩) عـن مسـعـر بـن كـدام عن أبي إسحاق عن عاصم بن ضمرة عنه .و هذا إسناد حسـن إن كـان مسعـر سمعه من أبي إسحاق -و هو السبيعي -فإنه كان اختلط .و قد أخرجه الترمذي و غيره من طريق شعبة و غيره عن أبي إسحاق به ، دون قوله " :و يمد فيها . "انظر "الشـمـائـل "(رقـم ٢٨١و٢٨٩)(السـلسـلة الصحيحة الكاملة، تحت حديث رقم ٢٧٠٥)

www.idaraghufran.org

میں لمبا قیام فرماتے تھے، اور ان میں رکوع اور سجدوں کو بہت اچھے طریقے سے کرتے تھے، اور جس کو نہ تو صحیح اور نہ مریض اور نہ غائب اور نہ حاضر چھوڑے گا (بلکہ سب ہی کو پڑھنا چاہئے) تو وہ فجر سے پہلے کی دو رکعت ہیں (مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بسندِ ضعیف روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَدَعُوا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، وَإِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ (مسند احمد، رقم الحديث ۹۲۵۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم فجر کی دو رکعتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ تمہیں گھوڑے روند ڈالیں (مسند احمد)

حضرت ابنِ عون رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ مُجَاهِدٍ ، قَالَ: سَأَلْتُهُ أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ؟ قَالَ: مَا رَأَيْتُهُ يَتْرُكُ شَيْئًا فِي سَفَرٍ ، وَلَا حَضَرٍ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: میں نے (جلیل القدر تابعی) حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ کیا حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فجر کی دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میں نے انہیں کبھی سفر اور حضر میں ان دو رکعتوں کو

---

[1] فی حاشية مسند احمد:
إسناده ضعيف لجهالة ابن سيلان :وهو عبد ربه، وقيل :جابر .خالد :هو ابن عبد الله الطحان، عبد الرحمن بن إسحاق :هو ابن عبد الله المدني.
وأخرجه أبو داود (۱۲۵۸)عن مسدد، والطحاوی ۱/۲۹۹من طريق سعيد بن سليمان الواسطی، كلاهما عن خالد بن عبد الله، بهذا الإسناد.وسيأتی مكرراً برقم(۹۲۵۸)
وأخرج بنحوه ابن عدی فی "الكامل۳/ ۱۱۲٦ "ضمن حديث من طريق أبی سلمة، عن أبی هريرة .وإسناده ضعيف جداً، فيه سليمان بن داود اليمامی، قال البخاری :منكر الحديث، وكذا قال أبو حاتم وزاد :ضعيف الحديث، ما أعلم له حديثاً صحيحاً، وقال البزار كما فی "كشف الأستار(۷۳٦) "لا يتابع على حديثه، وليس بالقوی، وأحاديثه تدل على ضعفه، وقال الدارقطنی فی "سؤالات البرقانی "له(۱۹۲و۱۹۳)متروک.

[2] رقم الحديث۳۹۵۳، كتاب الصلاة،ركعتا الفجر تصليانِ فی السفر ؟

www.idaraghufran.org

چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت ولید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

لَا تَدَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ ، فَإِنَّ فِيهِمَا الرَّغَائِبَ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ) ؎۱

ترجمہ: آپ فجر سے پہلے کی دو رکعتیں نہ چھوڑیں، کیونکہ ان میں رغبت کی چیزیں (یعنی بیش بہا اجروثواب اور انعامات) ہیں (ابنِ ابی شیبہ)

اس قسم کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی مروی ہے۔ ؎۲

معلوم ہوا کہ فجر کی نماز سے پہلے کی دوسنتوں کی بڑی فضیلت، اہمیت اور تاکید ہے۔

اور بعض حضرات نے فجر کی ان دو رکعتوں کی اتنی اہمیت بیان کی ہے، کہ اگر کوئی شخص یہ دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اور فجر کے فرض پڑھنے سے پہلے فوت ہوجائے، تو اس کو فجر کی نماز کا ثواب حاصل ہوجاتا ہے۔ ؎۳

اور بعض حضرات نے فجر کی دوسنتوں کی اہمیت کے پیشِ نظر ان کو واجب قرار دیا ہے۔ ؎۴

مذکورہ احادیث سے فجر سے پہلے کی دوسنتوں کی تاکید واہمیت معلوم ہوئی۔

لہٰذا فجر سے پہلے کی دوسنتوں کو اپنے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

اگر فجر کی سنتیں پڑھنے سے پہلے فرض نماز شروع ہوجائے یا کسی کی یہ سنتیں رہ جائیں، تو اس کا حکم آگے احکام کے ذیل میں آتا ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

؎۱ رقم الحديث ٦٣٨٣ ، كتاب الصلاة، باب فى ركعتى الفجر.

؎۲ عن جعفر بن برقان ، قال : بلغنى أن عائشة كانت تقول : حافظوا على ركعتى الفجر ، فإن فيهما الخير والرغائب(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٦٣٨٦، باب فى ركعتى الفجر)

؎۳ عن إبراهيم ، قال : إذا صلاهما ، أو أحدهما ثم مات ، أجزأه من ركعتى الفجر(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٦٣٨٧ ، كتاب الصلاة، باب فى ركعتى الفجر)

عن زياد بن فياض ، عن أبى عبد الرحمن ، قال : إذا صلى ركعتى الفجر ثم مات ، فكأنما صلى الفجر(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٦٣٨٨ ، كتاب الصلاة، باب فى ركعتى الفجر)

؎۴ حدثنا معاذ ، عن أشعث ، قال : كان الحسن يرى الركعتين قبل الفجر واجبتين(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٦٣٨٩ ، كتاب الصلاة، باب فى ركعتى الفجر)

Idara Ghufran

(۲)

ظہر سے پہلے و بعد کی سنتیں

سوال

ظہر سے پہلے اور بعد میں کتنی رکعتیں سنت ہیں، اور ان کے کیا فضائل ہیں؛ اور اگر ظہر سے پہلے یہ سنتیں نہ پڑھی جاسکیں تو ظہر کے بعد ان کو پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

دلائل کے ساتھ وضاحت مطلوب ہے؟

بینوا وتوجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

ظہر کی نماز سے پہلے اور ظہر کی نماز کے بعد سنتوں کا پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ اور صحابۂ کرام سے ثابت ہے، اور ظہر سے پہلے کی اور ظہر کے بعد کی سنتیں مؤکدہ سنتوں میں داخل ہیں، اور ان کے عظیم فضائل احادیث میں آئے ہیں۔

ظہر کے بعد دو رکعتیں مؤکدہ سنت ہیں، اور اس کے بعد اور دو رکعتیں پڑھنا مزید فضیلت کا باعث ہے۔ [1]

---

[1] وفیه :(سجدتين بعد الظهر) يعنى ركعتين، وقد روى أبو داود من رواية عنبسة بن أبى سفيان، قال قالت أم حبيبة زوج النبى صلى الله عليه وسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :(من حافظ على أربع ركعات قبل الظهر وأربع بعدها حرم على النار) ، وأخرجه الترمذى والنسائى وابن ماجه أيضا .وقال الترمذى :حديث حسن صحيح غريب، والتوفيق بين الحديثين أن النبى صلى الله عليه وسلم صلى بعد الظهر ركعتين مرة، وصلى بعد الظهر أربعا مرة، بيانا للجواز، واختلاف الأحاديث فى الأعداد محمول على توسعة الأمر فيها، وأن لها أقل وأكثر فيحصل أقل السنة بالأقل، ولكن الاختيار فعل الأكثر الأكمل(عمدة القارى، ج۷ص ۲۳۳، كتاب التطوع، باب التطوع بعد المكتوبة)

Idara Ghufran

البتہ ظہر سے پہلے کتنی رکعتیں موکدہ سنتوں میں داخل ہیں؟ اس سلسلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

بعض فقہائے کرام کے نزدیک ظہر سے پہلے دو رکعتیں موکدہ سنت ہیں، مگر احناف کے نزدیک چار رکعتیں موکدہ سنت ہیں۔ [1]

پھر اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے کہ ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں کو دو دو کر کے یعنی ہر دو رکعت پر سلام پھیر کر پڑھنا مناسب ہے، یا چاروں رکعتوں کو ایک سلام کے ساتھ۔

حنفیہ کے نزدیک ظہر سے پہلے چار رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں، اور ان کو ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہے۔

جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک ظہر سے پہلے دو رکعتیں تاکیدی درجہ کی سنت ہیں، اور چار رکعتیں پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، اور ان کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے۔ [2]

---

[1] اور یہ اختلاف دراصل اس اختلاف پر مبنی ہے کہ دن رات کی پانچ نمازوں کے ساتھ کتنی رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں، بعض کے نزدیک بارہ رکعتیں ہیں، جن میں چار رکعت ظہر سے پہلے کی ہیں، یہی قول حنفیہ کا ہے، اور بعض کے نزدیک دس رکعتیں ہیں، جن میں ظہر سے پہلے دو رکعتیں ہیں۔ محمد رضوان۔

[2] أ -السنن الرواتب من الصلوات:

وهي السنن التابعة للفرائض، ووقتها وقت المكتوبات التى تتبعها.

وقد اختلف الفقهاء فى مقاديرها.

فذهب جمهور العلماء إلى أن الرواتب المؤكدة عشر ركعات، ركعتان قبل الصبح، وركعتان قبل الظهر، وركعتان بعدها، وركعتان بعد المغرب، وركعتان بعد العشاء ؛ لما ورد عن ابن عمر رضى الله عنهما أنه قال :حفظت من النبى صلى الله عليه وسلم عشر ركعات :ركعتين قبل الظهر، وركعتين بعدها، وركعتين بعد المغرب فى بيته، وركعتين بعد العشاء فى بيته، وركعتين قبل الصبح، وكانت ساعة لا يدخل على النبى صلى الله عليه وسلم فيها، حدثتنى حفصة رضى الله عنها أنه كان إذا أذن المؤذن وطلع الفجر صلى ركعتين.

وهناك أقوال مرجوحة عند المذاهب تذكر أربعا بعد الظهر، وأربعا قبل العصر، واثنتين قبل المغرب، وستا بعد المغرب، وأن لا راتبة بعد العشاء بلا حد.

والتفاصيل فى :(السنن الرواتب).

وذهب الحنفية إلى أن مقدارها اثنتا عشرة ركعة :ركعتان قبل صلاة الفجر، وأربع ركعات قبل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آگے احادیث وروایات کی روشنی میں اس مسئلہ کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے، پھر گھر سے تشریف لے جا کر لوگوں کو (ظہر کی) نماز پڑھایا کرتے تھے، پھر (ظہر کی نماز سے فارغ ہوکر) گھر میں تشریف لاتے تھے، پھر دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے (مسلم؛ ابوداؤد)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صلاة الظهر -لا يسلم إلا فى آخرهن -وركعتان بعد صلاة الظهر، وركعتان بعد صلاة المغرب، وركعتان بعد صلاة العشاء.

لما روى عن عائشة رضى الله عنها عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال :من ثابر على اثنتى عشرة ركعة بنى الله عز وجل له بيتا فى الجنة :أربعا قبل الظهر، وركعتين بعد الظهر، وركعتين بعد المغرب، وركعتين بعد العشاء ، وركعتين قبل الفجر.

ولأن النبى صلى الله عليه وسلم واظب عليها ولم يترك شيئا منها إلا لعذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۲ ص ۴۴، ۴۵، السنن الرواتب من الصلوات، مادة"راتب")

(ويستحب له أن يتنفل بأربع ركعات) قبلها أى الظهر وبعد الزوال (يسلم من كل ركعتين) لما جاء عنه -صلى الله عليه وسلم -من قوله :من حافظ على أربع ركعات قبل الظهر وأربع بعدها حرمه الله على النار رواه أصحاب السنن، وقال -عليه الصلاة والسلام -أيضا :من صلى قبل الظهر أربعا غفر له ذنوب يومه ذلك وإنما قال :يسلم من كل ركعتين؛ لأنه يكره عدم الفصل بالسلام بين الأربع لما فى الموطإ والصحيحين من حديث ابن عمر واللفظ للبخارى :أن رجلا قال :يا رسول الله كيف صلاة الليل؟ قال :مثنى مثنى ولفظ الموطإ :كان ابن عمر يقول :صلاة الليل والنهار مثنى مثنى يسلم من كل ركعتين.

قال مالك :وهو الأمر عندنا، وأما ما رواه الترمذى وغيره من أنه -صلى الله عليه وسلم -كان يصلى أربع ركعات بعد الزوال لا يسلم إلا فى آخرهن الحديث ضعفه الحفاظ(الفواكه الدوانى على رسالة ابن أبى زيد القيروانى، لشهاب الدين المالكى، ج ۱، ص ۱۹۶، باب صفة العمل فى الصلوات المفروضة، ما يستحب عقب الصلاة)

[1] رقم الحديث ۷۰۳"۱۰۵"كتاب صلاة المسافرين وقصرها،باب جواز النافلة قائما وقاعدا، وفعل بعض الركعة قائما وبعضها قاعدا،ابوداؤد، رقم الحديث ۱۲۵۱ .

www.idaraghufran.org

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں کو اور فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کو نہیں چھوڑا کرتے تھے (بخاری؛ابوداؤد؛نسائی)

اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ میں روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ (مسند احمد،رقم الحديث ۲۲۳۴۰) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے کی چار رکعت کو اور فجر سے پہلے کی دو رکعت کو کسی بھی حال میں نہیں چھوڑتے تھے (مسند احمد)

خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ (ترمذی، رقم الحديث ۴۲۴،ابواب الصلاة،باب ما جاء فى الأربع قبل الظهر) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں،اور ظہر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے (ترمذی)

---

[1] رقم الحديث ۱۱۸۲؛ كتاب التهجد، باب الركعتين قبل الظهر،ابوداؤد، رقم الحديث ۱۲۵۳؛ نسائی، رقم الحديث ۱۷۵۸؛ مسند احمد، رقم الحديث ۲۵۱۴۷.
فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

[2] فی حاشية مسند احمد:إسناده صحيح على شرط الشيخين.

[3] قال الترمذی: وفی الباب عن عائشة، وأم حبيبة، :حديث علی حديث حسن حدثنا أبو بكر العطار قال :قال علی بن عبد الله، عن يحيى بن سعيد، عن سفيان قال :كنا نعرف فضل حديث عاصم بن ضمرة على حديث الحارث، والعمل على هذا عند أكثر أهل العلم من أصحاب النبی صلى الله عليه وسلم،ومن بعدهم :يختارون أن يصلی الرجل قبل الظهر أربع ركعات وهو قول سفيان الثوری، وابن المبارك، وإسحاق، وقال بعض أهل العلم :صلاة الليل والنهار مثنى مثنى يرون الفصل بين كل ركعتين وبه يقول الشافعی، وأحمد.

اورحضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک روایت میں ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ (مسنداحمد، رقم الحديث ۱۲۵۸) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں (مسنداحمد)

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ بَعْدَ الزَّوَالِ أَرْبَعًا، وَيَقُوْلُ : إِنَّ أَبْوَابَ السَّمَاءِ تُفْتَحُ، فَأُحِبُّ أَنْ أُقَدِّمَ فِيْهَا عَمَلًا صَالِحًا (مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۳۹۶) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے زوال کے بعد چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ آسمان کے دروازے (اس وقت) کھول دیے جاتے ہیں، تو میں یہ چاہتا ہوں کہ اس وقت میں نیک عمل آگے بھیجوں (مسنداحمد)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا، فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّكَ تُصَلِّيْ صَلَاةً تُدِيْمُهَا فَقَالَ : إِنَّ أَبْوَابَ السَّمَاءِ تُفْتَحُ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، فَلَا تُرْتَجُ حَتّٰى يُصَلَّى الظُّهْرُ، فَأُحِبُّ أَنْ يَّصْعَدَ لِيْ إِلَى السَّمَاءِ خَيْرٌ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۵۶۵، واللفظ لهٗ؛ ورقم الحديث ۲۳۵۵۱) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے، آپ سے

---

[1] فی حاشية مسند احمد: إسناده قوی. وأخرجه الترمذی فی "الشمائل" من طريق عمر بن علی المقدمی، عن مسعر، بهذا الإسناد.

[2] فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح.

[3] فی حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

www.idaraghufran.org

عرض کیا گیا کہ آپ یہ نماز ہمیشہ پڑھتے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سورج کا زوال ہوتا ہے، تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اوراُن کو اس وقت تک بند نہیں کیا جاتا جب تک کہ ظہر کی نماز نہ پڑھ لی جائے، تو میں اس چیز کو پسند کرتا ہوں کہ آسمان کی طرف میرا خیر والا عمل چڑھ کر جائے (مسند احمد)

اورایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ أَبُوْ أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيُّ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، مَا أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ تُوَاظِبُ عَلَيْهِنَّ قَبْلَ الظُّهْرِ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تُفْتَحُ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ ، فَلَا تُرْتَجُّ حَتّٰى تُقَامَ الصَّلَاةُ، فَأُحِبُّ أَنْ أُقَدِّمَ (مصنف ابن ابی شیبة) [1]

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ظہر سے پہلے چار رکعتیں آپ ہمیشہ پڑھتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج کے زوال کے وقت جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، پھر وہ (ظہر کی) نماز قائم ہونے کے وقت تک بند نہیں کئے جاتے، تو مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں (اس بابرکت وقت میں) ان چار رکعتوں کو آگے بھیج دوں (مصنف ابن ابی شیبہ)

مذکورہ احادیث سے ظہر سے پہلے چار رکعتوں کی عظیم فضیلت معلوم ہوئی۔

حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ يَعْدِلْنَ بِصَلَاةِ السَّحَرِ (مصنف ابن ابی شیبة) [2]

---

[1] رقم الحديث ۵۹۹۲، كتاب الصلاة، فی الأربع قبل الظهر من كان يستحبها.

[2] رقم الحديث ۵۹۹۱، كتاب الصلاة، فی الأربع قبل الظهر من كان يستحبها.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظہر سے پہلے چار رکعتیں سحری (یعنی تہجد) کی نماز کے قائم مقام ہوجاتی ہیں (مصنف ابن ابی شیبۃ)

فائدہ: یہ حدیث بعض حضرات کے نزدیک اگرچہ سند کے اعتبار سے کمزور ہے، مگر اس مضمون کی دیگر کئی روایات سے تائید ہوتی ہے، اس لئے اُن کے ساتھ مل کر یہ حدیث حسن درجہ میں داخل ہوجاتی ہے۔ [1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّھْرِ بَعْدَ الزَّوَالِ تُحْسَبُ بِمِثْلِھِنَّ فِیْ صَلَاۃِ السَّحَرِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَلَیْسَ مِنْ شَیْءٍ إِلَّا وَھُوَ یُسَبِّحُ اللّٰہَ تِلْکَ السَّاعَۃَ، ثُمَّ قَرَأَ یَتَفَیَّأُ ظِلَالُہٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلّٰہِ، الْآیَۃَ کُلَّھَا (ترمذی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنا سحر (یعنی تہجد) کی نماز پڑھنے کے ثواب کے مثل ہے، رسول اللہ

---

[1] قال الالبانی:
رواہ ابن أبی شیبۃ فی "المصنف "(۲/۱۵/۲) حدثنا جریر عن أبی سنان عن أبی صالح مرفوعا مرسلا.
قلت: و ھذا إسناد مرسل حسن، رجالہ ثقات رجال الشیخین غیر أبی سنان و ھو سعید ابن سنان البرجمی الشیبانی الأصغر، قال الحافظ ": صدوق لہ أوھام." و قدأخرج لہ مسلم. و للحدیث شاھد أخرجہ أبو محمد العدل فی "الفوائد "(ق ۱/۲۷۷) عن علی بن عاصم حدثنا یحیی البکاء أخبرنی ابن عمر مرفوعا بہ و زاد ": بعدالزوال. و ھذا إسناد ضعیف، یحیی البکاء و ھو ابن مسلم ضعیف کما فی " التقریب. و علی بن عاصم صدوق یخطیء. و بعد، فالحدیث عندی حسن بمجموع الطریقین، و اللہ أعلم "(السلسلۃ الصحیحۃ الکاملۃ، تحت رقم الحدیث ۱۴۳۱)

[2] رقم الحدیث ۳۱۲۸،ابواب تفسیر القرآن،باب: ومن سورۃ النحل،واللفظ لہٗ؛ شعب الایمان، رقم الحدیث ۲۸۰۸؛ مسند بزار باختصار، رقم الحدیث ۱۷۹؛ مسند عبدبن حمید، رقم الحدیث ۲۴؛ العظمۃ لابی الشیخ الاصبھانی، رقم الحدیث ۱۱۸۶.
قال الترمذی:ھذا حدیث غریب لا نعرفہ إلا من حدیث علی بن عاصم.

www.idaraghufran.org

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اس وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح نہ بیان کرتی ہو، پھر (سورہ نحل کی) پوری یہ آیت پڑھی کہ:

يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دَاخِرُوْنَ.

(کیا وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھتے کہ) اُن کے سائے دائیں اور بائیں طرف جھکے جا رہے ہیں اور نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں (ترمذی، بیہقی)

مطلب یہ ہے کہ جب زوال ہوتا ہے، اور ہر چیز کا سایہ دائیں یا بائیں طرف کو بڑھ کر جھکنا شروع ہو جاتا ہے، تو اس وقت وہ چیز اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوتی ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلّٰى قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ كَأَنَّمَا تَهَجَّدَ بِهِنَّ مِنْ لَيْلَتِهِ (المعجم الاوسط للطبرانی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں، تو گویا کہ اُس نے اُس رات کی تہجد پڑھی (طبرانی)

ان احادیث وروایات سے ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں کی عظیم فضیلت معلوم ہوئی کہ ان کی فضیلت تہجد کی نماز کے برابر ہے۔

حضرت اسود، حضرت مرّہ اور حضرت مسروق رحمہم اللہ کی سند سے روایت ہے کہ ان حضرات نے فرمایا کہ:

---

[1] رقم الحديث ۶۳۳۲، ج۶ ص ۲۵۴، باب الميم.

قال ابن الهمام:

ذكر الأربع، هو ما عزى إلى سنن سعيد بن منصور من حديث البراء بن عازب قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم- من صلى قبل الظهر أربعا كان كأنما تهجد من ليلته، ومن صلاهن بعد العشاء كان كمثلهن من ليلة القدر ورواه البيهقي من قول عائشة والنسائي والدارقطني من قول كعب، والموقوف في هذا كالمرفوع لأنه من قبيل تقدير الأثوبة وهو لا يدرك إلا سماعا(فتح القدير، ج ۱ ص ۴۴۲، باب النوافل)

www.idaraghufran.org

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : لَيْسَ شَيْءٌ يَعْدِلُ صَلَاةَ اللَّيْلِ مِنْ صَلَاةِ النَّهَارِ إِلَّا أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَفَضْلُهُنَّ عَلٰى صَلَاةِ النَّهَارِ كَفَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ عَلٰى صَلَاةِ الْوَاحِدِ (المعجم الکبیر للطبرانی) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دن کی نماز میں سے کوئی نماز ایسی نہیں ہے جو صلاۃ اللیل (یعنی رات اور تہجد کی نماز) کے برابر ہو، سوائے ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں کے، اور ظہر سے پہلے کی ان چار رکعتوں کو دن کی نماز پر اس طرح فضیلت حاصل ہے، جس طرح جماعت کی نماز کو تنہا نماز پر فضیلت حاصل ہے (طبرانی)

حضرت سعد بن ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

صَلُّوْا صَلَاةَ الْأَصَالِ حِيْنَ يَفِيْءَ الْفَيْءُ عِنْدَ النِّدَآءِ بِالظُّهْرِ، مَنْ صَلَّاهَا فَكَأَنَّمَا تَهَجَّدَ بِاللَّيْلِ (مصنف ابن ابی شیبة) [2]

ترجمہ: تم نمازِ آصال پڑھو، جس وقت سایہ ڈھل جائے، ظہر کی اذان کے وقت، جس نے اس نماز کو پڑھا، تو گویا کہ اس نے رات کو تہجد پڑھی (ابن ابی شیبہ)

ان روایات سے ظہر سے پہلے کی سنتوں کی عظیم الشان فضیلت معلوم ہوئی۔ [3]

---

[1] رقم الحدیث ۹۴۴۶، ج۹ ص۲۸۷.

قال المنذری:

رواہ الطبرانی فی الکبیر وهو موقوف لا بأس به (الترغیب والترهیب، تحت رقم الحدیث ۸۵۵)

وقال الهیثمی:

رواہ الطبرانی فی الکبیر، وفیه بشر بن الولید الکندی وثقه جماعة، وفیه کلام، وبقیة رجاله رجال الصحیح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۳۳۲۹)

[2] رقم الروایة ۴۱۰۰، کتاب الصلاة، من کان یستحب صلاة الهجیر.

[3] والصلاة بعد الزوال وقبل الظهر کانت تعدل بصلاة اللیل فی الفضل، روی هذا عن جماعة من السلف (شرح صحیح بخاری لابن بطال، ج۳، ص۱۷۴، باب الرکعتین قبل الظهر)

Idara Ghufran

حضرت صفوان بن مخرمہ زہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلّٰى أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ كَانَ لَهُ كَأَجْرِ عِتْقِ رَقَبَةٍ أَوْ قَالَ: أَرْبَعِ رِقَابٍ مِّنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (المعجم الاوسط للطبرانی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں، تو اس کو حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد میں سے ایک غلام یا چار غلام آزاد کرنے کے برابر اجر وثواب حاصل ہوگا (طبرانی)

فائدہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام سے ملتا ہے، اس لئے حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد میں سے غلام آزاد کرنے کا ثواب بہت زیادہ اور عظیم ہے، اور یہ ثواب ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں پڑھنے سے حاصل ہوجاتا ہے۔

حضرت میسرہ اور حضرت زاذان رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ:

كَانَ عَلِيٌّ يُصَلِّي مِنَ التَّطَوُّعِ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا

(مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہر سے پہلے چار رکعت، اور ظہر کے بعد دو رکعت تطوع (وسنت) پڑھا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت ابوعبیدہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

كَانَتْ صَلَاةُ عَبْدِ اللّٰهِ مِنَ النَّهَارِ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا

---

[1] رقم الحديث ۲۰۵۲، ج۶ص ۱۵۰، باب الميم، واللفظ لهٗ؛ مصنف ابن ابی شيبة، رقم الحديث ۵۹۹۹، فی الأربع قبل الظهر من كان يستحبها؛ المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۹۲۵؛ معرفة الصحابة لابی نعيم، رقم الحديث ۶۹۰۷.

قال المنذری:

روواه الطبرانی فی الكبير ورواته إلى بشير ثقات (الترغيب والترهيب للمنذری، تحت رقم الحديث ۸۵۳)

[2] رقم الحديث ۲۰۲۱، كتاب الصلاة، باب فيما يجب من التطوع بالنهار.

www.idaraghufran.org

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۹۳۳۱، ج۹ص۲۶۷) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی دن کی نماز میں چار رکعت ظہر سے پہلے، اور دو رکعت ظہر کے بعد ہوا کرتی تھیں (طبرانی)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

كَانَتْ صَلَاةُ عَبْدِ اللّٰهِ الَّتِيْ لَا يَدَعُ مِنَ التَّطَوُّعِ ؛ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا (مصنف ابنِ ابی شیبۃ) [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چار ظہر سے پہلے، اور دو ظہر کے بعد کی سنت رکعتوں کو نہیں چھوڑتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

جلیل القدر تابعی حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

لَمْ يَكُنْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْرُكُوْنَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ عَلٰى حَالٍ (مصنف ابن ابی شیبۃ) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام ظہر سے پہلے کی چار رکعت کو اور فجر سے پہلے کی دو رکعت کو کسی حال میں نہیں چھوڑتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

اور جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانُوْا يَعُدُّوْنَ مِنَ السُّنَّةِ ؛أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا (مصنف

---

[1] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الكبير وأبو عبيدة لم يسمع من أبيه(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۳۲)

وقال العينی:

قلت: أبو عبيدة أخرج له البخاری محتجا به فی غير موضع، وروى له مسلم، وقال أبو داود: كان أبو عبيدة يوم مات أبوه ابن سبع سنين مميزا، وابن سبع سنين يحتمل السماع والحفظ، ولهذا يؤمر الصبی ابن سبع سنين بالصلاة تخلقا وتأدبا(عمدة القاری ج٦ ص ٢٥٦، كتاب الخوف)

[2] رقم الحديث ٢٠٢٢ورقم الحديث ٢٠٢٥، كتاب الصلاة، باب فيما يجب من التطوع بالنهار.

[3] رقم الحديث ٥٩٩٥،كتاب الصلاة، فی الأربع قبل الظهر من كان يستحبها.

www.idaraghufran.org

ابنِ ابی شیبۃ) ل

ترجمہ: صحابۂ کرام وتابعین ظہر سے پہلے چار رکعت، اور ظہر کے بعد دو رکعت کو سنت نمازوں میں شمار کیا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ہی روایت ہے کہ:

لَمْ يَكُنْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ أَشَدَّ مُثَابَرَةً مِنْهُمْ عَلٰى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۴۸۲۹، كتاب الصلاة، باب التطوع قبل الصلاة وبعدها)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں اور فجر سے پہلے کی دو رکعتوں سے زیادہ کسی (سنت ونفل) نماز کی پابندی واہتمام نہیں کیا کرتے تھے (عبدالرزاق)

اور عظیم محدث حضرت عمرو بن حارث رحمہ اللہ سے اُن کا یہ قول مروی ہے کہ:

مَا صَلَاةٌ بَعْدَ صَلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ أَفْضَلَ مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ (مصنف عبدالرزاق) ۲

ترجمہ: فرض نماز کے بعد کوئی نماز ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں سے افضل نہیں ہے (عبدالرزاق)

اور بھی کئی صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام سے ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں کا پڑھنا اور ان کی اہمیت وفضیلت ثابت ہے۔ ۳

ل رقم الحديث ۶۰۲۴، كتاب الصلاة، باب فيما يجب من التطوع بالنهار، مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۴۸۳۰.

۲ رقم الحديث ۴۸۲۷، كتاب الصلاة، باب التطوع قبل الصلاة وبعدها.

۳ وعن أنس -رضى الله عنه -قال" :لم يكونوا على شيء أشد محافظة فى التطوع منهم على صلاة قبل الظهر."

رواه أحمد بن منيع موقوفًا بسند الصحيح (اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة للبوصيرى، تحت رقم الحديث ۱۶۶۴) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ملحوظ رہے کہ بعض روایات میں ظہر کے بعد دو کے بجائے چار رکعت پڑھنے کی عظیم فضیلت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ صَلّٰى قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ (ترمذی) [1]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور ظہر کے بعد چار رکعتیں پڑھیں، تو اللہ تعالیٰ اُس کو جہنّم پر حرام فرمادیں گے (ترمذی، ابنِ ماجہ، حاکم)

لیکن کیونکہ اکثر احادیث میں ظہر کے بعد دو رکعتوں کا ذکر ہے، اس لئے بعض محدثین نے فرمایا کہ ظہر کے بعد دو رکعتیں تو مؤکدہ سنّتیں ہیں، اور پھر مزید دو رکعتیں مستحب ہیں، جن کا پڑھنا اگرچہ موکدہ درجہ کی سنت تو نہیں، لیکن اس کے باوجود عظیم ثواب سے خالی نہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن عبد الله بن عتبة ، قال :رأيت عمر يصلى أربعا قبل الظهر(مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث ۵۹۹۷، كتاب الصلاة، فى الأربع قبلِ الظهر من كان يستحبها)

عن ابن عمر ؛ أنه كان يصلى قبل الظهر أربعا (ايضاً، رقم الحديث ۶۰۰۰)

عن سعيد بن المسيب ؛ أنه كان يصلى أربعا قبلها (ايضاً، رقم الحديث ۵۹۹۸)

عن سعيد بن جبير ؛ أنه كان يصلى قبلها أربعا (ايضاً، رقم الحديث ۶۰۰۱)

[1] رقم الحديث ۴۲۷، ابواب الصلاة، باب ما جاء فى الركعتين بعد الظهر، واللفظ لهٗ؛ ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۱۶۰، مستدرک حاكم، رقم الحديث ۱۱۷۵؛ مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۶۰۳۶، كتاب الصلاة.

قال الترمذى:هذا حديث حسن غريب، وقد روى من غير هذا الوجه.

[2] (عن أم حبيبة قالت :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " :من حافظ ") ، أى: داوم وواظب ("على أربع ركعات قبل الظهر وأربع بعدها ") : ركعتان منها مؤكدة وركعتان مستحبة، فالأولى بتسليمتين بخلاف الأولى، ("حرمه الله على النار ") ، أى :مطلقا أو مؤبدا. (رواه أحمد والترمذى) قال ميرک :وقال الترمذى :حديث حسن صحيح .(وأبو داود والنسائى) قال ميرک :وفى رواية للنسائى :فتمس وجهه النار أبدا .اهـ .أى :ما حافظ أحد فتمس ذاته نار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ احادیث وروایات سے استدلال کرتے ہوئے فقہائے احناف نے فرمایا کہ ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور ظہر کے بعد دو رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں، اور ظہر کے بعد کی دو سنتوں کے بعد مزید دو رکعتیں پڑھ لینا زیادہ فضیلت کا باعث ہے؛ مگر یہ دو رکعتیں مؤکدہ درجہ کی سنتیں نہیں ہیں۔

ملحوظ رہے کہ بعض احادیث میں ظہر سے پہلے چار کے بجائے دو رکعتوں کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِيْ بَيْتِهٖ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِيْ بَيْتِهٖ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعتیں محفوظ کیں، دو رکعتیں ظہر سے پہلے، اور دو رکعتیں ظہر کے بعد، اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اپنے گھر میں، اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اپنے گھر میں، اور فجر سے پہلے دو رکعتیں (بخاری)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ جهنم أصلا، أو على وجه التأبيد (مرقاة المفاتيح، ج۳ ص ۸۹۳، كتاب الصلاة، باب السنن وفضائلها)

ملحوظ رہے کہ بعض علماء نے ظہر سے قبل کی چار رکعت ترک کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل نہ ہونے کی حدیث ذکر کی ہے، مگر تحقیق وجستجو کرنے سے اس کی سند دستیاب نہ ہوسکی۔

حديث من ترك الأربع قبل الظهر لم تنله شفاعتي لم أجده (الدراية في تخريج احاديث الهداية، ج ۱، ص ۲۰۸)

[1] رقم الحديث ۱۱۸۰، كتاب التهجد، باب الركعتين قبل الظهر، واللفظ لهٗ، ترمذی، رقم الحديث ۳۹۸.

فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے دو رکعتیں، اور ظہر کے بعد دو رکعتیں، اور مغرب کے بعد دو رکعتیں اپنے گھر میں پڑھا کرتے تھے، اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور جمعہ کے بعد گھر لوٹ کر ہی نماز پڑھا کرتے تھے، چنانچہ (جمعہ کے بعد گھر تشریف لاکر) دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے (بخاری)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ، فَأَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ فَفِيْ بَيْتِهٖ (بخاری) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعتیں، اور ظہر کے بعد دو رکعتیں، اور مغرب کے بعد دو رکعتیں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں اور جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، اور مغرب اور عشاء کے وقت (کی یہ رکعتیں) اپنے گھر میں پڑھیں (بخاری)

اور حضرت عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ ثِنْتَيْنِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ، وَقَبْلَ الْفَجْرِ ثِنْتَيْنِ (ترمذی) [3]

---

[1] رقم الحديث ٩٣٧، كتاب الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة وقبلها.

[2] رقم الحديث ١١٧٢، كتاب التهجد، باب التطوع بعد المكتوبة.

[3] رقم الحديث ٤٣٦، ابواب الصلاة، باب ما جاء فى الركعتين بعد العشاء .

قال الترمذی: وفی الباب عن علی، وابن عمر :حديث عبد الله بن شقيق عن عائشة حديث حسن صحيح.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے، اور ظہر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے، اور مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے، اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے، اور فجر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے (ترمذی)

اس قسم کی احادیث سے ظہر سے پہلے دو رکعتوں کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمومی واکثری معمول ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنے کا تھا، اس لئے ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنا ہی سنت ہے، تاہم بعض اوقات وقت کی تنگی یا کسی اور عذر (مثلاً تھکن یا سفر وغیرہ کی جلدی یا کسی اور ضروری اور اہم مشغولی) کے باعث دو رکعتیں پڑھ لینے کی بھی گنجائش ہے، بالخصوص جبکہ عذر کی صورت میں سنتوں میں تخفیف کا حکم بھی ہوتا ہے۔

اوراس میں شک نہیں کہ دو رکعتوں کا پڑھنا بالکل نہ پڑھنے کے مقابلہ میں بہتر ہے۔ [1]

---

[1] گویا کہ ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری معمول ہے، اور کبھی دو رکعتیں پڑھنا بھی ثابت ہے؛ اس لئے اگر کوئی کسی عذر یا وقت کی تنگی کے باعث ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھ لے، تو بھی بعض احادیث کے پیشِ نظر قابلِ ملامت نہیں ہوگا، بلکہ سنت پر عمل کرنے والا ہی شمار ہوگا۔ محمد رضوان۔

ترجم أولا بالرواتب التى بعد المكتوبات ثم أورد ما يتعلق بما قبلها وقد تقدم الكلام على ركعتى الفجر والكلام على حديث بن عمر وهو ظاهر فيما ترجم له وأما حديث عائشة فقوله فيه إنه كان لا يدع أربعا قبل الظهر لا يطابق الترجمة ويحتمل أن يقال مراده بيان أن الركعتين قبل الظهر ليستا حتما بحيث يمتنع الزيادة عليهما قال الداودى وقع فى حديث بن عمر أن قبل الظهر ركعتين وفى حديث عائشة أربعا وهو محمول على أن كل واحد منهما وصف ما رأى قال ويحتمل أن يكون نسى بن عمر ركعتين من الأربع قلت هذا الاحتمال بعيد والأولى أن يحمل على حالين فكان تارة يصلى ثنتين وتارة يصلى أربعا وقيل هو محمول على أنه كان فى المسجد يقتصر على ركعتين وفى بيته يصلى أربعا ويحتمل أن يكون يصلى إذا كان فى بيته ركعتين ثم يخرج إلى المسجد فيصلى ركعتين فرأى بن عمر ما فى المسجد دون ما فى بيته واطلعت عائشة على الأمرين ويقوى الأول ما رواه أحمد وأبو داود فى حديث عائشة كان يصلى فى بيته قبل الظهر أربعا ثم يخرج قال أبو جعفر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر حنفیہ کے نزدیک ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں کو ایک سلام کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الطبری الأربع کانت فی کثیر من أحواله والرکعتان فی قلیلها (فتح الباری لابن حجر، ج۳، ص۵۸، وص۵۹، باب الرکعتین قبل الظهر)

وروی من حدیث البراء مثل حدیث ابن عمر، رواه اللیث، عن صفوان بن سلیم، عن أبی بسرة الغفاری، عن البراء، قال :سافرت مع النبی، (صلی الله علیه وسلم) ، ثمان عشرة سفرة، وکان لا یدع رکعتین قبل الظهر .وقال الطبری :والصواب أن یقال :کلا الخبرین فی عدد صلاته قبل الظهر صحیح، وهو أنه إنما یکون من روی عنه أربعًا رآه یفعل ذلک فی کثیر من أحواله، ورآه ابن عمر وغیره یصلی رکعتین فی بعض الأحوال، فرووا عنه ذلک، وإذا کان ذلک کذلک فللمرء أن یصلی قبل الظهر ما یشاء، لأن ذلک تطوع، وقد ندب الله المؤمنین إلی التقرب إلیه بما أطاقوا من فعل الخیر (شرح صحیح بخاری لابن بطال، ج۳، ص۱۷۴، باب الرکعتین قبل الظهر)

وأجیب بأنه یحتمل أن ابن عمر قد نسی رکعتین من الأربع ورد بأن هذا الاحتمال بعید والأولی أن یحمل علی حالین فکان یصلی تارة ثنتین وتارة یصلی أربعا (قلت) الحمل علی النسیان أقرب إلی الترجمة من الذی قاله لأن النسیان غیر مرفوع فإذا حمل علی ما قاله لا تتم المطابقة أصلا وقیل أنه محمول علی أنه کان یصلی فی المسجد یقتصر علی رکعتین وفی بیته صلی أربعا وعلی کل حال لا یترک الأربع والرکعتان موجودتان فی الأربع وقیل کان ابن عمر رأی ما فی المسجد وعائشة اطلعت علی الأمرین جمیعا ولما کان الأربع من الرواتب للظهر ذکره استطرادا لحدیث ابن عمر حیث اقتصر علی رکعتین فأخبر کل منهما بما شاهده والدلیل علیه ما قاله الطبری الأربع کانت فی کثیر من أحواله والرکعتان فی قلیلها (عمدة القاری، ج۷ص۲۴۴، کتاب التطوعِ، باب الرکعتین قبل الظهر)

(وعن البراء) : ابن عازب رضی الله تعالی عنه (قال :صحبت رسول الله صلی الله علیه وسلم ثمانیة عشر سفرا، فما رأیته ترک رکعتین) : لعلهما شکر الوضوء، أو الاقتصار علیهما فی سنة الظهر .(إذا زاغت الشمس) ، أی :زاغت ومالت (فی الظهر) : ظرف لترک .(رواه أبو داود، والترمذی وقال :هذا حدیث غریب)(مرقاة المفاتیح، ج۳ص۱۰۰۷، باب صلاة السفر)

قال أصحابنا وجمهور العلماء بهذه الأحادیث کلها واستحبوا جمیع هذه النوافل المذکورة فی الأحادیث السابقة ولا خلاف فی شیء منها عند أصحابنا إلا فی الرکعتین قبل المغرب ففیهما وجهان لأصحابنا أشهرهما لا یستحب والصحیح عند المحققین استحبابهما بحدیثی بن مغفل وبحدیث ابتدارهم السواری بها وهو فی الصحیحین قال أصحابنا وغیرهم واختلاف الأحادیث فی أعدادها محمول علی توسعة الأمر فیها وأن لها أقل وأکمل فیحصل أصل السنة بالأقل ولکن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ لَيْسَ فِيهِنَّ تَسْلِيمٌ، تُفْتَحُ لَهُنَّ أَبْوَابُ السَّمَآءِ

(ابوداؤد) [1]

ترجمہ: ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں میں سلام پھیرنا نہیں ہے، ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (ابوداؤد؛ مسنداحمد)

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الاختيار فعل الأكثر الأكمل وهذا كما سبق فى اختلاف أحاديث الضحى وكما فى أحاديث الوتر فجاء ت فيها كلها أعدادها بالأقل والأكثر وما بينهما ليدل على أقل المجزء فى تحصيل أصل السنة وعلى الأكمل والأوسط والله أعلم (شرح النووى على مسلم، ج٦ ص ٩، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن وبيان عددهن)

عن عبد الله بن عمر:

"أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى قبل الظهر ركعتين، وبعد ركعتين، وبعد المغرب ركعتين فى بيته، وبعد صلاة العشاء ركعتين، وكان لا يصلى بعد الجمعة حتى ينصرف، فيصلى ركعتين "ش -أخرجه البخارى، ومسلم، والنسائى.

واعلم أن اختلاف الأحاديث فى أعداد النوافل الراتبة محمول على توسعة الأمر فيها، وان لها أقل وأكثر، فيحصل أقل السنة بالأقل، ولكن الاختيار فعل الأكثر الأكمل(شرح ابى داوٗد للعينى، ج ٥ ص ١٤٢، باب تفريع أبواب التطوع وركعات السنة)

[1] رقم الحديث ١٢٧٠، كتاب الصلاة، باب الأربع قبل الظهر وبعدها، واللفظ لهٗ؛ مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٥٣٢؛ ابنِ ماجه، رقم الحديث ١١٥٧.

قال أبو داود:

بلغنى عن يحيى بن سعيد القطان، قال :لو حدثت عن عبيدة بشىء لحدثت عنه بهذا الحديث، قال أبو داود :عبيدة ضعيف، قال أبو داود :ابن منجاب هو سهم.

وفى حاشية مسند احمد:

حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف لضعف عُبيدة :وهو ابن مُعتِّب الضبى، ولاضطرابه كما سيأتى، وقرثع الضبى ليس بذاك القوى .

وقال النووى:

وأما الحديث المروى عن ابى أيوب رضى الله عنه يرفعه أربع قبل الظهر لا تسليم فيهن يفتح لهن أبواب السماء فضعيف متفق على ضعفه وممن ضعفه يحيى بن سعيد القطان وابو داود والبيهقى ومداره على عبيدة ابن معتب وهو ضعيف والله أعلم(المجموع شرح المهذب، ج٤ ص ٥٦)

قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ: أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّھْرِ لا یُسَلِّمُ بَیْنَھُنَّ إِلَّا أَنْ یَّتَشَھَّدَ (مصنف ابن ابی شیبة) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں کے درمیان سلام نہیں پھیرے گا، مگر (دوسری رکعت میں) تشہُّد پڑھے گا

(ابنِ ابی شیبہ)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ہی مروی ہے کہ:

مَا کَانُوْا یُسَلِّمُوْنَ فِی الْأَرْبَعِ قَبْلَ الظُّھْرِ (شرح معانی الآثار) [2]

ترجمہ: صحابہ وتابعین ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں کے درمیان سلام نہیں پھیرا کرتے تھے (شرح معانی الآثار، الحجہ)

اس قسم کی احادیث وروایات کے پیشِ نظر حنفیہ کے نزدیک ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہے، اور دو سلاموں کے ساتھ پڑھنے سے سنت ادا نہیں ہوتی۔ جبکہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک دو سلاموں کے ساتھ پڑھنا بھی درست ہے۔ [3]

---

[1] رقم الروایة ٥٩٩٦، کتاب الصلاة، فی الأربع قبل الظهر من کان یستحبها.

[2] رقم الروایة ١٩٧١، کتاب الصلاة، باب التطوع باللیل والنهار کیف هو؟ الحجة علی أهل المدینة للامام محمد بن الحسن، ج ١، ص ٢٧٧، باب صلاة النافلة.

[3] عن مغیرة، قال: سأل محل إبراهیم عن الرکعات، قبل الظهر, یفصل بینهن بتسلیم؟ قال ": إن شئت اکتفیت بتسلیم التشهد, وإن شئت فصلت "(شرح معانی الآثار، رقم الروایة ١٩٧٢)

عن ابن عمر، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: صلاة اللیل والنهار مثنی مثنی: اختلف أصحاب شعبة فی حدیث ابن عمر فرفعه بعضهم، وأوقفه بعضهم وروی عن عبد الله العمری، عن نافع، عن ابن عمر، عن النبی صلی الله علیه وسلم، نحو هذا، والصحیح ما روی عن ابن عمر أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: صلاة اللیل مثنی مثنی، وروی الثقات عن عبد الله بن عمر، عن النبی صلی الله علیه وسلم ولم یذکروا فیه صلاة النهار، وقد روی عن عبید الله، عن نافع، عن ابن عمر، أنه کان یصلی باللیل مثنی مثنی، وبالنهار أربعا، " وقد اختلف أهل العلم فی ذلک، فرأی بعضهم: أن صلاة اللیل والنهار مثنی مثنی، وهو قول الشافعی، وأحمد، وقال بعضهم: صلاة اللیل مثنی مثنی، ورأوا صلاة التطوع بالنهار أربعا، مثل الأربع قبل الظهر، وغیرها من صلاة التطوع، وهو قول سفیان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ان کا استدلال حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے، جو گزر چکی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الثوری، وابن المبارک، وإسحاق "(سنن الترمذی،تحت رقم الحدیث ٥٩٧،باب أن صلاة اللیل والنهار مثنی مثنی)

وروی أحمد والترمذی وحسنه، عن علی رضی الله عنه، وکان صلی الله علیه وسلم یصلی قبل الظهر أربعا وبعدها أربعا، وقبل العصر أربعا یفصل بین کل رکعتین بالتسلیم علی الملائکة المقربین والنبیین، ومن معهم من المؤمنین اهـ، ولکن الظاهر أن هذا الحدیث محمول علی تسلیم التشهد حیث یقول :السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین، فإن عند التسلیم بالخروج عن الصلاة لا ینوی الأنبیاء باتفاق العلماء (مرقاة المفاتیح، ج٢ ص ٩٥٧، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد)

(فرع) فی مسائل تتعلق بالسنن الراتبة (إحداها) قد سبق أنه إذا صلی اربعا قبل الظهر أو بعدها أو قبل العصر یستحب أن یکون بتسلیمتین وتجوز بتسلیمة بتشهد وبتشهدین فإذا صلی اربعا بتسلیمتین ینوی بکل رکعتین رکعتین من سنة الظهر وإذا صلاها بتسلیمة وتشهدین فقد سبق فی باب صفة الصلاة خلاف فی انه هل یسن قراءة السورة فی الاخیرتین کالخلاف فی الفریضة(المجموع شرح المهذب، ج٤ص ٢٦)

ثم الأربع قبل الظهر بتسلیمة واحدة عندنا لما روی أبو داود والترمذی فی الشمائل عن أبی أیوب الأنصاری عن النبی صلی الله علیه وسلم قال :(أربع قبل الظهر لیس فیهن تسلیم تفتح لهن أبواب السماء) ، وعند الشافعی ومالک وأحمد :یصلیها بتسلیمتین، واحتجوا بحدیث أبی هریرة، رضی الله تعالی عنه :(أنه صلی الله علیه وسلم کان یصلیهن بتسلیمتین) ، والجواب عنه أن معنی قوله :(بتسلیمتین) یعنی بتشهدین، فسمی التشهد تسلیما لما فیه من السلام، کما سمی التشهد لما فیه من الشهادة، وقد روی هذا التأویل عن ابن مسعود رضی الله تعالی عنه(عمدة القاری، ج٧ص ٢٣٣،کتاب التطوع ،باب التطوع بعد المکتوبة)

(قوله علی اختیار الحلبی وغیره) حیث قال فی شرح المنیة :أما إذا شرع فی الأربع التی قبل الظهر وقبل الجمعة أو بعدها ثم قطع فی الشفع الأول أو الثانی یلزمه قضاء الأربع باتفاق لأنها لم تشرع إلا بتسلیمة واحدة، فإنها لم تنقل عنه -علیه الصلاة والسلام -إلا کذلک، فهی بمنزلة صلاة واحدة، ولذا لا یصلی فی القعدة الأولی ولا یستفتح فی الثالثة(ردالمحتار، ج٢ ص ٣١، باب الوتر والنوافل)

والتطوع قبل الظهر أربع رکعات لا فصل بینهن إلا بالتشهد، یرید به أنه یصلیها بتسلیمة واحدة وتحریمة واحدة، ولو أدها بتحریمتین لا یکون معتداً بها عندنا، والأصل منه حدیث أبی أیوب الأنصاری رضی الله عنه، قال :کان رسول الله صلی الله علیه وسلّم یصلی بعد الزوال أربع رکعات، یطیل فیهن القراءة، فقلت له ما هذه الصلاة التی تدوم علیها یا رسول الله، فقال :هذه ساعة تفتح فیها أبواب السماء وما من شیء إلا وهو یسبح الله تعالی فی هذه الساعة، فأحب أن یصعد لی فیها عمل صالح ، فقلت أفی کلهن قراءة، فقال :نعم فقلنا بتسلیمتین أم بتسلیمة واحدة، فقال :بتسلیمة واحدة ، وبعد الظهر رکعتان لحدیث عائشة رضی الله عنها(المحیط البرهانی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ملحوظ رہے کہ بعض روایات میں زوال کے بعد دو یا چار رکعتوں کا ذکر ہے۔ [1]

شوافع کے نزدیک اس سے ظہر کی سنتوں کے علاوہ مستقل ایک دوسری نفل نماز مراد ہے، جس کو صلاۃِ زوال کہا جاتا ہے، جو چار یا کم از کم دو رکعتیں ہیں، جن کو زوال کے فوراً بعد پڑھا جاتا ہے۔ [2]

ظہر کے فرضوں سے پہلے سنتیں رہ جائیں تو بعد میں پڑھنے کا حکم

ظہر کی نماز سے پہلے کی سنتوں کا اصل وقت فرضوں سے پہلے ہے، اور بعض احادیث میں ان کو پڑھنے کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ ظہر کی نماز سے پہلے آسمان یا جنت کے دروازے کھول

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ج ۱ ص ۴۴۴، کتاب الصلاة، الفصل الحادی والعشرون فی التطوع قبل الفرض وبعده وفواته عن وقته وتركه بعذر وبغير عذر)

ثم فی هذه الأربع بتسليمة واحدة عندنا، وعند الشافعی بتسليمتين واحتج بحديث ابن عمر -رضی الله عنه -أنه ذكر اثنتی عشرة ركعة كما ذكرت عائشة إلا أنه زاد وأربعا قبل الظهر بتسليمتين، ولنا حديث أبی أيوب الأنصاری أنه قال :كان النبی -صلى الله عليه وسلم -يصلی بعد الزوال أربع ركعات فقلت :ما هذه الصلاة التی تداوم عليها يا رسول الله؟ فقال :هذه ساعة تفتح فيها أبواب السماء فأحب أن يصعد لی فيها عمل صالح فقلت :أفی كلهن قراء ة؟ قال :نعم فقلت : بتسليمة أم بتسليمتين؟ فقال بتسليمة واحدة ، وهذا نص فی الباب، والتسليم فی حديث ابن عمر عبارة عن التشهد؛ لما فيه من السلام كما فيه من الشهادة على ما مر(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۸۵، فصل الصلاة المسنونة)

[1] عن أبی إسحاق عن عبد الله بن بديل قال :حدثنی أبطن الناس بعبد الله بن مسعود أنه كان إذا زالت الشمس قام فركع أربع ركعات ، فقرأ فيهن السورتين من المائين ، فإذا تجاوب المؤذنون شد عليه ثيابه ، ثم خرج إلى الصلاة.(مصنف عبدالرزاق ،رقم الحديث ۴۸۲۵)

[2] ومن النفل المؤقت الذی لا تسن فيه الجماعة صلاة الزوال وهی ركعتان أو أربع بعد الزوال وقيل هی سنة الظهر ينوی بها سنة الزوال (نهاية الزين فی إرشاد المبتدئين، ج ۱ ،ص ۱۰۳ ،فصل فی صلاة النفل)

(قوله :أربع) أو ركعتان نهاية (قوله :صلاة الزوال إلخ) وهی غير سنة الظهر كما يعلم من إفرادها بالذكر بعد الرواتب وتصير قضاء بطول الزمن عرفا ع ش(حواشی الشروانی على تحفة المحتاج بشرح المنهاج، ج ۲، ص ۲۳۹ ،باب فی صلاة النفل)

دیئے جاتے ہیں،اس لئے کوشش واہتمام کرکے ان کوفرضوں سے پہلے ہی پڑھنا چاہئے،اور اگر وقت تنگ ہوتو کم ازکم دورکعتوں کو ہی پڑھ لینا چاہئے (جن کا بعض احادیث میں ذکر ہے)اور اگر کوئی ظہر سے پہلے نہ پڑھ سکے تو ان کوظہر کی نماز کے بعد پڑھنا چاہئے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ظہر سے پہلے چار سنتیں نہیں پڑھتے تھے،تو اُن کو ظہر (کے فرضوں) کے بعد پڑھا کرتے تھے(ترمذی)

اورحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے ہی مروی ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَاتَتْهُ الْأَرْبَعُ قَبْلَ الظُّهْرِ، صَلَّاهَا بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ (سنن ابن ماجه) [2]

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں رہ جاتی

---

[1] رقم الحديث ٤٢٦،ابواب الصلاة، باب ما جاء فى الركعتين بعد الظهر.
قال الترمذى: هذا حديث حسن غريب إنما نعرفه من حديث ابن المبارك من هذا الوجه، ورواه قيس بن الربيع، عن شعبة، عن خالد الحذاء نحو هذا، ولا نعلم أحدا رواه عن شعبة غير قيس بن الربيع،وقد روى عن عبد الرحمن بن أبى ليلى، عن النبى صلى الله عليه وسلم نحو هذا.

[2] رقم الحديث ١١٥٨، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب من فاتته الأربع قبل الظهر.
قال ابن ماجه:
قال ابوعبد الله :لم يحدث به إلا قيس عن شعبة.
وقال الصنعانى:
رواه ابن ماجه بإسناد فيه قيس بن الربيع وقد وثق، وبقية الإسناد ثقات (فتح الغفار الجامع لأحكام سنة نبينا المختار، للحسن بن أحمد الصنعانى، تحت رقم الحديث ١٣٨١، باب قضاء سنة الظهر)
وقال محمد بن طاهر المقدسى:
رواه قيس بن الربيع :عن شعبة ، عن خالد الحذاء ، عن عبدالله بن ، شقيق ، عن عائشة. وقيس ضعيف ، وهذا لم يحدث به عن قيس غير عاصم بن على (ذخيرة الحفاظ، تحت رقم الحديث ٣٩٧٤)

www.idaraghufran.org

تھیں،تو اُن کوظہر(کے فرضوں)کے بعد کی دو رکعتوں کے بعد پڑھا کرتے تھے

(ابنِ ماجہ)

اورعبدالرحمٰن ابنِ ابی لیلیٰ سے مرسلاً مروی ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَاتَتْهُ أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهَا بَعْدَهَا (مصنف ابنِ ابی شیبۃ) [۱]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں رہ جاتی تھیں،تو اُن کوظہر(کے فرضوں)کے بعد پڑھا کرتے تھے(ابنِ ابی شیبہ)

اورجلیلُ القدر محدث حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

مَنْ فَاتَتْهُ أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهَا بَعْدَهَا (مصنف ابنِ ابی شیبۃ) [۲]

ترجمہ: جس کی ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں رہ جائیں،تو وہ اُن کوظہر(کے فرضوں)کے بعد پڑھے(ابنِ ابی شیبہ)

اورحضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كَانَ يُسْتَحَبُّ إِذَا فَاتَتْهُ الْأَرْبَعُ قَبْلَ الظُّهْرِ أَنْ يُصَلِّيَ تِلْكَ الْأَرْبَعَ بَعْدَ الظُّهْرِ (مصنف عبدالرزاق) [۳]

ترجمہ: جب ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں رہ جائیں،تو ان چار رکعتوں کوظہر کے بعد پڑھنا مستحب ہے(عبدالرزاق)

اس قسم کی احادیث وروایات کی روشنی میں فقہائے کرام نے فرمایا کہ اگرظہر کے فرضوں سے پہلے کی سنّتیں رہ جائیں،تو اُن کوظہر کے فرضوں کے بعد پڑھنا چاہئے۔

اورظہر سے پہلے کی چار رکعتوں کوفرضوں کے بعد دوسنتوں سے پہلے اوردوسنتوں کے بعد

---

[۱] رقم الحدیث ۶۰۲۶، کتاب الصلاۃ، باب من قال إذا فاتتک أربع قبل الظھر فصلھا بعدھا.
[۲] رقم الحدیث ۶۰۲۷، کتاب الصلاۃ، باب من قال إذا فاتتک أربع قبل الظھر فصلھا بعدھا.
[۳] رقم الحدیث ۴۸۳۱، کتاب الصلاۃ،باب التطوع قبل الصلاۃ وبعدھا .

Idara Ghufran

دونوں طریقوں سے پڑھنا جائز ہے، البتہ ان کو بعد کی دوسنتوں کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر وموزون معلوم ہوتا ہے۔ [1]

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اگر کوئی سفر کی جلدی، یا بیماری یا کسی اور مشغولی کی وجہ سے کبھی اتفاق سے ظہر سے پہلے چار کے بجائے دو رکعتیں اور بعد میں بھی دو رکعتیں پڑھنے پر اکتفاء کرے، تو بھی ان شاء اللہ تعالیٰ قابلِ ملامت شمار نہیں ہوگا، اور سنت کی فضیلت پانے کا مستحق ہوگا۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان

یکم/ ذی الحجہ/ ۱۴۳۳ھ 18 / اکتوبر/ 2012ء بروز جمعرات

---

[1] (والأربع قبل الظهر يقضيها بعدها) قالت عائشة : كان رسول الله -عليه الصلاة والسلام -إذا فاتته الأربع قبل الظهر قضاها بعد الظهر ، ولأن الوقت وقت الظهر وهى سنة الظهر، ثم عند أبى يوسف يقضيها قبل الركعتين لأنها شرعت قبلها، وعند محمد بعدها لأنها فاتت عن محلها، فلا يفوت الثانية عن محلها أيضا، وهذا بخلاف سنة العصر، لأنها ليست مثلها فى التأكيد، ولنهيه -عليه الصلاة والسلام -عن الصلاة بعد العصر(الاختيار لتعليل المختار، ج ۱، ص ۶۵،باب النوافل)

(قوله وقضى التى قبل الظهر فى وقته قبل شفعه) بيان لشيئين أحدهما القضاء والثانى محله أما الأول ففيه اختلاف والصحيح أنها تقضى كما ذكره قاضى خان فى شرحه مستدلا بما عن عائشة أن النبى -صلى الله تعالى عليه وسلم -كان إذا فاتته الأربع قبل الظهر قضاهن بعده وظاهر كلام المصنف أنها سنة لا نفل مطلق وذكر قاضى خان أنه إذا قضاها فهى لا تكون سنة عند أبى حنيفة وعندهما سنة وتبعه الشارح وتعقبه فى فتح القدير بأنه من تصرف المصنفين فإن المذكور من وضع المسألة الاتفاق على قضاء الأربع وإنما الاختلاف فى تقديمها أو تأخيرها والاتفاق على أنها تقضى اتفاق على وقوعها سنة إلى آخر ما ذكره وأما الثانى فاختلف فيه النقل عن الشيخين فذكر فى الجامع الصغير للحسامى أن أبا يوسف يقدم الركعتين ومحمد يؤخرهما وفى المنظومة وشروحها على العكس وفى غاية البيان ويحتمل أن يكون عن كل واحد من الإمامين روايتان ورجح فى فتح القدير تقديم الركعتين لأن الأربع فاتت عن الموضع المسنون فلا يفوت الركعتين عن موضعهما قصدا بلا ضرورة اهـ(البحر الرائق، ج ۲، ص ۸۱، باب إدراک فريضة الصلاة)

(۳)

نمازِ جمعہ سے پہلے وبعد کی سنتیں

جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد میں کتنی رکعتیں سنت ہیں،اس سلسلہ میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں۔

حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ کی نماز کے بعد بھی چار رکعتیں سنت ہیں،اوراگر جمعہ کے بعد کی چار رکعتوں کے بعد مزید دو رکعتیں اور پڑھے،تو زیادہ بہتر ہے، کیونکہ بعض روایات میں چھ رکعتوں کا ذکر آیا ہے۔

اورشافعیہ کے نزدیک جمعہ سے پہلے دو رکعتیں اور جمعہ کے بعد دو رکعتیں سنت ہیں،اوراگر کوئی جمعہ سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھے،تو یہ زیادہ اکمل وافضل ہے۔ [۱]

---

[۱] اور مالکیہ اورحنابلہ کے اقوال اس سلسلہ میں مختلف ہیں۔

قال الحنفية والشافعية :تسن الصلاة قبل الجمعة وبعدها، فعند الحنفية :سنة الجمعة القبلية أربع، والسنة البعدية أربع كذلک، وقال الشافعية :أقل السنة ركعتان قبلها وركعتان بعدها، والأكمل أربع قبلها وأربع بعدها، لقوله صلى الله عليه وسلم :من كان منكم مصليا بعد الجمعة فليصل أربعا.

وقال المالكية والحنابلة :يصلى قبلها دون التقيد بعدد معين، على أن أكثر من قال بصلاة السنة يوم الجمعة حملها على تحية المسجد، ومن كره صلاة السنة يوم الجمعة كرهها لأنها توافق وقت الاستواء غالبا، لكن لو تقدمت أو تأخرت بعد ذلک فلا شيء فيها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص۲۷۸، و ۲۷۹، مادة ”السنن الرواتب“ ، سنة الجمعة)

(وأقل السنة) الراتبة (بعدها) ، أى :الجمعة :(ركعتان) " لأنه -صلى الله عليه وسلم - كان يصلى بعد الجمعة ركعتين متفق عليه.

(وأكثرها) ، أى :السنة بعد الجمعة :(ست) ركعات نصا، لقول ابن عمر " :كان رسول الله - صلى الله عليه وسلم -يفعله "رواه أبو داود .(ولا راتبة لها قبلها) نصا، (بل) يسن صلاة (أربع) ركعات، لما روى ابن ماجه أن النبى -صلى الله عليه وسلم -كان يركع من قبل الجمعة أربعا وروى سعيد عن ابن مسعود "أنه كان يصلى قبل الجمعة أربع ركعات وبعدها أربع ركعات "قال عبد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

اور فقہائے کرام کے درمیان اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں احادیث وروایات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

جس کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ، وَتَطَھَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُھْرٍ، ثُمَّ ادَّھَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِیْبٍ، ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ یُفَرِّقْ بَیْنَ اثْنَیْنِ، فَصَلّٰی مَا کُتِبَ لَہٗ، ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ، غُفِرَ لَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْأُخْرٰی (بخاری) ؎۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور حسبِ استطاعت پاکی کا اہتمام کیا، پھر اس نے تیل یا خوشبو لگائی، پھر جمعہ کے لئے چلا، اور (مسجد میں جا کر) دو آدمیوں کے درمیان تفریق (وجدائیگی) نہیں کی، پھر اس نے (مسجد میں پہنچنے کے بعد) حسبِ توفیق نماز پڑھی، پھر جب امام (خطبہ کے لئے) آیا، تو وہ خاموش ہوگیا، تو اس کے اِس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں (بخاری)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الله :رأيت أبي يصلي في المسجد إذا أذن المؤذن أربع ركعات، (وتقدم في باب صلاة التطوع(مطالب أولي النهى في شرح غاية المنتهى،لمصطفى بن سعد بن عبده الحنبلي،باب صلاة الجمعة)

فصل :فأما الصلاة قبل الجمعة، فلا أعلم فيه إلا ما روى ، أن النبي -صلى الله عليه وسلم -كان يركع من قبل الجمعة أربعا .أخرجه ابن ماجه .وروى عمرو بن سعيد بن العاص، عن أبيه، قال : كنت ألقى أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فإذا زالت الشمس قاموا فصلوا أربعا.

قال أبو بكر :كنا نكون مع حبيب بن أبي ثابت في الجمعة، فيقول :أزالت الشمس بعد؟ ويلتفت وينظر فإذا زالت الشمس، صلى الأربع التي قبل الجمعة.

وعن أبي عبيدة، عن عبد الله بن مسعود، أنه كان يصلي قبل الجمعة أربع ركعات، وبعدها أربع ركعات .رواه سعيد(المغني لابن قدامة،ج٢،ص٢٧٠، فصل الصلاة قبل الجمعة)

؎۲ رقم الحديث ٩١٠،كتاب الجمعة، باب :لا يفرق بين اثنين يوم الجمعة.

www.idaraghufran.org

اورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ اِغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلّٰى مَاقُدِّرَ لَهٗ ثُمَّ أَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَعَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرىٰ وَفَضْلَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ (مسلم) [1]

ترجمہ: جس نے غسل کیا پھر جمعہ کے لیے حاضر ہوا، پھر اُس نے جو مقدر میں ہوئی نماز پڑھی، پھر خاموش رہا، یہاں تک کہ امام اپنے خطبہ سے فارغ ہوگیا، پھر امام کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی تو اُس شخص کے دوسرے جمعہ تک اور تین دن مزید کے (صغیرہ) گناہ معاف کردیے جائیں گے (مسلم)

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُطِيْلُ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْجُمُعَةِ، وَيُصَلِّيْ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ، وَيُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ (سنن ابی داؤد) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جمعہ سے پہلے لمبی نماز پڑھتے تھے، اور جمعہ کے بعد دو رکعتیں اپنے گھر میں پڑھتے تھے، اور یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے (ابوداؤد، ابنِ حبان)

حضرت ایوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قُلْتُ لِنَافِعٍ: أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ؟ فَقَالَ: قَدْ كَانَ يُطِيْلُ الصَّلَاةَ قَبْلَهَا، وَيُصَلِّيْ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ، وَيُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ

---

[1] رقم الحديث ۸۵۷''۲۶''كتاب الجمعة، باب فضل من استمع وأنصت فى الخطبة.

[2] رقم الحديث ۱۱۲۸، كتاب الصلاة، باب الصلاة بعد الجمعة، واللفظ لهٗ، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۲۴۷۶.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخاري (حاشية صحيح ابنِ حبان)

Idara Ghufran

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ (صحیح ابن خزیمۃ) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ کیا حضرت ابنِ عمر جمعہ (کی نماز) سے پہلے نماز پڑھتے تھے؟ تو حضرت نافع نے فرمایا کہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جمعہ (کی نماز) سے پہلے لمبی نماز پڑھتے تھے، اور جمعہ (کی نماز) کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھتے تھے؛ اور حدیث بیان کرتے تھے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے (ابنِ خزیمہ)

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّہُ وَصَفَ تَطَوُّعَ صَلَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَکَانَ لَا یُصَلِّیْ بَعْدَ الْجُمُعَۃِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ، فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ فِیْ بَیْتِہٖ (مسلم) [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ (کی نماز) کے بعد جب تک لوٹ نہ آئیں، نماز نہیں پڑھا کرتے تھے، پس اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھتے تھے (مسلم)

مذکورہ احادیث وروایات سے جمعہ کی نماز سے پہلے نماز پڑھنے کا ثبوت ہوا، لیکن ان میں کیونکہ تعداد کا ذکر نہیں، اور جمعہ کے بعد دو رکعتوں کا ذکر ہے، جس سے امام شافعی رحمہ اللہ نے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ جمعہ کی نماز سے پہلے دو رکعات اور جمعہ کی نماز کے بعد دو رکعات پڑھنے سے سنت ادا ہو جاتی ہے، لیکن کیونکہ بعض احادیث میں جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعتوں کا ذکر ملتا ہے، بلکہ بعض روایات میں چھ رکعتوں

---

[1] رقم الحدیث ۱۸۳۶، کتاب الجمعۃ، باب استحباب تطویل الصلاۃ قبل صلاۃ الجمعۃ.
فی حاشیۃ ابن خزیمۃ: إسنادہ صحیح.

[2] رقم الحدیث ۸۸۲ "۷۱" کتاب الجمعۃ، باب الصلاۃ بعد الجمعۃ.

www.idaraghufran.org

کا ذکر آیا ہے،اس لئے چار رکعتیں پہلے اور چار بعد میں پڑھنا زیادہ افضل واکمل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا صَلّٰی أَحَدُکُمُ الْجُمُعَةَ فَلْیُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز پڑھے،تو اس کے بعد چار رکعتیں پڑھے (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ کَانَ مُصَلِّیًا، فَلْیُصَلِّ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا، وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا (شرح مشکل الآثار للطحاوی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (جمعہ کی) نماز پڑھے،تو اسے چاہیے کہ جمعہ (کی نماز) سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھے (طحاوی)

یاد رہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ سے پہلے ایک سلام سے چار رکعتوں کا پڑھنا مروی ہے،جس کی سند کو محدثین نے غیر معمولی ضعیف قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحدیث ۱۸۸۱ "۶۷" کتاب الجمعة،باب الصلاة بعد الجمعة.

[2] رقم الحدیث ۴۱۰۸،باب بیان مشکل ما روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یتطوع به بعد صلاة الجمعة من الرکوع فی الموطن الذی یصلی فیه.

[3] حدثنا محمد بن یحیی قال: حدثنا یزید بن عبد ربه قال: حدثنا بقیة، عن مبشر بن عبید، عن حجاج بن أرطاة، عن عطیة العوفی، عن ابن عباس، قال: کان النبی صلی اللہ علیه وسلم: یرکع قبل الجمعة أربعا، لا یفصل فی شیء منهن (ابنِ ماجه، رقم الحدیث ۱۱۲۹)

قال العینی: وروی ابن ماجه بإسناده عن ابن عباس قال: کان النبی -علیه السلام- یرکع من قبل الجمعة أربعاً، ولا یفصل فی شیء منهن. ورواه الطبرانی فی "معجمه" وزاد فیه: وأربعاً بعدها.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

البتہ دیگر مرفوع وموقوف روایات اس بارے میں موجود ہیں۔

حضرت جبلہ بن سحیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا، لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ، ثُمَّ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَرْبَعًا (شرح معانی الآثار) ؎

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ (کی نماز) سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے، جن کے درمیان میں سلام نہیں پھیرتے تھے، پھر جمعہ (کی نماز) کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے، پھر چار رکعتیں پڑھتے تھے (شرح معانی الآ ثار)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا، وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا، يَجْعَلُ التَّسْلِيْمَ فِيْ آخِرِهِنَّ رَكْعَةً (المعجم الاوسط للطبرانی) ؎۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسنده واهٍ جداً؛ لأن فيه مبشر ابن عبيد وهو معدود في الوضاعين، وفيه حجاج وعطية وهما ضعيفان (شرح ابی داؤد للعینی، ج۴، ص ۴۷۱، باب :الصلاة بعد الجمعة)

حدثنا محمد بن يحيى حدثنا يزيد بن عبد ربه حدثنا بقية عن مبشر بن عبيد عن حجاج بن أرطاة عن عطية العوفي عن ابن عباس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يركع قبل الجمعة أربعا لا يفصل في شيء منهن.

هذا إسناد مسلسل بالضعفاء عطية متفق على تضعيفه وحجاج مدلس ومبشر بن عبيد كذاب وبقية هو ابن الوليد يدلس بتدليس التسوية (مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجة، ج ۱ ص ۱۳۶، باب الصلاة قبل الجمعة)

؎ رقم الحديث ۱۹۶۵، كتاب الصلاة، باب التطوع بالليل والنهار كيف هو ؟

قال الكشميري: وسنده صحيح فإن فهداً شيخ الطحاوي ثقة، وعلى بن معبد تلميذ محمد بن حسن من رواة الصحيحين ورواة الجامع الصغير، وسائر الرواة ثقات (العرف الشذى، ج ۱ ص ۴۱۱، باب ما جاء أن صلاة الليل مثنى مثنى)

؎۲ رقم الحديث ۱۶۱۷، ج ۲ ص ۱۷۲، باب الالف، معجم ابن الاعرابي، رقم الحديث ۸۷۴.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ (کی نماز) سے پہلے چار اور جمعہ (کی نماز) کے بعد چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے، جن کے اخیر میں ہی سلام پھیرا کرتے تھے (طبرانی، معجم ابنِ اعرابی)

اس حدیث کی سند پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا، وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا (المعجم الاوسط للطبرانی) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ (کی نماز) سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ (کی نماز) کے بعد چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے (طبرانی)

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قلت :وهذا إسناد رجاله ثقات؛ غير السهمى ، و هو :
محمد بن عبد الرحمن السهمى الباهلى عن حصين قال البخارى لا يتابع على روايته وقال الفلاس توفى سنة سبع وثمانين ومائة وقال ابن عدى عندى لا بأس به روى عنه ابن المثنى ونصر بن على انتهى وقال يحيى بن معين ضعيف ونقله بن أبى حاتم وذكره ابن حبان فى الثقات وقال يروى عن حصين بن نصر أبى جعفر حدثنا خليفة حدثنا محمد بن عبد الرحمن السهمى حدثنا حصين عن أبى إسحاق عن عاصم بن ضمرة عن على رضى الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى قبل الجمعة أربعاً وبعدها أربعاً يجعل التسليم فى آخرهن ركعة(لسان الميزان، ج۷ص۲۷۷،من اسمه محمد)
و قال ابن حجر:
وفيه محمد بن عبد الرحمن السهمى وهو ضعيف عند البخارى وغيره وقال الأثرم إنه حديث واه(فتح البارى، ج۲ص۴۲۶،باب الصلاة بعد الجمعة وقبلها)

[2] ج۴ص۱۹۶، باب العين، رقم الحديث ۳۹۵۹)
قال الطبرانى: لم يرو هذا الحديث عن خصيف إلا عتاب بن بشير "
و قال ابن حجر:
وعن بن مسعود عند الطبرانى أيضا مثله وفى إسناده ضعف وانقطاع ورواه عبد الرزاق عن بن مسعود موقوفا وهو الصواب (فتح البارى، ج۲ص۴۲۶،باب الصلاة بعد الجمعة وقبلها)

Idara Ghufran

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا، لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِتَسْلِيْمٍ (شرح معانی الآثار للطحاوی) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ (کی نماز) سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ (کی نماز) کے بعد چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے، جن کے درمیان میں سلام نہیں پھیرتے تھے (یعنی چاروں رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھا کرتے تھے) (طحاوی)

اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، وَبَعْدَهَا أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، قَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ: وَكَانَ عَلِيٌّ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ سِتَّ رَكَعَاتٍ، وَبِهِ يَأْخُذُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ (مصنف عبدالرزاق) [2]

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ (کی نماز) سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ (کی نماز) کے بعد چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور عبدالرزاق اسی کو لیتے ہیں (عبدالرزاق)

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَأْمُرُنَا أَنْ نُصَلِّيَ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا، وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا، حَتّٰى جَاءَنَا عَلِيٌّ فَأَمَرَنَا أَنْ نُصَلِّيَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَرْبَعًا (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۵۵۲۵ كتاب الصلاة، باب الصلاة قبل الجمعة وبعدها) [3]

---

[1] رقم الحديث ۱۹۷۰، كتاب الصلاة، باب التطوع بالليل والنهار كيف هو؟

[2] رقم الحديث ۵۵۲۴، كتاب الصلاة، باب الصلاة قبل الجمعة وبعدها.

[3] قلت: وهذا سند صحيح لا علة فيه، وعطاء بن السائب وإن كان اختلط؛ فالثوری قد روى عنه قبل الاختلاط.

Idara Ghufran

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں جمعہ سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھنے کا حکم فرماتے تھے، یہاں تک کہ ہمارے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو انہوں نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم جمعہ (کی نماز) کے بعد دو رکعتیں، اور پھر چار رکعتیں پڑھیں (عبدالرزاق)

اور حضرت ابو اسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، وَبَعْدَهَا أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ: وَكَانَ عَلِيٌّ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ سِتَّ رَكَعَاتٍ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۹۵۵۵)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ (کی نماز) سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ (کی نماز) کے بعد چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابو اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ (کی نماز) کے بعد چھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے (طبرانی)

حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ، قَالَ: كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا (مصنف ابن ابی شيبة) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ (کی نماز) سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَهَا أَرْبَعًا (مصنف ابن ابی شيبة) [2]

---

[1] رقم الحديث ۵۴۰۲، كتاب الصلاة، باب الصلاة قبل الجمعة.

[2] رقم الحديث ۵۴۰۵، كتاب الصلاة، باب الصلاة قبل الجمعة.

قال ابن رجب: وقال النخعی: كانوا يحبون أن يصلوا قبل الجمعة أربعا. خرجه ابن أبی الدنيا فی "كتاب العيدين" بإسناد صحيح. (فتح الباری لابن رجب، ج۸ص۳۲۸، باب الصلاة بعد الجمعة وقبلها)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: صحابہ وتابعین جمعہ سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

اس طرح کی اور بھی روایات وآثار ہیں، جن میں سے بعض میں جمعہ کے بعد چھ رکعتوں کا ذکر ہے۔ [1]

اور بعض میں چار رکعتوں کا ذکر ہے۔ [2]

---

[1] عن أبي عبد الرحمن ، قال :قدم علينا ابن مسعود ، فكان يأمرنا أن نصلي بعد الجمعة أربعا ، فلما قدم علينا علي أمرنا أن نصلي ستا ،فأخذنا بقول علي ، وتركنا قول عبد الله ، قال :كان يصلي ركعتين ، ثم أربعا(مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث ۵۴۱۰،کتاب الصلاۃ، باب من کان یصلی بعد الجمعة رکعتین)

عن عبد الله بن حبيب ، قال :كان عبد الله يصلي أربعا ، فلما قدم علي صلى ستا ، ركعتين ، وأربعا(ایضاً، رقم الحدیث ۵۴۱۱)

عن عطاء ، قال :كان ابن عمر إذا صلى الجمعة ، صلى بعدها ست ركعات ، ركعتين ، ثم أربعا(ایضاً، رقم الحدیث، ۵۴۱۲)

عن أبي بكر بن أبي موسى ، عن أبيه ؛ كان يصلي بعد الجمعة ست ركعات(ایضاً، رقم الحدیث ۵۴۱۳)

عن محمد بن المنتشر ، عن مسروق ، قال :كان يصلي بعد الجمعة ستا ، ركعتين ، وأربعا(ایضاً، رقم الحدیث ۵۴۱۴)

عن منصور ، عن إبراهيم ، قال :صل بعد الجمعة ركعتين ، ثم صل بعدهما ما شئت (ایضاً، رقم الحدیث ۵۴۱۵)

[2] عن أبي هريرة ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من كان منكم مصليا بعد الجمعة ، فليصل أربعا (مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث ۵۴۱۶ ،کتاب الصلاۃ، باب من کان یصلی بعد الجمعة اربعا)

عن عبد الله بن حبيب ، قال :كان عبد الله يصلي بعد الجمعة أربعا(ایضاً، رقم الحدیث ۵۴۱۷)

عن أبي عبيدة ، عن عبد الله ؛ أنه كان يصلي بعد الجمعة أربعا(ایضاً، رقم الحدیث ۹۵۴۱۸)

عن العلاء بن المسيب ، عن أبيه ، قال :كان عبد الله يصلي بعد الجمعة أربعا(ایضاً، رقم الحدیث ۵۴۱۹)

عن إبراهيم ، عن علقمة ؛ أنه كان يصلي أربعا بعد الجمعة ، لا يفصل بينهن(ایضاً، رقم الحدیث ۹۵۴۲۰)

عن أبي حصين ، قال :رأيت الأسود بن يزيد صلى بعد الجمعة أربعا(ایضاً، رقم الحدیث ۹۵۴۲۱)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جن کے پیشِ نظر امام ابو یوسف اور بعض دیگر حضرات نے جمعہ کی نماز کے بعد چھ رکعتوں کے پڑھنے کو سنت قرار دیا ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جمعہ سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں سنت ہیں، اور جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھنا زیادہ افضل ہے۔

اگر کسی نے جمعہ سے پہلے یا جمعہ کے بعد چار سنتوں کے بجائے دو رکعتیں پڑھیں، تو حنفیہ کے نزدیک اس سے اس کی جمعہ کی سنتیں ادا نہیں ہوں گی۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن إبراهيم ، قال :كانوا يصلون بعدها أربعا(ایضاً، رقم الحديث ۵۴۲۲)

عن عمران ، عن أبي مجلز ، قال :إذا سلم الإمام صلى ركعتين يوم الجمعة ، وإذا رجع صلى ركعتين(ایضاً، رقم الحديث ۵۴۲۳)

عن مغيرة ، عن حماد ، قال :كان يستحب في الأربع التي بعد الجمعة أن لا يسلم بينهن(ایضاً، رقم الحديث ۵۴۲۴)

عن عبد الرحمن بن عبد الله ؛ أنه كان يصلي بعد الجمعة أربعا(ایضاً، رقم الحديث ۵۴۲۵)

[۱] قال (والتطوع بعد الجمعة أربع لا فصل بينهن إلا بتشهد وقبل الجمعة أربع) أما قبل الجمعة فلأنها نظير الظهر والتطوع قبل الظهر أربع ركعات، وفي حديث ابن عمر -رضي الله عنهما- أن النبي -صلى الله عليه وسلم- كان يتطوع قبل الجمعة أربع ركعات واختلفوا بعدها قال ابن مسعود -رضي الله عنه- أربعا وبه أخذ أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى لحديث أبي هريرة -رضي الله تعالى عنه- أن النبي -صلى الله عليه وسلم- قال من كان مصليا بعد الجمعة فليصل أربع ركعات وقال علي -رضي الله عنه- يصلي بعدها ستا أربعا ثم ركعتين وبه أخذ أبو يوسف -رحمه الله- وقال عمر ركعتين ثم أربعا (المبسوط للسرخسي، ج ۱ ص ۱۵۷، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

وأما السنة قبل الجمعة وبعدها فقد ذكر في الأصل :وأربع قبل الجمعة، وأربع بعدها، وكذا ذكر الكرخي، وذكر الطحاوي عن أبي يوسف أنه قال يصلي بعدها ستا وقيل :هو مذهب علي -رضي الله عنه- وما ذكرنا أنه كان يصلي أربعا مذهب ابن مسعود، وذكر محمد في كتاب الصوم أن المعتكف يمكث في المسجد الجامع مقدار ما يصلي أربع ركعات، أو ست ركعات أما الأربع قبل الجمعة؛ فلما روي عن ابن عمر -رضي الله عنه- أن النبي -صلى الله عليه وسلم- كان يتطوع قبل الجمعة بأربع ركعات ؛ ولأن الجمعة نظير الظهر، ثم التطوع قبل الظهر أربع ركعات كذا قبلها.

وأما بعد الجمعة فوجه قول أبي يوسف إن فيما قلنا جمعا بين قول النبي -صلى الله عليه وسلم-

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس صورت میں بھی جمعہ کی سنتیں ادا ہوجائیں گی، اگرچہ چار رکعتوں کا پڑھنا اکمل وافضل ہے، کیونکہ بعض احادیث میں تعداد کا ذکر نہیں آیا، یا دو رکعت کا ذکر آیا ہے۔ [1]

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

یکم/ ذی الحجہ/۱۴۳۳ھ 18 / اکتوبر/ 2012ء بروز جمعرات

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وبين فعله فإنه روى أنه أمر بالأربع بعد الجمعة وروى أنه صلى ركعتين بعد الجمعة ، فجمعنا بين قوله وفعله قال أبو يوسف :ينبغي أن يصلي أربعا، ثم ركعتين كذا روى عن علي -رضي الله عنه - كي لا يصير متطوعا بعد صلاة الفرض بمثلها، وجه ظاهر الرواية ما روى عن النبي -صلى الله عليه وسلم -أنه قال :من كان مصليا بعد الجمعة فليصل أربعا وما روى من فعله -صلى الله عليه وسلم - فليس فيه ما يدل على المواظبة، ونحن لا نمنع من يصلي بعدها كم شاء ، غير أنا نقول :السنة بعدها أربع ركعات لا غير؛ لما روينا(بدائع الصنائع، ج ا، ص ۲۸۵، فصل الصلاة المسنونة)

[1] اگر کوئی شخص عام حالات میں جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد بھی چار اور ہوسکے تو چھ رکعات پڑھنے کی کوشش واہتمام کیا کرے، اور کسی ضرورت ومجبوری کی وجہ سے مثلاً کسی وقت سفر کی جلدی ہو، یا نماز کھڑی ہونے سے پہلے چار رکعتوں کا وقت نہ ہو، بلکہ صرف دو رکعتوں کا وقت ہو، اور فرض نماز کے بعد جلد کسی اہم کام میں مشغولی ہو، یا اسی طرح کی کوئی ضرورت ہو، تو بعض احادیث اور دیگر فقہائے کرام کے قول کے پیشِ نظر یہ دو رکعتیں سنتوں میں محسوب کر لینے کی گنجائش ہے۔ کما فی سنن الظهر وقد فصلت هذه المسئلة فی مقام آخر. محمد رضوان۔

قال الحنفية والشافعية :تسن الصلاة قبل الجمعة وبعدها، فعند الحنفية :سنة الجمعة القبلية أربع، والسنة البعدية أربع كذلك، وقال الشافعية :أقل السنة ركعتان قبلها وركعتان بعدها، والأكمل أربع قبلها وأربع بعدها،لقوله صلى الله عليه وسلم :من كان منكم مصليا بعد الجمعة فليصل أربعا .

وقال المالكية والحنابلة :يصلى قبلها دون التقيد بعدد معين، على أن أكثر من قال بصلاة السنة يوم الجمعة حملها على تحية المسجد، ومن كره صلاة السنة يوم الجمعة كرهها لأنها توافق وقت الاستواء غالبا، لكن لو تقدمت أو تأخرت بعد ذلك فلا شيء فيها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵ ص ۲۷۸، ۲۷۹ ،سنة الجمعة، مادة"سن")

(۴)

عصر کی نماز سے پہلے کی سنتیں

عصر کی نماز کے بعد تو سنت ونفل نہیں ہیں، بلکہ عام احادیث کی رُو سے عصر کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ ہے، جہاں تک عصر کی نماز سے پہلے سنت ونفل کا تعلق ہے، تو عصر کی نماز سے پہلے سنتِ مؤکدہ تو نہیں ہیں، البتہ سنتِ غیر مؤکدہ ہیں۔

بعض احادیث میں عصر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر آیا ہے، اور بعض میں دو رکعتیں پڑھنے کا ذکر آیا ہے، مگر ان چار یا دو رکعتوں کا سنتِ مؤکدہ والی مشہور احادیث میں ذکر نہیں پایا جاتا، اس لئے فقہائے احناف نے ان کو سنتِ مؤکدہ قرار نہیں دیا، البتہ سنتِ غیر مؤکدہ یا مستحب قرار دیا ہے، پس عصر کی نماز سے پہلے افضل یہ ہے کہ چار رکعتیں پڑھی جائیں، لیکن اگر کوئی دو رکعتیں پڑھے، تب بھی فضیلت سے خالی نہیں۔ [1]

اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ(سنن الترمذی) [2]

---

[1] وبهذا الحديث اخذ العلماء أن السُّنَّة قبل العصر أربع، وقال صاحب "المبسوط": "إن التطوع قبل العصر حسن, لأن كون الأربع من السنن الراتبة غير ثابت, لأنها لم تذكر فی حديث عائشة، ولم يرو انه -عليه السلام- واظب على ذلک، واختلف فی فعله إياها، فرُوی انه صلاها أربعاً، ورُوی أنه صلاها ركعتين، فإن صلى أربعاً كان حسنا(شرح ابی داؤد للعينی، ج۵ص۱۶۳،باب :الصلاة قبل العصر)

[2] رقم الحديث ۴۲۹،ابواب الصلاة،باب ما جاء فی الأربع قبل العصر،واللفظ لهٗ،ورقم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے، ان چار رکعتوں کے درمیان (دوسری رکعت کے تشہد میں) مقرَّب فرشتوں پر اور جن مسلمانوں اور مومنوں نے ان کی اتباع کی، ان پر تسلیم کا فاصلہ کیا کرتے تھے

(ترمذی)

تسلیم کا دو رکعتوں کے درمیان فرشتوں وغیرہ پر فاصلہ کرنے سے مراد دوسری رکعت کے قعدہ میں تشہد پڑھنا ہے، کیونکہ تشہد کے کلمات میں اللہ کے نیک بندوں اور فرشتوں وغیرہ پر سلام کا ذکر آتا ہے۔ [1]

اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں پڑھنا معلوم ہوا۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَأً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحديث ۵۹۸،نسائی، رقم الحديث ۸۷۴،مسند احمد ، رقم الحديث ۶۵۰ ،سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ۱۱۶۱.

وفی الباب عن ابن عمر، وعبد الله بن عمرو :حديث على حديث حسن،واختار إسحاق بن إبراهيم أن لا يفصل فی الأربع قبل العصر واحتج بهذا الحديث وقال :ومعنى أنه يفصل بينهن بالتسليم، يعنی :التشهد ، ورأی الشافعی، وأحمد :صلاة الليل والنهار مثنى مثنى يختاران الفصل "

وفی حاشية مسند احمد:إسناده قوی، رجاله ثقات.

[1] (وعن علی رضی الله عنه قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلی قبل العصر أربع ركعات، يفصل بينهن بالتسليم على الملائكة المقربين، ومن تبعهم من المسلمين) : والأظهر ما قاله ابن حجر :فيه نظر ;إذ لفظ الحديث يأبى ذلك، وإنما المراد بالتسليم فيه للتحلل من الصلاة، فيسن للمسلم منها أن ينوی بقوله :السلام عليكم، من على يمينه ويساره وخلفه من الملائكة ومؤمنی الإنس والجن .اهـ .لكن ما تقدم أنسب إلى المذهب، ولا شك أنه يجوز إذا صلى أربعا أن يكون بتسليمة أو بتسليمتين، والخلاف فی الأولوية، ولاختلاف الآثار خير محمد بن الحسن والقدوری بين أن يصلی أربعا قبل العصر أو ركعتين (مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۸۹۴، كتاب الصلاة ،باب السنن وفضائلها)

أَرْبَعًا (سنن الترمذی) ؎۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے، جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھے (ترمذی، ابوداؤد، مسند احمد، ابنِ حبان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم کی دعا فرمائی ہے۔ ؎۲

بعض احادیث میں عصر سے پہلے چار رکعت پڑھنے پر جہنم کے حرام ہونے، یا جہنم سے محفوظ رہنے کا ذکر آیا ہے، اور ان احادیث کی سند پر اگرچہ محدثین نے کلام کیا ہے۔ ؎۳

؎۱ رقم الحدیث ۴۳۰، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی الأربع قبل العصر، واللفظ لہٗ، سنن ابی داوٗد، رقم الحدیث ۱۲۷۱، مسند احمد، رقم الحدیث ۵۹۸۰، صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۲۴۵۳.

قال الترمذی: ہذا حدیث حسن غریب .

فی حاشیۃ مسند احمد: إسنادہ حسن.

قال شعیب الانؤوط: اسنادہ حسن (حاشیۃ ابنِ حبان)

؎۲ (وعن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " :رحم اللہ امرء ا "، أی :شخصا، والجملۃ دعاء أو إخبار قالہ ابن الملک، والأظہر الثانی، مع أن دعوتہ مستجابۃ لا تتخلف، فدعاؤہ فی معنی الإخبار متضمن للبشارۃ ")صلی قبل العصر أربعا ") : والمراد سنۃ العصر قالہ ابن الملک، وہی من المستحبات(مرقاۃ المفاتیح ج۳ص ۸۹۴، باب السنن وفضائلہا)

؎۳ عن أم سلمۃ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال :من صلی أربع رکعات قبل العصر حرم اللہ بدنہ علی النار ، قلت :یا رسول اللہ قد رأیتک تصلی وتدع، قال : لست کأحدہم(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۶۱۱، ج۲۳ص ۲۸۱)

قال الہیثمی:

رواہ الطبرانی فی الکبیر، وفیہ نافع بن مہران وغیرہ، ولم أجد من ذکرہم(مجمع الزوائد ج۲ص ۲۲۲)

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال :جئت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاعد فی أناس من أصحابہ، فیہم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، فأدرکت آخر الحدیث، ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول :من صلی أربع رکعات قبل العصر لم تمسہ النار فقلت بیدی ہکذا، یحرک بیدہ :إن ہذا حدیث جید فقال لی عمر بن الخطاب :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لیکن فضیلت کے ثبوت کی حد تک ان احادیث کے قبول کرنے میں حرج نہیں۔

مذکورہ احادیث میں تو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے، جبکہ بعض احادیث میں عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يُصَلِّيْ صَلَاةً إِلَّا تَبِعَهَا رَكْعَتَيْنِ غَيْرَ الْعَصْرِ وَالْغَدَاةِ، فَإِنَّهُ كَانَ يَجْعَلُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَهُمَا

(شرح معانی الآثار) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو (فرض) نماز بھی پڑھا کرتے تھے، اس کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، سوائے عصر اور فجر کے، فجر اور عصر کی نماز میں دو رکعتیں پہلے پڑھا کرتے تھے (شرح معانی الآثار)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

لما فاتک من صدر الحديث أجود وأجود، قلت :يا ابن الخطاب، فهات، فقال عمر بن الخطاب :حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه :من شهد أن لا إله إلا الله دخل الجنة.

لا يروى هذا الحديث عن عبد الله بن عمرو عن عمر إلا بهذا الإسناد، تفرد به حجاج (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۲۵۸۰)

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الأوسط، وفيه حجاج بن نصر، والأكثرون على تضعيفه(مجمع الزوائد ج ا ص ۲۲)

عن عبد الله بن عَمرو، قال :قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم :مَنْ صَلَّى قَبْلَ العَصْرِ أَرْبَعًا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۴۳۰۹)

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الأوسط، وفيه عبد الكريم أبو أمية وهو ضعيف وهو فی الكبير مختصرا بلفظ " :حرمه الله على النار "(مجمع الزوائد، ج۲ص ۲۲۲)

عن علی، قَالَ :سمعت النبی صلى الله عليه وسلم،يقول :أربع ركعات من صلاهن قبل العصر حرمه الله على النار(تاريخ اصبهان، ج۲ص ۱۴۵)

[1] رقم الحديث ۱۸۱۶، كتاب الصلاة، باب الركعتين بعد العصر.

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عصر کی نماز کے بعد کوئی سنت ونفل نماز نہیں ہے۔
بعض اور روایات میں بھی عصر سے پہلے دو رکعتوں کا ذکر آیا ہے۔ [1]
حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

وَكَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْعَصْرِ ، إِلَّا أَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعُدُّوْنَهَا مِنَ السُّنَّةِ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: اور صحابۂ کرام وتابعین عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے، مگر یہ حضرات ان دو رکعتوں کو سنت شمار نہیں کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ، عبدالرزاق)

ممکن ہے کہ بعض اوقات صحابۂ کرام وتابعین عصر سے پہلے چار رکعتیں اور بعض اوقات دو رکعتیں پڑھا کرتے ہوں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُصَلِّيْ عَلٰى إِثْرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوْبَةٍ رَكْعَتَيْنِ، إِلَّا الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۰۱۲) [3]

---

[1] عن عنبسة بن أبي سفيان، عن أخته أم حبيبة زوج النبي صلى الله عليه وسلم، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال :من صلى اثنتي عشرة ركعة في يوم بني الله له بيتا في الجنة، أربعا قبل الظهر، واثنتين بعدها، وركعتين قبل العصر، وركعتين بعد المغرب، وركعتين قبل الصبح (مستدرک حاكم،رقم الحديث ۱۱۷۳)
قال الحاكم: كلا الإسنادين صحيحان على شرط مسلم، ولم يخرجاه فشواهدها كلها صحيحة: فمنها متابعة النعمان بن سالم ومكحول الفقيه والمسيب بن رافع "
عن علي عليه السلام، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي قبل العصر ركعتين (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۱۲۷۲)
حدثتني ميمونة، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي قبل العصر ركعتين (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۶۹، ج۲۴ ص۲۷)

[2] رقم الحديث ۶۰۲۴، كتاب الصلاة، باب فيما يحب من التطوع بالنهار، واللفظ لهٗ،مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۴۸۳۰.

[3] في حاشية مسند احمد: إسناده قوي، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عاصم بنِ ضمرة، فمن رجال أصحاب السنن، وهو صدوق.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، سوائے فجر اور عصر کے (مسند احمد)

ان احادیث وروایات کی روشنی میں فقہائے احناف نے فرمایا کہ عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنا مستحب یا سنتِ غیر مؤکدہ ہے، اور اگر چار کے بجائے دو رکعتیں پڑھی جائیں، تب بھی فضیلت سے خالی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ عصر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں پڑھنا سنت ومستحب ہے، اور اگر کوئی چار رکعتیں نہ پڑھ سکے، تو دو رکعتیں پڑھنا بھی اجر وثواب سے خالی نہیں۔ [1]

اور عصر کی نماز کے بعد سنت ونفل نماز نہیں ہے۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۲/ذی الحجہ/۱۴۳۳ھ 19/اکتوبر/2012ء بروز جمعہ

---

[1] (ويستحب أربع قبل العصر، وقبل العشاء وبعدها بتسليمة) وإن شاء ركعتين(الدرالمختار)

(قوله ويستحب أربع قبل العصر) لم يجعل للعصر سنة راتبة لأنه لم يذكر فى حديث عائشة المار بحر قال فى الإمداد وخير محمد بن الحسن والقدورى المصلى بين أن يصلى أربعا أو ركعتين قبل العصر لاختلاف الآثار (قوله وإن شاء ركعتين) كذا عبر فى منية المصلى .وفى الإمداد عن الاختيار :يستحب أن يصلى قبل العشاء أربعا وقيل ركعتين، وبعدها أربعا وقيل ركعتين اهـ . والظاهر أن الركعتين المذكورتين غير المؤكدتين(ردالمحتار، ج٢ ص ١٣، باب الوتر والنوافل)

وإنما ذكر فى الأصل فى التطوع بالأربع قبل العصر حسن؛ لأن كون الأربع من السنن الراتبة غير ثابت؛ لأنها لم تذكر فى حديث عائشة، ولم يرو أنه -صلى الله عليه وسلم - كان يواظب على ذلك؛ ولذا اختلفت الروايات فى فصله إياها .وروى فى بعضها أنه صلى أربعا، وفى بعضها ركعتين فإن صلى أربعا كان حسنا (بدائع الصنائع، ج ١ ص ٢٨٥، كتاب الصلاة،فصل الصلاة المسنونة)

www.idaraghufran.org

(۵)

مغرب کی نماز کے بعد کی سنتیں

سوال

مغرب کی نماز کے بعد کتنی رکعتیں سنت ہیں، اور یہ سنتِ مؤکدہ ہیں یا غیرمؤکدہ؛ اوران کا ثبوت کیا ہے؟

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جواب

مغرب کی نماز کے بعد دو رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دو رکعتوں کا پابندی کے ساتھ پڑھنا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ ثَابَرَ عَلٰى ثِنْتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ السُّنَّةِ بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ:أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سنت کی بارہ رکعتوں پر مداومت (وپابندی) اختیار کرے گا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنادیں

---

[1] رقم الحديث ۴۱۴، كتاب الصلاة، باب ما جاء فيمن صلى فى يوم وليلة ثنتى عشرة ركعة من السنة، ما له فيه من الفضل، واللفظ لهٗ، ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۱۴۰، نسائى، رقم الحديث ۱۷۹۵، مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۶۰۲۸.

قال الترمذی: وفی الباب عن أم حبيبة، وأبی هريرة، وأبی موسى، وابن عمر، :حديث عائشة حديث غريب من هذا الوجه، ومغيرة بن زياد قد تكلم فيه بعض أهل العلم من قبل حفظه.

گے، ظہر سے پہلے چار رکعت، اور ظہر کے بعد دو رکعت، اور مغرب کے بعد دو رکعت، اور عشاء کے بعد دو رکعت، اور فجر سے پہلے دو رکعت (ترمذی)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِيْ بَيْتِهٖ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِيْ بَيْتِهٖ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعتیں محفوظ کیں، دو رکعتیں ظہر سے پہلے، اور دو رکعتیں ظہر کے بعد، اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اپنے گھر میں، اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اپنے گھر میں، اور فجر سے پہلے دو رکعتیں (بخاری)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِيْ بَيْتِهٖ (ترمذی) [2]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے گھر میں مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھیں (ترمذی)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِيْ بَيْتِهٖ (مسند احمد، رقم الحدیث ۴۷۵۷) [3]

---

[1] رقم الحدیث ۱۱۸۰، کتاب التهجد، باب الرکعتین قبل الظهر، واللفظ لهٗ، ترمذی، رقم الحدیث ۳۹۸.

[2] رقم الحدیث ۴۳۲، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء أنه یصلیهما فی البیت.
قال الترمذی: وفی الباب عن رافع بن خدیج، وکعب بن عجرۃ: حدیث ابن عمر حدیث حسن صحیح.

[3] فی حاشیة مسند احمد: إسناده صحیح علی شرط الشیخین.

Idara Ghufran

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلٰى بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز پڑھتے تھے، پھر میرے گھر لوٹ کر آتے تھے، پھر دو رکعتیں پڑھتے تھے (ابن ماجہ)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِنَا الْمَغْرِبَ فِيْ مَسْجِدِنَا فَلَمَّا سَلَّمَ مِنْهَا قَالَ: اِرْكَعُوْا هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِلسُّبْحَةِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٦٢٤) [2]

ترجمہ: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، پھر ہمیں ہماری مسجد میں (مغرب کی) نماز پڑھائی، پھر جب مغرب کی نماز کا سلام پھیرا، تو فرمایا کہ تم مغرب کے بعد ان دو نفل (یعنی سنت) رکعتوں کو اپنے گھروں میں پڑھو

(مسند احمد)

حضرت کعب عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتٰى مَسْجِدَ بَنِيْ عَبْدِ الْأَشْهَلِ، فَصَلّٰى فِيْهِ الْمَغْرِبَ، فَلَمَّا قَضَوْا صَلَاتَهُمْ رَآهُمْ يُسَبِّحُوْنَ بَعْدَهَا، فَقَالَ: هٰذِهِ صَلَاةُ الْبُيُوْتِ (سنن ابی داؤد) [3]

---

[1] رقم الحديث ١١٦٤، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فى الركعتين بعد المغرب.

[2] فى حاشية مسند احمد: إسناده حسن من أجل محمد بن إسحاق، وباقي رجاله ثقات.

[3] رقم الحديث ١٣٠٠، كتاب الصلاة، باب ركعتى المغرب أين تصليان؟

Idara Ghufran

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لائے، پھر اس میں مغرب کی نماز پڑھی، پھر جب لوگوں نے اپنی نماز ادا کرلی، تو آپ نے انہیں دیکھا کہ وہ نماز کے بعد نفل (یعنی سنت) پڑھ رہے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ گھروں کی نماز ہے (ابوداؤد)

محدثین اور فقہائے کرام نے فرمایا کہ سنت اور نفل نمازوں کو اور بطورِ خاص مغرب کے بعد کی سنتوں کو گھر میں پڑھنا افضل ہے، اور احادیث میں جو گھروں میں پڑھنے کا ذکر وحکم ہے، وہ مستحب درجہ کا ہے، لہٰذا اگر کوئی مسجد میں پڑھے، تو بھی جائز ہے۔ [1]

جلیل القدر صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام سے بھی مغرب کے بعد کی ان دو رکعتوں کو گھروں میں پڑھنا منقول ہے۔ [2]

بہر حال مذکورہ احادیث سے مغرب کے بعد دو سنتوں کا پڑھنا معلوم ہوا۔

---

[1] (اركعوا) نـدبـا (هـاتين الركعتين في بيوتكم) أى صـلـوهـا فـى منازلكم لا فى المسجد .لأن صـلاتهـمـا فـى البيت أبعد عن الرياء ثم بينهما بقوله (السبحة) بـضـم السين وسكون الموحدة (بعد المغرب) أى الـنـافـلـة بعد المغرب سميت النافلة سبحة لاشتمالها على التسبيح واتفقوا على ندب ركـعتيـن بـعـد الـمـغـرب وهـمـا من الرواتب واتفق الشافعية والحنفية على ندب جعلهما فى البيت وصرح الحنفية بكراهة فعلها فى المسجد .قال فى فتح القدير :ووقوعها سنة لا ينافى كراهة فعلها فيـه وذهـب بـعـض الـعلماء إلى أنه يعصى .وحـكـى عـن أبـى ثور ثم إنه لا اختصاص لذلك بسنة الـمـغـرب بل جميع الرواتب يندب جعلها فى البيت بدليل خبر النسائى الآتى :أفضل الصلاة صلاة الـمـرء فـى بيتـه إلا الـمـكـتـوبة وإنـمـا خـصـهـا لأنـه رأى رجلا يصليها فى المسجد(فيض القدير ج ا ص ۴۷۸، تحت رقم الحديث ۹۵۴،حرف الهمزة)

[2] عن سعد بن إبراهيم ، عن أبيه ، قال :كان عبد الرحمن بن عوف يصلى الركعتين بـعـد المغرب فى بيته(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۶۴۳۲ ،كتـاب الصلاة،باب من كان يستحب أن يصلى الركعتين بعد المغرب فى بيته)

حدثنا العباس بن سهل الساعدى ، قال :لقد أدركت زمان عثمان بن عفان ، وإنه ليسلم مـن الـمـغـرب ، فما أرى رجلا واحدا يصليهما فى المسجد ، يبتدرون أبواب المسجد حتى يخرجوا ، فيصلونها فى بيوتهم(ايضاً، رقم الحديث ۶۴۳۴)

عـن جـعـفـر ، عن ميمون ، قال :كـانـوا يستـحـبـون هـاتيـن الـركعتين بعد المغرب فى بيوتهم(ايضاً، رقم الحديث ۶۴۳۵)

www.idaraghufran.org

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

مَا أُحْصِی مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ، وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ(سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے شمار مرتبہ سنا کہ آپ مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں اور فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں قل یاایہا الکافرون اور قل ہواللہ احد پڑھا کرتے تھے (ترمذی)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعًا وَّعِشْرِيْنَ، أَوْ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً ، يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ، وَالرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ، وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ(مسند احمد) [2]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چوبیس یا پچیس مرتبہ غور سے دیکھا کہ آپ فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں اور مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں قل یاایہا الکافرون اور قل ہواللہ احد پڑھا کرتے تھے (مسند احمد،ابنِ حبان،نسائی)

اسی قسم کی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے بھی مروی ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحدیث ۴۳۱،ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی الرکعتین بعد المغرب والقراء ۃ فیھما.
قال الترمذی:وفی الباب عن ابن عمر :حدیث ابن مسعود حدیث غریب من حدیث ابن مسعود لا نعرفہ إلا من حدیث عبد الملک بن معدان، عن عاصم.

[2] رقم الحدیث ۵۷۴۲،واللفظ لہٗ،صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۲۴۵۹،سنن النسائی ،رقم الحدیث ۹۹۲.
فی حاشیۃ مسند احمد:إسنادہ صحیح علی شرط الشیخین.
وفی حاشیۃ ابنِ حبان:إسنادہ صحیح علی شرطھما.

[3] عن عائشۃ، قالت :کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الرکعتین قبل الصبح والرکعتین بعد المغرب :قل یا أیھا الکافرون وقل ھو اللہ أحد.
لا یروی ھذا الحدیث عن محمد بن علی، عن عائشۃ إلا بھذا الإسناد، تفرد بہ :ھارون بن مسلم "(المعجم الاوسط للطبرانی ، رقم الحدیث ۷۳۰۴)

www.idaraghufran.org

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيلُ الْقِرَاءَةَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، حَتّٰى يَتَفَرَّقَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ(سنن ابی داؤد) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں لمبی قرأت کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ مسجد کے لوگ چلے جاتے تھے (طبرانی)

اس سے پہلی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مغرب کے بعد کی دو رکعتوں کو گھر میں پڑھنے اور ان دو رکعتوں میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھنے کا ذکر ہے، جبکہ مذکورہ روایت میں مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں لمبی قرائت کرنے اور ان دو رکعتوں کو مسجد میں پڑھنے کا ذکر ہے۔

اگرچہ اس حدیث کے مقابلہ میں پہلی احادیث سند کے اعتبار سے زیادہ قوی اور مضبوط ہیں، لیکن اس روایت کو قبول کرنے کی صورت میں یہ معنیٰ ہو سکتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات مغرب کے بعد کی دو رکعتوں کو مسجد میں بھی ادا فرمایا ہے، اور ان میں لمبی قرائت بھی فرمائی ہے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ مغرب کے بعد کی ان دو رکعتوں کو مسجد میں پڑھنا بھی جائز ہے، اور ان میں لمبی قرائت کرنا بھی جائز ہے۔ ؎۲

؎۱ رقم الحديث ۱۳۰۱، كتاب الصلاة، باب ركعتي المغرب أين تصليان؟واللفظ لهٗ،المعجم الكبير للطبرانی،رقم الحديث ۱۲۳۲۳، مختصر قيام الليل وقيام رمضان و كتاب الوتر لمحمد بن نصر المروزی، ص۸۵، باب اطالة الركعتين بعد المغرب)

قال أبو داود :رواه نصر المجدر، عن يعقوب القمی، وأسنده مثله.قال أبو داود :حدثناه محمد بن عيسى بن الطباع، حدثنا نصر المجدر، عن يعقوب مثله.

وقال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير، وفيه يحيى بن عبد الحميد الحمانی وهو ضعيف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۳۸۱، باب الصلاة قبل المغرب وبعدها)

؎۲ وروى أبو داود فی سننه عن بن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يطيل القراءة بعد المغرب حتى يتفرق أهل المسجد ففی هذا الحديث أيضا دلالة على أن النبی صلى الله عليه وسلم صلى الركعتين بعد المغرب فی المسجد لكن فی سنده يعقوب بن عبد الله القمی.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

حضرت مکحول رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

بَلَغَنِیُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنُ صَلّٰی رَکُعَتَیُنِ بَعُدَ الْمَغُرِبِ قَبُلَ أَنُ یَّتَکَلَّمَ کُتِبَا ۔ أَوُ رُفِعَتَا ۔ فِیُ عِلِّیِّیُنَ (مصنف عبدالرزاق) [۱]

ترجمہ: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مغرب کے بعد بات کرنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں، تو وہ علیین (یعنی بلند درجات والوں) میں لکھ دی جائیں گی، یا علیین میں اٹھالی جائیں گی (عبدالرزاق، ابنِ ابی شیبہ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال المنذری قال الدارقطنی لیس بالقوی انتھی.

فطریق الجمع بین ھذہ الأحادیث أن یقال إنه یجوز فعل الرکعتین بعد المغرب فی المسجد والأولی والأفضل أن تصلیا فی البیت واللہ تعالی أعلم(تحفة الاحوذی، ج۳ص ۱۸۱، ۱۸۲، ابواب السفر، باب ما ذکر فی الصلاة بعد المغرب أنه فی البیت)

قلت :الأمر فی حدیث محمود بن لبید ھذا محمول علی الندب جمعاً بینه وبین الأحادیث التی تدل علی صلاته -صلی اللہ علیه وسلم -بعد المغرب فی المسجد کحدیث ابن عباس الآتی وغیرہ مما ذکرنا فی شرح حدیث ابن عمر .(علیکم بھذہ الصلاة فی بیوت) إرشاد لما ھو الأفضل والأولی.

قوله :(کان رسول اللہ -صلی اللہ علیه وسلم -یطیل القراء ة فی الرکعتین بعد المغرب) أی أحیاناً لما تقدم فی باب القراء ة من حدیث ابن مسعود أنه کان یقرأ فیھما الکافرون والإخلاص .(حتی یتفرق أھل المسجد) ظاھرہ أنه کان یصلیھما فی المسجد، فیحمل علی أن فعلھما فیه لعذر منعه من دخول البیت .والأظھر أنه یحمل علی بیان الجواز .قال محمد بن نصر :لعله أن یکون قد فعل ھذا مرة .وقیل :یحمل علی وقت الاعتکاف .وقیل :یحتمل أنه کان یفعلھما فی البیت، وإن ابن عباس علم بذلک، لأن بیته -صلی اللہ علیه وسلم -کان متصلاً بالمسجد، ولم یکن بینھما إلا جدار، وکان فی الجدار باب إلی المسجد .(رواہ أبوداود) وسکت نه، وأخرجه أیضاً محمد بن نصر فی قیام اللیل والبیھقی وفی سندہ یعقوب بن عبد اللہ الأشعری أبوالحسن القمی بضم القاف وتشدید المیم .قال النسائی :لیس به بأس .وقال أبوالقاسم الطبرانی :کان ثقة .وذکرہ ابن حبان فی الثقات .وقال الدارقطنی:لیس بالقوی .مات سنة أربع وسبعین ومائة .کذا فی تھذیب التھذیب. وقال فی التقریب :صدوق یھم .خرج له البخاری تعلیقاً فی الطب .وروی الطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس أن النبی -صلی اللہ علیه وسلم -کان یصلی بعد المغرب رکعتین یطیل فیھما القراء ة حتی یتصدع أھل المسجد، ذکرہ الھیثمی فی مجمع الزوائد، وقال :فیه یحیی بن عبد الحمید الحمانی، وھو ضعیف(مرعاة المفاتیح، ج۴ص ۱۵۹، کتاب الصلاة، باب السنن وفضائلھا)

[۱] رقم الحدیث ۴۸۳۳، کتاب الصلاة،باب التطوع قبل الصلاة وبعدھا،واللفظ لهٗ، مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۵۹۸۶، کتاب الصلاة،المراسیل لابی داوٗد، رقم الحدیث ۷۳.

www.idaraghufran.org

جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

لَقَدْ تَرَكْتُ ، أَوْ لَوْ تَرَكْتُ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ لَخَشِيتُ أَنْ لَّا يُغْفَرَ لِيْ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: میں اگر مغرب کے بعد کی دو رکعتیں (بغیر کسی عذر کے) چھوڑ دوں، تو مجھے خوف ہے کہ میری مغفرت نہیں ہوگی (ابنِ ابی شیبہ)

اس قسم کی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد کی دو رکعتیں سنت ہیں، اور یہ مؤکدہ درجہ کی سنتیں ہیں، جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عام طور پر گھر میں پڑھنا ثابت ہے، اور مسجد میں پڑھنا بھی جائز ہے؛ اور ان دو رکعتوں میں جونسی سورتوں کی چاہے، قرائت کرنا جائز ہے۔

البتہ اگر پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھے تو بہتر اور سنت کے زیادہ لائق ہے، مگر ضروری نہیں۔ [2]

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۲/ذی الحجہ/۱۴۳۳ھ 19/اکتوبر/2012ء بروز جمعہ

---

[1] رقم الحديث ۵۹۸۷، كتاب الصلاة، باب في ثواب الركعتين بعد المغرب.

[2] يستحب أن يقرأ فيهما (قل يا أيها الكافرون) و (قل هو الله أحد) لحديث ابن مسعود ما أحصى ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في الركعتين بعد المغرب وفي الركعتين قبل صلاة الفجر ب (قل يا أيها الكافرون) و (قل هو الله أحد) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۱۵۹، وص ۱۶۰، الركعتان بعد المغرب، مادة "صلاة التطوع")

www.idaraghufran.org

(۶)

نمازِ مغرب سے پہلے نوافل اور اُن کا شرعی حکم

مغرب کی نماز کو سورج غروب ہونے کے بعد جلد از جلد پڑھنے سے متعلق صحیح وصریح اور کثیر احادیث وروایات اور صحابۂ کرام کے آثار موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ افضل اور مستحب یہ ہے کہ غروب کے بعد جلد از جلد مغرب کی نماز پڑھ لی جائے۔

اور ان میں سے کسی حدیث وروایت میں بھی مغرب سے پہلے نفل پڑھنے کا ذکر نہیں۔ [1]

البتہ بعض اوقات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مخصوص شرائط کے ساتھ سورج غروب ہونے کے بعد اور مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے، لیکن اولاً تو یہ مستقل اور دائمی معمول نہیں تھا، دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین سے ان نفلوں کا پڑھنا یا ان کی ترغیب دینا ثابت نہیں، بلکہ مغرب کی نماز کو سورج غروب ہونے کے بعد جلد از جلد جو پڑھنے کی شریعت نے ترغیب دی ہے، اور ان نوافل سے کسی درجہ میں وہ فضیلت بھی متاثر ہوتی ہے۔

اس لئے مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت کے بقدر وقفہ کرنا یا دو رکعت پڑھنا فی نفسہٖ جائز تو قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن اس کو سنت قرار دیا جانا مناسب نہیں ہے۔

اور افضل ومستحب یہی ہے کہ نوافل پڑھے بغیر جلد از جلد مغرب کی نماز ادا کی جائے۔

اور اگر ان نوافل کو سنت قرار دیا جائے، یا اس میں کوئی دوسری خرابی لازم آئے، مثلاً اقامت ہونے کے باوجود لوگ نوافل میں مشغول رہیں، تو پھر اس کو ممنوع ومکروہ قرار دیا جائے گا۔ [2]

---

[1] اس قسم کی احادیث ہم نے اپنی دوسری کتاب ''نماز کے فضائل واحکام'' میں ''مغرب کے مستحب اور جائز ومکروہ اوقات کی تحقیق'' میں نقل کردی ہیں۔

[2] جمہور فقہائے کرام (حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ) کے نزدیک مغرب سے پہلے نوافل سنت ومستحب نہیں، البتہ شافعیہ کے دو قول ہیں، ان کے نزدیک استحباب راجح ہے، لیکن اسی وقت تک، جب تک کہ اقامت شروع نہ ہو، اور دلائل کے لحاظ سے جمہور کا قول راجح ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہم نے جو کچھ اس سلسلہ میں عرض کیا، اس کی تفصیل احادیث وروایات اور آثار کی روشنی میں ذکر کی جاتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(فإن قيل) لم يذكر فى هذا الكتاب وقتا آخر وهو بعد غروب الشمس قبل صلاة المغرب والتطوع فيه مكروه أيضا (قلنا) نعم ولكن هذا النهى ليس لمعنى فى الوقت بل لما فيه من تأخير المغرب كالنهى عن الصلاة عند الخطبة ليس لمعنى بل لما فيه من الاشتغال عن سماع الخطبة فلهذا لم يذكره هنا. الخ(المبسوط للسرخسى، ج ١ ص ١٥٣ ،باب مواقيت الصلاة)

ثم الثابت بعد هذا هو نفى المندوبية، أما ثبوت الكراهة فلا إلا أن يدل دليل آخر، وما ذكر من استلزام تأخير المغرب فقد قدمنا من القنية استثناء القليل والركعتان لا تزيد على القليل إذا تجوز فيهما(فتح القدير ، ج ١ ص ٤٤٦، كتاب الصلاة، باب النوافل)

(قوله :وقبل المغرب) أى ومنع عن التنفل بعد غروب الشمس قبل صلاة المغرب لما رواه أبو داود سئل ابن عمر -رضى الله عنهما -عن الركعتين قبل المغرب فقال ما رأيت أحدا على عهد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يصليهما وهو يقتضى نفى المندوبية، أما ثبوت الكراهة فلا إلا أن يدل دليل آخر وما ذكر من استلزام تأخير المغرب فقد قدمنا عن القنية استثناء القليل والركعتان لا تزيد على القليل إذ تجوز فيهما (البحرالرائق،ج ١ ص ٢٦٦، كتاب الصلاة، باب التنفل بعد صلاة الفجر والعصر)

فالجواب الصحيح المحقق عنه انه لاينكر جواز الركعتين قبل المغرب وانما ينكر وضعهما موضع السنة (اعلاء السنن ج٢ ص ٦٨)

فلا ينبغى لأحد أن يصلى نافلة قبل صلاة المغرب؛ لأن تعجيل صلاة المغرب فى أول وقتها أفضل (مواهب الجليل ج ١ ص ٤١٨، كتاب الصلاة، مواقيت الصلاة)

منها ركعتان قبل المغرب بعد الأذان ؛ فظاهر كلام أحمد ، أنهما جائزتان وليستا سنة .

قال الأثرم :قلت لأبى عبد الله، الركعتان قبل المغرب؟ قال :ما فعلته قط إلا مرة، حين سمعت الحديث، وقال :فيهما أحاديث جياد، أو قال :صحاح، عن النبى -صلى الله عليه وسلم -وأصحابه والتابعين .إلا أنه قال " :لمن شاء ." فمن شاء صلى .وقال :هذا شىء ينكره الناس .وضحك كالمتعجب، وقال :هذا عندهم عظيم .والدليل على جوازهما ما روى أنس، قال :كنا نصلى على عهد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -ركعتين بعد غروب الشمس قبل صلاة المغرب .قال المختار بن فلفل :فقلت له، أكان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -صلاهما؟ قال :كان يرانا نصليهما، فلم يأمرنا ولم ينهنا(المغنى لابنِ قدامة، ج ٢ ص ٩٦،كتاب الصلاة، باب الساعات التى نهى عن الصلاة فيها)

قال الاثرم قلت لاحمد الركعتين قبل المغرب قال مافعلته قط الا مرة حين سمعت الحديث .وفى الفتح حتى سمعت الحديث ....والصواب عند شيخنا لفظ بدل العينى وقال ويدل عليه مافيه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ كَذٰلِكَ يُصَلُّوْنَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ.

قَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَأَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيْلٌ

(بخاری) [۱]

ترجمہ: مؤذن جب اذان دیتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بعض حضرات کھڑے ہوجاتے، اور ستونوں کی طرف جلدی کرتے، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے، تو وہ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے میں مشغول ہوتے، اور اذان اور اقامت کے درمیان کچھ نہیں ہوتا تھا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مسند احمد ولم ادرک ذلک مع تصفح المظان وبلفظ حين سمعت الحديث فى المغنى (۱۰۷۰) فالظاهر بل المتعين انه وقع التصحيف فى الفتح فى كلمة حين فتغيرت الىٰ حتى (معارف السنن ج۲ ص۱۴۴، باب ماجاء فى الصلاة قبل المغرب)

وفى استحباب ركعتين قبل المغرب وجهان لاصحابنا منهم من قال باستحبابهما وان لم يكونا من الرواتب المؤكدة لما روى عن انس رضى الله عنه قال "صليت الركعتين قبل المغرب على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم قيل له رأكم رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نعم فلم يأمرنا ولم ينهنا وروى عبد الله المزنى رضى الله عنه ان النبى صلى الله عليه وسلم قال "صلوا قبل المغرب ركعتين ثم قال صلوا قبل المغرب ركعتين ثم قال فى الثالثة لمن شاء كراهية ان يتخذها الناس سنة "وبهذا الوجه قال ابو اسحق الطوسى وكذلك أبو زكريا السكرى قيل إنه ذكره فى شرح الغنية لابن سريج ومنهم من قال لا يستحبان لما روى عن ابن عمر رضى الله عنهما أنه سئل عنهما فقال " ما رأيت أحدا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يصليهما "وعن عمر رضى الله عنه "انه كان يضرب عليهما "وبهذ قال أبو حنيفة(شرح الوجيز، ج۴،ص۲۱۸، كتاب الصلاة،الباب السابع فى صلاة التطوع)

[۱] رقم الحديث ۶۲۵، كتاب الاذان،باب :كم بين الأذان والإقامة، ومن ينتظر الإقامة.

www.idaraghufran.org

عثمان بن جبلہ اور ابوداؤ د نے شعبہ سے جو روایت کی ہے، اس میں یہ ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان بہت تھوڑا سا فاصلہ ہوتا تھا (بخاری)

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱)......تمام صحابۂ کرام یہ دو رکعتیں نہیں پڑھا کرتے تھے، کمایفهم من قوله "قَامَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

(۲)......جو صحابۂ کرام پہلے سے موجود ہوتے، ان میں سے ہی بعض صحابۂ کرام یہ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، نہ کہ بعد میں آنے والے۔

(۳)...... یہ دو رکعت پڑھنے والے حضرات ایک طرف ہوکر یہ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، تاکہ دوسرے لوگوں کو خلل واقع نہ ہو۔

(۴)......اذان واقامت کے درمیان فاصلہ نہیں ہوا کرتا تھا، اور بعض روایات کے مطابق بہت کم فاصلہ ہوا کرتا تھا۔

جس کا مطلب بعض حضرات نے یہ بیان فرمایا کہ دو رکعت پڑھنے والے حضرات اذان کے ختم ہونے کا بھی انتظار نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ اذان شروع ہونے کے ساتھ یا اذان کے دوران ہی نیت باندھ لیا کرتے تھے، اور اذان کے فارغ ہونے کے ساتھ یا متصل بعد ہی دو رکعتوں سے فارغ ہو جایا کرتے تھے، اور احادیث میں بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

اور بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ بس ہلکی پھلکی دو رکعت سے زیادہ وقفہ نہیں ہوا کرتا تھا۔ [1]

---

[1] حدثنی موسى بن أنس بن مالک، عن أبيه، قال " " :كان إذا قام المؤذن فأذن صلاة المغرب فی المسجد بالمدينة، 1)) قام من شاء فصلى حتى تقام الصلاة، ومن شاء ركع ركعتين ثم قعد، وذلک بعين النبی صلى الله عليه وسلم "(مسند احمد رقم الحديث ۱۳۰۵۸)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت مختار بن فلفل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْعَصْرِ، فَقَالَ: كَانَ عُمَرُ يَضْرِبُ الْأَيْدِيَ عَلٰى صَلَاةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَكُنَّا نُصَلِّيْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی حاشية مسند احمد: رجاله ثقات.

ولم تكن الصحابة يصلون بينهما بل كانوا يشرعون فی الصلاة فی أثناء الأذان ويفرغون مع فراغه(فيض القدير للمناوی تحت رقم الحديث ٣١٦٩)

وقد زعم بعضهم :أن قيام الصحابة للصلاة كان إذا ابتدأ المؤذن فی الأذان، ولم يكن بين الأذان والإقامة، واستدل برواية من روى(ولم يكن بين الأذان والإقامة شیء)............فی (مسند الإمام أحمد) من حديث معلى بن جابر، عن موسى بن أنس، عن أبيه، قال :كان إذا قام المؤذن فأذن لصلاة المغرب قام من يشاء ، فصلى حتى تقام الصلاة، ومن شاء ركع ركعتين، ثم قعد، وذلك بعينی رسول الله -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -.ومعلى بن جابر، مشهور، روى عنه جماعة، وذكره ابن حبان فی (ثقاته) . وهذا ظاهر فی انهم كانوا يقومون إذا شرع المؤذن فی الأذان، وأن منهم من كان يزيد على ركعتين(فتح البارى لابنِ رجب، ج۵ص۳۴۷،۳۴۸، كتاب الاذان،باب كم بين الأذان والإقامة)

والصحابة انما كانوا يبتدرون السوارى اذا اخذ المؤذن فی الاذان ، كما مرقريبا (اعلاء السنن ج۲ص۷۰)

قوله :(كان المؤذن إذا أذن) ، وفی رواية الإسماعيلی :(إذا أخذ المؤذن فی أذان المغرب) . قوله: (قام ناس) ، وفی رواية النسائی :(قام كبار أصحاب رسول الله، صلى الله عليه وسلم،) . قوله: (يبتدرون) ، أی :يتسارعون ويستبقون .قوله :(السوارى) جمع سارية وهی :الأسطوانة، وكان غرضهم بالاستباق إليها الاستتار بها ممن يمر بين أيديهم لكونهم يصلون فرادى .قوله :(وهم كذلك) ، أی :فی تلك الحالة هم مبتدرون منتظرون الخروج، وفی رواية مسلم زيادة وهی : (فيجیء الغريب فيحسب أن الصلاة قد صليت من كثرة من يصليها) . رواها من طريق عبد العزيز بن صهيب عن أنس .وقال الكرمانی :وفی بعض الروايات :(وهی كذلك) ، بدل :وهم، والأمران جائزان فی ضمير العقلاء ، نحو :الرجال فعلت وفعلوا .قوله :(قال ولم يكن بين الأذان والإقامة شیء) ، أی :قال أنس :ولم يكن بينهما زمان أو صلاة .فإن قلت :هذا أثر وهو ناف، والذی سبق قبله من النبی صلى الله عليه وسلم وهو مثبت، فكيف الجمع بينهما؟ قلت :قال ابن المنير :يجمع بين الروايتين بحمل النفی المطلق على المبالغة مجازا، والإثبات للتعليل على الحقيقة .وقال الكرمانی :وجه الجمع بينهما أن هذا خاص بأذان المغرب، وذاك عام، والخاص إذا عارض العام يخصصه عند الشافعية، سواء علم تأخره أم لا، والمراد بقوله :(كل أذانين) غير أذانی المغرب، وقيل :التنوين فيه للتنكير والتعظيم، ونفی الكثير لا يستلزم نفی القليل، ويؤيد ذلك ما رواه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، فَقُلْتُ لَهُ: أَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاهُمَا؟ قَالَ: كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيهِمَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا، وَلَمْ يَنْهَنَا (مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت انس سے عصر کے بعد نفل پڑھنے کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے پر لوگوں کے ہاتھوں پر مارتے تھے، اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج غروب ہونے کے بعد، مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے، میں نے حضرت انس سے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ دو رکعتیں پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ ہمیں پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے، تو ہمیں نہ ان کا حکم فرماتے تھے، اور نہ ہمیں ان سے منع فرماتے تھے (مسلم)

اور حضرت مصعب بن سلیم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قُلْتُ لَهُ: أَصَلَّاهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَأَمَرَكُمْ بِهِمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ يَرٰى مَنْ يُصَلِّيهِمَا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإسماعيلى من حديث شعبة :(وكان بين الأذان والإقامة قرب .قلت :يدل عليه ما رواه عثمان بن جبلة وأبو داود عن شعبة :(ولم يكن بينهما إلا قليل) . وقيل :حديث الباب على ظاهره، وقوله : ولم يكن بينهما شىء ، يدل على أن عموم قوله :(بين كل أذانين صلاة) مخصوص بالمغرب، فإنهم لم يكونوا يصلون بينهما، بل كانوا يشرعون فى الصلاة فى أثناء الأذان ويفرغون مع فراغه، ويؤيد ذلك حديث بريدة المذكور عن قريب، فإن فيه استثناء المغرب كما ذكرنا .قلت :قول هذا القائل :ويفرغون مع فراغه، فيه نظر لأنه ما فى الحديث شىء يدل على ذلك، وشروعهم فى الأذان لا يستلزم فراغهم مع فراغ الأذان(عمدة القارى للعينى،ج۵ص ۱۳۹ ، كتاب الاذان، باب الاذان قبل الفجر)

[1] رقم الحديث ۸۳۶"۳۰۲"كتاب صلاة المسافرين وقصرها،باب استحباب ركعتين قبل صلاة المغرب.

www.idaraghufran.org

فَلَا يَنْهَاهُ (شرح مشكل الآثار للطحاوى) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت انس سے عرض کیا کہ کیا ان دو رکعتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا تھا؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ نہیں، میں نے عرض کیا کہ کیا آپ حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو رکعتوں کا حکم دیا تھا؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو دیکھ لیتے تھے، جو ان دو رکعتوں کو پڑھتا تھا، تو اسے منع نہیں فرماتے تھے (طحاوی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو رکعتیں نہیں پڑھا کرتے تھے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو ان دو رکعتوں کا حکم فرمایا تھا، اور نہ ان سے منع فرمایا تھا۔

لہٰذا اس سے پہلی حدیث میں مذکور شرائط کے مطابق پڑھنا جائز ہوا، نہ کہ سنت۔

اور بعض دیگر قولی وفعلی احادیث وروایات اور آثار سے بھی ان کے سنت نہ ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ إِلَّا الْمَغْرِبَ

(مسند البزار) [2]

---

[1] رقم الحديث ۵۴۹۷، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم ما روى عن أصحابه بعده فى الصلاة بعد أذان المغرب، من إباحة ومن نهى.

[2] رقم الحديث ۴۴۲۲، ج۱۰ ص۳۰۳، واللفظ لهٗ، شرح مشكل الآثار للطحاوى رقم الحديث ۵۴۹۴، المعجم الاوسط للطبرانى رقم الحديث ۸۳۲۸، سنن دارقطنى رقم الحديث ۱۰۵۰، ورقم الحديث ۱۰۵۱.

قال فى الاعلاء:

قلت واسنادهٗ حسن (اعلاء السنن ج۲ ص۷۴)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر دو اذانوں (یعنی اذان واقامت) کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کے (بزار)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان کوئی مسنون نماز نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال البزار بعد نقل هذا الحديث :

وحيان رجل من أهل البصرة مشهور ليس به بأس .

وقال الهيثمي:

رواه البزار وفيه حبان بن عبيدالله ذكره ابن عدى وقيل إنه اختلط(مجمع الزوائد ج٢ص ٢٣١)

وذكره ابن حبان فى الثقات حيث قال:

حيان بن عبيد الله أبو زهير مولى بنى عدى يروى عن أبى مجلز وأبيه روى عنه مسلم بن إبراهيم وموسى بن إسماعيل(ثقات ابنِ حبان ج٦ ص ٢٣٠)

وقال الطحاوى:

قد وجدنا حيان بن عبيد الله ,أبا زهير وهو رجل محمود فى روايته قد روى هذا الحديث عن ابن بريدة(شرح مشكل الآثار للطحاوى ،تحت رقم الحديث ٥٤٩٤،باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم ما روى عن أصحابه بعده فى الصلاة بعد أذان المغرب، من إباحة ومن نهى)

وقال ابن حجر:

وقال أبو حاتم :صدوق. وقال إسحاق بن راهويه :حدثنا روح بن عبادة حدثنا حيان بن عبيد الله وكان رجل صدق وذكره ابن حبان فى الثقات وقال البيهقى :تكلموا فيه وقال ابن حزم :مجهول فلم يصب(لسان الميزان ج٣ص ٣٠٩،تحت رقم الترجمة ١ ٢٨٤)

وقال العينى:

حيان بن عبيد الله :أبو زهير مولى بنى عدى، ذكره ابن حبان فى كتاب الثقات، وقال : يروى عن أبى مجلز، وأبيه، روى عنه مسلم بن إبراهيم، وموسى بن إسماعيل .قلت: قال أبو بكر البزار :حيان بن عبيد الله من أهل البصرة، رجل مشهور، وليس به بأس، وبه يرد ما قاله ابن حزم :أنه مجهول، وروى له البزار، وأبو جعفر الطحاوى(مغانى الاخيار للعينى تحت رقم الترجمة ٥٤٥،ج ١ ص ٢٥٦،٢٥٧)

[1] نہ کہ یہ مطلب کہ جائز بھی نہیں، جیسا کہ بعض لوگوں کو غلط فہمی لاحق ہوئی۔

قلت :اما مخالفته فى الاسناد فبانه قال: عن عبدالله بن بريدة عن ابيه، وغيره من الحفاظ يروونه عن عبدالله بن بريدة عن عبدالله بن مغفل، ومخالفته فى المتن بانه زاد ”الا المغرب“ وعامة اصحاب عبدالله بن بريدة لايذكرون هذ االزيادة. والجواب عن الاول ان بريدة صحابى فيمكن انه سمع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

چنانچہ اس حدیث کی شرح میں امام مناوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

(بَیْـنَ کُـلِّ اَذَانَیْـنِ صَلاَـۃٌ اِلَّاالْـمَغْرِبَ)فَاِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنَ اَذَانِھَا وَاِقَامَتِھَا صَلاَـۃٌ بَلْ یُنْدَبُ الْمُبَادَرَۃُ اِلَی الْمَغْرِبِ فِیْ اَوَّلِ وَقْتِھَا فَلَوِ اسْتَمَرَّتِ الْـمُـوَاظَبَۃُ عَـلَـی الْاِشْتِـغَـالِ بِغَیْرِھَا کَانَ ذَالِکَ ذَرِیْعَۃٌ اِلٰی مُخَالَفَۃِ اِدْرَاکِ اَوَّلِ وَقْتِھَا (فیض القدیر للمناوی) [۱]

ترجمہ: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کے، پس مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان نماز نہیں ہے بلکہ افضل ومستحب مغرب کو اول وقت میں جلدی ادا کرنا ہے، لہٰذا اگر مغرب کی نماز جلدی ادا کرنے کے بجائے کسی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذلک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او سمع عن عبداللہ بن مغفل عنہ صلی اللہ علیہ وسلم ومرسل الصحابی مقبول اجماعا.

والجواب عن الثانی ان الزیادۃ المذکورۃ لاتنافی فی اصل الحدیث ، فلما کان حیان ھذا صدوقا وثقۃ تقبل زیادتہ کما قال فی النخبۃ(ص۲۵):"وزیادۃ راویھما ای الحسن والصحیح مقبولۃ مالم تقع منافیہ لروایۃ من ھو اوثق ممن لم یذکر ھذہ الزیادۃ" اھـ.قال السیوطی فی "التعقبات"(ص۱۰) :"وعندی ان الحدیث وھم فیہ حیان باسقاط عبداللہ بن مغفل وزیادۃ "الا المغرب"، ویمکن ان لا وھم،فان بریدۃ صحابی، وغایۃ الامر ان یکون مرسل صحابی والزیادۃ المذکورۃ لاتنافی اصل الحدیث" اھـ. قال الحافظ فی الفتح :"وقد وقع فی بعض طرقہ عند الاسماعیلی: "وکان بریدۃ یصلی رکعتین قبل صلاۃ المغرب" فلو کان الاستثناء محفوظا لم یخالف بریدۃ راویہ .

قلت: ھذا لیس من القدح فی شیئ، اما اولا: فلأن فعل بریدۃ لایخالفہ روایتہ، لان معنیٰ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم"بین کل اذانین صلاۃ الاالمغرب" انما ھو ان الصلاۃ بین کل اذانین مسنونۃ او مستحبۃ ماخلاالمغرب، فانھا لیس بین اذانیھا صلاۃ مسنونۃ او مستحبۃ ، وھذا لاینفی الجواز کمامر، فیمکن ان بریدۃ صلاھا نظر الی الاباحۃ. واما ثانیا فلأنہ قال فی تدریب الراوی(ص۱۱۵): وعمل العالم وفتیاہ علی وفق حدیث رواہ لیس حکما منہ بصحتہ ولابتعدیل رواتہ،الی ان قال : ولامخالفتہ لہ قدح منہ فی صحتہ ولافی رواتہ ، لامکان ان یکون ذلک لمانع من معارض او غیرہ" اھـ .والحدیث یدل بصراحتہ علی نفی التنفل قبل المغرب وھو قول ابی حنیفۃ واصحابہ واللہ اعلم (اعلاء السنن ج۲ ص۷۴،۷۵)

[۱] ج۳،باب حرف الباء الموحدۃ ،تحت رقم الحدیث ۳۱۶۹.

www.idaraghufran.org

اور چیز میں مشغولی کا معمول بنایا جائے گا تو یہ مغرب کو اول وقت میں ادا کرنے کی مخالفت کا باعث ہوگا (فیض القدیر)

اس سے معلوم ہوا کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نفل سنت نہیں۔

حضرت عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ لِمَنْ شَاءَ،خَشْيَةَ أَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لو، پھر فرمایا کہ تم مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لو، جو شخص چاہے، اس ڈر سے کہ لوگ اس کو سنت نہ بنالیں (ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے پہلے کی دو رکعتوں کی دوسروں کو اجازت دی تھی، اوران کو سنت قرار نہیں دیا تھا۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۲۸۳، كتاب الصلاة، باب الصلاة قبل المغرب، واللفظ لهٗ، بخارى، رقم الحديث ۱۱۸۳، باب الصلاة قبل المغرب، مسند احمد رقم الحديث ۲۰۵۵۲، سنن دارقطنى رقم الحديث ۱۰۵۲، صحيح ابنِ خزيمة حديث ن مبر ۱۲۲۴، شرح مشكل الآثار للطحاوى رقم الحديث ۵۴۹۴.

[2] ''صلوا'' کے بعد ''لمن شاء'' اور پھر ''خشیۃ ان یتخذ ہا الناس سنۃ'' فرمانے سے واضح ہوا کہ یہاں امر اباحت کے لئے ہے، نہ کہ سنت اور وجوب کے لئے، کما فہم بعض الناس۔

اور اس کی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں سائل کے جواب میں انہوں نے فرمایا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حکم نہیں فرمایا تھا، اور نہ خود پڑھی تھیں، البتہ دوسروں کو پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

فلم يأمرنا ولم ينهنا . كمامر

قال أبو بكر : هذا اللفظ من أمر المباح إذ لو لم يكن من أمر المباح لكان أقل الأمر أن يكون سنة إن لم يكن فرضا ، ولكنه أمر إباحة(صحيح ابنِ خزيمة، باب إباحة الصلاة عند غروب الشمس وقبل صلاة المغرب، تحت رقم الحديث ۱۲۸۹)

وصيغة الامر فيه محمولة عندنا على الجواز ، فان الوجوب منتف بقوله لمن شاء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

طُفْنَا فِيْ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُنَّ: هَلْ رَأَيْتُنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ حِيْنَ يُؤَذِّنُ الْمُؤَذِّنُ؟ فَقُلْنَ: لَا، غَيْرَ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: صَلَّاهَا عِنْدِيْ حِيْنَ أَذَّنَ بِلَالٌ لِلْمَغْرِبِ، فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الصَّلَاةُ؟ هَلْ حَدَثَ شَيْءٌ؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنْ كُنْتُ أُصَلِّيْهِمَا رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْعَصْرِ فَنَسِيْتُهُمَا فَصَلَّيْتُهُمَا الْآنَ (مسند الشاميين للطبراني، رقم الحديث ۲۱۱۰، ج۳ص ۲۱۲) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے پاس گھومے، اور ان سے معلوم کیا کہ کیا تم نے رسول اللہ کو مغرب سے پہلے جب مؤذن اذان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد جاء فی ھذا الباب ماینفی الندب ایضا کما سیاتی ، فحملناھا علی الاقل المتیقن وھو الاباحة فارتفع التعارض بان المباح لایلام علی ترکه ، فمن شاء فعل ومن شاء ترک ، فذکر انس رضی اللہ عنه صلاة من راہ یصلی ، وذکر ابن عمر رضی اللہ عنھما فعل من لم یصل .فتوافقت الاثار ولله الحمد (اعلاء السنن ج۲ص ۶۹)

ومنشأ الامر دفع ما یتوھم من ان النھی عن الصلاة بعد العصر ممتد الیٰ صلاة المغرب فلایصلی قبلھا ،فاباح انه یجوز بعد الغروب قبل صلاہ المغرب واللہ اعلم............

والفرق بین السنة والاستحباب بعید فی نصوص الشارع اھ، یرید انه ربما یطلق فی تعبیرات الشارع السنة ویراد بھا الندب (معارف السنن ج۲ص ۱۴۲، ۱۴۳ ملخصاً، باب ماجاء فی الصلاة قبل المغرب)

وفی روایة :

أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم صلی قبل المغرب رکعتین ثم قال :(صلوا قبل المغرب رکعتین) ثم قال عند الثالثة :(لمن شاء) خاف أن یحسبھا الناس سنة(صحیح ابنِ حبان رقم الحدیث ۱۵۸۸، مختصر قیام اللیل لمحمد بن نصر المروزی رقم الحدیث ۴۳)

وان سلم ان النبی صلی اللہ علیه وسلم صلی قبل المغرب مرة فلایخفیٰ ان ھذا لبیان الجواز .

[1] واسنادہ حسن (اعلاء السنن ج۲ص ۷۱، باب الاوقات المکروھة)

Idara Ghufran

دیتا ہے، یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ نہیں، البتہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے پاس دو رکعتیں پڑھیں، جبکہ حضرت بلال نے مغرب کی اذان دی، تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! یہ نماز کون سی ہے؟ کیا کسی نئی نماز کا حکم آیا ہے؟، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، البتہ میں عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتا ہوں، تو میں ان کو بھول گیا تھا، تو میں نے ان کو اب پڑھا ہے (طبرانی)

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز سے پہلے دو نوافل نہیں پڑھا کرتے تھے، لہٰذا یہ دو رکعتیں سنت نہیں ہیں۔

جلیلُ القدر تابعی حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ:

سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ؟ فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا يُصَلِّيْهِمَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسند عبد بن حميد) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مغرب سے پہلے کی دو رکعتوں کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کے زمانے میں کسی کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا (مسند عبد بن حمید)

یہ حدیث سند کے لحاظ سے حسن ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٨٠٢، ج٢ص ٣٩، واللفظ لهٗ، الكنىٰ والاسماء للدولابى رقم الحديث ٨٢٤، ورواه ابوداؤد بزيادة رقم الحديث ١٢٨٦ .

[2] مسند عبد بن حمید کی سند اس طرح ہے:

ثنا سليمان بن داود ، عن شعبة ، عن أبى شعيب قال :سمعت طاوسا ، يقول الخ .

اور دولابی کی سند اس طرح ہے:

قال :وأخبرنى أحمد بن شعيب قال :أنبأ أبو بكر بن على قال :حدثنا يحيى بن معين قال :حدثنا غندر قال :حدثنا شعبة عن أبى شعيب صاحب الطيالسة ، عن طاوس قال الخ .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بے شمار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بھی زیارت کی اور صحبت اٹھائی ہے، لہٰذا حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ ''میں نے رسول اللہ کے زمانے میں کسی کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا'' اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ یہ دو رکعتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں عام معمول میں داخل نہیں تھیں کہ ان کو سنت قرار دیا جائے، اور اس سے بڑھ کر ان پر زور دیا جائے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال العینی:

وغندر بضم الغين المعجمة لقب محمد بن جعفر ابن امرأة شعبة(عمدة القاری للعینی، ج۲ص ۲۷۲، کتاب الاذان، باب الاذان قبل الفجر)

البتہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ:

قال أبو داود :سمعت يحيى بن معين يقول :هو شعيب -يعني -وهم شعبة في اسمه (ابوداؤد رقم الحديث ۱۲۸۴)

مگر اس سے حدیث کی حسنیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ ابوشعیب صاحبِ طیالسہ ہیں، اور امام دولابی نے ابوشعیب ہی ان کی کنیت ذکر فرمائی ہے۔

نیز امام دولابی نے اس حدیث کی سند میں ابوشعیب کے ساتھ صاحبِ طیالسہ کی صفت بھی ذکر کی ہے، جیسا کہ اوپر گزرا، اور بعض حضرات نے ان کو ابوشعیب کے بجائے شعیب قرار دیا ہے، لیکن انہوں نے بھی ان کو صاحبِ طیالسہ قرار دیا ہے۔

اور صاحبِ طیالسہ خواہ ابوشعیب ہوں یا شعیب ہوں، ان کو ابوحاتم نے صالح الحدیث قرار دیا ہے، اور ابنِ حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے، جبکہ ابوزرعہ نے ان کے بارے میں لابأس بہ فرمایا ہے، اور ان کی طاؤس سے سماعت بھی ثابت ہے۔

(من كنيته أبو شعيب)أبو شعيب صاحب الطيالسة ، روى عنه :شعبة (الكنیٰ والاسماء للدولابي ۲ص ۶۴۰)

(قلت) يعني وهم في ذكره بالكنية وليس كذلك بل هو شعيب وسنده صحيح وقال ابن حزم لا يصح لأنه عن أبي شعيب أو شعيب ولا يدرى من هو ورد عليه بأن وكيعا وابن ابن غنية رويا عنه وقال أبو زرعة لا بأس به وذكره ابن حبان في الثقات وقال ابن خلفون روى عنه عمر بن عبيد الطنافسي وموسى بن إسماعيل التبوذكي (عمدة القاری، ج۷ص ۲۴۶، کتاب التطوع، باب الصلاة قبل المغرب)

شعيب بياع الطيالسة بصرى لا بأس به يقال اسم أبيه بيان من السابعة(تقريب التهذيب ج ا ص ۴۲۰)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ورنہ تو عام صحابۂ کرام ان پر عمل پیرا ہوتے، اور اگر کسی خاص زمانہ میں بعض حضرات نے پڑھی ہوں، تو یہ ان کے سنت ہونے کی دلیل نہیں، بلکہ جواز کی دلیل ہے۔ [1]

بالخصوص جبکہ بے شمار صحیح وصریح احادیث وروایات مغرب کی نماز بلاتاخیر پڑھنے کے سنت ومستحب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

لیکن ان دو رکعتوں کے جواز کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ دو رکعت پڑھنے والے مغرب کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

شعيب صاحب الطيالسة ....وَقَال عبد الرحمن بن أَبي حاتم : شعيب السمان روى عن طاوس ، روى عنه أبو أسامة .سألت أبا زرعة عنه ، فقال :لا بأس به .وروى وكيع عن شعيب بن بيان الشيباني عن طاوس (تهذيب الكمال ج ١٢ ص ٥٣٩)

شعيب صاحب الطيالسة ....وقال ابن أبي حاتم سألت أبي من شعيب البصري صاحب الطيالسة فقال صالح الحديث وقال ابن حبان في الثقات شعيب صاحب الطيالسة روى عن طاووس وابن سيرين عداده في أهل البصرة روى عنه التبوذكي وروى في ترجمة أخرى حديثا من طريق روح بن عبدالمؤمن عن شعيب صاحب الطيالسة عن طاووس وقول المؤلف أن ابن حبان قال فيه بياع الانماط وهم ظاهر فان ابن حبان قال ما قدمناه عنه وقال في طبقة التابعين شعيب بياع الانماط يروى عن علي روى عنه ابن أبي غنية فهذا غير ذاك كما ترى وإن كان ابن أبي غنية يروى عنهما جميعا(تهذيب التهذيب ج۴ص ۳۵۸،۳۵۹)

شعيب صاحب الطيالسة، سمع طاوسا وابن سيرين ومعاوية بن قرة، يعد في البصريين، روى عنه موسى بن إسماعيل(التاريخ الكبير للبخاري تحت رقم الترجمة ۲۵۸۵، ج۴ص ۲۲۳)

شعيب بن الصلح صاحب الطيالسة بصري روى عن طاوس والحسن وعدي بن ارطاة وابن سيرين ومعاوية بن قرة روى عنه موسى بن اسماعيل ومحمد بن معاذ العنبري سمعت ابي يقول ذلك .ثنا عبد الرحمن قال سألت ابي عنه فقال :صالح الحديث(الجرح والتعديل لابنِ ابي حاتم،تحت رقم الترجمة ۱۵۲۱ ،ج۴ص ۳۴۸)

یہی وجہ ہے کہ ابنِ ملقن اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

هذا الحديث رواه أبو داود في سننه بإسناد حسن عن طاوس(البدر المنير،ج۴ص ۲۹۲،باب صلاة التطوع،الحديث السابع)

[1] حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بھی وضاحت ہوگئی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق یہ دو رکعتیں پڑھنے کا عمل دائمی ومستقل معمول نہیں تھا، بلکہ ایک خاص وقت سے متعلق تھا۔

www.idaraghufran.org

اذان کے بعد جلد از جلد یہ دو رکعت پڑھ کر فارغ ہوجائیں، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جن صحابہ کے متعلق یہ عمل منقول ہے، وہ اسی تفصیل کے ساتھ ہے (جس کی تفصیل بیان ہوئی) اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ یہ دو رکعت پڑھنے والے حضرات اذان شروع ہونے یا کم از کم اذان سے فراغت کے وقت موجود ہوں۔

لیکن اگر پہلے سے موجود نہ ہوں، اور کچھ باری باری بعد میں آتے رہیں، جیسا کہ آج کل لوگوں کا مزاج ہے، اور آ آ کر بعد میں جہاں چاہیں نوافل کی نیت باندھ کر کھڑے ہوجائیں، تو پھر یہ عمل (ثابت نہ ہونے کی وجہ سے) جواز سے نکل کر کراہت میں داخل ہوجائے گا، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔[1]

حضرت ابوالخیر (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ أَبَا تَمِيمٍ الْجَيْشَانِيَّ قَامَ لِيَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقُلْتُ لِعُقْبَةَ

---

[1] اور بعض حضرات نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث کے بارے میں جو یہ فرمایا ہے کہ:

القول فی مثل هذا قول من شاهد دون من لم يشاهد (كمافى سنن البيهقى تحت رقم الحديث ۴۱۸۴)

اس کا جواب فتح القدیر میں درجِ ذیل دیا گیا ہے کہ:

وما قيل المثبت أولى من النافى فيترجح حديث أنس على حديث ابن عمر ليس بشىء، فإن الحق عند المحققين أن النفى إذا كان من جنس ما يعرف بدليله كان كالإثبات فيعارضه ولا يقدم هو عليه وذلك لأن تقديم رواية الإثبات على رواية النفى ليس إلا لأن مع راويه زيادة علم، بخلاف النفى إذ قد يبنى رواية الأمر على ظاهر الحال من العدم لما يعلم باطنا، فإذا كان النفى من جنس ما يعرف تعارضا لابتناء كل منهما حينئذ على الدليل وإلا فنفس كون مفهوم المروى مثبتا لا يقتضى التقديم، إذ قد يكون المطلوب فى الشرع العدم كما قد يكون المطلوب فى الشرع الإثبات، وتمام تحقيقه فى أصول أصحابنا، وحينئذ لا شك أن هذا النفى كذلك، فإنه لو كان الحال على ما فى رواية أنس لم يخف على ابن عمر بل ولا على أحد ممن يواظب الفرائض خلف رسول الله - صلى الله عليه وسلم -، بل ولا على من لم يواظب بل يحضرها خلفه أحيانا، ثم الثابت بعد هذا هو نفى المندوبية، أما ثبوت الكراهة فلا إلا أن يدل دليل آخر، وما ذكر من استلزام تأخير المغرب فقد قدمنا من القنية استثناء القليل والركعتان لا تزيد على القليل إذا تجوز فيهما (فتح القدير، ج ۱ ص ۴۴۶، كتاب الصلاة، باب النوافل)

www.idaraghufran.org

بُـنِ عَامِرٍ انْظُرْ إِلٰى هٰذَا أَىَّ صَلَاةٍ يُصَلِّىْ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَرَآهُ فَقَالَ هٰذِهٖ صَلَاةٌ كُنَّا نُصَلِّيْهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (سنن النسائی) [1]

ترجمہ: ابوتمیم جیشانی (یعنی عبداللہ بن مالک تابعی) کھڑے ہوئے، تاکہ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں، تو میں نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا، کہ ان کی طرف دیکھو، یہ کون سی نماز پڑھ رہے ہیں؟ تو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف رخ کر کے ان کو دیکھا، تو فرمایا کہ یہ وہ نماز ہے، جس کو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پڑھا کرتے تھے (نسائی)

حضرت ابوالخیر رحمہ اللہ، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور جلیل القدر تابعی ہیں، آپ کا ابوتمیم جیشانی کے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے پر تعجب کا اظہار کرنا اور مزید براں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا جواب میں یہ فرمانا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پڑھا کرتے تھے، اس بات کی دلیل ہے کہ بعد میں ان دو رکعتوں کا عام معمول نہیں رہا تھا، نیز یہ دو رکعتیں سنت نہیں، ورنہ نہ تو تعجب کے اظہار کے کوئی معنیٰ تھے، اور نہ ہی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پڑھے جانے کے جواب کے کوئی معنیٰ تھے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۵۸۲، كتاب المواقيت، باب الرخصة فى الصلاة قبل المغرب، واللفظ لهٗ، سنن دارقطنى رقم الحديث ۱۰۶۲، المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث ۱۴۲۱۱، سنن البيهقى رقم الحديث ۴۶۷۲.

[2] وما تحصل عندى :أنهما قد عمل بهما فى زمن، ثم انتهى العمل بالترك، كما مر عن ابن عمر رضى الله عنه .وعند النسائى فى باب الرخصة فى الصلاة قبل المغرب :أن أبا تميم الجيشانى قام ليركع ركعتين قبل المغرب، فقلت لعقبة بن عامر :انظر إلى هذا، أى صلاة يصلى؟ فالتفت إليه فرآه، فقال :هذه صلاة كنا نصليها على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم .اه .فثبت منه الجزآن، أى أنها كانت فى عهد النبى صلى الله عليه وسلم ثم انقطع بهما العمل حتى أفضى إلى الإنكار عليهما .ألا ترى إلى قوله :أى صلاة يصلى؟ كيف يتساء ل عنها كأنه لا يعرف أصلها.
بقى عمل أبى تميم، فتلك أذواق للناس(فيض البارى شرح البخارى، كتاب الاذان، باب كم بين الأذان والإقامة ومن ينتظر الإقامة)

اورجلیل القدر تابعی حضرت سعید بن میبّب رحمہ اللہ جو کہ صحابئ رسول حضرت میبّب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں،وہ فرماتے ہیں کہ:

مَا رَأَيْت فَقِيهًا يُصَلِّیْ قَبْلَ الْمَغْرِبِ إِلَّا سَعْدَ بْنَ أَبِیْ وَقَّاصٍ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: میں نے سوائے سعد بن ابی وقاص کے کسی فقیہ کو مغرب سے پہلے نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا (ابنِ ابی شیبہ)

اورحضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قُلْتُ لِسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ:إِنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ كَانَ يُصَلِّيْ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، فَقَالَ: كَانَ يَنْهٰى عَنْهُمَا، وَلَمْ أُدْرِكْ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِمَا غَيْرَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ(شرح مشكل الآثار للطحاوی) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت سعید بن میبّب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ کیا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے،تو حضرت سعید بن میبّب نے فرمایا کہ وہ توان دورکعتوں سے منع فرمایا کرتے تھے،اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام میں سے کسی کو بھی سوائے سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے ان دورکعتوں کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا (طحاوی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا ان دو رکعتوں سے منع فرمانا،کم ازکم اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دو رکعتیں سنت نہیں،ورنہ منع فرمانے کے کوئی معنیٰ نہیں تھے۔

اورحضرت ابنِ میبّب رحمہ اللہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

---

[1] رقم الحديث ۷۴۶۴،كتاب الصلاة ،باب من كان يصلى ركعتين قبل المغرب.

[2] تحت رقم الحديث ۵۵۰۱، ج۱۴ص ۱۲۲ ،باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم ما روى عن أصحابه بعده فى الصلاة بعد أذان المغرب، من إباحة ومن نهى.

كَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ لَا يَرْكَعُوْنَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ تَرْكَعُ بِهِمَا، قَالَ الزُّهْرِيُّ:وَكَانَ أَنَسٌ يَرْكَعُهُمَا (مصنف عبدالرزاق ،رقم الحديث ۳۹۸۴،كتاب الصلاة، باب الركعتين قبل المغرب)

ترجمہ: مہاجر صحابۂ کرام مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھا کرتے تھے، اور انصار پڑھا کرتے تھے،اور حضرت انس یہ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے(عبدالرزاق)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ صحابہ وتابعین کے دور میں مغرب سے پہلے دو رکعتوں کا عمومی معمول نہیں تھا، کیونکہ یہ سنت نہیں،البتہ بعض حضرات یہ دو رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے، کیونکہ یہ جائز ہیں۔ حضرت سعید بن مسیّب کی مذکورہ روایات میں کوئی ٹکراؤ نہیں، کیونکہ یہ مختلف اوقات پر محمول ہیں۔ [1]

اور حضرت حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الصَّلَاةِ، قَبْلَ الْمَغْرِبِ،فَنَهَانِيْ عَنْهَا، وَقَالَ:إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَمْ يُصَلُّوْهَا(شرح مشكل الآثار للطحاوى) [2]

---

[1] وكان فى هذا :أن من رآه ممن لم يكن يصليهما فى ذلک هو الأكثر من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فى العدد، وأن الذى رآه كان يصليهما منهم هو سعد، وقد يحتمل أن يكون النهى فى ذلک قصر عنه .فكان من وقف عليه سواه أولى بما وقف عليه منه فيما قصر عنه،وقد روى عن إبراهيم فى ذلک -وموضعه فى العلم موضعه وخبرته بأصحاب عبد الله خبرته............فكان العمل بعد ذلک فى المساجد :المسجد الحرام، ومسجد الرسول صلى الله عليه وسلم، والمسجد الأقصى على ترک ذلک، وفقهاء الأمصار أيضا على مثل ذلک، والخروج عن مثل هذا إلى ما سواه لا خفاء به عن ذوى العلم(شرح مشكل الآثار للطحاوى، ج۱۴ ص۱۲۳، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم ما روى عن أصحابه بعده فى الصلاة بعد أذان المغرب، من إباحة ومن نهى)

[2] رقم الحديث ۵۵۰۲،باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم ما روى عن أصحابه بعده فى الصلاة بعد أذان المغرب، من إباحة ومن نهى.

قلت: ورجاله ثقات مع ارساله ولكن مراسيل النخعى صحيحة كما مر باستثناء البعض ، وهذا ليس منه (اعلاء السنن متن مع شرحه ج۲ص ۷۱،۷۲، باب الاوقات المكروهة)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے حضرت ابراہیم نخعی (جلیلُ القدر تابعی) سے مغرب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے مجھے اس سے منع فرمایا، اور فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما یہ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے (طحاوی)

اور امام عبدالرزاق اور امام بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ:

لَمْ يُصَلِّ أَبُوْ بَكْرٍ، وَلَا عُمَرُ، وَلَا عُثْمَانُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ (مصنف عبدالرزاق) [1]

ترجمہ: حضرت ابوبکر، اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھیں (بیہقی)

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا سنت نہیں، جائز ہیں، اور اگر کوئی مفسدہ وخرابی لازم آئے، تو دو رکعتیں پڑھنے کا عمل جواز کے بجائے کراہت میں داخل ہو جائے گا۔

آج کل سب نمازی اذان کے اختتام سے پہلے مساجد میں نہیں پہنچتے، اور جہالت ولاعلمی بھی عام ہے۔

ایسی صورت میں دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھ کر عام لوگ ان کو سنت سمجھنے لگیں گے، اور بہر صورت اہتمام کرنے لگیں گے، اور جماعت کھڑی ہو جانے کے باوجود اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق مسجد میں جہاں چاہیں گے، نیت باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے، اور نوافل میں مشغول رہیں گے، جس کی وجہ سے جلدی جماعت کے کھڑے ہونے میں اور صفوں کی درستگی میں خلل واقع ہوگا، اور پھر اس کی وجہ سے جماعت کے قیام میں مزید تاخیر کا ہونا بھی لازم آئے گا۔

---

[1] رقم الحديث ۳۹۸۵، كتاب الصلاة، باب الركعتين قبل المغرب، سنن البيهقى، باب من جعل قبل صلاة المغرب ركعتين.

اوراس طرح یہ نوافل جواز سے نکل کر کراہت میں داخل ہوجائیں گے۔

اوراس قسم کے مفاسد فرضی نہیں ہیں، بلکہ واقعی ہیں۔

اورانہی مفاسد کی بنیاد پر بعض حضرات نے مغرب سے قبل نوافل کومطلقاً مکروہ قراردیا ہے،جبکہ بعض نے ان مفاسد کی صورت میں مکروہ اورفی نفسہٖ جائزقراردیا ہے۔

اورغورکرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی قسم کے مفاسد سے بچنے کے انتظام کی خاطر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ترغیب نہیں دی،اورخودبھی ان پر عمل نہیں کیا،ورنہ تو یہ ہرکس وناکس کے لئے ایک سند بن کر مفاسد کا ذریعہ بن جاتی۔ [۱] فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

۳/ذی الحجہ/۱۴۳۳ھ 20/اکتوبر/2012ء بروزہفتہ

---

[۱] فـان قـلـت : فما وجه قول الحنفية بكراهة التنفل قبل المغرب مع ان الجواز ثابت بالاحاديث؟ قـلـت: وجـه قـولـهـم بـالـكـراهة ان الاحاديث فى هذا الباب متعارضة .... الاحاديث الدالة على تـاكـيـد التعجيل فى المغرب تقتضى كراهة التنفل قبلها لما فيه من مظنة التاخير، وقد اجمعت الامة عـلـى ان التعجيل فيها سنة كما مر، واختلف الاقوال فى التنفل قبلها ، فذهب بعضهم الىٰ استحبابه ، وانـكـره الـمـالـكـية ،وقـال النخعى انه بدعة ، وروى عن الخلفاء الاربعة وجماعة من الصحابة انهم كانوا لايصلونها "عمدة القارى" فرجحت الحنفية احاديث التعجيل لقيام الاجماع على كونه سنة ، وكـرهـوا الـتـنـفـل قبلها لان فعل المباح والمستحب اذا افضى الى الاخلال بالسنة يكون مكروها ، ولايـخـفـى ان العامة لو اعتادوا صلاة ركعتين قبل المغرب ليخلون بالسنة حتما، ويؤخرون المغرب عن وقتها قطعا، واما لوتنفل احد من الخواص قبلها ولم يخل بسنة التعجيل فلاايلام عليه، لانه قد اتى بـامـر مـبـاح فـى نـفـسـه او مستحب عند بعضهم . فحاصل الجواب ان التنفل قبل المغرب مباح فى نـفـسـه، وانما قلنا بكراهته نظرا الى العوارض ، فالكراهة عارضة ، ولامنافاة بينهما فرب امر مباح او مستحب يمنع منه اذا افضى الى المفسدة ، كما بوب عليه البخارى(باب من ترک بعض الاختيار) اى فـعـل الـشـيـئ الـمـخـتـار"فتح البارى") مخافة ان يقصر فهم بعض الناس عنه فيقعوا فى اشد منه ، واورده فيـه حديثا عن عائشة رضى الله عنها، وقال الحافظ فى الفتح :"ويستفاد منه ترک المصلحة لامـن الـوقـع فـى المفسدة " ونظائره كثيرة فى الشرع.وقال الشيخ، ولله دره: ان كراهة الركعتين قبـل الـمـغـرب ان صح القول بها عن الامام فهى محمولة على جعلهما سنة (اعتقادا او عملا) او على مـاذا شـرع بـعـد الـفـراغ مـن الاذان ، فانه يؤدى الى تاخير المغرب، والصحابة انما كانوا يبتدرون الـسـوارى اذا اخـذ الـمـؤذن فـى الاذان ، كـمـا مرقريبا (اعلاء السنن ج۲ ص ۶۹، ۷۰،باب الاوقات المكروهة)

(۷)

مغرب کے بعد نوافل یا اوّابین کی نماز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرعی اعتبار سے غروب ہونے پر رات کا وقت شروع ہوجاتا ہے، اس لئے غروب کے بعد کا وقت شرعی اعتبار سے رات کا ابتدائی وقت ہے، اور شرعاً یہ وقت ابتدائی رات میں داخل ہے۔ اور غروب کے بعد شریعت کی طرف سے پانچ نمازوں میں سے نمازِ مغرب کو مقرر کیا گیا ہے، جس کے فضائل واحکام اپنی جگہ طے شدہ ہیں، اور مغرب کی نماز کا ادا وقت عشاء کی نماز کا وقت شروع ہونے تک جاری رہتا ہے، اور احادیث وروایات کی رُو سے مغرب کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد عشاء کے وقت سے پہلے ذکر وعبادت اور بطورِ خاص نوافل میں مشغول رہنے کے عظیم الشان فضائل حاصل ہوتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :مَنْ قَالَ إِذَا صَلّٰی الصُّبْحَ: لَا إِلٰــہَ إِلَّا اللّٰـہُ، وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ، کُنَّ کَعَدْلِ أَرْبَعِ رِقَابٍ، وَکُتِبَ لَہٗ بِھِنَّ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَمُحِیَ عَنْہُ بِھِنَّ عَشْرُ سَیِّئَاتٍ، وَرُفِعَ لَہٗ بِھِنَّ عَشْرُ دَرَجَاتٍ، وَکُنَّ لَہٗ حَرَسًا مِنَ الشَّیْطَانِ حَتّٰی یُمْسِیَ، وَإِذَا قَالَھَا بَعْدَ الْمَغْرِبِ فَمِثْلُ ذٰلِکَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۳۵۱۸)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فجر کی نماز پڑھ کر دس مرتبہ یہ کلمات پڑھے کہ:

---

[1] فی حاشیۃ مسند احمد: حدیث صحیح.

”لَا إِلٰــهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ “

تو اس کو چار غلام آزاد کرنے کے برابر اجر حاصل ہوگا، اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اور اس کی دس برائیاں مٹائی جائیں گی، اور اس کے دس درجات بلند کئے جائیں گے، اور یہ کلمات اس کے لئے شام ہونے تک شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہوں گے، اور جس نے یہ کلمات مغرب کے بعد کہے، تو اس کو (بھی صبح تک) اس جیسی فضیلت حاصل ہوگی (مسند احمد)

اس حدیث سے مغرب کی نماز کے بعد ذکر میں مشغول رہنے اور بطورِ خاص مذکورہ کلمات کے دس مرتبہ پڑھنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ فَصَلّٰى إِلَى الْعِشَاءِ (السنن الكبرىٰ للنسائی) [1]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پھر میں نے آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء تک نماز پڑھی (سنن کبریٰ نسائی)

حضرت ثابت رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَنَسٍ، فِيْ قَوْلِهٖ (نَاشِئَةَ اللَّيْلِ) قَالَ: مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ (سنن البيهقي) [2]

---

[1] رقم الحديث ۳۸۰، كتاب الصلاة، باب الصلاة بين المغرب والعشاء .

[2] رقم الحديث ۴۷۵۲، كتاب الصلاة، جماع أبواب صلاة التطوع، وقيام شهر رمضان، باب من فتر عن قيام الليل فصلى ما بين المغرب والعشاء ، واللفظ لهٗ، مختصر قيام الليل لمحمد بن نصر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "نَاشِئَةَ اللَّيْلِ" یعنی "رات کو (عبادت کے لئے) اُٹھنا" کے بارے میں فرمایا کہ یہ مغرب اور عشاء کے درمیان (کی عبادت) ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھا کرتے تھے (بیہقی)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان نفل نماز پڑھا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت عبید رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ:

أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِصَلَاةٍ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ، أَوْ سِوَى الْمَكْتُوبَةِ ؟ قَالَ: نَعَمْ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ (مسند احمد)[1]

ترجمہ: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرائض کے بعد یا فرائض کے علاوہ (نفل) نماز کا حکم فرماتے تھے، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ بے شک مغرب اور عشاء

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

المروزی، رقم الحديث ٦٣.

قال الالبانی:

"كان يصلى ما بين المغرب والعشاء."

أخرجه ابن نصر فی "قيام الليل" (ص ٣٢) والبيهقی (٣/٢٠) عن منصور بن صقير حدثنا عمارة بن زاذان عن ثابت عن أنس مرفوعا. قلت: وهذا إسناد ضعيف، عمارة بن زاذان صدوق سيء الحفظ. ومنصور بن صقير ضعيف. لكن للحديث شواهد يتقوى بها: منها عن عبيد مولى النبى صلى الله عليه وسلم. عزاه السيوطى فی "الجامع" للطبرانی فی "المعجم الكبير" وعند أحمد أيضا (٤٣١/٥) والبيهقی من طريق التيمى قال: "طرأ علينا رجل فی مجلس أبی عثمان النهدى فحدثنا عن عبيد" ....فذكره. ورواه هو وابن نصر عن المعتمر بن سليمان قال: قال أبی: حدثنی رجل قال: "سئل عبيد مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم: هل علمت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يأمر بصلاة بعد المكتوبة؟ قال: نعم، بين المغرب والعشاء." ومنها عن حذيفة مرفوعا نحوه. أخرجه أحمد وغيره بسند صحيح كما هو مبين فی "تخريج الترغيب (٢٠٦/١-٢٠٥)" (السلسلة الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢١٣٢)

[1] رقم الحديث ٢٣٦٥٢، حديث عبيد مولى النبى صلى الله عليه وسلم.

www.idaraghufran.org

کے درمیان (نفل نماز کا حکم فرماتے تھے)(مسند احمد)

اس حدیث سے مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان نفل نماز کی اہمیت معلوم ہوئی۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

عَنْ أَنَسٍ، فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ "كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ" قَالَ: كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْمَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ(ابوداؤد) ؎۱

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل کے قول "كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ" کہ "وہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے" فرمایا کہ وہ مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے تھے(ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد اور محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔ ؎۲

اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنْ أَنَسٍ ؛ فِيْ قَوْلِهٖ "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" قَالَ: كَانُوْا يَتَطَوَّعُوْنَ فِيْمَا بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ ؛ اَلْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ ، فَيُصَلُّوْنَ(مصنف ابنِ

؎۱ رقم الحديث ۱۳۲۲، كتاب الصلاة،باب وقت قيام النبى صلى الله عليه وسلم من الليل.

؎۲ عن ثابت البنانى قال :كان أنس يصلى ما بين المغرب والعشاء ، ويقول : هذه ناشئة الليل (الزهد والرقائق لابن المبارك، رقم الحديث ۱۲۴۸)

عن عمارة بن زاذان ، عن ثابت ، عن أنس ؛ أنه كان يصلى ما بين المغرب والعشاء ، ويقول :هى ناشئة الليل(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۵۹۷۷، باب فى الصلاة بين المغرب والعشاء)

وقد رواه ابن أبى شيبة فى المصنف عن حميد بن عبد الرحمن عن عمارة بن زاذان عن ثابت عن أنس "أنه كان يصلى ما بين المغرب والعشاء ويقول " :هى ناشئة الليل "، هكذا جعله موقوفا، وهكذا رواه القاضى أبو الوليد يونس بن عبد الله بن مغيث فى كتاب الصلاة من رواية حماد بن سلمة عن عمارة بن زاذان عن ثابت عن أنس "أنه كان يحيى ما بين المغرب والعشاء ويقول :هى ناشئة الليل "ومن قال بذلك من التابعين أبو حازم ومحمد بن المنكدر وسعيد بن جبير وزين العابدين، ذكره العراقى فى شرح الترمذى وروى محمد بن نصر عن أنس، قال العراقى :بإسناد صحيح إن قوله تعالى :(كانوا قليلا من الليل ما يهجعون)نزلت فيمن كان يصلى ما بين العشاء والمغرب(نيل الاوطار للشوكانى،ج۳ص۶۷، باب ما جاء فى الصلاة بين العشاء ين)

www.idaraghufran.org

ابی شیبة، رقم الحدیث ۵۹۸۱،کتاب الصلاة، باب فی الصلاۃ بین المغرب والعشاء)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے قول "تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" کہ ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، کے بارے میں فرمایا کہ وہ مغرب اور عشاء کی دو نمازوں کے درمیان نفل نماز پڑھتے ہیں (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ بِلَالٌ:لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" الْآيَةُ، كُنَّا نَجْلِسُ فِي الْمَجْلِسِ، وَنَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلُّوْنَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ إِلَى الْعِشَاءِ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ"(مسند البزار، رقم الحدیث ۱۳۶۴،ج۴ص ۲۰۲) ل

ترجمہ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" کہ ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں،تو ہم مجلس میں بیٹھا کرتے تھے،اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابۂ کرام مغرب سے عشاء تک نماز پڑھا کرتے تھے،تو (ان کے متعلق) یہ آیت نازل ہوئی کہ "تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" (بزار)

اس قسم کی روایات کئی دیگر تابعین سے بھی مروی ہیں۔ ۲

ل قال الهيثمی:
رواه البزار عن شيخه عبد الله بن شبيب وهو ضعيف(مجمع الزوائد ج۷ص۹۰)
قلت: ولهٗ شواهد كثيرة.

۲ حدثنا محمد بن يحيى ، ثنا منصور بن سقير ، ثنا عمارة بن زاذان ، عن ثابت ، عن أنس رضی الله عنه فی قوله : إن ناشئة الليل قال :ما بين المغرب والعشاء ، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلی ما بين المغرب والعشاء وعن ابن المنكدر ، وأبی حازم قالا : ناشئة الليل هی ما بين المغرب ، وصلاة العشاء ، هی أشد وطئا وأقوم قيلا ، قالا :تتجافى جنوبهم عن المضاجع الآية ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ مغرب اور عشاء کے درمیان میں عبادت اور نفل نماز، اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب اور پسند ہے، اوراس وقت کی عبادت سے رات کو عبادت کرنے والوں کی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سَاعَةٌ مَا أَتَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ فِيهَا إِلَّا وَجَدْتُهُ يُصَلِّي ؛ مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ ، وَكَانَ يَقُولُ هِيَ سَاعَةُ غَفْلَةٍ(مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: جب بھی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، تو انہیں مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے ہوئے پایا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هی صلاة ما بين المغرب وصلاة العشاء ، صلاة الأوابين وعن ثابت رحمه الله قال :أمسيت عند أنس رضى الله عنه صائما فجعلت أنظر الأذان ، قال لي :يا ثابت لعلك ممن ينظر إلى الأذان هذا الليل ، قد جاء وحل الإفطار فأفطر ، ثم أمر مؤذنه فأذن فصلى المغرب ، وكان يصلى ما بين المغرب والعشاء ويقول :هي ناشئة الليل ، حتى إذا ظننت أن الشفق قد غاب ، قال :أين ثابت ؟ قلت :هو ذا ، قال :ألا تصلى ؟ قلت :بلى ، فأمر المؤذن ثم أقام صلاة العشاء ، ثم أوتر ثم دخل وعن منصور رحمه الله في قوله :ليسوا سواء من أهل الكتاب أمة قائمة يتلون آيات الله آناء الليل وهم يسجدون قال :بلغني أنهم كانوا يصلون ما بين المغرب والعشاء وعن يزيد بن أبي حيكم رحمه الله :سألت سفيان عن الصلاة بين المغرب والعشاء أمن صلاة الليل ؟ فقال لي :نعم .ورأيت سفيان الثورى كثيرا يصلى ما بين المغرب والعشاء .وكان على بن الحسين يصلى ما بين المغرب والعشاء ، فقيل له :ما هذه الصلاة ؟ قال : أما سمعتم قول الله :إن ناشئة الليل فهذه ناشئة الليل (مختصر قيام الليل لمحمد بن نصر المروزی، ج ۱ ص ۸۶،باب الترغيب فی الصلاة ما بين المغرب والعشاء سوى الركعتين)

عن وقاء بن إياس ، عن سعيد بن جبير ؛ أنه كان يصلى ما بين المغرب والعشاء ، ويقول :هي ناشئة الليل(مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۵۹۷۵، باب فی الصلاة بين المغرب والعشاء)

[1] رقم الحديث ۵۹۷۲، باب في الصلاة بين المغرب والعشاء، واللفظ لهٗ،المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۹۴۴۹، ورقم الحديث ۹۴۴۸.

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الكبير، وفيه ليث بن أبی سليم وفيه كلام(مجمع الزوائد، ج۲ص ۲۳۰)

Idara Ghufran

رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ غفلت والا وقت ہے (ابنِ ابی شیبہ)

یعنی لوگ اس وقت میں غفلت اختیار کرتے ہیں، جبکہ یہ وقت غفلت اختیار کرنے کا نہیں، بلکہ عبادت ونماز میں مشغول ہونے کا بابرکت اور مقبول وقت ہے۔

اس کے علاوہ کئی جلیل القدر تابعین ومحدثین سے مغرب اور عشاء کے درمیان نفل نماز پڑھنا ثابت ہے۔ [1]

ان احادیث وروایات اور آثار سے مغرب کی نماز کے بعد اور عشاء کی نماز سے پہلے کے وقت میں ذکر وعبادت اور بطورِ خاص نوافل میں مشغول رہنے کی فضیلت واہمیت معلوم ہوئی۔

مغرب کے بعد کے نوافل کی تعداد

مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان عبادت ونوافل میں مشغول رہنے کا ثبوت تو گزشتہ احادیث وروایات میں ہو چکا ہے، اس لئے مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر عشاء کی نماز کے وقت سے پہلے پہلے وقت میں جتنے بھی نوافل پڑھ لئے جائیں، اُن سے فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

البتہ بعض روایات میں مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھنے کا ذکر ہے، اور بعض میں دس رکعات کا ذکر ہے، جبکہ بعض میں چار رکعات کا ذکر ہے۔

چنانچہ حضرت محمد بن عمار بن یاسر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

---

[1] عن أبی الشعثاء ، قال :قال سلمان :علیکم بالصلاۃ فیما بین العشاء ین ، فإنه یخفف عن أحدکم من حزبه ، ویذهب عنه ملغاه أول اللیل ، فإن ملغاه أول اللیل مهدنة ، أو مذهبة لآخره (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۵۹۷۴ ، باب فی الصلاۃ بین المغرب والعشاء)

عن الشعبی ، عن شریح ؛ أنه کان یصلی ما بین المغرب والعشاء (ایضاً، رقم الحدیث ۵۹۷۶، باب فی الصلاۃ بین المغرب والعشاء)

عن إبراهیم بن نافع ، قال :کان الحسن بن مسلم یصلی ما بین المغرب والعشاء ، قال : وزعم الحسن أن طاووسا لم یکن یراه شیئا (ایضاً، رقم الحدیث ۵۹۷۸)

www.idaraghufran.org

رَأَيْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ، صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ، فَقُلْتُ: يَا أَبَهْ، مَا هٰذِهِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: رَأَيْتُ حَبِيبِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ، وَقَالَ: مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ (المعجم الاوسط للطبرانی) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا، تو میں نے عرض کیا کہ اے والد صاحب! یہ کون سی نماز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اور فرمایا کہ جس نے مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھیں، تو اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے، اگرچہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی ہوں (طبرانی)

اس کے علاوہ بعض روایات میں مغرب کے بعد چھ رکعت کے بارے میں اور بعض روایات میں بیس رکعت کے بارے میں دیگر فضائل بھی بیان کئے گئے ہیں، مگر ان روایات کو کوئی

---

[1] رقم الحدیث ۷۲۴۵، ج۷ص ۱۹۱،باب المیم، واللفظ لہ، المعجم الصغیر للطبرانی، رقم الحدیث ۹۰۰،معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، رقم الحدیث ۵۲۱۲.

قال الطبرانی: لا یروی ھذا الحدیث عن عمار إلا بھذا الإسناد، تفرد بہ :صالح بن قطن .

وقال المنذری:

حدیث غریب رواہ الطبرانی فی الثلاثۃ وقال تفرد بہ صالح بن قطن البخاری.

قال الحافظ وصالح ھذا لا یحضرنی الآن فیہ جرح ولا تعدیل (الترغیب والترھیب للمنذری، ج۱ص۲۲۸،تحت رقم الحدیث ۸۶۴، الترغیب فی الصلاۃ بین المغرب والعشاء)

وقال الذھبی:

صالح بن قطن البخاری روی عن محمد بن عمار بن محمد بن عمار بن یاسر روی عنہ محمد بن یحیی بن مندہ وإسحاق بن إبراھیم بن یونس لہ حدیث فی فضل ست رکعات بین المغرب والعشاء . أشار ابن الجوزی فی العلل إلی تجھیلہ(ذیل میزان الاعتدال لابی الفضل العراقی،ج۸ص۱۲۵، تحت رقم الترجمۃ ۴۴۴)

محدثین نے غیر معمولی ضعیف قرار دیا ہے۔ ۱؎

۱؎ عن أبی هريرة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم فيما بينهن بسوء عدلن له بعبادة ثنتی عشرة سنة.وقد روى عن عائشة، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال :من صلى بعد المغرب عشرين ركعة بنى الله له بيتا فی الجنة :حديث أبی هريرة حديث غريب لا نعرفه إلا من حديث زيد بن الحباب، عن عمر بن أبی خثعم، وسمعت محمد بن إسماعيل :يقول :عمر بن عبد الله بن أبی خثعم منكر الحديث وضعفه جدا(سنن الترمذی، رقم الحديث ۴۳۵)

قال الملا على القاری:

وعمر هذا قال فيه الإمام أحمد ويحيى بن معين والدارقطنی ضعيف وقال أحمد أيضا لا يساوی حديثه شيئا ، وقال البخاری منكر الحديث وضعفه جدا ، وقال ابن حبان لا يحل ذكره إلا على سبيل القدح فيه فإنه يضع الحديث على مالک وابن أبی ذئب وغيرهما من الثقات (الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة،ص ۴۲۱، حرف الميم)

حدثنا أبو بكر محمد بن إسحاق الصنعانی ، ثنا سليمان بن عبد الرحمن أبو أيوب ، ثنا محمد بن غزوان الدمشقی ، ثنا عمر بن محمد ، عن سالم بن عبد الله ، عن أبيه قال : سمعت النبی صلى الله عليه وسلم يقول : من صلى ست ركعات بعد المغرب قبل أن يتكلم غفر له بها ذنوب خمسين سنة (مختصر قيام الليل لمحمد بن نصر المروزی، ص۸۷،باب الترغيب فی الصلاة ما بين المغرب والعشاء سوى الركعتين)

وقال ابن ابی حاتم:

قال أبو محمد :وكان فی كتاب أبی زرعة :عن سليمان بن شرحبيل ، عن محمد بن غزوان، عن الوضين بن عطاء ، عن سالم ، عن أبيه، عن النبی (ص) ؛ قال :من صلى بعد المغرب ستا، غفر له بها.

فقال أبو زرعة :اضربوا على هذا الحديث؛ فإنه شبه موضوع .

قال أبو زرعة :ومحمد بن غزوان الدمشقی منكر الحديث(علل الحديث، تحت رقم الترجمة ۲۰۸،ج۲ص ۵۱،۵۲)

حدثنا أحمد بن منيع قال :حدثنا يعقوب بن الوليد المدينی، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة، قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من صلى، بين المغرب والعشاء ، عشرين ركعة بنى الله له بيتا فی الجنة(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۳۷۳ ، واللفظ لهٗ، مسند ابی يعلیٰ الموصلی، رقم الحديث ۴۹۴۸)

قال المنذری:

وهذا الحديث الذی أشار إليه الترمذی رواه ابن ماجه من رواية يعقوب بن الوليد المدائنی عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة ويعقوب كذبه أحمد وغيره (الترغيب والترهيب للمنذری، ج ۱ ص۲۲۷،كتاب النوافل)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت عبدالکریم بن حارث رحمہ اللہ سے مرسلاً مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَكَعَ عَشْرَ رَكْعَاتٍ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ بُنِيَ لَهُ قَصْرٌ فِي الْجَنَّةِ (الزهد والرقائق لابن المبارک) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مغرب وعشاء کے درمیان دس رکعات پڑھیں، تو اس کے لئے جنت میں محل بنایا جائے گا (زہد ابنِ مبارک)

اور حضرت معن بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّيْ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ ، وَقَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِنَّ (مختصر قيام الليل لمحمد بن نصر المروزی) [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مغرب اور عشاء کے درمیان چار رکعت پڑھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان چار رکعتوں کو پڑھا کرتے تھے (مختصر قیام اللیل)

اور حضرت ایوب بن خالد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، قَالَ: مَنْ صَلّٰى أَرْبَعًا بَعْدَ الْمَغْرِبِ كَانَ كَالْمُعَقِّبِ غَزْوَةً بَعْدَ غَزْوَةٍ (مصنف ابنِ ابی شيبة) [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال البوصيری الكنانی:

هذا إسناد ضعيف يعقوب بن الوليد قال فيه الإمام أحمد من الكذابين الكبار وكان يضع الحديث وقال الحاكم يروی عن هشام بن عروة المناكير قلت واتفقوا على ضعفه (مصباح الزجاجة، ج٢ ص٧، باب الصلاة بين المغرب والعشاء)

[1] رقم الحديث ١٢٦٤ ،باب فضل ذكر الله عز وجل، واللفظ لهٗ،مختصر قيام لليل لمحمد بن نصر المروزی، رقم الحديث ٦٩.

[2] ص٨٨،باب الترغيب فی الصلاة ما بين المغرب والعشاء سوى الركعتين .

[3] رقم الحديث ٥٩٨٤،كتاب الصلاة، باب فی الصلاة بين المغرب والعشاء، الزهد والرقائق لابن المبارک، رقم الحديث ١٢٦٢ .

www.idaraghufran.org

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے مغرب کے بعد چار رکعت پڑھیں، تو وہ ایسا ہے جیسا کہ ایک جہاد کے بعد لوٹ کر دوسرا جہاد کیا (ابنِ ابی شیبہ)

ملحوظ رہنا چاہئے کہ اگرچہ مغرب کے بعد کے نوافل کے متعلق بعض روایات کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ مجموعی طور پر ان نوافل کی فضیلت ثابت ہے۔ [1]

---

[1] (رواه الترمذى) : قال ميرك نقلا عن المنذرى :ورواه ابن ماجه وابن خزيمة فى صحيحه . (وقال)أى الترمذى (هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من حديث عمر ابن أبى خثعم، وسمعت محمد بن إسماعيل) ، أى البخارى (يقول :هو) ، أى :عمر (منكر الحديث، وضعفه) ، أى البخارى (جدا) ، أى تضعيفا قويا، قال ميرك ناقلا عن التصحيح :والعجب من محيى السنة كيف سكت عليه وهو ضعيف بإجماع أهل الحديث؟ قلت :ينافيه ما تقدم أنه رواه ابن خزيمة فى صحيحه، مع أنهم أجمعوا على جواز العمل بالحديث الضعيف فى فضائل الأعمال، قال ميرك :وعن محمد بن عمار بن ياسر، قال :رأيت عمار بن ياسر يصلى بعد المغرب ست ركعات، وقال :رأيت حبيبى رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى بعد المغرب ست ركعات ، وقال " :من صلى بعد المغرب ست ركعات غفرت له ذنوبه وإن كانت مثل زبد البحر ."حديث غريب، رواه الطبرانى فى الثلاثة وقال: تفرد به صالح بن قطن البخارى، قال المنذرى :وصالح هذا لا يحضرنى الآن فيه جرح ولا تعديل.(وعن عائشة قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من صلى بعد المغرب ") ، أى: بعد فرضه ("عشرين ركعة بنى الله له بيتا ") ، أى عظيما مشتملا على أنواع النعم .) "فى الجنة " رواه الترمذى) : قال ميرك :رواه منقطعا بصيغة التمريض فقال :وروى عن عائشة وذكره، ورواه ابن ماجه متصلا من رواية يعقوب بن الوليد المدنى، عن أبيه، عن عائشة، ويعقوب كذبه أحمد وغيره، ذكره المنذرى، وقال ابن حجر :وفيها حديث آخر وهو أنه -عليه السلام -كان يصليها عشرين ويقول " :هذه صلاة الأولين فمن صلاها غفر له ."وكان السلف الصالح يصلونها، قال جمع :ورويت أربعا، ورويت ركعتين، فأقلها ركعتان وأكثرها عشرون .وروى فيها أحاديث كثيرة ذكر الحافظ عبد الحق منها جملة(مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۸۹۵، باب السنن وفضائلها)

والآيات والأحاديث المذكورة فى الباب تدل على مشروعية الاستكثار من الصلاة ما بين المغرب والعشاء ، والأحاديث وإن كان أكثرها ضعيفا فهى منتهضة بمجموعها لا سيما فى فضائل الأعمال، قال العراقى :وممن كان يصلى ما بين المغرب والعشاء من الصحابة عبد الله بن مسعود وعبد الله بن عمرو وسلمان الفارسى وابن عمر وأنس بن مالك فى ناس من الأنصار.

ومن التابعين الأسود بن يزيد وأبو عثمان النهدى وابن أبى مليكة وسعيد بن جبير ومحمد بن المنكدر وأبو حاتم وعبد الله بن سخبرة وعلى بن الحسين وأبو عبد الرحمن الحبلى وشريح القاضى وعبد الله بن مغفل وغيرهم .ومن الأئمة سفيان الثورى (نيل الاوطار للشوكانيج۳ص ۶۸، باب ما جاء فى الصلاة بين العشاء ين)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مغرب کے بعد کے نوافل کا نام ’’نمازِ اوابین‘‘ ہے

بعض روایات میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان کی نماز کو اوابین کی نماز قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلّٰى مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ إِلٰى صَلَاةِ الْعِشَاءِ ، فَإِنَّهَا صَلَاةُ الْأَوَّابِيْنَ (الزهد والرقائق لابن المبارک، رقم الحديث ۱۲۴۴) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان نماز پڑھی، تو وہ اوابین کی نماز ہے (ابنِ مبارک)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

صَلَاةُ الْأَوَّابِيْنَ مَا بَيْنَ أَنْ يَنْكَفِتَ أَهْلُ الْمَغْرِبِ إِلٰى أَنْ يُثَوَّبَ إِلَى الْعِشَاءِ (مصنف ابنِ ابی شيبة) [۲]

ترجمہ: اوابین کی نماز مغرب کی نماز پڑھنے والوں کے لوٹ کر جانے (یعنی فارغ ہونے) سے لے کر عشاء کی نماز کی طرف لوٹنے کے درمیان ہے (ابنِ ابی شیبہ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد ورد فى فضيلة الصلاة بين العشائين غير هذه الأحاديث ذكرها الشوكانى فى النيل وقال بعد ذكرها الأحاديث المذكورة وإن كان أكثرها ضعيفة فهى منتهضة بمجموعها لا سيما فى فضائل الأعمال انتهى(تحفة الاحوذى، ج۲ص ۴۲۲، ابواب الصلاة، باب ما جاء فى فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب)

[۱] قال الشوكانى:

وهذا وإن كان مرسلا لا يعارضه ما فى الصحيح من قوله -صلى الله عليه وسلم :- صلاة الأوابين إذا رمضت الفصال فإنه لا مانع أن يكون كل من الصلاتين صلاة الأوابين (نيل الاوطار للشوكانى، ج۳ص۶۷، باب ما جاء فى الصلاة بين العشاء ين)

[۲] رقم الحديث ۵۹۷۳، كتاب الصلاة، باب فى الصلاة بين المغرب والعشاء .

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ الْخَلْوَةُ الَّتِي بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ ، حَتّٰى يُثَوِّبَ النَّاسُ إِلَى الصَّلَاةِ (الزهد والرقائق لابن المبارک) [1]

ترجمہ: اوابین کی نماز مغرب اور عشاء کے درمیان کے خالی وقت میں ہے، یہاں تک کہ لوگ عشاء کی نماز کی طرف لوٹ کر آ ئیں (ابن مبارک)

اس سے معلوم ہوا کہ مغرب کی نماز کے بعد اور عشاء کی نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے جو نفل نماز پڑھی جاتی ہے، اس کو نمازِ اوابین کہا جاتا ہے۔

اور اسی وجہ سے کئی فقہائے کرام نے مغرب کے بعد کے نوافل کو اوابین کا نام دیا ہے۔

اور اوابین ''اواب'' کی جمع ہے، جس کے معنیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ واستغفار وغیرہ کے ذریعہ کثرت سے رجوع کرنے والے کے آتے ہیں، تو نمازِ اوابین کے معنیٰ ہوئے ''اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ واستغفار وغیرہ کے ذریعہ کثرت سے رجوع کرنے والوں کی نماز'' [2]

---

[1] رقم الحديث ١٢٦٠، باب فضل ذكر الله عز وجل.

[2] البتہ بعض احادیث میں چاشت کی نماز کو بھی اوابین کی نماز قرار دیا گیا ہے، اور اسی وجہ سے بعض فقہاء نے صلاۃ الاوابین چاشت کی نماز کو قرار دیا ہے، مگر اس سے مغرب کے بعد کے نوافل کی فضیلت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ اپنے معنیٰ کے لحاظ سے ان دونوں کو اوابین کی نماز قرار دینا درست ہے، اور ان کی فضیلت ثابت ہے، جس کو کوئی دوسرا یا دونوں کو ایک عنوان دیا جائے تو بھی حرج نہیں۔

وهذا وإن كان مرسلا لا يعارضه ما فى الصحيح من قوله -صلى الله عليه وسلم :-صلاة الأوابين إذا رمضت الفصال فإنه لا مانع أن يكون كل من الصلاتين صلاة الأوابين (نيل الاوطار للشوكاني، ج٣ص٦٧، باب ما جاء فى الصلاة بين العشاء ين)

وقت صلاة الأوابين وحكمها :قال الجمهور :هى صلاة الضحى، والأفضل فعلها بعد ربع النهار إذا اشتد الحر واستدلوا بحديث النبى صلى الله عليه وسلم :صلاة الأوابين حين ترمض الفصال فقول النبى صلى الله عليه وسلم :صلاة الأوابين هو الذى أعطاها هذه التسمية، وكان ذلك واضحا فى حديث أبى هريرة المتقدم وفيه . . . .وأن لا أدع ركعتى الضحى فإنها صلاة الأوابين .ولذلك يقول الفقهاء :من أتى بها (أى بصلاة الضحى) كان من الأوابين. وينظر تفصيل أحكام صلاة الضحى فى مصطلح :(صلاة الضحى)وتطلق أيضا على التنفل بعد المغرب .فقالوا :يستحب أداء ست ركعات بعد المغرب ليكتب من الأوابين، واستدلوا على أفضلية هذه الصلاة بحديث النبى صلى الله عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

گزشتہ احادیث وروایات اور آثار کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے مغرب اور عشاء کے درمیان ذکر وعبادت اور بطورِ خاص نوافل میں مشغول رہنے کو مستحب قرار دیا ہے، اور کئی فقہاء نے اس وقت کے نوافل کو ''نمازِ اوابین'' فرمایا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسلم :من صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم فيما بينهن بسوء عدلن له عبادة اثنتى عشرة سنة .قال الماوردى :كان النبى صلى الله عليه وسلم يصليها ويقول :هذه صلاة الأوابين .
ويؤخذ مما جاء عن صلاة الضحى والصلاة بين المغرب والعشاء أن صلاة الأوابين تطلق على صلاة الضحى، والصلاة بين المغرب والعشاء .فهى مشتركة بينهما كما يقول الشافعية .
وانفرد الشافعية بتسمية التطوع بين المغرب والعشاء بصلاة الأوابين، وقالوا :تسن صلاة الأوابين، وتسمى صلاة الغفلة، لغفلة الناس عنها، واشتغالهم بغيرها من عشاء ، ونوم، وغيرهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۱۳۴، ۱۳۵ ،مادة"صلاة")
وتسمى هذه الصلاة بصلاة الأوابين، للحديث السابق .وتسمى صلاة الغفلة .وتسميتها بصلاة الأوابين لا تعارض ما فى الصحيحين من قوله صلى الله عليه وسلم :صلاة الأوابين إذا رمضت الفصال ، لأنه لا مانع أن تكون كل من الصلاتين صلاة الأوابين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص ۲۳۸ ،مادة"احياء")
(قوله من الأوابين) جمع أواب :أى رجاع إلى الله تعالى بالتوبة والاستغفار(ردالمحتار، ج۲، ص ۱۴ ، باب الوتر والنوافل)
۱ إحياء ما بين المغرب والعشاء.
مشروعيته : الوقت الواقع بين المغرب والعشاء من الأوقات الفاضلة، ولذلك شرع إحياؤه بالطاعات، من صلاة -وهى الأفضل -أو تلاوة قرآن، أو ذكر لله تعالى من تسبيح وتهليل ونحو ذلك .وقد كان يحييه عدد من الصحابة والتابعين وكثير من السلف الصالح .كما نقل إحياؤه عن الأئمة الأربعة .وقد ورد فى إحياء هذا الوقت طائفة من الأحاديث الشريفة، وإن كان كل حديث منها على حدة لا يخلو من مقال، إلا أنها بمجموعها تنهض دليلا على مشروعيتها، منها:
ما روته السيدة عائشة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال :من صلى بعد المغرب عشرين ركعة بنى الله له بيتا فى الجنة.
وعن ابن عمر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من صلى بعد المغرب ست ركعات كتب من الأوابين.
حكمه :لا خلاف بين الفقهاء فى أن إحياء ما بين المغرب والعشاء مستحب .وهو عند الشافعية والمالكية مستحب استحبابا مؤكدا .وكلام الحنابلة يفيده (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص۲۳۷ تا۲۳۸ ،مادة"احياء")
وقد ورد فى القيام بعد المغرب فضل كثير، وقيل هى ناشئة الليل وتسمى صلاة الأوابين (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱، ص ۶۶، باب النوافل) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر مغرب اور عشاء کے درمیان ان نوافل کی تعداد کے بارے میں فقہائے کرام کے مختلف اقوال ہیں، بعض فقہائے کرام نے اوابین کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں قرار دی ہیں، اور بعض حضرات نے چھ رکعتوں کو، جبکہ بعض نے چار رکعتوں کو افضل قرار دیا ہے، اور اس سے زیادہ مثلاً دس، بیس رکعتیں پڑھنے کو اور زیادہ فضیلت کا باعث قرار دیا ہے۔ [۱]

اور اس سلسلہ میں وارد شدہ احادیث وروایات اور آثار کے پیشِ نظر راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ کہ نمازِ اوابین کی ایک تعداد مقرر نہیں، اپنی ہمت وفرصت کے مطابق دو سے لے کر دس، بیس تک جتنی بھی رکعتیں پڑھ لی جائیں، وہ اوابین کہلائیں گی، البتہ عام حالات میں چھ رکعتیں پڑھنا افضل ہے۔

نمازِ اوابین کی اگر چھ رکعتیں پڑھنی ہوں، تو اِن چھ رکعتوں کو دو دو کر کے پڑھنا، افضل ہے، اور اگر چار ایک سلام کے ساتھ اور دو ایک سلام کے ساتھ پڑھے، تو بھی جائز ہے، بلکہ ان چھ رکعتوں کو ایک سلام کے ساتھ ہر دو رکعت پر قعدہ کے ساتھ پڑھنے کی بھی گنجائش ہے۔

اور اگر مغرب کے بعد کی دو سنتوں کو بھی ان میں شامل کر لیا جائے، اور مغرب کے بعد کی دو سنتوں کے بعد صرف چار یا دو رکعت پڑھی جائیں، تو بھی اوابین کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

[۱] عدد ركعاته :اختلف فى عدد ركعات إحياء ما بين العشاء ين تبعا لما ورد من الأحاديث فيها . فذهب جماعة إلى أن إحياء ما بين العشاء ين، يكون بست ركعات، وبه أخذ أبو حنيفة، وهو الراجح من مذهب الحنابلة .واستدلوا على ذلک بحديث ابن عمر السابق .وفى رواية عند الحنابلة أنها أربع ركعات، وفى رواية ثالثة أنها عشرون ركعة .وذهب الشافعية إلى أن أقلها ركعتان وأكثرها عشرون ركعة .وذلک جمعا بين الأحاديث الواردة فى عدد ركعاتها .وذهب المالكية إلى أنه لا حد لأكثرها ولكن الأولى أن تكون ست ركعات(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص۲۳۷ تا۲۳۸ ،مادة"احياء")

[۲] (وست بعد المغرب) ليكتب من الأوابين (بتسليمة) أو ثنتين أو ثلاث والأول أدوم وأشق وهل تحسب المؤكدة من المستحب ويؤدى الكل بتسليمة واحدة؟ اختار الكمال :نعم. (الدرالمختار)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اوراحادیث وروایات کی رُو سے ان نوافل کا وقت مغرب کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد شروع ہوجاتا ہے، جوعشاء کا وقت داخل ہونے تک جاری رہتا ہے۔

اس لئے ان نوافل کومغرب کی نماز کے فوراً بعد پڑھنا ضروری نہیں ہے، اگرکوئی مغرب کی نماز اور دوسنتوں سے فارغ ہوکر وقفہ ڈال کر کچھ دیر بعد یا کسی اور کام میں مشغول ہوکر، عشاء کا وقت داخل ہونے سے پہلے پہلے پڑھ لے، تو بھی درست ہے، کیونکہ ان نوافل کا وقت عشاء کا وقت داخل ہونے تک جاری رہتا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان

۴/ذی الحجہ/۱۴۳۳ھ 21/اکتوبر/2012ء بروزاتوار

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله من الأوابين) جمع أواب :أي رجاع إلى الله تعالى بالتوبة والاستغفار.

(قوله بتسليمة أو ثنتين أو ثلاث) جزم بالأول في الدرر، وبالثاني في الغزنوية، وبالثالث في التجنيس كما في الإمداد، لكن الذي في الغزنوية مثل ما في التجنيس، وكذا في شرح درر البحار. وأفاد الخير الرملي في وجه ذلك أنها لما زادت عن الأربع وكان جمعها بتسليمة واحدة خلاف الأفضل، لما تقرر أن الأفضل رباع عند أبي حنيفة؛ ولو سلم على رأس الأربع لزم أن يسلم في الشفع الثالث على رأس الركعتين، فيكون فيه مخالفة من هذه الحيثية، فكان المستحب فيه ثلاث تسليمات ليكون على نسق واحد .قال :هذا ما ظهر لي، ولم أره لغيري.

(قوله الأول أدوم وأشق) لما فيه من زيادة حبس النفس بالقباء على تحريمة واحدة وعطف أشق عطف لازم على ملزوم .وفي كلامه إشارة إلى اختيار الأول، وقد علمت ما فيه (قوله وهل تحسب المؤكدة) أي في الأربع بعد الظهر وبعد العشاء والست بعد المغرب بحر.

(قوله اختار الكمال) نعم ذكر الكمال في فتح القدير أنه وقع اختلاف بين أهل عصره في أن الأربع المستحبة هل هي أربع مستقلة غير ركعتي الراتبة أو أربع بهما؟ وعلى الثاني هل تؤدى معهما بتسليمة واحدة أو لا، فقال جماعة لا واختار هو أنه إذا صلى أربعا بتسليمة أو تسليمتين وقع عن السنة والمندوب، وحقق ذلك بما لا مزيد عليه، وأقره في شرح المنية والبحر والنهر (ردالمحتار، ج۲، ص ۱۴، باب الوتر والنوافل)

www.idaraghufran.org

(۸)

عشاء کی نماز سے پہلے اور بعد کی سنتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عشاء کی نماز کے بعد تو دو رکعتیں مؤکدہ درجہ کی سنتیں ہیں، اور بعض روایات وآثار میں عشاء کے بعد چار رکعتوں کی فضیلت آئی ہے؛ لیکن کیونکہ اکثر اور عام احادیث میں عشاء کے بعد دو رکعتوں کا ذکر ملتا ہے، اس لئے دو رکعتیں تو سنتِ مؤکدہ ہیں، اور مزید دو رکعتیں پڑھ لینا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

جہاں تک عشاء کی نماز سے پہلے سنت ونوافل کا تعلق ہے، تو اس کا مشہور احادیث میں ذکر نہیں ملتا، البتہ بعض احادیث سے اشارہ ملتا ہے، اور بعض صحابہ وتابعین سے عشاء سے پہلے چار رکعتوں کے پڑھنے کا ذکر ملتا ہے؛ اس لئے بعض حضرات نے عشاء سے پہلے چار رکعتوں کو اور بعض نے دو رکعتوں کو مستحب یا غیر موکدہ درجہ کی سنت قرار دیا ہے۔ [1]

احادیث وروایات اور آثار کی روشنی میں اس مسئلہ کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ ثَابَرَ عَلٰی ثِنْتَیْ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً مِنَ السُّنَّۃِ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ: أَرْبَعِ رَکَعَاتٍ قَبْلَ الظُّھْرِ، وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَھَا، وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ،

---

[1] (قوله وإن شاء ركعتين) كذا عبر فى منية المصلى .وفى الإمداد عن الاختيار :يستحب أن يصلى قبل العشاء أربعا وقيل ركعتين، وبعدها أربعا وقيل ركعتين اهـ .والظاهر أن الركعتين المذكورتين غير المؤكدتين (ردالمحتار، ج۲، ص۱۳، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

وليس فى الحديث قبل العشاء وفيه بعد العشاء ركعتين وفى غيره ذكر الأربع إلا أن الأربع أفضل(الدراية فى تخريج احاديث الهداية، ج۱ ص۱۹۷،باب النوافل)

وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ (ترمذی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سنت کی بارہ رکعتوں پر مداومت (و پابندی) اختیار کرے گا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنا دیں گے، ظہر سے پہلے چار رکعت، اور ظہر کے بعد دو رکعت، اور مغرب کے بعد دو رکعت، اور عشاء کے بعد دو رکعت، اور فجر سے پہلے دو رکعت (ترمذی)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِيْ بَيْتِهٖ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِيْ بَيْتِهٖ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ (بخاری) ۲

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (سنتوں کی) دس رکعتیں محفوظ کیں، دو رکعتیں ظہر سے پہلے، اور دو رکعتیں ظہر کے بعد، اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اپنے گھر میں، اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اپنے گھر میں، اور فجر سے پہلے دو رکعتیں (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

وَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ، وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ (مسلم) ۳

---

۱ رقم الحديث ۴۱۴، ابواب الصلاة، باب ما جاء فيمن صلى في يوم وليلة ثنتى عشرة ركعة من السنة، ما له فيه من الفضل، واللفظ لهٗ، ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۱۴۰، نسائى، رقم الحديث ۱۷۹۵، مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۶۰۲۸.

قال الترمذى: وفى الباب عن أم حبيبة، وأبى هريرة، وأبى موسى، وابن عمر، : حديث عائشة حديث غريب من هذا الوجه، ومغيرة بن زياد قد تكلم فيه بعض أهل العلم من قبل حفظه.

۲ رقم الحديث ۱۱۸۰، كتاب التهجد، باب الركعتين قبل الظهر، واللفظ لهٗ، ترمذى، رقم الحديث ۴۳۸.

۳ رقم الحديث ۷۳۰"۱۰۵" كتاب الصلاة، باب جواز النافلة قائما وقاعدا، وفعل بعض الركعة قائما وبعضها قاعدا.

Idara Ghufran

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو (مسجد میں) عشاء کی نماز پڑھاتے تھے، اور میرے گھر میں تشریف لاتے تھے، اور پھر دو رکعتیں پڑھتے تھے (مسلم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ تَجَوَّزَ بِرَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَنَامُ (ابن خزيمة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو دو ہلکی پھلکی رکعتیں پڑھتے تھے، پھر سو جاتے تھے (اور وتر کی نماز بعد میں تہجد کے ساتھ پڑھا کرتے تھے) (ابنِ خزیمہ)

مذکورہ احادیث سے عشاء کے بعد دو رکعتوں کا سنت ہونا معلوم ہوا۔

اور بعض روایات میں عشاء کے بعد چار رکعتوں کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ فِيْ بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ فَلَمَّا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَتَمَةَ جَاءَ فَصَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ (مختصر قيام الليل للمروزى) [2]

ترجمہ: میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھ لی تو آپ تشریف لائے، پھر آپ نے چار رکعتیں پڑھیں (قیام اللیل للمروزی)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ،

---

[1] رقم الحديث ۱۱۰۴، كتاب الصلاة، باب ذكر القراءة فى الركعتين اللتين كان النبى صلى الله عليه وسلم يصليهما بعد الوتر.

فالعمدة على ما تقدم، وهو بذلك حسن صحيح (صحيح أبى داود، تحت رقم الحديث ۱۲۱۹)

[2] ص ۹۲، باب الأربع ركعات بعد العشاء الآخرة.

أخرجه ابن نصر فى "قيام الليل بسند صحيح عنه (صحيح أبى داود، تحت رقم الحديث ۱۲۱۹)

www.idaraghufran.org

وَصَلّٰی أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ أَنْ يَّخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، كَانَ كَعِدْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (المعجم الكبير للطبرانی) ؎١

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی، اور چار رکعتیں مسجد سے نکلنے سے پہلے پڑھیں، تو یہ لیلۃُ القدر کی طرح کے اجروثواب کا باعث ہوگا (طبرانی)

اس قسم کی حدیث حضرت براء بن عازب اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ ؎٢

؎١ رقم الحديث ١٣٨٠٠، ج١٣ ص ١٣٠، المعجم الاوسط، رقم الحديث ٥٢٣٩، مسند ابی حنيفة، برواية ابی نعيم، ج١ ص ٢٢٣، مسند ابی حنيفة، برواية الحصكفی، رقم الحديث ٩٩)

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الأوسط وفی إسناده ضعيف غير متهم بالكذب (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٢١٤٨، باب فی صلاة العشاء الآخرة والصبح فی جماعة)

وعن ابن عمر قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم- : "من صلى العشاء الآخرة فی جماعة وصلى أربع ركعات قبل أن يخرج من المسجد كان كعدل ليلة القدر."

رواه الطبرانی فی الكبير، وفيه من ضعف الحديث والله أعلم (مجمع الزوائد، رقم الحديث ٣٣٨٧ باب الصلاة بعد العشاء)

قلت ولهٗ شاهد كما مر. وكما سيأتی.

؎٢ عن عمه البراء بن عازب، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: من صلى قبل الظهر أربع ركعات كأنما تهجد بهن من ليلته، ومن صلاهن بعد العشاء كن كمثلهن من ليلة القدر، وإذا لقی المسلم المسلم فأخذ بيده، وهما صادقان، لم يتفرقا حتى يغفر لهما

لم يرو هذا الحديث عن الربيع بن لوط إلا عمار أبو هاشم، تفرد به ناهض بن سالم (المعجم الاوسط، رقم الحديث ٦٣٣٢)

عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس يرفعه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من صلى أربع ركعات خلف العشاء الآخرة، قرأ فی الركعتين الأوليين قل يأيها الكافرون، وقل هو الله أحد وقرأ فی الركعتين الأخريين تبارك الذی بيده الملك، وهو على كل شیء قدير والم تنزيل السجدة كتب له كأربع ركعات من ليلة القدر" تفرد به ابن فروخ المصری (السنن الكبرىٰ للبيهقی، رقم الحديث ٤١٨٨)

وعن ابن عباس رفعه إلى النبی -صلى الله عليه وسلم- أنه قال: "من صلى أربع ركعات خلف العشاء الأخيرة قرأ فی الركعتين الأوليين: قل يا أيها الكافرون وقل هو الله أحد، وفی الركعتين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً بھی اس طرح کا اثر مروی ہے، جس میں عشاء کی نماز کے بعد چار رکعت پڑھنے کے اجر وثواب کو لیلۃُ القدر میں چار رکعت پڑھنے کے برابر فضیلت کا درجہ بتلایا گیا ہے۔ [1]

اس کے علاوہ بعض صحابہ وتابعین سے بھی اس قسم کے آثار مروی ہیں۔ [2]

چنانچہ جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: مَنْ صَلّٰى أَرْبَعًا بَعْدَ الْعِشَاءِ كُنَّ كَقَدْرِهِنَّ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (مصنف ابن أبی شيبة) [3]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے عشاء کے بعد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأخريين :تنزيل السجدة، وتبارك الذى بيده الملك كتبن له كأربع ركعات من ليلة القدر ." رواه الطبرانی فی الكبير، وفيه يزيد بن سنان أبو فروة الرهاوی ضعفه أحمد وابن المدينی وابن معين وقال البخاری :مقارب الحديث وثقه مروان بن معاوية، وقال أبو حاتم :محله الصدق وكانت فيه غفلة(مجمع الزوائد،رقم الحديث ۳۳۸۶،باب الصلاة بعد العشاء)

[1] عن عبد الله بن عمر رضى الله عنهما قال :من صلى أربع ركعات بعد العشاء الآخرة قبل أن يخرج من المسجد فإنهن يعدلن أربع ركعات من ليلة القدر (الآثار لمحمد بن الحسن، رقم الحديث ۱۱۱)

[2] حدثنا محمد بن يحيى، أخبرنا ابن أبی مريم، أخبرنا ابن فروخ، حدثنی أبو فروة، عن سالم الأفطس، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس، يرفعه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :من صلى أربع ركعات خلف العشاء الآخرة قرأ فی الركعتين الأوليين قل يا أيها الكافرون وقل هو الله أحد وفی الأخريين تبارك الذى بيده الملك والم تنزيل كتبن له كأربع ركعات من ليلة القدر وعن عبد الله بن عمرو :من صلى بعد العشاء الآخرة أربع ركعات كن كعدلهن من ليلة القدر وعن علقمة والأسود ومجاهد وعبد الرحمن بن الأسود :من صلى أربعا بعد العشاء كن كمثلهن من ليلة القدر أو يعدلن بمثلهن من ليلة القدر أو كان له مثل أجرهن ليلة القدر وعن القاسم بن أبی أيوب : كان سعيد بن جبير يصلى بعد العشاء الآخرة أربع ركعات فأكلمه فما يراجعنی الكلام "وعن كعب :من توضأ فأحسن وضوءه ثم صلى العشاء، وصلى بعدها أربع ركعات يحسن ركوعهن وسجودهن، ويعلم ما يقترء فيهن كن له بمنزلة ليلة القدر(مختصر قيام الليل للمروزی، ص ۹۲،باب الأربع ركعات بعد العشاء الآخرة)

[3] رقم الحديث ۷۳۵۱،كتاب الصلاة، باب فی أربع ركعات بعد العشاء.

www.idaraghufran.org

چار رکعت پڑھیں، تو وہ لیلۃُ القدر (کی رات میں پڑھنے) کے مثل ہوں گی (ابن ابی شیبہ)

اور حضرت اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ: أَرْبَعَةٌ بَعْدَ الْعِشَاءِ يُعْدَلْنَ بِمِثْلِهِنَّ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (مُصنف ابن أبی شيبة) [1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ عشاء کے بعد کی چار رکعتیں لیلۃُ القدر (کی رات میں پڑھنے) کے مثل ثواب رکھتی ہیں (ابن ابی شیبہ)

اور حضرت مرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ، قَالَ: مَنْ صَلّٰى أَرْبَعًا بَعْدَ الْعِشَاءِ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِتَسْلِيمٍ عُدِلْنَ بِمِثْلِهِنَّ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (مُصنف ابن أبی شيبة) [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے عشاء کے بعد چار رکعتیں پڑھیں، جن کے درمیان اس نے سلام نہیں پھیرا تو وہ لیلۃُ القدر (کی رات میں نماز پڑھنے) کے مثل ہوں گی (ابن ابی شیبہ)

اس قسم کے اور بھی آثار ہیں۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ۷۳۵۲، كتاب الصلاة، باب فی أربع ركعات بعد العشاء.

[2] رقم الحديث ۷۳۵۳، كتاب الصلاة، باب فی أربع ركعات بعد العشاء.

[3] عن تبيع ,عن كعب ,قال :من صلى أربع ركعات بعد العشاء فقرأ فيهن وأحسن ركوعهن وسجودهن كان أجره كأجر من صلاهن فی ليلة القدر(سنن الدارقطنی، رقم الحديث ۱۸۲۸)

عن تبيع ، عن كعب بن ماتع ، قال :من صلى أربعا بعد العشاء يحسن فيهن الركوع والسجود عدلن بمثلهن من ليلة القدر(مُصنف ابن أبی شيبة،رقم الحديث ۷۳۵۴ ،كتاب الصلاة، باب فی أربع ركعات بعد العشاء)

عن الأعمش ، عن مجاهد ، قال :أربع ركعات بعد العشاء الآخرة يكن بمنزلتهن من ليلة القدر(ايضاً،رقم الحديث ۷۳۵۶)

عن عبد الرحمن بن الأسود ، قال :من صلى أربع ركعات بعد العشاء الآخرة عدلن بمثلهن من ليلة القدر(ايضاً ، رقم الحديث ۷۳۵۷)

www.idaraghufran.org

جن سے مجموعی طور پر عشاء کے بعد چار رکعتوں کے پڑھنے کی عظیم فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ [1]

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کے بعد کم از کم دو رکعتیں سنت ہیں اور اگر کوئی چار رکعتیں پڑھے تو یہ زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

جہاں تک عشاء کی نماز سے پہلے سنت ونوافل کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں کسی حدیث میں صراحت تو نہیں ملتی، البتہ بعض آثار میں چار رکعتوں کا ذکر ملتا ہے، نیز اصولی احادیث کی رو سے اس وقت حسبِ توفیق دو یا چار رکعت پڑھنا بہتر ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ، ثَلَاثًا لِمَنْ شَاءَ (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اذان واقامت کے درمیان نماز ہے، یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی، جو شخص چاہے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ اذان واقامت کے درمیان اگر کوئی نفل نماز پڑھنا چاہے، تو یہ اچھا عمل ہے، اس میں عشاء کی اذان واقامت کے درمیان کا وقت بھی داخل ہے، اور اس حدیث میں رکعتوں کی کوئی تعداد ذکر نہیں کی گئی، اس لیے یہ دو یا چار رکعتوں کو شامل ہے، البتہ جن اوقات

---

[1] الحديث قد صح موقوفاً عن جمع من الصحابة؛ دون قوله" :قبل أن يخرج من المسجد"؛ فأخرجه ابن أبی شيبة فی "المصنف(۱/۲/۷۲)"وابن نصر أيضاً عن عبد الله بن عمرو قال: من صلى بعد العشاء الآخرة أربع ركعات؛ كن كعدلهن من ليلة القدر.قلت :وإسناده صحيح.

ثم أخرج ابن أبی شيبة مثله عن عائشة، وابن مسعود، وكعب بن ماتع، ومجاهد، وعبد الرحمن بن الأسود موقوفاً عليهم.

والأسانيد إليهم كلهم صحيحة -باستثناء كعب -، وهی وإن كانت موقوفة؛ فلها حكم الرفع؛ لأنها لا تقال بالرأی؛ كما هو ظاهر(سلسلة الاحاديث الضعيفة للالبانی،تحت رقم الحديث ۵۰۶۰)

[2] رقم الحديث ۶۲۴،كتاب الاذان، باب :كم بين الأذان والإقامة، ومن ينتظر الإقامة.

www.idaraghufran.org

میں تخصیص کے ساتھ دو یا چار رکعتوں کا احادیث میں ذکر ہے، وہاں اسی کو ترجیح ہوگی۔ ۱؎

حضرت معن بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّيْ بَيْنَ الْمَغْرِبِ

۱؎ (وعن عبد الله بن مغفل، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :(بين كل أذانين) أى: أذان وإقامة، فيه تغليب، أو المعنى بين إعلامين (صلاة) قال الطيبى :غلب الأذان على الإقامة وسماها باسمه .قال الخطابى :حمل أحد الاسمين على الآخر شائع كما قالوا :سيرة العمرين، ويحتمل أن يكون الاسم حقيقة لكل منهما ;لأن الأذان فى اللغة بمعنى الإعلام، فالأذان إعلام بحضور الوقت، والإقامة إعلام بحضور فعل الصلاة (بين كل أذانين صلاة) قال ابن الملك: كرر تأكيدا للحث على النوافل بينهما .قال المظهر :إنما حرض عليه السلام أمته على صلاة النفل بين الأذانين ;لأن الدعاء لا يرد بينهما ;لشرف ذلك الوقت، وإذا كان الوقت أشرف كان ثواب العبادة أكثر .قلت :وللمبادرة إلى العبادة والمسارعة إلى الطاعة، وللفرق بين المخلص والمنافق، وليتهيأ لأداء الفرض على وجه الكمال، والحاصل أنه يسن أن يصلى بين الأذان والإقامة .وكره أبو حنيفة النفل قبل المغرب ;لحديث بريدة الأسلمى، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :(عند كل أذانين ركعتين خلا صلاة المغرب) كذا ذكره بعض علمائنا (ثم قال فى الثالثة :لمن شاء) ليعلم أنها لا تختص بالمؤذن بل عام، قاله ابن الملك .والأظهر ليعلم أنها مستحبة، غير واجبة(مرقاة المفاتيح، ج ۲ ص ۵۶۳،باب فضل الأذان وإجابة المؤذن)

وحُبّبَ قَبْلَ العِشَاءِ وبَعْدَهُ) لقوله عليه الصلاة والسلام :من صلّى قبل العِشَاءِ أربعاً، كان كأنما تهجّد من ليلته، ومن صلاّهن بعد العشاء ، كان كمثلهن من ليلة القدر .رواه سعيد بن منصور فى سننه .وأخرجه النَّسائى من قول كعب، والبَّيْهَقِى من قول عائشة .والموقوف فى هذا كالمرفوع، لأنه من قبيل تقدير الثواب، وهو لا يُدْرَك إلاّ سَمَاعاً .ولقول عائشة :ما صلّى رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء قط، فدخل عليَّ إلا صلّى بعدها أربع ركعات أو ستاًّ .رواه أبو داود .ولِمَا روى البخارى عن ابن عباس قال :بِتُّ عند خالتى مَيْمُونَة بنت الحارث۔ زوج النبىّ صلى الله عليه وسلم ۔ فصلّى النبىّ صلى الله عليه وسلم العشاء ، ثم عاد إلى منزله، فصلى أربع ركعات، ثم قام فصلّى خمس ركعات، ثم ركعتين، ثم خرج إلى الصلاة.

وروى مسلم فى صحيحه عن عبد الله بن مُغَفَّل المُزَنِى قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بين كل أذانين صلاة قالها ثلاثاً، قال فى الثالثة :لمن شاء .وفى رواية :قال فى الرابعة :لمن شاء . وخُصَّ من هذا المغرب لِمَا رَوَى الدَّارَقُطْنِيّ والبيهقى والبَزَّار عن أبى بُرَيْدَة :أنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :عند كل أذانين صلاة، ما خلا صلاة المغرب .وهذا زيادة مقبولة، فدل ذلك على عدم مشروعية الصلاة قبل المغرب .وذكر الطَّحَاوِى :أن السلف تركوا الركعتين قبل المغرب .وروى أبو داود بإسنادين عن ابن عمر أنه قال :ما رأيت أحداً يصلى ركعتين قبل المغرب على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، ذكره النَّوَوِىّ(شرح النقاية، ج ۱ ص ۳۸۹)

www.idaraghufran.org

وَالْعِشَاءِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، وَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِنَّ (مختصر قيام الليل وقيام رمضان للمروزی) ؎۱

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مغرب اور عشاء کے درمیان چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو پڑھا کرتے تھے (قیام اللیل للمروزی)

اس روایت میں مغرب اور عشاء کے درمیان کا ذکر ہے اس لیے اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ یہ چار رکعتیں مغرب کی نماز کے بعد کی نوافل کی ہوں، جن کو اوّابین کہا جاتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ چار رکعتیں عشاء کے فرضوں سے پہلے کی ہوں۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ (مختصر قيام الليل وقيام رمضان وكتاب الوتر) ؎۲

ترجمہ: صحابہ و تابعین عشاء کی نماز سے پہلے چار رکعت نماز کو پسند فرماتے تھے (قیام اللیل للمروزی)

اس باب کا خلاصہ اور متعلقہ مسائل

اس سلسلہ میں مروی مختلف احادیث وروایات اور آثار کے بعد اب سلسلے میں چند اہم مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۱:......عشاء کی نماز کے بعد دو رکعتیں مؤکدہ درجہ کی سنت ہیں۔

مسئلہ نمبر۲:......عشاء کی نماز کے بعد کم از کم چار رکعتیں پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، مگر دو

؎۱ ص۸۸،باب الترغيب فی الصلاة ما بين المغرب والعشاء سوى الركعتين ،الناشر، حديث اكادمی، فيصل آباد، باكستان.

؎۲ ص۸۸،باب الترغيب فی الصلاة ما بين المغرب والعشاء سوى الركعتين ،الناشر، حديث اكادمی، فيصل آباد، باكستان

www.idaraghufran.org

رکعتوں سے زائد پڑھنا مؤکدہ درجہ میں داخل نہیں، اوران چار رکعتوں کو دو دو کر کے الگ الگ سلام کے ساتھ پڑھنا افضل ہے تاکہ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ سنتوں میں فرق ملحوظ رہے۔

اگر کوئی شخص عشاء کی نماز کے بعد ایک سلام کے ساتھ چار رکعتیں پڑھ لے، تو اس سے بھی چار رکعتوں کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے، اور مؤکدہ سنتیں بھی ساتھ ہی ادا ہو جاتی ہیں۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۳:...... عشاء کی نماز سے پہلے چار رکعتیں پڑھنا افضل ہے، اور دو رکعتیں پڑھنا بھی جائز ہے۔ ۲؎

۱؎ ولم يذكر الأربع قبل العشاء فلهذا كان مستحبا لعدم المواظبة، وذكر فيه ركعتين بعد العشاء، وفي غيره ذكر الأربع فلهذا خير إلا أن الأربع أفضل خصوصا عند أبي حنيفة -رحمه الله- على ما عرف من مذهبه (الهداية في شرح البداية، باب النوافل)

قوله: (والأفضل هو الأربع)؛ لأنه أكثر عددا وأدوم تحريمة فكان أكثر ثوابا. وقوله: (ولم يذكر) أي النبي -صلى الله عليه وسلم- (الأربع قبل العشاء فلهذا كان مستحبا لعدم المواظبة) وفي كلامه تسامح؛ لأنه قال ولهذا: أي ولأنه لم يذكر: أي النبي -صلى الله عليه وسلم- الأربع قبل العشاء كان مستحبا "فقوله: لعدم المواظبة علة أخرى لكونه مستحبا وهو غير صحيح، ويجوز أن يقال: إنما لم يذكر في حديث المثابرة لعدم المواظبة (وذكر فيه) أي في حديث المثابرة (ركعتين بعد العشاء وفي غيره) أي في غير حديث المثابرة، وهو ما روى عن ابن عمر موقوفا عليه ومرفوعا إلى النبي -صلى الله عليه وسلم- من صلى بعد العشاء أربع ركعات كن كمثلهن من ليلة القدر (ذكر الأربع فلهذا) أن فللاختلاف في ألفاظ الحديث بين الأربع والركعتين (خير) محمد بن الحسن أو القدوري بقوله وأربع بعدها وإن شاء ركعتين. وقوله: (إلا أن الأربع أفضل خصوصا إلخ) إشارة إلى ما قال بعض مشايخنا أن ما ذكر في الكتاب بقوله أنه يصلي ركعتين بعد العشاء في قول أبي يوسف ومحمد، وأما على قول أبي حنيفة فالأفضل أن يصلي أربعا، وجعل هذه فرعا لمسألة أخرى وهي أن صلاة الليل مثنى مثنى أفضل أو أربع بتسليمة واحدة عنده الأربع أفضل وعندهما مثنى مثنى، وهي صحيحة؛ لأن محمدا جعله بمنزلة صلاة الليل ولم يعده من السنن المؤقتة؛ لأنه قال: إن فعل فحسن (العناية شرح الهداية، ج ۱ ص ۴۴۴، كتاب الصلاة، باب النوافل)

۲؎ (ويستحب أربع قبل العصر، وقبل العشاء وبعدها بتسليمة) وإن شاء ركعتين (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج ۲، ص ۱۳، باب الوتر والنوافل)

(قوله وإن شاء ركعتين) كذا عبر في منية المصلي. وفي الإمداد عن الاختيار: يستحب أن يصلي قبل العشاء أربعا وقيل ركعتين، وبعدها أربعا وقيل ركعتين اهـ. والظاهر أن الركعتين المذكورتين غير المؤكدتين (ردالمحتار، ج ۲، ص ۱۳، باب الوتر والنوافل)

وأما التطوع قبل العشاء، فإن تطوع قبلها بأربع ركعات فحسن، والتطوع بعدها ركعتان وروى عمر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۴:...... اگر کسی نے عشاء کی نماز سے پہلے نوافل بالکل نہیں پڑھے، اور وہ عشاء کی نماز کے بعد کی سنتوں سے فارغ ہو کر ان کو پڑھنا چاہے تو مستحب ہے، لیکن ان میں قضاء کی نیت نہیں کی جائے گی، بلکہ عام نوافل کی نیت کی جائے گی۔ [1] فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۴/ ذی الحجہ/ ۱۴۳۳ھ 21/ اکتوبر/ 2012ء بروز اتوار

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وعائشة رضى الله عنهما، وإن تطوع بأربع بعدها، فهو أفضل لحديث ابن عمر رضى الله عنهما موقوفاً عليه ومرفوعاً إلى رسول الله عليه السلام من صلى بعد العشاء أربع ركعات كن كثمان من ليلة القدر وذكر شيخ الإسلام خواهر زاده، والإمام الزاهد أبو نصر الصفار؛ لأن التطوع بعد العشاء حسن، إن شاء فعل وإن شاء لم يفعل؛ لأنه لم ينقل إلينا أن رسول الله عليه السلام واظب عليه، والسنّة ما واظب عليه رسول الله عليه السلام.

من مشايخنا من قال ما ذكر فى الكتاب :أنه يتطوع بعد العشاء بركعتين قول أبى يوسف ومحمد، فأما على قول أبى حنيفة فالأفضل أن يصلى أربعاً، وجعل هذا القائل هذه المسألة(المحيط البرهانى، ج ا ص ۴۴۵، كتاب الصلاة،الفصل الحادى والعشرون)

وإنما قال فى الأصل :إن التطوع بالأربع قبل العشاء حسن؛ لأن التطوع بها لم يثبت أنه من السنن الراتبة، ولو فعل ذلك فحسن؛ لأن العشاء نظير الظهر فى أنه يجوز التطوع قبلها وبعدها، ووجه رواية الكرخى فى الأربع بعد العشاء ما روى عن ابن عمر -رضى الله عنه -موقوفا عليه ومرفوعا إلى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أنه قال من صلى بعد العشاء أربع ركعات كن له كمثلهن من ليلة القدر وروى عن عائشة أنها سئلت عن قيام رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فى ليالى رمضان فقالت :كان قيامه فى رمضان وغيره سواء ، كان يصلى بعد العشاء أربعا لا تسأل عن حسنهن وطولهن، ثم أربعا لا تسأل عن حسنهن وطولهن، ثم كان يوتر بثلاث(بدائع الصنائع، ج ا ص ۲۸۵،فصل الصلاة المسنونة)

قال -رحمه الله -(والعشاء وبعده) أى ندب الأربع قبل العشاء وبعده لأن العشاء كالظهر من حيث إنه لا يكره التطوع قبله ولا بعده وقيل هو مخير إن شاء صلى ركعتين وإن شاء صلى أربعا وقيل الأربع قول أبى حنيفة والركعتان قولهما بناء على اختلافهم فى نوافل الليل(تبيين الحقائق، ج ا ص ۱۷۲ ، باب الوتر و النوافل)

[1] وبهذا ظهر لك ما فى قول الإمداد :إن التى قبل العشاء مندوبة فلا مانع من قضائها بعد التى تلى ال عشاء .اهـ .نعم لو قضاها لا تكون مكروهة بل تقع نفلا مستحبا، لا على أنها هى التى فاتت عن محلها كما قالوه فى سنة التراويح(ردالمحتار، ج ۲، ص ۵۹، باب ادراك الفريضة)

www.idaraghufran.org

(۹)

قیامُ اللیل اور تہجُّد کی نماز

رات کا وقت عبادت کے لئے انتہائی قبولیت کا وقت ہے، اور اسی وجہ سے رات کے وقت میں عبادت کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔

فرض اور وتر کی نماز کے علاوہ رات کی نماز وعبادت کو قرآن وسنت میں قیام اللیل اور تہجد سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اس کا درجہ سنت یا کم از کم نفل ومستحب ہے۔ [1]

اور شریعت کی طرف سے جس قیامُ اللیل اور تہجد کی فضیلت وترغیب بیان کی گئی ہے، اس کا وقت عشاء سے لے کر طلوعِ فجر کے درمیان ہے۔ [2]

پھر بعض اہلِ علم حضرات نے سوکر اٹھنے کے بعد اور سونے سے پہلے نوافل پڑھی جانے کی دونوں صورتوں میں اس کو تہجد کی نماز قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] ثم اعلم أن ذكره صلاة الليل من المندوبات مشى عليه فى الحاوى القدسى .وقد تردد المحقق فى فتح القدير فى كونه سنة أو مندوبا، لأن الأدلة القولية تفيد الندب؛ والمواظبة الفعلية تفيد السنية لأنه -صلى الله عليه وسلم -إذا واظب على تطوع يصير سنة؛ لكن هذا بناء على أنه كان تطوعا فى حقه، وهو قول طائفة .وقالت طائفة :كان فرضا عليه فلا تفيد مواظبته عليه السنية فى حقنا لكن صريح ما فى مسلم وغيره عن عائشة أنه كان فريضة ثم نسخ، هذا خلاصة ما ذكره " ومفاده اعتماد السنية فى حقنا لأنه -صلى الله عليه وسلم -واظب عليه بعد نسخ الفرضية، ولذا قال فى الحلية :والأشبه أنه سنة(ردالمحتار، ج۲ ص ۲۴، ۲۵،كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

[2] عن إياس بن معاوية المزنى، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :لا بد من صلاة بليل، ولو ناقة، ولو حلب شاة، وما كان بعد صلاة العشاء الآخرة فهو من الليل(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۷۸۷، ج ۱ ص ۲۷۱)

قال الهيثمى:رواه الطبرانى فى الكبير وفيه محمد بن اسحق وهو مدلس ، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ۳۵۲۵،باب فى صلاة الليل)

[3] وَمِنَ اللَّيْلِ اى بعض الليل فَتَهَجَّدْ بِهِ اى فاترک الهجود يعنى النوم للصلوة والضمير فى به للقران -فى القاموس الهجود بضم الهاء النوم كالتهجد وتهجّد استيقظ كهجد ضدوا هجدنام وأنام

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اکثر اہلِ علم حضرات نے تہجد اس نماز کو قرار دیا ہے، جو سو کر اٹھنے کے بعد ادا کی جاتی ہے۔

اور قیامُ اللیل کو تہجد سے عام قرار دیا ہے، خواہ سونے سے پہلے ادا کرلی جائے، تو اس سے بھی قیامُ اللیل کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کهجّد وهجده تهجيدا أيقظه ونوّمه ضد -والحاصل ان التشديد ان كان للازالة فمعناه ترك النوم وهو المراد هاهنا وان كان للتعدية فمعناه نومه -قال البغوى التهجد لا يكون الا بعد النوم يقال تهجد إذا قام بعد ما ينام -قلت لما كان معناه ترك النوم للصلوة فهو يشتمل من ترك النوم الليل كله او بعضه بعد النوم او قبله فلا وجه لاشتراط النوم قبل الصلاة لقيام الليل(التفسير المظهرى، ج۵ص ۴۶۶، تحت آيت ۷۹ من سورة الاسراء)

[1] التهجد فى اللغة :من الهجود ويطلق على النوم والسهر .يقال هجد :نام بالليل فهو هاجد والجمع هجود مثل :راقد ورقود وقاعد وقعود .وهجد .صلى بالليل، ويقال :تهجد :إذا نام. وتهجد :إذا صلى فهو من الأضداد .

وفى لسان العرب :قال الأزهرى :المعروف فى كلام العرب أن الهاجد هو النائم .هجد هجودا إذا نام .وأما المتهجد فهو القائم إلى الصلاة من النوم .وكأنه قيل له متهجد لإلقائه الهجود عن نفسه.

وقد فسرت عائشة رضى الله عنها وابن عباس رضى الله عنهما ومجاهد ناشئة الليل بالقيام للصلاة بعد النوم، فيكون موافقا للتهجد.

وفى الاصطلاح :هو صلاة التطوع فى الليل بعد النوم ، وقال أبو بكر بن العربى :فى معنى التهجد ثلاثة أقوال (الأول) أنه النوم ثم الصلاة ثم النوم ثم الصلاة، (الثانى) أنه الصلاة بعد النوم، (والثالث) أنه بعد صلاة العشاء .ثم قال عن الأول :إنه من فهم التابعين الذين عولوا على أن النبى صلى الله عليه وسلم كان ينام ويصلى، وينام ويصلى والأرجح عند المالكية الرأى الثانى.

الألفاظ ذات الصلة:

أ -قيام الليل :الأصل فى قيام الليل أن يطلق على الاشتغال فيه بالصلاة دون غيرها .وقد يطلق على الاشتغال بمطلق الطاعة من تلاوة وتسبيح ونحوهما.

وقيام الليل قد يسبقه نوم بعد صلاة العشاء وقد لا يسبقه أما التهجد فلا يكون إلا بعد نوم.

ب -إحياء الليل :المراد بإحياء الليل قضاؤه أو أكثره بالعبادة كالصلاة، والذكر، وقراءة القرآن، ونحو ذلك، فبينهما عموم وخصوص وجهى، فالإحياء أخص لشموله الليل كله أو أكثره، والتهجد أخص لكونه بالصلاة دون غيرها .وتفصيله فى مصطلح (إحياء الليل)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۴، ص۸۷،ماده تهجد)

والصلة بين قيام الليل والتهجد :أن قيام الليل أعم من التهجد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴،ص۱۱۸ ،ماده قيام الليل)

صلاة الليل وقيام الليل أعم من التهجد(رد المحتار، ج۲ ص ۲۴، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

www.idaraghufran.org

تاہم سوکر اٹھنے کے بعد اور بالخصوص رات کے ابتدائی دو حصے گزرنے کے بعد آخری تہائی حصے میں جو نماز پڑھی جاتی ہے، اس کی فضیلت زیادہ ہے۔

کیونکہ ایک تو اس میں تہجد کا یقینی ثواب حاصل ہوجاتا ہے، دوسرے احادیث سے بھی اس وقت کی زیادہ فضیلت معلوم ہوتی ہے، اور تیسرے تہجد کے بارے میں یہی طریقہ احادیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی ثابت ہے۔

پھر اگر کوئی رات کو کسی وجہ سے سوئے نہیں، بلکہ کسی وجہ سے جاگا ہوا ہو (مثلاً چوکیدار، پہرے دار وغیرہ) تو اسے سوئے بغیر رات کے آخری حصہ میں نوافل پڑھنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ تہجد کی فضیلت حاصل ہوجائے گی۔ [1]

---

[1] وهى بعد نوم أفضل (فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، تحت حديث رقم ۱۲۷۴)
عن الحجاج بن عمرو بن غزية صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :بحسب أحدكم إذا قام من الليل يصلى حتى يصبح أنه قد تهجد .إنما التهجد المرء يصلى الصلاة بعد رقدة، ثم الصلاة بعد رقدة، وتلك كانت صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم(المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث ۳۲۱۶، ج۳ص۲۲۵)

قال الهيثمى:
رواه الطبرانى فى الكبير، وله إسناد صحيح رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد ج۲ص۲۷۷، باب فيمن صلى صلاة لايحدث نفسه فيها)
عن الحجاج بن عمرو المازنى قال :أيحسب أحدكم إذا قام من الليل يصلى حتى يصبح أن قد تهجد إنما التهجد الصلاة بعد رقدة، ثم الصلاة بعد رقدة، ثم الصلاة بعد رقدة، تلك كانت صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم(المعجم الاوسط للطبرانى رقم الحديث ۸۶۷۰)

قال الهيثمى:
رواه الطبرانى فى الأوسط والكبير ببعضه وفى بعضها :كان النبى -صلى الله عليه وسلم -يتهجد بعد نومه وكان يستن قبل أن يتهجد ومداره على عبد الله بن صالح كاتب الليث، قال فيه عبد الملك بن شعيب، ابن الليث :ثقة مأمون، وضعفه أحمد وغيره(مجمع الزوائد ج۲ص۲۷۷، باب فيمن صلى صلاة لايحدث نفسه فيها)
عن الحجاج بن عمرو، قال " :يحسب أحدكم إذا قام من الليل فصلى حتى يصبح أن قد تهجد، إنما التهجد بعد رقدة، ثم الصلاة بعد رقدة، تلك كانت صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم "ورواه ابن لهيعة، عن جعفر مثله(معرفة الصحابة لابى نعيم ، رقم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

قرآن وسنت میں رات کی عبادت یعنی قیامُ اللیل اور تہجد کے جو عظیمُ الشان فضائل اوراس کی جواہمیت بیان کی گئی ہے،اس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

پہلے رات کی عبادت اور تہجد وقیام اللیل کی فضیلت واہمیت سے متعلق قرآن مجید کی چند آیات ذکر کی جاتی ہیں،اوراس کے بعد ان شاءاللہ تعالیٰ احادیثِ مبارکہ ذکر کی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ کا سورۃ المزمل میں ارشاد ہے کہ:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ هِىَ اَشَدُّ وَطۡـاً وَّاَقۡوَمُ قِيۡلًا (سورۃُ المزمل آیت ۲تا۶)

ترجمہ: بے شک رات کا (عبادت کے لئے) اُٹھنا (نفس کو) سخت پامال کرتا ہے اور (دِل ودِماغ کی یک سُوئی کے ساتھ) زبان سے سیدھی بات نکالتا ہے (سورہ مزمل)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحدیث ۱۹۴۱ ،معجم الصحابة لابنِ قانع، رقم الحدیث ۳۴۰)

قال ابن حجر:

إسناده حسن، فيه أبو صالح كاتب الليث وفيه لين،ورواه الطبرانی وفی إسناده ابن لهيعة وقد اعتضدت روايته بالتی قبله (التلخيص الحبير ج۲ص۴۲، تحت رقم الحديث ۵۲۵)

وقال ابن الملقن:

رواه الطبرانی فی أكبر معاجمه وفيه عبد الله بن لهيعة وقد ضعفوه ولكن لم يطرح فقد صحح بعض الأئمة حديث ابن المبارک وابن وهب عنه واحتج به.

وقال ابن عدی أحاديثه حسان وقال ابن وهب كان صادقا وروى له مسلم مقرونا ووقع ذكره فی البخاری من غير تسمية (تحفة المحتاج الیٰ ادلة المحتاج، ج۱ص۴۲۷، تحت رقم الحديث ۴۸۸)

عن الحجاج بن عمرو المازنی، قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتهجد بعد نومه، وكان يستن قبل أن يتهجد (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۳۲۱۵، واللفظ لہٗ، المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحديث ۸۶۶۹، مسند الرويانی رقم الحديث ۱۵۱۵)

عن علقمة ، والأسود قالا : التهجد بعد النوم(الكنى والاسماء للدولابی،رقم الحديث ۷۴۴، باب الجيم ، من كنيته ابو جعفر)

www.idaraghufran.org

اس سے معلوم ہوا کہ رات کی عبادت نفس اور زبان کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔ [1]

اور سورۃُ الاسراء میں اللہ تعالیٰ ارشاد ہے کہ:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (سورۃ الاسراء آیت ۷۹)

ترجمہ: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد بھی پڑھا کرو۔ یہ تمہارے لئے نفل ہے۔ بعید نہیں کہ تمہارا رب (اس کی برکت سے) تمہیں مقامِ محمود پر فائز کردے (سورہ اسراء)

---

[1] سورہ مزمل کی ابتدائی آیات ''قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا . نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا'' کے ذریعے سے ابتدائے اسلام میں تہجد کو فرض کیا گیا تھا، بعد میں سہولت کی خاطر اس کی فرضیت سورہ مزمل ہی کی مندرجہ ذیل آیات سے ختم کردی گئی۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ (سورۃ المزمل آیت ۲۰)

ترجمہ: بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں میں سے ایک جماعت (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات (عبادت) میں کھڑے ہوتے ہیں، اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے، اسے معلوم ہے کہ تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا، تو اللہ نے تم پر مہربانی فرمائی، اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھ لو، اسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے بیمار ہوں گے اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے، اور کچھ اللہ کی راہ میں قتال کریں گے، تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو (سورہ مزمل)

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تہجد آخر تک واجب رہی۔

بہر حال امت کے حق میں تہجد اور قیام اللیل فرض وواجب نہیں، بلکہ سنت ومستحب یا بعض کے نزدیک سنتِ مؤکدہ ہے۔

لیکن بایں ہمہ اس کے فضائل وفوائد عظیم الشان ہیں۔

التهجد بالليل، يقال :إن قيام الليل كان واجبا عليه إلى أن مات، لقوله تعالى " :يا أيها المزمل قم الليل "(المزمل: ۱، ۲) الآية. والمنصوص أنه كان، واجبا عليه ثم نسخ بقوله تعالى " :ومن الليل فتهجد به نافلة لك "(الاسراء: ۷۹) وسيأتي(تفسير القرطبي، ج۱۴ص ۲۱۱)

قالت :(عائشة)فإن الله عز وجل افترض قيام الليل في أول هذه السورة، فقام نبي الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه حولا، وأمسك الله خاتمتها اثني عشر شهرا في السماء، حتى أنزل الله في آخر هذه السورة التخفيف، فصار قيام الليل تطوعا بعد فريضة(مسلم، رقم الحديث ۷۴۶" ۱۳۹")

www.idaraghufran.org

اورسورۃُ الذاریات میں اللہ تعالیٰ ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الْـمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ.اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ . كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ.وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ(سورۃ الذاریات، آیت ۱۵ تا ۱۸)

ترجمہ: بے شک متقی لوگ (اس دن) باغوں اور چشموں میں ہوں گے، لے رہے ہوں گے جو کچھ انہیں ان کا رب عطا کرے گا، بے شک وہ اس (قیامت کے دن) سے پہلے نیک کام کرنے والے تھے (اور عبادت میں مشغولی کی وجہ سے) رات کو کم سوتے تھے، اور اپنے سحریوں کے (یعنی رات کے آخری) اوقات میں مغفرت طلب کیا کرتے تھے (سورہ ذاریات)

اورسورۃُ السجدۃ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ(سورۃ السجدۃ آیت ۱۶)

ترجمہ: ان کے پہلو (رات کے وقت) بستروں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ (عذاب کے) خوف اور (رحمت کی) امید کے ساتھ اپنے رب کو پکارتے ہیں اور جو کچھ (بھی) ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں (سورہ سجدہ)

اورسورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ

(سورۃ آل عمران آیت ۱۷)

ترجمہ: یہ (متقی) لوگ صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، فرمانبردار (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والے اور سحری کے اوقات (یعنی رات کے آخری حصہ) میں

استغفار کرنے والے ہیں (سورہ آل عمران)

اور سورۃُ الزمر میں اللہ تعالیٰ ارشاد ہے کہ:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (سورة الزمر آيت ٩)

ترجمہ: بھلا جو رات کے اوقات میں سجدہ اور قیام کی حالت میں عبادت کرتا ہو آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو (اور جو اس کے برعکس ہو برابر ہو سکتے ہیں؟) کہہ دو کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ سمجھتے وہی ہیں جو عقل والے ہیں (سورہ زمر)

اور سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ ارشاد ہے کہ:

لَيْسُوْا سَوَاءً مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيَاتِ اللّٰهِ اٰنَاءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ (سورة آل عمران آيت ١١٣)

ترجمہ: یہ سارے کے سارے یکساں نہیں بلکہ ان اہلِ کتاب میں ایک جماعت (اسلام لاکر حق پر) قائم رہنے والی بھی ہے جو راتوں کے وقت بھی اللہ کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور سجدے بھی کرتے ہیں (سورہ آل عمران) [1]

اور سورۃُ الفرقان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا. وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا (سورة الفرقان آيت ٦٣،٦٤)

---

[1] (لَيْسُوْا) أى أهل الكتاب (سَوَآء) مستوين (مِّنْ أَهْلِ الكتاب أُمَّةٌ قَآئِمَةٌ) مستقيمة ثابتة على الحق كعبد الله بن سلام رضى الله عنه وأصحابه (يَتْلُونَ ء ايات الله ء اٰنَآءَ اليل) أى فى ساعاته (وَهُمْ يَسْجُدُونَ) يُصَلُّونَ ، حال (تفسير الجلالين ، تحت آيت ١١٣ من سورة آل عمران)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور رحمٰن کے (مخصوص ومقبول) بندے وہ ہیں جو زمین پر انکساری سے چلتے ہیں اور اگر جاہل ان سے مخاطب ہوں تو بس سلام کہہ کر (کنارہ کش رہتے ہیں) اور جو اپنے رب کے آگے سجود وقیام میں راتیں گزارتے ہیں (سورہ فرقان)

ان آیاتِ مبارکہ سے رات کی عبادت، قیام اللیل اور بطورِ خاص تہجد کی فضیلت واہمیت واضح ہوئی۔

اب اس سلسلہ میں احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ (مسلم) [1]

ترجمہ: اور فرض نماز کے بعد افضل ترین نماز رات کی نماز ہے (مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ الصَّلَاةُ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ (مسلم) [2]

ترجمہ: فرض نماز کے بعد افضل نماز، رات کے اندر کی نماز ہے (مسلم)

فرض نماز میں اس سے متعلقہ سنتیں بھی داخل ہیں، اور فرض نماز کے مفہوم میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وِتر بھی داخل ہیں، کیونکہ وہ اگرچہ واجب ہیں، مگر عملاً فرض ہیں، اور دیگر فقہائے کرام کے نزدیک سنت ونفل ہیں، مگر وہ رات کی نماز میں داخل ہیں۔ [3]

---

[1] رقم الحدیث ۱۱۶۳ "۲۰۲" کتاب الصوم، باب فضل صوم المحرم.

[2] رقم الحدیث ۱۱۶۳ "۲۰۳" کتاب الصوم، باب فضل صوم المحرم.

[3] ثم إن التهجد -وهى صلاة الليل -مغاير للوتر عندنا ذاتا، وهما متحدان عند الشافعية، فإن صلاها قبل النوم سميت صلاة الليل، وإن صلاها بعدما استيقظ من نومه سميت تهجدا .فالفرق بينهما وصفى، وكذا الوتر عندهم .فالوتر والتهجد وصلاة الليل كلها عندهم متحدة ماصدقا، ومتباينة مفهوما واعتبارا، وهى إحدى عشرة ركعة، ثم قالوا :إن ههنا صلاة أخرى، وهى النفل مطلقا والرجل مخير فيها إن شاء صلاها مئة فصاعدا، بخلاف الوتر فإنها لم تثبت فوق إحدى عشرة فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رات کی نماز کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو یہ وقت سکون اور یکسوئی کا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے نماز میں توجہ اور خشوع زیادہ حاصل ہوتا ہے، دوسرے اس وقت میں عموماً نماز لوگوں کی نظروں سے مخفی ہوکر پڑھی جاتی ہے، جس کی وجہ سے اخلاص زیادہ ہوتا ہے، اور ریاکاری سے حفاظت پائی جاتی ہے، تیسرے یہ وقت راحت وآرام کا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے نفس کو نماز وعبادت میں مشغول ہونے میں زیادہ مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أصح الروايات، فلها ركعات معدودة وقلنا :أما الفرق بين صلاة الليل والتهجد فكما ذكرتم، لكن الوتر صلاة مستقلة، مغايرة ذاتية، متميزة بوقتها، وقضائها، وركعاتها، وتعيين قراء تها .وإنما التبست فى بادىء النظر لارتباطها بصلاة الليل شيئا .فإذا تقدمت وصليت بعد العشاء قبل النوم، كما كان أبو هريرة وبعض آخرون يفعله امتازت عن شاكلة صلاة الليل .وقد مر أنها ليست للإيتار فقط، بل صارت صلاة برأسها، وهو معنى قوله صلى الله عليه وسلم إن الله أمدكم بصلاة ...إلخ فدل على أن الوتر صلاة مستقلة لا أنه للإيتار فقط(فيض البارى شرح البخارى، كتاب التهجد،باب التهجد بالليل)

اور حدیث میں لفظِ ''جوف'' مغرب وعشاء کے مابین وقت کو خارج کرتا ہے، کیونکہ وہ شرعارات میں تو داخل ہے، لیکن شفق کے موجود ہونے کی وجہ سے (جو کہ سورج اور دن کا اثر ہے) وہ کامل لیل میں داخل نہیں۔ محمد رضوان۔

[1] "وأفضل الصلاة بعد الفريضة "أى توابعها من السنن المؤكدة، ويدخل فى الفريضة الوتر لأنه فرض عملي واجب علمي "صلاة الليل "أو يقال صلاة الليل أفضل من الرواتب من حيثية المشقة والكلفة والبعد عن الرياء والسمعة، أو بالنسبة إليه -صلى الله عليه وسلم -على القول باستمرار الوجوب لديه، أو لأنه كان فريضة ثم صار سنة بالنسخ، وقيل :هذه السنة أفضل السنن، والله أعلم، وقال النووى :الحديث حجة أبى إسحاق المروزى من أصحابنا ومن وافقه على أن صلاة الليل أفضل من السنن الرواتب لأنها تشبه الفرائض، وقال أكثر العلماء :الرواتب أصل، والأول أقوى وأوفق لنص هذا الحديث، قال الطيبى :ولعمرى إن صلاة التهجد لو لم يكن فيها فضل سوى قوله -تعالى -(ومن الليل فتهجد به نافلة لك عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا)وقوله (تتجافى جنوبهم عن المضاجع)إلى قوله (فلا تعلم نفس ما أخفى لهم من قرة أعين)وغيرها من الآيات لكفاه مزية اهـ وقيل :المراد من صلاة الليل الوتر فلا إشكال (مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۴۱۱ ،باب صيام التطوع)

(أفضل الصلوات بعد المكتوبة) أى ولواحقها من الرواتب وما أشبهها مما يسن فعله جماعة إذ هى أفضل من مطلق النفل على الأصح (الصلاة فى جوف الليل) فهى فيه أفضل منها فى النهار ، لأن الخشوع فيه أوفر لاجتماع القلب والخلو بالرب(إن ناشئة الليل هى أشد وطأ) (أمن هو قانت آناء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

بعض عارفین نے فرمایا کہ رات کی عبادت سے اللہ تبارک وتعالیٰ عقل وفکر اور بصیرت میں اضافہ فرماتے ہیں۔ [1]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل امین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے، اور فرمایا کہ:

يَا مُحَمَّدُ شَرَفُ الْمُؤْمِنِ قِيَامُ اللَّيْلِ وَعِزُّهُ اِسْتِغْنَاؤُهُ عَنِ النَّاسِ

(مستدرک حاکم) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الليل)ولأن الليل وقت السكون والراحة ، فإذا صرف إلى العبادة كانت على النفس أشد وأشق ، وللبدن أتعب وأنصب فكانت أدخل فى معنى التكليف وأفضل عند الله ، ذكره الزمخشرى ، وبالصلاة ليلا يتوصل إلى صفاء السرور ودوام الشكر(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، تحت رقم الحديث ۱۲۷۴)

[1] قال بعض العارفين :فيناجى المصلى ربه فى تلك الساعة بما يعطيه عالم الغيب والشهادة والعقل والفكر من الأدلة والبراهين عليه سبحانه وهو خصوص دلالة بخصوص معرفة يعرفها أهل الليل وهى صلاة المحبين من أهل الأسرار وغوامض العلوم المكتنفين بالحجب فيعطيهم من العلوم ما يليق بهذا الوقت وفى هذا العالم وهو وقت معارج الأنبياء والرسل والأرواح البشرية لرؤية الآيات الإلهية والتقريب الروحانى وهو وقت نزول الحق تقدس من مقام الاستواء إلى السماء الأقرب إلينا للمستغفرين والتائبين والسائلين والداعين فهو وقت شريف ، وخرج بالليل النهار فأفضل ساعاته لتعبد فيه أوله(فيض القدير شرح الجامع الصغيرللمناوى، تحت حديث رقم ۱۲۵۶)

[2] رقم الحديث ۷۹۲۱، ج۴ص ۳۶۰، كتاب الرقاق، واللفظ لهٗ،المعجم الاوسط للطبرانى رقم الحديث ۴۲۷۸.

قال الحاكم:هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه، وإنما يعرف من حديث محمد بن حميد، عن زافر، عن أبى زرعة، عن شيخ ثقة الشك وتلك الرواية عن سهل بن سعد بلا شك فيه "

وقال الذهبى فى التلخيص: صحيح.

وقال المنذرى:

رواه الطبرانى فى الأوسط وإسناده حسن (الترغيب والترهيب، كتاب النوافل، تحت حديث رقم ۹۲۹)

وقال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الأوسط، وفيه زافر بن سليمان وثقه أحمد وابن معين وأبو داود وتكلم فيه ابن عدى وابن حبان بما لا يضر(مجمع الزوائد، ج۲ص ۲۵۳، باب فى صلاة الليل)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اے محمد! مومن کا شرف (ورفعت) قیامُ اللیل ہے، اور مومن کی عزت لوگوں سے استغناء اختیار کرنا ہے (حاکم)

اس سے معلوم ہوا کہ قیامُ اللیل اور تہجد سے مومن کو رفعت وعظمت اور بلند مقام حاصل ہوتا ہے، اور لوگوں سے اپنے آپ کو مستغنی رکھنے اور کسی کے مال دولت پر نظر رکھنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے اور توکل اختیار کرنے سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً وموقوفاً روایت ہے کہ:

فَضْلُ صَلَاةِ اللَّيْلِ عَلٰى صَلَاةِ النَّهَارِ ، كَفَضْلِ صَدَقَةِ السِّرِّ عَلٰى صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ (مصنف ابن ابی شیبة) [2]

ترجمہ: رات کی نماز کی فضیلت دن کی نماز پر ایسی ہے، جیسا کہ خفیہ صدقہ کی فضیلت علانیہ صدقہ پر ہے (ابن ابی شیبہ)

اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ (ترمذی) [3]

---

[1] (أن شرف المؤمن) رفعته قال الزمخشری من المجاز لفلان شرف وهو علو المنزلة (قيامه بالليل) أی علاه ورفعته إحياء الليل بدوام التهجد فيه والذكر والتلاوة وهذا بيان لشىء من العمل المشار إليه بقوله اعمل ما شئت ولما كان الشرف والعز أخوين استطرد ذكر ما يحصل به العز (فيض القدير للمناوی، تحت حديث رقم ۸۹، حرف الهمزة)

[2] رقم الحديث ۶۶۷۲، كتاب الصلاة، باب من كان يامر بقيام الليل ،واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث ۸۹۹۸موقوفاً، ورقم الحديث ۱۰۳۸۲ ،شعب الايمان للبيهقی رقم الحديث ۲۸۳۱ ،الزهد والرقائق لابن المبارک رقم الحديث ۲۷، مرفوعاً .

قال البيهقی:قال أبو علی:لم يرفعه غير مخلد بن يزيد وأخطأ فيه والصحيح موقوف(حواله بالا)

وقال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الكبير، ورجاله ثقات.(مجمع الزوائد ج۲ص ۲۵۱)

[3] رقم الحديث ۲۴۸۵،أبواب صفة القيامة والرقائق والورع.

قال الترمذی:هذا حديث صحيح.

www.idaraghufran.org

ترجمہ:اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ،اور(ضرورت مندوں کو) کھانا کھلاؤ،اور لوگوں کے سونے کی حالت میں (یعنی رات کے وقت جب لوگ سوئے ہوئے ہوں) نماز پڑھو،تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ گے (ترمذی)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ(مسند احمد،رقم الحدیث ۲۳۷۸۴)[1]

ترجمہ:تم سلام کو پھیلاؤ،اور کھانا کھلاؤ،اور صلہ رحمی کرو،اور لوگوں کے سونے کی حالت میں (یعنی رات کے وقت) نماز پڑھو،تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ گے (مسند احمد)

اور حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأَبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ، وَهُوَ قُرْبَةٌ لَكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ، وَمُكَفِّرٌ لِلسَّيِّئَاتِ، وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْإِثْمِ(مستدرک حاکم)[2]

ترجمہ:تم رات کی نماز کا اہتمام کرو،کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ رہا ہے،اور یہ تمہارے لئے اپنے رب کی طرف قرب اور گناہوں کی معافی،اور گناہ سے روکنے کا ذریعہ ہے (حاکم)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل چند باتیں معلوم ہوئیں:

---

[1] فی حاشیة مسند احمد:إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين.

[2] رقم الحديث ١١٥٦، ج ١ ص ٤٥١، كتاب صلاة التطوع، واللفظ لهٗ،ترمذی، ابواب الدعوات، المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث ٧٤٦٦، صحيح ابنِ خزيمة رقم الحديث ١١٣٥، سنن البيهقی رقم الحديث ٤٨٣٢.

قال الحاكم:هذا حديث صحيح على شرط البخاری، ولم يخرجاه "

وقال الترمذی:وهذا أصح من حديث أبی إدريس عن بلال(حواله بالا)

www.idaraghufran.org

ایک رات کی نماز کی اہمیت (بلفظِ علیکم بقیام اللیل) دوسری رات کی نماز کا اس امت سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہونا، تیسری یہ کہ رات کی نماز اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص کا ذریعہ ہے، چوتھی یہ کہ رات کی نماز گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے ، پانچویں یہ کہ رات کی نماز گناہ سے روکنے کا ذریعہ ہے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ فُلَانًا يُصَلِّي بِاللَّيْلِ، فَإِذَا أَصْبَحَ سَرَقَ قَالَ: إِنَّهُ سَيَنْهَاهُ مَا تَقُوْلُ (مسند احمد، رقم الحديث ٩٧٧٨) [2]

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے، پھر جب صبح ہوتی ہے، تو چوری کرتا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ

---

[1] (عليكم بقيام الليل) يعنى التهجد فيه (فإنه دأب الصالحين) أى عادتهم وشأنهم من دأب فى العمل إذا جد فحولوه إلى العادة والشأن (قبلكم) أى هى عادة قديمة واظب عليها الكمل السابقون واجتهدوا فى إحراز فضلها ومنه قوله تعالى (وسخر لكم الشمس والقمر دائبين) أى مواظبين على إصلاح العالم (وقربة إلى الله تعالى) وفى رواية وهو قربة لكم إلى ربكم نكر القربة إيذانا بأن لها شأنا وأتى بالجملة ولم يعطف قربة على دأب الصالحين لتدل باستقلالها على مزيد تقريب (ومنهاة) بفتح الميم وسكون النون (عن الإثم) أى حال من شأنها أن تنهى عن الإثم مفعلة من النهى والميم زائدة وقال القاضى :مفعلة بمعنى اسم فاعل ونظائره كثيرة مطهرة ومرضاة ومبجلة (وتكفير للسيئات) أى خصلة تكفر سيئاتكم (ومطردة للداء عن الجسد) أى حالة شأنها إبعاد الداء مفعلة من الطرد قال القاضى :معناه أن قيام الليل قربة تقربكم إلى ربكم وخصلة تكفر سيئاتكم وتنهاكم عن المحرمات (إن الصلاة تنهى عن الفحشاء والمنكر) قال ابن الحاج :وفى قيام الليل من الفوائد أنه يحط الذنوب كما يحط الريح العاصف الورق الجاف من الشجرة وينور القبر ويحسن الوجه ويذهب الكسل وينشط البدن وترى الملائكة موضعه من السماء كما يتراء ى الكوكب الدرى لنا من السماء (فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ٥٥٧٣)

[2] فى حاشية مسند احمد: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين.

قال الهيثمى:

رواه أحمد والبزار، ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد ج٢ص٢٥٨ ،باب صلاة الليل تنهى عن الفحشاء)

www.idaraghufran.org

وسلم نے فرمایا کہ بے شک وہ عنقریب اس بات سے رک جائے گا، جو آپ کہہ رہے ہیں (مسند احمد)

یہ حدیث اس سے پہلی حدیث کے اس مضمون کے مطابق ہے، جس میں رات کی نماز کو گناہ سے روکنے والی قرار دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ رات کی عبادت ونماز سے انسان گناہوں سے بچتا ہے، اوراسے گناہوں سے توبہ کی توفیق ہوتی ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ: رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ يُخْفِيهَا مِنْ شِمَالِهِ، وَرَجُلٌ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَانْهَزَمَ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ (المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث ۱۰۴۸۴، ج۱۰ ص۲۰۷) [2]

ترجمہ: تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ (بہت زیادہ) محبت فرماتے ہیں، ایک وہ آدمی جو رات کو کھڑے ہو کر اللہ کی کتاب (یعنی قرآن مجید) تلاوت کرتا ہے، اور دوسرے وہ آدمی جو اس طرح صدقہ دیتا ہے کہ اپنے بائیں ہاتھ سے بھی چھپاتا ہے، اور تیسرے وہ آدمی جو جنگ میں کسی لشکر کے ساتھ ہو، پھر وہ لشکر

---

[1] (إن فلانا) أى :رجلا معينا (يصلى بالليل، فإذا أصبح) ، أى :قارب الصبح (سرق) : أو سرق بالنهار ولو بالتطفيف ونحوه، (فقال " :إنه ") ، أى :الشأن ")ستنهاه ") : بالمثناة الفوقانية، والفاعل إما ضمير فيه عائد إلى الصلاة، أى :هى تنهاه عما تقول، أو ما فى قوله :("ما تقول ") ; لأنها عبارة عن الصلاة، وبالتحتانية فالفاعل "ما "والتذكير باعتبار لفظه، كذا فى الشرح، والصحيح من النسخ (ما تقول) بالخطاب، وفى نسخة بالغيبة، أى :الرجل الأول، قال الطيبى : ومعنى السين للتأكيد فى الإثبات، أى :بالنسبة إلى عدمها، كما أن (لن) للتأكيد فى النفى، أى بالنسبة إلى "لا "، وقال ابن حجر :فمثل هذه الصلاة لا محالة تنهاه فيتوب عن السرقة قريبا، فالسين على أصلها من التنفيس ;إذ لا بد من مزاولة الصلاة زمنا حتى يجد منها حالة فى قلبه تمنعه من الإثم .اهـ .وفى الحديث إيماء إلى قوله تعالى :(إن الصلاة تنهى عن الفحشاء والمنكر) (مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۹۳۱، كتاب الصلاة،باب التحريض على قيام الليل)

[2] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی، ورجاله رجال الصحيح .(مجمع الزوائد ج۲ص۲۵۵، باب فی صلاة الليل)

مغلوب ہوجائے (اور یہ) پھر بھی دشمن کا مقابلہ کرے (طبرانی)

اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَجِبَ رَبُّنَا مِنْ رَجُلَيْنِ، رَجُلٍ ثَارَ مِنْ وِطَائِهِ وَلِحَافِهِ مِنْ بَيْنِ حِبِّهِ وَأَهْلِهِ إِلَى الصَّلَاةِ، فَيَقُولُ اللّٰهُ جَلَّ وَعَلَا: انْظُرُوا إِلٰى عَبْدِي ثَارَ مِنْ فِرَاشِهِ وَوِطَائِهِ مِنْ بَيْنِ حِبِّهِ وَأَهْلِهِ إِلٰى صَلَاتِهِ رَغْبَةً فِيمَا عِنْدِي، وَشَفَقَةً مِمَّا عِنْدِي، وَرَجُلٍ غَزَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَانْهَزَمَ النَّاسُ، وَعَلِمَ مَا عَلَيْهِ فِي الْإِنْهِزَامِ، وَمَا لَهُ فِي الرُّجُوعِ، فَرَجَعَ حَتّٰى أُهْرِيقَ دَمُهُ، فَيَقُولُ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ: أُنْظُرُوا إِلٰى عَبْدِي، رَجَعَ رَجَاءً فِيمَا عِنْدِي، وَشَفَقَةً مِمَّا عِنْدِي حَتّٰى أُهْرِيقَ دَمُهُ

(صحیح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا رب دو آدمیوں سے (بہت زیادہ) خوش ہوتا ہے، ایک وہ آدمی جو ہمت کرکے اپنا نرم بستر اور لحاف (وکمبل وغیرہ) چھوڑ کر اپنی پسندیدہ چیز (یعنی بیوی وغیرہ) اور گھر والوں کے درمیان سے نماز کے لئے کھڑا ہو، تو اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کو دیکھو کہ جو اپنے نرم بستر میں سے اور اپنی پسندیدہ چیزوں اور گھر والوں کے درمیان سے ہمت کرکے نماز کے لئے کھڑا ہوگیا، اس چیز کے شوق میں، جو میرے پاس

---

[1] رقم الحدیث ۲۵۵۷، کتاب الصلاۃ، فصل فی قیام اللیل، واللفظ لہٗ، و رقم الحدیث ۲۵۵۸، المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث ۱۰۳۸۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی رقم الحدیث ۵۳۶۱، مصنف ابنِ ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۱۹۷۴۸، مسند احمد، رقم الحدیث ۳۹۴۹.

قال الهيثمي:

رواه أحمد وأبو يعلى والطبراني في الكبير، وإسناده حسن .(مجمع الزوائد ج۲ ص۲۵۵، باب في صلاة الليل)

اسنادہٗ قوی (حاشیۃ صحیح ابنِ حبان)

إسناده حسن إلا أن الدارقطني صحح وقفه (حاشية مسند احمد)

ہے (یعنی اجروثواب) اور میرے (عذاب کے) خوف کی وجہ سے، اور دوسرا وہ آدمی جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کیا، پھر (اس کے ساتھ موجود) لوگ (مغلوب ہوکر) راہِ فرار اختیار کرگئے، اور اس نے (مغلوب ہوکر) راہِ فرار اختیار کرنے میں جو گناہ ہے، اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے میں جو ثواب ہے، اس کی طرف توجہ کی، پھر وہ (راہِ فرار اختیار کرنے کے بجائے) دشمنوں کے مقابلہ کے لئے لوٹ آیا، یہاں تک کہ اس کا خون بہادیا گیا (یعنی یہ شہید ہوگیا) تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کی طرف دیکھو، وہ میرے پاس موجود چیز (یعنی اجروثواب) کی امید کرتے ہوئے اور میرے (عذاب کے) خوف کی خاطر لوٹا ہے، یہاں تک کہ اس کا خون بہادیا گیا (یعنی شہید ہوگیا) (ابنِ حبان)

اس حدیث سے رات کو عبادت کرنے کی عظیم الشان فضیلت معلوم ہوئی۔ ۱

---

۱ (وعن عبد الله بن مسعود قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :عجب ربنا ") ، أى: رضى واستحسن ("من رجلين ") ، أى :فعلهما، وقال الطيبى، أى :عظم ذلك عنده منهما، قال ابن الملك :فسماه عجبا مجازا ;لأن التعجب إنما يكون مما خفى سببه، ولا يخفى عليه شىء . ("رجل ") : بالجر بدل، وجوز الرفع، فالتقدير أحدهما أو منهما أو هما رجل ("ثار ") ، أى :قام بهمة ونشاط ورغبة ("عن وطائه ") : بكسر الواو، أى :فراشه اللين ("ولحافه ") : بكسر اللام، أى :ثوبه الذى فوقه، وقد ورد فى الحديث "ليذكرن الله أقوام على الفرش الممهدة يدخلهم الدرجات العلى "رواه ابن حبان فى صحيحه .("من بين حبه ") : بكسر الحاء ، أى :محبوبه (" وأهله إلى صلاته ") ، أى :مائلا عن الذين هم زبدة الخلائق عنده إلى عبادة ربه وخالقه، علما بأنهم لا ينفعونه لا فى قبره ولا يوم حشره، وإنما تنفعه طاعته فى أيام عمره، ولذا قال الجنيد لما رؤى فى النوم، وسئل عن مراتب القوم :طاشت العبارات، وتلاشت الإشارات، وما نفعنا إلا ركيعات فى جوف الليل من الأوقات .("فيقول الله لملائكته ") ، أى :مباهاة لعبده الذى غلبت صفات ملكيته على أحوال بشريته، مع وجود الشيطان والوساوس والنفس وطلب الشهوة والهواجس، ("انظروا إلى عبدى ") ، أى :نظر الرحمة المترتب عليه الاستغفار له والشفاعة .والإضافة للتشريف، وأى تشريف، أوتفكروا فى قيامه من مقام الراحة، ("ثار عن فراشه ووطائه ") ، أى :تباعد عنهما ("من بين حبه وأهله") ، أى :منفردا منهم ومن اتفاقهم، ومعتزلا عن اقترابهم واعتناقهم، ("إلى صلاته")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی قسم کی حدیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ ل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَلَا إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَضْحَكُ إِلٰى رَجُلَيْنِ رَجُلٍ قَامَ فِيْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أى :التى تنفعه فى حياته ومماته ("رغبة") ، أى :لا رياء وسمعة بل ميلا ("فيما عندى ") ، أى: من الجنة والثواب، أو من الرضا واللقاء يوم المآب .("وشفقا ") ، أى :خوفا ("مما عندى ") : من الجحيم وأنواع العذاب، أو من السخط والحجاب الذى هو أشد من العقاب، وهذا غاية الجهاد الأكبر، فإنه قام بالعبادة فى وقت راحة الناس فى العادة مع عدم التكليف الإلهى، فيكون من علامة أنه من أهل السعادة، ولذا قدمه وعطف عليه بقوله :("ورجل ") : بالوجهين ("غزا فى سبيل الله") أى :حارب أعداء الله ("فانهزم ") ، أى :غلب وهرب ("مع أصحابه فعلم ما عليه ") ، أى: من الإثم أو من العذاب ("فى الانهزام ") : إذا كان بغير عذر له فى المقام ("وما له ") ، أى :وعلم ما له من الثواب والجزاء ("فى الرجوع ") ، أى :فى الإقبال على محاربة الكفار، ولو كانوا أكثر منه فى العدد وأقوى منه فى العدد، ("فرجع ") ، أى :حسبة لله وجاهد ("حتى هريق ") ، أى: صب ("دمه ") : يعنى :قتل .وجاء فى الحديث :ذاكر الله تعالى فى الغافلين بمنزلة الصابر فى الفارين .رواه البزار والطبرانى فى الأوسط، وبه يظهر كمال المناسبة بين الرجلين، ("فيقول الله لملائكته ") ، أى :المقربين ("انظروا إلى عبدى ") ، أى :نظر تعجب ("رجع رغبة فيما عندى، وشفقا مما عندى ") ، أى :من العقاب ("حتى هريق دمه ") ، أى :على طريق الصواب .(رواه) : صاحب المصابيح (فى شرح السنة) ، أى :بإسناده، قال الشيخ الجزرى :رواه أحمد بإسناد صحيح فيه عطاء بن السائب، وروى له الأربعة والبخارى متابعة، ورواه الطبرانى .اهـ.

وقال المنذرى فى الترغيب :رواه أحمد، وأبو يعلى والطبرانى، وابن حبان فى صحيحه .ورواه الطبرانى أيضا موقوفا بإسناد حسن (مرقاة المفاتيح ،ج٣ص٩٣٧، كتاب الصلاة، باب القصد فى العمل)

ل عن أبى الدرداء ، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : ثلاثة يحبهم الله عز وجل ، يضحك إليهم ويستبشر بهم ، الذى إذا انكشفت فئة قاتل وراء ها بنفسه لله عز وجل ، فإما أن يقتل ، وإما أن ينصره الله عز وجل ويكفيه ، فيقول :انظروا إلى عبدى كيف صبر لى نفسه ، والذى له امرأة حسناء وفراش لين حسن ، فيقوم من الليل فيذر شهوته فيذكرنى ويناجينى ولو شاء لرقد ، والذى يكون فى سفر وكان معه ركب فسهروا ونصبوا ثم هجعوا فقام فى السحر فى سراء أوضراء (الاسماء والصفات للبيهقى، رقم الحديث ٩٨٣)

اقول: والرجل الذى يكون فى السفر داخل فى حكم الرجل الذى يقوم من الليل .فلامنافاة بين الحديثين. محمد رضوان.

مِنْ فِرَاشِهٖ وَلِحَافِهٖ وَدِثَارِهٖ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ إِلٰى صَلَاةٍ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَلَائِكَتِهٖ: مَا حَمَلَ عَبْدِىْ هٰذَا عَلٰى مَا صَنَعَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا رَجَاءَ مَا عِنْدَكَ، وَشَفَقَةً مِّمَّا عِنْدَكَ، فَيَقُوْلُ: فَإِنِّىْ قَدْ أَعْطَيْتُهٗ مَا رَجَا وَأَمَّنْتُهٗ مِمَّا خَافَ، وَرَجُلٍ كَانَ فِىْ فِئَةٍ فَعَلِمَ مَا لَهٗ فِى الْفِرَارِ، وَعَلِمَ مَا لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ، فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ فَيَقُوْلُ لِلْمَلَائِكَةِ: مَا حَمَلَ عَبْدِىْ هٰذَا عَلٰى مَا صَنَعَ؟، فَيَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا رَجَاءَ مَا عِنْدَكَ، وَشَفَقَةً مِّمَّا عِنْدَكَ، فَيَقُوْلُ: فَإِنِّىْ أُشْهِدُكُمْ أَنِّىْ قَدْ أَعْطَيْتُهٗ مَا رَجَا وَأَمَّنْتُهٗ مِمَّا خَافَ (المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث ۸۵۳۲، ج۹ص ۱۰۱) [1]

ترجمہ: یاد رکھو کہ بے شک اللہ عزوجل دو آدمیوں سے (بہت زیادہ) خوش ہوتے ہیں، ایک وہ آدمی جو سردی کی رات میں اپنے بستر اور لحاف اور کمبل (وچادر وغیرہ) میں سے نکل کر کھڑا ہوا، پھر نماز پڑھی، تو اللہ عزوجل اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کو اس کے اس عمل پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! اس چیز کی امید نے جو آپ کے پاس ہے (یعنی اجر وثواب) اور اس چیز کے خوف نے جو آپ کے پاس ہے (یعنی آپ کا عذاب) تو اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے اس کو امید والی چیز (یعنی اجروثواب اور اپنی رضا) عطا کردی، اور اس کو خوف والی چیز (یعنی عذاب) سے امن دے دیا اور دوسرا وہ آدمی جو ایک جماعت کے ساتھ (قتال میں) تھا، پھر اس نے راہِ فرار اور قتال میں جو کچھ (عذاب یا ثواب) ہے، اس کو جان لیا، پھر اس نے قتال کیا، یہاں تک کہ شہید ہوگیا، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کو اس کے اس عمل پر کس چیز نے آمادہ کیا، فرشتے کہتے ہیں کہ اے

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير وإسناده حسن (مجمع الزوائد ج۲ص ۲۵۶، باب فی صلاة الليل)

www.idaraghufran.org

ہمارے رب! اس چیز کی امید نے جو آپ کے پاس ہے (یعنی جہاد وقتال کا اجر وثواب) اور اس چیز کے خوف نے جو آپ کے پاس ہے (یعنی راہِ فرار کا عذاب) تو اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں، بے شک میں نے اس کو امید والی چیز (یعنی اجر وثواب اور اپنی رضا) عطا کردی، اور اس کو خوف والی چیز (یعنی عذاب) سے امن دے دیا (طبرانی)

اور ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

يَضْحَكُ اللّٰهُ إِلٰى رَجُلَيْنِ: رَجُلٍ لَقِيَ الْعَدُوَّ وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ مِنْ أَمْثَلِ خَيْلِ أَصْحَابِهِ فَانْهَزَمُوْا وَثَبَتَ، فَإِنْ قُتِلَ اسْتُشْهِدَ، وَإِنْ بَقِيَ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَضْحَكُ اللّٰهُ إِلَيْهِ، وَرَجُلٍ قَامَ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ لَا يَعْلَمُ بِهِ أَحَدٌ، فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ حَمِدَ اللّٰهَ وَمَجَّدَهُ، وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْتَفْتَحَ الْقُرْآنَ، فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَضْحَكُ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَقُوْلُ: اُنْظُرُوْا إِلٰى عَبْدِيْ قَائِمًا لَا يَرَاهُ أَحَدٌ غَيْرِيْ

(السنن الکبریٰ للنسائی) [1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ دو آدمیوں سے (بہت زیادہ) خوش ہوتے ہیں، ایک وہ جو دشمن سے مقابلہ کرے، اور اپنے ساتھیوں کے گھوڑوں سے زیادہ بہتر گھوڑے پر سوار ہو، پھر اس کے ساتھی مغلوب ہوجائیں، اور یہ ثابت قدم رہے (اچھا گھوڑا ہونے کے باوجود راہِ فرار اختیار نہ کرے) پھر یا تو قتل ہوجائے، اور شہادت کو پائے، یا پھر زندہ باقی رہے، تو اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں، اور دوسرا وہ آدمی جو رات کے اندر اٹھتا ہے، جس کا (اللہ کے علاوہ) کسی کو علم نہیں ہوتا، پھر وہ وضو کرتا ہے، اور اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے، اور بزرگی

---

[1] رقم الحدیث ۱۰۶۳۷، ج۹ص ۳۲۰، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، واللفظ لہٗ، عمل الیوم واللیلۃ لابنِ سنی، رقم الحدیث ۷۶۱.

www.idaraghufran.org

بیان کرتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے، اور قرآن مجید کھولتا ہے (اوراس کی قرائت وتلاوت کرتا ہے) پس اس سے بھی اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں، اورفرماتے ہیں کہ میرے بندے کو دیکھو،اس حال میں (عبادت کے لئے) کھڑا ہوا کہ اسے میرے علاوہ کوئی نہیں دیکھ رہا (نسائی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِی الْجَنَّۃِ غُرَفًا تُرٰی ظُھُوْرُھَا مِنْ بُطُوْنِھَا وَبُطُوْنُھَا مِنْ ظُھُوْرِھَا فَقَامَ أَعْرَابِیٌّ فَقَالَ لِمَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لِمَنْ أَطَابَ الْکَلَامَ وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ وَأَدَامَ الصِّیَامَ وَصَلّٰی لِلّٰہِ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ (ترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک بالا خانہ ہے،جس کے باہر کا حصہ اندر کے حصے سے،اوراندر کا حصہ باہر کے حصے سے نظر آتا ہے، یہ سن کر ایک دیہاتی آدمی نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کس کے لئے ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو (لوگوں کے ساتھ اچھی اور پاکیزہ گفتگو کرے، اور (لوگوں کو) کھانا کھلائے، اور روزے رکھنے میں دوام (وپابندی) اختیار کرے، اور اللہ کے لئے رات کو اس وقت نماز پڑھے، جب لوگ سوئے ہوئے ہوں (ترمذی)

روزہ رکھنے میں دوام وپابندی اختیار کرنے سے مراد یہ ہے کہ رمضان کے فرض اوراس کے علاوہ مسنون ومستحب روزے رکھے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۱۹۸۴،ابواب البر والصلة،باب ما جاء فی قول المعروف.

[2] (وتابع الصيام) قال ابن العربی :عنی به الصیام المعروف کرمضان والأيام المشهود لها بالفضل علی الوجه المشروع مع بقاء القوة دون استيفاء الزمان كله والاستيفاء القوة بأسرها وإنما يكسر الشهوة مع بقاء القوة وقال الصوفية الصيام هنا الإمساک عن كل مكروه فيمسک قلبه عن اعتقاد الباطل ولسانه عن القول الفاسد ويده عن الفعل المذموم وفی رواية وواصل الصيام (فيض القدير للمناوی، تحت حديث رقم ۲۳۱۴، حرف الهمزة)

حضرت ابنِ عمر اور حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہما سے بھی اسی قسم کی حدیث مروی ہے۔ ۱؎

اور تھوڑے سے مضمون کے فرق کے ساتھ اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ۲؎

۱؎ عن ابن عمر، أن النبی صلی الله علیه وسلم قال :إن فی الجنة غرفا یری ظاهرها من باطنها ,ویری من باطنها فی ظاهرها ,قیل :لمن هی یا رسول الله؟ قال :لمن أطاب الكلام وأفشی السلام وأطعم الطعام وأدام الصیام وبات باللیل قائما والناس نیام " (مسند الشامیین للطبرانی رقم الحدیث ۱۲۴۷)

حدثنی أبو معانق الأشعری، حدثنی أبو مالک الأشعری أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال :إن فی الجنة غرفا یری ظاهرها من باطنها وباطنها من ظاهرها، أعدها الله عز وجل لمن أطعم الطعام، وأدام الصیام، وصلی باللیل والناس نیام (المعجم الكبیر للطبرانی رقم الحدیث ۳۴۶۷، ج۳ص ۳۰۱)

قال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الكبیر، ورجاله رجال الصحیح إلا أن أبا معانق لیست له صحبة ذكره ابن حبان فی ثقات التابعین، وسئل عنه الدارقطنی فقال :مجهول لا شیء .(مجمع الزوائد ج۲ص ۲۵۵،باب ثان فی صلاة اللیل)

قلت:ولكن فی الطبرانی رواه ابومعانق عن ابی مالک الاشعری كما علمت.

۲؎ عن معانق أو أبی معانق، عن أبی مالک، قال :قال النبی صلی الله علیه وسلم :إن فی الجنة غرفة یری ظاهرها من باطنها وباطنها من ظاهرها، أعدها الله لمن أطعم الطعام، وألان الكلام، وتابع الصلاة، وقام باللیل والناس نیام (المعجم الكبیر للطبرانی رقم الحدیث ۳۴۶۶،ج۳ص ۳۰۱، واللفظ لهٗ، مسند الشامیین للطبرانی رقم الحدیث ۲۸۷۳)

قال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الكبیر، ورجاله ثقات.(مجمع الزوائد ج۲ص ۲۵۴،باب ثان فی صلاة اللیل)

عن أبی عبدالرحمن، عن عبد الله بن عمرو، عن النبی صلی الله علیه وسلم؛ قال :إن فی الجنة غرف، یری ظاهرها من باطنها، وباطنها من ظاهرها .قال أبو مالک الأشعری : لمن هی یا رسول الله؟ قال :لمن ألان الكلام، وأطعم الطعام، وبات قائما والناس نیام (المعجم الكبیر للطبرانی رقم الحدیث ۱۴۶۸۷،ج۱۴ص ۸۰)

قال الهیثمی:

رواه أحمد والطبرانی فی الكبیر وإسناده حسن، واللفظ له وفی روایة أحمد :فقال أبو موسی الأشعری.(مجمع الزوائد ج۲ص ۲۵۴،باب ثان فی صلاة اللیل)

Idara Ghufran

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهٗ فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا الْمَاءَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَإِنْ أَبٰى نَضَحَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْمَاءَ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے، جو رات کو کھڑا ہو، پھر نماز پڑھے، اور اپنی بیوی کو بھی جگائے، پھر اگر وہ نہ جاگے، تو اس کے چہرے میں پانی چھڑک دے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس عورت پر جو رات کو کھڑی ہو، پھر نماز پڑھے، اور اپنے شوہر کو جگائے، پھر اگر وہ نہ جاگے، تو اس کے چہرے میں پانی چھڑک دے (ابوداؤد)

اور حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اسْتَيْقَظَ مِنْ اللَّيْلِ وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهٗ فَصَلَّيَا رَكْعَتَيْنِ جَمِيْعًا كُتِبَا مِنْ الذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتِ (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو بیدار ہو، اور اپنی بیوی کو بھی بیدار کرے، پھر وہ دونوں دو رکعتیں پڑھیں، تو وہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والوں اور کثرت سے ذکر کرنے والیوں میں لکھے جائیں گے (ابوداؤد)

---

[1] رقم الحديث ۱۳۰۸، كتاب الصلاة، باب قيام الليل ، واللفظ لهٗ، مسند احمد رقم الحديث ۷۴۱۰، صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ۲۵۶۷.
في حاشية مسند احمد: اسنادهٗ قوي.

[2] رقم الحديث ۱۴۵۱، كتاب الصلاة، باب الحث على قيام الليل ، واللفظ لهٗ، ابنِ ماجة رقم الحديث ۱۳۳۵، صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ۲۵۶۸.
في حاشية ابنِ حبان: اسنادهٗ صحيح.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ:

إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ (مسلم) [1]

ترجمہ: رات میں ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے کہ اس گھڑی میں جو بھی مسلمان آدمی اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی کسی خیر کی دعا کر رہا ہو، تو اس کو وہ اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرماتے ہیں، اور یہ گھڑی ہر رات میں ہوتی ہے (مسلم)

بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ قبولیت کی گھڑی رات کو کسی غیر معین وقت میں ہوتی ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ آخری تہائی رات میں ہوتی ہے۔ [2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحديث ۷۵۷، كتاب صلاة المسافرين وقصرها،باب فى الليل ساعة مستجاب فيها الدعاء .

[2] (إن فى الليل لساعة) يحتمل أن يراد بها الساعة النجومية وأن يراد جزؤ منها ونكرها حثا على طلبها بإحياء الليالى (لا يوافقها) أى يصادفها (عبد) فى رواية رجل (مسلم يسأل الله تعالى فيها خيرا من أمر الدنيا والآخرة إلا أعطاه إياه وذلك كل ليلة) أى ذلك المذكور يحصل كل ليلة فلا يختص ببعض الليالى بل كائن فى جميعها قبيل تلك الساعة فى الثلث الأخير الذى يقول فيه الله من يدعونى فأستجيب له وقيل وقت السحر وقيل مطلقة وجزم الغزالى بأنها مبهمة فى جميع الليالى كليلة القدر فى رمضان وحكمة إبهامها توفر الدواعى على مراقبتها والإجتهاد فى الدعاء فى جميع ساعات الليل كما قالوه فى إبهام حكمة ليلة القدر(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، تحت رقم الحديث ۲۳۳۱)

ففيه حث على الدعاء فى الليل وحض عليه، وأبهم الساعة فى جميعه طلباً لعمارته بالتوجه للمولى وعدم الغفلة فيه بالنوم وإراحة الجسم عنه فإن التوجه بالقلب وهو لا ينافى النوم بالعين والجوارح، ويمكن أن تكون الساعة المطلقة فى هذا الخبر محمولة على ما جاء من التقييد فى رواية بأنها بعد مضى الثلث من الليل، وفى أخرى أنها فى الثلث الأخير، ولا منافاة بينها إما بجعل الجميع على أنها فى الثلث الأخير لصدق جميع الروايات عليه، وإما بأنها تنتقل فتارة تكون قبل النصف الأخير، وأخرى فى النصف الأخير قبل الثلث الأخير، وأخرى فى الثلث الأخير، أو على أنه أخبر أوّلاً أنها فى الثلث الأخير فأخبر به، ثم أخبر بأنها نم نصف الليل فأخبر به، ثم أخبر بأنها من الثلث الأول فأخبر به، وفيه على كل وجه إيماء إلى اتساع زمنها(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج۶ص ۶۴۵، ۶۴۶،باب فضل قيام الليل)

www.idaraghufran.org

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَبِیْتُ عَلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ طَاھِرًا فَیَتَعَارَّ مِنَ اللَّیْلِ فَیَسْأَلُ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ خَیْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ إِلَّا أَعْطَاہُ إِیَّاہُ(مسند احمد) ؎۱

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان بھی (رات کو) اللہ کا ذکر کرکے پاکی کی حالت میں سوتا ہے، پھر وہ رات کو بیدار ہوتا ہے، اور اللہ عزوجل سے دنیا وآخرت کی کسی بھی بہتر چیز کا سوال کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ ضرور عطا فرماتے ہیں (مسند احمد)

ان احادیث سے رات کے وقت ذکر وعبادت اور دعا کی قبولیت معلوم ہوئی۔ ؎۲

؎۱ رقم الحدیث ۲۲۰۴۸، واللفظ لہٗ،ابوداؤد رقم الحدیث ۵۰۴۲.

فی حاشیۃ مسند احمد: إسنادہ من جھۃ ثابت -وھو ابن أسلم -صحیح رجالہ ثقات رجال الصحیح غیر أبی ظبیۃ فقد روی لہ "البخاری "فی "الأدب "وأصحاب السنن غیر الترمذی، وھو ثقۃ.

؎۲ (وعن معاذ بن جبل قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " :ما من مسلم یبیت ") ، أی: یرقد فی اللیل ("علی ذکر ") ، أی :من الأذکار المستحبۃ عند النوم، أو مطلق الأذکار حال کونہ ("طاھرا ") ، أی :متوضئا، أو متیمما، أو طاھرا قلبہ من الغل والغش والحقد والأوزار، أو سلیما قلبہ من غیر الملک الجبار ("فیتعار ") ، أی :ینتبہ ویتحرک ("من اللیل ") ، أی :بعضہ. وأغرب ابن حجر فقال، أی :من النوم فی اللیل، ("فیسأل اللہ خیرا ") ، أی :مقدارا أو معلقا (" إلا أعطاہ اللہ إیاہ ") : أو أعطاہ خیرا مما تمناہ فی دنیاہ وأخراہ .(رواہ أحمد وأبو داود) : قال میرک :وابن ماجہ والنسائی فی الیوم واللیلۃ(مرقاۃ المفاتیح،ج۳ص۹۱۸، کتاب الصلاۃ، باب مایقول اذا قام من اللیل)

(ما من مسلم یبیت علی ذکر) للہ تعالی من نحو قراء ۃ وتکبیر وتسبیح وتھلیل وتحمید (طاھرا) عن الحدثین والخبث طھارۃ کاملۃ ولو بالتیمم بشرطہ (فیتعار) بعین مھملۃ وراء مشددۃ یقال تعار إذا انتبہ من نومہ مع صوت أو بمعنی تمطی قال جمع :والأول أنسب لأن الاستعمال فیہ أخذ من عوار الظلیم وھو صوتہ والمعنی فیھب من نومہ (من اللیل) أی وقت کان والثلث الأخیر أرجی لذلک فمن خصہ بالنصف الثانی فقد حجر واسعا (فیسأل اللہ خیرا من أمر الدنیا والآخرۃ إلا أعطاہ إیاہ) قال الطیبی :عبر بقولہ یتعار دون یھب أو یستیقظ ونحوھما لزیادۃ معنی أراد أن یخبر من ھب من نومہ ذاکرا للہ مع الھبوب فیسأل اللہ خیرا أنہ یعطیہ فأوجز فقال :فیتعار لیجمع بین المعنیین وإنما یوجد ذلک عند من تعود الذکر فاستأنس بہ وغلب علیہ حتی صار الذکر حدیث نفسہ فی نومہ ویقظتہ وصرح علیہ الصلاۃ والسلام باللفظ وعرض بالمعنی وذلک من جوامع الکلم التی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰہِ لَوْ کَانَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ فَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ بہت اچھے آدمی ہیں، کاش کہ یہ رات کو (تہجد کی) نماز پڑھا کریں، تو (یہ سن کر) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رات کو (تہجد کی) نماز پڑھنا شروع کردی (بخاری)

مذکورہ احادیث سے رات کو عبادت، قیام اللیل اور تہجد کے عظیم فضائل معلوم ہوئے۔

قیامُ اللیل اور تہجُّد کا افضل وقت

یوں تو عشاء کی نماز کے بعد قیام اللیل اور تہجد کا وقت شروع ہوجاتا ہے، لیکن رات کے آخری تہائی حصہ میں بیدار ہوکر قیام اللیل اور تہجد کی نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

آگے اس سلسلہ میں چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت عمرو بن عبسہ سُلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ:

أَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ الْآخِرِ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَکُوْنَ مِمَّنْ یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْ تِلْکَ السَّاعَةِ فَکُنْ (سنن الترمذی) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أوتيها وظاهر قوله يبيت أى أن ذا خاص بنوم الليل واشترط فى ذلك المبيت على طهر لأن النوم عليه يقتضى عروج الروح وسجودها تحت العرش الذى هو مصدر المواهب فمن لم يبت على طهر لا يصل لذلك المقام الذى منه الفيض والإنعام وفى خبر البيهقى إن الأرواح يعرج بها فى منامها فتؤمر بالسجود عند العرش فمن بات طاهرا سجد عند العرش ومن كان ليس بطاهر سجد بعيدا عنه وفيه ندب الوضوء للنوم.(حم د) فى الأدب (هـ) فى الدعاء كلهم (عن معاذ) بن جبل رمز لحسنه ورواه عنه أيضا النسائى فى اليوم والليلة(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٨١٠٠)

[1] رقم الحديث ١١٥٧، كتاب التهجد،باب فضل من تعار من الليل فصلى.

[2] رقم الحديث ٣٥٧٩، ابواب الدعوات.

قال الترمذى: هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه.

ترجمہ: بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے، پس اگر آپ اس وقت میں اللہ کو یاد کرنے والوں میں سے ہونے کی قدرت رکھتے ہوں، تو اس وقت میں اللہ کو یاد کرنے والوں میں سے ہو جائیں

(ترمذی)

اور ایک روایت میں حضرت عمرو بن عبسہ سُلمی رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت ہے کہ:

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَیُّ اللَّيْلِ أَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرُ فَصَلِّ مَا شِئْتَ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! رات کے کون سے حصے میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) زیادہ شنوائی ہوتی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے آخری حصے میں، پس آپ اس میں جتنی چاہیں نماز پڑھیں

(ابوداؤد، نسائی)

اور حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ عَلِّمْنِيْ مَا تَعْلَمُ وَأَجْهَلُ ، هَلْ مِنَ السَّاعَاتِ سَاعَةٌ أَفْضَلُ مِنَ الْأُخْرٰى ؟ قَالَ : جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ (الدعاء للطبرانی) [2]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ مجھے اس چیز کی تعلیم دے دیجئے، جسے آپ جانتے ہیں، اور میں نہیں جانتا، کیا ساعتوں (اور گھڑیوں) میں سے کوئی ساعت (اور گھڑی) دوسری سے افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] رقم الحديث ۱۲۷۷، كتاب الصلاة، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة، واللفظ لهٗ، سنن نسائی رقم الحديث ۵۷۲.

[2] رقم الحديث ۱۳۱، باب أی الليل أجوب دعوة، واللفظ لهٗ، مسند احمد رقم الحديث ۱۷۰۱۸.

قال الالبانی:

و على كل حال فهذه الفقرة ثابتة بمجموع الطريقين و الله أعلم (السلسلة الصحيحة، تحت رقم الحديث ۵۵۱)

www.idaraghufran.org

وسلم نے فرمایا کہ رات کے آخری حصے کی ساعت (دوسری ساعتوں سے افضل ہے) (طبرانی)

اورایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَجَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ أَجْوَبُهُ دَعْوَةً (مسند احمد، رقم الحديث ۱۹۴۴۷) [۱]

ترجمہ: اور رات کے آخری حصہ میں دعا زیادہ قبول کی جاتی ہے (مسند احمد)

اور ایک روایت میں رات کے آخری کے بجائے یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ: أَيُّ السَّاعَاتِ أَفْضَلُ ؟ قَالَ: جَوْفُ اللَّيْلِ الْغَابِرِ (تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزی، رقم الحديث ۶۴۴، ج۲ص۷۰۴)

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا کہ ساعتوں میں سے کون سی ساعت افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے باقی ماندہ حصے کی ساعت (تعظیم قدر الصلاۃ)

مطلب ان سب روایات کا ایک ہی ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) أَيُّ الدُّعَآءِ أَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْآخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ (ترمذی) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ رات کے آخری حصے میں، اور فرض نمازوں کے بعد (ترمذی)

---

[۱] فی حاشية حاشية مسند احمد: قوله منه" :جوف الليل أجوبه دعوة "صحيح.

[۲] رقم الحديث ۳۴۹۹، ابواب الدعوات.

قال الترمذی: هذا حديث حسن .وقد روى عن أبى ذر، وابن عمر .عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :جوف الليل الآخر الدعاء فيه أفضل أو أرجى ونحو هذا.

Idara Ghufran

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ أَقْرَبَ مَا يَكُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ جَوْفَ اللَّيْلِ الْآخِرِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ (صحیح ابنِ خزیمة) ؎1

ترجمہ: بلاشبہ رب تعالیٰ بندہ کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتے ہیں، پس اگر آپ اس وقت میں ذکر (وعبادت) کرنے والوں میں سے ہو سکتے ہیں، تو ہو جایئے (ابنِ خزیمہ)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَادىٰ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَيُّ اللَّيْلِ أَجْوَبُ دَعْوَةً؟ قَالَ: جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی) ؎2

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! رات کے کون سے حصہ میں دعا زیادہ قبول کی جاتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ رات کے آخری حصہ میں (ابویعلیٰ، طبرانی، بزار)

ان سب احادیث وروایات سے رات کے آخری حصہ میں عبادت ودعا کی زیادہ قبولیت وفضیلت معلوم ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

؎1 رقم الحديث ۱۱۴۷، ج۲ص ۱۸۲، كتاب الصلاة، باب استحباب الدعاء فی نصف الليل الآخر رجاء الإجابة.

؎2 رقم الحديث ۵۶۸۲، ج۱۰ ص ۴۸، مسند عبدالله بن عمر، واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبرانی ۱۴۰۷۸، ج۱۳ ص ۲۹۸، المعجم الاوسط رقم الحديث ۳۴۲۸، مسند البزار رقم الحديث ۶۱۶۷.

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الثلاثة، والبزار، ورجال البزار والكبير رجال الصحيح (مجمع الزوائد ج۱۰ ص ۱۵۵)

www.idaraghufran.org

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ يَقُوْلُ: مَنْ يَدْعُوْنِىْ، فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِىْ فَأُعْطِيَهُ، مَنْ يَسْتَغْفِرُنِىْ فَأَغْفِرَ لَهُ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا پر نزولِ رحمت فرماتے ہیں، جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، فرماتے ہیں کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے، تو میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے، تو میں اس کو عطا کروں، کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے، تو میں اس کی مغفرت کروں (بخاری، مسلم وغیرہ)

اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ:

يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ اسْمُهُ كُلَّ لَيْلَةٍ، حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ، إِلٰى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَقُوْلُ: مَنْ يَّدْعُوْنِىْ فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ ؟ مَنْ يَسْأَلُنِىْ فَأُعْطِيَهُ ؟ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِىْ فَأَغْفِرَ لَهُ ؟ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ، فَلِذٰلِكَ كَانُوْا يُفَضِّلُوْنَ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ عَلٰى صَلَاةِ أَوَّلِهِ (مسند احمد) [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۱۴۵، كتاب الجمعة، باب الدعاء فى الصلاة من آخر الليل، واللفظ لهٗ، ورقم الحديث ۶۳۲۱، ورقم الحديث ۷۴۹۴، مسلم رقم الحديث ۷۵۸، ج ۱ ص ۵۲۱، باب الترغيب فى الدعاء والذكر فى آخر الليل، والإجابة فيه، ابوداوٗد، رقم الحديث ۱۳۱۵، ترمذى، رقم الحديث ۳۴۹۸، مؤطا امام مالك، باب ماجاء فى الدعاء، السنن الكبرىٰ للنسائى، رقم الحديث ۱۰۲۴۰، سنن دارمى رقم الحديث ۱۵۲۰، صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ۹۲۰.

[2] رقم الحديث ۷۵۹۲، واللفظ لهٗ، مسند ابى يعلىٰ الموصلى رقم الحديث ۶۱۵۵، ابن ماجه رقم الحديث ۱۳۶۶، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فى أى ساعات الليل أفضل،
فى حاشية مسند احمد: إسناده صحيح، مَنْ فوقَ أبى كامل من رجال الشيخين. إبراهيم: هو ابن سعد بن إبراهيم الزهرى، والأغر: اسمه سَلْمان، وكنيته أبو عبد الله، والأغر لقبه.
وقال الالبانى: وإسنادها صحيح, لكن الظاهر أنها مدرجة فى الحديث من بعض رواته ولعله الزهرى (ارواء الغليل ج۲ص۱۹۶، تحت حديث رقم ۴۵۰)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ہمارے رب جن کا نام بابرکت ہے، ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف نزولِ رحمت فرماتے ہیں، جبکہ رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، پھر فرماتے ہیں کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے، تو میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے، تو میں اس کو عطا کروں، کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے، تو میں اس کی مغفرت کروں، فجر کے طلوع ہونے تک (یہی سلسلہ جاری رہتا ہے، راوی فرماتے ہیں کہ) پس اسی وجہ سے اسلاف رات کے آخری حصہ کی نماز کو رات کے اول حصہ کی نماز پر زیادہ فضیلت دیتے تھے (مسنداحمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْبَاقِيُ، يَهْبِطُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، ثُمَّ تُفْتَحُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَهُ، فَيَقُوْلُ: هَلْ مِنْ سَائِلٍ يُعْطَى سُؤْلَهُ ؟ فَلَا يَزَالُ كَذٰلِكَ، حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ (مسند احمد)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، تو اللہ عزوجل آسمانِ دنیا پر نزولِ رحمت فرماتے ہیں، پھر آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، پھر اللہ عزوجل (بندوں کی طرف) اپنا (رحمت کا) ہاتھ بڑھاتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ کوئی مانگنے والا ہے، جس کی مانگی ہوئی چیز عطا کی جائے، یہ سلسلہ فجر کے طلوع ہونے تک جاری رہتا ہے (مسنداحمد)

---

[1] رقم الحديث ٣٦٧٣، واللفظ لهٗ، مسند ابی يعلىٰ الموصلی رقم الحديث ٥٣١٩، الشريعة للآجری، رقم الحديث ٧١٣.

فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبی الأحوص -وهو عوف بن مالک بن نضلة -فمن رجال مسلم.

وقال الهيثمی:

رواه أحمد وأبو يعلى، ورجالهما رجال الصحيح (مجمع الزوائد ج١٠ ص١٥٣، باب اوقات الاجابة)

www.idaraghufran.org

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ رات کے آخری تہائی حصہ میں بندوں کی طرف خصوصی نظرِ رحمت فرماتے ہیں، لہٰذا رات کا آخری تہائی حصہ قیام اللیل، اور تہجد ودعا کے لئے افضل ترین وقت ہے۔

البتہ بعض روایات میں اللہ تعالیٰ کے آسمانِ دنیا پر نزول فرمانے کا ذکر رات کا اول تہائی حصہ گزرنے کے بعد آیا ہے۔ [1]

اور بعض روایات میں رات کے نصف حصے میں نزولِ رحمت فرمانے کا ذکر آیا ہے، اور بعض روایات میں بغیر کسی قید کے رات کے وقت میں نزولِ رحمت کا ذکر آیا ہے۔

مگر اس سلسلہ میں بہت سے محدثین نے ترجیح رات کے آخری تہائی حصے والی احادیث کو ہی دی ہے۔

اور فرمایا ہے کہ جن احادیث میں رات کے کسی خاص حصہ کو ذکر نہیں کیا گیا، اس سے مراد بھی رات کا آخری تہائی حصہ ہی ہے۔ [2]

---

[1] عن الأغر أبى مسلم، يرويه عن أبى سعيد، وأبى هريرة، قالا :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إن الله يمهل حتى إذا ذهب ثلث الليل الأول، نزل إلى السماء الدنيا، فيقول :هل من مستغفر؟ هل من تائب؟ هل من سائل؟ هل من داع؟ حتى ينفجر الفجر (مسلم، رقم الحديث،۷۵۸"۱۷۲")

[2] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اکثر راویوں نے ثلثِ لیلِ اخیر کو ہی روایت کیا ہے، اور اس کی تائید حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

وقال شيخنا زين الدين، رحمه الله :وقد روى فى ذلك خمس روايات .أصحها :ما صححه الترمذى(اى ثلث الليل الآخر، ناقل)وقد اتفق عليها مالك بن أنس وإبراهيم بن سعد وشعيب بن أبى حمزة ومعمر بن راشد ويونس بن يزيد ومعاذ بن يحيى الصدفى وعبيد الله بن أبى زياد وعبد الله بن زياد بن سمعان وصالح بن أبى الأخضر، كلهم عن ابن شهاب عن أبى سلمة وأبى عبد الله، إلا أن ابن سمعان وابن أبى الأخضر لم يذكرا أبا سلمة فى الإسناد، وزاد ابن أبى الأخضر بدله :عطاء بن يزيد الليثى، كلهم عن أبى هريرة، وهكذا رواه الأعمش :عن أبى صالح عن أبى هريرة، ومحمد ابن عمرو :عن أبى سلمة عن أبى هريرة، ويحيى بن أبى كثير :عن أبى جعفر عن أبى هريرة .وقد قيل :إن أبا جعفر هذا هو محمد بن على بن الحسين(عمدة القارى للعينى،ج۷ص۱۹۷،باب الدعاء فى الصلاة من آخر الليل)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں جو مختلف احادیث آئی ہیں، وہ سب اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، اوران سب اوقات میں ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نزولِ رحمت فرماتے ہیں، البتہ رات کے آخری تہائی حصہ میں توجہ ورحمت کا نزول رات کے دوسرے حصوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهذا الحديث روى من طرق صحاح بألفاظ متقاربة ومعنى واحد، وأخرجه البخارى فى ثلاث مواضع من "صحيحه" بلفظ :وحين يبقى ثلث الليل الآخر"، وذكر الترمذى :أن أصح الروايات " :حين يبقى ثلث الليل الآخر"، وصحح ذلك غيره أيضاً، وقال :كذا قال شيوخ أهل الحديث، وهو الذى تتظاهر الأخبار بمعناه ولفظه، وقد يحتمل الجمع بأن الحديثين أن يكون النزول الذى أراده النبى -عليه السلام -وعناه -والله أعلم -بحقيقته عند مضى الثلث الأول، والقول ":من يدعونى "إلى آخره فى الثلث الأخير، وأحسن الألفاظ فى هذا الحديث وأبعدها من سوء التأويل، ما أخرجه النسائى فى "سننه "من حديث الأغر أبى مسلم قال :سمعت أبا هريرة وأبا سعيد الخدرى يقولان :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "إن الله يمهل حتى يمضى شطر الليل الأول، ثم يأمر مناديا ينادى ويقول :هل من دل يستجاب له، هل من مستغفر يغفر له، هل من سائل يعطى "فإن قيل :ما وجه اختصاص نزول أمر الله تعالى إلى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر؟ قلت :لأنه وقت هدوء الأصوات، وانقطاع الحركات، واشتغال كثر الخلق بالنوم، والغفلة فى هذا الوقت، وأنه وقت انتشار الأنوار ووقت نشور الخلائق من الموت، الذى هو النوم، فيكون وقتاً شريفاً، وكان أقرب إلى الإجابة والإعطاء والمغفرة، وان كان الله تعالى يستجيب دعوة الداعين، ويعطى سؤال السائلين، ويغفر ذنوب المستغفرين فى جميع الأوقات، وأيضاً هذا حث عظيم على قيام الليل فى آخره بعد كسر النوم، وبعد الفراغ عن الأشغال لأن أود الليل وقت الشغل والنوم(شرح ابى داوٗد للعينى، ج۵ص ۲۲۲،۲۲۳، كتاب الصلاة، باب اى الليل افضل)

وقوله :(حتى إذا ذهب ثلث الليل الأول) : فى بعض الروايات (وشطره) فى بعضها ، والصحيح الرواية الأخرى :(حين يبقى ثلث الليل الآخر) قال شيوخ أهل الحديث :وهو الذى تتظاهر الأخبار بمعناه ولفظه ، وقد يحتمل الجمع بين الحديثين أن يكون النزول الذى أراده النبى (صلى الله عليه وسلم) وعناه ، والله أعلم بحقيقته عند مضى الثلث الأول(اكمال المعلم شرح صحيح مسلم للقاضى عياض، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبى صلى الله عليه وسلم فى الليل)

ولكن اختلف الروايات فى تعيين الوقت على ستة أقوال :الأولى هى التى ههنا، وهى حين يبقى ثلث الليل الآخر، قال الترمذى :هذا أصح الروايات فى ذلك .وقال العراقى :أصحها ما صححه الترمذى(مرعاة المفاتيح، ج۴ص ۲۱۹، كتاب الصلاة، باب التحريض على قيام الليل)

[۱] حين يبقى ثلث الليل الآخر وفى الرواية الثانية حين يمضى ثلث الليل الأول وفى رواية إذا مضى شطر الليل أو ثلثاه قال القاضى عياض الصحيح رواية حين يبقى ثلث الليل الآخر كذا قاله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول بھی سوکر اُٹھنے کے بعد اور بطورِ خاص رات کے آخری تہائی حصہ میں تہجد پڑھنے کا تھا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

شيوخ الحديث وهو الذى تظاهرت عليه الأخبار بلفظه ومعناه قال ويحتمل أن يكون النزول بالمعنى المراد بعد الثلث الأول وقوله من يدعونى بعد الثلث الأخير هذا كلام القاضى قلت ويحتمل أن يكون النبى صلى الله عليه وسلم أعلم بأحد الأمرين فى وقت فأخبر به ثم أعلم بالآخر فى وقت آخر فأعلم به وسمع أبو هريرة الخبرين فنقلهما جميعا وسمع أبو سعيد الخدرى خبر الثلث الأول فقط فأخبر به مع أبى هريرة كما ذكره مسلم فى الرواية الأخيرة وهذا ظاهر وفيه رد لما أشار إليه القاضى من تضعيف رواية الثلث الأول وكيف يضعفها وقد رواها مسلم فى صحيحه بإسناد لا مطعن فيه عن الصحابيين أبى سعيد وأبى هريرة والله أعلم(شرح النووى علىٰ مسلم، ج٦ ص٣٧، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبى صلى الله عليه وسلم فى الليل)

قوله حين يبقى ثلث الليل الآخر برفع الآخر لأنه صفة الثلث ولم تختلف الروايات عن الزهرى فى تعيين الوقت واختلفت الروايات عن أبى هريرة وغيره قال الترمذى رواية أبى هريرة أصح الروايات فى ذلك ويقوى ذلك أن الروايات المخالفة اختلف فيها على رواتها وسلك بعضهم طريق الجمع.

وذلك أن الروايات انحصرت فى ستة أشياء أولها هذه (اى ثلث الليل الاخر، ناقل)ثانيها إذا مضى الثلث الأول ثالثها الثلث الأول أو النصف رابعها النصف خامسها النصف أو الثلث الأخير سادسها الإطلاق ،فأما الروايات المطلقة فهى محمولة على المقيدة وأما التى بأو فإن كانت أو للشك فالمجزوم به مقدم على المشكوك فيه وإن كانت للتردد بين حالين فيجمع بذلك بين الروايات بأن ذلك يقع بحسب اختلاف الأحوال لكون أوقات الليل تختلف فى الزمان وفى الآفاق باختلاف تقدم دخول الليل عند قوم وتأخره عند قوم وقال بعضهم يحتمل أن يكون النزول يقع فى الثلث الأول والقول يقع فى النصف وفى الثلث الثانى وقيل يحمل على أن ذلك يقع فى جميع الأوقات التى وردت بها الأخبار ويحمل على أن النبى صلى الله عليه وسلم أعلم بأحد الأمور فى وقت فأخبر به ثم أعلم به فى وقت آخر فأخبر به فنقل الصحابة ذلك عنه والله أعلم قوله من يدعونى إلخ لم تختلف الروايات على الزهرى فى الاقتصار على الثلاثة المذكورة وهى الدعاء والسؤال والاستغفار والفرق بين الثلاثة أن المطلوب إما لدفع المضار أو جلب المسار وذلك إما دينى وإما دنيوى ففى الاستغفار إشارة إلى الأول وفى السؤال إشارة إلى الثانى وفى الدعاء إشارة إلى الثالث وقال الكرمانى يحتمل أن يقال الدعاء ما لا طلب فيه نحو يا ألله والسؤال الطلب وأن يقال المقصود واحد وإن اختلف اللفظ انتهى(فتح البارى لابنِ حجر ج٣ص ٣١، قوله باب الدعاء والصلاة من آخر الليل)

وقال شيخنا زين الدين رحمه الله وقد روى فى ذلك خمس روايات أصحها ما صححه الترمذى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

چنانچہ حضرت حجّاج بن عمرو مازنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَجَّدُ بَعْدَ نَوْمِهٖ، وَكَانَ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(ای ثلث الليل الآخر، ناقل)............الرواية الثانية هی ما رواه الترمذی حدثنا قتيبة حدثنا يعقوب بن عبد الرحمن الإسكندرانی عن سهيل بن أبی صالح عن أبيه عن أبی هريرة أن رسول الله قال ينزل الله إلى سماء الدنيا كل ليلة حين يمضی ثلث الليل الأول الحديث وهكذا فی رواية منصور وشعبة عن أبی إسحاق عن أبی مسلم الأغر عن أبی هريرة وأبی سعيد عند مسلم.

الرواية الثالثة حين يبقى نصف الليل الآخر وهی رواية إسماعيل بن جعفر عن محمد بن عمرو عن أبی سلمة عن أبی هريرة وهكذا رواية حماد بن سلمة عن محمد بن عمرو عن أبی سلمة عنه بلفظ إذا كان شطر الليل الحديث وكذا فی رواية ابن إسحاق عن سعيد المقبری عن عطاء عن أبی هريرة إذا مضى شطر الليل.

الرواية الرابعة التقييد بالشطر أو الثلث الأخير إما على الشك أو وقوع هذا مرة وهذا مرة وهی رواية سعيد بن مرجانة عن أبی هريرة ينزل الله تعالى شطر الليل أو ثلث الليل الآخر وهكذا فی رواية الأوزاعی عن يحيى بن أبی كثير عن أبی سلمة عن أبی هريرة أو ثلث الليل الآخر.

الرواية الخامسة لتقييد بمضی نصف الليل أو ثلثه وهی رواية عبيد الله بن عمر عن سعيد المقبری عن أبی هريرة إذا مضى نصف الليل أو ثلث الليل وكذا فی رواية محمد بن جعفر بن أبی كثير عن سهيل ابن أبی صالح عن أبيه عن أبی هريرة إذا ذهب ثلث الليل أو نصفه.

فإن قلت كيف طريق الجمع بين هذه الروايات التی ظاهرها الاختلاف؟

قلت أما رواية من لم يعين الوقت فلا تعارض بينها وبين من عين وأما من عين الوقت واختلفت ظواهر رواياتهم فقد صار بعض العلماء إلى الترجيح كالترمذی على ما ذكرنا إلا أنه عبر بالأصح فلا يقتضی تضعيف غير تلك الرواية لما تقتضيه صيغة أفعل من الاشتراك وأما القاضی عياض فعبر فی الترجيح بالصحيح فاقتضى ضعف الرواية الأخرى ورده النووی بأن مسلما رواها فی (صحيحه)بإسناد لا يطعن فيه عن صحابيين فكيف يضعفها وإذا أمكن الجمع ولو على وجه فلا يصار إلى التضعيف وقال النووی ويحتمل أن يكون النبی أعلم بأحد الأمرين فی وقت فأخبر به ثم أعلم بالآخر فی وقت آخر فأعلم به وسمع أبو هريرة رضی الله تعالى عنه الخبرين فنقلهما جميعا وسمع أبو سعيد الخدری رضی الله تعالى عنه خبر الثلث الأول فقط فأخبريه مع أبی هريرة كما رواه مسلم فی الرواية الأخيرة وهذا ظاهر(عمدة القاری للعينی، ج۷ص۱۹۷ ،باب الدعاء فی الصلاة من آخر الليل)

قال الزين العراقی مزية ليلة نصف شعبان مع أن الله تعالى ينزل كل ليلة أنه ذكر مع النزول فيها وصف آخر لم يذكر فی نزول كل ليلة وهو قوله فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب وليس ذا فی نزول كل ليلة ولأن النزول فی كل ليلة مؤقت بشرط الليل أو ثلثه وفيها من الغروب(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوی،تحت رقم الحديث ۱۹۴۲)

www.idaraghufran.org

یَسْتَنُّ قَبْلَ أَنْ یَتَهَجَّدَ (المعجم الکبیر للطبرانی) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو کر اُٹھنے کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے، اور تہجد سے پہلے مسواک کیا کرتے تھے (طبرانی)

اور اسی وجہ سے بہت سے حضرات نے تہجد کو سو کر اٹھنے کے بعد افضل قرار دیا ہے، بلکہ بہت سے حضرات نے تہجد کے لئے سو کر اٹھنے کو ضروری قرار دیا ہے، اور سو کر اٹھنے سے پہلے کی نماز کو تہجد سے الگ صلاۃُ اللیل اور قیامُ اللیل وغیرہ قرار دیا ہے۔ ؎۲

اور ظاہر ہے کہ رات کو سو کر اٹھنے کے بعد جب تہجد ادا کی جائے گی، تو عام طور پر رات کے آخری حصہ میں ہی واقع ہوگی۔ ؎۳

خلاصہ یہ کہ دن رات کے اوقات میں صبح صادق سے پہلے پہلے رات کے آخری حصہ کا وقت

؎۱ رقم الحدیث ۳۲۱۵، ج۳ص ۳۲۱۵، واللفظ لہ، المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحدیث ۸۶۶۹، مسند الرویانی رقم الحدیث ۱۵۱۵.

وعن الحجاج بن غزیة صاحب رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم- قال :یحسب أحدکم إذا قام من اللیل یصلی حتی یصبح أنه قد تهجد، إنما التهجد :المرء یصلی الصلاة بعد رقدة ثم الصلاة بعد رقدة وتلک کانت صلاة رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم-.رواہ الطبرانی فی الکبیر، وله إسناد صحیح رجاله رجال الصحیح.

وعن الحجاج بن عمرو المازنی قال :أیحسب أحدکم إذا قام یصلی حتی یصبح أن قد تهجد، إنما التهجد فی الصلاة بعد رقدة ثم الصلاة بعد رقدة، وتلک کانت صلاة رسول اللہ -صلی اللہ علیه وسلم-.رواہ الطبرانی فی الأوسط والکبیر ببعضه وفی بعضها :کان النبی -صلی اللہ علیه وسلم- یتهجد بعد نومه وکان یستن قبل أن یتهجد ومدارہ علی عبد اللہ بن صالح کاتب اللیث، قال فیه عبد الملک بن شعیب، ابن اللیث :ثقة مأمون، وضعفه أحمد وغیرہ(مجمع الزوائد ج۲ص۲۷۷)

؎۲ عن علقمة ، والأسود قالا : التهجد بعد النوم(الکنی والاسماء للدولابی،رقم الحدیث ۷۴۴، باب الجیم ، من کنیته ابو جعفر)

وهی بعد نوم أفضل (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی، تحت حدیث رقم ۱۲۷۴)

صلاة اللیل وقیام اللیل أعم من التهجد(رد المحتار، ج۲ص ۲۴، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

؎۳ اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اگر کوئی کسی ضرورت سے پوری رات جاگتا رہے، تو سوئے بغیر بھی رات کے آخری تہائی حصہ میں تہجد کی فضیلت حاصل ہو جائے گی، اور اگر کوئی رات کے آخری حصہ میں بیدار نہ ہو سکے، تو اس کا ذکر آگے آتا ہے۔ محمد رضوان۔

تہجد وعبادت (نفل نماز اور دعا کی قبولیت وغیرہ) کے لحاظ سے سب سے افضل ہے۔
البتہ دن کے اوقات میں اس کا اول حصہ زیادہ افضل ہے (جو دن کے موضوع سے تعلق رکھتا ہے)
ملحوظ رہے کہ شرعی اعتبار سے رات کی ابتداء وآغاز سورج غروب ہونے سے ہوتا ہے، اور اس کی انتہاء واختتام صبح صادق کے طلوع پر ہوتا ہے۔
اس لئے رات کے آخری تہائی حصہ کا حساب نکالنے کے لئے رات کے مذکورہ اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کرکے آخری تہائی حصہ میں صبح صادق سے پہلے پہلے کسی بھی وقت تہجد وعبادت میں مشغولی افضل ہوگی۔

رات کو سونے سے پہلے تہجد پڑھنے کا حکم

البتہ اگر کسی کو رات کے آخری تہائی حصہ جاگ کر تہجد پڑھنے کی توفیق نہ ہوسکے، تو رات کے کسی دوسرے حصے میں بلکہ عشاء کے بعد عبادت کر لینے سے رات کی عبادت کی فضیلت حاصل ہوجائے گی، وہ الگ بات ہے کہ اس کا درجہ وفضیلت آخری تہائی حصہ کی عبادت سے کم ہوگی، اور بعض حضرات کے نزدیک یہ تہجد کے بجائے صلاۃُ اللیل اور قیام اللیل بنے گی، اور اگر کسی عذر مثلاً تھکن، سفر یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے ایسا کرے، تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تہجد کا پورا اجر وثواب ہی عطا فرمادیں گے۔
چنانچہ حضرت ایاس بن معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا بُدَّ مِنْ صَلَاةٍ بِلَيْلٍ ، وَلَوْ نَاقَةً ، وَلَوْ حَلْبَ شَاةٍ ، وَمَا كَانَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ فَهُوَ مِنَ اللَّيْلِ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۷۸۷، ج ا ص ۲۷۱) [1]

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير وفيه محمد بن اسحق وهو مدلس ، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۵۲۵، باب في صلاة الليل)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کو نماز ضرور پڑھنی چاہیے، اگرچہ اونٹنی کے دودھ نکالنے کی (تھوڑی سی) مقدار کے برابر ہی کیوں نہ ہو، اور عشاء کے بعد جو بھی نماز پڑھی جائے، تو وہ رات کی نماز (یعنی صلاۃ اللیل) میں داخل ہے (طبرانی)

اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا السَّفَرَ جُهْدٌ وَثِقْلٌ، فَإِذَا أَوْتَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ وَإِلَّا كَانَتَا لَهٗ (صحیح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سفر مشقت والا اور بھاری کام ہے، پس جب تم میں سے کوئی وتر پڑھے، تو اس کے ساتھ ہی دو رکعت پڑھ لے، پھر اگر (رات میں) بیدار ہو جائے، تو فبہا (یعنی اٹھ کر نوافل پڑھ لے) ورنہ یہ دو رکعتیں اس کے لئے (صلاۃ اللیل وتہجد کے) قائم مقام ہو جائیں گی (ابنِ حبان، طحاوی، طبرانی)

اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ هٰذَا السَّهَرَ جَهْدٌ وَثِقْلٌ، فَإِذَا أَوْتَرَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، فَإِنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، وَإِلَّا كَانَتَا لَهٗ، وَيُقَالُ: هٰذَا السَّفَرُ وَأَنَا أَقُوْلُ: اَلسَّهَرُ (سنن دارمی، رقم الحديث ۱۶۳۵، كتاب الصلاة، باب فی الركعتين بعد الوتر) [2]

ترجمہ: رات کو (سوکر) بیدار ہونا مشقت والا اور بھاری کام ہے، پس جب تم

---

[1] رقم الحديث ۲۵۷۷، كتاب الصلاة، فصل فی قيام الليل، شرح معانی الآثار، رقم الحديث ۲۰۱۱، كتاب الصلاة، باب التطوع بعد الوتر، المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۴۱۰.
فی حاشية ابنِ حبان: إسناده قوی.

[2] قال حسين سليم أسد الدارانی: إسناده صحيح (حاشية سنن دارمی)

میں سے کوئی وِتر پڑھے، تو اسے چاہئے کہ دو رکعت بھی (صلاۃُ اللیل اور تہجد کی نیت سے) پڑھ لے، پھر اگر رات کو بیدار ہو سکے، تو فبہا، ورنہ یہ دو رکعتیں اس کے لئے (صلاۃُ اللیل وتہجد کے) قائم مقام ہو جائیں گی۔

امام دارمی فرماتے ہیں کہ سہر کے بجائے سفر بھی کہا جاتا ہے، اور میں سہر کہتا ہوں (دارمی)

امام دارمی رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ بعض روایات میں سہر بمعنیٰ رات کو بیدار ہونے کے بجائے سفر کے الفاظ آئے ہیں، لیکن میں سہر کے الفاظ کو اختیار کرتا ہوں۔

اور بعض حضرات نے سفر کے الفاظ کو ترجیح دی ہے۔

مسافر کیونکہ مشقت کے حالات میں ہوتا ہے، اس لئے اس کے حق میں مذکورہ رعایت کا ہونا تو ظاہر ہے، لیکن اگر کوئی دوسرا بیمار یا کمزور شخص بھی اس پر عمل کرے، تو اس کے لئے بھی یہ رعایت موجود ہے۔ [1]

بہرحال اگر کسی کو رات کے آخری حصے میں بیدار ہونا مشکل ہو، تو جس وقت رات کو وتر پڑھے، اسی کے ساتھ وتروں سے پہلے دو یا چار رکعت حسبِ توفیق تہجد وصلاۃُ اللیل کی نیت سے پڑھ لے، ایسی صورت میں یہ نماز اس کی تہجد اور قیامُ اللیل کے قائم مقام ہو جائے گی۔ اور اگر رات کے آخری حصہ میں بھی اٹھ کر پڑھنے کی توفیق ہو جائے، تو وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ [2]

---

[1] والراجح عندی فی حدیث ثوبان تخصیصه بالمسافر کما قال ابن حبان، لکنه یستنبط منه إلحاقاً من به مرض ونحوه بالعلة الجامعة(کشف الستر عن حکم الصلاة بعد الوتر لابن حجر، ص۴۷)

[2] (قوله:)(فإذا أوتر أحدکم فلیرکع رکعتین)ظاهره أن الرکعتین بعد الوتر، ویحتمل أن تقدر الإرادة کما قدرت فی أحد القولین فی قوله تعالی :(فإذا قرأت القرآن فاستعذ)) (وکان إذا دخل الخلاء) قال) :(وإذاأتی أحدکم أهله فلیقل) ویقوی هذا الاحتمال فی حدیث ثوبان من وجهین:
أحدهما :أن السیاق یرشد إلی أن الحکمة فی الأمر بالرکعتین الحصول علی ما یقوم مقام التهجد، ولا أثر لتقدیمهما علی الوتر ولا تأخیرهما من هذه الحیثیة.
ثانیهما :أن أکثر الأخبار صریحة فی استحباب جعل الوتر آخر صلاة اللیل، وما ورد من الأخبار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

نمازِ تہجد کی کتنی رکعات ہیں؟

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ، فَقَالَتْ: مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ أَرْبَعًا، فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا (بخاری) [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بخلاف ذلك فمحمول على بيان الجواز على الراجح عند النووى كما سيأتى البحث فيه.

وممن صرح بتقدير الإرادة فى حديث ثوبان البيهقى فى السنن الكبير والله أعلم(كشف الستر عن حكم الصلاة بعد الوتر لابنِ حجر عسقلانى ، ص ۴۲،۴۳)

(وعن ثوبان عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :إن هذا السهر) ، أى :الذى تسهرونه فى طاعة الله (جهد) : بضم الجيم وفتحها مشقة (وثقل) : بكسر المثلثة وسكون القاف وفتحها، أى :شاق وثقيل على النفوس البشرية بحكم العادة الطبيعية، (فإذا أوتر أحدكم) ، أى :قبل النوم إما على خلاف الأفضل، وإما بعدم الوثوق بالاستيقاظ آخر الليل، (فليركع) ، أى :فليصل (ركعتين) : قال ابن حجر :لا ينافى خبر " :اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وترا "إما لأن أوتر هنا بمعنى أراد، أى إذا أراد أن يوتر، (فليركع ركعتين) : فليوتر، أو لأن الأمر بالركعتين هنا لبيان الجواز نظير ما مر من تأويل فعله صلى الله عليه وسلم لهما بعد الوتر بذلك، والأخير غير صحيح ;إذ لم يعرف ورود الأمر لبيان الجواز، فيتعين التأويل الأول، وحينئذ فيه دلالة على منع الإيتار بواحدة وإلا ظهر أن المراد بالوتر ثلاث ركعات، والركعتان قبله نافلة قائمة مقام التهجد وقيام الليل لقوله :(فإن قام من الليل) : وصلى فيه فبها، أى أتى بالخصلة الحميدة، ويكون نورا على نور .(وإلا) ، أى :وإن لم يقم، أى من الليل لغلبة النوم له الناشئة عن سهره فى طاعة ربه (كانتا) ، أى :الركعتان (له) ، أى: كافيتين له من قيام الليل(مرقاة المفاتيح، ج۳ص۹۵۷، كتاب الصلاة، باب الوتر)

[۱] رقم الحديث ۱۱۴۷، كتاب الجمعة ؛باب قيام النبى صلى الله عليه وسلم بالليل فى رمضان وغيره،مسلم ،رقم الحديث ۷۳۸،باب صلاة الليل وعدد ركعات النبى صلى الله عليه وسلم، ابوداؤد،رقم الحديث ۱۳۴۱ ؛باب فى صلاة الليل ، ترمذى،رقم الحديث ۴۳۹ ؛باب ما جاء فى وصف صلاة النبى صلى الله عليه وسلم بالليل، نسائى،رقم الحديث ۱۶۹۷ ؛باب كيف الوتر بثلاث،مسند احمد رقم الحديث ۲۴۰۷۳، مؤطا امام مالک، باب صلاة النبى صلى الله عليه وسلم فى الوتر.

ترجمہ: انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رمضان (کی رات) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ (رمضان کی کیا خصوصیت؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کہ وہ کتنی حسین وطویل ہوتی تھیں، پھر چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کہ وہ کتنی حسین اور طویل ہوتی تھیں پھر تین رکعت (وتر) پڑھتے تھے (بخاری)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بِتُّ فِيْ بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا لِأَنْظُرَ كَيْفَ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَتَحَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَهْلِهٖ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ أَوْ بَعْضُهُ قَعَدَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَقَرَأَ :

” إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلٰى قَوْلِهٖ لِأُولِي الْأَلْبَابِ “

ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَاسْتَنَّ ثُمَّ صَلّٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ بِالصَّلَاةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ الصُّبْحَ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رات گزاری، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اس رات میں) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے، تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کو دیکھوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کے ساتھ کچھ دیر گفتگو فرمائی، پھر لیٹ گئے، پھر جب رات کا آخری تہائی حصہ ہوا، یا تہائی کا بعض حصہ ہوا، تو آپ بیٹھ گئے اور آسمان کی طرف

[1] رقم الحدیث ۷۴۵۲، کتاب التوحید، باب ما جاء فی تخلیق السموات والأرض وغیرھا من الخلائق.

www.idaraghufran.org

نظر کر کے یہ آیت پڑھی کہ:

’’إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ‘‘

پھر کھڑے ہو کر وضو کیا اور مسواک کی، پھر گیارہ رکعتیں پڑھیں (جن میں تین وتر اور آٹھ رکعتیں تہجد کی شامل تھیں) پھر حضرت بلال نے فجر کی نماز کی اذان دی، تو آپ نے (فجر کی) دو رکعتیں (سنت کی) پڑھیں، پھر آپ گھر سے باہر نکلے، اور (مسجد میں جا کر) لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی (بخاری)

ان احادیث میں تین رکعت سے وتر مراد ہیں، اور آٹھ رکعتیں تہجد کی ہیں۔

اور بعض روایات میں رات کے وقت تیرہ رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے۔ ۱

ان تیرہ رکعتوں میں دو رکعتیں فجر کی سنتوں کی شامل ہیں، یا تیرہ کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات فجر سے پہلے ہلکی پھلکی مزید دو رکعتیں بھی پڑھا کرتے تھے، اور اس طرح ان کی تعداد تیرہ بن جاتی تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر تہجد کی آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

البتہ بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعتوں سے کم وبیش پڑھنا بھی ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَإِحْدٰى عَشْرَةَ سِوَى رَكْعَتِي الْفَجْرِ (بخاری) ۲

---

۱ عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة رضى الله عنها، قالت :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى بالليل ثلاث عشرة ركعة، ثم يصلى إذا سمع النداء بالصبح ركعتين خفيفتين (بخارى، رقم الحديث ١١٧٠)

عن ابن عباس رضى الله عنهما، قال :كانت صلاة النبى صلى الله عليه وسلم ثلاث عشرة ركعة يعنى بالليل(بخارى، رقم الحديث ١١٣٨، باب كيف كان صلاة النبى صلى الله عليه وسلم وكم كان النبىصلى الله عليه وسلم يصلى من الليل)

۲ رقم الحديث ١١٣٩، كتاب التهجد،باب كيف كان صلاة النبى صلى الله عليه وسلم وكم كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل.

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ (وتروں سمیت) بعض اوقات سات، بعض اوقات نو، اور بعض اوقات گیارہ رکعتیں ہوتی تھیں، فجر کی سنتوں کے علاوہ (بخاری)

اور حضرت عبداللہ بن ابی قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ: بِكَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ ؟ قَالَتْ: بِأَرْبَعٍ وَّثَلَاثٍ، وَسِتٍّ وَّثَلَاثٍ، وَثَمَانٍ وَّثَلَاثٍ، وَعَشْرَةٍ وَّثَلَاثٍ، وَلَمْ يَكُنْ يُوْتِرُ بِأَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَلَا أَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ، وَكَانَ لَا يَدَعُ رَكْعَتَيْنِ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے وتر (یعنی وتروں سمیت تہجد کی نماز) پڑھا کرتے تھے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ (کبھی) چار (نوافل) اور تین (وتر) اور (کبھی) چھ (نوافل) اور تین (وتر) اور (کبھی) آٹھ (نوافل) اور تین (وتر) اور (کبھی) دس (نوافل) اور تین (وتر) پڑھا کرتے تھے، اور تیرہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، اور نہ سات سے کم (جس میں نوافل اور وتر بھی ہوتے تھے) اور (فجر سے پہلے کی) دو رکعتوں کو نہیں چھوڑتے تھے (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے جن دو رکعتوں کے نہ چھوڑنے کا ذکر فرمایا، وہ فجر سے پہلے کی دو رکعات ہیں، جن کی دوسری روایات میں وضاحت پائی جاتی ہے، اور تیرہ رکعات کا

---

[1] رقم الحديث ٢٥١٥٩، واللفظ لهٗ، ابوداوٗد، رقم الحديث ١٣٦٢، شرح معانی الآثار، رقم الحديث ١٦٩٧.

فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم.

مطلب پیچھے گزر چکا ہے۔ ۱؎

۱؎ قال أبو داود :زاد أحمد بن صالح :ولم يكن يوتر بركعتين قبل الفجر، قلت :ما يوتر؟ قالت: لم يكن يدع ذلك، ولم يذكر أحمد :وست وثلاث(سنن أبی داؤد،تحت رقم الحديث ۱۳۶۲، كتاب الصلاة،باب فی صلاة الليل)

عن عبد الله بن أبی قيس، قال :سألت عائشة كم كان يوتر رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقالت :كان يوتر بأربع وثلاث، وست وثلاث، وثمان وثلاث، وعشر وثلاث، لم يكن يوتر بأنقص من سبع ولا بأفضل من ثلاث عشرة، وكان لا يترك ركعتين قبل صلاة الصبح (مسند الشاميين للطبرانی، رقم الحديث ۱۹۱۸)

عن عبد الله بن أبی قيس، قال :سألت عائشة بكم كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر؟ فقالت :بأربع وثلاث، وبست وثلاث، وثمان وثلاث، وعشر وثلاث، ولم يكن يوتر بأكثر من ثلاث عشرة ولا أنقص من سبع، وكان لا يدع ركعتی الفجر (مسند اسحاق بن راهويه، رقم الحديث ۱۶۶۷)

وهذا أصح ما وقفت عليه من ذلك وبه يجمع بين ما اختلف عن عائشة من ذلك والله أعلم قال القرطبی أشكلت روايات عائشة على كثير من أهل العلم حتى نسب بعضهم حديثها إلى الاضطراب وهذا إنما يتم لو كان الراوی عنها واحدا أو أخبرت عن وقت واحد والصواب أن كل شیء ذكرته من ذلك محمول على أوقات متعددة وأحوال مختلفة بحسب النشاط وبيان الجواز والله أعلم وظهر لی أن الحكمة فی عدم الزيادة على إحدى عشرة أن التهجد والوتر مختص بصلاة الليل وفرائض النهار الظهر وهی أربع والعصر وهی أربع والمغرب وهی ثلاث وتر النهار فناسب أن تكون صلاة الليل كصلاة النهار فی العدد جملة وتفصيلا وأما مناسبة ثلاث عشرة فبضم صلاة الصبح لكونها نهارية إلى ما بعدها (فتح الباری لابنِ حجر ج۳ص ۲۱،قوله باب كيف صلاة الليل وكم كان النبی صلى الله عليه وسلم يصلی بالليل)

ودل أيضا أنه كان يصلی إحدى عشرة ركعة سوى ركعتی الفجر، وهما سنة، فتكون الجملة ثلاث عشرة ركعة .فإن قلت :فی (الموطأ) : من حديث هشام عنها أنه :كان يصلی ثلاث عشرة ركعة، ثم يصلی إذا سمع نداء الصبح ركعتين، وسيأتی فی :باب ما يقرأ فی ركعتی الفجر، عن عبد الله بن يوسف عن مالك به، فتكون الجملة خمس عشرة ركعة .قلت :لعل ثلاث عشرة بإثبات سنة العشاء التی بعدها .أو أنه عد الركعتين الخفيفتين عند الافتتاح أو الركعتين بعد الوتر جالسا(عمدة القاری ،ج۷ص۱۸۷،كتاب التهجد، باب كيف صلاة الليل وكيف كان النبی صلى الله عليه وسلم يصلی من الليل)

وقولها يصلی ركعتين قبل الصبح يعنی قبل صلاة الصبح وهما الركعتان اللتان ذكرهما أحمد بن داود فی حديثه أنه كان يصليهما بين الأذان والإقامة(شرح معانی الآثار،تحت رقم الحديث ۱۶۷۸، باب الوتر)

وقد جاء "ثلاث عشرة ركعة "فيحمل على أن هذا كان أحيانا أو لعله مبنی على عد الركعتين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ اِسْتَیْقَظَ مِنَ اللَّیْلِ وَأَیْقَظَ اِمْرَأَتَہٗ فَصَلَّیَا رَکْعَتَیْنِ جَمِیْعًا کُتِبَا مِنَ الذَّاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَالذَّاکِرَاتِ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو بیدار ہو، اور اپنی بیوی کو بھی بیدار کرے، پھر وہ دونوں دو رکعتیں پڑھیں، تو وہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والوں اور کثرت سے ذکر کرنے والیوں میں لکھے جائیں گے (ابو داؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ رات کو کم از کم دو رکعات پڑھنے پر بھی عظیم ثواب ہے۔

اس قسم کی مختلف احادیث وروایات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے فرمایا کہ یوں تو دو سے لے کر جتنی بھی چاہیں تہجد کی رکعتیں پڑھنا جائز ہے، البتہ عام حالات میں تہجد کی آٹھ رکعت سنت ہیں، اور تہجد کی کم از کم دو رکعتیں ہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الخفيفتين اللتين يبدأ بهما صلاة الليل من صلاة الليل أحيانا وتركه أخرى وعلى كل تقدير فهذه الهيئة لصلاة الليل لا بد من حملها على أنها كانت أحيانا وإلا فقد جاء ت هيئات أخر فى قيام الليل (حاشية السندى على ابن ماجة، ج ا ص ۴۱۰، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فى كم يصلى بالليل)

[1] رقم الحديث ۱۴۵۱، كتاب الصلاة، باب الحث على قيام الليل، واللفظ لهٗ، ابنِ ماجة رقم الحديث ۱۳۳۵، صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ۲۵۶۸.

فى حاشية ابنِ حبان: اسنادهٗ صحيح .

[2] (قوله وأقلها على ما فى الجوهرة ثمان) قيد بقوله على ما فى الجوهرة لأنه فى الحاوى القدسى قال: يصلى ما سهل عليه ولو ركعتين والسنة فيها ثمانى ركعات بأربع تسليمات اهـ والتقييد بأربع تسليمات مبنى على قول الصاحبين، وأما على قول الإمام فلا كما ذكره فى الحلية، وقال فيها أيضا، وهذا بناء على أن أقل تهجده -صلى الله عليه وسلم -كان ركعتين، وأن منتهاه كان ثمانى ركعات أخذا مما فى مبسوط السرخسى .ثم ساق تبعا لشيخه المحقق ابن الهمام

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملحوظ رہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک تہجد کی نماز چار چار، رکعت کرکے پڑھنا افضل ہے، اور بعض کے نزدیک دو دو رکعت کرکے پڑھنا افضل ہے، اور احادیث سے دونوں طرح پڑھنا ثابت ہے۔ [1]

تہجد کے لئے اٹھنے کے بعد کی مسنون دعاء

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کی نماز کے لیے اُٹھتے تھے، تو یہ دعا پڑھتے تھے کہ:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَکَ الْحَمْدُ، أَنْتَ قَيَّامُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَکَ الْحَمْدُ، أَنْتَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، أَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُکَ الْحَقُّ،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأحاديث الدالة على ما عينه فى المبسوط من منتهاه، وحديث أبى داود الدال على أن أقل تهجده - صلى الله عليه وسلم -أربع سوى ثلاث الوتر ، وتمام ذلک فيها فراجعها، لکن ذکر آخرا عنه - صلى الله عليه وسلم -من استيقظ من الليل وأيقظ أهله فصليا رکعتين کتبا من الذاکرين الله کثيرا والذاکرات رواه النسائى وابن ماجه وابن حبان فى صحيحه والحاکم، وقال المنذرى صحيح على شرط الشيخين .اهـ.

أقول :فينبغى القول بأن أقل التهجد رکعتان وأوسطه أربع وأکثره ثمان، والله أعلم.(ردالمحتار ج۲ ص۲۴،۲۵، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل،مطلب فى صلاة الليل)

[1] عن أبى سلمة بن عبد الرحمن، أنه أخبره :أنه سأل عائشة رضى الله عنها، کيف کانت صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فى رمضان؟ فقالت :ما کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزيد فى رمضان ولا فى غيره على إحدى عشرة رکعة يصلى أربعا، فلا تسل عن حسنهن وطولهن، ثم يصلى أربعا، فلا تسل عن حسنهن وطولهن، ثم يصلى ثلاثا(بخارى، رقم الحديث ۱۱۴۷)

عن عبد الله بن عمر، قال :سأل رجل النبى صلى الله عليه وسلم وهو على المنبر، ما ترى فى صلاة الليل، قال :مثنى مثنى، فإذا خشى الصبح صلى واحدة، فأوترت له ما صلى وإنه کان يقول :اجعلوا آخر صلاتکم وترا، فإن النبى صلى الله عليه وسلم أمر به(بخارى، رقم الحديث ۴۷۲)

عن عمرو بن عبسة، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :صلاة الليل مثنى مثنى ,وجوف الليل الآخر أجوبه دعوة(مسند الشاميين، رقم الحديث ۱۴۵۷، واللفظ له،مسند احمد، رقم الحديث ۱۹۴۴۷)

وَقَوْلُکَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُکَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَکَ أَسْلَمْتُ، وَبِکَ آمَنْتُ، وَعَلَيْکَ تَوَکَّلْتُ، وَإِلَيْکَ أَنَبْتُ، وَبِکَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْکَ حَاکَمْتُ، فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَأَخَّرْتُ، وَأَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ، أَنْتَ إِلٰهِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ.

اے اللہ! تمام تعریفیں آپ کے لیے ہیں، آپ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہیں، اور آپ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں، آپ ہی آسمانوں اور زمین کو قائم رکھنے والے ہیں، اور آپ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں، آپ آسمانوں اور زمین کے اوران میں جو چیزیں موجود ہیں، ان کے ربّ ہیں، آپ حق ہیں، اور آپ کا وعدہ حق ہے، اور آپ کا فرمان حق ہے، اور آپ سے ملاقات حق ہے، اور جنت حق ہے، اور جہنَّم حق ہے، اور قیامت حق ہے، اے اللہ! آپ ہی کے لیے میں اسلام لایا، اور آپ ہی پر ایمان لایا، اور آپ پر ہی میں نے توکل اختیار کیا، اور آپ ہی کی طرف میں نے توبہ اور رجوع کیا، اور آپ ہی کی مدد سے میں نے (آپ کے دشمنوں سے) مقابلہ کیا، اور آپ ہی کی طرف میں نے اپنے معاملات کو فیصلے کے لیے پیش کیا، پس آپ میری مغفرت فرما دیجیے، اُن کمزوریوں کی جو پہلے اور بعد میں مجھ سے سرزد ہوئیں، اور جو میں نے خفیہ اور علانیہ کیں، آپ ہی میرے معبود ہیں، آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں (مسلم) [1]

پس تہجد کے لیے اُٹھنے کے بعد یہ دعا پڑھنا سنت ہے۔

اور اسی طرح تہجد کے لیے اُٹھ کر آسمان کی طرف نظر کر کے سورہ آلِ عمران کی آیت کا پڑھنا بھی سنت ہے، جس کا پہلے بخاری شریف کی حدیث میں ذکر گزرا، اور اُس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

---

[1] رقم الحدیث ۷۶۹"۱۹۹"کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا،باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامه؛ موطا امام مالک، رقم الحدیث ۴۵۱.

www.idaraghufran.org

إِنَّ فِيُ خَلُقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرُضِ وَاخُتِلَافِ اللَّيُلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلُبَابِ (رقم الآية ۱۹۰)

’’بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں‘‘

قیامُ اللیل اور تہجد پر پابندی کی اہمیت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ لِيُ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ يَا عَبُدَ اللّٰهِ لَا تَكُنُ مِثُلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوُمُ اللَّيُلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيُلِ (بخاری) [1]

ترجمہ: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ! آپ فلاں کی طرح نہ ہوجانا، جو رات کو (صلاۃُ اللیل اور تہجد کے لئے) اٹھا کرتا تھا، پھر اس نے قیامُ اللیل کو چھوڑ دیا (بخاری)

اس حدیث سے ایک تو تہجد کی فضیلت معلوم ہوئی، اور اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو نیک عمل پر دوام اور پابندی اختیار کرنی مناسب ہے، اور بلاعذر اسے چھوڑنا پسندیدہ نہیں، اگرچہ وہ عمل تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، نہ یہ کہ انسان اتنا زیادہ عمل شروع کردے کہ بعد میں اس سے اُکتا جائے یا عاجز آجائے، اور اس کو نبھا نہ سکے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۱۵۲، كتاب التهجد، باب ما يكره من ترك قيام الليل لمن كان يقومه.

[2] فكان الأحسن فيه أن يقال: أراد ترغيب عبد الله في قيام الليل حتى لا يكون مثل من كان قائما منه ثم تركه. قوله: (من الليل)، وليس في رواية الأكثرين لفظ: من، موجودا، بل اللفظ: كان يقوم الليل، أي: في الليل، والمراد في جزء من أجزائه فتكون: من، بمعنى: في، نحو قوله تعالى: (إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة) أي: في يوم الجمعة.

ذكر ما يستفاد منه: قال ابن العربي: في هذا الحديث دليل على أن قيام الليل ليس بواجب، إذ لو كان واجبا لم يكتف لتاركه بهذا القدر، بل كان يذمه أبلغ الذم، وقال ابن حبان: فيه جواز ذكر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِنْدِيْ امْرَأَةٌ، فَقَالَ: مَنْ هٰذِهِ؟ فَقُلْتُ: امْرَأَةٌ لَا تَنَامُ تُصَلِّيْ، قَالَ: عَلَيْكُمْ مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ، فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا، وَكَانَ أَحَبَّ الدِّيْنِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اور میرے پاس (اس وقت) ایک عورت موجود تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے متعلق سوال کیا، تو میں نے عرض کیا کہ یہ عورت (رات کو) سوتی نہیں ہے، اور نماز پڑھتی رہتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اتنا عمل کیا کرو، جس کی تم طاقت رکھو، پس اللہ کی قسم! کہ اللہ تعالیٰ اجر وثواب دینے سے اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹتے، جب تک تم خود ہی نہ اکتا جاؤ، اور اللہ تعالیٰ کو سب سے پسندیدہ دین وہ ہے کہ جس پر اس کا عمل کرنے والا ہمیشگی اختیار کرے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ انسان کو اتنا زیادہ عمل کرنا کہ جو اس کی وسعت اور طاقت سے باہر ہو، جس کی وجہ سے اسے بعد میں چھوڑنا پڑے، یا بعد میں وہ اُکتا جائے، وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، اور اس کے مقابلہ میں وہ عمل پسند ہے، جو پابندی سے کیا جائے، اگرچہ تھوڑا ہی ہو۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الشخص بما فيه من عيب إذا قصد بذلك التحذير من صنيعه .وفيه :استحباب الدوام على ما اعتاده المرء من الخير من غير تفريط .وفيه :الإشارة إلى كراهة قطع العبادة وإن لم تكن واجبة(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج۰ ۱ ص ۰ ۳۱، كتاب التهجد، باب ما يكره من ترك قيام الليل لمن كان يقومه)

قوله (كان يقوم الليل)أى غالبه أو كله فترك قيام الليل أصلا حين ثقل عليه أى فلا تزد أنت فى القيام أيضا فإنه يؤدى إلى الترك رأسا(حاشية السندى على سنن النسائى ،ج۳ص ۲۵۳، كتاب قيام الليل)

[1] رقم الحديث ۷۸۵" ۲۲۱ "كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب أمر من نعس فى صلاته، أو استعجم عليه القرآن، أو الذكر بأن يرقد، أو يقعد حتى يذهب عنه ذلك.

www.idaraghufran.org

حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَتْ عَائِشَةُ، وَأُمُّ سَلَمَةَ: أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَعْجَبَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَتَا: مَا دَامَ، وَإِنْ قَلَّ (مسند أحمد، رقم الحديث ۲۴۰۴۳) [1]

ترجمہ: امُّ المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ کون سا عمل پسند تھا؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ جو عمل پابندی سے کیا جائے، اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ قیام اللیل اور تہجد کو شروع کر کے حتی الامکان اس پر پابندی کرنا مناسب ہے، اور قیام اللیل وتہجد اتنی مقدار میں اختیار کرنا مناسب ہے کہ جس کو نبھانا اور پابندی کرنا ممکن ہو، البتہ اگر کسی دن آنکھ نہ کھل سکے، یا عذر پیش آجائے، تو الگ بات ہے، جس کا آگے ذکر آتا ہے۔

اگر کسی دن تہجد کے لئے آنکھ نہ کھل سکے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ أَتٰى فِرَاشَهُ، وَهُوَ يَنْوِي أَنْ يَقُومَ فَيُصَلِّيَ مِنَ اللَّيْلِ، فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ حَتّٰى يُصْبِحَ، كُتِبَ لَهُ مَا نَوٰى، وَكَانَ نَوْمُهُ صَدَقَةً عَلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ (ابنِ ماجه) [2]

---

[1] في حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

[2] رقم الحديث ۱۳۴۴، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فيمن نام عن حزبه من الليل، واللفظ لهٗ، مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۱۷۰، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۲۵۸۸، صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ۱۱۷۳.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه، والذى عندى أنهما علّلاه بتوقيف روى عن زائدة.

وقال شعيب الارنؤوط: اسنادهٗ جيد (حاشية صحيح ابنِ حبان)

ترجمہ: جو شخص اپنے بستر پر آیا، اور اس کی نیت یہ ہے کہ وہ رات کو اٹھ کر (تہجد کی) نماز پڑھے گا، پھر اس پر صبح ہونے تک نیند غالب رہی (یعنی صبح ہونے تک آنکھ نہ کھلی) تو اس کے لئے اس کی نیت کے مطابق ثواب لکھا جائے گا، اور اس کی نینداس پر اس کے رب کی طرف سے صدقہ بن جائے گی (ابنِ ماجہ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنَ امْرِءٍ تَكُونُ لَهُ صَلَاةٌ بِلَيْلٍ فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا نَوْمٌ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ أَجْرَ صَلَاتِهِ، وَكَانَ نَوْمُهُ صَدَقَةً عَلَيْهِ (سنن النسائي) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی بھی رات کو (کسی وقت اٹھ کر) نماز پڑھتا ہے، پھر (کسی دن) اس پر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے (جس کی وجہ سے وہ سوتا رہ جاتا ہے، اور صبح ہونے تک اٹھ نہیں پاتا) تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کی نماز کا اجر لکھ دیتے ہیں، اور اس کی نینداس پر صدقہ ہو جاتی ہے (نسائی)

نماز کا اجر لکھے جانے کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی عادت اور معمول کی وجہ سے اس رات میں بھی تہجد کے لئے اٹھنے کی نیت رکھتا ہے، مگر نیند کے غلبہ کی وجہ سے اٹھ نہیں پاتا، تو اس کو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کے مطابق اپنے فضل سے تہجد کا ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔

اور راجح یہ ہے کہ ایسے شخص کو تہجد کا پورا ثواب ہی ملتا ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۷۸۴، كتاب قيام الليل وتطوع النهار، باب من كان له صلاة بالليل فغلبه عليها النوم، واللفظ لهٗ، ابو داوٗد، رقم الحديث ۱۱۱۹، المؤطا للامام محمد، رقم الحديث ۱۶۸، مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۳۴۱، ورقم الحديث ۲۴۴۴۱، سنن البيهقي، رقم الحديث ۴۷۲۳.

حديث صحيح لغيره (حاشية مسند احمد، تحت حديث رقم ۲۴۳۴۱)

حديث حسن لغيره (حاشية مسند احمد، تحت حديث رقم ۲۴۴۴۱)

[2] (ما من امرء يكون له صلاة بالليل) وعزمه أن يقوم اليها (فيغلبه عليها نوم الا كتب الله تعالى له أجر صلاته وكان نومه عليه صدقة) من الله مكافأة له على نيته وهذا فيمن تعود ذلك الرد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور یہ مضمون ان احادیث کے مطابق ہے، جن میں مومن کی نیت کو اس کے عمل سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فغلبه النوم أحيانا(التيسر بشرح الجامع الصغير للمناوى، ج۲ ص ۳۵۸، حرف الميم)

وهـذا لـمـن كانت عادته ذلك ، وظاهره أن له أجرَه كاملاً كما لو عمله ؛ لأن الله حبسه عنه ، وقد جاء ت بهذا ظواهر أحاديث كثيرة ......قال بعض شيوخنا :وقال بعضهم :يحتمل أن يكون اخرها غيرَ مضاعف بعشرٍ بخلاف إذا عملها ، إذ الذى يصليها أكمل أُجراً أو يكون له أجر بنيته أو أجر من يتمنى أن يصلى تلك الصلاة أو أجر تأسفه على مافاته منها ، والأول أظهر ، لاسيما مع قوله : (وكان نومه عليه صدقة) ، فلو نقصه النوم من الأجر لم تكن صدقة ، بل كان مانعاً له من خير ومفتّراً فى أجور الفضائل ، والأجور ليست على قياس ، و(نما هى (بفضل من الله)بما شاء على من شاء كيف شاء .(اكمال المعلم شرح صحيح مسلم للقاضى عياض،كتاب صلاة المسافرين وقصرها،باب جامع صلاة الليل)

۱؎ عن أنس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :نية المؤمن أبلغ من عمله ."هذا إسناد ضعيف (شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ۶۴۴۵، واللفظ لهٗ، مسند الشهاب القضاعى، رقم الحديث ۱۴۰)

عن ثابت البنانى ، قال :بلغنى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول : نية المؤمن أبلغ من عمله (امثال الحديث لابى الشيخ الاصبهانى، رقم الحديث ۵۲)

حدثنا جعفر قال :سمعت مالك بن دينار ، يقول : نية المؤمن أبلغ من عمله (الزهد لاحمد بن حنبل، رقم الحديث ۱۹۰۵)

عن سهل بن سعد الساعدى قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :نية المؤمن خير من عمله، وعمل المنافق خير من نيته، وكل يعمل على نيته، فإذا عمل المؤمن عملا نار فى قلبه نور (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۵۹۴۲، ج۶ ص ۱۸۵،حلية الاولياء ،ج۳ص ۲۵۵)

قال ابونعيم:

هذا حديث غريب من حديث أبى حازم وسهل، لم نكتبه إلا من هذا الوجه(حلية الاولياء ،ج۳ص ۲۵۵)

وقال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الكبير، ورجاله موثقون، إلا حاتم بن عباد بن دينار الجرشى، لم أر من ذكر له ترجمة(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۶۱)

وقال العجلونى:

قال فى المقاصد وهى وإن كانت ضعيفة فبمجموعها يتقوى الحديث وقد أفردت فيه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس مسئلہ کی مزید تفصیل آگے احکام کے حصہ میں ''نفل نماز پر عمل شروع کر کے پابندی وناغہ کے حکم'' میں آتی ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وفی معناه جزء ا انتهى.وقال فی اللآلء حديث نية المؤمن خير من عمله أخرجه البيهقی فی شعب الإيمان عن أنس.وفی إسناده يوسف بن عطية ضعيف كما قاله ابن دحية. وقال النسائی متروک الحديث ، وروی من طريق النواس بسند ضعيف.
قال ابن الملقن فی شرح العمدة فی معناه تسع تأويلات :منها أن نيته خير من خيرات عمله .ومنها أن النية المجردة عن العمل خير من العمل المجرد عنها وقيل إنما كانت نية المؤمن خيرا من عمله لأن مكانها مكان المعرفة أعنی قلب المؤمن قال سهل ما خلق الله مكانا أعز وأشرف عنده من قلب عبده المؤمن وما أعطی كرامة للخلق أعز عنده من معرفة الحق فجعل الأعز فی الأعز فما نشأ من أعز الأمكنة يكون أعز مما نشأ من غيره قال سهل فتعس عبد أشغل المكان الذی هو أعز الأمكنة عنده تعالی بغيره سبحانه ، وفی أنا عند المنكسرة قلوبهم المندرسة قبورهم وما وسعنی أرض ولا سمائی ولكن وسعنی قلب عبدی المؤمن إشعار بذلک ولأنها تفنی بخلاف العمل ، ولذا قيل الخلود فی الجنة والنار جزاء للنية ولأنها تسلم عن الرياء بخلاف العمل(كشف الخفاء للعجلونی، ج۲ص ۳۲۴،۳۲۵، تحت حديث رقم ۲۸۳۶)
ثنا عثمان بن عمر الضبی ، ثنا عثمان بن عبد الله الشامی ، ثنا بقية ، عن بحير بن سعد ، عن خالد بن معدان ، عن النواس بن سمعان الكلابی ، قال :قال رسول الله صلی الله عليه وسلم : نية المؤمن خير من عمله ، ونية الفاجر شر من عمله (مسند الشهاب القضاعی، رقم الحديث ۱۴۱)
وفيه عثمان بن عبدالله الشامی.
قال ابن عدی بعد أن أورد له أحاديث :له غير ما ذكرت أحاديث موضوعة وقال الدارقطنی أيضاً :حدثنا محمد بن مخلد حدثنا محمد بن بكر الحضرمی حدثنا عثمان بن عبد الله بن عمرو القومسی حدثنا مالک عن نافع عن سالم عن ابن عمر فی فضل أبی بكر وعمر وعثمان رضی الله عنهم وقال عثمان :متروک الحديث .قلت :فما أدری هو هذا أو غيره وقال الحاكم فی المدخل :هو من أهل المغرب ورد خراسان فحدث بها عن مالک والليث وابن لهيعة ورشدين وحماد بن سلمة وغيرهم بأحاديث موضوعة حدثونا الثقات من شيوخنا والحمل فيها عليه وقال مسعود السجزی عنه: كذاب وقال الحاكم أيضاً :لما ذكر الحديث الذی ذكره ابن حبان فی الإيمان الحديث باطل وإسناده ظلمات إلا أن الذی تولی كبره أبو مطيع ثم سرقه منه عثمان بن عبد الله وقال أبو نعيم :روی المناكير حدثونا عن أبی خليفة عنه وقال فی الحلية كثير الوهم سیء الحفظ وقال الجوزجانی :كذاب يسرق الحديث (لسان الميزان، ج۲ص ۱۶۵، تحت ترجمة عثمان بن عبدالله الاموی الشامی)

اگر کسی دن تہجُّد رہ جائے تو کیا کرے؟

پھر اگر تہجد پڑھنے والے کی کسی دن آنکھ نہ کھل سکے، تو اس کو ظہر سے پہلے پڑھ لینا بہتر ہے، کیونکہ بعض احادیث میں ہے کہ جس کی رات کا کوئی وظیفہ (ذکر، تلاوت یا نماز) نیند وغیرہ کی وجہ سے فوت ہوگیا، تو وہ اگر اگلے دن ظہر سے پہلے اُس کو پورا کرلے، تو ایسا ثواب حاصل ہوتا ہے جیسا کہ رات کے وقت میں ہی اُس نے وہ عمل کیا ہو۔ [1]

---

[1] عن عبد الرحمن بن عبد القارى، قال :سمعت عمر بن الخطاب، يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من نام عن حزبه، أو عن شىء منه، فقرأه فيما بين صلاة الفجر، وصلاة الظهر، كتب له كأنما قرأه من الليل (صحيح مسلم، رقم الحديث ۷۴۷"۱۴۲" ترمذى، رقم الحديث ۵۸۱، باب ما ذكر فيمن فاته حزبه من الليل فقضاه بالنهار)

عن عبد الرحمن الأعرج أن عمر بن الخطاب قال :من فاته من حزبه شىء من الليل فقرأه من حين تزول الشمس إلى صلاة الظهر فكأنه لم يفته شىء (موطا محمد، رقم الحديث ۱۶۹)

(وعن عمر رضى الله عنه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من نام عن حزبه ") ، أى: عن ورده يعنى عن تمامه ("أو عن شىء منه ") ، أى :من حزبه يعنى عن بعض ورده من القرآن، أو الأدعية والأذكار، وفى معناه الصلاة .("فقرأ فيما بين صلاة الفجر وصلاة الظهر، كتب له ") : جواب الشرط، وقوله :("كأنما قرأه ") : صفة مصدر محذوف، أى :أثبت أجره فى صحيفة عمله إثباتا مثل إثباته حين قرأه ("من الليل ") : قال بعض علمائنا :لأن ما قبل الظهر كأنه من جملة الليل، ولذا يجوز الصوم بنية قبل الزوال .اهـ .وفيه أن تقييد نية الصوم بما قبل الزوال ليس لكونه من جملة الليل، بل لتقع النية فى أكثر أجزاء النهار، والمراد بما قبل الزوال هو الضحوة الكبرى، فالوجه أن يقال فى الحديث إشارة إلى قوله تعالى :(وهو الذى جعل الليل والنهار خلفة لمن أراد أن يذكر أو أراد شكورا)قال القاضى، أى ذوى خلفة يخلف كل منهما الآخر يقوم مقامه فيما ينبغى أن يعمل فيه من فاته ورده فى أحدهما تداركه فى الآخر .اهـ .وهو منقول عن كثير من السلف، كابن عباس، وقتادة، والحسن، وسلمان، كما ذكره السيوطى فى الدر.

وأخرج عن الحسن أنه قال :من عجز بالليل كان له فى أول النهار مستعتب، ومن عجز بالنهار كان له فى أول الليل مستعتب .اهـ .فتخصيصه بما قبل الزوال مع شمول الآية النهار بالكمال إشارة إلى المبادرة بقضاء الفوت قبل إتيان الموت، فإن فى التأخير آفات خصوصا فى حق الطاعات والعبادات، أو لأن وقت القضاء أولى أن يصرف إلى القضاء ، أو لأن ما قارب الشىء يعطى حكمه، ولا منع من الجمع لاجتماع الحكم، فإن قائله أعطى جوامع الكلم(مرقاة المفاتيح، ج۳ص۹۳۵، كتاب الصلاة، باب القصد فى العمل)

قیام اللیل اور تہجد کی آسانی کا عمل

قیامُ اللیل اور تہجد پر عمل میں سہولت پیدا کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ رات کو عشاء کے بعد جلد از جلد سونے کا اہتمام کیا جائے، تاکہ رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر تہجد کی توفیق حاصل ہونے میں سہولت رہے، قرآن وسنت کی تعلیمات سے بھی رات کو جلدی سونے کی ترغیب وفضیلت معلوم ہوتی ہے۔

اسی کے ساتھ احادیث میں دن میں دوپہر کے وقت کچھ آرام کرنے کو بھی قیامُ اللیل اور تہجد کے لئے معاوِن اور مفید قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِسْتَعِيْنُوْا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلٰى صِيَامِ النَّهَارِ، وَبِقَيْلُوْلَةِ النَّهَارِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دن کے روزے پر سحری کے کھانے سے مدد حاصل کرو، اور رات کے قیام (صلاۃُ اللیل وتہجد) پر دن کے قیلولہ سے مدد حاصل کرو (حاکم)

اس حدیث کی سند پر اگرچہ محدثین کو کچھ کلام ہے، لیکن اس کی تائید ایک اور روایت سے ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت طاؤس سے مرسلاً مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِسْتَعِيْنُوْا بِرُقَادِ النَّهَارِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ، وَبِأَكْلَةِ السَّحَرِ عَلٰى صِيَامِ النَّهَارِ (مصنف عبد الرزاق) [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۵۵۱، ج ۱ ص ۵۸۸، کتاب الصوم، واللفظ لہٗ، سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۶۹۳. قال الحاكم: زمعة بن صالح، وسلمة بن وهرام ليسا بالمتروكين اللذين لا يحتج بهما، لكن الشيخين لم يخرجا عنهما وهذا من غرر الحديث فى هذا الباب "

[2] رقم الحديث ۷۶۰۳، كتاب الصيام، باب ما يقال فى السحور، واللفظ لہٗ، شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ۴۷۴۱.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دن کو آرام کر کے رات کے قیام پر اور سحری کھا کر دن کے روزہ پر مدد حاصل کرو (مصنف عبدالرزاق)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے بھی قیلولہ کرنا ثابت ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تہجد پر عامل تھے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ كَانَتْ تَبْسُطُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِطَعًا، فَيَقِيلُ عِنْدَهَا عَلٰى ذٰلِكَ النِّطَعِ (بخاری) [1]

ترجمہ: حضرت اُمِ سلیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چمڑے کا بستر بچھا دیتی تھیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس چمڑے کے بستر پر دوپہر کو قیلولہ (آرام) فرمایا کرتے تھے (بخاری)

قیلولہ دوپہر کے وقت کے آرام کو کہا جاتا ہے، خواہ نیند کے ساتھ ہو یا بغیر نیند کے۔

اور حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی (یعنی دودھ کے رشتہ کی) خالہ تھیں۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۶۲۸۱، كتاب الاستئذان، باب من زار قوما فقال عندهم، واللفظ لهٗ، مسلم، رقم الحديث ۲۳۳۲، مسند احمد، رقم الحديث ۱۲۰۰۰.

[2] (فيقيل) : بفتح الياء من القيلولة، وهي الاستراحة عند الهجيرة، وقد تكون مع النوم (عندها) أي :لأنها كانت مع خادمه وهو أنس، ولا دلالة فيه على الكشف أو الخلوة قال النووي :أم حرام وأم سليم كانتا خالتين لرسول الله -صلى الله عليه وسلم -محرمين إما من الرضاع وإما من النسب، فيحل له الخلوة بهم، فكان يدخل عليهما خاصة، ولا يدخل على غيرهما من النساء، وقيل :إنما كان يقيل عندها لأنها كانت من محارمه من جهة الرضاع، وإلا لم يدخل النبي -صلى الله عليه وسلم -قبل نزول الحجاب عليها وعلى أختها أم حرام، وقد دخل بعده عليهما دون غيرهما من نساء الأنصار والنبي -صلى الله عليه وسلم -لم يكن رضيعا في المدينة فتعين أن يكون ذلك من قبل أبيه عبد الله، فإنه ولد بالمدينة .قال التوربشتي :قد وجدت في بعض كتب الحديث أنها كانت من ذوات محارم النبي صلى الله عليه وسلم؛ لأنه صلى الله عليه وسلم لم يكن ليقيل في بيت أجنبية، وإذا لم يكن بينه وبينها سبب محرم من رحم وصلة فلا بد أن يكون ذلك من جهة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مگر افسوس ہے کہ اس دور میں بہت سے لوگوں کی صبح تو دوپہر کے وقت ہوتی ہے، اور وہ رات گئے تک اپنے معمولاتِ زندگی بلکہ فضولیات اور اس سے بڑھ کر خرافات اور گناہوں میں مصروف رہتے ہیں، اور صبح کے مبارک وقت میں پڑے سوتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے نہ تہجد اور قیام اللیل کی توفیق حاصل ہوتی، اور نہ ہی قیلولہ کے مبارک عمل کی، بلکہ اس سے بڑھ کر بہت سے لوگ فجر کی نماز وقت پر پڑھنے سے بھی محروم رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس طرزِ عمل کی اصلاح فرمائیں۔ آمین۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۹/ ذی الحجہ/ ۱۴۳۳ھ 26/ اکتوبر/ 2012ء بروز جمعہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الرضاع وإذا قد علمنا أن النبی -صلی الله علیه وسلم- لم یحمل إلی المدینة رضیعا تعین ذلک أن یکون من قبل أبیه عبد الله، فإنه ولد بالمدینة، وکان عبد المطلب قد فارق أباه هاشما، وتزوج بالمدینة فی بنی النجار، وأم حرام وأم سلیم بنتا ملحان کانتا من بنی النجار، فعرفنا من جمیع ذلک أن الحرمة بینهم کانت حرمة رضاع ولقد وجدنا الجم الغفیر من علماء النقل أوردوا أحادیث أم حرام وأم سلیم، ولم یبین أحد منهم العلة إما من الغفلة عنها وإما لعدم العلم بها، فأحببت أن أبین وجه ذلک کیلا یظن جاهل أنه کان فی سعة من ذلک لمکان العصمة، ولا یتذرع به مستبیح إلی الترخص بما لا رخصة فیه، وأرانی والله أعلم أول من وفقت لذلک، فواها لها من درة کنت مستخرجها والله أحمد علی هذه الموهبة السنیة(مرقاة المفاتیح، ج۹ص۳۷۰۳، کتاب الادب، باب اسماء النبی صلی الله علیه وسلم وصفاته)

(۱۰)

فجر کے بعد ذکر اور طلوع کے بعد نوافل یا اشراق

صبح کو فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور شام کو عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور بعض روایات کے مطابق مغرب کے بعد اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہنے اور سورج طلوع ہونے کے کچھ دیر بعد نوافل پڑھنے کی عظیم فضیلت ہے، جس کو اشراق کی نماز کہا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَأَنْ أَقْعُدَ أَذْکُرُ اللّٰہَ وَأُکَبِّرُہٗ وَأَحْمَدُہٗ وَأُسَبِّحُہٗ وَأُھَلِّلُہٗ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ رَقَبَتَیْنِ، أَوْ أَکْثَرَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِیْلَ، وَمِنْ بَعْدِ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ أَرْبَعَ رِقَابٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِیْلَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۲۱۹۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (فجر کی نماز کے بعد) بیٹھ کر اللہ کا ذکر کروں، اور اللہ کی بڑائی، اور حمد اور تسبیح اور تہلیل پڑھوں، یہاں تک کہ سورج طلوع ہوجائے، یہ مجھے زیادہ محبوب ہے، اس بات سے کہ میں دو یا زیادہ غلام حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے آزاد کروں (جن کو آزاد کرنے کا اجر زیادہ ہے) اور عصر کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک بھی اسی طرح ذکر اللہ

---

[1] فی حاشیۃ مسند احمد: حسن لغیرہ.

قال المنذری: رواہ أحمد بإسناد حسن (الترغیب والترھیب، ج ۱ ص ۱۷۸)

وقال الھیثمی: رواہ کلہ أحمد والطبرانی بنحو الروایۃ الثانیۃ وأسانیدہ حسنۃ (مجمع الزوائد، ج ۱۰ ص ۱۰۴)

www.idaraghufran.org

میں مشغول رہنا مجھے زیادہ محبوب ہے، اس کے مقابلہ میں کہ میں حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کروں (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ صَلّٰى صَلَاةَ الصُّبْحِ، ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، كَانَ لَهٗ كَمَنْ أَعْتَقَ أَرْبَعَةً مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيْلَ (شرح مشكل الآثار للطحاوى) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صبح کی نماز پڑھی، پھر سورج کے طلوع ہونے تک اللہ عزوجل کا بیٹھ کر ذکر کیا، تو اس کے لئے ایسا اجر ہے، جیسا کہ اس نے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کئے (طحاوی)

اس حدیث سے فجر کی نماز کے بعد اور اسی طرح عصر کی نماز کے بعد اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے کی فضیلت معلوم ہوئی، اور اللہ کا ذکر خواہ تسبیح وتہلیل کی شکل میں ہو، یا تلاوت کی شکل میں، یا علم میں مشغولی کی شکل میں، سب ذکر میں داخل ہے، البتہ بعض اذکار کی خصوصیت کے ساتھ فضیلت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ قَالَ فِيْ دُبُرِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، كَانَ كَعَتَاقِ رَقَبَةٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيْلَ (سنن ابن ماجه) [2]

ترجمہ: جس نے فجر کی نماز کے بعد یہ کلمات پڑھے کہ:

---

[1] رقم الحديث ۳۹۰۹، ج۱۰ ص۵۳، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما يقضى بين أهل العلم فيما اختلفوا فيه من تزويج العربى الأمة لغيره بإذن مولاها الذى هو عربى أو غير عربى، فتلد منه هل يكون ولدها رقيقا لمولاها أم لا ؟

[2] رقم الحديث ۳۷۹۹، كتاب الادب، باب فضل لا إله إلا الله.

www.idaraghufran.org

”لَا إِلٰـــهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَـهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ“

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک وحکومت ہے، اسی کے لئے ہر تعریف ہے، اور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہر خیر ہے، اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے“

تو اس کو حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد میں سے غلام آزاد کرنے کے برابر اجر حاصل ہوگا (ابنِ ماجہ)

اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ قَالَ إِذَا صَلَّى الصُّبْحَ:لَا إِلٰـــهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ، كُنَّ كَعَدْلِ أَرْبَعِ رِقَابٍ، وَكُتِبَ لَهُ بِهِنَّ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَمُحِيَ عَنْهُ بِهِنَّ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ، وَرُفِعَ لَهُ بِهِنَّ عَشْرُ دَرَجَاتٍ، وَكُنَّ لَهُ حَرَسًا مِنَ الشَّيْطَانِ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَإِذَا قَالَهَا بَعْدَ الْمَغْرِبِ فَمِثْلُ ذٰلِكَ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۵۱۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فجر کی نماز پڑھ کر دس مرتبہ یہ کلمات پڑھے کہ:

”لَا إِلٰـــهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَـهُ الْمُلْكُ وَلَـهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ “

تو اس کو چار غلام آزاد کرنے کے برابر اجر حاصل ہوگا، اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اور اس کی دس برائیاں مٹائی جائیں گی، اور اس کے دس درجات

[1] فى حاشية مسند احمد:حديث صحيح.

بلند کئے جائیں گے، اور یہ کلمات اس کے لئے شام ہونے تک شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہوں گے، اور جس نے یہ کلمات مغرب کے بعد کہے، تو اس کو بھی (صبح تک) یہی فضیلت حاصل ہوگی (مسند احمد)

اسی قسم کا مضمون حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ ۱؎

اور بعض احادیث میں مذکورہ کلمات ہر دن سو مرتبہ پڑھنے کی عظیم فضیلت آئی ہے۔ ۲؎

ان احادیث سے فجر کی نماز کے بعد اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے، اور مذکورہ کلمات پڑھنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِيْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهٗ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۱؎ عن أبی هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال: لا إله إلا الله، وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شیء قدير، بعدما يصلی الغداة عشر مرات، كتب الله عز وجل له عشر حسنات، ومحی عنه عشر سيئات، ورفع له عشر درجات، وكن له بعدل عتق رقبتين من ولد إسماعيل، وكن له حجابا من الشيطان حتى يمسی، فإن قالها حين يمسی كان له مثل ذلک، وكن له حجابا من الشيطان حتى يصبح (جزء الحسن بن عرفة، رقم الحديث ١٨، واللفظ له، معجم ابن المقری، رقم الحديث ٤٩٠)

قال الالبانی:

وهذا إسناد صحيح رجاله ثقات رجال مسلم غير قران هذا وهو ثقة. وله شاهد من حديث أبی أيوب الأنصاری بلفظ "من قال: إذا صلى الصبح" ...فذكره بتمامه (السلسلة الصحيحة، تحت رقم الحديث ١١٣)

۲؎ عن أبی هريرة رضی الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال "من قال: لا إله إلا الله، وحده لا شريک له، له الملک وله الحمد، وهو على كل شیء قدير، فی يوم مائة مرة، كانت له عدل عشر رقاب، وكتبت له مائة حسنة، ومحيت عنه مائة سيئة، وكانت له حرزا من الشيطان يومه ذلک حتى يمسی، ولم يأت أحد بأفضل مما جاء به، إلا أحد عمل أكثر من ذلک "(بخاری، رقم الحديث ٣٢٩٣)

www.idaraghufran.org

وَسَلَّمَ: تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ (ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، پھر بیٹھ کر سورج طلوع ہونے تک اللہ کا ذکر کرتا رہا، پھر اس نے دو رکعتیں پڑھیں، تو اس کو ایک حج اور عمرہ کا اجر حاصل ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پورا، پورا، پورا (اجر) حاصل ہوگا (ترمذی)

اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ: مَنْ صَلّٰى صَلَاةَ الْغَدَاةِ فِيْ جَمَاعَةٍ، ثُمَّ جَلَسَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، اِنْقَلَبَ بِأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ (المعجم الكبير للطبراني) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی، پھر بیٹھ کر سورج طلوع ہونے تک اللہ کا ذکر کیا، پھر کھڑا ہوا، اور دو رکعتیں پڑھیں، تو یہ ایک حج وعمرے کا اجر وثواب لے کر لوٹے گا (طبرانی)

اور حضرت ابو امامہ اور حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ صَلّٰى صَلَاةَ الصُّبْحِ فِيْ جَمَاعَةٍ، ثُمَّ ثَبَتَ فِي الْمَسْجِدِ يُسَبِّحُ اللّٰهَ سُبْحَةَ الضُّحٰى، كَانَ لَهٗ كَأَجْرِ حَاجٍّ وَمُعْتَمِرٍ تَامًّا لَهٗ حَجَّتُهٗ وَعُمْرَتُهٗ

(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۷۳۱۷، ج۷ا ص۲۹) [3]

---

[1] رقم الحديث ۵۸۶، ابواب السفر، باب ذكر ما يستحب من الجلوس فى المسجد بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس.

قال الترمذى: هذا حديث حسن غريب "وسألت محمد بن إسماعيل: عن أبي ظلال؟ فقال: هو مقارب الحديث، قال محمد: واسمه هلال "

[2] رقم الحديث ۷۷۴۱، ج۸ص۱۷۸.

قال الهيثمي: رواه الطبراني وإسناده جيد (مجمع الزوائد، ج۱۰ ص۱۰۴)

[3] قال المنذرى: رواه الطبراني وبعض رواته مختلف فيه وللحديث شواهد كثيرة (الترغيب والترهيب، ج ا ص ۱۷۹، كتاب الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: جس نے جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، پھر مسجد میں موجود رہ کر اللہ کی تسبیح کی، اور چاشت کی نماز پڑھی، تو اس کو پورا پورا حج وعمرہ کرنے والے کے برابر اجروثواب حاصل ہوگا (طبرانی)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ، ثُمَّ جَلَسَ فِيْ مَجْلِسِهٖ حَتّٰى تُمْكِنَهُ الصَّلَاةُ، كَانَتْ بِمَنْزِلَةِ عُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ مُتَقَبَّلَتَيْنِ(المعجم الأوسط للطبرانی) [1]

ترجمہ: جس نے فجر کی نماز پڑھی، پھر اسی مجلس میں بیٹھا رہا، یہاں تک کہ اس کو نماز پڑھنا ممکن ہوگیا (یعنی سورج طلوع ہونے کے بعد مکروہ وقت گزر گیا، اور پھر اس نے نفل نماز پڑھی) تو اس کو ایک مقبول عمرہ اور حج کا ثواب حاصل ہوگا (طبرانی)

ان احادیث سے فجر کی نماز کے بعد ذکر میں مشغول رہنے اور مکروہ وقت گزرنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے کی عظیم فضیلت معلوم ہوئی۔

جو شخص فجر کی نماز کے بعد اسی جگہ بیٹھ کر ذکر میں مشغول رہے، اس کو تو یہ فضیلت حاصل ہوتی ہی ہے، لیکن جو شخص اس جگہ بیٹھ کر تو ذکر نہ کرے، بلکہ اپنی جگہ بدل دے، مگر مسجد میں ہی موجود رہ کر ذکر کرے، اس کو بھی یہ فضیلت حاصل ہوجاتی ہے، جس کی بعض احادیث میں وضاحت وصراحت ملتی ہے۔

اور ذکر کے عام مفہوم میں تسبیح وتہلیل، تلاوت وغیرہ کے علاوہ علم اور وعظ ودرس وتدریس بھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الهيثمي: رواه الطبراني وفيه الاحوص بن حكيم وثقه العجلي وغيره وضعفه جماعة، وبقية رجاله ثقات وفي بعضهم خلاف لا يضر (مجمع الزوائد، ج۱۰ ص۱۰۵)

[1] رقم الحديث ۵۶۰۲، ج۵ ص۳۷۵، حرف الميم.

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الاوسط وفيه الفضل بن موفق وثقه ابن حبان وضعف حديثه أبو حاتم الرازي، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، ج۱۰ ص۱۰۵)

داخل ہے۔

اور اگر کوئی نماز کے بعد مسجد سے نکل کر کسی وجہ سے اپنے حجرے یا گھر میں چلا گیا، لیکن دنیا کے کام میں مشغول نہیں ہوا، بلکہ ذکر وعلم میں ہی مشغول رہا، تو بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک اس کو بھی یہ فضیلت حاصل ہوجائے گی۔

لیکن کیونکہ مسجد سے نکلنے کے بعد عامۃُ الناس دنیا کے کام میں مشغول ہوجاتے ہیں، اس لئے مسجد یا نماز والی جگہ موجود رہ کر ذکر کرنے کا احادیث میں تذکرہ کیا گیا۔ [1]

اور سورج طلوع ہونے کے بعد مکروہ وقت گزر کر جس نماز کا مذکورہ احادیث میں ذکر کیا گیا، وہ اشراق کی نماز ہے، اسی کو بعض حضرات نے چاشت کی نماز کا نام دیا ہے، جس کی کم از کم دو رکعتیں ہیں۔ [2]

---

[1] (وعنه) ، أى :عن أنس (قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من صلى الفجر فى جماعة، ثم قعد يذكر الله) ، أى :استمر فى مكانه ومسجده الذى صلى فيه، فلا ينافيه القيام لطواف أو لطلب علم أو مجلس وعظ فى المسجد، بل وكذا لو رجع إلى بيته واستمر على الذكر، (وحتى تطلع الشمس، ثم صلى ركعتين ") : قال الطيبى :أى ثم صلى بعد أن ترتفع الشمس قدر رمح حتى يخرج وقت الكراهة، وهذه الصلاة تسمى صلاة الإشراق وهى أول الضحى ("كانت ") ، أى :المثوبة، وأبعد ابن حجر فقال :أى هذه الحالة المركبة من تلك الأوصاف كلها) "له كأجر حجة وعمرة "قال) : أى :أنس (قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :تامة تامة تامة) : صفة لحجة وعمرة كررها ثلاثا للتأكيد، وقيل :أعاد القول لئلا يتوهم أن التأكيد بالتمام وتكراره من قول أنس، قال الطيبى :هذا التشبيه من باب إلحاق الناقص بالكامل ترغيبا، أو شبه استيفاء أجر المصلى تاما بالنسبة إليه باستيفاء أجر الحاج تاما بالنسبة إليه، وأما وصف الحج والعمرة بالتمام إشارة إلى المبالغة، (رواه الترمذى) : وقال :حسن غريب، ورواه الطبرانى من حديث أبى أمامة بإسناد جيد، ذكره ميرك(مرقاة المفاتيح، ج۲ص ۷۷۰، باب الذكر بعد الصلاة)

قوله" :فى جماعة "ظاهره ولو مع أهل بيته قوله" :ثم قعد يذكر الله تعالى "أفاد العلامة القارى فى شرح الحصن الحصين أن القعود ليس بشرط وإنما المدار على الاشتغال بالذكر هذا الوقت(حاشية الطحطاوى على المراقي، ص ۱۸۱، كتاب الصلاة)

[2] اور ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جو کہ درجِ ذیل ہے:

عن عطاء، عن ابن عباس، قال :كنت أمر بهذه الآية فما أدرى ما هى؟ قوله :(بالعشى والإشراق)حتى حدثتنى أم هانء بنت أبى طالب، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور اشراق کا وقت سورج طلوع ہو کر مکروہ وقت گزرنے کے بعد سے لے کر زوال سے کچھ پہلے تک ہے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ سورج طلوع ہونے کے بعد مکروہ وقت گزر کر جو نفل نماز پڑھی جاتی ہے، وہ اشراق کی نماز کہلاتی ہے، اور جو نفل نماز کچھ تاخیر سے پڑھی جاتی ہے، وہ چاشت کی نماز کہلاتی ہے (ہمارے نزدیک یہی راجح ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے)

وہ الگ بات ہے کہ فجر کی نماز کے بعد ذکر میں مشغول رہ کر سورج طلوع ہونے کے بعد مکروہ وقت گزر کر اشراق کی نماز پڑھنے کی فضیلت زیادہ ہے، بنسبت اس کے کہ دنیا کے کام میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾دخل عليها، فدعا بوضوء فى جفنة، فكأنى أنظر إلى أثر العجين فيها، فتوضأ، ثم قام فصلى الضحى، فقال :يا أم هانء، هذه صلاة الإشراق (المعجم الكبير للطبراني،رقم الحديث ٩٨٦، ج٢٤ص ٤٠٦)

قال الهيثمى:رواه الطبرانى فى الكبير، وفيه حجاج بن نصير ضعفه ابن المدينى وجماعة ووثقه ابن معين وابن حبان(مجمع الزوائد، ج٢ص ٢٣٨)

وأما الإشراق :فهو من شرق، يقال:

شرقت الشمس شروقا، وشرقا أيضا :طلعت، وأشرقت -بالألف -أضاءت، ومنهم من يجعلهما بمعنى.وصلاة الإشراق -بهذا الاسم -ذكرها بعض فقهاء الشافعية على ما جاء فى بعض كتبهم، وذلك فى أثناء الكلام على صلاة الضحى.

ففى منهاج الطالبين وشرحه للمحلى قال:من النوافل التى لا يسن لها الجماعة:

الضحى :وأقلها ركعتان، وأكثرها اثنتا عشرة ركعة، ويسلم من كل ركعتين .قال القليوبى تعليقا على قوله :(الضحى) هى صلاة الأوابين وصلاة الإشراق على المعتمد عند شيخنا الرملى وشيخنا الزيادى، وقيل:كما فى الإحياء :إنها (أى صلاة الإشراق) صلاة ركعتين عند ارتفاع الشمس وفى عميرة قال الإسنوى :ذكر جماعة من المفسرين .أن صلاة الضحى هى صلاة الإشراق المشار إليها فى قوله تعالى :(يسبحن بالعشى والإشراق) أى يصلين، لكن فى الإحياء أنها غيرها، وأن صلاة الإشراق ركعتان بعد طلوع الشمس عند زوال وقت الكراهة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧،ص ١٣٣ ،صلاة الإشراق،مادة"صلاة")

صلاة الإشراق -:بتتبع ظاهر أقوال الفقهاء والمحدثين .

يتبين :أن صلاة الضحى وصلاة الإشراق واحدة إذ كلهم ذكروا وقتها من بعد الطلوع إلى الزوال ولم يفصلوا بينهما .وقيل :إن صلاة الإشراق غير صلاة الضحى، وعليه فوقت صلاة الإشراق بعد طلوع الشمس، عند زوال وقت الكراهة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧ص ٢٢١،٢٢٢، مادة صلاة الاشراق)

www.idaraghufran.org

مشغول ہوکر اشراق کی نماز پڑھی جائے۔ ۱؎

تاہم اگر کوئی شخص اشراق کی نماز کی دو یا زیادہ رکعت پڑھ کر اس کے بعد ساتھ ہی چاشت کی نیت سے بھی کچھ رکعت پڑھ لے، تو اس کو دونوں نمازوں کی فضیلت حاصل ہوجائے گی۔ ۲؎

۱؎ قال الطيبى :المراد وقت الضحى، وهو صدر النهار حين ترتفع الشمس وتلقى شعاعها اهـ. قيل :التقدير صلاة وقت الضحى، والظاهر أن إضافة الصلاة إلى الضحى بمعنى "في "كصلاة الليل وصلاة النهار، فلا حاجة إلى القول بحذف المضاف، وقيل :من باب إضافة المسبب إلى السبب كصلاة الظهر، وقال ميرك :الضحوة بفتح المعجمة وسكون المهملة ارتفاع النهار، والضحى بالضم والقصر شروقه، وبه سمى صلاة الضحى، والضحاء بالفتح والمد هو إذا علت الشمس إلى زيغ الشمس فما بعده، وقيل :وقت الضحى عند مضى ربع اليوم إلى قبيل الزوال، وقيل :هذا وقته المتعارف، وأما وقته فوقت صلاة الإشراق، وقيل :الإشراق أول الضحى(مرقاة المفاتيح، ج۳ص۹۷۷،باب صلاة الضحى)

ثم إن الصالحين فرقوا بين صلاة الإشراق والضحى، وهما واحد عند الفقهاء ، وإنما الفرق بالتعجيل والتأخير(فيض البارى للكشميرى، باب مسجد قباء)

قال الفقهاء والمحدثون :إن صلاة الضحى وصلاة الإشراق واحدة إن صلى بمجرد ذهاب الوقت المكروه بعد الطلوع فصلاة إشراق ولو تأخر عنه بزمان فصلاة الضحى والعدد من اثنتين إلى ثنتى عشر ركعة والأفضل الأربع، وأما السيوطى وعلى المتقى فإلى أن صلاة الضحى غير صلاة الإشراق ويفيدهما بما روى على :أن النبى -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -صلى الإشراق حين كانت الشمس من هاهنا مقدار ما يكون هاهنا وقت العصر، وصلى الضحى حين كانت الشمس من هاهنا مقدار ما يكون هاهنا فى آخر وقت الظهر وإسناده تبلغ مرتبة الحسن، وقال ابن تيمية :إنه عليه الصلاة والسلام ما صلى الضحى إلا عند قفوله من السفر أو عند فوت صلاة الليل من عذر، وأما الأحاديث القولية فصحيحة وأما الأحاديث الفعلية ففعله عليه الصلاة والسلام نادر(العرف الشذى للكشميرى، ج ۱ ص ۴۴۲، ۴۴۳، باب ماجاء فى صلاة الضحىٰ)

قوله" :ثم صلى ركعتين "ويقال لهما ركعتا الإشراق وهما غير سنة الضحى(حاشية الطحطاوى على المراقى، ص ۱۸۱، كتاب الصلاة)

۲؎ قد يقال :هل هناك فرق بين صلاة الإشراق وصلاة الضحى؟

و الجواب: بعض أهل العلم يقول :إن هناك فرقاً، فالذى من عادته أنه يصلى الضحى فإنه يصليها بين ارتفاع الشمس إلى الزوال، وبعض أهل العلم يقول :إن الذى يجلس فى مصلاه إلى أن ترتفع الشمس ثم يصلى، فصلاته هذه تصلح لأن تكون صلاة إشراق تابعة للجلوس الذى قبلها، وتصلح لأن تكون هى صلاة الضحى؛ لأنها واقعة فى وقت صلاة الضحى، ولهذا أورد أبو داود رحمه الله حديث جابر بن سمرة فى باب صلاة الضحى؛ لأن فيه أنه يجلس إلى أن ترتفع الشمس ثم يقوم، أى :يقوم للصلاة فيصلى .ومن قعد بعد الفجر يذكر الله حتى تطلع الشمس فنوى أن تكون صلاته صلاة الإشراق وصلاة الضحى فهل يصلح ذلك؟ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

صبح کا وقت بابرکت وقت ہے، اس لئے اس وقت کے ذکر کو انتہائی قبولیت عطا کی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے صبح کے وقت میں برکت کی دعا فرمائی ہے۔ ۱؎

اور حدیث میں اس وقت کے سفر کو بھی بابرکت قرار دیا گیا ہے۔ ۲؎

صبح کو فجر کی نماز کے بعد کا وقت اور اسی طرح شام کو عصر کی نماز کے بعد کا وقت ذکر کا وقت ہے، اور سونا ذکر کی ضد ہے، اس لئے فجر اور عصر کی نماز کے بعد سونا اگرچہ گناہ نہ ہو، لیکن بلاضرورت شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں۔ ۳؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ و الجواب: نعم؛ لأن الصلوات -كما هو معلوم -تتداخل، والعمل الواحد قد يقصد به شيئان، مثل تحية المسجد والسنة الراتبة، فإنه يدخل بعضها فى بعض، وكذلك ركعتى الطواف، فالإنسان إذا طاف وصلى ركعتين فهما ركعتا الطواف وتحية المسجد(شرح سنن ابى داؤد للعباد، باب ماجاء فى صلاة الضحىٰ،الفرق بين صلاة الإشراق وصلاة الضحى)

۱؎ عن ابن عمر أن النبى صلى الله عليه وسلم قال اللهم بارك لأمتى فى بكورها (سنن ابن ماجة، رقم الحديث ۲۲۳۸)

۲؎ عن أبى هريرة، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :إن الدين يسر، ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه، فسددوا وقاربوا، وأبشروا، واستعينوا بالغدوة والروحة وشىء من الدلجة (بخارى، رقم الحديث ۳۹، كتاب الايمان ، باب الدين يسر)

قوله واستعينوا بالغدوة أى استعينوا على مداومة العبادة بإيقاعها فى الأوقات المنشطة والغدوة بالفتح سير أول النهار وقال الجوهرى ما بين صلاة الغداة وطلوع الشمس والروحة بالفتح السير بعد الزوال والدلجة بضم أوله وفتحه وإسكان اللام سير آخر الليل وقيل سير الليل كله ولهذا عبر فيه بالتبعيض ولأن عمل الليل أشق من عمل النهار وهذه الأوقات أطيب أوقات المسافر وكأنه صلى الله عليه وسلم خاطب مسافرا إلى مقصد فنبهه على أوقات نشاطه لأن المسافر إذا سافر الليل والنهار جميعا عجز وانقطع وإذا تحرى السير فى هذه الأوقات المنشطة أمكنته المداومة من غير مشقة وحسن هذه الاستعارة أن الدنيا فى الحقيقة دار نقلة إلى الآخرة وأن هذه الأوقات بخصوصها أروح ما يكون فيها البدن للعبادة(فتح البارى لابنِ حجر، ج ا ص ۱۹۵ ، كتاب الايمان ، باب الدين يسر)

۳؎ عن عمرو بن نافع، عن عبد الله بن عمرو؛ أنه مر على رجل بعد صلاة الصبح وهو نائم، فحركه برجله حتى استيقظ، فقال له :أما علمت أن الله يطلع هذه الساعة إلى خلقه فيدخل ثلثه منهم الجنة برحمته(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۱۴۱۶۹، ج۱۳ ص ۳۵۱)

عن ثابت بن عبيد ، عن عبد الرحمن بن أبى ليلى ، قال :مر بى عمرو بن بليل وأنا متصبح فى النخل فحركنى برجله فقال :أترقد فى الساعة التى ينتشر فيها عباد الله (مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث ۲۵۹۵۰، كتاب الادب، باب ما قالوا فى التصبح نومة الضحى وما جاء فيها)﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

البتہ ضرورت کی صورت میں کوئی حرج بھی نہیں۔ ۱

وہ الگ بات ہے کہ طبی اعتبار سے فجر اور عصر کے بعد کی نیند عام حالات میں مفید نہیں، بلکہ نقصان دہ ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾عن هشام بن عروة ، عن أبيه ، قال :كان الزبير ينهى بنيه عن التصبح ، قال : وقال عروة :إني لأسمع بالرجل يتصبح فأزهد فيه(ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۵۱)

عن عبد الله بن فروخ ، عن طلحة بن عبيد الله ، أنه مر بابن له قد تصبح ، فذكر أنه قفده ,ونهاه عن ذلک(ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۵۲)

عن الأعمش ، عن أبي سفيان ، قال :التقى ابن الزبير وعبيد بن عمير فتذاكرا شيئا فقال له الآخر : أما علمت أن الأرض تعج إلى ربها من نومة علمائها(ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۵۳)

عن هشام بن عروة ، عن أبيه ، قال :قال الزبير :إني لأزهد في الرجل يتصبح(ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۵۴)

حدثنا معن بن عيسى ، عن خالد بن أبي بكر ، عن عبيد الله ، قال :كان سالم لا يتصبح ، وكان يقيل(ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۵۵)

عن خالد بن أبي بكر ، عن عبيد الله بن عبد الله مثله(ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۵۶)

عن الأوزاعي ، عن مكحول مثله(ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۵۷)

۱ عن يحيى بن سعيد ، عن القاسم ، عن عائشة ، أنها كانت تصبح(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث۲۵۹۵۸، کتاب الادب، باب من رخص فی التصبح)

عن عبيد الله بن عمر ، عن عبد الله بن الشماس ، قال :أتيت أم سلمة فوجدتها نائمة -يعني بعد الصبح(ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۵۹)

عن منصور ، عن مجاهد ، أن عائشة كانت إذا طلعت الشمس نامت نومة الضحى(ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۶۰)

عن إسرائيل ، عن عبد الأعلى ، قال :أتيت سعيد بن جبير فوجدته نائما نومة الضحى(ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۶۱)

حدثنا أيوب ، عن ابن سيرين ، أنه كان يتصبح(ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۶۲)

عن أيوب ، عن أبي يزيد المديني ، قال :غدا عمر على صهيب فوجده متصبحا ، فقعد حتى استيقظ ، فقال صهيب :أمير المؤمنين قاعد على مقعدته وصهيب ناعم متصبح ، فقال له عمر :ما كنت أحب أن تدع نومة ترفق بک(ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۶۳)

۲ أخبرنا عمرو بن زياد الحضرمي أن أبا فراس أخبره أنه سمع عبد الله بن عمرو بن العاص يقول " :النوم ثلاثة :فنوم خرق ونوم خلق ونوم حمق ,فأما نومة الخرق فنومة الضحى، يقضي الناس حوائجهم وهو نائم ,وأما نومة خلق فنومة القائلة نصف النهار ,وأما نومة حمق فنومة حين تحضر الصلوات "(شرح مشكل الآثار للطحاوی، رقم الحدیث ۱۰۷۳،ج۳ص ۱۰۱،شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۴۴۰۹)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک ذکر میں مشغول رہنے اور سورج طلوع ہونے کے بعد مکروہ وقت گزرنے پر کم از کم دو رکعت پڑھنے کی عظیم فضیلت ہے، اور اگر کوئی دو سے زیادہ رکعت پڑھے، تو اور بھی بہتر ہے، اور اس نماز کو ہماری بول چال میں اشراق کی نماز کہا جاتا ہے۔

پھر فجر کے بعد اگر کوئی عذر نہ ہو، تو جہاں فجر کی نماز پڑھی ہے، اس مجلس میں رہ کر ذکر اور بعد میں اشراق پڑھے، تو زیادہ بہتر ہے، اور پوری مسجد (جہاں کہ نماز پڑھی) اس سلسلہ میں ایک ہی مجلس کہلاتی ہے، اور اگر کسی عذر و ضرورت کی وجہ سے مجلس بدل جائے، مگر دین ہی کے کام میں مشغول رہے، تب بھی بعض حضرات کے نزدیک اشراق کی نماز کی فضیلت میں کمی نہیں آتی۔

اور آخری درجہ میں اگر کوئی فجر کے بعد دنیا کے کام میں مشغول ہو گیا، اور پھر سورج طلوع ہونے کے بعد اشراق کے نوافل پڑھ لے، تب بھی فضیلت سے خالی نہیں، وہ الگ بات ہے کہ اس کی فضیلت پہلی صورت سے کم ہو جائے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر کی نماز کے بعد "لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ" الخ کا دس مرتبہ اور ہو سکے تو سو مرتبہ ذکر کرے، تو یہ بھی عظیم فضیلت کا باعث ہے۔

اب رہا یہ کہ سورج طلوع ہونے کے کتنی دیر بعد مکروہ وقت ختم ہو جاتا ہے، تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اس کا اصل دار و مدار اس پر ہے کہ سورج کی روشنی میں کچھ تیزی اور شدت پیدا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مر عبد الله بن العباس بالفضل ابنه وهو نائم نومة الضحى ، فركله برجله وقال له :قم ؛ إنک لنائم الساعة التي يقسم الله فيها الرزق لعباده ، أما سمعت ما قالت العرب فيها ؟ قال :وما قالت العرب فيها يا أبت ؟ قال :زعمت أنها مكسلة مهرمة منسأة للحاجة ، ثم قال :يا بنى !نوم النهار على ثلاثة ؛ نوم حمق ؛ وهى نومة الضحى ، ونومة الخلق ؛ وهى التي روى :قيلوا فإن الشياطين لا تقيل ، ونومة الخرق ؛ وهى نومة بعد العصر لا ينامها إلا سكران أو مجنون (المجالسة وجواهر العلم لأبى بكر أحمد بن مروان الدينورى المالكى "المتوفٰى ۳۳۳ھ"، رقم الحديث ۲۰۴۷، عن ابن الاعرابى)

ہو جائے، کہ اس کو نظر ٹکا کر دیکھنا مشکل ہو جائے۔

اور مختلف علاقوں اور موسموں کے لحاظ سے اس کا دورانیہ مختلف ہوتا ہے، ہمارے ہندوپاکستان کے معتدل علاقوں میں اس کا دورانیہ دس سے بیس منٹ کے دوران ہوتا ہے۔

(جس کی مزید تفصیل آگے احکام کے حصہ میں مکروہ اوقات کے بیان میں آتی ہے)

مسئلہ:......عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر کے دن عید کی نماز سے پہلے گھر میں یا عید کی نماز پڑھی جانے والی جگہ میں نوافل کا ادا کرنا مکروہ ہے، خواہ اشراق کی نماز ہو یا چاشت کی۔

اور عید کی نماز پڑھ کر اسی جگہ بھی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ کسی دوسری جگہ (مثلاً عید کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد گھر آ کر) نفل (خواہ اشراق کی ہو یا چاشت کی یا کوئی اور) نماز کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ [1]

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۱۲/ ذی الحجہ/۱۴۳۳ھ 29/ اکتوبر/2012ء بروز پیر

---

[1] الوقت السابع :قبل صلاة العيد وبعدها:
ذهبت الحنفية إلى كراهة التنفل قبل صلاة العيد فى المنزل والمسجد، وبعد الصلاة يكره التنفل فى المسجد، ولا يكره فى المنزل؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم كان لا يصلى قبل العيد شيئا، فإذا رجع إلى المنزل صلى ركعتين.
وذهب الحنابلة إلى كراهة التنفل قبل صلاة العيد وبعدها.
وذهب المالكية إلى كراهة التنفل قبلها وبعدها فى المصلى فى المسجد.
ومذهب الشافعية أنه لا يكره التنفل قبلها ولا بعدها بعد ارتفاع الشمس لغير الإمام(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷ص ۱۸۴، ۱۸۵، مادة ”اوقات الصلاة“)

www.idaraghufran.org

(۱۱)

چاشت کی نماز

نفل نمازوں میں ایک نماز چاشت کی نماز کہلاتی ہے، جس کو عربی میں ''صلاۃ الضحیٰ'' کہا جاتا ہے۔

اور بعض حضرات نے اس کو ''صلاۃ الاوّابین'' کا نام بھی دیا ہے، جبکہ بعض حضرات نے ''صلاۃ الاوّابین'' مغرب کے بعد کے نوافل کو قرار دیا ہے، جن کا ذکر ہم نے پہلے الگ مقام پر کر دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قول اور فعل سے چاشت کی نماز کی اہمیت اور اس کے عظیم الشان فضائل کا ثبوت ملتا ہے۔

اس لئے چاشت کی نماز کم از کم مستحب ہے، جبکہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک یہ تاکیدی درجہ کی سنت ہے۔ [1]

---

[1] اور ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ چاشت کی نماز، اشراق کی نماز سے الگ نماز ہے، جس کی تقسیم بعض احادیث سے بھی ثابت ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ محمد رضوان۔

الصلاة فی اللغة والاصطلاح سبق الكلام عنها فی مصطلح (صلاة). وأما الضحی فی اللغة: فيستعمل مفردا، وهو فويق الضحوة، وهو حين تشرق الشمس إلى أن يمتد النهار، أو إلى أن يصفو ضوء ها وبعده الضحاء. والضحاء -بالفتح والمد -هو إذا علت الشمس إلى ربع السماء فما بعده.

وعند الفقهاء الضحی :ما بين ارتفاع الشمس إلى زوالها.

الألفاظ ذات الصلة:صلاة الأوابين:

قيل :هی صلاة الضحی .وعلى هذا فهما مترادفتان وقيل :إن صلاة الأوابين ما بين المغرب والعشاء وبهذا تفترقان . يتبين :أن صلاة الضحی وصلاة الإشراق واحدة إذ كلهم ذكروا وقتها من بعد الطلوع إلى الزوال ولم يفصلوا بينهما.

وقيل :إن صلاة الإشراق غير صلاة الضحی، وعليه فوقت صلاة الإشراق بعد طلوع الشمس، عند زوال وقت الكراهة .(ر :صلاة الإشراق)الحكم التكليفی:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت عاصم بن ضمرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْنَا عَلِيًّا، عَنْ تَطَوُّعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّهَارِ، فَقَالَ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾صلاة الضحى نافلة مستحبة عند جمهور الفقهاء وصرح المالكية والشافعية بأنها سنة مؤكدة .فقد روى أبو ذر عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :يصبح على كل سلامى من أحدكم صدقة :فكل تحميدة صدقة، وكل تهليلة صدقة :وأمر بالمعروف صدقة، ونهى عن المنكر صدقة، ويجزء عن ذلك ركعتان يركعهما من الضحى وعن أبى الدرداء -رضى الله عنه - قال :أوصانى حبيبى بثلاث لن أدعهن ما عشت :بصيام ثلاثة أيام من كل شهر، وصلاة الضحى، وأن لا أنام حتى أوتر وعن أبى هريرة -رضى الله عنه -قال :أوصانى خليلى بثلاث :صيام ثلاثة أيام من كل شهر، وركعتى الضحى وأن أوتر قبل أن أرقد.

وقال بعض الحنابلة :لا تستحب المداومة عليها؛ كى لا تشتبه بالفرائض، ونقل التوقف فيها عن ابن مسعود وغيره.

صلاة الضحى فى حق النبى صلى الله عليه وسلم :اختلف العلماء فى وجوب صلاة الضحى على رسول الله مع اتفاقهم على عدم وجوبها على المسلمين، فذهب الجمهور إلى أن صلاة الضحى ليست مفروضة على رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وذكر الشافعية وبعض المالكية وبعض الحنابلة أن صلاة الضحى ضمن ما اختص به رسول الله من الواجبات، وأقل الواجب منها عليه ركعتان (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۲۱، الیٰ ص ۲۲۳، مادہ صلاۃ)

وقت صلاة الأوابين وحكمها :قال الجمهور :هى صلاة الضحى، والأفضل فعلها بعد ربع النهار إذا اشتد الحر واستدلوا بحديث النبى صلى الله عليه وسلم :صلاة الأوابين حين ترمض الفصال فقول النبى صلى الله عليه وسلم :صلاة الأوابين هو الذى أعطاها هذه التسمية، وكان ذلك واضحا فى حديث أبى هريرة المتقدم وفيه . . .وأن لا أدع ركعتى الضحى فإنها صلاة الأوابين.

ولذلك يقول الفقهاء :من أتى بها (أى بصلاة الضحى) كان من الأوابين.

وينظر تفصيل أحكام صلاة الضحى فى مصطلح :(صلاة الضحى).

وتطلق أيضا على التنفل بعد المغرب .فقالوا :يستحب أداء ست ركعات بعد المغرب ليكتب من الأوابين، واستدلوا على أفضلية هذه الصلاة بحديث النبى صلى الله عليه وسلم :من صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم فيما بينهن بسوء عدلن له عبادة اثنتى عشرة سنة.

قال الماوردى :كان النبى صلى الله عليه وسلم يصليها ويقول :هذه صلاة الأوابين.

ويؤخذ مما جاء عن صلاة الضحى والصلاة بين المغرب والعشاء أن صلاة الأوابين تطلق على صلاة الضحى، والصلاة بين المغرب والعشاء .فهى مشتركة بينهما كما يقول الشافعية.

وانفرد الشافعية بتسمية التطوع بين المغرب والعشاء بصلاة الأوابين، وقالوا :تسن صلاة الأوابين، وتسمى صلاة الغفلة، لغفلة الناس عنها، واشتغالهم بغيرها من عشاء ، ونوم، وغيرهما، وهى عشرون ركعة بين المغرب والعشاء ، وفى رواية أخرى أنها ست ركعات (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷،ص ۱۳۴ ، وص ۱۳۵ ، مادہ صلاۃ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

إِنَّكُمْ لَا تُطِيقُونَهُ، قَالَ: قُلْنَا: أَخْبِرْنَا بِهِ نَأْخُذْ مِنْهُ مَا أَطَقْنَا، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ أَمْهَلَ، حَتّٰى إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَاهُنَا، يَعْنِيْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، مِقْدَارُهَا مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ هَاهُنَا مِنْ قِبَلِ الْمَغْرِبِ، قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يُمْهِلُ حَتّٰى إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَاهُنَا، يَعْنِي مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، مِقْدَارُهَا مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ مِنْ هَاهُنَا، يَعْنِي مِنْ قِبَلِ الْمَغْرِبِ، قَامَ فَصَلّٰى أَرْبَعًا، وَأَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَأَرْبَعًا قَبْلَ الْعَصْرِ، يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ بِالتَّسْلِيمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ، وَالنَّبِيِّيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَالْمُسْلِمِيْنَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: تِلْكَ سِتَّ عَشْرَةَ رَكْعَةً، تَطَوُّعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّهَارِ، وَقَلَّ مَنْ يُدَاوِمُ عَلَيْهَا (مسند احمد) ؎

ترجمہ: ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دن کی نفل نمازوں کے بارے میں سوال کیا؟ توانہوں نے فرمایا کہ تم اس طرح پڑھنے کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثم اعلم أن صلاة الضحى مستحبة (البناية شرح الهداية، ج۲ص۵۱۹، كتاب الصلاة، باب النوافل)

ولم يذكر المصنف من المندوبات صلاة الضحى للاختلاف فيها فقيل لا تستحب لما في صحيح البخاري من إنكار ابن عمر لها وقيل مستحبة لما في صحيح مسلم عن عائشة أنه -عليه السلام- كان يصلي الضحى أربع ركعات ويزيد ما شاء وهذا هو الراجح ولا يخالفه ما في الصحيحين عنها ما رأيت رسول الله -صلى الله عليه وسلم- يصلي سبحة الضحى قط وإني لأسبحها لاحتمال أنها أخبرت في النفي عن رؤيتها ومشاهدتها وفي الإثبات عن خبره -عليه السلام- أو خبر غيره عنه أو أنها أنكرتها مواظبة وإعلانا ويدل لذلك كله قولها وإني لأسبحها وفي رواية الموطإ وإني لأستحبها من الاستحباب وهو أظهر في المراد (البحر الرائق، ج۲ص۵۵، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

؎ رقم الحديث ۶۵۰، ابن ماجه، رقم الحديث ۱۱۶۱.

في حاشية مسند احمد: إسناده قوي، رجاله ثقات رجال الشيخين غير الجراح والد وكيع فمن رجال مسلم، وغير عاصم بن ضمرة السلولي، فقد روى له أصحاب السنن وهو صدوق.

طاقت نہیں رکھتے، ہم نے عرض کیا کہ آپ ہمیں بتا دیجئے، ہم اپنی طاقت اور استطاعت کے بقدر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر ٹھہرے رہتے، یہاں تک کہ جب سورج مشرق سے اتنی مقدار میں نکل آتا جتنا عصر کی نماز کے بعد مغرب کی طرف ہوتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر دو رکعت نماز (اشراق کی) پڑھتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ جب سورج مشرق سے اتنی مقدار میں نکل آتا جتنا کہ ظہر کی نماز کے بعد مغرب کی طرف ہوتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر چار رکعت (چاشت کی) نماز پڑھتے، پھر سورج ڈھلنے کے بعد چار رکعتیں ظہر سے پہلے دو رکعتیں ظہر کے بعد اور چار رکعتیں عصر سے پہلے پڑھتے تھے اور ہر دو رکعتوں میں ملائکہ مقربین، انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی پیروی کرنے والے مسلمانوں اور مومنین کے لئے سلام کے کلمات کہتے (یعنی تشہد پڑھتے) اس اعتبار سے پورے دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل کی یہ سولہ رکعتیں ہوئیں، لیکن ان پر دوام کرنے والے بہت کم ہیں (مسند احمد، ابن ماجہ)

اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشراق کی دو رکعتوں کے علاوہ چاشت کی چار رکعت نماز کا پڑھنا بھی ثابت ہوا۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ الضُّحٰى (مسند احمد، رقم الحديث ۶۸۲، واللفظ لهٗ، مسند الطيالسی، رقم الحديث ۱۲۹) [2]

---

[1] جس سے اس بات کو تقویت حاصل ہوئی کہ اشراق کی نماز اور چاشت کی نماز الگ الگ ہے۔
علاوہ ازیں اشراق کی نماز کے بارے میں اکثر احادیث میں دو رکعت کا اور چاشت کی نماز کے بارے میں چار رکعت کا ذکر ہے، وہ الگ بات ہے کہ بعض میں چاشت کی دو رکعتوں کا بھی ذکر ہے۔

[2] فی حاشية مسند احمد: إسناده قوی، سليمان بن داود هو أبو داود الطيالسی الحافظ من رجال مسلم ومن فوقه من رجال الصحيحين غير عاصم بن ضمرة فقد روى له الأربعة وهو صدوق.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے (مسند احمد)

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ بَيْتِهٖ سُبْحَةَ الضُّحٰى، فَقَامُوْا وَرَاءَ هٗ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهٖ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں چاشت کی نفل نماز پڑھی، وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوگئے، اورانہوں نے بھی چاشت کی نماز پڑھی (مسند احمد)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهٗ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۵۷۱، ج۲ص۱۳۵) [2]

ترجمہ: انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا (طبرانی)

ان احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چاشت کی نماز پڑھنا معلوم ہوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ بِثَلَاثٍ لَا أَدَعُهُنَّ حَتّٰى أَمُوْتَ: صَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلَاةِ الضُّحٰى، وَنَوْمٍ عَلٰى وِتْرٍ (بخاری) [3]

ترجمہ: مجھے میرے خلیل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی کہ میں انہیں مرتے دم تک نہ چھوڑوں، ایک ہر مہینے میں تین روزے، اور

---

[1] رقم الحديث ۲۳۷۷۳، واللفظ لهٗ، صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ۱۲۳۱.
فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين .عثمان بن عمر :هو ابن فارس العبدی، ويونس :هو ابن يزيد الأيلی.
وقال الهيثمی: رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، ج۲ص۲۳۵)

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير وإسناده حسن(مجمع الزوائد، ج۲ص۲۳۸)

[3] رقم الحديث، ۱۱۷۸، كتاب الجمعة، باب صلاة الضحىٰ فی السفر، دارطوق النجاة، بيروت، واللفظ لهٗ، ترمذی، رقم الحديث ۷۶۰، سنن نسائی، رقم الحديث ۲۳۶۹.

www.idaraghufran.org

دوسرے چاشت کی نماز، اور تیسرے وتر پڑھ کر سونا (بخاری)

حضرت ابومرہ رحمہ اللہ (مولیٰ امِ ھانی) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَوْصَانِيْ حَبِيْبِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ، لَنْ أَدَعَهُنَّ مَا عِشْتُ: بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلَاةِ الضُّحٰى، وَبِأَنْ لَّا أَنَامَ حَتّٰى أُوْتِرَ (مسلم) [1]

ترجمہ: مجھے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی کہ میں تا دمِ حیات ان کو نہ چھوڑوں، ایک تو ہر مہینے میں تین روزے، اور دوسرے چاشت کی نماز، اور تیسرے یہ کہ میں اس وقت تک نہ سوؤں جب تک وتر نہ پڑھ لوں (مسلم)

ان احادیث سے چاشت کی نماز کی اہمیت معلوم ہوئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُحَافِظُ عَلٰى صَلَاةِ الضُّحٰى إِلَّا أَوَّابٌ قَالَ: وَهِيَ صَلَاةُ الْأَوَّابِيْنَ (مستدرک حاکم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاشت کی نماز کی اللہ تعالیٰ کی طرف کثرت سے رجوع کرنے والے ہی حفاظت کرتے ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف کثرت سے رجوع کرنے والوں کی نماز ہے (حاکم)

اس حدیث سے چاشت کی نماز پڑھنے والوں کی فضیلت معلوم ہوئی، کہ اس کا اہتمام اللہ تعالیٰ کی طرف کثرت سے رجوع کرنے والے ہی کرتے ہیں۔

---

[1] رقم الحديث ۷۲۲ "۸۶" كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب صلاة الضحى، وأن أقلها ركعتان، داراحياء التراث العربى، بيروت.

[2] رقم الحديث ۱۱۸۲، ج ۱ ص ۴۵۹، كتاب الوتر.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه بهذا اللفظ.

www.idaraghufran.org

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِءُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر صبح تم میں سے (جسم کے) ہر جوڑ کے بدلے میں صدقہ واجب ہے، اور ہر تسبیح (یعنی سبحان اللہ) صدقہ ہے، اور ہر تحمید (یعنی الحمدللہ) صدقہ ہے، اور ہر تہلیل (یعنی لا الٰہ الا اللہ) صدقہ ہے، اور ہر تکبیر (یعنی اللہ اکبر) صدقہ ہے، اور امر بالمعروف صدقہ ہے، اور نہی عن المنکر صدقہ ہے، اور اس (ہر جوڑ کے واجب صدقہ) کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں کفایت کر دیتی ہیں (مسلم)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: فِي الْإِنْسَانِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّسِتُّونَ، مَفْصِلًا فَعَلَيْهِ أَنْ يَّتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ مِنْهُ بِصَدَقَةٍ قَالُوا: وَمَنْ يُّطِيقُ ذٰلِكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلنُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا، وَالشَّيْءُ تُنَحِّيهِ عَنِ الطَّرِيقِ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَرَكْعَتَا الضُّحٰى تُجْزِئُكَ (سنن ابی داؤد) [2]

---

[1] رقم الحديث ٧٢٠ "٨٤" باب فضل صلاة الصبح، واللفظ لهٗ، سنن ابی داؤد، رقم الحديث ١٢٨٦، مسند احمد، رقم الحديث ٢١٤٧٥.

[2] رقم الحديث ٥٢٤٢، كتاب الادب، ابواب النوم، باب فى إماطة الأذى عن الطريق، واللفظ لهٗ، مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٩٩٨، صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٢٥٤٠.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ فرمان سنا کہ انسان کے اندر تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، اور انسان پر ہر ایک جوڑ کی طرف سے صدقہ واجب ہے، صحابۂ کرام نے نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! اس (ہر جوڑ کے بدلہ میں واجب صدقہ کو ادا کرنے) کی کون طاقت رکھتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا مسجد میں بلغم کو دفن کرنا، اور راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا، اور اگر اسے نہ پائیں تو چاشت کی دو رکعتوں کا پڑھنا آپ کو اس صدقہ کی طرف سے کفایت کر دے گا (ابوداؤد)

ان احادیث سے چاشت کی نماز کی صرف دو رکعتوں کے پڑھنے کی عظیم الشان فضیلت معلوم ہوئی، کہ وہ جسم کے تین سو ساٹھ جوڑوں کی طرف سے واجب صدقہ کی کفایت کر دیتی ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى الضُّحٰى أَرْبَعًا، وَقَبْلَ الْأُوْلٰى أَرْبَعًا بُنِيَ لَهُ بِهَا بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ (المعجم الاوسط للطبرانی) ؎۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی حاشية مسند احمد: صحيح لغيره، وهذا إسناد قوى من أجل حسين -وهو ابن واقد المروزى- فقد روى له البخارى تعليقاً وفى "الأدب المفرد "ومسلم متابعة وأصحاب السنن، وهو صدوق لا بأس به، وباقى رجال الإسناد ثقات من رجال الصحيح .زيد :هو ابن الحُباب .

وقال شعيب الارنؤوط:

إسناده قوى على شرط مسلم(حاشية صحيح ابنِ حبان، حواله بالا)

؎۲ رقم الحديث ۴۷۵۳، ج۵ ص ۱۰۹ .

قال الالبانی:

"من صلى الضحى أربعا وقبل الأولى أربعا، بنى له بيت فى الجنة ."

رواه الطبرانی فی "الأوسط(۱/ ۵۹ "من ترتيبه) عن سهل بن عثمان حدثنا إبراهيم بن محمد الهمدانى عن عبد الله بن عياش عن أبى بردة عن أبى موسى مرفوعا .وقال " :لم يروه عن أبى بردة إلا ابن عياش، ولا عنه إلا إبراهيم ، تفرد به سهل ."قلت :وهو ثقة من رجال مسلم .وإبراهيم بن محمد هو -فيما أرى -ابن مالك بن زبيد الهمدانى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے چاشت کی چار رکعتیں پڑھیں، اور چار رکعت (ظہر سے) پہلے کی پڑھیں، تو اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ چاشت کی نماز کی چار رکعتوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ جنت میں محل تیار فرمادیتے ہیں۔

اسی قسم کی فضیلت پانچ نمازوں کے ساتھ سنتِ مؤکدہ کی بارہ رکعتوں کے بارے میں بھی آئی ہے، اور ظاہر ہے کہ چار مؤکدہ سنتیں ظہر سے پہلے ہی ہیں۔ ؎۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا فَأَعْظَمُوْا الْغَنِيْمَةَ، وَأَسْرَعُوْا الْكَرَّةَ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا رَأَيْنَا بَعْثًا قَطُّ أَسْرَعَ كَرَّةً، وَلَا أَعْظَمَ مِنْهُ غَنِيْمَةً مِنْ هٰذَا الْبَعْثِ، فَقَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَسْرَعَ كَرَّةً مِنْهُ، وَأَعْظَمَ غَنِيْمَةً؟ رَجُلٌ تَوَضَّأَ فِي بَيْتِهِ فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهُ، ثُمَّ تَحَمَّلَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيْهِ الْغَدَاةَ، ثُمَّ عَقَّبَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الخيوانی، عم هارون بن إسحاق، ترجمه ابن أبی حاتم(۱/۱/۱۲۹)وقال " :سألت أبی عنه؟ فقال :لا بأس به ."وعبد الله بن عياش متوسط الحال، أخرج له مسلم فی الشواهد وهو صدوق يغلط كما فی " التقريب ."فالإسناد حسن .والله أعلم .والمراد بـ(الأولى) صلاة الظهر فيما يبدو لی .والله أعلم (السلسلة الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۳۴۹)

؎۱ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من ثابر على ثنتی عشرة ركعة من السنة بنى الله له بيتا فی الجنة :أربع ركعات قبل الظهر، وركعتين بعدها، وركعتين بعد المغرب، وركعتين بعد العشاء، وركعتين قبل الفجر "(ترمذی، رقم الحديث ۴۱۴، واللفظ لهٗ، ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۱۴۰، نسائی، رقم الحديث ۱۷۹۵، مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۶۰۲۸)

بِصَلَاةِ الضُّحْوَةِ، فَقَدْ أَسْرَعَ الْكَرَّةَ، وَأَعْظَمَ الْغَنِيمَةَ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۶۵۵۹، ج ۱۱ ص ۴۳۵، مسندابی ہریرۃ) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کو بھیجا، اس لشکر نے (جہاد کے ذریعہ) بہت سا مالِ غنیمت حاصل کیا، اور جلدی فتح یاب ہوکر لوٹا، تو ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم نے کوئی لشکر اس لشکر کے مقابلہ میں جلدی فتح یاب ہوکر لوٹنے، اور زیادہ مالِ غنیمت حاصل کرنے والا نہیں دیکھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس سے زیادہ جلدی فتح یاب ہوکر لوٹنے، اور زیادہ غنیمت حاصل کرنے والا عمل نہ بتلادوں؟ (سنو کہ) جس شخص نے اپنے گھر میں وضو کیا، اور اچھی طرح وضو کیا، پھر وہ مسجد کی طرف گیا، اور وہاں جاکر (باجماعت) فجر کی نماز پڑھی، پھر اس کے بعد (جب سورج طلوع ہوکر مکروہ وقت گزر گیا، تو) چاشت کی چار رکعتیں پڑھیں، تو یہ شخص (اس لشکر سے بھی زیادہ) جلدی فتح یاب ہوکر لوٹنے اور زیادہ غنیمت حاصل کرنے والا ہے (ابویعلیٰ)

اس سے ملتا جلتا مضمون بعض دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔ ۲؎

۱؎ قال المنذری: رواه أبو يعلى ورجال إسناده رجال الصحيح والبزار وابن حبان فی صحيحه وبين البزار فی روايته أن الرجل أبو بكر رضى الله عنه وقد روى هذا الحديث الترمذى فی الدعوات من جامعه من حديث عمر بن الخطاب رضى الله عنه وتقدم (الترغيب والترهيب، ج ۱ ص ۲۶۵)

وقال الهيثمی: رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۲۳۵)

۲؎ عن أبی هريرة رضى الله عنه ,قال بينما النبی صلى الله عليه وسلم جالس وأبو بكر رضى الله عنه وابن مسعود ومعاذ بن جبل ونعيم بن سلامة إذ قدم بريد على النبی صلى الله عليه وسلم من بعث بعثه فقال أبو بكر رضى الله عنه يا رسول الله ما رأيت بعثا أسرع إيابا ولا أكثر مغنما من هؤلاء فقال النبی صلى الله عليه وسلم يا أبا بكر ألا أدلك على ما هو أسرع إيابا وأفضل مغنما من صلى الغداة فی جماعة ثم ذكر الله حتى تطلع الشمس (مسند البزار، رقم الحديث ۹۳۱۴، معرفة الصحابة لابی نعيم، رقم الحديث ۶۳۹۴)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اس حدیث سے چاشت کی چار رکعتوں کے ذریعہ سے عظیم الشان اجر وثواب کا حاصل ہونا معلوم ہوا۔

اورگزشتہ احادیث وروایات سے چاشت کی نماز کی انتہائی عظیم الشان فضیلت واہمیت معلوم ہوئی۔ اسی وجہ سے اگر کسی شخص کو چاشت کی نماز پر پابندی کی توفیق ہوجائے، تو بہت سعادت کی بات ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال البوصيرى الكنانى:وله شاهد من حديث عمر بن الخطاب رواه الترمذى فى الدعوات(اتحاف الخيرة المهرة، ج ا ص ٣٠٩)

عن عبد الله بن عمرو بن العاصى، قال :بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم سرية، فغنموا، وأسرعوا الرجعة، فتحدث الناس بقرب مغزاهم، وكثرة غنيمتهم، وسرعة رجعتهم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :ألا أدلكم على أقرب منه مغزى ، وأكثر غنيمة، وأوشك رجعة ؟ من توضأ، ثم غدا إلى المسجد لسبحة الضحى، فهو أقرب مغزى، وأكثر غنيمة، وأوشك رجعة "(مسند احمد، رقم الحديث ٦٦٣٨)

فى حاشية مسند احمد:حسن لغيره، ابنُ لهيعة -وهو عبد الله -قد تابعه ابنُ وهب عند الطبرانى فى "المعجم الكبير "فيما ذكره الهيثمى فى "مجمع الزوائد٢/٢٣٥ " قال :ورجال الطبرانى ثقات، لأنه جعل بدل ابن لهيعة ابن وهب.

وقال البوصيرى الكنانى:رواه أبو يعلى وأحمد بن حنبل بسند فيه ابن لهيعة، ورواه الطبرانى فى معجمه بإسناد جيد .وله شاهد من حديث عمر بن الخطاب ومن حديث أبى هريرة(اتحاف الخيرة المهرة، ج٢ص ٤٠١)

وقال المنذرى:رواه أحمد من رواية ابن لهيعة والطبرانى بإسناد جيد(الترغيب والترهيب، ج ا ص٢٦٥)

عن عبد الله بن عمرو، قال :بعث النبى صلى الله عليه وسلم سرية، فغنموا وأسرعوا الرجعة، فتحدث الناس بقرب مغزاهم، وكثرة غنيمتهم، وسرعة رجعتهم، فقال النبى صلى الله عليه وسلم :ألا أدلكم على أقرب منكم مغزى، وأكثر غنيمة، وأوشك رجعة؟، من توضأ ثم غدا إلى المسجد لسبحة الصبح، فهو أقرب مغزى، وأكثر غنيمة، وأوشك رجعة(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١٠٠ ،ج١٣ ص ٤٢)

قال الهيثمى:رواه أحمد والطبرانى فى الكبير، وفيه ابن لهيعة وفيه كلام، ورجال الطبرانى ثقات لأنه جعل بدل ابن لهيعة ابن وهب(مجمع الزوائد ج٢ص ٢٣٥)

ل اختلف العلماء هل الأفضل المواظبة على صلاة الضحى، أو فعلها فى وقت وتركها فى وقت؟ فذهب الجمهور إلى أنه تستحب المواظبة على صلاة الضحى؛ لعموم الأحاديث الصحيحة من قوله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

نمازِ چاشت کی رکعات

چاشت کی نماز کی کم ازکم دو رکعتیں ہیں، اور احادیث سے چاشت کی چار، چھ اور آٹھ رکعات پڑھنے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صلى الله عليه وسلم :أحب العمل إلى الله تعالى ما داوم عليه صاحبه وإن قل .ونحو ذلك .وروى الطبراني في الأوسط من حديث أبي هريرة -رضي الله عنه -عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: إن في الجنة بابا يقال له الضحى فإذا كان يوم القيامة نادى مناد :أين الذين كانون يديمون صلاة الضحى؟ هذا بابكم فادخلوه برحمة الله.وروى ابن خزيمة في صحيحه عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:(لا يحافظ على صلاة الضحى إلا أواب، قال :وهي صلاة الأوابين)

وقال الحنابلة على الصحيح من المذهب -وهو ما حكاه صاحب الإكمال عن جماعة :لا تستحب المداومة على صلاة الضحى بل تفعل غبا؛ لقول عائشة -رضي الله عنها -ما رأيت النبي صلى الله عليه وسلم .سبح سبحة الضحى قط.وروى أبو سعيد الخدري قال :كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي الضحى حتى نقول :لا يدعها، ويدعها حتى نقول :لا يصليها.ولأن في المداومة عليها تشبيها بالفرائض.وقال أبو الخطاب :تستحب المداومة عليها ؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم .أوصى بها أصحابه.وقال :من حافظ على شفعة الضحى غفر له ذنوبه وإن كانت مثل زبد البحر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۲۳، مادة"صلاة")

[1] دو، اور چار رکعت کی روایات تو پہلے گزر چکی ہیں، اور اس سے زیادہ رکعت کا ذکر مندرجہ ذیل روایات میں ہے۔

حدثنا يزيد يعني الرشك، حدثتني معاذة، أنها سألت عائشة رضي الله عنها، كم كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي صلاة الضحى؟ قالت :أربع ركعات ويزيد ما شاء (مسلم، رقم الحديث ۷۱۹"۷۸"باب عدد ركعات الضحى)

حدثنا عمرو بن مرة، قال :سمعت عبد الرحمن بن أبي ليلى، يقول :ما حدثنا أحد، أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم يصلي الضحى غير أم هانء فإنها قالت :إن النبي صلى الله عليه وسلم دخل بيتها يوم فتح مكة، فاغتسل وصلى ثماني ركعات، فلم أر صلاة قط أخف منها، غير أنه يتم الركوع والسجود(بخارى، رقم الحديث ۱۱۷۶)

عن حذيفة ، قال :خرجت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى حرة بني معاوية فصلى الضحى ثمان ركعات طول فيهن(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۷۹۰۰)

عن عائشة، قالت :دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم بيتي، فصلى الضحى ثمان ركعات(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۲۵۳۱)

عن جابر بن عبد الله قال :أتيت النبي صلى الله عليه وسلم أعرض عليه بعيرا لي، فرأيته

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور بعض روایات میں چاشت کی بارہ رکعات کا بھی ذکر ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صلی الضحی ست رکعات(المعجم الاوسط للطبرانی،رقم الحدیث ۲۷۲۴، التاریخ الکبیر للبخاری، رقم الحدیث ۱۸۱)

عن محمد بن قیس، إن أم هانء :أتت رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو بمکة لبعض حاجاتها، فوجدته یصلی الضحی ست رکعات (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۴۴۱۰)

قال الهیثمی:رواهما الطبرانی فی الأوسط من روایة محمد بن قیس عن جابر وقد ذکره ابن حبان فی الثقات(مجمع الزوائد، ج۲ص۲۳۸)

عن أنس بن مالک قال :رأیت النبی صلی الله علیه وسلم یصلی الضحی ست رکعات، فما ترکتهن بعد قال الحسن :وما ترکتهن بعد (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۱۲۷۶)

قال الهیثمی:رواه الطبرانی فی الأوسط، وفیه سعید بن مسلمة الأموی ضعفه البخاری وابن معین وجماعة وذکره ابن حبان فی الثقات وقال :یخطء(مجمع الزوائد، ج۲ص۲۳۷)

عن أنس، أن النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلی الضحی ست رکعات(الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک لابن شاهین، رقم الحدیث ۱۱۹)

[۱] عن محمد بن إسحاق، قال :حدثنی موسی بن فلان بن أنس، عن عمه ثمامة بن أنس بن مالک، عن أنس بن مالک، قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :من صلی الضحی ثنتی عشرة رکعة بنی الله له قصرا من ذهب فی الجنة (ترمذی، رقم الحدیث ۴۷۳)

عن زید بن أسلم، عن ابن عمر، قال :قلت أبی ذر :یا عماه أوصنی، قال :سألتنی کما سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقال :إن صلیت الضحی رکعتین لم تکتب من الغافلین، وإن صلیت أربعا کنت من العابدین، وإن صلیت ستا لم یلحقک ذنب، وإن صلیت ثمانیا کتبت من القانتین، وإن صلیت اثنتی عشرة بنی لک بیتا فی الجنة(مسند البزار، رقم الحدیث ۳۸۹۰)

قال الهیثمی:رواه البزار، وفیه حسین بن عطاء ضعفه أبو حاتم وغیره وذکره ابن حبان فی الثقات وقال :یخطء ویدلس(مجمع الزوائد ج۲ص۲۳۷)

عن عبد الله بن عمرو السهمی یرفعه إلی أبی الدرداء یرفعه إلی النبی صلی الله علیه وسلم قال من صلی الضحی سجدتین لم یکتب من الغافلین ومن صلی أربعا کتب من القانتین ومن صلی ستا کفی ذلک الیوم ومن صلی ثمانیا کتبه الله من العابدین ومن صلی ثنتی عشرة رکعة بنی الله له بیتا فی الجنة (السنن الصغریٰ للبیهقی، رقم الحدیث ۸۵۶)

وأما ما ورد من قوله صلی الله علیه وسلم ففیه زیادة علی ذلک کحدیث أنس مرفوعا من صلی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور اسی وجہ سے فقہائے کرام نے چاشت کی کم از کم دو رکعات اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعات، اور بعض نے زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات کا ذکر فرمایا ہے۔ [۱]

لہٰذا چاشت کی دو رکعات پڑھنا بھی جائز ہے، اور چار رکعات پڑھنا افضل ہے، اور اگر کوئی اس سے زیادہ مثلاً چھ، آٹھ یا دس یا بارہ رکعات پڑھے تو بھی نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ اور زیادہ فضیلت اور ثواب کا باعث ہے۔

جس دن جتنی رکعات پڑھنے کی توفیق حاصل ہو جائے، اتنی ہی پڑھ لینا چاہئے، زیادہ نہ ہو سکے، تو دو رکعات ہی صحیح۔

مختلف روایات میں جو مختلف تعدادوں کا ذکر ہے، اس کی وجہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ حسبِ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الضحى ثنتى عشرة ركعة بنى الله له قصرا فى الجنة أخرجه الترمذى واستغربه وليس فى إسناده من أطلق عليه الضعف وعند الطبرانى من حديث أبى الدرداء مرفوعا من صلى الضحى ركعتين لم يكتب من الغافلين ومن صلى أربعا كتب من التائبين ومن صلى ستا كفى ذلك اليوم ومن صلى ثمانيا كتب من العابدين ومن صلى ثنتى عشرة بنى الله له بيتا فى الجنة وفى إسناده ضعف أيضا وله شاهد من حديث أبى ذر رواه البزار وفى إسناده ضعف أيضا ومن ثم قال الرويانى ومن تبعه أكثرها ثنتا عشرة وقال النووى فى شرح المهذب فيه حديث ضعيف كأنه يشير إلى حديث أنس لكن إذا ضم إليه حديث أبى ذر وأبى الدرداء قوى وصلح للاحتجاج به ونقل الترمذى عن أحمد أن أصح شىء ورد فى الباب حديث أم هانء وهو كما قال(فتح البارى لابنِ حجر، ج۳ص ۵۴، کتاب التطوع، قوله باب من لم يصل الضحى)

[۱] وظاهر ما فى المنية يدل على أن أقلها ركعتان وأكثرها ثنتا عشرة ركعة لما رواه الطبرانى فى الكبير عن أبى الدرداء قال قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -من صلى الضحى ركعتين لم يكتب من الغافلين ومن صلى أربعا كتب من العابدين ومن صلى ستا كفى ذلك اليوم ومن صلى ثمانيا كتبه الله من القانتين ومن صلى اثنتى عشرة ركعة بنى الله له بيتا فى الجنة وما من يوم وليلة إلا ولله من يمن به على عباده وصدقة وما من الله على أحد من عباده أفضل من أن يلهمه ذكره قال المنذرى ورواته ثقات(البحر الرائق، ج۲ ص ۵۵، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

أما حكم المسألة فقال أصحابنا صلاة الضحى سنة مؤكدة وأقلها ركعتان وأكثرها ثمان ركعات هكذا قاله المصنف والأكثرون وقال الرويانى والرافعى وغيرهما أكثرها اثنتى عشرة ركعة وفيه حديث فيه ضعف سنذكره إن شاء الله تعالى وأدنى الكمال أربع وأفضل منه ست قال اصحابنا ويسلم من كل ركعتين وينوى ركعتين من الضحى(المجموع شرح المهذب، ج۴ص ۳۶، باب صلاة التطوع)

www.idaraghufran.org

فرصت دو سے لے کر بارہ رکعتوں کو پڑھا گیا۔ [1]

نمازِ چاشت کا وقت

نمازِ چاشت کا وقت سورج طلوع ہونے کے بعد مکروہ وقت گزر کر (یعنی اشراق کے وقت سے) شروع ہوجاتا ہے، البتہ چاشت کی نماز کو کچھ تاخیر سے مگر زوال سے پہلے پہلے پڑھنا افضل ہے، جس طرح سے کہ اشراق کی نماز جلدی پڑھنا افضل ہے۔ [2]

---

[1] لا خلاف بين الفقهاء القائلين: باستحباب صلاة الضحى فى أن أقلها ركعتان .فقد روى أبو ذر عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :يصبح على كل سلامى من أحدكم صدقة :فكل تسبيحة صدقة، وكل تحميدة صدقة، وكل تهليلة صدقة، وكل تكبيرة صدقة، وأمر بالمعروف صدقة، ونهى عن المنكر صدقة، ويجزء من ذلك ركعتان يركعهما من الضحى .فأقل صلاة الضحى ركعتان لهذا الخبر.

وإنما اختلفوا فى أقلها وأكثرها :فذهب المالكية والحنابلة -على المذهب -إلى أن أكثر صلاة الضحى ثمان لما روت أم هانء أن النبى صلى الله عليه وسلم دخل بيتها يوم فتح مكة وصلى ثمانى ركعات، فلم أر صلاة قط أخف منها غير أنه يتم الركوع والسجود.

وصرح المالكية بكراهة ما زاد على ثمانى ركعات، إن صلاها بنية الضحى لا بنية نفل مطلق، وذكروا أن أوسط صلاة الضحى ست .

ويرى الحنفية والشافعية -فى الوجه المرجوح -وأحمد -فى رواية عنه -أن أكثر صلاة الضحى اثنتا عشرة ركعة، لما رواه الترمذى والنسائى بسند فيه ضعف أن النبى صلى الله عليه وسلم قال : من صلى الضحى ثنتى عشرة ركعة بنى الله له قصرا من ذهب فى الجنة قال ابن عابدين نقلا عن شرح المنية :وقد تقرر أن الحديث الضعيف يجوز العمل به فى الفضائل.

وقال الحصكفى من الحنفية، نقلا عن الذخائر الأشرفية :وأوسطها ثمان وهو أفضلها؛ لثبوته بفعله وقوله عليه الصلاة والسلام وأما أكثرها فبقوله فقط .وهذا لو صلى الأكثر بسلام واحد أما لو فصل فكلما زاد أفضل.

أما الشافعية :فقد اختلفت عباراتهم فى أكثر صلاة الضحى إذ ذكر النووى فى المنهاج أن أكثرها اثنتا عشرة وخالف ذلك فى شرح المهذب، فحكى عن الأكثرين :أن أكثرها ثمان ركعات .وقال فى روضة الطالبين :أفضلها ثمان وأكثرها اثنتا عشرة، ويسلم من كل ركعتين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧، ص ٢٢٥ وص ٢٢٦، ماده صلاة، عدد ركعات صلاة الضحى)

[2] عن سعيد بن نافع، قال :رآنى أبو بشير الأنصارى، صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا أصلى صلاة الضحى حين طلعت الشمس، فعاب ذلك على، ونهانى،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى قَوْمٍ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ الضُّحٰى فِيْ مَسْجِدِ قُبَآءَ حِيْنَ أَشْرَقَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثم قال :إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :لا تصلوا حتى ترتفع الشمس، فإنها تطلع فى قرنى الشيطان "(مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۸۸۹)

فى حاشية مسند احمد:صحيح لغيره.

عن أبى رملة الأزدى ، عن على :أنه رآهم يصلون الضحى عند طلوع الشمس ، فقال : هلا تركوها حتى إذا كانت الشمس قيد رمح أو رمحين ، صلوها فذلك صلاة الأوابين (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۷۸۸۶، كتاب الصلاة، باب أى ساعة تُصلّى الضُّحى)

عن النعمان بن نافذ :أن عليا خرج فرأى قوما يصلون الضحى عند طلوع الشمس ، فقال :ما لهم نحروها نحرهم الله فهلا تركوها حتى إذا كانت بالجبين صلوا فتلك صلاة الأوابين(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۷۸۸۹،كتاب الصلاة، باب أى ساعة تُصلّى الضُّحى)

والضحى بالضم والقصر شروقه، وبه سمى صلاة الضحى، والضحاء بالفتح والمد هو إذا علت الشمس إلى زيغ الشمس فما بعده، وقيل :وقت الضحى عند مضى ربع اليوم إلى قبيل الزوال، وقيل :هذا وقته المتعارف، وأما وقته فوقت صلاة الإشراق، وقيل :الإشراق أول الضحى(مرقاة المفاتيح، ج۳ص۹۷۷،باب صلاة الضحى)

ولم أر بيان أول وقتها وآخره لمشايخنا هنا ولعلهم تركوه للعلم به وهو أنه من ارتفاع الشمس إلى زوالها كما لا يخفى ثم رأيت صاحب البدائع صرح به فى كتب الأيمان فيما إذا حلف ليكلمنه الضحى فقال أنه من الساعة التى تحل فيها الصلاة إلى الزوال وهو وقت صلاة الضحى اهـ(البحر الرائق، ج۲ص۵۵،كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

(ومن المندوبات صلاة الضحى) وأقلها ركعتان وأكثرها ثنتا عشرة ركعة ووقتها من ارتفاع الشمس إلى زوالها(الفتاوىٰ الهندية، ج۱ص۱۱۲، كتاب الصلاة، الباب التاسع)

ووقتها من ارتفاع الشمس إلى وقت الزوال وقال صاحب الحاوى ووقتها المختار إذا مضى ربع النهار لحديث زيد بن أرقم أن رسول الله -عَلَيْهِ السَّلَامُ -قال صلاة الأوابين حين ترمض الفصال رواه مسلم .قوله ترمض بفتح التاء والميم أى حين يترك الفصال من شدة الحر فى إخفافها، وفى حديث أم هانىء -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا -أنه -عَلَيْهِ السَّلَامُ -صلاها ثمانى ركعات، متفق عليه، وعن أبى هريرة عن النبى -عَلَيْهِ السَّلَامُ -قال إن فى الجنة بابا يقال له باب الضحى، فإذا كان يوم القيامة ينادى منادى أين الذين كانوا يديمون صلاة الضحى؟ هذا بابكم فادخلوه برحمة الله(البناية شرح الهداية، ج۲ص۵۱۹، كتاب الصلاة، باب النوافل)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ:صَلَاۃُ الۡأَوَّابِیۡنَ إِذَا رَمِضَتِ الۡفِصَالُ(صحیح ابن خزیمۃ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کے پاس تشریف لے گئے، اور وہ سورج کے روشن ہونے (یعنی مکروہ وقت گزرنے کے بعد اشراق کا وقت شروع ہونے) کے وقت مسجدِ قباء میں (چاشت کی) نماز پڑھ رہے تھے،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والوں کی نماز اس وقت ہوتی ہے، جب اونٹ کے بچوں کے پیر جلنے لگ جائیں (ابنِ خزیمہ)

اونٹ کے بچوں کے پیر جلنے کا مطلب یہ ہے کہ دھوپ میں تیزی پیدا ہوجائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سورج طلوع ہونے کے بعد جب مکروہ وقت گزر جائے، چاشت کی نماز کا پڑھنا جائز ہوجاتا ہے، کیونکہ کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس وقت چاشت کی نماز پڑھنا ثابت ہے،جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا۔

اور یہ بات پہلے اشراق کی نماز کے بیان میں گزر چکی ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد مکروہ وقت گزرنے پر اشراق کا وقت بھی شروع ہوجاتا ہے،اور اشراق پڑھ کر بعد میں چاشت کی نماز کا پڑھنا بھی درست ہوجاتا ہے۔

اس لئے اگر کوئی اشراق کی نماز پڑھنے کے بعد میں اسی وقت چاشت کی نماز بھی پڑھ لے،تو جائز ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ووقتها من ارتفاع الشمس إلى الزوال قال صاحب الحاوى وقتها المختار قال إذا مضى ربع النهار لحديث زيد بن أرقم رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال صلاة الأوابين حين ترمض الفصال رواه مسلم ترمض بفتح التاء والميم والرمضاء الرمل الذى اشتدت حرارته من الشمس أى حين يبول الفصلان من شدة الحر فى أخفافها(المجموع شرح المهذب، ج۴ص ۳۶، باب صلاۃ التطوع)

[1] رقم الحديث ۱۲۲۷،كتاب الصلاة، باب استحباب تأخير صلاة الضحى،واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۵۱۱۰،صحيح ابنِ حبان،رقم الحديث ۲۵۳۹، مسلم، رقم الحديث ۷۴۸.

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرطهما(حاشية صحيح ابنِ حبان)

البتہ چاشت کی نماز کچھ تاخیر سے، جب دھوپ میں تیزی پیدا ہوجائے، زوال سے پہلے پہلے پڑھنا افضل ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت چاشت کی نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت وترغیب بیان فرمائی ہے۔ [1]

---

[1] وهذا يدل على جواز صلاة الضحى عند الإشراق لأنه لم ينههم عن ذلك ولكن أعلمهم أن التأخير إلى شدة الحر صلاة الأوابين قوله "إذا رمضت الفصال "هو أن تحمى الرمضاء وهى الرمل فتبرك الفصال من شدة حرها وإحراقها أخفافها(عمدة القارى، ج۷ص ۲۴۰، كتاب التطوع،باب صلاة الضحى فى السفر)

(صلاة الأوابين) بالتشديد أى الرجاعين إلى الله بالتوبة والإخلاص فى الطاعة وترك متابعة الهوى (حين ترمض) بفتح التاء والميم وفى رواية لمسلم إذا رمضت (الفصال) أى حين تصيبها الرمضاء فتحرق أخفافها لشدة الحر فإن الضحى إذا ارتفع فى الصيف يشتد حر الرمضاء فتحرق أخفاف الفصال لمماستها وإنما أضاف الصلاة فى هذا الوقت إلى الأوابين لأن النفس تركن فيه إلى الدعة والاستراحة فصرفها إلى الطاعة والاشتغال فيه بالصلاة رجوع من مراد النفس إلى مرضاة الرب ذكره القاضى .وقال ابن الأثير :المراد صلاة الضحى عند الارتفاع واشتداد الحر واستدل به على فضل تأخير الضحى إلى شدة الحر(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۵۰۷۲)

لا خلاف بين الفقهاء فى أن الأفضل فعل صلاة الضحى إذا علت الشمس واشتد حرها؛ لقول النبى صلى الله عليه وسلم :(صلاة الأوابين حين ترمض الفصال ومعناه أن تحمى الرمضاء وهى الرمل فتبرك الفصال من شدة الحر.

قال الطحاوى :ووقتها المختار إذا مضى ربع النهار .وجاء فى مواهب الجليل نقلا عن الجزولى : أول وقتها ارتفاع الشمس، وبياضها وذهاب الحمرة، وآخره الزوال .قال الحطاب نقلا عن الشيخ زروق :وأحسنه إذا كانت الشمس من المشرق مثلها من المغرب وقت العصر.

قال الماوردى :ووقتها المختار إذا مضى ربع النهار.

قال البهوتى :والأفضل فعلها إذا اشتد الحر .ثم اختلف الفقهاء فى تحديد وقت صلاة الضحى على الجملة .فذهب الجمهور إلى أن وقت صلاة الضحى من ارتفاع الشمس إلى قبيل زوالها ما لم يدخل وقت النهى.

وقال النووى فى الروضة :قال أصحابنا (الشافعية) : وقت الضحى من طلوع الشمس، ويستحب تأخيرها إلى ارتفاعها .ويدل له خبر أحمد عن أبى مرة الطائفى قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :قال الله :يا ابن آدم لا تعجزنى من أربع ركعات من أول نهارك أكفك آخره لكن قال الأذرعى :نقل ذلك عن الأصحاب فيه نظر، والمعروف من كلامهم الأول (أى ما ذهب إليه الجمهور)وقال الرملى الكبير فى حاشيته على شرح الروض، بعد أن نقل قول النووى السابق ذكره :لم أر من صرح به فهو وجه غريب أو سبق قلم (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۲۷، ص ۲۲۴ ، مادة"صلاة")

چاشت کی نماز میں جونسی چاہے سورتیں پڑھ لینا جائز ہے، البتہ بعض حضرات نے پہلی رکعت میں سورہ شمس اور دوسری رکعت میں سورہ ضحیٰ کے پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے؛ جبکہ بعض نے پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے۔ [1]

مسئلہ:...... عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر کے دن عید کی نماز سے پہلے گھر میں یا عید کی نماز پڑھی جانے والی جگہ میں نوافل کا ادا کرنا مکروہ ہے، خواہ اشراق کی نماز ہو یا چاشت کی، جس کی تفصیل پیچھے اشراق کی نماز کے بیان میں گزر چکی ہے۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۱۵/ ذی الحجہ/۱۴۳۳ھ یکم/نومبر/2012ء بروز جمعرات

---

[1] السور التی تقرأ فی صلاۃ الضحی.

قال ابن عابدین :یقرأ فیها سورتی الضحی أی سورة (والشمس) وسورة (والضحی) ، وظاهره الاقتصار علیهما ولو صلاها أکثر من رکعتین .فقد روی عن عقبة بن عامر -رضی الله عنه -قال: أمرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم أن نصلی الضحی بسور منها :(والشمس وضحاها) ، (والضحی)

وفی نهایة المحتاج :ویسن أن یقرأ فیهما -رکعتی الضحی -(الکافرون، والإخلاص) وهما أفضل فی ذلک من الشمس، (والضحی) وإن وردتا أیضا؛ إذ (الإخلاص) تعدل ثلث القرآن، (والکافرون) تعدل ربعه بلا مضاعفة.

وقال الشبراملسی :ویقرؤهما أی (الکافرون، والإخلاص) - أیضا -فیما لو صلی أکثر من رکعتین، ومحل ذلک -أیضا -ما لم یصل أربعا أو ستا بإحرام فلا یستحب قراء ة سورة بعد التشهد الأول، ومثله کل سنة تشهد فیها بتشهدین فإنه لا یقرأ السورة فیما بعد التشهد الأول (ر :قراء ة، ونافلة).

هذا وفی قضاء صلاة الضحی إذا فاتت من وقتها، وفی فعلها جماعة تفاصیل للفقهاء تنظر فی : (تطوع وصلاة الجماعة) (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۷،ص۲۲۶، ماده صلاة)

www.idaraghufran.org

(۱۲)

تحیۃُ الوضوء یاشکرُ الوضوء کی نماز

وضو کرنے کے بعد دو رکعات نفل کی فضیلت احادیث سے ثابت ہے، اوران نوافل کوتحیۃُ الوضوء یاشکرُ الوضوء کی نماز کہا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں پہلے چنداحادیث وروایات ذکر کی جاتی ہیں، جن کے بعدان شاءاللہ تعالیٰ متعلقہ مسائل کا تذکرہ کیاجائے گا۔

خلیفۂ راشدحضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزادکردہ غلام،حضرت حمران رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُثْـمَـانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: دَعَا بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَـلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَـلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُـمَّ غَسَـلَ يَـدَهُ الْيُـمْـنٰـى إِلَـى الْـمِرْفَقِ ثَـلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْـرٰى مِثْـلَ ذٰلِكَ، ثُـمَّ مَسَـحَ رَأْسَـهٗ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ،ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ الـلّٰـهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ غُفِرَ لَـهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (مسلم) [1]

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی منگایا، پھراپنے دونوں ہاتھوں کو (گٹوں تک) تین مرتبہ دھویا، پھرکلی کی،اورناک میں پانی ڈالا، پھراپنے

---

[1] رقم الحدیث ۲۲۶ "۳" کتاب الطھارۃ، باب صفة الوضوء وکماله، واللفظ لهٗ، بخاری، رقم الحدیث ۱۹۳۴.

چہرے کو تین مرتبہ دھویا، پھر اپنے دائیں ہاتھ کو کہنی تک تین مرتبہ دھویا، پھر اپنے بائیں ہاتھ کو اسی طرح (کہنی تک تین مرتبہ) دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر اپنے دائیں پاؤں کو ٹخنوں تک تین مرتبہ دھویا، پھر بائیں پاؤں کو اسی طرح (ٹخنوں تک تین مرتبہ) دھویا، پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر دو رکعتیں پڑھیں، جن میں اپنے آپ سے کوئی بات نہیں کی، تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے (مسلم، بخاری)

اس حدیث سے سنت کے مطابق وضو کرنے کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کی یہ فضیلت معلوم ہوئی کہ ان کی وجہ سے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں، اور محدثین کے نزدیک اس سے صغیرہ گناہ مراد ہیں۔

ان دو رکعتوں کو ''شکرُ الوضوء'' یا ''تحیۃُ الوضوء'' کہا جاتا ہے۔

اور ان دو رکعتوں میں اپنے آپ سے کوئی بات نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے معاملات کی طرف اپنے ارادہ اور قصد سے توجہ نہیں کی، اور خشوع واخلاص اور دل کے استحضار کے ساتھ نماز پڑھی، جس میں دکھلاوا اور ریاء کاری وغیرہ شامل نہیں تھی۔ [1]

---

[1] (ثم قال) : أی :النبی -صلی اللہ علیه وسلم -حین فرغ من وضوئه (من توضأ نحو وضوئی هذا) أی جامعا لفرائضه وسننه (ثم یصلی رکعتین) : فیه استحباب رکعتین عقیب کل وضوء ولو صلی فریضة حصلت له هذه الفضیلة کما تحصل تحیة المسجد بذلک (لا یحدث نفسه) : أی: لا یکلمها (فیهما بشیء) من أمور الدنیا وما لا یتعلق بالصلاة، ولو عرض له حدیث فأعرض عنه عفی له ذلک وحصلت له الفضیلة لأنه تعالی عفا عن هذه الأمة الخواطر التی تعرض ولا تستقر کذا قاله الطیبی .وقیل :أی بشیء غیر ما یتعلق بما هو فیه من صلاته وإن تعلق بالآخرة وقیل بشیء من أمور الدنیا لأن عمر رضی اللہ تعالی عنه کان یجهز الجیش وهو فی الصلاة یعنی یکون قلبه حاضرا وقیل :معناه إخلاص الصلاة للہ یعنی لا تکون صلاته للریاء والطمع (غفر له) : بصیغة المجهول (ما تقدم من ذنبه) : أی :من الصغائر، ویفهم منه أن الغفران مرتب علی الوضوء مع الصلاة .ومن الحدیث المتقدم ترتبه علی مجرد الوضوء لمزید فضله .قال ابن الملک .وفیه أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهُ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يَسْهُوْ فِيْهِمَا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (سنن أبی داود) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے وضو کیا اور اچھی طرح (یعنی سنت کے مطابق) وضو کیا، پھر دو رکعتیں پڑھیں، جن میں غفلت (و بے توجہی) اختیار نہیں کی، تو اس کے گزشتہ (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (ابوداؤد)

اس حدیث کا مضمون بھی گزشتہ حدیث کے مطابق ہے۔ [2]

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ صَلّٰى غَيْرَ سَاهٍ وَلَا لَاهٍ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَقَالَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

للصلاة مزية على الوضوء دون العكس كما هو ظاهر مقرر، فإنه وسيلة وشرط لها، ويمكن أن يقال كل منهما مكفر أو الوضوء المجرد مكفر لذنوب أعضاء الوضوء، ومع الصلاة مكفر لذنوب جميع الأعضاء، أو الوضوء مكفر للذنوب الظاهرة، ومع الصلاة مكفر للذنوب الظاهرة والباطنة والله أعلم(مرقاة المفاتيح، ج ا ص ۳۴۸، كتاب الطهارة)

[1] رقم الحديث ۹۰۵، كتاب الصلاة، باب كراهية الوسوسة وحديث النفس فى الصلاة، واللفظ لهٗ، مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۰۵۴.

فى حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

[2] (وعن زيد بن خالد الجهنى) : هو من جهينة، نزل الكوفة ومات بها، روى عنه عطاء بن يسار وغيره، قاله الطيبى (قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من صلى سجدتين ") : قال الطيبى :غلبت السجدة على سائر الأركان كما غلبت الركعة عليها (لا يسهو) : أى :لا يغفل (فيهما) : قال الطيبى :أن يكون حاضر القلب أو يعبد الله كأنه يراه (غفر الله له ما تقدم من ذنبه) : قيد بالصغائر، وإن كان ظاهره شمول الكبائر (رواه أحمد) : قال ميرك ورواه أبو داود بلفظ " :من توضأ فأحسن وضوءه ثم صلى ركعتين لا يسهو بينهما غفر له ما تقدم من ذنبه "اهـ .وقوله :بينهما أى :فيما بين أفعال الركعتين ;ليوافق قوله فيهما .والله تعالى أعلم(مرقاة المفاتيح، ج ۲ ص ۵۱۴، ۵۱۵، كتاب الصلاة)

www.idaraghufran.org

یَحْیٰی، مَرَّةً:غُفِرَ مَا کَانَ قَبْلَهَا مِنْ سَیِّئَةٍ(مسند احمد) ؎۱

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جس نے وضو کیا، اور اچھی طرح (یعنی سنت کے مطابق) وضو کیا، پھر غفلت اور لاپرواہی کے بغیر (توجہ، اخلاص اور خشوع کے ساتھ) نماز پڑھی، تو اس کے گزشتہ (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جائیں گے، اور حضرت یحییٰ راوی نے ایک روایت میں یہ فرمایا کہ اس کی گزشتہ برائی (وخطا) معاف کردی جائے گی (مسند احمد)

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ یُقْبِلُ عَلَیْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَوَجْهِهٖ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ(نسائی) ؎۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے وضو کیا، اور اچھی طرح وضو کیا، پھر دو رکعتیں پڑھیں، جن میں اپنے دل اور چہرے کے ساتھ متوجہ رہا، تو اس کے لئے جنت واجب ہوجائے گی (نسائی)

اپنے دل اور چہرہ کے ساتھ متوجہ رہنے کا مطلب محدثین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اپنے باطن یعنی دل کے ساتھ ساتھ اپنے ظاہر سے بھی متوجہ رہا، جس میں یہ بھی داخل ہے کہ اپنے چہرہ، نظر اور ہاتھ پاؤں کو اِدھر اُدھر متوجہ نہیں کیا، اور ان کو سنت ومستحب طریقہ پر نماز میں مشغول وپابند رکھا۔ ؎۳

؎۱ رقم الحدیث ۱۷۴۴۸، واللفظ لہٗ، مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۲۱.
فی حاشیة مسند احمد: صحیح لغیرہ.

؎۲ رقم الحدیث ۱۵۱، کتاب الطهارة، باب ثواب من أحسن الوضوء ثم صلی رکعتین.

؎۳ (وعن عقبة بن عامر قال :قال رسول الله -صلی الله علیه وسلم -(ما من مسلم یتوضأ فیحسن وضوءه) : أغرب ابن حجر وقال :أی بأن یأتی بواجباته ویحتمل مکملاته اهـ .فإن إحسان الوضوء بعد التوضؤ لا یحتمل غیر المکملات مع أن فی لفظة الإحسان دلالة علیه وإشارة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ: عِنْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ، عِنْدَكَ فِي الْإِسْلَامِ مَنْفَعَةً، فَإِنِّي سَمِعْتُ اللَّيْلَةَ خَشْفَ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ بِلَالٌ: مَا عَمِلْتُ عَمَلًا فِي الْإِسْلَامِ أَرْجٰى عِنْدِي مَنْفَعَةً، مِنْ أَنِّي لَا أَتَطَهَّرُ طُهُوْرًا تَامًّا، فِي سَاعَةٍ مِّنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ، إِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ، مَا كَتَبَ اللّٰهُ لِي أَنْ أُصَلِّيَ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فجر کی نماز کے وقت فرمایا کہ اے بلال! آپ مجھے اسلام کی حالت میں اپنا وہ عمل بتائیے کہ جس کے زیادہ نفع بخش ہونے کی آپ زیادہ امید رکھتے ہیں، کیونکہ میں نے رات (خواب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إليه (ثم يقوم) : أي :حقيقة أو حكما سيما إذا كان يعذر فإطلاقه جرى على الغالب لا أنه قيد احترازي، وثم للترقي (فيصلي ركعتين، مقبل عليهما) : أي :على الركعتين (بقلبه) : أي :باطنه (ووجهه) : أي ظاهره أو ذاته .قال الطيبي :مقبل، وجد بالرفع في الأصول وفي بعض النسخ مقبلا منصوبا على الحال يعني حال كونه متوجها، وكونه مرفوعا مشكل لأنه إما صفة لمسلم على أن من زائدة ففيه فصل، وإما خبر مبتدأ محذوف والجملة حال، وهو أيضا بعيد لعدم الواو إلا أن يجعل من قبيل فوه إلى في، والأولى أنه فاعل تنازع فيه الفعلان من باب التجريد مبالغة اهـ .والأظهر أنه صفة مسلم وليس الفصل أجنبيا (إلا وجبت له الجنة) أي :إنه تعالى يدخل الجنة بفضله بحيث لا يخالف وعده ألبتة كمن وجب عليه شيء(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ١، ٣٤٩، كتاب الطهارة)

[1] رقم الحديث ٢٤٥٨ "١٠٨" كتاب فضائل الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم، باب من فضائل بلال رضى الله عنه، واللفظ لهٗ، شرح السنة للبغوى، رقم الحديث ١٠١١ .

قال البغوى:

هذا حديث متفق على صحته، أخرجه محمد، عن إسحاق بن نصر، وأخرجه مسلم، عن محمد بن العلاء ، كلاهما عن أبي أسامة.

الخشفة :الصوت ليس بالشديد، يقال :خشف يخشف خشفا :إذا سمعت له صوتا، أو حركة(شرح السنة للبغوى، ج٤ص ١٤٨، تحت رقم الحديث ١٠١١، باب فضل من تطهر فصلى عقبيه)

میں) جنت کے اندر آپ کے جوتوں کی آہٹ کو اپنے آگے سنا، حضرت بلال نے عرض کیا کہ میرے اسلام کی حالت میں جونسا عمل میرے نزدیک زیادہ نفع بخش ہے، وہ یہ ہے کہ میں نے جب بھی رات اور دن میں کوئی مکمل پاکی حاصل کی، تو میں نے اس پاکی سے نماز پڑھی، جتنی بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز پڑھنے کی سعادت بخشی (مسلم)

اور حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت ہے کہ:

أَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَعَا بِلَالًا، فَقَالَ: يَا بِلَالُ بِمَ سَبَقْتَنِيْ إِلَى الْجَنَّةِ؟ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ إِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِيْ، إِنِّيْ دَخَلْتُ الْبَارِحَةَ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِيْ! فَقَالَ بِلَالٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا أَذَّنْتُ قَطُّ إِلَّا صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ، وَمَا أَصَابَنِيْ حَدَثٌ قَطُّ إِلَّا تَوَضَّأْتُ، وَرَأَيْتُ أَنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ فَأَرْكَعُهُمَا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِهِمَا (شرح السنة للبغوی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کی، پھر حضرت بلال کو بلایا اور فرمایا کہ اے بلال! کس چیز کی وجہ سے آپ جنت میں مجھ سے آگے تھے؟ میں جنت میں جب بھی داخل ہوا، تو میں نے اپنے آگے آپ کی آہٹ سنی، میں رات (خواب میں) جنت میں داخل ہوا، تو میں نے اپنے آگے آپ کی آہٹ سنی، تو

---

[1] رقم الحدیث ۱۰۱۲، ج۴ص۱۴۸، تحت رقم الحدیث ۱۰۱۱، باب فضل من تطهر فصلى عقبيه، واللفظ لهٗ، سنن الترمذی، رقم الحديث ۳۶۸۹.

قال الترمذی: وفی الباب عن جابر، ومعاذ، وأنس، وأبی هريرة أن النبی صلی الله عليه وسلم قال ": رأيت فی الجنة قصرا من ذهب فقلت :لمن هذا؟ فقيل :لعمر بن الخطاب " :"هذا حديث حسن صحيح غريب ومعنى هذا الحديث :أنی دخلت البارحة الجنة يعنی :رأيت فی المنام كأنی دخلت الجنة، هكذا روی فی بعض الحديث ويروى عن ابن عباس، أنه قال :رؤيا الأنبياء وحی.

www.idaraghufran.org

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے جب بھی اذان دی تو میں نے دو رکعتیں پڑھیں، اور میرا جب بھی وضو ٹوٹا، تو میں نے وضو کیا، اور میں نے یہ سمجھا کہ اللہ کے لئے مجھ پر دو رکعتیں ہیں، تو میں نے (وضو کے بعد) دو رکعتیں پڑھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہی اعمال کی وجہ سے (آپ کو یہ مقام حاصل ہوا) (شرح السنہ، ترمذی)

اس حدیث سے وضو پر مداومت وہمیشگی رکھنے اور وضو کے بعد ''تحیۃُ الوضوء'' یا ''شکرُ الوضوء'' کی نماز پڑھنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔ [1]

---

[1] (إلا صليت بذلك الطهور ما كتب لي) ، أي :قدره الله تعالى لي من النوافل (أن أصلي) : وقيل :وجب واللام بمعنى "على "وهو مخالف للرواية ;لأنها بصيغة المجهول وللدراية ;لأن المراد بالصلاة إنما هي الصلاة المخصوصة، وهي التي تسمى شكر الوضوء(مرقاة المفاتيح، ج٣ص ٩٨٤، كتاب الصلاة، باب التطوع)

(وعن بريدة قال :أصبح رسول الله صلى الله عليه وسلم) ، أي :ذات يوم (فدعا بلالا) ، أي :بعد صلاة الصبح كما مر (فقال " :بما) : وفي نسخة المصابيح " :بم "(سبقتني) ، أي :خدامي، أو قدامي (إلى الجنة؟) : وما وجه تخصيصك بالخدمة بين يدي حين دخول الجنة؟ إذ درجات الجنة على وفق زيادات الطاعة، وقال بعضهم، أي :بأي عمل يوجب دخول الجنة سبقت وأقدمت عليه قبل أن آمرك وأدعوك إليه؟ جعل السبب فيما يوجب دخول الجنة كالسبق في دخول الجنة، يعني جعل السبق في السبب كالسبق في المسبب، ثم رشحه عليه بأن رتب عليه سماع الخشخشة أمامه، وهي سماع حركته أو دفيف النعل بين يديه حيث قال :(ما دخلت الجنة قط) : يستفاد منه أنه رأى بلالا كذلك مرات، ولعل إحداها ليلة المعراج، والثانية في المنام، والثالثة في عالم الكشف (إلا سمعت خشخشتك) ، أي :حركة لها صوت كصوت السلاح (أمامي) ، أي: قدامي، ولا يجوز إجراؤه على ظاهره إذ ليس لنبي من الأنبياء أن يسبقه -عليه الصلاة والسلام - فكيف لأحد من أمته؟ (قال :يا رسول الله !ما أذنت) ، أي :ما أردت التأذين (قط إلا صليت ركعتين) : نفلا قبل الأذان، والأظهر ما أذنت إلا صليت قبل الإقامة ركعتين، وهو قابل لاستثناء المغرب ;إذ ما من عام إلا وخص، وإن خص هذا العام أيضا، (وما أصابني حدث) ، أي :حقيقي أو حكمي .(قط إلا توضأت عنده) ، أي :بعد حدوث ذلك الحدث، وفي إيثار (عنده) على بعده إشارة إلى المبالغة في المحافظة على مداومة الطهارة .(ورأيت) : عطف على توضأت، قال ابن الملك، أي :ظننت، وقال ابن حجر :اعتقدت وهو غير صحيح، إلا أن يحمل على المبالغة، والأظهر أن يكون من الرأي، أي اخترت .(أن لله على ركعتين) : شكرا له تعالى على إزالة الأذية وتوفيق الطهارة، قال الطيبي :كناية عن مواظبته عليهما اهـ .ويحتمل أنه جعلهما نذرا على نفسه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ احادیث سے وضو کرنے کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھنے کی عظیم فضیلت واہمیت ثابت ہے۔

اور اسی وجہ سے فقہائے کرام نے وضو کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے کو مستحب اور فضیلت کا باعث قرار دیا ہے۔

جبکہ بعض فقہاء نے وضو کے بعد کم از کم دو رکعت کو سنت قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ (فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :بهما) ، أى :بهما نلت ما نلت أو عليك بهما، قاله الطيبى، وهو أحسن مما قيل بهاتين الخصلتين دخلت الجنة، ثم الظاهر أن ضمير التثنية راجع إلى القريبين المذكورين، وهما دوام الطهارة وتمامها بأداء شكر الوضوء ، فيوافق الحديث السابق أول الباب، ولا يبعد أن يرجع إلى الصلاة بين كل أذانين، والصلاة بعد كل طهارة، أو إلى الصلاة بين الأذانين، ومجموع دوام الوضوء ، وشكره، والله أعلم(مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۹۹۰، ۹۹۱، كتاب الصلاة،باب التطوع)

[1] ذهب الحنفية والشافعية والحنابلة إلى أنه يستحب أن يصلى المتوضء ركعتين عقب فراغه من الوضوء ؛ لحديث :ما من أحد يتوضأ فيحسن الوضوء ويصلى ركعتين يقبل بقلبه ووجهه عليهما إلا وجبت له الجنة.

ويرى الحنفية والحنابلة، أن المتوضء يصلى سنة الوضوء فى غير وقت الكراهة، وهى الأوقات الخمسة التى يكره فيها الصلاة، وذلك لأن ترك المكروه أولى من فعل المندوب.

وقال الشافعية :فى الحديث استحباب صلاة ركعتين فأكثر عقب كل وضوء ، وهو سنة مؤكدة، ويفعل هذه الصلاة فى أوقات النهى وغيرها؛ لأن لها سببا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۳، ص ۳۷۹،ماده سنن الوضوء،التاسع والعشرون ـ صلاة ركعتين عقب الوضوء)

ومن التطوعات ركعتا شكر الوضوء عن عقبة بن عامر الجهنى -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ- أن رسول الله -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قال :ما من أحد يتوضأ ويحسن الوضوء فيصلى ركعتين يقبل بقلبه ووجهه عليهما إلا وجبت له الجنة ، رواه مسلم(البناية شرح الهداية، ج۲ص ۵۲۱، باب النوافل)

مطلب سنة الوضوء .(قوله وندب ركعتان بعد الوضوء) لحديث مسلم ما من أحد يتوضأ فيحسن الوضوء ويصلى ركعتين يقبل بقلبه ووجهه عليهما إلا وجبت له الجنة خزائن(ردالمحتار، ج۲ص ۲۲، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

ومن الأدب :أن يصلى ركعتين بعد الفراغ من الوضوء ، لما روى أن رسول الله صلى الله عليه وسلّمقال لبلال :مالك سبقتنى إلى الجنة، فقال بلال :وكيف ذلك يا رسول الله؟ قال صلى الله عليه وسلّم كنت أمس البارحة فى الجنة، فسمعت أمامى خَشخَشَتَك (بجزم الشين أو بفتح الشين) فنظرت، فإذا هى أنت، فقال بلال :ما توضأت قط إلا رأيت لله تعالى علىّ صلاة ركعتين، فقال عليه السلام :هى ذاك الخشخشة بالجزم صوت النعلين وبالفتح الحركة .(المحيط البرهانى، ج ۱ ص ۴۹، كتاب الطهارات، الفصل الاول فى الوضوء)

مسئلہ نمبر۱:...... بعض احادیث میں پاکی حاصل کرنے کے بعد نماز پڑھنے کا ذکر ہے، اور پاکی میں وضو اور غسل دونوں داخل ہیں، جس کے پیشِ نظر بعض فقہائے کرام نے فرمایا کہ جس طرح یہ فضیلت سنت کے مطابق وضو کرنے کے بعد نفل نماز پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے، اسی طرح سنت کے مطابق غسل کرنے کے بعد بھی نفل نماز پڑھنے سے یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۲:...... وضو کے بعد پڑھی جانے والی ان دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سی سورت پڑھ لینا جائز ہے، البتہ بعض حضرات نے پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص کے پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر۳:...... تحیۃُ الوضوء کی نفل نماز کو وضو کے فوراً بعد پڑھنا چاہئے، اور اگر کچھ تاخیر ہوگئی ہو، لیکن وضو کے اعضاء خشک نہ ہوئے ہوں، اس وقت بھی اس نماز کے پڑھنے سے فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔ [3]

---

[1] جبکہ بعض حضرات نے تیمّم کا بھی یہی حکم بیان کیا ہے۔

ومثل الوضوء الغسل كما نقله ط عن الشرنبلالى (ردالمحتار، ج۲ص ۲۲، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

ومما لا تسن فيه الجماعة ......ور كعتان بعد الوضوء وألحق به البلقيني الغسل والتيمم ينوى بهما سنته (نهاية المحتاج الى شرح المنهاج، ج۲ص ۱۲۲، كتاب الصلاة، باب فى صلاة النفل)

[2] ويقرأ فيهما الكافرون والإخلاص كما فى الضياء (ردالمحتار، ج۲ص ۲۲، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

[3] اور اعضاء کے خشک نہ ہونے کی شرط معتدل آب وہوا اور عذر نہ ہونے کی صورت میں ہے، لہٰذا اگر گرمی کی شدت یا غیر معمولی ہوا کی وجہ سے اعضاء خشک ہوجائیں، یا سردی وغیرہ کی وجہ سے کسی نے وضو کے بعد کپڑے، تولیہ وغیرہ سے اعضاء کو خشک کرلیا ہو، لیکن اتنی تاخیر نہ ہوئی ہو کہ اگر موسم معتدل ہوتا، اور کپڑے سے خشک نہ کیا جاتا، تو اعضاء خشک نہ ہوتے، تو اعضاء خشک ہونے کے باوجود فضیلت کا وقت موجود ہوگا۔ کمافی مسئلۃ الولاء فی سنۃ الوضوء۔

(وندب ركعتان بعد الوضوء) يعنى قبل الجفاف كما فى الشرنبلالية عن المواهب (الدر المختار مع شرحه ردالمحتار، ج۲ص ۲۲، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

"وندب ركعتان بعد الوضوء قبل جفافه "لقوله صلى الله عليه وسلم" :ما من مسلم يتوضأ فيحسن وضوء ه ثم يقوم فيصلى ركعتين يقبل عليهما بقلبه إلا وجبت له الجنة "رواه مسلم (مراقى الفلاح شرح نورالايضاح، ص ۱۴۹، كتاب الصلاة، باب فى النوافل)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جبکہ بعض حضرات نے فرمایا کہ وضو کرنے کے بعد جب تک وضو نہ ٹوٹے، اس وضو سے نماز پڑھنے کی صورت میں بھی یہ فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔ [1]

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ جب تک وضو کئے ہوئے طویل وقت نہ گزرا ہو، اس وقت تک اس نماز کی فضیلت کا وقت باقی ہوتا ہے، اور طویل وقت گزرنے کے بعد اس کا وقت فوت ہوجاتا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله :والولاء) اسم مصدر والمصدر الموالاة .قال الحموى :لا تتحقق الموالاة إلا بعد غسل الوجه اهـ وفيه تأمل، إذ ما ذكره إنما يتجه أن لو كانت الموالاة معتبرة فى جانب فرائض الوضوء فقط، وهو خلاف الظاهر ط عن أبى السعود (قوله :بكسر الواو) أى مع المد، وهو لغة :التتابع. قال ط :وأما بفتحها فهو صفة توجب لمن قامت به التعصيب لمن أعتقه مثلا (قوله :غسل المتأخر إلخ) عرفه الزيلعى بغسل العضو الثانى قبل جفاف الأول .زاد الحدادى مع اعتدال الهواء والبدن وعدم العذر(ردالمحتار، ج ا ص ۱۲۲، كتاب الطهارة، سنن الوضوء)

[1] اور اس قول کی تائید حدیثِ بلال کی ایک روایت کے الفاظ ''صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُورِ'' سے ہوتی ہے۔

قيل :فيه جواز الصلاة فى الأوقات المكروهة، وفيه أن الأحاديث المصرحة بالحرمة مقدمة على هذا المحتمل، مع أن الحديث لا دلالة فيه على الفورية، بل البعدية بشرط بقاء تلك الطهارة(مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۹۸۴، كتاب الصلاة، باب التطوع)

[2] اور یہ قول بعض شوافع کا ہے، جبکہ بعض شوافع کا قول حدث یا اعراض سے اس کا وقت فوت ہونے کا ہے۔

قوله :وركعتان بعد الوضوء أى وتسن ركعتان بعده، لما روى :أنه -صلى الله عليه وسلم -دخل الجنة فرأى بلالا فيها فقال له :بم سبقتنى إلى الجنة؟ فقال بلال :لا أعرف شيئا، إلا أنى لا أحدث وضوءا إلا أصلى عقبه ركعتين وسيأتى إن شاء الله فى فصل فى صلاة النفل مزيد بسط فى الكلام عليهما .(قوله :أى بحيث تنسبان إليه عرفا) تقييد للبعدية، أى أن محل الاعتداد بهما وحصول الثواب عليهما إذا صليا بعده أن ينسبا إلى ذلك الوضوء فى العرف .(قوله :فتفوتان) أى ركعتا الوضوء .وقوله :بطول الفصل أى بين الوضوء وبينهما .قال فى التحفة فى باب صلاة النفل :وهو أوجه .ويدل له قول الروضة :ويستحب لمن توضأ أن يصلى عقبه .اهـ.(قوله :وعند بعضهم بالاعراض) أى تفوتان بقصد الإعراض عنهما، ولو لم يطل الفصل .(قوله :وبعضهم بجفاف الأعضاء) أى وعند بعضهم تفوتان بجفاف أعضاء الوضوء .فمتى لم تجف أعضاؤه له أن يصليهما، ولو طال الفصل .(قوله :وقيل :بالحدث) أى تفوتان به .فمتى لم يحدث له أن يصليهما، ولو طال الفصل عرفا(إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين ،لأبى بكر البكرى الدمياطى الشافعى ،ج ، ا ص ۶۹ ،باب الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۴:...... یہ نماز کیونکہ نفل نمازوں میں داخل ہے، اس لئے اس نماز کو ان اوقات میں نہیں پڑھنا چاہئے، جن اوقات میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، مثلاً طلوع، غروب اور زوال کے وقت، اور اسی طرح فجر کی نماز کے وقت (یعنی صبح صادق سے لے کر سورج طلوع ہونے تک) اور عصر کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک۔ [1]

مسئلہ نمبر۵:...... اگر کوئی وضو کے بعد کوئی دوسری نفل (مثلاً تحیۃ المسجد، یا کوئی سنت) نماز پڑھے، اور اسی میں وضو کے بعد کی ان نوافل کی بھی نیت کرلے، تو بعض حضرات کے نزدیک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قوله (وبعضهم بالحدث) تقدم في الوضوء أنه الذي أفتى به السمهودي ومن تبعه وإنه وجيه من حيث المعنى لموافقته الحديث المستدل به لندبها بصرى.قوله (وبعضهم بالحدث إلخ) من العطف على معمول عاملين مختلفين بدون تقدم المجرور قوله (وبعضهم بطول الفصل إلخ) (حواشي الشرواني على تحفة المحتاج بشرح المنهاج،لعبد الحميد الشرواني، ج۲،ص۲۳۷، باب في صلاة النفل)

[1] البتہ شافعیہ کے نزدیک ان دو رکعتوں کو وضو کے بعد مکروہ وقت میں بھی پڑھنا جائز ہے ''لأن لها سببا''

ويرى الحنفية والحنابلة، أن المتوضء يصلي سنة الوضوء في غير وقت الكراهة، وهي الأوقات الخمسة التي يكره فيها الصلاة، وذلك لأن ترك المكروه أولى من فعل المندوب.

وقال الشافعية :في الحديث استحباب صلاة ركعتين فأكثر عقب كل وضوء ، وهو سنة مؤكدة، ويفعل هذه الصلاة في أوقات النهي وغيرها؛ لأن لها سببا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۳،ص ۳۷۹،ماده سنن الوضوء،التاسع والعشرون ۔ صلاة ركعتين عقب الوضوء)

صلاة الركعتين بعد الوضوء إنما تندب إذا لم يكن وقت كراهة(البحرالرائق، ج ۱ ص ۳۰، كتاب الطهارة، سنن الوضوء)

قيل :فيه جواز الصلاة في الأوقات المكروهة، وفيه أن الأحاديث المصرحة بالحرمة مقدمة على هذا المحتمل، مع أن الحديث لا دلالة فيه على الفورية، بل البعدية بشرط بقاء تلك الطهارة(مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۹۸۴، كتاب الصلاة، باب التطوع)

(وكذا) تسن (ركعتا سنة وضوء عقبه) أي :الوضوء إذا لم يكن وقت نهي، لحديث أبي هريرة مرفوعا قال لبلال عند صلاة الفجر :يا بلال :حدثني بأرجى عمل عملته في الإسلام، فإني سمعت دف نعليك بين يدي في الجنة؛ فقال :ما عملت عملا أرجى عندي أني لم أتطهر طهورا في ساعة من ليل أو نهار إلا صليت في ذلك الطهور ما كتب الله لي أن أصلي. متفق عليه، ولفظه للبخاري (مطالب أولي النهي في شرح غاية المنتهى للرحيباني الحنبلي، ج ۱ ،ص ۵۷۹،باب صلاة التطوع وما يتعلق بها)

دونوں کی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔

وہ الگ بات ہے کہ اگر کوئی عذر نہ ہوتو اس نماز کو الگ اور مستقل طور پر پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

اور اسی وجہ سے جن اوقات میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، مثلاً طلوعِ فجر یعنی صبح صادق کے بعد، ان اوقات میں وضو کرنے کے بعد فجر کی سنتوں میں ہی تحیۃ الوضوء کی نیت کرلینی چاہئے، اس طرح ان کی فضیلت بھی ساتھ ہی حاصل ہوجائے گی۔ [1]

فقط

وَاللهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

محمد رضوان

۱۶/ ذی الحجہ/ ۱۴۳۳ھ 02/ نومبر/ 2012ء بروز جمعہ

---

[1] وانظر هل تنوب عنهما صلاة غيرهما كالتحية أم لا؟ ثم رأيت فى شرح لباب المناسك أن صلاة ركعتى الإحرام سنة مستقلة كصلاة استخارة وغيرها مما لا تنوب الفريضة منابها، بخلاف تحية المسجد وشكر الوضوء فإنه ليس لهما صلاة على حدة كما حققه فى الحجة .اهـ(ردالمحتار، ج۲ص ۲۲، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

فرع لو توضأ فدخل المسجد فالأقرب أنه إن اقتصر على ركعتين نوى بهما أحد السببين أو هما اكتفى به فى أصل السنة والأفضل أن يصلى أربعا وينبغى أن يقدم تحية المسجد ولا تفوت بها سنة الوضوء لأن سنة الوضوء فيها الخلاف المذكور ولا كذلك تحية المسجد ع ش

قوله (وهذا أوجه) أى الثالث نهاية قال الرشيدى وحينئذ فإذا أحدث وتوضأ عن قرب لا تفوت سنة الوضوء الأول فله أن يفعلها وظاهر أنه يكفى عن الوضوء ين ركعتان لتداخل سنتيهما وهل له أن يصلى لكل ركعتين فليراجع ا هـ.والظاهر عدم الجواز لحصول الفصل الطويل بالركعتين (حواشى الشروانى على تحفة المحتاج بشرح المنهاج،لعبد الحميد الشروانى، ج۲،۲۳۷باب فى صلاة النفل)

www.idaraghufran.org

(۱۳)

تحیۃُ المسجد یا مسجد میں داخلہ کی نماز

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جب کوئی مسجد میں داخل ہو، اور کوئی عذر نہ ہوتو اُس وقت دو رکعات نوافل کا پڑھنا احادیث سے ثابت ہے، اوراس نماز کو عام بول چال میں تحیۃُ المسجد کی نماز کہا جاتا ہے۔

پہلے اس بارے میں چند احادیث نقل کی جاتی ہیں، بعد میں ان شاء اللہ تعالیٰ متعلقہ مسائل کا تذکرہ کیا جائے گا۔

حضرت ابوقتادہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَّجْلِسَ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی جب مسجد میں داخل ہوتو اُسے چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ (ابن ماجه) [2]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہوتو وہ اُس وقت تک نہ بیٹھے، جب تک دو رکعتیں نہ پڑھ لے (ابنِ ماجہ)

---

[1] رقم الحديث ۴۴۴، كتاب الصلاة، باب إذا دخل أحدكم المسجد فليركع ركعتين قبل أن يجلس.

[2] رقم الحديث ۱۰۱۲، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها.

www.idaraghufran.org

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ لِيْ دَيْنٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ الْمَسْجِدَ، فَقَالَ لِيْ: صَلِّ رَكْعَتَيْنِ (صحيح ابن حبان) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا دین (وقرض) تھا، تو آپ نے وہ مجھے ادا کر دیا، اور (اپنی خوشی سے) مجھے کچھ زیادہ بھی دے دیا، میں مسجد میں آپ کے پاس حاضر ہوا، تو آپ نے مجھے فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھ لیجئے (ابنِ حبان)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو، اور کوئی عذر نہ ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لینا سنت ومستحب ہے۔ [2]

احادیث کے بعد اس سلسلہ میں چند متعلقہ مسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱:...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک ایسے شخص کے لیے جو مسجد میں داخل ہو، اور اس کا مسجد میں بیٹھنے یا ٹھہرنے کا ارادہ ہو، اور وہ باوضو ہو، بیٹھنے سے پہلے کم از کم دو رکعت پڑھ لینا سنت ومستحب ہے۔ اور اس نماز کو تحیۃُ المسجد کہا جاتا ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ۲۴۹۶، كتاب الصلاة، باب النوافل.
فی حاشية ابنِ حبان: إسناده صحيح على شرط مسلم.

[2] عن أبي قتادة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا جاء أحدكم المسجد فليركع ركعتين قبل أن يجلس، وفي الباب عن جابر، وأبي أمامة، وأبي هريرة، وأبي ذر، وكعب بن مالك، : وحديث أبي قتادة حديث حسن صحيح،وقد روى هذا الحديث محمد بن عجلان، وغير واحد، عن عامر بن عبد الله بن الزبير، نحو رواية مالك بن أنس، وروى سهيل بن أبي صالح هذا الحديث، عن عامر بن عبد الله بن الزبير، عن عمرو بن سليم، عن جابر بن عبد الله، عن النبي صلى الله عليه وسلم، وهذا حديث غير محفوظ، والصحيح حديث أبي قتادة والعمل على هذا الحديث عند أصحابنا :استحبوا إذا دخل الرجل المسجد أن لا يجلس حتى يصلي ركعتين إلا أن يكون له عذر "قال علي بن المديني :وحديث سهيل بن أبي صالح خطأ أخبرني بذلك إسحاق بن إبراهيم، عن علي بن المديني(ترمذی، رقم الحديث ۳۱۶)

[3] تحية المسجد :يرى جمهور الفقهاء أنه يسن لكل من يدخل مسجدا غير المسجد الحرام - يريد الجلوس به لا المرور فيه، وكان متوضئا -أن يصلي ركعتين أو أكثر قبل الجلوس .والأصل فيه حديث رواه أبو قتادة رضي الله عنه :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :إذا دخل أحدكم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۲:...... جن اوقات میں نفل نماز پڑھنا ممنوع ومکروہ ہے، حنفیہ کے نزدیک ان اوقات میں مسجد میں داخل ہونے والے کو تحیۃ المسجد کی نماز نہیں پڑھنی چاہیے، بلکہ ذکر وتسبیح اور درود شریف وغیرہ پڑھ لینا چاہیے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المسجد فلا يجلس حتى يركع ركعتين ومن لم يتمكن منهما لحدث أو غيره يقول ندبا :سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم .فإنها تعدل ركعتين كما في الأذكار، وهي الباقيات الصالحات، والقرض الحسن.

ويسن لمن جلس قبل الصلاة أن يقوم فيصلي، لما روى جابر رضي الله عنه قال :جاء سليك الغطفاني، ورسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب، فقال :يا سليك قم فاركع ركعتين وتجوز فيهما فإنها لا تسقط بالجلوس.

كما أنه لا خلاف بينهم في أن تحية المسجد تتأدى بفرض أو نفل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٠، ص ٣٠٤، و ٣٠٥، مادة "تحية")

(قوله ويسن تحية) كتب الشارح في هامش الخزائن أن هذا رد على صاحب الخلاصة حيث ذكر أنها مستحبة.

(قوله رب المسجد) أفاد أنه على حذف مضاف لأن المقصود منها التقرب إلى الله تعالى لا إلى المسجد لأن الإنسان إذا دخل بيت الملك يحيي الملك لا بيته بحر عن الحلية .ثم قال :وقد حكى الإجماع على سنيتها، غير أن أصحابنا يكرهونها في الأوقات المكروهة تقديما لعموم الحاظر على عموم المبيح اهـ(رد المحتار، ج٢ص١٧ ،باب الوتر والنوافل،مطلب في تحية المسجد)

[1] البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جب بھی مسجد میں داخل ہو، تو اس وقت میں دو رکعت پڑھ لینا مستحب ہے، خواہ مکروہ وقت ہی کیوں نہ ہو "لان لہا سببا کما مر فی تحیۃ الوضوء"

(قوله وهي ركعتان) في القهستاني وركعتان أو أربع، وهي أفضل لتحية المسجد إلا إذا دخل فيه بعد الفجر أو العصر، فإنه يسبح ويهلل ويصلي على النبي -صلى الله عليه وسلم -فإنه حينئذ يؤدي حق المسجد كما إذا دخل للمكتوبة فإنه غير مأمور بها حينئذ كما في التمرتاشي .اهـ(رد المحتار، ج٢ص١٨ ،باب الوتر والنوافل،مطلب في تحية المسجد)

فلا يجلس حتى يركع ركعتين فيه استحباب تحية المسجد بركعتين وهي سنة بإجماع المسلمين وحكى القاضي عياض عن داود وأصحابه وجوبهما وفيه التصريح بكراهة الجلوس بلا صلاة وهي كراهة تنزيه وفيه استحباب التحية في أي وقت دخل وهو مذهبنا وبه قال جماعة وكرهها أبو حنيفة والأوزاعي والليث في وقت النهي وأجاب أصحابنا أن النهي إنما هو عما لا سبب له لأن النبي صلى الله عليه وسلم صلى بعد العصر ركعتين قضاء سنة الظهر فخص وقت النهي وصلى به ذات السبب ولم يترك التحية في حال من الأحوال بل أمر الذى دخل المسجد يوم الجمعة وهو يخطب فجلس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۳:...... اگر کوئی مسجد میں ایسے وقت داخل ہو جب کہ امام جمعہ کا خطبہ دے رہا ہو، تو ایسی حالت میں حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک تحیۃُ المسجد کا پڑھنا مکروہ ہے، لہٰذا ایسی حالت میں مسجد میں داخل ہو کر بیٹھ جانا چاہیے اور خطبہ سننے میں مشغول ہونا چاہیے۔

البتہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایسی حالت میں بھی دو رکعتیں مختصر انداز میں پڑھ لینا چاہیے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أن يقوم فيركع ركعتين مع أن الصلاة فى حال الخطبة ممنوع منها إلا التحية فلو كانت التحية تترك فى حال من الأحوال لتركت الآن لأنه قعد وهى مشروعة قبل القعود ولأنه كان يجهل حكمها ولأن النبى صلى الله عليه وسلم قطع خطبته وكلمه وأمره أن يصلى التحية فلولا شدة الاهتمام بالتحية فى جميع الأوقات لما اهتم عليه السلام هذا الاهتمام ولا يشترط أن ينوى التحية بل تكفيه ركعتان من فرض أو سنة راتبة أو غيرهما ولو نوى بصلاته التحية والمكتوبة انعقدت صلاته وحصلتا له ولو صلى على جنازة أو سجد شكرا أو للتلاوة أو صلى ركعة بنية التحية لم تحصل التحية على الصحيح من مذهبنا وقال بعض أصحابنا تحصل وهو خلاف ظاهر الحديث ودليله أن المراد إكرام المسجد ويحصل بذلك والصواب أنه لا يحصل وأما المسجد الحرام فأول ما يدخله الحاج يبدأ بطواف القدوم فهو تحيته ويصلى بعده ركعتى الطواف(شرح النووى على مسلم، ج۵ص ۲۲۶،باب استحباب تحية المسجد بركعتين وكراهة الجلوس قبل صلاتهما)

[1] وكذلك اختلف الفقهاء بالنسبة لمن دخل المسجد والإمام يخطب :فذهب الحنفية والمالكية إلى أنه يجلس ويكره له أن يركع ركعتين، لقوله تعالى :(فاستمعوا له وأنصتوا)والصلاة تفوت الاستماع والإنصات، فلا يجوز ترك الفرض لإقامة السنة، وإليه ذهب شريح، وابن سيرين والنخعى وقتادة والثورى والليث.

وذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه يركع ركعتين يوجز فيهما، لحديث سليك الغطفانى المتقدم. وبهذا قال الحسن وابن عيينة ومكحول وإسحاق وأبو ثور وابن المنذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۰، ص۳۰۵، مادة "تحية")

ذهب الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة إلى كراهة التنفل عند خروج الخطيب إلى المنبر؛ لقوله صلى الله عليه وسلم :إذا قلت لصاحبك أنصت -والإمام يخطب -فقد لغوت.دل الحديث على أن من يأمر غيره بالإنصات، كان أمره لغوا من الكلام منهيا عنه، فإذا كان الأمر بالإنصات -وهو أمر بمعروف -لغوا من الكلام منهيا عنه، كان التنفل لغوا من الأعمال منهيا عنه، أضف إلى ذلك أن التنفل يفوت الاستماع إلى الخطيب الذى هو واجب، فلا يترك الواجب من أجل النفل. واستثنى الشافعية والحنابلة تحية المسجد لمن دخل والإمام يخطب، فأجازوا التنفل بركعتين. لحديث جابر قال :جاء سليك الغطفانى فى يوم الجمعة ورسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب فجلس، فقال له :يا سليك قم فاركع ركعتين وتجوز فيهما (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷، ص۱۸۴، الوقت الخامس :عند خروج الخطيب حتى يفرغ من صلاته، مادة "أوقات الصلاة")

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۴:...... اگر کسی شخص کا مسجد میں بار بار داخلہ ہوتا ہو، تو جتنی مرتبہ جلدی جلدی داخل ہو، تو ان سب کی طرف سے ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر۵:...... مسجدِ حرام میں داخل ہونے والے شخص کے لیے جمہور فقہائے کرام کے نزدیک تحیۃُ المسجد کی نماز کے بجائے طواف کرنا افضل ہے، مگر یہ کہ اس وقت طواف کرنے کا ارادہ نہ ہو، تو پھر تحیۃُ المسجد کی نماز پڑھ لینی چاہیے۔ [۲]

---

[۱] وأما إذا تكرر دخوله، فذهب الحنفية والمالكية -إن قرب رجوعه له عرفا -والشافعية فى قول مقابل الأصح عندهم :إلى أنه تكفيه لكل يوم مرة .والأصح عند الشافعية تكرر التحية بتكرر الدخول على قرب كالبعد وإذا كانت المساجد متلاصقة، فتسن التحية لكل واحد منها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص٣٠٥، مادة "تحية")

[۲] د -تحية الكعبة :إذا وصل المحرم مكة ودخل المسجد ورأى البيت، يرفع يديه ويقول : اللهم زد هذا البيت تشريفا وتعظيما وتكريما ومهابة، وزد من شرفه وعظمه ممن حجه أو اعتمره تشريفا وتكريما وتعظيما لحديث رواه الشافعي والبيهقي ويقول :اللهم أنت السلام، ومنك السلام فحينا ربنا بالسلام.وعند الحنفية يقول ذلك، ولكن لا يرفع يديه.

هـ -تحية المسجد الحرام:

ذهب جمهور الفقهاء إلى أن تحية المسجد الحرام الطواف للقادم لمكة، سواء كان تاجرا أو حاجا أو غيرهما، لقول عائشة رضى الله عنها عنها :إن النبى صلى الله عليه وسلم حين قدم مكة توضأ، ثم طاف بالبيت وركعتا تحية المسجد الحرام تجزء عنهما الركعتان بعد الطواف.

إلا إذا كان للداخل فيه عذر مانع، أو لم يرد الطواف، فيصلى ركعتين إن لم يكن وقت كراهة .وإذا خاف فوات المكتوبة أو جماعتها، أو الوتر، أو سنة راتبة قدمها على الطواف، إلا أنه لا تحصل بها تحية المسجد الحرام، بخلاف سائر المساجد.

وأما المكى الذى لم يؤمر بطواف، ولم يدخله لأجل الطواف، بل للصلاة أو لقراء ة القرآن أو للعلم، فتحية المسجد الحرام فى حقه الصلاة، كتحية سائر المساجد .ونص أحمد على أن الطواف لغريب أفضل من الصلاة فى المسجد الحرام .وعن ابن عباس :أن الطواف لأهل العراق، والصلاة لأهل مكة، وإليه ذهب عطاء. وينظر للتفصيل مصطلح :(طواف) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص٣٠٦، وص٣٠٧، مادة "تحية")

(خاتمة) يستثنى من المساجد المسجد الحرام بالنسبة إلى أول دخول الآفاقى المحرم، فإن تحيته الطواف، وفيه تأمل، كذا فى الحلية، ولعل وجه التأمل إطلاق المسجد فى الحديث المار.

وفى النهر :واتفقوا على أن الإمام لو كان يصلى المكتوبة أو أخذ المؤذن فى الإقامة أنه يتركها، وأنه يقدم الطواف عليها، بخلاف السلام على النبى -صلى الله عليه وسلم .-اهـ.قلت :لكن فى لباب المناسك وشرحه لمنلا على القارء :ولا يشتغل بتحية المسجد لأن تحية المسجد الشريف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۶:...... مسجدِ نبوی میں داخل ہونے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ اگر اس کو بآسانی ممکن ہو، تو ریاضُ الجنہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے، اور منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھے۔ [1]

مسئلہ نمبر۷:...... تحیۃ المسجد کی نماز مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے پڑھنی چاہیے، لیکن اگر کوئی بیٹھ گیا، تو بعض فقہاء کے نزدیک بیٹھنے کے بعد بھی پڑھ لینے کی گنجائش ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ هي الطواف إن أراده، بخلاف من لم يرده وأراد أن يجلس حتى يصلي ركعتين تحية المسجد، إلا أن يكون الوقت مكروها .اهـ .وظاهره أنه لا يصلي مريد الطواف للتحية أصلا لا قبله ولا بعده، ولعل وجهه اندراجها في ركعتيه(رد المحتار، ج۲ص۱۸ ،باب الوتر والنوافل،مطلب في تحية المسجد)

[1] و تحية المسجد النبوى :اتفق الفقهاء على أن من دخل المسجد النبوى يستحب له أن يقصد الروضة إن تيسر له -وهي ما بين القبر والمنبر -ويصلي ركعتين تحية المسجد بجنب المنبر، لحديث جابر قال :جاء سليك . . .ثم يأتي قبر النبي صلى الله عليه وسلم ويقول :السلام عليك يا رسول الله ثم يسلم على أبي بكر رضي الله عنه، ثم على عمر رضي الله عنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۰، ص۳۰۴، الیٰ ۳۰۷، مادة "تحية")

د -صلاة ركعتين عند منبر النبي صلى الله عليه وسلم .نص بعض الفقهاء على أن زائر قبر النبي صلى الله عليه وسلم يصلي تحية المسجد عند منبر النبي صلى الله عليه وسلم ركعتين يقف بحيث يكون عمود المنبر بحذاء منكبه الأيمن إن أمكنه؛ وهو موقفه عليه الصلاة والسلام قبل أن يغير المسجد؛ وهو بين قبره ومنبره. ويجتهد أن يحيي ليله مدة مقامه بقراءة القرآن وذكر الله والدعاء عند المنبر وبينهما سرا وجهرا. لحديث :ما بين بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة .ويقف عند المنبر ويدعو .ففي الحديث :قوائم منبري رواتب في الجنة وفي رواية :منبري على ترعة من ترع الجنة. وكان السلف يستحبون أن يضع أحدهم يده على رمانة المنبر النبوي التي كان النبي عليه الصلاة والسلام يضع يده الكريمة عليها عند الخطبة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۹، ص۸۷، مادة "منبر")

[2] لا خلاف بين الفقهاء في أنه يكره الجلوس قبل تحية المسجد، لما روى أبو قتادة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا دخل أحدكم المسجد فلا يجلس حتى يركع ركعتين . واختلفوا في فواتها بالجلوس، فإذا جلس قبل الصلاة يسن له أن يقوم فيصلي، لحديث سليك الغطفاني ونصه " :عن جابر بن عبد الله قال :جاء سليك الغطفاني يوم الجمعة، ورسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب، فجلس فقال له :يا سليك، قم فاركع ركعتين، وتجوز فيهما .ثم قال :إذا جاء أحدكم يوم الجمعة، والإمام يخطب فليركع ركعتين وليتجوز فيهما .

والمذهب عند الشافعية أنها تفوت به فلا يفعلها بعده .وتمامه في مصطلح :(تحية المسجد)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۸:...... اگر کسی شخص نے مسجد میں داخل ہونے کے فوراً بعد فرض یا سنت نماز شروع کردی، اوراسی میں تحیۃُ المسجد کی نیت بھی کرلی، تو بھی تحیۃ المسجد ادا ہوجاتی ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۵، ص۲۶۵، الجلوس قبل تحية المسجد، مادة "جلوس")

(قوله ولا تسقط بالجلوس عندنا) فإنهم قالوا في الحاكم إذا دخل المسجد للحكم إن شاء صلى التحية عند دخوله أو عند خروجه لحصول المقصود كما في الغاية .وأما حديث الصحيحين إذا دخل أحدكم المسجد فلا يجلس حتى يصلي ركعتين فهو بيان للأولى لحديث ابن حبان في صحيحه يا أبا ذر إن للمسجد تحية، وإن تحيته ركعتان، فقم فاركعها وتمامه في الحلية(رد المحتار، ج۲ ص۱۸ ،باب الوتر والنوافل،مطلب في تحية المسجد)

۱؎ ومن دخل المسجد، فرأى الجماعة قائمة لصلاة الظهر فنوى تحية المسجد وصلاة الظهر ودخل معهم في صلاتهم، احتسبت له تلك الصلاة تحية مسجد وصلاة ظهر .وتفصيل ذلك في "الصلاة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص۷۵، مادة"احتساب")

ذكر ابن نجيم في الأشباه، والقرافي في الفروق :أن تحية المسجد تدخل في صلاة الفرض مع تعدد سببهما، فإن سبب التحية هو دخول المسجد، وسبب الظهر مثلا هو الزوال، فيقوم سبب الزوال مقام سبب الدخول، فيكتفى به.

وذكر الزركشي في المنثور أن التداخل في العبادات إن كان في مسنون، وكان ذلك المسنون من جنس المفعول، دخل تحته، كتحية المسجد مع صلاة الفرض .

وذهب الحنابلة إلى أن تحية المسجد تدخل في الفرض والسنة الراتبة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۱، ص۸۵، تداخل تحية المسجد وصلاة الفرض، مادة "تداخل")

هناك صور يحصل التطوع فيها بأداء الفرض، ولكن ثواب التطوع لا يحصل إلا بنيته .جاء في الأشباه لابن نجيم (في الجمع بين عبادتين) قالوا :لو اغتسل الجنب يوم الجمعة للجمعة ولرفع الجنابة، ارتفعت جنابته، وحصل له ثواب غسل الجمعة.

وفي ابن عابدين :من عليه جنابة نسيها واغتسل للجمعة مثلا، فإنه يرتفع حدثه ضمنا، ولا يثاب ثواب الفرض، وهو غسل الجنابة ما لم ينوه، لأنه لا ثواب إلا بالنية.

وفي الشرح الصغير :تتأدى تحية المسجد بصلاة الفرض فيسقط طلب التحية بصلاته، فإن نوى الفرض والتحية حصلا، وإن لم ينو التحية لم يحصل له ثوابها؛ لأن الأعمال بالنيات.

ومثل ذلك غسل الجمعة والجنابة، وصيام يوم عرفة مع نية قضاء ما عليه.

وفي القواعد لابن رجب :لو طاف عند خروجه من مكة طوافا ينوي به الزيارة والوداع، فقال الخرقي وصاحب المغني :يجزئه عنهما (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۲، ص۱۵۹ وص۱۶۰، حصول التطوع بأداء الفرض وعكسه، مادة "تطوع")

(قوله وأداء الفرض أو غيره إلخ) قال في النهر :وينوب عنها كل صلاة صلاها عند الدخول فرضا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

فقط. وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كانت أو سنة .وفي البناية معزيا إلى مختصر المحيط أن دخوله بنية الفرض أو الاقتداء ينوب عنها وإنما يؤمر بها إذا دخله لغير الصلاة اهـ كلام النهر.

والحاصل أن المطلوب من داخل المسجد أن يصلي فيه ليكون ذلك تحية لربه تعالى :والظاهر أن دخوله بنية صلاة الفرض لإمام أو منفرد أو بنية الاقتداء ينوب عنها إذا صلى عقب دخوله، وإلا لزم فعلها بعد الجلوس، وهو خلاف الأولى كما يأتي، فلو كان دخوله بنية الفرض مثلا لكن بعد زمان يؤمر بها قبل جلوسه كما لو كان دخوله لغير صلاة كدرس أو ذكر .وبما قررناه علم أن ما نقله في النهر عن البناية لا يخالف ما قبله، غايته أنه عبر عن الصلاة بنيتها بناء على ما هو الغالب من أن من دخل لأجل الصلاة يصلي، وليس معناه أن النية المذكورة تكفيه عن التحية وإن لم يصل كما يوهمه ظاهر العبارة كما أفاده ح، والله أعلم.

(قوله ينوب عنها بلا نية) قال في الحلية :لو اشتغل داخل المسجد بالفريضة غير ناو للتحية قامت تلك الفريضة مقام تحية المسجد لحصول تعظيم المسجد، كما في البدائع وغيره، فلو نوى التحية مع الفرض فظاهر ما في المحيط وغيره أنه يصح عندهما .وعند محمد لا يكون داخلا في الصلاة، فإنهم قالوا :لو نوى الدخول في الظهر والتطوع يجوز عن الفرض عند أبي يوسف .ورواه الحسن عن أبي حنيفة .وعند محمد لا يكون داخلا لأن الفرض مع النفل في الصلاة جنسان مختلفان لا رجحان لأحدهما على الآخر في التحريمة .فمتى نواهما تعارضت النيتان فلغتا .ولأبي يوسف أن الفرض أقوى فتندفع نية الأدنى كمن نوى حجة الإسلام والتطوع اهـ ملخصا، ومثله في البحر.أقول :الذي يظهر لي أن هذا الخلاف لا يجري في مسألتنا لأن الفريضة إذا قامت مقام التحية وحصل المقصود بها لم تبق التحية مطلوبة لأن المقصود تعظيم المسجد بأي صلاة كانت، ولا يؤمر بتحية مستقلة إلا إذا دخل لغير الصلاة كما مر، وحينئذ فإذا نواها مع الفريضة يكون قد نوى ما تضمنته الفريضة وسقط بها، فلم يكن ناويا جنسا آخر على قول محمد، بخلاف ما إذا نوى فرض الظهر وسنته مثلا فليتأمل، بل لقائل أن يقول إن الأولى أن ينويها بذلك الفرض ليحصل له ثوابها أي ينوي بإيقاع ذلك الفرض في المسجد تحية الله تعالى أو تعظيم بيته لأن سقوطها به وعدم طلبها لا يستلزم الثواب بلا قصدها.

ثم رأيت المحقق ابن حجر من الشافعية كتب عند قول المنهاج :وتحصل بفرض أو نفل آخر ما نصه :وإن لم ينوها معه .لأنه لم ينتهك حرمة المسجد المقصودة :أي يسقط طلبها بذلك، أما حصول ثوابها فالوجه توقفه على النية، لحديث إنما الأعمال بالنيات وزعم أن الشارع أقام فعل غيرها مقام فعلها فيحصل :أي الثواب وإن لم ينو بعيد وإن قيل إن كلام المجموع يقتضيه؛ ولو نوى عدمها لم يحصل شيء من ذلك اتفاقا كما هو ظاهر أخذا مما بحثه بعضهم في سنة الطواف، وإنما ضرب نية ظهر وسنة مثلا لأنها مقصودة لذاتها بخلاف التحية اهـ .وقوله وإنما ضرب إلخ هو عين ما بحثته أولا أيضا ولله الحمد، فإن ما قاله لا يخالف قواعد مذهبنا (قوله وتكفيه لكل يوم مرة) أي إذا تكرر دخوله لعذر .وظاهر إطلاقه أنه مخير بين أن يؤديها في أول المرات أو آخرها ط(رد المحتار،ج٢ص١٨ ،باب الوتر والنوافل،مطلب في تحية المسجد)

www.idaraghufran.org

(۱۴)

صلاۃُ السفر یا نمازِ سفر

احادیث وروایات سے سفر سے واپسی کے وقت اور سفر شروع کرنے کا ارادہ کرتے وقت نفل نماز کا پڑھنا ثابت ہے،اوراس نماز کوصلاۃُ السفر یا نمازِ سفرکہا جاتا ہے۔

جس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، ضُحًى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَّجْلِسَ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے چاشت کے وقت واپس تشریف لاتے تو مسجد میں داخل ہوکر بیٹھنے سے پہلے دورکعتیں پڑھا کرتے تھے(بخاری)

اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ، فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ (سنن ابی داؤد) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں داخل ہوکر دورکعتیں پڑھا کرتے تھے، پھرلوگوں (کی ضروریات اورمسائل کے حل) کے لیے تشریف فرما ہوتے (ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ

---

[1] رقم الحديث ۳۰۸۸،كتاب الجهاد والسير،باب الصلاة إذا قدم من سفر.

[2] رقم الحديث ۲۷۷۳،كتاب الجهاد،باب فى إعطاء البشير.

www.idaraghufran.org

قَالَ لِيْ: اُدْخُلِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ (بخاری) ؎۱

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا، جب ہم واپس مدینہ آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ آپ مسجد میں تشریف لے جائیں، پھر دو رکعات پڑھیں (بخاری)

ان احادیث سے سفر سے واپسی کے وقت دو رکعات نفل نماز کا پڑھنا معلوم ہوا۔ ؎۲

اور بعض احادیث وروایات اور آثار سے سفر شروع کرتے وقت بھی نماز پڑھنا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا دَخَلْتَ مَنْزِلَكَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ تَمْنَعَانِكَ مَدْخَلَ السُّوْءِ، فَإِذَا خَرَجْتَ مِنْ مَنْزِلِكَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ تَمْنَعَانِكَ مَخْرَجَ السُّوْءِ (مسند البزار) ؎۳

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آپ اپنے گھر میں داخل ہوں تو دو رکعات پڑھ لیں، جو آپ کے لیے برے داخلے سے رکاوٹ بن جائیں گی، پھر

؎۱ رقم الحديث ٣٠٨٧، كتاب الجهاد والسير، باب الصلاة إذا قدم من سفر.

؎۲ قال النووى هذه الصلاة مقصودة للقدوم من السفر ينوى بها صلاة القدوم لا أنها تحية المسجد التى أمر الداخل بها قبل أن يجلس لكن تحصل التحية بها(فتح البارى لابنِ حجر، ج ا ص٥٣٧، باب الصلاة إذا قدم من سفر)

فى هذه الأحاديث استحباب ركعتين للقادم من سفره فى المسجد أول قدومه وهذه الصلاة مقصودة للقدوم من السفر لا أنها تحية المسجد والأحاديث المذكورة صريحة فيما ذكرته(شرح النووى، ج٥ص٢٢٨، باب استحباب ركعتين فى المسجد لمن قدم من سفر أول قدومه)

؎۳ رقم الحديث ٨٥٦٧، ج١٥ ص١٨٧، الترغيب والترهيب للأصبهانى رقم الحديث ٢٠١١.

قال الهيثمى: رواه البزار، ورجاله موثقون(مجمع الزوائد، رقم الحديث ٣٦٨٦، باب الصلاة إذا دخل منزله وإذا خرج منه)

و قال البانى: قلت :وهذا إسناد جيد رجاله ثقات رجال البخارى، وفى يحيى بن أيوب المصرى كلام يسير لا يضر .وقال الهيثمى فى "زوائد البزار " :"ورجاله موثقون ."

وقال المناوى فى "الفيض " :"قال ابن حجر :حديث حسن، ولولا شك بكر لكان على شرط الصحيح، وقال الهيثمى :رجاله موثقون .انتهى، وبه يعرف استرواح ابن الجوزى فى حكمه بوضعه(سلسلة الاحاديث الصحيحة،رقم الحديث ١٣٢٣)

www.idaraghufran.org

جب آپ اپنے گھر سے نکلیں تو دو رکعات پڑھ لیں، جو آپ کے لیے نکلنے کی برائی سے رکاوٹ بن جائیں گی (مسند بزار)

گھر سے نکلنے اور گھر میں داخل ہونے کے وقت دو رکعت پڑھنے کے مفہوم میں سفر شروع کرنا اور سفر سے واپس آنا بھی داخل ہے، اور اس مفہوم کی تائید بعض مرسل اور بعض ضعیف احادیث اور حضرت ابنِ عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے آثار سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت مطعم بن مقدام رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا خَلَفَ عَبْدٌ عَلٰى أَهْلِهٖ أَفْضَلَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ يَرْكَعُهُمَا عِنْدَهُمْ حِيْنَ يُرِيْدُ سَفَرًا (مصنف ابن أبى شيبة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بھی بندہ اپنے گھر والوں کے لیے ان دو رکعتوں سے زیادہ فضیلت والی کوئی چیز چھوڑ کر نہیں جاتا، جو گھر والوں کے پاس سفر کا ارادہ کرنے کے وقت پڑھتا ہے (ابن ابی شیبہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّىْ أُرِيْدُ أَنْ أَخْرُجَ إِلَى الْبَحْرَيْنِ فِىْ تِجَارَةٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلِّ رَكْعَتَيْنِ (المعجم الكبير للطبرانى) [2]

---

[1] رقم الحديث ۴۹۱۴، كتاب الصلاة، باب الرجل يريد السفر ، من كان يستحب له أن يصلى قبل خروجه.

قلت: رجاله كلهم ثقات، لكنه مرسل لأن المطعم هذا تابعى.

[2] رقم الحديث ۱۰۴۶۹، ج۱۰ ص۲۰۳.

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير، ورجاله موثقون(مجمع الزوائد، ج۲ ص۲۸۳، باب الصلاة إذا أراد سفرا)

ولكن فيه عبد الله بن سفيان، قال فى لسان الميزان:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں بحرین کی طرف تجارت کے لیے جانا چاہتا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ دو رکعتیں پڑھ لیجیے (طبرانی)

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ؛ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى

(مُصنف ابن أبی شیبة) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جب کسی جگہ جانا چاہتے، تو مسجد میں داخل ہوتے، پھر نماز پڑھتے (ابن ابی شیبہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد، حضرت حارث سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: إِذَا خَرَجْتَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ (مُصنف ابن أبی شیبة) [2]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب آپ (سفر وغیرہ کے لئے) نکلیں تو دو رکعتیں پڑھ لیں (ابن ابی شیبہ)

حضرت ابواسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عبد الله بن سفیان الخزاعی الواسطی: عن یحیی بن سعید الأنصاری قال العقیلی: لا یتابع علی حدیثه (لسان المیزان ج۲ ص۴۰، من اسمه عبد الله)

وقال الهیثمی فی موضع آخر:

عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله -صلی الله علیه وسلم-: تفترق أمتی علی ثلاث وسبعین فرقة، کلهن فی النار إلا واحدة. "قالوا: وما تلک الفرقة؟ قال " :ما أنا علیه الیوم وأصحابی. رواه الطبرانی فی الصغیر. و فیه عبد الله بن سفیان، قال العقیلی: لا یتابع علی حدیثه هذا، وقد ذکره ابن حبان فی الثقات (مجمع الزوائد، ج۱ ص۱۸۹، باب فی البدع والأهواء)

وله شاهد کما مر فلا نکرة فیه کما قال الالبانی. فی سلسلة الاحادیث الضعیفة.

[1] رقم الحدیث ۴۹۱۶، کتاب الصلاة، باب الرجل یرید السفر، من کان یستحب له أن یصلی قبل خروجه.

[2] رقم الحدیث ۴۹۱۵، کتاب الصلاة، باب الرجل یرید السفر، من کان یستحب له أن یصلی قبل خروجه.

www.idaraghufran.org

عَنِ الْحَارِثِ قَالَ: إِذَا خَرَجْتَ مُسَافِرًا فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِكَ، وَإِذَا جِئْتَ مِنْ سَفَرِكَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِكَ (مصنف عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد) حارث نے فرمایا کہ جب آپ سفر کرنے کے لیے نکلیں تو آپ اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھ لیں اور جب آپ اپنے سفر سے واپس آئیں تو اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھ لیں (عبدالرزاق)

معلوم ہوا کہ سفر شروع کرنے سے پہلے اور سفر ختم کرنے پر دو رکعات نفل پڑھنا مختلف فتنوں سے حفاظت اور فضیلت کا باعث ہے۔

ان احادیث وروایات کے پیشِ نظر کئی فقہائے کرام نے سفر شروع کرنے کے وقت اور سفر سے واپس آنے کے وقت دو رکعتیں پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ [2]

آج کل فتنوں کا دور دورہ ہے، اگر سفر شروع کرتے وقت اور سفر ختم کرنے پر بلکہ گھر سے نکلنے کے وقت اور گھر میں داخل ہوتے وقت دو رکعات نفل پڑھ لی جائیں، تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت سے فتنوں سے حفاظت حاصل ہو جائے گی۔

لیکن اگر مکروہ وقت ہو، تو اس وقت یہ نوافل نہ پڑھی جائیں، بلکہ مکروہ وقت شروع ہونے سے پہلے یا ختم ہونے کے بعد پڑھی جائیں۔

اور اس نفل نماز کا طریقہ عام نفل نماز کی طرح ہے، جس میں جون سی سورتوں کی چاہیں، قرائت کر سکتے ہیں۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] رقم الحديث ۹۲۵۷، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة فى السفر، وصلاة ركعتين إذا قدم من سفر أو رجع.

[2] ومن المندوبات ركعتا السفر والقدوم منه (الدر المختار)
(قوله ركعتا السفر والقدوم منه) عن مقطم بن المقدام قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم- ما خلف أحد عند أهله أفضل من ركعتين يركعهما عندهم حين يريد سفرا رواه الطبرانى. وعن كعب بن مالك كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم- لا يقدم من السفر إلا نهارا فى الضحى، فإذا قدم بدأ بالمسجد فصلى فيه ركعتين ثم جلس فيه رواه مسلم شرح المنية. ومفاده اختصاص صلاة ركعتى السفر بالبيت، وركعتى القدوم منه بالمسجد وبه صرح الشافعية (رد المحتار، ج۲ ص۲۴، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب فى ركعتى السفر)

www.idaraghufran.org

(۱۵)

صلاۃُ التوبۃ یا نمازِ توبہ

جب کسی گناہ سے توبہ کرنی ہو، تو اُس وقت توبہ کی نیت سے دو رکعت نفل کا پڑھنا احادیث وروایات سے ثابت اور مستحب ہے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنِّي كُنْتُ رَجُلًا إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا نَفَعَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِمَا شَاءَ أَنْ يَّنْفَعَنِيْ بِهٖ، وَإِذَا حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ اِسْتَحْلَفْتُهٗ فَإِذَا حَلَفَ لِيْ صَدَّقْتُهٗ، وَإِنَّهٗ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ، وَصَدَقَ أَبُوْ بَكْرٍ، قَالَ:سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا، ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَتَطَهَّرُ، ثُمَّ يُصَلِّيْ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ، ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ" وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ "

(ترمذی) [1]

---

[1] رقم الحديث ٤٠٦،ابواب الصلاة، باب ما جاء فی الصلاة عند التوبة؛ مسند احمد، رقم الحديث ٢.

قال الترمذی:

وفی الباب عن ابن مسعود، وأبی الدرداء ، وأنس، وأبی أمامة، ومعاذ، وواثلة، وأبی اليسر واسمه كعب بن عمرو، :حديث علی حديث حسن لا نعرفه إلا من هذا الوجه من حديث عثمان بن المغيرة، وروی عنه شعبة، وغير واحد، فرفعوه مثل حديث أبی عوانة، ورواه سفيان الثوری، ومسعر، فأوقفاه، ولم يرفعاه إلى النبی صلی الله عليه وسلم، وقد روی عن مسعر هذا الحديث مرفوعا أيضا.

وفی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں ایسا آدمی تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا، تو اللہ تعالیٰ مجھے اُس حدیث سے جتنا چاہتے فائدہ عطا فرماتے تھے، اور جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی سے حدیث سنتا تو اُن سے قسم لیتا، اگر وہ قسم کھا لیتے تو میں اُس (حدیث) کی تصدیق کرتا؛ اور مجھ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ بیان کی، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی بھی کوئی گناہ کرے، پھر اُٹھے اور پاکی حاصل (یعنی وضو) کرے، پھر نماز پڑھے، پھر اللہ سے معافی مانگے، تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (آلِ عمران کی) یہ آیت تلاوت فرمائی (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) وہ لوگ (متقی) ہیں کہ جب کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر (گناہ کرکے) ظلم کر ڈالتے ہیں تو وہ اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں سے معافی مانگتے ہیں (ترمذی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا فَيَتَوَضَّأُ، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، أَوْ أَرْبَعًا، مَفْرُوْضَةً أَوْ غَيْرَ مَفْرُوْضَةٍ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ (المعجم الاوسط للطبرانی) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان بھی کوئی گناہ کرے، پھر وضو کرے، پھر دو یا چار رکعتیں فرض یا فرض کے علاوہ کوئی (نفل یا سنت وغیرہ) نماز پڑھے، پھر اللہ سے معافی مانگے، تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیتے ہیں (طبرانی)

---

[1] رقم الحدیث ۵۰۲۶، ج۵ ص ۱۸۶، حرف المیم.

قال الطبرانی: لا یروی هذا الحدیث عن أبی الدرداء إلا بهذا الإسناد، تفرد به: صدقة بن أبی سهل.

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مُرسلاً روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا ثُمَّ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلٰى بِرَازٍ مِّنَ الْأَرْضِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ، وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ مِنْ ذٰلِكَ الذَّنْبِ إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ (شعب الايمان للبيهقى) [1]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندہ نے بھی کوئی گناہ کیا، پھر اُس نے وضو کیا، اور اچھی طرح وضو کیا، پھر کسی کھلی زمین کی طرف چلا گیا، اور وہاں دو رکعت نماز پڑھی، اور اُس نے اللہ سے اُس گناہ کی معافی مانگی، تو اللہ تعالیٰ اُس کو معاف فرمادیں گے (بیہقی)

کُھلی جگہ سے مقصود یکسوئی کا حاصل کرنا ہے۔ [2]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اس سلسلہ میں ایک حدیث مروی ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ٦٦٧٩، ج٩ص٢٩٥.

[2] (كل شىء يتكلم به ابن آدم فإنه مكتوب عليه) أى يكتبه عليه الملكان الحافظان (فإذا أخطأ الخطيئة) قال فى الفردوس :يقال خطء إذا أذنب وأخطأ إذا لم يصب الصواب (ثم أحب أن يتوب إلى الله عز وجل فليأت بقعة مرتفعة فليمدد يديه إلى الله ثم يقول اللهم إنى أتوب إليك منها لا أرجع أبدا فإنه يغفر له ما لم يرجع فى عمله ذلك) قال السهيلي :هذا الحديث وما أشبهه من أحاديث الخروج إلى براز من الأرض وإتيان بقعة رفيعة لعل المراد به مفارقة موضع المعصية فإنه موضع سوء وأهله كذلك إذا رآهم تشبه بهم أو رأوه فلم يبصروه ولم ينكروا عليه ويشهد لهذا التأويل أخبار كثيرة ومما يشير إلى ذلك الأمر بالخروج من ديار ثمود فهو إشارة إلى أن هجر مواضع المعصية من توابع التوبة لأن التوبة طهارة من الذنب ولا بد فى الطهارة من طهارة القلب والجوارح ومن طهارة موضع التوبة كموضع الصلاة والثوب والبدن اه (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٦٣٢٥)

[3] أصبح رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما فدعا بلالا، فقال :يا بلال بم سبقتنى إلى الجنة، إنى دخلت البارحة الجنة فسمعت خشخشتك أمامى ، فقال بلال :يا رسول الله، ما أذنبت قط إلا صليت ركعتين، وما أصابنى حدث قط إلا توضأت عندها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:بهذا (صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ١٢٠٩)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ سے توبہ کے موقع پر صلاۃُ التوبہ کا پڑھنا مستحب ہے۔

لہٰذا جب کسی گناہ سے توبہ کرنے کا ارادہ ہو، اور مکروہ وقت نہ ہو تو، توبہ کی نیت سے دو رکعات عام نفل نماز کی طرح پڑھی جائیں، اور اس کے بعد توبہ کی جائے۔

امید ہے کہ اس عمل کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ توبہ کی قبولیت ونورانیت میں اضافہ ہوگا۔ [1]

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۲۱/ ذی الحجہ/۱۴۳۳ھ 07/ نومبر/2012ء بروز بدھ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الأعظمی فی تعلیق ابن خزیمة: إسناده صحيح.

وقال الألبانی تعليقا على قوله "ما أذنبت قط إلا صليت ركعتين - "قال: كذا وقع للمصنف رحمه الله وترجم له بما سبق ووقع فی المسند وغيره أذنت من التأذين وهو الصواب كما نبهت عليه فی تخريج الترغيب (حواله بالا)

[1] صلاة التوبة مستحبة باتفاق المذاهب الأربعة.

وذلک لما رواه أبو بكر رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ما من رجل يذنب ذنبا ثم يقوم فيتطهر ثم يصلی ثم يستغفر الله إلا غفر الله له . . ثم قرأ هذه الآية: (والذين إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم) إلخ .(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۱۶۴، مادة ’’صلاةُ التوبة‘‘)

www.idaraghufran.org

(۱۶)

نمازِ استخارہ

نفل نمازوں میں سے ایک نماز استخارہ کی کہلاتی ہے، جو استخارہ کی مسنون دعا پڑھنے سے پہلے ادا کی جاتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ.

يَقُوْلُ: إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّىْ فِىْ دِيْنِىْ وَمَعَاشِىْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِىْ، اَوْقَالَ عَاجِلِ اَمْرِىْ وَآجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِىْ، وَيَسِّرْهُ لِىْ، ثُمَّ بَارِكْ لِىْ فِيْهِ، وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّلِّىْ فِىْ دِيْنِىْ وَمَعَاشِىْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِىْ، اَوْقَالَ فِىْ عَاجِلِ اَمْرِىْ، وَآجِلِهٖ، فَاصْرِفْهُ عَنِّىْ وَاصْرِفْنِىْ عَنْهُ وَاقْدِرْلِىَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِىْ. قَالَ وَيُسَمِّىْ حَاجَتَهٗ (بخاری) [۱]

[۱] ج۲ص۵۷، كتاب التهجد، باب ما جاء فى التطوع مثنى مثنى، واللفظ لهٗ؛ و رقم الحديث ۶۳۸۲، السنن الكبرىٰ للنسائى، رقم الحديث ۵۵۵۱، ؛ ترمذى، رقم الحديث ۴۸۰؛ ابوداوٗد، رقم الحديث ۱۵۳۸؛ ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۳۸۳.

قال الترمذى: وفى الباب عن عبد الله بن مسعود، وأبى أيوب :حديث جابر حديث حسن صحيح غريب لا نعرفه إلا من حديث عبد الرحمن بن أبى الموال وهو شيخ مدينى ثقة، روى عنه سفيان حديثا، وقد روى عن عبد الرحمن غير واحد من الأئمة.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو تمام کاموں میں استخارہ (اس طرح اہتمام وتاکید کے ساتھ) سکھایا کرتے تھے، جس طرح (اہتمام وتاکید کے ساتھ) ہم کو قرآن (مجید) کی سورت سکھلایا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ:

جب تم میں سے کوئی کسی کام کو کرنا چاہے تو دو رکعت فرضوں کے علاوہ (یعنی نفل نماز) پڑھے، پھر یوں کہے کہ:

''یااللہ! میں آپ کے علم کے واسطہ اور ذریعہ سے آپ سے خیر چاہتا ہوں، اور میں آپ کی قدرت کے واسطہ اور ذریعہ سے آپ سے قدرت وطاقت چاہتا ہوں، اور میں آپ سے آپ کے عظیم فضل کا سوال کرتا ہوں، کیونکہ آپ قادر ہیں اور میں قادر نہیں (بلکہ محتاج ہوں) اور آپ علم رکھتے ہیں اور میں علم نہیں رکھتا اور آپ علاَّمُ الغیوب (یعنی غیب کا کُلّی اور پوری طرح علم رکھنے والے) ہیں (کہ کس چیز میں خیر ہے اور کس چیز میں شر ہے)

یااللہ! اگر آپ کے علم میں یہ کام (جس کو اس وقت میں کرنے، نہ کرنے کے متعلق درخواست ودعا کر رہا ہوں) میرے حق میں خیر اور بھلائی والا ہے، میرے دین کے لیے بھی خیر اور بھلائی والا ہے، میری معاش اور دنیا کے لئے بھی خیر اور بھلائی والا ہے اور میرے انجام کار کے لئے بھی خیر اور بھلائی والا ہے،'' یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ'' میرے لئے فی الحال بھی خیر اور بھلائی والا ہے، اور بالمآل (آئندہ دنیا وآخرت) کے لئے بھی خیر اور بھلائی والا ہے، تو اس کو میرے لئے مقدَّر اور تجویز فرمادیجئے، اور اس کو میرے لیے آسان بھی فرمادیجئے، اور پھر اس میں میرے لیے (ہر طرح کی) برکت بھی پیدا فرمادیجئے۔

اور اگر آپ کے علم میں یہ کام (جس کو اس وقت میں کرنے، نہ کرنے کے متعلق

درخواست ودعا کررہا ہوں) میرے حق میں شر اور برائی والا ہے، میرے دین کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے، میری معاش اور دنیا کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے، اور میرے انجام کار کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے'' یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ'' میرے لئے فی الحال بھی شر اور برائی والا ہے اور بالمآل (آئندہ دنیا وآخرت) کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے، تو ہٹا دیجئے (اور دور کردیجئے) اس کو مجھ سے، اور ہٹا دیجئے (اور دور کردیجئے) مجھے اس سے، اور (اس کے بدلے میں) مقدّر (اور نصیب وتجویز) کردیجئے میرے لئے خیر اور بھلائی، جہاں کہیں بھی ہو اور پھر مجھے (اس پر راضی اور مطمئن) بھی کردیجئے۔

راوی کہتے ہیں کہ (یہ دعا کرتے وقت) اپنی ضرورت کو متعین کرلینا چاہئے (بخاری، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، وغیرہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استخارہ کی مسنون دعا سے پہلے مکروہ وقت نہ ہو، تو دو رکعت نفل پڑھنا سنت ومستحب ہے۔[1]

استخارہ اور اس کی نماز سے متعلق تفصیلی فضائل واحکام کے لیے

ہماری دوسری تالیف ''مشورہ واستخارہ کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں۔

محمد رضوان

۲۱/ ذی الحجہ/۱۴۳۳ھ 07/ نومبر/2012ء بروز بدھ

---

[1] ومن المندوبات صلاة الاستخارة (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲، ص۵۵، باب الوتر والنوافل)

صلاة الاستخارة سنة......واتفق اصحابنا وغيرهم على انها سنة (المجموع شرح المهذب، ج۴ ص ۵۴، باب صلاة التطوع، فى مسائل تتعلق بباب صلاة التطوع)

تسن صلاة الاستخارة (المبدع شرح المقنع، ج۲ ص ۳۱، فصل صلاة الاستخارة)

والحديث يدل على مشروعية صلاة الاستخارة والدعاء عقيبها ولا أعلم فى ذلك خلافا (نيل الاوطار للشوكانى، ج۳ ص ۸۹، ابواب صلاة التطوع، باب صلاة الاستخارة)

(۱۷)

صلاۃُ الحاجۃ اور مصیبت و پریشانی کے وقت کی نماز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صلاۃُ الحاجۃ جسے اردو زبان میں نمازِ حاجت بھی کہا جاتا ہے، نفل نمازوں میں داخل ہے، اور کسی ضرورت وحاجت بلکہ پریشانی ومصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے اعانت ومدد حاصل کرنے کی غرض سے نمازِ حاجت کا پڑھنا مستحب اور مصیبت کے ازالہ اور حاجت کی برآری میں معاوِن ومددگار ہے۔ [1]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (سورة البقرة ،رقم الآية ۴۵)

ترجمہ: اور مدد حاصل کرو صبر سے اور نماز سے (سورہ بقرہ)

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَـا أَيُّهَـا الَّذِيْنَ آمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ (سـورة البقرة ،رقم الآية ۱۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو، مدد حاصل کرو صبر اور نماز سے (سورہ بقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز اللہ تعالیٰ سے ضرورت اور مصیبت کے وقت مدد حاصل کرنے کا

---

[1] الـصلاة ينظر تعريفها فى مصطلح صلاة، والحاجة فى اللغة :المأربة، والتحوج: طلب الحاجة بـعد الحاجة، والحوج :الطلب، والحوج :الـفـقـر.ولا يـخـرج استعمال الفقهاء للفظ الحاجة عن الـمعنى اللغوى.وللأصوليين تعريف خاص للحاجة :فقد عرفها الشاطبى فقال :هى ما يفتقر إليه من حيـث التوسعة ورفع الضيق المؤدى فى الغالب إلى الحرج والمشقة اللاحقة بفوت المصلحة، فإذا لم تراع دخل على المكلفين -على الجملة -الحرج والمشقة.الحكم التكليفى :اتفق الفقهاء على أن صلاة الحاجة مستحبة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷،ص ۲۱۱، مادة"صلاة")

ذریعہ ہے۔ ۱؎

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَكَانُوْا إِذَا فَزِعُوْا، فَزِعُوْا إِلَى الصَّلَاةِ(مسند احمد) ۲؎

ترجمہ: اور (انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو) جب کسی گھبراہٹ کا سامنا ہوتا تھا، تو وہ نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے (مسند احمد)

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلّٰى(ابوداؤد) ۳؎

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی امر پیش آتا تھا تو نماز پڑھتے تھے (ابوداؤد)

اور تابعی حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَتْهُ خَصَاصَةٌ نَادٰى يَا أَهْلَاهُ صَلُّوْا صَلُّوْا " قَالَ ثَابِتٌ " وَكَانَ الْأَنْبِيَاءُ إِذَا نَزَلَ بِهِمْ أَمْرٌ فَزِعُوْا إِلَى

۱؎ ثم لـمّـا أمرهـم الله تعالى بما شق عليهم من ترك الرياسة والاعراض عن الدنيا ارشدهم بما يعينهم على ذلك ويكفيهم فى إنجاح حوائجهم فقال. وَاسْتَعِينُوا على ما يستقبلكم من الحوائج وانواع البلاء بِالصَّبْرِ بانتظار النجح والفرج توكّلا على الله وحبس النفس عن الجزع فانه لا يغنى من القدر شيئا وحبس النفس عن المعاصى وعلى الطاعات فانه تعالى يقول ما أَصابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِما كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ(تفسير المظهرى، تحت آيت ۴۵ من سورة البقرة، ج ۱ ص ۶۴، مكتبة الرشدية -الباكستان)

۲؎ رقم الحديث ۲۳۹۲۷، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۳۰۱۲۲، السنن الكبرىٰ للنسائى، رقم الحديث ۱۰۳۷۵، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۱۹۷۵، معجم أسامى شيوخ أبى بكر الإسماعيلى، رقم الحديث ۱۰۱.

فى حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم.

۳؎ رقم الحديث ۱۳۱۹، كتاب الصلاة، باب وقت قيام النبى صلى الله عليه وسلم من الليل، المكتبة العصرية، صيدا -بيروت، واللفظ لهٗ، مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۲۹۹.

فى حاشية مسند احمد: إسناده ضعيف.

قلت: ولهٗ شاهد من حديث صهيب كمامر، وحديث ثابت كما سيأتى.

قال ابن حجر: وعن حذيفة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا حزبه أمر صلى أخرجه أبو داود بإسناد حسن أيضا (فتح البارى لابن حجر، ج۳، ص ۱۷۲، قوله باب الصبر عند الصدمة الأولى)

www.idaraghufran.org

الصَّلَاةِ (شعب الإيمان للبيهقي) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی تنگی پیش آتی تھی، تو اپنے گھر والوں کو فرماتے تھے کہ نماز پڑھو، نماز پڑھو، حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو بھی جب کوئی پریشانی پیش آتی تھی، تو وہ نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے (بیہقی)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام صلی اللہ علیہم وسلم ضرورت وحاجت اور تکلیف ومصیبت کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے۔

اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جو ہر قدم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع فرمانے والے ہیں ان کے حالات میں بھی یہ چیز نقل کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ مروی ہے کہ:

جَاءَهُ نَعْيُ بَعْضِ أَهْلِهِ وَهُوَ فِيْ سَفَرٍ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ فَعَلْنَا مَا أَمَرَنَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ" (شعب الإيمان للبيهقي) ۲

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو سفر میں کسی گھر والے کے فوت ہونے کی اطلاع ملی، تو انہوں نے فوراً دو رکعتیں پڑھیں، پھر فرمایا کہ ہم نے وہی عمل کیا، جس کا اللہ عزوجل نے ہمیں اس طرح حکم فرمایا ہے کہ تم صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو (بیہقی)

---

۱ رقم الحديث ۲۹۱۵،مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض.

۲ رقم الحديث ۹۲۳۲،مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض، واللفظ له، مستدرك حاكم رقم الحديث ۳۰۶۷.

قال الحاكم:هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه

وقال الذهبي في التلخيص :صحيح.

وقال ابن حجر: عن ابن عباس أنه نعي إليه أخوه قثم وهو في سفر فاسترجع ثم تنحى عن الطريق فأناخ فصلى ركعتين أطال فيهما الجلوس ثم قام وهو يقول واستعينوا بالصبر والصلاة الآية أخرجه الطبري في تفسيره بإسناد حسن (فتح الباري لابن حجر، ج۳، ص۱۷۲، قوله باب الصبر عند الصدمة الأولى)

اور ایک روایت میں یہ قصہ اس طرح آیا ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، نُعِيَ إِلَيْهِ أَخُوهُ قُثَمٌ وَهُوَ فِي مَسِيرٍ ، فَاسْتَرْجَعَ، ثُمَّ تَنَحّٰى عَنِ الطَّرِيقِ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَأَطَالَ فِيهِمَا الْجُلُوسَ، ثُمَّ قَامَ يَمْشِي إِلٰى رَاحِلَتِهِ ، وَهُوَ يَقُولُ"وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ" (شعب الإيمان للبيهقي) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں ان کے بھائی قُثَم کے انتقال کی خبر ملی، تو آپ نے اناللہ پڑھا، اور راستے سے ایک طرف کو ہوکر سواری سے اُترے، پھر دو رکعت نماز پڑھی، اور قعدے میں بہت دیر تک بیٹھے رہے (اور مسنون دعائیں پڑھتے رہے) اس کے بعد اٹھے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے، اور یہ آیت پڑھی کہ:

"وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ"

"اور مدد حاصل کرو صبر سے اور نماز سے، اور بے شک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جو لوگ خشوع اختیار کرنے والے ہیں، ان پر دشوار نہیں" (بیہقی)

نماز درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے اس لئے پریشانی اور ضرورت وحاجت کے وقت میں نماز کی طرف متوجہ ہوجانا گویا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہوجانا ہے اور جب رحمتِ الٰہی مُساعِد ومددگار ہو تو پھر پریشانی اور مصیبت کے ختم اور ضرورت وحاجت کے پورا ہونے میں کیا رکاوٹ ہے؟

نمازِ حاجت کی کم از کم دو رکعتیں ہیں، اور چار رکعات کا پڑھنا بھی جائز ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۹۲۳۳، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض.

[2] اختلف فی عدد ركعات صلاة الحاجة، فذهب المالكية والحنابلة، وهو المشهور عند الشافعية، وقول عند الحنفية إلى أنها ركعتان، والمذهب عند الحنفية أنها :أربع ركعات، وفی قول عندهم وهو قول الغزالی :إنها اثنتا عشرة ركعة وذلک لاختلاف الروايات الواردة فی ذلک، كما تنوعت صيغ الدعاء لتعدد الروايات (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۲۱۲، عدد الركعات وصيغ الدعاء، مادة"صلاة")

ضرورت وحاجت کے علاوہ جب کوئی آفت یا مصیبت آپڑے، مثلاً سخت آندھی، طوفان، گھٹا، سخت بارش، زلزلہ، یا دشمنوں کی طرف سے خوف، طاعون وغیرہ، اس موقع پر بھی اس آفت ومصیبت سے نجات پانے کی نیت سے مرد اور خواتین سب کو تنہا بغیر جماعت کے دو یا چار رکعات نفل نماز پڑھنا مستحب ہے۔ [1]

مگر صلاۃُ الحاجت کی ان چار یا دو رکعات کا پڑھنا ان اوقات میں مکروہ ہے، جن اوقات میں دوسری اور خاص کر نفل نماز کا پڑھنا مکروہ ہے، اور صلاۃُ الحاجت کی ان نوافل کا طریقہ عام نفل نمازوں کی طرح ہے۔ فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] قال الحنفية :تستحب الصلاة في كل فزع :كالريح الشديدة، والزلزلة، والظلمة، والمطر الدائم لكونها من الأفزاع، والأهوال .وقد روى :أن ابن عباس -رضى الله عنهما -صلى لزلزلة بالبصرة

وعند الحنابلة :لا يصلى لشىء من ذلك إلا الزلزلة الدائمة، فيصلى لها كصلاة الكسوف؛ لفعل ابن عباس -رضى الله عنهما

أما غيرها فلم ينقل عن النبى صلى الله عليه وسلم ولا عن أحد من أصحابه الصلاة له .وفى رواية عن أحمد :أنه يصلى لكل آية .

وقال الشافعية :لا يصلى لغير الكسوفين صلاة جماعة، بل يستحب أن يصلى فى بيته، وأن يتضرع إلى الله بالدعاء عند رؤية هذه الآيات، وقال الإمام الشافعى -رحمه الله :-لا آمر بصلاة جماعة فى زلزلة، ولا ظلمة، ولا لصواعق، ولا ريح، ولا غير ذلك من الآيات، وآمر بالصلاة منفردين، كما يصلون منفردين سائر الصلوات.

وقال المالكية :لا يصلى لهذه الآيات مطلقا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۲۵۸، مادة "صلاة الكسوف"، الصلاة لغير الكسوف من الآيات)

وكذا الصلاة وحدانا مستحبة فى جميع الافزاع، مثل الريح الشديدة، والظلمة، والمطر الدائم، والريح الدائم، والخوف من العدو، وغير ذلك، للحديث الذى ذكرنا (تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج۱ ص۱۸۳)

(قوله :والفزع) أى الخوف الغالب من العدو بحر ودرر (قوله :ومنه الدعاء برفع الطاعون) أى من عموم الأمراض وأراد بالدعاء الصلاة لأجل الدعاء قال فى النهر :فإذا اجتمعوا صلى كل واحد ركعتين ينوى بهما رفعه، وهذه المسألة من حوادث الفتوى .اهـ .(ردالمحتار، ۲ص۱۸۳، كتاب الصلاة، باب الكسوف)

(۱۸)

حج یا عمرہ کا احرام شروع کرنے کی نماز

احادیث میں حج یا عمرہ کا احرام شروع کرنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْرَمَ وَأَهَلَّ فِيْ دُبُرِ الصَّلَاةِ (سنن الدارمی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی چادر پہنی، اور نماز کے بعد تلبیہ پڑھا (دارمی)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْرَمَ دُبُرَ الصَّلَاةِ (سنن الدارمی) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد احرام باندھا (دارمی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجًّا، فَلَمَّا صَلّٰى فِيْ مَسْجِدِهٖ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْهِ أَوْجَبَ فِيْ مَجْلِسِهٖ، فَأَهَلَّ بِالْحَجِّ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ رَكْعَتَيْهِ، فَسَمِعَ ذٰلِكَ مِنْهُ أَقْوَامٌ، فَحَفِظُوْا عَنْهُ، ثُمَّ رَكِبَ، فَلَمَّا اسْتَقَلَّتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ أَهَلَّ، وَأَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْهُ أَقْوَامٌ،

---

[1] رقم الحديث ۱۸۴۸، كتاب المناسك، باب في أي وقت يستحب الإحرام.
قال حسين سليم أسد الداراني: إسناده صحيح (حاشية سنن الدارمي)

[2] رقم الحديث ۱۸۴۷، كتاب المناسك، باب في أي وقت يستحب الإحرام؛ مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۱۲۸۹۲.
قال حسين سليم أسد الداراني: إسناده حسن (حاشية سنن الدارمي)

www.idaraghufran.org

وَذٰلِکَ أَنَّ النَّاسَ إِنَّمَا كَانُوا يَأْتُونَ أَرْسَالًا، فَسَمِعُوهُ حِينَ اِسْتَقَلَّتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ يُهِلُّ، فَقَالُوا: إِنَّمَا أَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِيْنَ اِسْتَقَلَّتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ، ثُمَّ مَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا عَلَا عَلٰى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ، وَأَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْهُ أَقْوَامٌ، فَقَالُوا: إِنَّمَا أَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِيْنَ عَلَا عَلٰى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ، وَايْمُ اللّٰهِ، لَقَدْ أَوْجَبَ فِيْ مُصَلَّاهُ، وَأَهَلَّ حِيْنَ اِسْتَقَلَّتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ، وَأَهَلَّ حِيْنَ عَلَا عَلٰى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ، فَمَنْ أَخَذَ بِقَوْلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَهَلَّ فِيْ مُصَلَّاهُ إِذَا فَرَغَ مِنْ رَكْعَتَيْهِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۵۸) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ارادے سے نکلے، جب ذوالحلیفہ کی مسجد میں دو رکعتیں پڑھ چکے، تو یہیں بیٹھے بیٹھے حج کا احرام باندھ لیا، لوگوں نے اسے سن کر اپنے ذہنوں میں محفوظ کرلیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے، جب اونٹنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر سیدھی ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ احرام کی نیت والے الفاظ کہے، کچھ لوگوں نے یہ الفاظ سن لئے کیونکہ لوگ مختلف ٹولیوں کی شکل میں آتے تھے، اکٹھے ہی سارے نہیں آجاتے تھے، یہ لوگ بعد میں کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت احرام باندھا تھا جب اونٹنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر سیدھی ہوگئی تھی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آگے روانہ ہوئے، جب بیداء (پہاڑ) کی چوٹی پر چڑھے تو دوبارہ تلبیہ پڑھا، کچھ لوگوں نے اس وقت کو یاد رکھا اور کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداء کی چوٹی پر احرام باندھا

---

[1] فی حاشية مسند احمد: حسن لغيره، وهذا سند محتمل للتحسين، ابن إسحاق صرح بالتحديث، وخصيف بن عبد الرحمن -وإن كان في حفظه شيء -مختلف فيه، وحديثه يصلح للمتابعات، وباقي رجاله ثقات رجال الشيخين...... قلنا :وللحديث مفرقاً شواهد.

www.idaraghufran.org

ہے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی نیت تو اپنی جائے نماز پر بیٹھے بیٹھے ہی کرلی تھی۔ البتہ تلبیہ کا اعادہ اس وقت بھی کیا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آپ کو لے کر چلنے لگی تھی اور اس وقت بھی جب آپ صلی اللہ وسلم بیداء کی چوٹی پر چڑھے تھے، اس لئے جو شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ احرام کی دو رکعتوں سے فارغ ہونے کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ہی احرام کی نیت کرلے (مسنداحمد)

اس قسم کی احادیث کے پیشِ نظر حج یا عمرہ کا احرام شروع کرنے سے پہلے اگر کوئی عذر نہ ہو (جیسے عورت کا ایامِ حیض میں ہونا) اور مکروہ وقت بھی نہ ہو، تو دو رکعت پڑھ لینا سنت ہے۔ [1]

(مزید تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۲۱/ ذی الحجہ/ ۱۴۳۳ھ 07/ نومبر/ 2012ء بروز بدھ

---

[1] يسن للمحرم أن يصلى ركعتين قبل الإحرام باتفاق الأئمة لحديث ابن عمر رضى الله عنهما : كان النبى صلى الله عليه وسلم يركع بذى الحليفة ركعتين .أخرجه مسلم . ولا يصليهما فى الوقت المكروه، اتفاقا بين الأئمة، إلا من أحرم بالحرم عند الشافعية، فإنه يصليهما ولو فى الوقت المكروه عندهم .وتجزء الصلاة المكتوبة عن سنة الإحرام اتفاقا كذلک، كما فى تحية المسجد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص ۱۷۲، ص ۱۷۳، صلاة الإحرام، ماة "احرام")

www.idaraghufran.org

(۱۹)

نمازِ طواف

جب طواف کیا جائے،تو طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت کا پڑھنا احادیث سے ثابت ہے،جس کو ہمارے عرف اور بول چال میں نمازِ طواف کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ، وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، كَانَ كَعِتْقِ رَقَبَةٍ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ جس نے بیتُ اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتیں پڑھیں تو اس کو غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا (ابن ماجہ)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ، أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ سَعٰى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ، وَمَشٰى أَرْبَعَةً، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حج یا عمرے کا طواف کرتے تو پہلے تین چکروں میں رمل کرتے اور چار چکروں میں عام طریقے سے چلتے، پھر (طواف

---

[1] رقم الحديث ۲۹۵۶،كتاب المناسک، باب فضل الطواف.

[2] رقم الحديث ۱۶۱۶،كتاب الحج،باب من طاف بالبيت إذا قدم مكة، قبل أن يرجع إلى بيته، ثم صلى ركعتين، ثم خرج إلى الصفا.

Idara Ghufran

کے بعد) دو رکعتیں پڑھتے، پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَلَ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِّنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ، وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ عَادَ إِلَى الْحَجَرِ، ثُمَّ ذَهَبَ إِلٰى زَمْزَمَ فَشَرِبَ مِنْهَا، وَصَبَّ عَلٰى رَأْسِهِ، ثُمَّ رَجَعَ فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الصَّفَا (مسند أحمد رقم الحديث ۱۵۲۴۳) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے تین چکروں میں حجرِ اسود سے حجرِ اسود تک رمل کیا (یعنی سینہ تان کر چلے) اور (پھر طواف کے بعد) دو رکعتیں پڑھیں، پھر آپ حجرِ اسود کی طرف تشریف لائے، پھر آپ زمزم کی طرف تشریف لے گئے، جس سے آپ نے نوش فرمایا اور اپنے سر پر بھی ڈالا، پھر واپس تشریف لائے، پھر حجرِ اسود کا استلام کیا، پھر صفا کی طرف لوٹ کر چلے گئے (مسند احمد)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف کرنے کے بعد دو رکعت پڑھنی چاہئے۔

فقہائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت کا پڑھنا واجب ہے یا سنت؟

حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک سنت ہے۔ [2]

---

[1] في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم.

[2] پھر شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر طواف کے بعد فرض یا سنت نماز پڑھ لی جائے، تو اس سے بھی طواف کی یہ دو رکعتیں ادا ہو جاتی ہیں۔

ذهب الحنفية إلى أنه يجب بعد كل طواف فرضا أو نفلا صلاة ركعتين، وهو رواية عن أحمد وقول عند الشافعية، ووافقهم المالكية في الطواف الركن، أو الواجب في المشهور عندهم واستدلوا بمواظبة النبي صلى الله عليه وسلم وبما ورد في حديث جابر أنه صلى الله عليه وسلم تقدم إلى مقام إبراهيم فقرأ :(واتخذوا من مقام إبراهيم مصلى) فجعل المقام بينه وبين البيت، فكان أبي يقول - ولا أعلمه ذكره إلا عن النبي صلى الله عليه وسلم - كان يقرأ في الركعتين :(قل هو الله أحد) و (قل يا أيها الكافرون)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اوران دورکعتوں کا مقامِ ابراہیم کے پاس پڑھنا افضل ہے،اگر یہاں موقع نہ ملے،تو مسجدِ حرام میں کسی بھی جگہ پڑھ لیا جائے،اوراگر مسجدِ حرام کے علاوہ کسی اور جگہ بلکہ اپنے وطن میں آ کر پڑھا،تب بھی حکم پورا ہوجاتا ہے۔ [1]

پھرطواف کے بعدان دورکعتوں کا حنفیہ کے نزدیک ان اوقات میں پڑھنا مکروہ ہے،جن اوقات میں نفل نماز کا پڑھنا مکروہ ہے،جبکہ شافعیہ اورحنابلہ کے نزدیک حرم شریف میں یہ دو رکعتیں طواف کرنے کے بعد مکروہ اوقات میں بھی جائز ہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهذا إشارة إلى أن صلاته بعد الطواف امتثال لهذا الأمر، والأمر للوجوب، إلا أن استنباط ذلک من الحديث ظنى، وذلک يثبت الوجوب الذى هو دون الفرض وفوق السنة.

والمذهب عند الشافعية والحنابلة أن ركعتى الطواف سنة.

واستدلوا بما ورد من الأحاديث بتحديد الصلاة المفترضة بالصلوات الخمس، وصلاة الطواف - كما قال الشيرازى -صلاة زائدة على الصلوات الخمس، فلم تجب بالشرع على الأعيان كسائر النوافل.

وعند الشافعية والحنابلة إذا صلى المكتوبة بعد طوافه أجزأته عن ركعتى الطواف .وعند المالكية فى غير طواف الفرض والواجب تردد بين الوجوب والسنية، واستظهر الحطاب أن الركعتين سنة كما قال الدسوقى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۹، ص۱۳۳، وص۱۳۴، مادة "طواف")

وقال الشافعية :ويسن أن يصلى ركعتى الطواف (بعد الطواف) وتجزء عنهما الفريضة والراتبة كما فى تحية المسجد، وفعلهما خلف مقام إبراهيم عليه السلام أفضل، لأن النبى صلى الله عليه وسلم صلاهما خلف المقام، وقال :خذوا عنى مناسككم ، ثم فى الحجر، ثم فى المسجد الحرام، ثم فى الحرم حيث شاء من الأمكنة، متى شاء من الأزمنة، ولا يفوتان إلا بموته(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸، ۳۴۱ مادة "مقام إبراهيم")

[1] قال الحنفية :إذا فرغ الطائف من الطواف يأتى مقام إبراهيم عليه السلام ويصلى ركعتين، وإن لم يقدر على الصلاة فى المقام بسبب المزاحمة يصلى حيث لا يعسر عليه من المسجد، وإن صلى فى غير المسجد جاز (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸، ۳۴۰ مادة "مقام إبراهيم")

[2] (ويركع للطواف) يعنى فى أوقات النهى، وممن طاف بعد الصبح والعصر وصلى ركعتين ابن عمر، وابن الزبير، وعطاء، وطاوس، وفعله ابن عباس، والحسن، والحسين، ومجاهد، والقاسم بن محمد، وفعله عروة بعد الصبح، وهذا مذهب عطاء، والشافعى، وأبى ثور .وأنكرت طائفة ذلک، منهم أبو حنيفة، ومالک .واحتجوا بعموم أحاديث النهى.

ولنا، ما روى جبير بن مطعم، أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال :يا بنى عبد مناف، لا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
www.idaraghufran.org

ملحوظ رہے کہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک سعی سے فارغ ہوکر بھی، مکروہ وقت نہ ہوتو دو رکعات نفل کا پڑھنا مستحب ہے، لیکون ختم السعی کختم الطواف.

جبکہ بعض فقہاء اس کے مستحب ہونے کے قائل نہیں، لعدم الثبوت. [1]

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۲۱/ ذی الحجہ/ ۱۴۳۳ھ 07 / نومبر/ 2012ء بروز بدھ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تمنعوا أحدا طاف بهذا البيت، وصلى فى أى ساعة شاء ، من ليل أو نهار .رواه الأثرم، والترمذى، وقال :حديث صحيح .ولأنه قول من سمينا من الصحابة، ولأن ركعتى الطواف تابعة له، فإذا أبيح المتبوع ينبغى أن يباح التبع، وحديثهم مخصوص بالفوائت، وحديثنا لا تخصيص فيه، فيكون أولى(المغنى لابن قدامة، ج۲،ص ۸۲،كتاب الصلاة،مسألة يركع للطواف)

أما حكم المسألة فقال أصحابنا لا تكره الصلاة بمكة فى هذه الأوقات سواء فى ذلك صلاة الطواف وغيرها هذا هو الصحيح المشهور عندهم وفيه وجه أنه انما تباح صلاة الطواف حكاه الخراسانيون وجماعة من العراقيين منهم الشيخ أبو حامد والبندنيجي والماوردى وحكاه صاحب الحاوى عن أبى بكر القفال الشاشي والمذهب الأول قال صاحب الحاوى وبه قال أبو إسحق المروزى وجمهور أصحابنا والمراد بمكة البلدة وجميع الحرم الذى حواليها وفى وجه إنما تباح فى نفس البلدة دون باقى الحرم وفى وجه ثالث حكاه صاحب الحاوى عن القفال الشاشى إنما تباح فى نفس المسجد الذى حول الكعبة لا فيما سواه من بيوت مكة وسائر الحرم والصحيح الأول صححه الأصحاب وحكاه صاحب الحاوى عن أبى اسحق المروزى هذا تفصيل مذهبنا وقال مالك وأبو حنيفة وأحمد لا تباح الصلاة بمكة فى هذه الأوقات لعموم الأحاديث دليلنا حديث جبير والله أعلم(المجموع شرح المهذب، ج۴،ص ۱۷۹ ،باب الساعات التى نهى عن الصلاة فيها)

[1] استحب الحنفية إذا فرغ من السعى أن يدخل المسجد فيصلى ركعتين، ليكون ختم السعى كختم الطواف، كما ثبت أن مبدأه بالاستلام كمبدئه.

وللشافعية قولان فى هاتين الركعتين .قال الجوينى " :حسن وزيادة طاعة ."وقال ابن الصلاح ": ينبغى أن يكره ذلك لأنه ابتداء شعار ."قال النووى "وهذا الذى قاله ابن الصلاح أظهر والله أعلم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص ۲۰، وص ۲۱، ماة "سعى")

(۲۰)

صلاۃ التسبیح کے فضائل واحکام

نفل نمازوں میں صلاۃ التسبیح کا عظیم ثواب معتبر احادیث وروایات سے ثابت ہے،اگرچہ اس سلسلہ میں بعض احادیث غیر مستند بھی ہیں،لیکن تمام احادیث کو مجموعی طور پر غیر مستند قرار نہیں دیا جاسکتا۔

مگر اس زمانے میں کم علمی اور دوسرے فتنوں کی وجہ سے اس نماز کے بارے میں مختلف شبہات اور غلط فہمیاں پائی جارہی ہیں۔

بعض لوگ تو اس نماز کے بارے میں کسی قسم کی فضیلت بلکہ وجود ہی کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں،اوران کا کہنا یہ ہے کہ اس نماز کی کوئی فضیلت اور وجود کسی مستند ومعتبر حدیث سے ثابت نہیں،اوراس سلسلہ میں جو احادیث پیش کی جاتی ہیں،وہ سند کے لحاظ سے درست نہیں۔

جبکہ بعض عوام اور خاص کر خواتین اس نماز کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ اس کے مقابلہ میں فرض نماز کو بھی اتنی اہمیت نہیں دیتے،اور نہ ہی گناہوں کے چھوڑنے کی طرف توجہ کرتے، بلکہ الٹا یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اس نماز کی وجہ سے ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں، لہٰذا اس نماز کے بعد کسی چیز کی فکر کرنے اور گناہ سے بچنے کی ضرورت نہیں۔

اس قسم کی اور بھی معاشرہ میں غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔

اس قسم کی غلط فہمیوں کے دور کرنے اوراس سلسلہ میں شریعت کے معتدل نظریہ کو اجاگر کرنے کے لئے صلاۃ التسبیح سے متعلق تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔ [1]

---

[1] صلاة التسبيح:ترتيب نافع لكل لبيب لما أنجز الكلام إلى هذا المقام أحببت أن أذكر صلاة وردت من فضلها أحاديث ثابتة وولعت بذكرها طائفة عالية وهى شبيهة بالصلوات الموضوعة ومن ثم اشتبه على بعض المتقدمين فظن أحاديثها موضوعة، ومنهم ابن الجوزى وابن تيمية وقلدهما فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

صلاۃ التسبیح سے متعلق احادیث وروایات

پہلے صلاۃ التسبیح سے متعلق چند احادیث وروایات پیش کی جاتی ہیں، جن کے ضمن میں ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی اسنادی حیثیت پر بھی بقدرِ ضرورت روشنی ڈالی جائے گی۔

پہلی روایت

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور جلیلُ القدر تابعی، حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: یَا عَبَّاسُ، یَا عَمَّاہُ، أَلَا أُعْطِیْکَ، أَلَا أَمْنَحُکَ، أَلَا أَحْبُوْکَ، أَلَا أَفْعَلُ بِکَ عَشْرَ خِصَالٍ، إِذَا أَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِکَ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ ذَنْبَکَ أَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ، قَدِیْمَہٗ وَحَدِیْثَہٗ، خَطَأَہٗ وَعَمْدَہٗ، صَغِیْرَہٗ وَکَبِیْرَہٗ، سِرَّہٗ وَعَلَانِیَتَہٗ، عَشْرَ خِصَالٍ: أَنْ تُصَلِّیَ أَرْبَعَ رَکَعَاتٍ تَقْرَأُ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ فَاتِحَةَ الْکِتَابِ وَسُوْرَةً، فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَ ةِ فِیْ أَوَّلِ رَکْعَةٍ وَأَنْتَ قَائِمٌ، قُلْتَ: سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ أَکْبَرُ، خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً، ثُمَّ تَرْکَعُ، فَتَقُوْلُھَا وَأَنْتَ رَاکِعٌ عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَکَ مِنَ الرُّکُوْعِ، فَتَقُوْلُھَا عَشْرًا، ثُمَّ تَھْوِیْ سَاجِدًا، فَتَقُوْلُھَا وَأَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَکَ مِنَ السُّجُوْدِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عصرنا هذا من قلدهما ممن يظن أن جملة أقوال ابن تيمية كالوحى النازل من السماء وإن كان رد عليه بالبراهين والبينات الساطعة جمعا من العلماء إلا هى صلاة التسبيح الفائقة الراجحة على غيرها من التطوعات بأعلى تفوق وأثنى ترجيح(الآثار المرفوعة فى الأخبار الموضوعة، ج ا ،ص١٢٣ ،لمحمد عبد الحى بن محمد عبد الحليم الأنصارى اللكنوى)

www.idaraghufran.org

فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَسْجُدُ، فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ، فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا، فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ،فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِیْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ، إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تُصَلِّيَهَا فِیْ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ، فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِیْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً، فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِیْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً، فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِیْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً، فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ، فَفِیْ عُمُرِكَ مَرَّةً

(سنن أبی داوٗد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے چچا) حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عباس! اے میرے چچا! کیا میں آپ کو ایسی چیز کا عطیہ نہ کردوں، کیا میں آپ کو ایسی چیز نہ دے دوں؟ کیا میں آپ کو ایسی چیز ہبہ نہ کردوں؟ کیا میں آپ کے لئے ایسا کام نہ بتلادوں کہ جس میں دس خصلتیں ہیں، جب آپ اس عمل کو کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اول اور آخر، قدیم اور جدید گناہوں کو معاف فرمادیں گے، خواہ وہ خطا کے طور پر سرزد ہوئے ہوں، یا جان بوجھ کر سرزد ہوئے ہوں (بالکل) چھوٹے ہوں یا (اُن سے) بڑے ہوں، خفیہ ہوں یا علانیہ ہوں، یہ دس خصلتیں ہیں، وہ عمل یہ ہے کہ آپ چار رکعت پڑھیں، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور (کسی) سورت کی قرائت کریں، پھر جب آپ پہلی رکعت کی قرائت سے فارغ ہوجائیں، اور ابھی آپ قیام کی حالت

---

[1] رقم الحدیث ۱۲۹۷، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ التسبیح، واللفظ لهٗ، سنن ابنِ ماجه، رقم الحدیث ۱۳۸۷، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۱۱۹۲، الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک لابن شاهین، رقم الحدیث ۱۰۵، سبعة مجالس من امالی ابی طاهر المخلص، رقم الحدیث ۳۰.

قال الحاکم:

هذا حدیث وصله موسى بن عبد العزیز، عن الحکم بن أبان وقد خرجه أبو بکر محمد بن إسحاق، وأبو داود سلیمان بن الأشعث وأبو عبد الرحمن أحمد بن شعیب فی الصحیح، فرووه عن عبد الرحمن بن بشر وقد رواه إسحاق بن إسرائیل، عن موسى بن عبد العزیز القنباری (مستدرک حاکم)

Idara Ghufran

میں ہوں، تو پندرہ مرتبہ ان کلمات کو پڑھیں:

”سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ“

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کی ذات ہر طرح کے عیب وسقم سے پاک ہے، اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اور نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے، اور اللہ سب سے بڑا ہے“

پھر جب آپ رکوع کریں تو رکوع کی حالت میں دس مرتبہ ان ہی کلمات کو پڑھیں، پھر آپ رکوع سے اپنا سر اٹھائیں تو (سجدہ میں جانے سے پہلے قومہ وقیام کی حالت میں) دس مرتبہ ان ہی کلمات کو پڑھیں، پھر آپ سجدہ میں چلے جائیں اور سجدہ کی حالت میں دس مرتبہ ان ہی کلمات کو پڑھیں، پھر آپ سجدہ سے اپنا سر اٹھائیں تو (جلسہ ونشست کی حالت میں) دس مرتبہ ان ہی کلمات کو پڑھیں، پھر آپ (دوسرا) سجدہ کریں، اور (سجدہ میں) دس مرتبہ ان ہی کلمات کو پڑھیں، پھر (دوسرے سجدہ سے) اپنا سر اٹھائیں، تو (نشست کی حالت میں) دس مرتبہ ان ہی کلمات کو پڑھیں، تو یہ ہر رکعت میں پچھتّر کا عدد ہو گیا، آپ چار رکعتوں میں سے ہر رکعت میں اسی طرح کا عمل کریں۔

اگر آپ کو اس کی استطاعت ہو کہ آپ اس نماز کو ہر دن میں ایک مرتبہ پڑھ سکتے ہوں، تو آپ ہر دن میں ایک مرتبہ پڑھ لیں، اور اگر آپ ایسا نہ کرسکیں، تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیں، اور اگر آپ ایسا نہ کرسکیں تو ہر مہینے میں ایک مرتبہ پڑھ لیں، اور اگر آپ ایسا نہ کرسکیں تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیں، اور اگر ایسا بھی نہ کرسکیں تو عمر میں ایک مرتبہ ہی پڑھ لیں (ابوداؤد، ابنِ ماجہ، حاکم)

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: أَلَا أُعْطِيْكَ إِذَا أَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غُفِرَ لَكَ ذَنْبُكَ؟ قَالَ: تُصَلِّيْ

www.idaraghufran.org

أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُوْرَةً ، فَذَكَرَ صَلَاةَ التَّسْبِيْحِ (القراءة خلف الإمام للبخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے چچا) حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا میں آپ کو ایسی چیز کا عطیہ نہ کردوں، کہ آپ اس عمل کو کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے، پھر فرمایا کہ آپ چار رکعتیں پڑھیں، اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور (کوئی بھی) سورت پڑھیں، پھر صلاۃ التسبیح (کی تفصیل) کا ذکر فرمایا (القرائت خلف الامام)

فائدہ: صلاۃ التسبیح کے بارے میں جو حدیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، اس کے متعلق اگرچہ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کی وجہ سے کبیرہ گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں، لیکن دیگر محقق حضرات نے فرمایا کہ اس سے صغیرہ گناہ مراد ہیں، کیونکہ صغیرہ گناہوں میں بھی آپس میں درجات ہیں، نیچے درجے والے گناہ کے مقابلے میں اوپر والے صغیرہ گناہ پر بعض اوقات کبیرہ گناہ کا اطلاق کردیا جاتا ہے۔

اور کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے قاعدہ یہی ہے کہ توبہ ضروری ہے، اور توبہ کی تفصیل اپنی جگہ طے شدہ ہے۔ [2]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث، جس کو حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے،

---

[1] رقم الحدیث ۱۴۹، ج ا ص ۵۷، باب هل یقرأ بأکثر من فاتحة الکتاب خلف الإمام.

[2] قوله " :صغيره "نصب على البدلية -أيضاً -وكذا قوله " :سره "قوله " :عشر خصال " أى :هى عشر خصال، وهى أن تغفر له أولَ ذنبه وآخره وقديمه وحديثه وخطؤه وعمده وصغيرُه، وكبيرُه وسره وعلانيتُه، وقد اندرج فى هذا سائر أنواع الذنب، ولا يمكن أن يُقال فيه :المراد من الذنوب :الصغائر ,لأنه صرح بغفران الكبيرة -أيضاً (شرح ابى داؤد للعينى، ج۵ص ۱۹۹، باب صلاة التسبيح)

صغيره وكبيره ولعل المراد بالكبير ماهو من افراد الصغائر فان الصغائر فى افرادها تشكيك (بذل المجهود فى حل ابى داؤد، ج۲ص ۲۷۶، باب صلاة التسبيح)

(صغيره وكبيره) قيل :المراد بالكبير ما هو من أفراد الصغائر، فإن الصغائر متفاوتة بعضها أكبر من بعض، والكبائر لا تغفر إلا بالتوبة (مرعاة المفاتيح، ج۴ص ۳۷۲، باب صلاة التسبيح)

سند کے لحاظ سے صحیح یا کم از کم حسن درجے میں داخل ہے۔ [1]

بہت سے محدثین نے اس حدیث کو صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔

اور''حدیثِ حسن'' کا درجہ ضعیف حدیث سے قوی اور صحیح سے کمزور ہوتا ہے، جبکہ صحیح حدیث کا درجہ حسن سے قوی ہوتا ہے۔

چنانچہ امام منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کئی سندوں سے اور کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اور اُن میں حضرت عکرمہ کی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ والی یہ سند

---

[1] اس حدیث کی اسناد مندرجہ ذیل ہیں۔

ابوداؤ داور ابنِ ماجہ کی سند اس طرح ہے:

حدثنا عبد الرحمن بن بشر بن الحكم النيسابورى، حدثنا موسى بن عبد العزيز، حدثنا الحكم بن أبان، عن عكرمة، عن ابن عباس(ابوداود وابنِ ماجه)

اور مستدرک حاکم کی سند اس طرح ہے:

أخبرنا أبو بكر محمد بن داود بن سليمان الزاهد، ثنا جعفر بن محمد بن الحسين بن عبيد الله، ثنا بشر بن الحكم العبدى، ثنا موسى بن عبد العزيز القنبارى، بعدن، وأخبرنا أبو بكر أحمد بن إسحاق، أنبأ إبراهيم بن إسحاق بن يوسف، ثنا عبد الرحمن بن بشر بن الحكم بن حبيب الهلالى، ثنا موسى بن عبد العزيز أبو شعيب الذى يقال له :القنبارى بعدن، ثنا الحكم بن أبان، حدثنى عكرمة، عن ابن عباس(مستدرک حاکم)

اور ابنِ شاہین کی سند اس طرح ہے:

حدثنا عبد الله بن محمد البغوى، ونصر بن القاسم الفرائضى، قالا :نا إسحاق بن أبى إسرائيل، نا موسى بن عبد العزيز القنبارى، حدثنى الحكم بن أبان، حدثنى عكرمة، عن ابن عباس(الترغيب لابنِ شاهين)

اور امالی ابی طاہر کی سند اس طرح ہے:

حدثنا أبو بكر عبد الله بن محمد بن زياد النيسابورى إملاء فى صفر سنة ثمان عشرة وثلاثمائة، ثنا عبد الرحمن بن بشر بن الحكم، ثنا موسى بن عبد العزيز هو أبو شعيب القنبارى، حدثنا الحكم بن أبان، حدثنى عكرمة، عن ابن عباس(سبعة مجالس من امالى ابى طاهر المخلص، رقم الحديث ۳۰)

اور القراءۃ خلف الامام کی سند اس طرح ہے:

حدثنا محمود قال :حدثنا البخارى قال :حدثنا بشر بن الحكم ، قال :حدثنا موسى بن عبد العزيز، قال :حدثنا الحكم بن أبان ، قال :حدثنى عكرمة ، عن ابن عباس (القراءة خلف الإمام للبخارى، رقم الحديث ۱۴۹)

Idara Ghufran

زیادہ اچھی ہے، اور محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ ۱؎

اور علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے حسن ہے۔ ۲؎

اور علامہ ابنِ ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سند عمدہ ہے۔ ۳؎

اور ابنِ جوزی وغیرہ نے جو اس حدیث کو موضوع و منگھڑت اور بے اصل قرار دیا ہے، بہت سے محدثین واہلِ علم حضرات نے اس کی تردید فرمائی ہے، اور اس پر کیے جانے والے شبہات

۱؎ قال الحافظ وقد روى هذا الحديث من طرق كثيرة وعن جماعة من الصحابة وأمثلها حديث عكرمة هذا وقد صححه جماعة منهم الحافظ أبو بكر الآجرى وشيخنا أبو محمد عبد الرحيم المصرى وشيخنا الحافظ أبو الحسن المقدسى رحمهم الله تعالى وقال أبو بكر بن أبى داود سمعت أبى يقول ليس فى صلاة التسبيح حديث صحيح غير هذا وقال مسلم بن الحجاج رحمه الله تعالى لا يروى فى هذا الحديث إسناد أحسن من هذا يعنى إسناد حديث عكرمة عن ابن عباس وقال الحاكم قد صحت الرواية عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم علم ابن عمه هذه الصلاة ثم قال حدثنا أحمد بن داود بمصر حدثنا إسحاق بن كامل حدثنا إدريس بن يحيى عن حيوة بن شريح عن يزيد بن أبى حبيب عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنهما قال وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم جعفر بن أبى طالب إلى بلاد الحبشة فلما قدم اعتنقه وقبل بين عينيه ثم قال ألا أهب لك ألا أسرك ألا أمنحك فذكر الحديث ثم قال هذا إسناد صحيح لا غبار عليه.

قال المملى رضى الله عنه وشيخه أحمد بن داود بن عبد الغفار أبو صالح الحرانى ثم المصرى تكلم فيه غير واحد من الأئمة وكذبه الدارقطنى(الترغيب والترهيب ج ۱ ص۲۶۸،۲۶۹)

۲؎ هذا حديث حسن، أخرجه أبو داود، وابن ماجه، والحسن بن على المعمرى فى كتاب اليوم والليلة، عن عبد الرحمن بن بشر، فوقع لنا موافقة عالية، وزاد الحاكم أن النسائى أخرجه فى كتابه الصحيح، عن عبد الرحمن، ولم نر ذلک فى شىء من كتابه السنن لا الصغرى ولا الكبرى، وكذا قول ابن الصلاح أخرجه الأربعة، فإن الترمذى اقتصر على الإشارة إليه دون التخريج، وأخرجه الحاكم والمعمرى أيضا، من طريق بشر بن الحكم والد عبد الرحمن، عن موسى بالسند المذكور، والله أعلم(امالى الاذكار فى فضل صلاة التسبيح، ص ۱۲، المجلس الثانى)

۳؎ وهذا الإسناد جيد، عبد الرحمن بن بشر احتج به الشيخان، وشيخه قال فيه يحيى بن معين : لا بأس به، وشيخه وثقه يحيى بن معين، وكان أحد العباد، وسكت عليه أبو داود فهو حسن أو صحيح عنده، لا جرم ذكره ابن السكن فى (سننه الصحاح المأثورة) . قال الحافظ زكى الدين المنذرى فى موافقاته :وهذا الطريق أمثل طرقه .قال :وقد رويت هذه الصلاة من رواية العباس وأنس وأبى رافع مولى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وغيرهم مرفوعا وموقوفا، وفيها كلها مقال، وأمثلها ما تقدم(البدر المنير، ج۴ص ۲۳۶، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، الحديث الرابع عشر، خاتمة)

www.idaraghufran.org

کے معقول جوابات بیان فرمائے ہیں۔ ؎۱

ملحوظ رہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث، حضرت عطاء کی سند سے بھی کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ مروی ہے۔ ؎۲

؎۱ قال السيوطی فی شرح سنن أبی داود المسمی (بمرقاة الصعود)أفرط ابن الجوزی فأورد هذا الحديث فی كتاب الموضوعات وأعله بموسى بن عبد العزيز، وقال إنه مجهول وقال الحافظ بن حجر فی الخصال المكفرة للذنوب المقدمة والمؤخرة أساء ابن الجوزی بذكر هذا الحديث فی الموضوعات وقوله إن موسى مجهول لم يصب فيه فإن ابن معين والنسائی وثقاه، وقال ابن حجر فی أمانی الأذكار هذا الحديث أخرجه البخاری من جزء القراء ة خلف الإمام، وأبو داود وابن ماجة وابن خزيمة فی صحيح والحاكم فی مستدركه، وصححه والبيهقی وقالا ابن شاهين فی الترغيب سمعت أبا بكر بن أبی داود يقول سمعت أبی يقول :أصح حديث فی صلاة التسبيح هذا .قال: وموسى وثقه ابن معين وابن حبان وروى عنه خلق وأخرج له البخاری فی جزء القراء ة وأخرج له فی الأدب حديثا فی سماع الرعد وببعض هذه الأمور ترتفع الجهالة وممن صحح هذا الحديث أو حسنه غير من تقدم ابن منده وألف فی تصحيحه كتابا، والآجری والخطيب وأبو سعد السمعانی وأبو موسى المدينی وأبو الحسن بن مفضل المنذری وابن الصلاح والنووی فی تهذيب الأسماء واللغات وقال الديلمی فی مسند الفردوس صلاة التسبيح أشهر الصلوات وأصحها إسنادا وروى البيهقی وغيره عن أبی حامد قال :كنت عند مسلم يعنی ابن الحجاج ومعنا هذا الحديث، فسمعت مسلما يقول لا يروى بهذا الإسناد أحسن من هذا .وقال الترمذی :قد رأى ابن المبارك وغيره من أهل العلم صلاة التسبيح وذكروا لها فضلا وقال البيهقی كان عبد الله بن المبارك يصليها وتداولها الصالحون بعضهم عن بعض وفی ذلك تقوية للحديث المرفوع .قال الحافظ ابن حجر وأقدم من روى عن فعلها صريحا أبو الجوزاء من ثقات التابعية وثبت ذلك عند جماعة، ولحديث ابن عباس طرق، وتابع موسى عن الحكم بن أبان إبراهيم بن الحكم أخرجه ابن خزيمة وابن راهويه والحاكم وتابع عكرمة عن ابن عباس عطاء ومجاهد وورد أيضا من حديث العباس وابنه الفضل وأبی رافع وعبد الله بن عمر وابن عمر علی وجعفر ابن أبی طالب وابنه عبد الله وأم سلمة والأنصاری الذی أخرجه له أبو داود وسنده حسن، وقد قال أبو الحجاج المزی إن الأنصاری هذا جابر بن عبد الله .قال الحافظ ابن حجر والظاهر أنه أبو كبشة الأنماری، وقد نبهت على هذا فی الكتاب الذی اختصرت فيه الموضوعات وهو اللآلء المصنوعة وفی النكت البديعات على الموضوعات بأبسط من هذا ويذكر فی التعليق الذی على الترمذی زيادة على هذا المختصر بل كل تعليق من تعاليق الكتب العشرة تبسط فی زيادة، وهی الموطأ ومسند الشافعی والكتب الستة والشمائل ومسند أبی حنيفة انتهى كلامه (الاثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة، ص۱۲۵، ۱۲۶، للعلامة عبدالحی اللكنوی)

؎۲ حدثنا إبراهيم بن نائلة، ثنا شيبان، ثنا نافع أبو هرمز، عن عطاء، عن ابن عباس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مگر بعض محدثین نے اس روایت کو سند کے لحاظ سے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رضی الله عنهما، قال :جاء العباس إلى النبى صلى الله عليه وسلم ساعة لم يأته فيها فقيل يا رسول الله هذا عمك على الباب فقال :ائذنوا له فقد جاء لأمر فلما دخل عليه قال :فما جاء بك يا عماه هذه الساعة، وليست ساعتك التى كنت تجىء فيها؟ قال: يا ابن أخى ذكرت الجاهلية وجهلها فضاقت على الدنيا بما رحبت، فقلت من يفرج عنى؟ فعلمت أنه لا يفرج عنى أحد إلا الله ثم أنت، فقال :الحمد لله الذى أوقع هذا فى قلبك، ووددت أن أبا طالب أخذ نصيبه، ولكن الله يفعل ما يشاء ، قال :أحبوك؟ قال :نعم، قال :أعطيك؟ قال :نعم، قال :أحبوك؟ قال :نعم، قال " :فإذا كانت ساعة يصلى فيها ليست بعد العصر ولا بعد طلوع الشمس فما بين ذلك فأسبغ طهورك، ثم قم إلى الله فاقرأ بفاتحة الكتاب وسورة إن شئت جعلتها من أول المفصل، فإذا فرغت من السورة فقل :سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر خمس عشرة مرة، فإذا ركعت فقل ذلك عشرا، فإذا رفعت رأسك فقل ذلك عشر مرار "(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١١٣٦٥، ج١١ ص١٦١، الترغيب والترهيب للاصبهانى، رقم الحديث ١٩٧٤،فصل فى صلاة التسبيح)

ل قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الكبير، وفيه نافع بن هرمز وهو ضعيف(مجمع الزوائد ج٢ص ٢٨٢)

وقال ابن حجر:

هذا حديث غريب، أخرجه الطبرانى فى المعجم الكبير، عن إبراهيم بن نائلة، عن شيبان، ورواته ثقات، إلا الراوى عن عطاء فإنه متروك، وقد كذبه بعضهم، لكن له شاهد يأتى فى حديث أم سلمة، وبالله التوفيق(امالى الاذكار فى فضل صلاة التسبيح،ص١٧،المجلس الثالث، الطريق الرابع)

وقال ايضا:

نافع بن هرمز أبو هرمز وسماه العقيلى نافع بن عبد الواحد :عن الحسن وعن أنس بن مالك وهو بصرى ضعفه أحمد وجماعة وكذبه بن معين مرة وقال أبو حاتم :متروك ذاهب الحديث وقال النسائى :ليس بثقة ......وسماه بن عدى فى رواية نافع بن عبد الله وقال يحيى بن معين :أيضاً لا يكتب حديثه وقال مرة :لا أعرفه وقال مرة ليس بشىء وقال مرة ضعيف وأورد له العقيلى رواية مسلم بن إبراهيم التى تقدمت وقال أبو حاتم: أيضاً ليس بالقوى عندهم وقال ابن عدى :أحاديثه غير محفوظة والضعف على رواياته بين. نافع مولى يوسف السلمى :قيل هو أبو هرمز المذكور حدث عن عطاء ونافع وقيل هو آخر قال أبو حاتم :متروك الحديث وضعفه أحمد وغيره وأورد بن عدى فى ترجمة نافع أبى هرمز أحاديث من رواية سعدان بن يحيى عن نافع مولى يوسف السلمى ثم قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث، حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی سند سے بھی کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ مروی ہے۔ ۱؎

اس کی سند پر بھی بعض محدثین کا غیر معمولی کلام ہے۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ هی غیر محفوظة وممن فرق بینهما العقیلی فقال :فی هذا نافع مولی یوسف بصری روی عن ابن سیرین عن ابن عباس رضی الله عنهما "فی تخلیل اللحیة "وعنه سعدان بن یحیی ونقل عن البخاری أنه قال :منكر الحدیث(لسان المیزان، ج۸ص ۲۴۹، ۲۵۰، من اسمه ناصح ونافع)

۱؎ حدثنا سلیمان بن أحمد، حدثنا إبراهیم بن أحمد بن برة الصنعانی، حدثنا هشام بن إبراهیم أبو الولید المخزومی، حدثنا موسی بن جعفر بن أبی كثیر عن عبد القدوس بن حبیب، عن مجاهد، عن بن عباس رضی الله تعالی عنهما أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال له " :یاغلام ألا أحبوک؟ ألا أنحلک؟ ألا أعطیک؟ .قال :قلت :بلی بأبی أنت وأمی یارسول الله، قال :فظننت أنه سیقطع لی قطعة مال .فقال " :أربع تصلیهن فی كل یوم ولیلة فتقرأ أم القرأن وسورة، ثم تقول :سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر خمس عشرة مرة، ثم تركع فتقولها عشراً، ثم ترفع فتقولها عشراً ثم تفعل فی صلاتک كلها مثل ذلک، فإذا فرغت قلت بعد التشهد وقبل التسلیم اللهم أنی أسألک توفیق أهل الهدی، وأعمال أهل الیقین، ومناصحة أهل التوبة، وعزم أهل الصبر، وجد أهل الخشیة، وطلبة أهل الرغبة، وتعبد أهل الورع، وعرفان أهل العلم، حتی أخافک .اللهم إنی أسألک مخافة تحجزنی عن معاصیک، وحتی أعمل بطاعتک عملاً أستحق به رضاک، وحتی أناصحک فی التوبة خوفاً منک .وحتی أخلص لک النصیحة حباً لک، وحتی أتوكل علیک فی الأمور حسن الظن بک، سبحان خالق النور .فإذا فعلت ذلک یا بن عباس غفر الله لک ذنوبک صغیرها وكبیرها، قدیمها وحدیثها، سرها وعلانیتها، وعمدها وخطأها(حلیة الأولیاء، ج ۱، ص ۱۳ ، لابی نُعیم الأصبهانی)

۲؎ قال ابن حجر:

قال الطبرانی فی الأوسط :لم یروه عن مجاهد، إلا عبد القدوس، ولا عنه إلا موسی، تفرد به أبو الولید هشام، قلت :عبد القدوس شدید الضعف، وكذبه بعض الأئمة، والله أعلم(امالی الاذكار فی فضل صلاة التسبیح، ص ۲۴، الطریق السابع)

وقال الذهبی:

عبد القدوس بن حبیب أبو سعید الكلاعی.المحدث، أبو سعید الكلاعی، الوحاظی، الشامی .روی عن :مجاهد، وعكرمة، وأبی الأشعث الصنعانی، والشعبی، والحسن، وعطاء ، ومكحول، وابن شهاب.وعنه :عمرو بن الحارث، وحیوة بن شریح، والثوری -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورحضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث، حضرت محمد بن منکدر کی سند سے بھی کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ مروی ہے۔ ؎۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وماتوا قبله بمدة -والوليد بن مسلم، وابن شابور، وعبد الرزاق، وعلى بن الجعد، وأبو الجهم، وصالح بن مالك الخوارزمي، وإسحاق بن أبي إسرائيل .يقع من عواليه في (الجعديات)اتفقوا على ضعفه .كذبه :ابن المبارك.وقال ابن معين :مطروح الحديث. وقال الفلاس :تركوه.وقال ابن عمار :ذاهب الحديث.وقال ابن المبارك :لأن أقطع الطريق، أحب إلي من أن أروى عنه.وقال النسائي :ليس بثقة، ولا مأمون.قلت :بقي إلى ما بعد السبعين ومائة، وعمر دهرا(سير اعلام النبلاء ج٨ص ١٣٥، ١٣٦)

وقال ابن حجر:

عبد القدوس بن حبيب الكلاعي الشامي الدمشقي أبو سعيد عن عكرمة والشعبي ومكحول والكبار وعنه الثوري وإبراهيم بن طهمان وأبو الجهم وعلي بن الجعد وإسحاق بن أبي إسرائيل وخلق قال عبد الرزاق ما رأيت بن المبارك يفصح بقوله كذاب إلا لعبد القدوس وقال الفلاس اجمعوا على ترك حديثه وقال النسائي ليس بثقة وقال بن عدي أحاديثه منكرة الإسناد والمتن(لسان الميزان، ج٥ص ٢٣٣، من اسمه عبدالقدوس)

؎۱ أخبرنا أبو محمد، الحسن بن علي بن محمد، الجوهري، حدثنا أبو القاسم، إبراهيم بن أحمد بن جعفر، الخرقي، حدثنا أبو العباس، محمد بن طاهر، المروزي، حدثنا أبو الأسد، جارنا، محمد بن حفص المروزي، حدثنا حماد بن عمرو، النصيبي، عن أبي رافع عن محمد بن المنكدر، عن عبد الله بن عباس، قال:

قال عباس :مر بي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لي :(ألا أفيدك، ألا أمنحك، ألا أعطيك، ألا أستحييك؟) . فظننت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم يعطيني رغباً من الدنيا، فقلت :بلى، بأبي أنت وأمي يا رسول الله !قال:(أربع ركعات في كل يوم، أو في كل جمعة، أو في كل نصف شهر، أو في كل شهر، أو في نصف سنة، أو في كل سنة .فتكبر، ثم تقرأ الحمد وسورة، ثم تقول :(الحمد لله، وسبحان الله، ولا إله إلا الله، والله أكبر) . هذه مرة واحدة، تقولها خمس عشرة مرة، ثم تركع، فتقولهن عشراً، ثم تقول :(سمع الله لمن حمده) ، فتقولهن عشراً، ثم تخر ساجداً، فتقولهن عشراً، ثم ترفع رأسك، فتقولهن عشراً، ثم تقوم، فتقرأ الحمد وسورة، ثم تقولها خمس عشر مرة، تقولهن في ركوعك وسجودك :عشراً، عشراً .فلو كان عليك مثل رمل عالج، وعدد القطر، وأيام الدنيا، لغفر الله لك).

كذا (.. ..) أصل (كتاب الجوهري) تقصير في بعض المتن، وعليه تصحيح .(ذكر صلاة التسبيح والأحاديث التي رويت عن النبي صلى الله عليه وسلم فيها واختلاف ألفاظ الناقلين لها، ج١، ٥٠، للخطيب البغدادي)

www.idaraghufran.org

اوراس کی سند کو بھی محدثین نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [۱]

مگر یہ سب کلام حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی دیگر روایات پر ہے، جہاں تک حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حضرت عکرمہ والی اس روایت کا تعلق ہے، جس کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت ہے کیا ہے، وہ سند کے لحاظ سے صحیح یا کم ازکم حسن ہے، اوراس کی سند کوموضوع و بے

---

[۱] قال ابن حجر:

ولحديث العباس طريق أخرى أخرجها إبراهيم بن أحمد الخرقى، فى فوائده، وفى سنده حماد بن عمرو النصيبى كذبوه(امالى الاذكار فى فضل صلاة التسبيح، ص ۳۱، الطريق الثانى)

وقال ايضاً:

حماد بن عمرو النصيبى :عن زيد بن رفيع وغيره قال الجوزجانى :كان يكذب وقال البخارى :يكنى أبا إسماعيل منكر الحديث وقال النسائى :متروك الحديث عمرو بن خالد الحرانى حدثنا حماد بن عمرو النصيبى عن الأعمش عن أبى صالح عن أبى هريرة رضى الله عنه مرفوعاً " :إذا لقيتم المشركين فى طريق فلا تبدء وهم بالسلام واضطروهم إلى أضيقها "وإنما يحفظ هذا لسهيل عن أبيه وقال ابن حبان :كان يضع الحديث وضعاً روى عنه يعقوب بن حميد بن كاسب وقال الخطيب :يكنى أبا إسماعيل قدم بغداد وحدث عن زيد بن رفيع والأعمش وسفيان روى عنه إبراهيم بن موسى الفراء وإسماعيل بن عيسى العطار وعلى بن حرب وسعدان بن نصر وإبراهيم بن الهيثم البلدى وقال ابن عمار الموصلى :حدثنى عبد الله بن عصمة النصيبى وآخر أن رجلاً جاء إلى حماد بن عمرو بخمسين حديثاً للأعمش فرواها ولم يسمع منه حرفاً وأنه أخذ كتاب زيد بن رفيع من عبد الحميد بن يوسف ثم كان يرويه عن زيد قال ابن عمار :قد سمعت من حماد كثيراً ولا أرى الرواية عنه والعجب من ابن المبارك والمعافى حيث رويا عنه ولم يكن يدرى إيش الحديث وروى عثمان بن سعيد عن ابن معين :ليس بشىء وقال أبو زرعة :واهى الحديث انتهى وقال أبو حاتم :منكر الحديث ضعيف الحديث جداً وقال ابن أبى مريم عن يحيى ابن معين :من المعروفين بالكذب ووضع الحديث حماد بن عمرو وفى موضع آخر :اجتمع الناس على طرح هؤلاء النفر ليس يذاكر بحديثهم ولا يعتد به إسحاق بن نجيح الملطى وحماد النصيبى وقال مجاهد بن موسى :قلت له اخرج إلى كتاب خصاف فأخرج إلى كتاب خصيف فإذا هو لا يفرق بينهما وقال الغلابى عن ابن معين :لم يكن بثقة وقال النسائى :لم يكن ثقة وقال الحاكم :يروى عن جماعة من الثقات أحاديث موضوعة وهو ساقط بمرة وقال ابن الجارود :منكر الحديث شبه لا شيء لا يدرى ما الحديث وقال أبو أحمد الحاكم: ليس حديثه بالقائم وقال أبو سعيد النقاش :يروى الموضوعات عن الثقات(لسان الميزان، ج۳ص۲۷۴)

اصل یا شدید ضعیف وغیرہ قرار دینا درست نہیں۔ ۱؎

۱؎ اور بعض حضرات نے جواس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے،ممکن ہے کہ ان کی مراد فی نفسہٖ ضعیف ہونا ہو، یا ان تک دیگر اسناد نہ پہنچی ہوں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ویمکن ان یقال: الذی صحح الحدیث فتصحیحه بالنسبة لطرقه المتعددة ، فیکون صحیحا لغیره لا لذاته، لکن صححه ابوداوٗد السجستانی صاحب السنن لذاته.

والذی حسن الحدیث فبالنظر الی بعض طرقه فقط فیکون حسنا لذاته عنده، کما فعل المنذری فی احد طرقه ، وکما فعل ابن حجر فی طریق موسیٰ بن عبدالعزیز وطریق الانصاری الذی لم یسم، فیصیر الحدیث صحیحا عنده اذا ضم احد هذین الطریقین الی نظیره ، وذلک کما فعل الحافظ فی نهایة اجوبته علی الاحادیث المنتقدة علی المشکاة(۳/۰ ۱۷۹)

اما من حسنه لغیره فعلی سبیل التنزل فقط کما تدل علیه عباراتهم، والله تعالیٰ اعلم.

اما من ضعف الحدیث فالترمذی رحمه الله تعالیٰ صدر حکمه علی بعض الطرق التی وقف علیها ، وکانه لم یقف علی کل طرق الحدیث.

ویدل علیه امران:

۱......: انه اخرج فی سننه طریق ابی رافع وهو اضعف من طریق ابن عباس بروایة موسیٰ بن عبدالعزیز.

۲......: انه لم یقع له طریق موسی بن عبدالعزیز الذی صححه او حسنه بعض الحفاظ ، ویدل علی ذلک ان الراوی عن موسی فی اغلب الطرق هو الثقة عبدالرحمن بن بشر بن الحکم، والترمذی لم یخرج له، ولم یرو عنه فی کتبه.

فیکون قول الترمذی لم یصح منه کبیر شیئ(۱/ ۳۴۹ تحفة ط.الهند) هو بالنسبة لما وقف علیه، فیکون قوله معناه لم یصح منه کبیر شیئ فیما وقفت علیه من الطرق، وقال بعض المشتغلین بالحدیث من علماء الهند: معنی قول الترمذی ولایصح منه کبیر شیئ ، انه صح منه بعض شیئ، اهـ.

اما العقیلی فتضعیفه للحدیث ایضا بالنسبة لبعض طرقه، اضف الی هذا انه معروف بتشدده.

اما ابوبکر بن العربی فکان حافظا علی طریقه الفقهاء، وعدم توسعه فی اعتبار وسبر طرق الحدیث اداه الی حکم تراه مخالفا للصواب، رحمه الله تعالیٰ.

والنووی وابن حجر اختلف اجتهادها فی الحدیث، والاولیٰ ان یقال انهما حسنا الحدیث کما حققه العلامة ابوالحسنا اللکنوی فی الآثار المرفوعة(ص ۱۳۹) فارجع الیه فانه مفید.

اما من حکم علی الحدیث بالوضع فقد اخطأ واساء ، ومن ابلغ الردود علیهم ان البخاری قد اخرج نفس سند صلاة التسبیح تماما من طریق ابن عباس فی الادب المفرد فی باب ما یقال عند سماع الرعد، انظر شرح الادب المفرد(۲/۱۸۴)ولم یقل احد: ان البخاری یخرج الموضوع فی مصنفاته (الترجیح لحدیث صلاة التسبیح،لابن ناصر الدین الدمشقی"المتوفیٰ ۸۴۲" ص ۱۱،۱۲، مطبوع: دارالبشائر الاسلامیة، بیروت)

www.idaraghufran.org

دوسری روایت

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے اسی طرح کی حدیث مرسلاً (یعنی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے واسطہ کے بغیر، براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) بھی مروی ہے، جس میں صلاۃُ التسبیح کی اس نماز کے بارے میں یہ اضافہ ہے کہ:

”صَلِّ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِنْ لَيْلٍ شِئْتَ أَوْ مِنْ نَهَارٍ“

ترجمہ: آپ یہ چار رکعات رات میں یا دن میں جب چاہیں پڑھ لیں (شعب الایمان، وشرح السنۃ)

فائدہ: ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اس نماز کا کوئی مخصوص وقت مقرر نہیں، دن، رات میں جب چاہیں پڑھ لینا جائز ہے، لیکن کیونکہ یہ نماز نفل ہے، اس لئے جن اوقات میں نفل نمازوں کا مکروہ ہونا دوسرے دلائل سے ثابت ہے، ان اوقات میں اس نماز کو پڑھنا بھی مکروہ ہوگا، جس کی تفصیل آگے مسائل کے ذکر میں آتی ہے۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی اس مرسل روایت کی سند بھی صحیح ہے۔[1]

---

[1] أخبرنا أبو بكر أحمد بن الحسن الحيرى، حدثنا حاجب بن أحمد الطوسى، حدثنا محمد بن رافع، حدثنا إبراهيم بن الحكم، حدثنى أبى، عن عكرمة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ": يا عباس يا عم رسول الله ألا أهدى لك، ألا أمنحك، ألا أزودك، ألا أهب لك، ألا أعطيك، ألا أحبوك، صل أربع ركعات من ليل شئت أو من نهار، فإذا كبرت فاقرأ ما شئت فإذا فرغت من قراء تك فقل خمس عشرة مرة سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر، ثم اركع فإذا ركعت فقل عشر مرات وأنت راكع، ثم ارفع رأسك فقل عشر مرات قبل أن تخر ساجدا، ثم اسجد فقلها عشر مرات وأنت ساجد، ثم ارفع رأسك فقلها عشر مرات، ثم اسجد الثانية فقلها عشر مرات وأنت ساجد، ثم ارفع رأسك فقلها عشرا قبل أن تقوم، ثم قم فاقرأ كما قرأت، ثم قلها خمس عشرة مرة بعد أن تقرأ، ثم قلها عشرا كما قلت فى الركعة الأولى، ثم الباقى، فإنه يغفر لك ذنبك صغيره وكبيره، وحديثه وقديمه، وعمده، وجهله، وسره وعلانيته، صلها إن استطعت كل يوم مرة، وإلا ففى كل جمعة مرة، وإلا ففى كل شهر مرة، وإلا ففى كل سنة مرة، وإلا ففى عمرك مرة واحدة "هكذا رواه محمد بن رافع مرسلا ورواه إسحاق بن إبراهيم الحنظلى، عن إبراهيم بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

رہا اس حدیث کا مرسل ہونا تو کیونکہ اس کی تائید دیگر مرفوع احادیث سے ہوتی ہے، اس لئے اس کے مرسل ہونے میں کوئی حرج نہیں؛ علاوہ ازیں بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک مرسل حدیث بھی حجت اور معتبر ہوتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحكم، عن أبيه، عن عكرمة، عن ابن عباس، عن النبى صلى الله عليه وسلم(شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ۲۸۱٦، ج۴ص ۴٦۲)

أخبرناه أبو عبد الله الحافظ، حدثنا أبو بكر بن قريش، حدثنا الحسن بن سفيان، حدثنا إسحاق بن إبراهيم . . . . .فذكره . . . . .قال بمثل حديث القنبارى، عن الحكم، وقد رويناه من حديث عبد الرحمن بن بشر، عن موسى بن عبد العزيز القنبارى، عن الحكم بن أبان، عن عكرمة، عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم غير أنه زاد :فى غفران الذنب أوله وآخره، قال البيهقى رحمه الله " :وقد ذكرناه فى كتاب السنن وفى الدعوات، وقد رأيت حديث إسحاق بن إبراهيم فى موضع آخر مرسلا، والمرسل أصح "(شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ۲۸۱۷، ج۴ص ۴٦۲)

أخبرنا أحمد بن عبد الله الصالحى، أنا أبو بكر أحمد بن الحسن الحيرى، أنا حاجب بن أحمد الطوسى، نا محمد بن رافع، أنا إبراهيم بن الحكم بن أبان، حدثنى أبى، عن عكرمة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال " :يا عباس، يا عم رسول الله، ألا أهدى لك، ألا أمنحك، ألا أزودك، ألا أهب لك، ألا أعطيك، ألا أحبوك :صل أربع ركعات من ليل شئت أو نهار، فإذا كبرت فاقرأ ما شئت، وإذا فرغت من قراء تك، فقل خمس عشرة مرة :الحمد لله، وسبحان الله، ولا إله إلا الله، والله أكبر، ثم اركع، فإذا ركعت، قلت، وأنت راكع، عشر مرات :الحمد لله، وسبحان الله، ولا إله إلا الله، والله أكبر، ثم ارفع رأسك، فقل عشر مرات قبل أن تخر ساجدا، ثم اسجد فقلها عشرا وأنت ساجد، ثم ارفع رأسك، فقلها عشرا، ثم اسجد الثانية، فقلها عشرا، وأنت ساجد، ثم ارفع رأسك فقلها عشرا قبل أن تقوم، ثم قم فاقرأ كما قرأت، ثم قلها خمس عشرة مرة بعد أن تقرأ، ثم قلها عشرا عشرا كما قلت فى الركعة الأولى :ثم الباقيتين، فإنه يغفر لك ذنبك صغيره وكبيره، وحديثه وقديمه، وعمده وجهله، وسره وعلانيته كلها، إن استطعت كل يوم مرة، وإلا ففى كل جمعة مرة وإلا ففى كل شهر مرة، وإلا ففى كل سنة مرة، وإلا ففى كل عمرك من الدنيا مرة واحدة ."

ذكر أبو داود السجستانى فى سننه حديث صلاة التسبيح، عن عبد الرحمن بن بشر بن الحكم النيسابورى، عن موسى بن عبد العزيز، عن الحكم بن أبان، عن عكرمة، عن ابن عباس، عن النبى صلى الله عليه وسلم، وقال :سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر.

وقد روى ابن المبارك، وغير واحد من أهل العلم صلاة التسبيح، وذكروا الفضل فيها (شرح السنة للامام البغوى، ج۴ص ۱۵٦ تا۱۵۸ ،بَابُ صَلاةِ التَّسْبِيحِ،رقم الحديث ۱۰۱۸)

[1] قال ابن حجر :والإرسال هنا لا يضر ;لأن المرسل كالضعيف الذى لم يشتد ضعفه يعمل بهما فى الفضائل .اهـ .وهذا فى مذهبه، وإلا فالمرسل حجة عند الجمهور(مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۸۹۹، باب السنن وفضائلها)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تیسری روایت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قَالَ لِیُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِئْتِنِیْ غَدًا أَحْبُوْکَ، وَأُثِيْبُکَ، وَأُعْطِيْکَ حَتّٰی ظَنَنْتُ أَنَّهٗ يُعْطِيْنِیْ عَطِيَّةً، قَالَ: إِذَا زَالَ النَّهَارُ، فَقُمْ فَصَلِّ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ، فَذَكَرَ نَحْوَهٗ، قَالَ: ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَکَ يَعْنِیْ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ، فَاسْتَوِ جَالِسًا، وَلَا تَقُمْ حَتّٰی تُسَبِّحَ عَشْرًا، وَتَحْمَدَ عَشْرًا، وَتُكَبِّرَ عَشْرًا، وَتُهَلِّلَ عَشْرًا، ثُمَّ تَصْنَعَ ذٰلِکَ فِی الْأَرْبَعِ الرَّكَعَاتِ ، قَالَ: فَإِنَّکَ لَوْ كُنْتَ أَعْظَمَ أَهْلِ الْأَرْضِ ذَنْبًا غُفِرَ لَکَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :المرسل حجة عند الجمهور، وكذا إذا اعتضد بشاهد عند الشافعی(مرقاة المفاتيح، ج۳ص۹۴۸، باب الوتر)

قلت :أما المرسل فهو حجة عند الجمهور، وأما كونه ضعيفا لو صح فيصلح أن يكون مؤيدا مع أنه يعمل بالضعيف فی فضائل الأعمال، والجمهور على أنه محمول على الاستحباب بطريق أبلغ (مرقاة المفاتيح ج۳ص ۱۰۹۱ ، باب العتيرة)

فالجمهور يجعلون المرسل حجة، والشافعی لا يجعله حجة، إلا إذا اعتضد، ثم قال النووی: والأصح فيها إنما يعتد بها إذا اعتضدت بإسناد أو إرسال من جهة أخرى، أو يقول بعض الصحابة، أو أكثر العلماء (مرقاة المفاتيح ج۴ص ۱۲۹۲ ، باب مايجب فيه الزكاة)

المرسل إذا اعتضد بضعيف متصل يحصل فيه نوع قوة فيدخل فی جنس الحسن(مرقاة المفاتيح ج۶ص ۲۵۵۹، باب حكم الاسراء)

المرسل حجة عند الجمهور ومعتبر فی فضائل الأعمال عند الكل(مرقاة المفاتيح ج۷ص ۲۷۵۴، باب الاشربة)

قال ابن حجر :رواه الترمذی بسند منقطع ومع ذلک يعمل به فی فضائل الأعمال(مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۸۸۰، باب ما على المأموم من المتابعة وحكم المسبوق)

(وهو) ، أی :الحديث أو إسناده (منقطع) . وهو أن يكون الساقط من الرواة اثنين متواليين، أو سقط واحد فقط، أو أكثر من اثنين، لكن بشرط عدم التوالی، فيتحصل منه أن الحديث ضعيف، لكنه يعتبر قويا فی الفضائل(مرقاة المفاتيح ج۹ص ۳۹۱۹، كتاب المناقب، باب مناقب عثمان رضی الله عنه)

www.idaraghufran.org

بِـذٰلِکَ،قُـلْـتُ:فَإِنْ لَّمْ أَسْتَطِعْ أَنْ أُصَلِّيَهَا تِلْکَ السَّاعَةَ؟ قَالَ صَلِّهَا مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ (سنن أبي داود) ؎

ترجمہ: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ صبح تشریف لائیں، میں آپ کو ہدیہ وعطیہ دوں گا، میرا گمان یہ ہوا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی اہم عطیہ دیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دن میں زوال ہو چکے، تو آپ کھڑے ہوں، اور چار رکعت پڑھیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی (حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی) طرح تذکرہ فرمایا (کہ جب آپ پہلی رکعت کی قرائت سے فارغ ہو جائیں، اور ابھی آپ قیام کی حالت میں ہوں، تو پندرہ مرتبہ ان کلمات کو پڑھیں: "سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ" اور رکوع میں دس مرتبہ پڑھیں، اور رکوع سے کھڑے ہو کر دس مرتبہ پڑھیں، پھر سجدہ میں دس مرتبہ پڑھیں، پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس مرتبہ پڑھیں، پھر دوسرے سجدہ میں دس مرتبہ پڑھیں) پھر آپ دوسرے سجدہ سے اپنا سر اٹھائیں، اور سیدھے بیٹھ جائیں، اور اس وقت تک کھڑے نہ ہوں، جب تک کہ آپ دس مرتبہ تسبیح، تحمید، تکبیر وتہلیل والے یہ کلمات (یعنی "سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ") نہ پڑھ لیں، پھر آپ یہ عمل چاروں رکعات میں کریں۔ اگر آپ کے زمین والوں میں سب سے زیادہ گناہ ہوں گے، تو بھی اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ان کو معاف فرمادیں گے۔

میں نے عرض کیا کہ اگر میں اس وقت میں (یعنی زوال کے بعد) اس نماز کو پڑھنے کی استطاعت نہ رکھوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات اور دن

؎ رقم الحديث ۱۲۹۸، كتاب الصلاة، باب صلاة التسبيح.

قال أبو داود :رواه المستمر بن الريان، عن أبي الجوزاء ، عن عبد الله بن عمرو موقوفا، ورواه روح بن المسيب، وجعفر بن سليمان، عن عمرو بن مالك النكرى، عن أبي الجوزاء ، عن ابن عباس قوله، وقال في حديث روح، فقال حديث عن النبي صلى الله عليه وسلم.

www.idaraghufran.org

میں جب چاہے پڑھ لو(ابوداؤد)

فائدہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حضرت عکرمہ والی گزشتہ حدیث کے مطابق ہے،اور اس کی سند حسن صحیح یا کم از کم حسن درجہ میں داخل ہونے کی وجہ سے معتبر ہے۔ [1]

---

[1] قال الالبانی:

(قلت :إسناده حسن صحيح)إسناده :حدثنا محمد بن سفليان الأُبُلَى :ثنا حبان بن هلال أبو حبيب :ثنامهدى بن ميمون :ثنا عمرو بن مالك عن أبى الجوزاء قال :حدثنى رجل كانت له صحبة.

قال أبو داود" :حبان بن هلال :خال هلال الرأى ."قال أبو داود " :رواه المستمرّ بن الرَّيَّان عن أبى الجوزاء عن عبد الله بن عمرو ...موقوفاً .ورواه رَوْحُ بن المسيَّب وجعفر بن سليمان عن عمرو بن مالك النكْرِيِّ عن أبي الجوزاء عن ابن عباس ...قوله. وقال فى حديث روح :فقال: حديث النبى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قلت :وهذا إسناد حسن إن شاء الله تعالى، رجاله كلهم ثقات معروفون؛ غير عمرو بن مالك -وهو النكْرِيُ-، ذكره ابن حبان فى "الثقات"، وقال: "يعتبر حديثه من غير رواية ابنه عنه، يخطء ويغرب ."وقال الذهبى: "ثقة "وقال الحافظ: "صدوق له أوهام ."ولم يتفرد به، كما يشير إلى ذلك قول المصنف المتقدم ":رواه المستمر بن الريان عن أبى الجوزاء عن عبد الله بن عمرو ...موقوفاً ."قلت :وهذه متابعة قوية؛ فإن المستمر هذا ثقة من رجال مسلم، وهو وإن كان أوقفه؛ فلا يضر؛ لأنه فى حكم الرفوع؛ لان مثله لا يقال من قبل الرأى، لا سيما وقد تابعه أيضا أبو جناب عن أبى الجوزاء ...به مرفوعاً، كما فى "البيهقى " (۵۲/۳)لكن أبو جَنَاب -واسمه يحيى بن أبى حَيَّة -ضعفوه لكثرة تدليسه .وقد وصله الخطيب (ق۲-۱۹۹/۱) من طريق القاسم بن الحكم عنه ...به؛ لكنه أوقفه على ابن عباس، وأدخل بينه وبين أبى الجوزاء :محمد بن جُحَادة. وتابعه يحيى بن عقبة بن أبى العَيْزَارِ عن محمد بن جُحَادة عن أبى الجوزاء قال :قال لى ابن عباس ...به؛ لكنه رفعه . أخرجه الطبرانى فى "الأوسط(۱/۶۴/۱) "وعنه الخطيب. لكن ابن أبى العيزار هذا متهم بالكذب .والحديث أخرجه الخطيب(۲۰۲/۲)والبيهقى كلاهما من طريق المصنف ...به؛ لكنهما لم يذكرا فيه قوله :قال النبى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...لكن كلام المصنف عقب الحديث يشعر بأنه مرفوع عنده؛ لأنه أخذ يبين أن المستمر خالف عمرو بن مالك فأوقفه .والله أعلم(صحيح ابى داوٗد، ج۵ ص۴۳،۴۴،باب صلاة التسبيح)

www.idaraghufran.org

چوتھی روایت

صلاۃُ التسبیح سے متعلق ایک حدیث حضرت عروہ بن رویم نے حضرت انصاری کی سند سے روایت کی ہے، اوراس کوابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ [1]

اور یہ حدیث بھی سند کے لحاظ سے حسن درجہ سے کم نہیں ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا أبو توبة الربيع بن نافع، حدثنا محمد بن مهاجر، عن عروة بن رويم، حدثنى الأنصارى، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لجعفر بهذا الحديث، فذكر نحوهم، قال فى السجدة الثانية من الركعة الأولى، كما قال فى حديث مهدى بن ميمون (سنن ابى داوٗد، رقم الحديث ۱۲۹۹)

[2] قال ابن حجر:

حديث الأنصارى:وأما حديث الأنصارى الذى لم يسم، ففيما قرأت على المسند أبى على المهدوى، أن يوسف بن عمر، أخبرهم، قال :نا الحافظ أبو محمد بن العظيم بن عبد القوى المنذرى، قال :نا عمر بن محمد، أنا أبو البدر الكرخى، أنا الحافظ أبو بكر بن على الخطيب .ح قال شيخنا وأنبأنا عاليا يونس بن إبراهيم مشافهة، عن على بن الحسين كذلك، أنا الفضل بن سهل فى كتابه، عن الخطيب، أنا أبو عمر الهاشمى، أنا أبو عمرو اللؤلؤى، ثنا أبو داود السجستانى، ثنا الربيع بن نافع، ثنا محمد بن مهاجر، عن عروة بن رويم، قال :حدثنى الأنصارى، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال لجعفر بن أبى طالب. . . . ، قال :فذكر حديث مهدى، يعنى الذى أخرجه قبل من رواية أبى الجوزاء ، قال :أخبرنى رجل له صحبة يرون أنه عبد الله بن عمرو، قلت :ذكر المزى فى مبهمات التهذيب الأنصارى، عن النبى صلى الله عليه وسلم، روى عنه عروة بن رويم، قيل :هو جابر بن عبد الله رضى الله عنه، قلت :مستنده أن ابن عساكر أخرج فى ترجمة عروة بن رويم أحاديث، عن جابر وهو أنصارى، فجوز أن يكون الذى ذكر هنا، ولكن تلك الأحاديث من رواية غير محمد بن مهاجر، عن عروة، وقد وجدت فى ترجمة عروة هذا من مسند الشاميين للطبرانى حديثين أخرجهما من طريق أبى توبة وهو الربيع بن نافع شيخ أبى داود فيه بهذا السند بعينه، فقال فيهما :حدثنى أبو كبشة الأنمارى، فلعل الميم كبرت قليلا فأشبهت الصاد، فإن يكن كذلك فصحابى هذا الحديث أبو كبشة.

وعلى التقديرين فسند هذا الحديث لا ينحط عن درجة الحسن، فكيف إذا ضم إلى رواية ابن الجوزاء ، عن عبد الله بن عمرو، التى أخرجها أبو داود، وقد حسنها المنذرى، وقد تقدم ذكر من صحح هذا الحديث من طريق عكرمة، عن ابن عباس.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ بعض حضرات نے اس حدیث کو ''حسن'' سے بھی بڑھ کر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويرد مجموع ذلك على كلام القاضى أبى بكر بن العربى، الذى نقله عنه الشيخ وأقره، ويبطل دعوى ابن الجوزى أن الحديث موضوع، وقول الشيخ :إن ابن الجوزى ذكر طرقه وضعفها، يوهم أنه استوعبها، وليس كذلك، فإنه لم يذكره إلا من ثلاثة طرق :أحدها :عن أبى رافع، وهى التى اقتصر عليها الشيخ، وفيها موسى بن عبيده، وهو ضعيف، كما تقدم، ثانيها :حديث ابن عباس من رواية عكرمة عنه، وأعلها بموسى بن عبد العزيز، ونقل عن العقيلى أنه مجهول، وقد قدمت ذكر من وثقه، ثالثها :حديث العباس، وضعفه بصدقة، وقد قدمت القول فيه، ولم يذكر طريق عبد الله بن عمرو ولا الأنصارى، ومجموع ما ذكره لا يقتضى ضعف الحديث فضلا عن ادعاء بطلانه، وأما قول العقيلى :لا يثبت، فكأنه أراد نفى الصحة فلا ينتفى الحسن أو أراد وصفه لذاته فلا ينتفى بالمجموع، وأما تأويل الشيخ كلام الدارقطنى فلا يتعين أحد الاحتمالين، لكن يترجح جانب التقوية بموافقة من قواه، وقد أطلقت عليه الصحة أو الحسن جماعة من الأئمة منهم :أبو داود كما تقدم فى الكلام على عكرمة، وأبو بكر الآجرى، وأبو بكر الخطيب، وأبو سعيد السمعانى، وأبو موسى المدينى، وأبو الحسن بن المفضل، والمنذرى، وابن الصلاح، أنا مسند الشام شهاب الدين بن المعز، إجازة مكاتبة، عن محمد بن يوسف، عن الإمام تقى الدين بن الصلاح، قال :صلاة التسبيح سنة غير بدعة، وحديثها حسن معمول به، والمنكر لها غير مصيب إلى آخر كلامه فى ذلك، والله المستعان(امالى الاذكار فى فضل صلاة التسبيح ص ۴۲، المجلس الثامن)

[1] قال الالبانى:

(قلت :حديث صحيح). إسناده :حدثنا أبو توبة الربيع بن نافع :ثنا محمد بن مهاجر عن عروة بن رُوَيمٍ.

قلت :وهذا إسناد رجاله ثقات معروفون؛ غير الأنصارى :فإن كان صحابياً فالسند صحيح؛ لأن جهالة الصحابة لا تضر؛ وإلا فهو تابعى مجهول، فيصلح شاهداً لما قبله . وقد ذكر السيوطى فى "اللآلى المصنوعة(۲/۲۳) "عن الحافظ ابن حجر قال ":وقد وجدت فى ترجمة عروة بن رويم من "الشاميين "للطبرانى حديثين أخرجهما من طريق أبى توبة -وهو الربيع بن نافع -شيخ أبى داود فيه بهذا السندبعينه، فقال فيهما : حدثنى أبو كبشة الأنمارى .فلعل الميم كُبرَتْ قليلاً، فأشبهت الصاد !فإن يكن كذلك؛ فصحابى هذا الحديث أبو كبشة .وعلى التقديرين؛فسند هذا الحديث لا ينحط عن درجة الحسن، فكيف إذا ضم إلى رواية أبى الجوزاء عن عبد الله بن عمرو، التى أخرجها أبو داود، وقد حسنها المنذرى .وممن صحح هذا الحديث أو حسنه غير من تقدم :ابن منده ." ...والحديث أخرجه البيهقى(۳/۵۲)والخطيب(۲-۱/۲۰۳)من طريق المصنف.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

پانچویں روایت

حضرت عکرمہ کی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ والی گزشتہ حدیث کی طرح کی حدیث حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، جس کو عبدالرزاق وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وبالجملة؛ فالحديث بهذه الطرق والشواهد صحيح، لا يشک فی ذلک من كان عنده معرفة بطريقة نقد الأسانيد، والجرح والتعدبل، ووقف عليها؛ فضلأعن غيرها مما لم يخرجه المصنف رحمه الله تعالى؛ فإنه يقطع بما ذكرنا من صحَّته.ولذلک نقم العلماء على ابن الجوزى إيراده إياه فى "الموضوعات "، كما تراه مبسوطاً فى "اللآلىء(۲/۲۴-۲۰) "للسيوطى و "الآثار المرفوعة فى الأخبار الموضوعة "لأبى الحسنات اللكنوى، وقد أطال فيه النفس جداً فى تتبع طرق الحديث وكلام العلماء فيها؛ بما لا تراه فى غيره (۳۷۴ ـــ ۳۵۳)وفى القدر الذى ذكرنا مَقْنع للمصنف!(صحيح ابى داوٗد ، ج۵ص ۴۴،۴۵، باب صلاة التسبيح)

[۱] عبد الرزاق عن داود بن قيس عن إسماعيل بن رافع عن جعفر بن أبى طالب أن النبى صلى الله عليه و سلم قال له ألا أهب لک ألا أمنحک ألا أحذوک ألا أوثرک ألا ألا حتى ظننت أنه سيقطع لى ماء البحرين قال تصلى أربع ركعات تقرأ أم القرآن فى كل ركعة وسورة ثم تقول الحمد لله وسبحان الله والله أكبر ولا إله إلا الله فعدها واحدة حتى تعد خمس عشرة مرة ثم تركع فتقولها عشرا وأنت راكع ثم ترفع فتقولها عشرا وأنت رافع ثم تسجد فتقولها عشرا وأنت ساجد ثم ترفع فتقولها عشرا وأنت جالس ثم تسجد فتقولها عشرا وأنت ساجد ثم ترفع فتقولها عشرا وأنت جالس فتلک خمس وسبعون وفى الثلاث الأواخر كذلک فذلک ثلاث مائة مجموعة وإذا فرقتها كانت ألفا ومائتين وكان يستحب أن يقرأ السورة التى بعد أم القرآن عشرين آية فصاعدا تصنعهن فى يومک أو ليلتک أو جمعتک أو فى شهر أو فى سنة أو فى عمرک فلو كانت ذنوبک عدد نجوم السماء أو عدد القطر أو عدد رمل عالج أو عدد أيام الدهر لغفرها الله لک (مصنف عبد الرزاق،رقم الحديث ۵۰۰۴،كتاب الصلاة، باب الصلاة التى تكفر)

أخبرنى أبو أحمد، عبد الوهاب بن الحسن الحربى، أخبرنا أبو عبد الله، الحسين بن أحمد بن محمد، الهروى، حدثنا عبد الرحمن بن محمد بن إدريس، الحنظلى، الرازى، حدثنا أبى، حدثنى أبو غسان، معاوية بن عبد الله الليثى، بمدينة الرسول صلى الله عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس کی سند میں فی نفسہٖ ضعف کا امکان ہے۔ ؎1

جو دوسری احادیث وروایات کے ہوتے ہوئے نقصان دہ نہیں۔

چھٹی روایت

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی صلاۃ التسبیح سے متعلق حدیث، حضرت عبداللہ بن فیروز دیلمی رحمہ اللہ، جو کہ صحابیٔ رسول حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، کی سند سے بھی مروی ہے، جس کو خطیب بغدادی وغیرہ نے اپنی کتاب ''صلاۃ التسبیح'' میں روایت کیا ہے۔ ؎2

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾وسلم، قال :حدثنا عبد الله بن نافع، عن عبد الله بن عمر بن حفص بن عاصم، عن نافع .عن عبد الله بن جعفر بن أبي طالب، عن أبيه جعفر بن أبي طالب:أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لجعفر بن أبي طالب :(ألا أهب لک، ألا أنحلک؟) . فقال جعفر :بل يا رسول الله !قال:(تصلى أربع ركعات، تقرأ بأم القرآن وسورة، ثم تقول بعد ذلک :(سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر) خمس عشرة مرة......فذكر الحديث؛ يعنى :في صلاة التسبيح(ذكر صلاة التسبيح والأحاديث التى رويت عن النبى صلى الله عليه وسلم فيها واختلاف ألفاظ الناقلين لها،للخطيب البغدادى، ذكر الرواية عن جعفر بن أبى طالب رضى الله عنه ذلک عن النبى صلى الله عليه وسلم)

؎1 قال ابن حجر:

حديث جعفر بن أبي طالب:وأما حديث جعفر بن أبى طالب، فأخرجه الدارقطنى من رواية عبد الملک بن هارون بن عنترة، عن أبيه، عن جده، عن على، عن جعفر رضى الله عنهما، قال :قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم . . . .، فذكر الحديث نحو ما تقدم، وله طرق أخرى تقدمت فى الكلام على حديث الفضل بن العباس .

حديث عبد الله بن جعفر:وأما حديث عبد الله بن جعفر، فأخرجه الدارقطنى من وجهين، عن عبد الله بن زياد بن سمعان، قال فى أحدهما :عن معاوية، وإسماعيل ابنى عبد الله بن جعفر، وقال فى الأخرى :وعون بدل إسماعيل، عن أبيهما رضى الله عنه، قال :قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم :ألا أعطيک؟ ، إلى أن، قال :فظننت أنه غنى الدهر، وزاد فى الذكر :ولا حول ولا قوة إلا بالله ، وسائر نحو ما تقدم، وابن سمعان ضعيف(امالى الاذكار فى فضل صلاة التسبيح،۳۷،۳۸)

؎2 أخبرنا :أبو الحسن، محمد بن أحمد بن محمد بن أحمد بن رزق، البزاز، وأبو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور یہ حدیث بھی اگرچہ فی نفسہٖ سند کے اعتبار سے ضعیف ہو، مگر حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ والی گزشتہ حدیث کے مطابق ہے، جس سے اس کی تائید ہوتی ہے، اس لئے بعض حضرات نے بطورِ تائید اس حدیث کو بھی قبول کیا ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحسن، علی بن أحمد بن محمد بن داود، الرزاز، وأبو الحسن، محمد بن أسد بن علی، الکاتب -قال ابن رزق :حدثنا، وقال - :أخبرنا أحمد بن سلمان، الفقیه، حدثنا محمد بن الهیثم بن حماد -زاد الرزاز وابن أسد :(أبو الأحوص، القاضی) ، ثم اتفقوا- قال :حدثنا أحمد بن أبی شعیب الحرانی -زاد الرزاز وابن أسد :(أبو الحسن) ، ثم اتفقوا -قال :حدثنا موسی بن أعین، عن أبی رجاء ، عن صدقة، عن عروة بن رویم عن ابن الدیلمی، عن العباس بن عبد المطلب، قال :قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم :(ألا أهب لک، ألا أفیدک، ألا أعطیک، ألا أمنحک؟)قال :فظننت أنه سیعطینی من الدنیا شیئاً لم یعطه أحداً قبلی !قال(أربع رکعات إذا قلت فیهن ما أعلمک غفر لک :تبدأ فتکبر، ثم تقرأ بفاتحة الکتاب وسورة، ثم تقول :(سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أکبر) خمس عشرة مرة فإذا رکعت قلت مثل ذلک عشر مرات، فإذا رفعت -وقال الرزاز وابن أسد :فإذا قلت :(سمع الله لمن حمده) ، ثم اتفقوا -قلت مثل ذلک عشر مرات، فإذا سجدت قلت مثل ذلک عشر مرات، فإذا رفعت رأسک، قلت مثل ذلک عشر مرات بین السجدتین، فإذا سجدت قلت مثل ذلک عشر مرات، فإذا رفعت رأسک من السجود قلت مثل ذلک عشر مرات قبل أن تقوم .ثم افعل -وقال الرزاز وابن أسد :ثم تفعل -فی الرکعة الثانیة مثل ذلک، غیر أنک إذا جلست للتشهد، قلت ذلک عشر مرات قبل التشهد، ثم افعل -وقال الرزاز: تفعل -فی الرکعتین الباقیتین مثل ذلک .فإن استطعت أن تفعل ذلک فی کل یوم، وإلا ففی کل جمعة، وإلا ففی کل شهر، وإلا ففی کل شهرین، وإلا ففی کل ستة أشهر، وإلا ففی کل سنة(ذکر صلاة التسبیح والأحادیث التی رویت عن النبی صلی الله علیه وسلم فیها واختلاف ألفاظ الناقلین لها، ج ۱ ،۵۰، للخطیب البغدادی، ذکر الروایة عن العباس بن عبد المطلب رضی الله عنه ذلک عن النبی صلی الله علیه وسلم)

۲؎ قال ابن حجر:

هذا حدیث غریب، أخرجه ابن شاهین، عن أبی حامد محمد بن هارون الحضرمی، عن سلیمان، فوقع لنا بدلا عالیا، وأخرجه أیضا، عن محمد بن هارون، وأبی محمد بن صاعد، وأخرجه الدارقطنی، عن أبی عمرو بن السمان ثلاثتهم، عن أبی الأحوص محمد بن الهیثم، عن أحمد بن شعیب، عن موسی بن أعین، ورجاله ثقات، إلا صدقة وهو الدمشقی، کما نسب فی روایتنا، وکذا فی روایة ابن شاهین، ووقع فی روایة الدارقطنی غیر منسوب، وقال :صدقة هذا هو ابن یزید الخراسانی، ونقل کلام الأئمة فیه، ووهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ساتویں روایت

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعُ رَكْعَاتٍ إِذَا فَعَلْتَهُنَّ فِيْ سَنَةٍ، أَوْ فِيْ شَهْرٍ، مَرَّةً، اِسْتَفْتِحِ الْحَمْدُ وَسُوْرَةً - مَا شِئْتَ - ثُمَّ تَقُوْلُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ خَمْسَ عَشَرَةَ مَرَّةً، ثُمَّ تَضَعُ يَدَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ، فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَنْتَصِبُ، فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَسْجُدُ، فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ، فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَسْجُدُ، فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ، فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی ذلک والدمشقی هو ابن عبد الله ويعرف بالسمين، ضعيف من قبل حفظه، ووثقه جماعة، فيصلح للمتابعات، بخلاف الخراسانی، فإنه متروک عند الأكثر، وأبو رجاء الذی فی السند اسمه :عبد الله بن محرز الجزری، وابن الديلمی اسمه :عبد الله بن فيروز(امالی الاذکار فی فضل صلاة التسبيح ص ۳۱)

وقال الذهبی:

صدقة بن يزيد الخراسانی ثم الدمشقی.نزيل بيت المقدس.حدث عن :قتادة، ويحيى بن أبی كثير، وحماد بن أبی سليمان، والعلاء بن عبد الرحمن الحرقی، وأحوص بن حكيم، وبنت واثلة بن الأسقع، وطائفة .حدث عنه :الوليد بن مسلم، وضمرة، وابن شابور، ورواد بن الجراح، وآخرون .وثقه :أبو زرعة النصری . وقال أبو حاتم : صالح .وقال الفسوی :حسن الحديث.وقال عباس :سمعت يحيى يقول :صدقة بن يزيد الدمشقی صالح الحديث .وقال أحمد بن حنبل، والنسائی، وغيرهما : ضعيف.وقال ابن عدی :هو إلى الضعف أقرب منه إلى الصدق.قلت :لعله أضعف من السمين، ولا شیء له فی الكتب، ومن أنكر ما رأيت له فی ترجمته فی (تاريخ دمشق) داود بن رشيد :حدثنا الوليد بن مسلم، عن صدقة بن يزيد، عن يحيى بن أبی كثير، عن أبی سلمة، عن أبی هريرة، قال:تراء وا الهلال، فقالوا :ما أحسن !ما أبينه ! فقال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-(كيف أنتم إذا كنتم من دينكم فی مثل القمر ليلة البدر، لا يبصره منكم إلا البصير)توفی هذا :سنة نيف وخمسين ومائة(سير اعلام النبلاء ج۷ص۵۷،۵۸)

ثُمَّ تَفْعَلُ فِيهِنَّ مَا فَعَلْتَ فِي الْأُولٰى، وَلَا تُسَلِّمُ إِلَّا فِيْ آخِرِهِنَّ، فَذٰلِكَ أَلْفٌ وَمِئَتَانِ، فَإِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ وَكَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ رَمَلِ عَالِجٍ، وَعَدَدِ الْقَطْرِ، وَنُجُوْمِ السَّمَاءِ، غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ (ذكر صلاة التسبيح والأحاديث التي رويت عن النبي صلى الله عليه وسلم فيها واختلاف ألفاظ الناقلين لها، ج ١، ٥٠،ذكر الرواية عن الفضل بن العباس بن عبد المطلب رضي الله عنهما ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم، للخطيب البغدادي)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار رکعتیں ہیں، آپ سال میں یا مہینے میں ایک مرتبہ ان کو پڑھ لیں۔

(پہلی رکعت کے) شروع میں آپ الحمد اور جونسی چاہیں سورت پڑھیں، پھر آپ پندرہ مرتبہ یہ کلمات پڑھیں:

”سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ“

پھر آپ اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھیں (یعنی رکوع کریں) اور دس مرتبہ ان کلمات کو پڑھیں، پھر آپ (رکوع سے اٹھ کر) سیدھے کھڑے ہوجائیں، پھر دس مرتبہ ان کلمات کو پڑھیں، پھر آپ سجدہ کریں، پھر (سجدہ میں) دس مرتبہ ان کلمات کو پڑھیں، پھر آپ (سجدہ سے) اٹھیں، پھر دس مرتبہ ان کلمات کو پڑھیں، پھر آپ (دوسرا) سجدہ کریں، پھر (دوسرے سجدہ میں) دس مرتبہ ان کلمات کو پڑھیں، پھر آپ (دوسرے سجدہ سے) اٹھیں، پھر دس مرتبہ ان کلمات کو پڑھیں، پھر آپ باقی ماندہ رکعتوں میں اسی طرح کریں، جس طرح پہلی رکعت میں کیا، اوران کے آخر میں ہی (یعنی چوتھی رکعت پر) سلام پھیریں، تو یہ بارہ سو کلمات ہوجائیں گے (یعنی چاروں رکعتوں میں تین سو مرتبہ تو مجموعی طور پر یہ چاروں کلمات، اوران چاروں کلمات میں سے ہر ایک کے تین سو کا عدد ملا کر مجموعی طور پر

بارہ سومرتبہ کی تعداد بن جائے گی) جب آپ یہ عمل کرلیں گے،تو آپ کے اوپر ریت کے ذروں، اورقطروں کی تعداد، اورآسمان کے ستاروں کے برابر گناہ ہونگے،تو اللہ تعالیٰ آپ کے ان گناہوں کو معاف فرمادیں گے(خطیب بغدادی)

اس حدیث کی سند پر بھی محدثین کو کلام ہے،لیکن حضرت عکرمہ کی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ والی گزشتہ حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ [۱]

---

[۱] قال ابن حجر:
وأما حديث الفضل بن العباس فذكره أبو نعيم في كتاب القربان، من رواية موسى بن إسماعيل، عن عبد الحميد بن عبد الرحمن الطائي، عن أبيه، عن أبي رافع، عن الفضل بن العباس رضي الله عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم، أنه قال له :أربع ركعات إذا فعلتهن. . . ، فذكر نحو حديث أبي رافع المبتدأ بذكره أول كتابنا، والطائي المذكور لا أعرفه ولا أباه، وأظن أن أبا رافع شيخ الطائي ليس أبا رافع الصحابي، بل هو إسماعيل بن رافع أحد الضعفاء فيما أظن، فقد أخرجه سعيد بن منصور في السنن، والخطيب في كتاب صلاة التسبيح من رواية يزيد بن هارون، كلاهما، عن أبي معشر نجيح بن عبد الرحمن، عن أبي رافع إسماعيل بن رافع الأنصاري، قال :بلغني أن النبي صلى الله عليه وسلم، قال لجعفر بن أبي طالب. . . . . .، وفي رواية يزيد، عن أبي معشر، عن إسماعيل بن رافع، أن النبي صلى الله عليه وسلم، وأخرجه عبد الرزاق، عن داود بن قيس، عن إسماعيل بن رافع، عن جعفر بن أبي طالب، أن النبي صلى الله عليه وسلم، قال له :ألا أحبوك؟ . . . ، فذكر الحديث بطوله، وقال فيه بعد قوله :ففي كل شهر ، فإن لم تستطع ففي كل ستة أشهر "، وقال فيه عند ذكر الذنوب :ولو كانت مثل عدد أيام الدنيا ، وفي آخره :أو فررت من الزحف، غفر لك بذلك ، هذا لفظ سعيد بن منصور، وأبو معشر ضعيف، وكذا شيخه أبو رافع، وقد اضطرب فيه(امالي الاذكار في فضل صلاة التسبيح،ص ۲۹، الطريق الثاني)

إسماعيل بن رافع (ت، ق) مدني معروف.نزل البصرة، وحدث عن المقبري والقرظي.

وعنه وكيع ومكي وطائفة.ضعفه أحمد ويحيى وجماعة.وقال الدارقطني وغيره : متروك الحديث.وقال ابن عدى :أحاديثه كلها مما فيه نظر.حدثنا الحسين بن عبدالله القطان، حدثنا هشام بن عمار، حدثنا الوليد بن مسلم، عن إسماعيل بن رافع، عن المقبري، عن أبي هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :خلق الله آدم من تراب الجابية وعجنه بماء الجنة.ومن تلبيس الترمذي قال :ضعفه بعض أهل العلم.قال: وسمعت محمدا -يعني البخاري -يقول :هو ثقة مقارب الحديث(ميزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۲۷،رقم الترجمة ۸۷۲) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

آٹھویں روایت

صلاۃ التسبیح سے متعلق ایک حدیث حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، جس کو امام ترمذی، ابنِ ماجہ، طبرانی اور بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ [1]

حضرت ابورافع کی اس حدیث کو بعض محدثین نے سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے، اور بعض نے دوسری احادیث کے پیشِ نظر اس حدیث کو بطورِ تائید قبول کیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ إسماعيل ابن رافع ابن عويمر الأنصارى المدنى (القاص) نزيل البصرة يكنى أبا رافع ضعيف الحفظ من السابعة مات فى حدود الخمسين بخ ت ق (تقريب التهذيب ج ا ص ۱۰۷)

[1] حدثنا موسى بن عبد الرحمن أبو عيسى المسروقى قال: حدثنا زيد بن الحباب قال: حدثنا موسى بن عبيدة قال: حدثنى سعيد بن أبى سعيد، مولى أبى بكر بن عمرو بن حزم، عن أبى رافع، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للعباس: يا عم ألا أحبوك، ألا أنفعك، ألا أصلك قال: بلى، يا رسول الله، قال " :فصل أربع ركعات تقرأ فى كل ركعة بفاتحة الكتاب وسورة، فإذا انقضت القراء ة فقل: سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر خمس عشرة مرة قبل أن تركع، ثم اركع فقلها عشرا، ثم ارفع رأسك فقلها عشرا، ثم اسجد فقلها عشرا، ثم ارفع رأسك فقلها عشرا، ثم اسجد فقلها عشرا، ثم ارفع رأسك فقلها عشرا قبل أن تقوم، فتلك خمس وسبعون فى كل ركعة، وهى ثلاثمائة فى أربع ركعات، فلو كانت ذنوبك مثل رمل عالج غفرها الله لك "قال: يا رسول الله ومن لم يستطع يقولها فى يوم؟ قال قلها فى جمعة، فإن لم تستطع فقلها فى شهر حتى قال: فقلها فى سنة (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۳۸۶، واللفظ لهٗ، سنن ترمذى، رقم الحديث ۴۸۲، المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۹۸۷، شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ۶۰۲، السنن الصغرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ۸۶۲)

[2] قال الترمذى: هذا حديث غريب من حديث أبى رافع.

وقال ابن حجر:

هذا حديث غريب، أخرجه الترمذى، عن أبى كريب، وابن ماجه، عن موسى بن عبد الرحمن المسروقى: كلاهما، عن زيد بن الحباب، فوقع لنا موافقة فى شيخ شيخيهما، وموسى بن عبيدة هو الربذى بفتح الراء والموحدة، والذال المعجمة ضعيف جدا، تركه أحمد وغيره، ولكن للحديث طرق أخرى يأتى بيانها إن شاء الله تعالى (امالى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لہٰذا اس حدیث کو بھی سند کے اعتبار سے بالکل ناکارہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

نویں روایت

صلاۃ التسبیح سے متعلق ایک حدیث حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، جس میں تسبیح کے کلمات میں ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کا اضافہ ہے، جس کو امام حاکم اور بیہقی وغیرہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الاذکار فی فضل صلاۃ التسبیح لابن حجر، ص ٦، المجلس الاول)

وقال ایضاً:

موسی ابن عبیدۃ بضم أولہ ابن نشیط بفتح النون وکسر المعجمۃ بعدھا تحتانیۃ ساکنۃ ثم مھملۃ الربذی بفتح الراء والموحدۃ ثم معجمۃ أبو عبد العزیز المدنی ضعیف ولا سیما فی عبد اللہ ابن دینار وکان عابدا من صغار السادسۃ مات سنۃ ثلاث وخمسین ت ق(تقریب التھذیب ج ا ص ۵۵۲)

وقال ایضاً:

وقال أبو الفضل العباس بن محمد الدوری" :سئل أحمد بن حنبل وھو علی باب النضر بن ھاشم بن القاسم فقیل لہ :یا أبا عبد اللہ !ما تقول فی موسی بن عبیدۃ ومحمد بن إسحاق؟ فقال" :أما موسی بن عبیدۃ فلم یکن بہ بأس، ولکن حدث بأحادیث مناکیر عن عبد اللہ بن دینار(النکت علی ابن الصلاح ، ج ۲ ص ۸۸۸، النوع الثانی والعشرون)

وقال السندی:

ثم الحدیث قد تکلم فیہ الحفاظ والصحیح أنہ حدیث ثابت ینبغی للناس العمل بہ وقد بسط الناس فی ذلک وذکرت أنا طرفا منہ فی حاشیۃ أبی داود وحاشیۃ الأذکار للنووی(حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ، ج ا ص ۴۲۰، باب ماجاء فی صلاۃ التسبیح)

قال السیوطی فی قوت المغتذی:بالغ ابن الجوزی، فأورد ھذا الحدیث فی الموضوعات، وأعلہ بموسی بن عبیدۃ الربذی، ولیس کما قال، فإن الحدیث وإن کان ضعیفاً، لم ینتہ إلی درجۃ الوضع .وموسی ضعفوہ، وقال فیہ ابن سعد :ثقۃ ولیس بحجۃ. وقال یعقوب بن شیبۃ :صدوق ضعیف الحدیث جداً .وشیخہ سعید بن أبی سعید لہ عند المصنف أی الترمذی إلا ھذا الحدیث، وقد ذکرہ ابن حبان فی الثقات .وقال الذھبی فی المیزان :ما روی عنہ إلا موسی بن عبیدۃ -انتھی ما فی قوت المغتذی .ونقل السیوطی فی التعقبات عن الحافظ أنہ قال :وقول ابن الجوزی :إن موسی بن عبیدۃ علۃ الحدیث، مردود، فإنہ لیس بکذاب مع مالہ من الشواھد فذکرھا(مرعاۃ المفاتیح، ج ۴ ص ۳۷۵، باب صلاۃ التسبیح)

نے روایت کیا ہے۔ [1]

اگرچہ اس حدیث کو بعض نے صحیح قرار دیا ہے، مگر کئی دیگر محدثین نے اس کو شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] حدثناه أبو علی الحسین بن علی الحافظ إملاء من أصل کتابه، ثنا أحمد بن داود بن عبد الغفار بمصر، ثنا إسحاق بن کامل، ثنا إدریس بن یحیی، عن حیوة بن شریح، عن یزید بن أبی حبیب، عن نافع، عن ابن عمر، قال :وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم جعفر بن أبی طالب إلی بلاد الحبشة، فلما قدم اعتنقه وقبل بین عینیه، ثم قال :ألا أهب لک، ألا أبشرک، ألا أمنحک، ألا أتحفک؟ قال :نعم، یا رسول الله .قال ": تصلی أربع رکعات تقرأ فی کل رکعة بالحمد وسورة، ثم تقول بعد القراء ة وأنت قائم قبل الرکوع :سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أکبر، ولا حول ولا قوة إلا بالله خمس عشرة مرة، ثم ترکع فتقولهن عشرا تمام هذه الرکعة قبل أن تبتدء بالرکعة الثانیة، تفعل فی الثلاث رکعات کما وصفت لک حتی تتم أربع رکعات(المستدرک علی الصحیحین،رقم الحدیث ۱۱۹۶، واللفظ لهٗ، الدعوات الکبیر للبیهقی، رقم الحدیث ۴۴۵)

[2] قال البیهقی:

أحمد بن داود المصری ضعیف(الدعوات الکبیر للبیهقی،حواله بالا)

وقال الحاکم:

هذا إسناد صحیح لا غبار علیه، ومما یستدل به علی صحة هذا الحدیث استعمال الأئمة من أتباع التابعین إلی عصرنا هذا إیاه ومواظبتهم علیه وتعلیمهن الناس، منهم عبد الله بن المبارک رحمة الله علیه(مستدرک حاکم،حواله بالا)

وقال ابن حجر:

وتعقبه شیخنا، لأنه ضعیف الإسناد جدا لا نور علیه، وکذا تعقبه الذهبی فی تلخیصه، وقالا :إن فی سنده أحمد بن داود بن عبد الغفار الحرانی، ثم المصری، کذبه الدارقطنی، قلت :ولحدیث ابن عمر طریق آخر تقدمت الإشارة إلیها قریبا، وتأتی له طرق أخری فی الکلام علی هذه الصلاة، وأخری رابعة أخرجها الطیبی من وجه آخر، عن أبی الجوزاء ، والله المستعان(امالی الاذکار فی فضل صلاة التسبیح،ص ۲۹)

وقال المنذری:

قال المملی رضی الله عنه وشیخه أحمد بن داود بن عبد الغفار أبو صالح الحرانی ثم المصری تکلم فیه غیر واحد من الأئمة وکذبه الدارقطنی (الترغیب والترهیب ج ا ص ۲۶۹)

دسویں روایت

صلاۃ التسبیح سے متعلق ایک حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی سند سے بھی مروی ہے، جس کو خطیب بغدادی نے اپنی کتاب ’’صلاۃ التسبیح‘‘ میں روایت کیا ہے۔ ؎1

مگر اس حدیث کی سند بھی شدید ضعیف معلوم ہوتی ہے۔ ؎2

؎1 أخبرنا محمد بن أحمد بن رزق، حدثنا أبو الحسين، عبد الصمد بن على بن محمد بن الطستى، حدثنا موسى بن إسحاق بن موسى، الأنصارى، حدثنا أبو إبراهيم الترجمانى، إسماعيل بن إبراهيم بن بسام، حدثنا عمرو بن جميع، عن عمرو بن قيس عن سعيد بن جبير، عن أم سلمة، قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فى يومى وليلتى، حتى إذا كان فى الهاجرة، جاء ه إنسان فدق الباب .فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من هذا؟ فقالوا :العباس بن عبد المطلب .قال:الله أكبر !لأمرٍ ما جاء ؛ فأدخلوه .فلما دخل، قال :يا عباس !يا عم النبى !ما جاء بک فى الهاجرة؟ . فقال :يا رسول الله !بأبى أنت وأمى !ذكرت ما كان منى فى الجاهلية، فعرفت أنه لن يغنى عنى بعد الله غيرک .فقال:الحمد لله الذى ألقى ذلک فى قلبک.!

يا عباس !يا عم النبى !أما إنه، لا أقول لک بعد الفجر حتى تطلع الشمس، ولا بعد العصر حتى تغرب الشمس، صل أربع ركعات، اقرأ فيهن بأربع سور من طوال المفصل، فإذا قرأت الحمد وسورة، فقل (سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر) ، هذه واحدة، قلها خمس عشرة مرة.

فإذا ركعت، فقلها عشراً، فإذا رفعت رأسک من الركوع، فقلها عشراً، فإذا سجدت، فقلها عشراً، فإذا رفعت رأسک من السجود، فقلها عشراً، فإذا سجدت الثانية، فقلها عشراً، فإذا رفعت رأسک قبل أن تقوم، فقلها عشراً.

والذى نفس محمد بيده !لو كانت ذنوبک :عدد نجوم السماء، وعدد قطر المطر، وعدد أيام الدنيا، وعدد الحصى، وعدد الشجر والمدر والثرى، لغفرها الله لک قال: يا رسول الله !بأمى أنت وأمى ومن يطيق ذلک؟ !قال:قلها فى كل يوم مرة . قال :ومن يطيق ذلک؟ !قال) :(فقلها فى كل جمعة مرة . قال :ومن يطيق ذلک؟ !قال:فقلها فى كل شهر مرة . قال :ومن يطيق ذلک؟ !قال:فقلها فى كل سنةٍ مرة .قال :ومن يطيق ذلک؟ !قال:فقلها فى عمرک كله مرة(صلاة التسبيح للخطيب ص۹۵،ذكر الرواية عن أم المؤمنين أم سلمة بنت أبى أمية رضى الله عنها ذلک عن النبى صلى الله عليه وسلم)

؎2 قال ابن حجر:

هذا حديث غريب، وعمرو بن جامع ضعيف، وفى إدراک سعيد أم سلمة نظر، والله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

گیارہویں روایت

صلاۃ التسبیح سے متعلق ایک حدیث حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے،اوراس کی سند پر بھی محدثین نے کلام کیا ہے۔ ١

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أعلم(امالی الاذکار فی فضل صلاۃ التسبیح،ص۴۰،حدیث اِم سلمة)

وقال ابن ابی حاتم:

عمرو بن جميع البصرى قاضى حلوان روى عنه الكوفيون سمعت ابى يقول ذلك، قال أبو محمد روى عن الاعمش والليث (بن ابى سليم قرأ الدورى عن يحيى بن معين قال عمرو بن جميع الذى روى عن الاعمش والليث) كان كذابا، نا عبد الرحمن قال سمعت ابى يقول عمرو بن جميع ضعيف الحديث(الجرح والتعديل لابنِ ابی حاتم، تحت رقم الترجمة ۱۲۴۵،ج۶ص۲۲۴)

وقال الذهبی:

(عمرو بن جميع، أبو المنذر) قاضى حلوان .عن :ليث بن أبى سليم، والأعمش، وجويبر، وابن جريج .وعنه :الحكم بن سليمان، وشريح بن يونس، والربيع بن ثعلب، وأبو إبراهيم الترجمانى، وآخرون.متفق على تركه .قال يحيى بن معين :كان كذاباً خبيثاً .وقال ابن عدى :يتهم بوضع الحديث(تاریخ الاسلام للامام الذھبی، ج۱۲ص۳۱۶،۳۱۷)

١ قال ابن حجر:

الطريق الأول:وأما حديث على ابن أبى طالب، فأخرجه الدارقطنى من طريق عمر مولى غفرة بضم المعجمة وسكون الفاء ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلى ابن أبى طالب رضى الله عنه :يا على !ألا أهدى لک؟ . . . ، وذكر الحديث، وفيه :حتى ظننت أنه يعطينى جبال تهامة ذهبا، قال " :إذا قمت إلى الصلاة، فقل :الله أكبر، والحمد لله، وسبحان الله، ولا إله إلا الله، خمس عشرة مرة" . . .، فذكر الحديث، وهذا يوافق ما نقل عن ابن المبارک من تقدم الذكر على القراء ة، وسأذكر من جاء عنه نحو ذلک، وسند الحديث المذكور فيه ضعف وانقطاع.

الطريق الثانی:ولعلى حديث آخر أخرجه الواحدى فى كتاب الدعوات، من طريق أبى على بن الأشعث، عن موسى بن جعفر بن إسماعيل بن موسى بن جعفر الصادق، عن إمامة نسقا إلى على، وهذا السند أورد به أبو على المذكور كتابا رتبه على الأبواب، كله بهذا السند، وقد طعنوا فيه وفى نسخته، والله أعلم (امالی الاذکار فی فضل صلاۃ التسبیح، ص۳۳،۳۴،حدیث علی بن ابی طالب)

www.idaraghufran.org

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ صلاۃ التسبیح کے بارے میں منقول احادیث وروایات کئی سندوں سے مروی ہیں، اوران میں سے بعض سندیں اگرچہ ضعیف یا شدید ضعیف ہیں، لیکن بعض سندیں صحیح یا حسن درجے میں داخل ہیں، جن کے ساتھ بعض دیگر ضعیف احادیث بھی مل کر قوت حاصل کر لیتی ہیں۔

جن کے پیشِ نظر بہت سے محدثین حضرات وفقہائے کرام نے صلاۃ التسبیح کو مستحب قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] قال البيهقى: كان عبد الله بن المبارك يصليها،وتداولها الصالحون بعضهم عن بعض،وفى ذلک تقوية للحديث المرفوع،واقدم من روى عنه فعلهاابو الجوزاء اوس بن عبد الله البصرى من ثقات التابعين،اخرجه الدارقطنى عنه بسند حسن عنه ،فكان يصليهابالظهر بين الاذان والاقامة،وقال عبد العزيز بن ابى داوٗد،وهو من اقدم ابن المبارک:من اراد الجنة فعليه بصلاة التسبيح،وقال ابو عثمان الحيرى الزاهد:ما رايت للشدائدوالغموم مثل صلاة التسبيح.

ونص على استحبابهامن الشافعية ابو حامد والمحاملى والجوينى وابنه امام الحرمين والغزالى والقاضى حسين والبغوى والمستولى وزاهر بن احمد السرخسى والرؤيانى وغيرهم،ومن الحنفية صاحب"القنية"وصاحب "الحاوى القدسى"وصاحب "الحلية"وصاحب"البحر"وغيرهم،وللعلامة ابن طولون الدنشقى فيها رسالة سماها"الترشيح فى صلاة التسبيح"وقد قال بعض المحققين بعظيم فضلها:لايتركهاالا متهاون بالدين .حكاه ابن عابدين .وقال ابوعبدالله الحاكم فى "المستدرک"(۱.۹۱۳)بعد رواية حديث ابن عمر فى صلاة التسبيح : ومما يستدل به لصحة هذا الحديث استعمال الائمة من اتباع التابعين الى عصر نا هذا اياه ومواظبتهم عليه وتعليمهن الناس ، منهم عبدالله ابن المبارک رحمة الله عليه اهـ .

وممن الف فيه من المحدثين : الحافظ ابوعبدالله ابن منده الاصبهانى والحافظ ابومر المدينى والخطيب البغدادى كل افردها بجزء مفرد وصحح حديث ابن عباس فيها كماياتى . والاحاديث المروية فيها تجاوز العشرة : من روايت عبدالله ابن عباس والفضل وابيهما العباس وابى رافع وانس وابن عمروعلى ابن ابى طالب واخيه جعفر وابنه عبدالله بن جعفر وام سلمة والانصارى . غير مسمى . وقيل : هوجابر بن عبدالله ، وقيل : انه ابوكبشة الانمارى . تجدها مسرو. "للآلى المصنوعة" وامثل هذه الاحاديث واشهرها واصحها اسناداً حديث ابن عباس ،وموسیٰ بن عبدالعزيز فيه وثقه ابن معين والنسائى وابن حبان ، واخرجه البخارى من طريقه فى القراة . واخرج له فى الادب. وحديث ابى رافع فيه موسى بن عبيدة الربذى ضعفوه ولكن ابن حبان ذكره فى الثقات. وقال ابن سعد: ثقة وليس بحجة ،وعسى ان يصلح مثله شاهداً لحديث ابن عباس. واقول : وحديث عبدالله بن عمروعندابى داؤد له طرق ،واحسنها طريق ابى داؤد، وقدحسنها المنذرى ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور اگر بالفرض کوئی حدیث ضعیف ہو، تو چونکہ فضائل میں ضعیف حدیث بھی چند شرائط کے ساتھ حجت ہوتی ہے، اور اس سے استدلال درست ہوجاتا ہے، اور وہ شرائط اس میں موجود ہیں، اور صلاۃ التسبیح زیادہ سے زیادہ ایک نفل اور مستحب درجہ کا عمل ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فيكفى شاهداً لحديث ابن عباس. علاانه قدصححه الحاكم من غير طريق ابى داؤدايضاً ، ووافقه الذهبى فى "تلخيصه" فقال : هذا اسناد صحيح لاغبارعليه اه . وحديث انس الذى رواه الترمذى فى الباب الظاهر انه لاعلاقة له بصلاة التسبيح كماينبه عليه العراقى وابن حجر وغيرهما. والبقية لاتخلوعن ضعيف وساقط،وربماافادقوة اجتماعها وان كان احادهاضعيفة ، وصحة حديث ابن عباس وحده يكاد يكون كفيلاً لصحة البقية والله اعلم . ولاشك ان الشريعة الغراء عينت انواعاً من الصلاة ، وكل نوع ليس له اصل فى الشريعة بدعة ، ومن احدثها من غير اصل ثابت ابتدع (معارف السنن ج ۴ ص ۲۸۲ و ۲۸۳)

[1] وهى سنة حسنة، وحديثها فى أبى داود والمستدرك وصحيح ابن حبان، وله طرق يعضد بعضها بعضا فيعمل به، لا سيما فى العبادات، ووهم ابن الجوزى فعده فى الموضوعات فقد علمها النبى -صلى الله عليه وسلم -للعباس كما رواه ابنه عبد الله -رضى الله عنهما -، وفى صحيح ابن خزيمة أنه -صلى الله عليه وسلم -قال للعباس إن استطعت أن تصليها فى كل يوم مرة فافعل، فإن لم تفعل ففى كل جمعة مرة فإن لم تفعل ففى كل شهر مرة، فإن لم تفعل ففى كل سنة مرة، فإن لم تفعل ففى عمرك مرة وفى معجم الطبرانى فلو كانت ذنوبك مثل زبد البحر أو رمل عالج غفر الله لك .قال المصنف فى أذكاره عن ابن المبارك .فإن صلاها ليلا فالأحب إلى أن يسلم من كل ركعتين، وإن صلاها نهارا فإن شاء سلم وإن شاء لم يسلم، وما تقرر من أنها سنة هو المعتمد كما صرح به ابن الصلاح وغيره، وإن قال فى المجموع بعد نقل استحبابها عن جمع :وفى هذا الاستحباب نظر لأن حديثها ضعيف، وفيها تغيير لنظم صلاتها المعروف، فينبغى أن لا تفعل(مغنى المحتاج الى معرفة الفاظ المنهاج ،ج ۱ ص ۴۵۸،باب صلاة النفل ، كتاب الصلاة)

الحق فى حديث صلاة التسبيح أنه حسن لغيره فمن أطلق تصحيحه كابن خزيمة والحاكم يحمل على المشى على أن الحسن يسمى لكثرة شواهده صحيحا، ومن أطلق ضعفه كالنووى فى بعض كتبه ومن بعده أراد من حيث مفردات طرقه .ومن أطلق أنه حسن أراد باعتبار ما قلناه فحينئذ لا تنافى بين عبارات الفقهاء والمحدثين المختلفة فى ذلك حتى إن الشخص الواحد يتناقض كلامه فى كتبه فيقول فى بعضها حسن وفى بعضها ضعيف كالنووى وشيخ الإسلام العسقلانى. ومحل ذلك النظر لما قررته(الفتاوىٰ الكبرى الفقهية باب صلاة النفل ،صلاة التسبيح ج ۱ ص ۱۹۰)

وما تقرر من سنيتها هو المعتمد .قال ابن الصلاح :وحديثها حسن، وكذا النووى فى التهذيب وهو المعتمد (تحفة الحبيب على شرح الخطيب لسليمان بن محمدالبحيرمى شافعى،ج ۱ ص ۴۲۷، باب صلاة التسبيح)

www.idaraghufran.org

یہی وجہ ہے کہ کئی محدثین وفقہائے کرام سے صلاۃ التسبیح کے اہتمام اور ترغیب کا ثبوت موجود ہے۔ [1]

---

[1] قلت؛ فهذه العبارات الواقعة من أجله الثقات نادت على أن قول وضع حديث صلاة التسبيح قول باطل ومهمل لا يقتضيه العقل والنقل بل هو صحيح أو حسن محتج به والمحدثون كلهم ما عدا ابن الجوزى ونظرائه إنما اختلفوا فى تصحيحه وتضعيفه ولم يتفوه أحد بوضعه.

كلام ابن تيمية رحمة الله عن صلاة التسبيح: وبهذا حصحص لك بطلان قول ابن تيمية فى منهاج السنة أما حديث صلاة التسبيح فإن فيها قولين وأظهر القولين أنها كذب وإن كان قد اعتقد صدقها طائفة من أهل العلم ولهذا لم يأخذ بها احد من أئمة المسلمين انتهى.

وجه البطلان ظاهر على كل ماهر مما أسلفنا فإنه قد علم من العبارات التى نقلنا أن المتقدمين إنما لهم فى حديث التسبيح قول التضعيف، وقول التحسين وقول التصحيح، ولم يقل أحد منهم بوضعه، ومن حكم بوضعه من المتأخرين قد كذبته عبارات المتقدمين وشنعت عليه طائفة المحدثين، فيالله العجب كيف يصح قوله، فإن فيها قولين على إطلاقه ثم كيف يصح قوله وأظهر القولين أنها كذب بل هو قول منقطع من أصله فإنه كيف يكون ذلك القول أظهر مع كونه أبتر، فلم تقم ههنا قرائن دالة على الوضع عقلا ونقلا وأعجب منه قوله لم يأخذ بها احد من أئمة المسلمين فقد ثبت مما ذكرنا العمل به والإرشاد إليه من جمع من أئمة المسلمين ولعمرى مثل هذه الدعاوى الواسعة الطويلة العريضة لا يسمع من ابن تيمية ولقد صدق الحافظ ابن حجر وغيرهم فى أن ابن تيمية رد فى منهاج السنة كثيرا من الأحاديث الجياد كما ذكرناه فى الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة وتحفة الكملة على حواشى تحفة الطلبة فى مسح الرقبة والكلام المبرم فى نقض القول المحقق المحكم والكلام المبرور فى رد القول المنصور ألفتهما ردا على من حج ولم يزر قبر نبينا من علماء عصرنا بل حكم بكون الزيارة للقبر النبوى شرعة ومحرمة.

وأيضا بطل قوله المجد الشيرازى فى سفر السعادة أنه لم يثبت فيه حديث ولم يصح فيه شىء.

وذلك لأنه أراد من نفيه نفى الصحة الاصطلاحية، فهو مختلف فيه فإن منهم من صحح حديثه والواجب فى أمثال هذا المقام ترك مثل هذا الإطلاق والإبهام المضل للأناة وإن أراد به نفى الثبوت مطلقا بحيث يشمل الحسن أيضا فهو باطل قطعا.

كلام الشوكانى رحمه الله عن صلاة التسبيح

والعجب العجيب من الشوكانى حيث ذكر فى رسالته الفوائد المجموعة فى الأحاديث الموضوعة أولا اختلافا فى تصحيحه وتضعيفه وتحسينه أخذا من اللآلء وغيره ثم قال، قال فى اللآلء والحق أن طرقه كلها ضعيفة وأن حديث ابن عباس يقرب من شرط الحسن إلا أنه شاذ لشدة الفردية وعدم المتابع والشاهد من وجه معتبر ومخالفة هيئته لهيئات باقى الصلوات انتهى.

وذلك لأن كلامه يوهم أن ما ذكره تحقيق من السيوطى مؤلف اللآلء ولعمرى تلفظ مثل هذا الكلام بقصد إيهام خلاف ما فى الواقع شنيع عند الأعلام بل هو خيانة فى الدين وخيانة عند المسلمين وقد علمت مما فصلنا ونقلنا أن هذا كلام ليس للسيوطى بل لابن حجر العسقلانى نقله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورصلاۃ التسبیح اوراس سے متعلق احادیث وروایات کے ثبوت وتحقیق پر کئی محدثین کی مستقل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عنه السيوطي وأما تحقيق السيوطي فهو ما ذكره سابقا من كون الحديث صحيحا أو حسنا فكان الواجب عليه أن يقول قال ابن حجر أو يقول في اللآلء .قال ابن حجر العسقلاني ليدل ذلك على أنه ليس تحقيقا من السيوطي بل من العسقلاني والحق إن قول ابن حجر هذا لا يفيد شيئا لمن يريد أن يثبت ضعفا أو وضعا أما أولا فلأن قول ابن حجر في هذا المقام من تلخيص الحبير وفي أمالي الأذكار وغير متناقضان فإن كلامه في تلخصيه يدل على اختياره ضعفه وكلامه في الأمالي وكذا في رسالة الخصال المكفرة شاهد على اختيار صحته أو ضعفه فلا وجه لقبول كلامه من تلخيصه ورد كلامه في غيره فإنه ترجيح من غير مرجح بل الواجب قبول كلامه في غيره لوجود مرجح وهو أن كلامه ذلك موافق لجمع من الأجلة كالمنذري وأبي داود ومسلم والآجري والعلائي والبلقيني وأبي موسى المديني وغيرهم من الكملة والكلام الموافق لجمع عظيم من أئمة المحدثين أحرى بالقبول من كلام مخالف لهم وإن وافق جمعا من المشددين والمتساهلين وأما ثانيا فلأن قوله في التلخيص لا ينافي الحسن لغيره والحسن لغيره أيضا.

محتج به كالصحيح والحسن لذاته كما بسطنا في الأجوبة الفاضلة شرح للأسئلة العشرة الكاملة وبمثل هذا يجاب عمن يستدل بكلام النووي في شرح المهذب المخالف لكلامه في غير شرح المهذب فأنصف وتدرب.

وأعجب منه ما ذكره الشوكاني أيضا في كتابه السيل الجرار بقوله العجب في المصنف تعمد إلى صلاة التسبيح التي اختلف الناس في الحديث الوارد فيها حتى قال من قال من الأئمة إنه موضوع وقال جماعة إنه ضعيف لا يحل العمل به فيجعلها أول ما خص بالتخصيص وكل من له ممارسة لكلام النبوة لا بد أن يجد في نفسه من هذا الحديث ما يجد وقد جعل الله سبحانه في الأمر سعة عن الوقوع فيما هو متردد بين الصحة والضعف والوضع، وذلك بملازمة ما صح فعله أو الترغيب في فعل صحته لا شك فيه ولا شبهة وهو الكثير الطيب انتهى كلامه على ما نقله بعضهم.

ولا يخفى على أرباب النهى ما فيه.

أما أولا فلأن مجرد وقوع الاختلاف في صحة حديث وضعفه ووضعه لا يخرجه عن حيز التخصيص عليه لا سيما عند العالم الفاهم فإن الواجب عليه أن ينقح أقوال المختلفين ويميز بين المشددين وبين المفرطين وينظر من دلائلهم التي أقاموها على حكمهم فيقبل منه ما صفا ويذر ما كدر ولا يسرع في اختيار أمر من الأمور التي اختلف فيها من غير أن يتفكر وقد علمت مما مر سابقا أن حكم حاكمي وضع حديث صلاة التسبيح مهمل وباطل وما استدلوا به عليه ليس تحته طائل والحكم بالضعف إنما يصح بالنظر إلى بعض الطرق مفردا وأما بعد النظر إلى تكثرها فاحتمال الضعف منتف رأسا.

وأما ثانيا؛ فلأن توصيفه الضعيف بقوله لا يحل العمل به لا يخلو عن مغالطة واضحة فإن كون العمل لا يحل بالضعيف مطلقا باطل قطعا نعم الضعيف الذي لا يخلو سنده من متروك وساقط كذاب،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

تصانیف ورسائل عربی زبان میں تالیف ہوچکے ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومتهم لا يعمل به لشدة ضعفه كما بسطه الحافظ ابن حجر وغيره والحديث الذى نحن فيه وإن صرح بعضهم بضعفه لكن لم يصرح أحد منهم بشدة ضعفه بحيث يخرج عن قابلية الاحتجاج والعمل على وقفه.

وأما ثالثا :فلأن قوله كل من له ممارسه إلخ مغالطة أيضا فإن أجله المهرة فى هذا الفن النقى المشتغلين صباحا ومساءا بالحديث النبوى كمسلم وأبى داود والمنذرى والعسقلانى والاجرى وغيرهم ممن مر ذكرهم لم يجدوا فى حديث صلاة التسبيح ما وجدوه فى الأحاديث الموضوعة ولم يعدوه فى عداد الأخبار المختلفة مع قوة نقدهم وكمال مهارتهم فمن هو من حمال الآثار يخالف هؤلاء الكبار ويجد فيه ما لم يجده أولو الأبصار إلا أن يكون علمه أكبر من فهمه وفهمه أنقص من نظره.

وأما رابعا؛ فلأن قوله وقد جعل الله سبحانه وتعالى إلخ كلمة حق لم تقع فى موقعها فلا عبرة بها، فافهم واستقم(الآثار المرفوعة فى الاخبار الموضوعة، ص۱۳۷تا ۱۴۱ للعلامة عبدالحيى اللكنوى، صلاة التسبيح)

[1] جن میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)...... الحافظ ابو الحسن على بن عمر الدارقطنى المتوفى سنة ۳۸۵ رحمه الله تعالىٰ، جمع جزء فى طرقها، ونقل منه جماعة ممن جاء وا بعده.

(۲)...... الحافظ ابوبكر احمد بن على بن ثابت بن مهدى الخطيب البغدادى المتوفى سنة ۴۶۳ رحمه اله تعالىٰ، ذكره ابن الجوزى فى تعداد مصنفات الخطيب البغدادى فى المنتظم (۸/۲۶۶)

(۳)...... الحافظ ابو سعد عبدالكريم بن محمد بن منصور السمعانى صاحب الانساب المتوفى سنة ۵۶۲ رحمه الله تعالىٰ، ذكره ابن السبكى فى طبقات الشافعية وقال فى عشر طاقات(۷/۱۸۳)

(۴)...... الحافظ ابوموسىٰ محمد بن عمر بن احمد المدينى الاصبهانى المتوفى سنة ۵۸۱ رحمه الله تعالىٰ ، وجزؤه "تصحيح صلاة التسبيح من الحجج الواضحة والكلام الفصيح"ذكره ابن ناصرالدين فى "الترجيح لحديث صلاة التسبيح "ص ۴۴

(۵)...... الامام تاج الدين ابونصر عبدالوهاب بن على بن عبدالكافى صاحب طبقات الشافعية المتوفى سنة ۷۷۱ رحمه الله تعالىٰ ،ذكره السيد مرتضى الزبيدى فى شرح الاحياء (۳/۴۸۰)

(۶)...... الحافظ ابن ناصرالدين الدمشقى المتوفى سنة ۸۴۲رحمه الله تعالىٰ ، وجزؤه "الترجيح لحديث صلاة التسبيح"

(۷)...... الحافظ ابوالفضل احمد بن على بن حجر العسقلانى المتوفىٰ سنة ۸۵۲رحمه الله تعالىٰ ، قال فى اجوبته على الحاديث المنتقدة فى المشكاة : وقد جمعت طرقه مع بيان عللها وتفصيل احوال رواتها فى جزء مفرد،اهـ(۳/۱۷۸۲) وكلامه فى امالى الاذكار لايقل عن جزء ان افرد وعليه اعمد من جاء بعده بل نقله بعضهم فى مصنفاتهم كالعلامة ابن علان والسيد مرتضى الزبيدى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

IdaraGhufran

یادرہے کہ بعض حضرات نے صلاۃ التسبیح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کے پڑھنے کا طریقہ عام نمازوں سے مختلف ہے، لہٰذا اس نماز کو درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔

مگر یہ اعتراض درست نہیں، کیونکہ اس نماز کے طریقہ میں دوسری نمازوں کے مقابلہ میں جو فرق ہے، وہ غیر معمولی درجہ کا نہیں ہے، چنانچہ قیام، قراءت، رکوع، سجدہ، قعدہ اور سلام سب چیزیں دوسری نمازوں کی طرح اس نماز میں بھی ہیں، صرف ایک تسبیح کا مختلف موقعوں پر اضافہ ہے، اور اس طرح کا اضافہ صحیح اور حسن درجہ کی احادیث سے کرنے میں کوئی حرج والی بات نہیں ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(۸)...... الحافظ جلال الدين عبدالرحمن بن ابى بكر اليسوطى المتوفى سنة ۹۱۱ رحمه الله تعالىٰ سماه "تصحيح حديث صلاة التسبيح" توجد منه نسخة فى دار الكتب المصرية .

(۹)...... العلامة المؤرخ شمس الدين محمد بن طولون الدمشقى الحنفى المتوفى سنة ۹۵۳ رحمه الله تعالىٰ ، سماه "التوشيح لبيان صلاة التسبيح" اطلعت على صورة منه بمعهد المخطوطات بالقاهرة ،ولم يزد على اختصار جزء الحافظ ابن ناصر الدين الدمشق دون العزو اليه او حتى ذكر اسمه.

(۱۰)...... العلامة محمد بن عبدالرسول البرزنجى المتوفى سنة ۱۱۰۳ رحمه الله تعالىٰ ، اسمه "الترجيح والتصحيح لصلاة التسبيح" ذكر فى ذيل كشف الظنون(۱/۲۸۱) وسلک الدرر (۶۵/۴) ومعجم المؤلفين (۱۶۵/۱۰)

(۱۱)...... العلامة الفقيه السيد علوى بن احمد بن عبدالرحمن السقاف الحسينى المكى المتوفى سنة ۱۳۳۵ رحمه الله تعالىٰ ، صنف رسالة فى احكام صلاة التسبيح اسمها "القول الجامع النجيح فى احكام صلاة التسبيح" وقد طبع ضمن مجموع له مفيد جدا طبع باسم "الفوائد المكية فيما يحتاجه طلبة السادة الشافعية"

(۱۲)...... الحافظ السيد احمد بن محمد بن الصديق الغمارى المتوفى سنة ۱۳۸۰ رحمه الله تعالىٰ ،وجزؤه اسمه "الترجيح لقول من صحح صلاة التسبيح" ذكره فى نهاية "لب الاخبار الماثورة فيما يتعلق بيوم عاشورا" المطبوع بطنجة.

(۱۳)...... الشيخ جاسم بن سليمان الفهيد الدوسرى حفظه الله تعالىٰ واسم جزئه "التنقيح لما جاء فى صلاة التسبيح " وهو مطبوع بدار البشائر الاسلامية.

(ماخوذ وملخص عن "مقدمة" "الترجيح لحديث صلاة التسبيح" ص۱۴ الىٰ ص ۱۶)

[1] والطعن فى ندبها بأن فيها تغييرا لنظم الصلاة إنما يأتى على ضعف حديثها فإذا ارتقى إلى درجة الحسن أثبتها وإن كان فيها ذلك (رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص۲۸، باب الوتر والنوافل، مطلب فى صلاة التسبيح)

Idara Ghufran

صلاۃُ التسبیح سے متعلق چند متفرق مسائل

صلاۃُ التسبیح سے متعلق احادیث وروایات اوران کی اسنادی حیثیت پر بقدرِ ضرورت کلام کے بعداب اس نماز کے بارے میں چند مسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۱:...... راجح یہ ہے کہ صلاۃُ التسبیح کی نماز مستحب ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر۲:...... صلاۃُ التسبیح اگرچہ نفل نماز ہے، مگر بڑی عظیم الشان اور فضیلت والی نماز ہے، جس پر گزشتہ گناہوں کی معافی کا وعدہ ہے، اور محدثین ومحققین کے نزدیک دلائل کے لحاظ سے راجح یہ ہے کہ اس سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔

بعض عورتیں اور بعض مرد حضرات ہر طرح کے کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہونے کے باوجود اُن سے توبہ نہیں کرتے، اور ہفتے یا مہینے وغیرہ میں ایک مرتبہ صلاۃُ التسبیح پڑھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے اُن کے سارے گناہ معاف ہوگئے ہیں، یہ ان کی غلط فہمی ہے جو کہ قابلِ اصلاح ہے۔

اسی طرح بعض عورتیں اور بعض مرد دوسرے اعمالِ صالحہ کو چھوڑ کر صرف صلاۃُ التسبیح کا اہتمام کرتے ہیں، جبکہ صلاۃُ التسبیح کی وجہ سے دیگر نیک اعمال کو چھوڑنا اور ضائع کرنا بھی سراسر غلط ہے۔

صلاۃُ التسبیح کے ثبوت کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے اعمالِ صالحہ کو چھوڑ کر صرف صلاۃُ التسبیح کا اہتمام کیا جائے، لہٰذا دیگر ثابت شدہ اعمالِ صالحہ کو بھی ان کے درجہ کے مطابق انجام دینا

---

[۱] صلاة التسبيح نوع من صلاة النفل تفعل على صورة خاصة يأتي بيانها .وإنما سميت صلاة التسبيح لما فيها من كثرة التسبيح، ففيها في كل ركعة خمس وسبعون تسبيحة.

الحكم التكليفي :اختلف الفقهاء في حكم صلاة التسبيح، وسبب اختلافهم فيها اختلافهم في ثبوت الحديث الوارد فيها:

القول الأول :قال بعض الشافعية :هي مستحبة .وقال النووي في بعض كتبه :هي سنة حسنة............

القول الثاني :ذهب بعض الحنابلة إلى أنها لا بأس بها، وذلك يعني الجواز .قالوا :لو لم يثبت الحديث فيها فهي من فضائل الأعمال فيكفي فيها الحديث الضعيف .ولذا قال ابن قدامة :إن فعلها إنسان فلا بأس فإن النوافل والفضائل لا يشترط صحة الحديث فيها. والقول الثالث :أنها غير مشروعة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۱۵۰، مادة"صلاة التسبيح")

Idara Ghufran

چاہئے، اور صلاۃ التسبیح کی وجہ سے دیگر نیک اعمال کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔

اور اگر کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ اس نماز سے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے اور توبہ واصلاح کی ضرورت ہی نہ سمجھے، تو اسے اس غلط فہمی کی اصلاح کرنی چاہئے۔

مسئلہ نمبر۳:...... مختلف احادیث سے صلاۃ التسبیح پڑھنے کا جو طریقہ معلوم ہوتا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

چار رکعت نفل نماز اس طریقے سے پڑھیں کہ دوسری عام نمازوں کی طرح تکبیرِ تحریمہ کے بعد پہلی رکعت میں ثناء اور اعوذ باللہ، بسم اللہ اور سورہ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت پڑھنے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے قیام ہی کی حالت میں پندرہ مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ.

پھر اس کے بعد رکوع کریں اور رکوع کی تسبیح سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم تین مرتبہ پڑھنے کے بعد دس مرتبہ پھر یہی اوپر والی تسبیح پڑھیں۔

پھر رکوع سے اُٹھ کر قومہ میں سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کے بعد بھی یہی تسبیح دس مرتبہ پڑھیں۔

پھر سجدہ میں چلے جائیں، اور سجدے کی تسبیح سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھیں۔

پھر پہلے سجدے سے اٹھ کر جلسہ میں یہی تسبیح دس مرتبہ پڑھیں۔

پھر دوسرے سجدے میں سجدے کی تسبیح سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھیں۔

پھر دوسرے سجدے سے اللہ اکبر کہہ کر بیٹھ جائیں اور کھڑے ہونے سے پہلے یہی تسبیح دس مرتبہ پڑھیں۔

www.idaraghufran.org

پھر بغیر اللہ اکبر کہے دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوجائیں۔

یہ ایک رکعت مکمل ہوگئی، جس میں پچھتّر (۷۵) مرتبہ یہ تسبیح پڑھی گئی ہے۔

پھر اسی طرح دوسری، تیسری، اور چوتھی رکعتیں پڑھیں، اور مذکورہ ترتیب سے ہی یہ تسبیح ہر رکعت میں پچھتر (۷۵) مرتبہ پڑھیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴:...... صلاۃُ التسبیح پڑھنے کا ایک طریقہ وہ ہے جو جلیلُ القدر محدث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے منقول ہے، وہ طریقہ مذکورہ طریقہ سے تھوڑا سا مختلف ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

چار رکعت نفل نماز اس طریقے سے پڑھیں کہ دوسری عام نمازوں کی طرح تکبیرِ تحریمہ کے بعد پہلی رکعت میں ثناء کے بعد پندرہ مرتبہ مذکورہ تسبیح پڑھیں۔

پھر اعوذ باللہ، بسم اللہ اور سورہ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت پڑھنے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے قیام ہی کی حالت میں دس مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں۔

پھر اس کے بعد رکوع کریں اور رکوع کی تسبیح **سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم** تین مرتبہ پڑھنے کے بعد دس مرتبہ پھر یہی اوپر والی تسبیح پڑھیں۔

پھر رکوع سے اُٹھ کر قومہ میں **سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ** کے بعد بھی یہی تسبیح دس مرتبہ پڑھیں۔

پھر سجدہ میں چلے جائیں، اور سجدے کی تسبیح **سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی** تین مرتبہ پڑھنے کے بعد دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھیں۔

---

[1] وهذه الصفة التى ذكرها ابن المبارک هى التى ذكرها فى مختصر البحر وهى الموافقة لمذهبنا لعدم الاحتياج فيها إلى جلسة الاستراحة إذ هى مكروهة عندنا على ما تقدم فى موضعه اهـ. وكان هذا هو الداعى لاختيار صاحب القنية هذه الطريقة ولكن حيث ثبتت الطريقة الأخرى عنه - صلى الله تعالى عليه وسلم -لا يقال بكراهتها وفى اقتصار المؤلف وصاحب الحاوى القدسى عليها إشعار بذلک(منحة الخالق على هامش البحر الرائق ،ج۲ ص ۳۲، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

پھر پہلے سجدے سے اٹھ کر جلسہ میں یہی تسبیح دس مرتبہ پڑھیں۔

پھر دوسرے سجدے میں سجدہ کی تسبیح سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی تین مرتبہ پڑھنے کے بعد دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھیں۔

پھر دوسرے سجدے سے اللہ اکبر کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہوجائیں۔

یہ ایک رکعت مکمل ہوگئی، جس میں پچھتَّر (۷۵) مرتبہ یہ تسبیح پڑھی گئی ہے۔

پھر دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے پندرہ مرتبہ یہی تسبیح پڑھیں، اور باقی رکعت بھی اسی طرح پڑھیں جس طرح پہلی رکعت پڑھی گئی ہے۔

پھر اسی طرح تیسری، اور چوتھی رکعتیں پڑھیں، اور مذکورہ ترتیب سے ہی یہ تسبیح ہر رکعت میں پچھتر (۷۵) مرتبہ پڑھیں۔ ۱؎

۱؎ أخبرنا أبو بكر محمد بن عبد الله الجراح العدل بمرو، ثنا يحيى بن ساسويه، ثنا عبد الكريم بن عبد الله السكرى، ثنا أبو وهب محمد بن مزاحم، قال :سألت عبد الله بن المبارك، عن الصلاة التى يسبح فيها، فقال " :تكبر ثم تقول :سبحانک اللهم وبحمدک، وتبارک اسمک، وتعالى جدک ولا إله غيرک، ثم تقول خمس عشرة مرة :سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر، ثم تتعوذ وتقرأ بسم الله الرحمن الرحيم وفاتحة الكتاب وسورة، ثم تقول عشر مرات : سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر، ثم تركع فتقولها عشرا، ثم ترفع رأسک فتقولها عشرا، ثم تسجد فتقولها عشرا، ثم ترفع رأسک فتقولها عشرا، ثم تسجد الثانية فتقولها عشرا، ثم ترفع رأسک فتقولها عشرا تصلى أربع ركعات على هذا فذلک خمس وسبعون تسبيحة فى كل ركعة، وذلک تمام الثلاث مائة، فإن صلاها ليلا فأحب إلى أن يسلم فى الركعتين، فإن صلى نهارا فإن شاء سلم، وإن شاء لم يسلم رواة هذا الحديث عن ابن المبارک كلهم ثقات أثبات، ولا يتهم عبد الله أن يعلمه ما لم يصح عنده سنده (المستدرک على الصحيحين، رقم الحديث ۱۱۹۷ ،واللفظ لہٗ، شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ۶۰۳)

قال البيهقى رحمه الله :هكذا اختار ابن المبارک فى موضع التسبيح، وقوله فى آخره "ثم ترفع رأسک فتقولها عشرا "أظنها زيادة من الكاتب فإنها قد تمت خمسة وسبعين دون ذلک(حوالہ بالا)

وسئل عبد الله بن المبارک، عن صلاة التسبيح، فذكرها، غير أنه ذكر خمس عشرة مرة قبل القراء ة، وعشرا بعد قراء ة الفاتحة والسورة، ولم يذكر بعد السجدتين قبل القيام، وقال :فإن صلى ليلا، فأحب إلى أن يسلم فى الركعتين، وإن صلى نهارا، فإن شاء سلم، وإن شاء لم يسلم، وقال :يبدأ فى الركوع بسبحان ربى العظيم، وفى السجود بسبحان ربى الأعلى، ثم يسبح التسبيحات، فقيل له: إن سها فيها يسبح فى سجدتى السهو عشرا عشرا؟ قال :لا إنما هى ثلاث مائة تسبيحة(شرح السنة للامام البغوى، ج۴ص ۱۵۸ ،بَابُ صَلاةِ التَّسْبِيحِ،رقم الحديث ۱۰۱۸)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے بیان کردہ اس طریقہ میں صرف اتنا فرق ہے کہ ان کے بیان کردہ طریقہ میں قرائت سے پہلے پندرہ مرتبہ اور قرائت کے بعد دس مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے، اور دوسرے سجدہ کے بعد یہ تسبیح نہیں پڑھی جاتی۔

جبکہ مختلف احادیث وروایات میں جو طریقہ بیان کیا گیا ہے ، اس میں ہر رکعت کی قراءت کے بعد پندرہ مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے، اور دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر بھی دس مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے۔

بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے بیان کردہ طریقہ کے مطابق بھی صلاۃُ التسبیح پڑھنا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۵:...... یوں تو صلاۃُ التسبیح ہر روز پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن روزانہ پڑھنا کیونکہ مشکل ہوتا ہے، اور احادیث میں روز، نہ پڑھنے کی صورت میں ہفتہ میں ایک دن پڑھ لینے کا ذکر کیا گیا ہے، اور جمعہ کا دن دوسروں دنوں کے مقابلہ میں زیادہ بابرکت دن ہے، اس لئے بعض اہلِ علم حضرات نے ہفتہ میں ایک مرتبہ پڑھنے کی صورت میں صلاۃُ التسبیح کو جمعہ کے دن پڑھ لینا بہتر قرار دیا ہے، اور اگر کسی کو دوسرے کسی دن سہولت ہو، تو اس دن پڑھ لینے میں بھی حرج نہیں۔ [2]

---

[1] اعلم أن أكثر أصحابنا الحنفية وكثير من المشايخ الصوفية قد ذكروا فى كيفية صلاة التسبيح الكيفية التى حكاها الترمذى والحاكم عن عبد الله ابن المبارك الخالية عن جلسة الاستراحة والمشتملة على التسبيحات قبل القراء ة وبعد القراء ة وذلك لعدم قولهم بجلسة الاستراحة فى غيرها من الصلوات الراتبة والشافعية والمحدثون أكثرهم اختاروا الكيفية المشتملة على جلسة الاستراحة وقد علم مما أسلفنا أن الأصح ثبوتا هو هذه الكيفية فليأخذ بها من يصليها حنفيا كان أو شافعيا فإن جلسة الاستراحة وإن لم تذهب الحنفية إلى استنائها فى الصلوات المفروضة وأجابوا عن الأحاديث الواردة فيها على وقوعها فى بعض الأوقات لعذر من الأعذار الشرعية لكن مع ذلك صرحوا بأنه لو فعل ذلك لا بأس فى المفروضات والقول بكراهتها فيها مطلقا مما لا يعتد به وأما التطوعات ففيها سعة لا يكره فيها ما يكره فى غيرها (الآثار المرفوعة فى الاخبار الموضوعة، ص ۱۴۱ وص ۱۴۲،لعبدالحيى اللكنوى، صلاة التسبيح، فائدة فى كيفية صلاة التسبيح)

[2] الذين قالوا باستحباب صلاة التسبيح أو جوازها راعوا فى الكيفية ما ورد فى الحديث من أنها أربع ركعات، وما يقال فيها من التسبيح والتكبير والتهليل والحوقلة بالأعداد الواردة ومواضعها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۶:...... صلاۃُ التسبیح کو تنہا بغیر جماعت کے پڑھنا چاہیے، کیونکہ صلاۃُ التسبیح نفل نماز ہے اور نفل نماز کا تنہا بغیر جماعت کے پڑھنا ہی شریعت کا مزاج ہے، جس کی تفصیل آگے احکام کے ذیل میں آتی ہے۔

لہٰذا خواتین وحضرات سب کو صلاۃُ التسبیح بغیر جماعت کے تنہا پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ نمبر ۷:...... جو تسبیحات اس نماز میں پڑھی جاتی ہیں، وہ اس نماز کا حصہ ہیں۔

لہٰذا ان کے شمار کی طرف توجہ کرنا نماز یا نماز کے خشوع کے خلاف نہیں، البتہ ساتھ ساتھ نماز کے دیگر ارکان واذکار کی طرف توجہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وغير ذلک من الكيفية .وأضاف الشافعية أنها تصلى أربع ركعات لا أكثر، وبتسليم واحد إن كانت فى النهار وتسليمين إن كانت فى الليل .وأن الأفضل فعلها كل يوم مرة، وإلا فجمعة، وإلا فشهر، وإلا فسنة، وإلا ففى العمر مرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۱۵۱، مادة "صلاة التسبيح"، كيفية صلاة التسبيح ووقتها)

والأقرب من الاعتدال للمؤمن أن يصليها من الجمعة إلى الجمعة، وهذا الذى كان عليه حبر الأمة وترجمان القرآن عبد الله بن عباس رضى الله عنهما، فإنه كان يصليها عند الزوال يوم الجمعة (مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۹۹۶، باب التطوع)

[1] ذهب المالكية والشافعية فى الصحيح من المذهب والصاحبان "أبو يوسف ومحمد) إلى أنه يجوز للمصلى عد التسبيح فى الصلاة؛ لأن العد محتاج إليه لمراعاة السنة فى عدد التسبيح خصوصا فى صلاة التسبيح التى توارثتها الأمة.

فقد نص الحنابلة على أن للمصلى عد التسبيح من غير كراهة

ونص الصاحبان من الحنفية على أنه لا بأس بعد التسبيح فى الفرض والتطوع.

ونص الشافعية فى الأصح على أنه لا تبطل الصلاة بالحركات الخفيفة المتوالية كتحريک أصابعه فى سبحة بلا حركة كفه، قال الشروانى :لكنه خلاف الأولى.

وذهب أبو حنيفة والحسن البصرى والحنابلة فى رواية إلى أنه يكره عد التسبيح فى الصلاة، واستدل لأبى حنيفة بأن العد باليد ليس من أعمال الصلاة، فالقليل منه إن لم يفسد الصلاة فلا أقل من أن يوجب الكراهة.

وعن أحمد أنه توقف فى عد التسبيح فى الصلاة، يتوالى لقصره فيتوالى حسابه فيكثر العمل.

وذهب الشافعية فى مقابل الأصح إلى أن الصلاة تبطل بعد التسبيح فيها؛ لأنها أفعال كثيرة متوالية فأشبهت الخطوات (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵، ص ۲۶۳، وص ۲۶۴، حرف الياء، عد التسبيح بأصابع اليد فى الصلاة)

www.idaraghufran.org

البتہ صلاۃُ التسبیح کے کلمات کا زبان سے شمار کرنا (مثلاً ایک دو کی گنتی کے الفاظ کہنا) جائز نہیں، لہٰذا مناسب طریقہ یہ ہے کہ دل ہی دل میں بغیر کسی تلفظ اور اشارہ کے شمار کیا جائے البتہ کسی کو یاد رکھنا مشکل ہو تو بامرِ مجبوری انگلیاں کھول اور بند کر کے اشارہ سے شمار کرنا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۸:...... صلاۃُ التسبیح کی چار رکعات ہیں، اور ان کو ایک سلام سے پڑھنا بہتر ہے، اور دو سلام سے پڑھنا بھی جائز ہے اور ان رکعتوں کو کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے، مگر بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے میں ثواب کم ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۹:...... ہر رکعت میں یہ تسبیح پچھتر مرتبہ پڑھی جاتی ہے اور چاروں رکعتوں میں کل تعداد تین سو مرتبہ بن جاتی ہے۔ [3]

اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائیں یا تعداد کم ہو جائے، تو بہتر ہے کہ اس کے بعد اگلے مقام پر تسبیحات کے ساتھ اس تسبیح کو پڑھ کر تعداد مکمل کر لیں، لیکن بھولی ہوئی تسبیح کی قضا رکوع سے اٹھ کر قومہ اور دونوں سجدوں کے درمیان والے جلسہ میں پوری نہ کریں۔

اور اگر تعداد پوری نہ ہو سکی تب بھی نماز ہو جائے گی، سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا، اگر چہ صلاۃُ التسبیح

---

[1] وفی القنية :لا يعد التسبيحات بالأصابع إن قدر أن يحفظ بالقلب وإلا يغمز الأصابع (رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص۲۸،باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاة التسبيح)

ولا يكره الغمز بالأنامل فی موضعها ولا الإحصاء بالقلب اتفاقا كعدد تسبيحه فی صلاة التسابيح وهی معلومة وباللسان مفسد اتفاقا ولا يكره خارج الصلاة فی الصحيح (مراقی الفلاح، ج۱، ص۱۳۲، باب ما يفسد الصلاة، فصل فی المكروهات)

[2] عن عمران بن حصين قال :سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صلاة الرجل قاعدا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :صلاة القائم أفضل وصلاة القاعد على النصف من صلاة القائم(ابنِ خزيمه، رقم الحديث ۱۲۳۶)

وهی أربع بتسليمة أو تسليمتين (رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص۲۸،باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاة التسبيح)

[3] يقول فيها ثلثمائة مرة سبحان الله، والحمد لله ولا إله إلا الله، والله أكبر وفی رواية زيادة ولا حول ولا قوة إلا بالله يقول ذلك فی كل ركعة خمسة وسبعين مرة (رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص۲۸،باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاة التسبيح)

www.idaraghufran.org

کا ثواب نہ ملے گا، بلکہ یہ نماز عام نفل نماز کی طرح ہوجائے گی۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۰:...... یہ نماز ان اوقات میں پڑھنا منع ہے، جن میں نفل نماز کا پڑھنا مکروہ ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر۱۱:......صلاۃ التسبیح میں جو کلمہ پڑھا جاتا ہے، اس کے آخر میں ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم'' کا اضافہ کرلینا اگرچہ جائز ہے۔

لیکن کیونکہ جس روایت میں اس اضافہ کا ذکر ہے، اُس کو محدثین نے شدید ضعیف قرار دیا ہے، اور مشہور احادیث میں اس کا ذکر نہیں، اس لئے ان کلمات کا اضافہ کرلینا اگرچہ گناہ نہ ہو، مگر مناسب معلوم نہیں ہوتا۔فقط۔

وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۳۰/ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ۔23/ فروری 2012 بروز جمعرات

نظرِ ثانی:۲۲/ ذی الحجہ/۱۴۳۳ھ 08/ نومبر/2012ء بروز جمعرات

---

[1] وقيل لابن المبارك :لو سها فسجد هل يسبح عشرا عشرا قال :لا إنما هى ثلثمائة تسبيحة. قال الملا على فى شرح المشكاة :مفهومه أنه إن سها ونقص عددا من محل معين، يأتى به فى محل آخر تكملة للعدد المطلوب اهـ.

قلت :واستفيد أنه ليس له الرجوع إلى المحل الذى سها فيه وهو ظاهر، وينبغى كما قال بعض الشافعية أن يأتى بما ترك فيما يليه إن كان غير قصير فتسبيح الاعتدال يأتى به فى السجود، أما تسبيح الركوع فيأتى به فى السجود أيضا لا فى الاعتدال لأنه قصير.

قلت :وكذا تسبيح السجدة الأولى يأتى به فى الثانية لا فى الجلسة لأن تطويلها غير مشروع عندنا على ما مرفى الواجبات (رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص۲۸،باب الوتر والنوافل، مطلب فى صلاة التسبيح)

[2] (قوله وأربع صلاة التسبيح إلخ) يفعلها فى كل وقت لا كراهة فيه (رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص۲۸،باب الوتر والنوافل، مطلب فى صلاة التسبيح)

www.idaraghufran.org

(۲۱)

سورج اور چاند گرہن کی نماز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرہن کو عربی زبان میں کسوف اور خسوف کہا جاتا ہے، لیکن فقہائے کرام کے یہاں عام طور پر کسوف کا لفظ سورج گرہن (Eclipse) کے لئے اور خسوف کا لفظ چاند گرہن (Lunar Eclipse) کے لئے بولا جاتا ہے، اور کبھی کبھی اس کے برعکس دونوں الفاظ میں فرق کئے بغیر ان دونوں الفاظ کا ایک دوسرے کے لئے استعمال بھی ہو جاتا ہے۔[1]

گرہن اللہ تعالیٰ کی قدرت کی اہم نشانیوں میں سے ہے، خواہ سورج گرہن ہو، جو کہ دن کے وقت ہوتا ہے، یا چاند گرہن ہو، جو کہ رات کے وقت ہوتا ہے۔

کیونکہ سورج گرہن (Eclipse) اس وقت ہوتا ہے کہ جب سورج اور زمین کے درمیان چاند حائل ہو کر سورج کی روشنی زمین پر پڑنے میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔

اس کے برعکس چاند گرہن (Lunar Eclipse) اس وقت ہوتا ہے، جبکہ سورج اور چاند

---

[1] وقال میرک :الکسوف لغة التغیر إلی سواد، واختلف فی أن الکسوف والخسوف هل هما مترادفان أو لا؟ قال الکرمانی :یقال :کسفت الشمس والقمر بفتح الکاف وضمها، وانکسفا وخسفا بفتح الخاء وضمها، وانخسفا کلها بمعنی واحد، وقیل :الکسوف تغیر اللون والخسوف ذهابه، والمشهور فی استعمال الفقهاء أن الکسوف للشمس، والخسوف للقمر، واختاره ثعلب، وذکر الجوهری :أنه أفصح(مرقاة المفاتیح ج۳ ص ۱۰۹۱، کتاب الصلاة، باب صلاة الخسوف)

صلاة الکسوف ،التعریف :هذا المصطلح مرکب فی لفظین ترکیب إضافة :صلاة، والکسوف . فالصلاة تنظر فی مصطلح :(صلاة)

أما الکسوف :فهو ذهاب ضوء أحد النیرین (الشمس، والقمر) أو بعضه، وتغیره إلی سواد، یقال: کسفت الشمس، وکذا خسفت، کما یقال :کسف القمر، وکذا خسف، فالکسوف، والخسوف، مترادفان، وقیل :الکسوف للشمس، والخسوف للقمر، وهو الأشهر فی اللغة(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۷ ،ص ۲۵۲ ،ماده صلاة الکسوف)

www.idaraghufran.org

کے درمیان زمین حائل ہوکر چاند پر سورج کی پڑنے والی روشنی میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔
اس لئے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کے اعتراف کے لئے ایسے وقت نماز اور دعا وغیرہ کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔ [1]

اہلِ علم حضرات نے گرہن کی اس کے علاوہ اور بھی حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔ [2]

سورج اور چاند گرہن کے موقع پر نماز پڑھنا شرعی دلائل سے ثابت ہے، جس کو گرہن کی نماز کہا جاتا ہے۔ [3]

سورج اور چاند گرہن کے موقع پر نماز اور دعا کا ثبوت

سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت نماز پڑھنے اور دعا کرنے کا حکم کئی احادیث سے ثابت

---

[1] جدید سائنس کی تحقیق کے مطابق کسوف وخسوف کے لمحات انتہائی نازک ہوتے ہیں، کیونکہ کسوف کے وقت چاند سورج اور زمین کے درمیان حائل ہوجاتا ہے، تو سورج اور زمین دونوں اپنی کشش ثقل سے اسے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں، ان لمحات میں خدانخواستہ اگر کسی ایک جانب کی کشش غالب آجائے، تو اجرامِ فلکیہ کا سارا نظام درہم برہم ہوجائے، لہٰذا ایسے نازک وقت میں رجوع الی اللہ کے سوا چارہ نہیں (درسِ ترمذی ج۲ ص۳۴۳)

[2] ما قيل :ما الحكمة فى الكسوف؟ والجواب :ما قاله أبو الفرج :فيه سبع فوائد .الأول: ظهور التصرف فى الشمس والقمر .الثانى :تبيين قبح شأن من يعبدهما .الثالث :إزعاج القلوب الساكنة بالغفلة عن مسكن الذهول .الرابع :ليرى الناس نموذج ما سيجرى فى القيامة من قوله : (وجمع الشمس والقمر)الخامس :أنهما يوجدان على حال التمام فيركسان، ثم يلطف بهما فيعادان إلى ما كانا عليه، فيشار بذلك إلى خوف المكر ورجاء العفو .السادس :أن يفعل بهما صورة عقاب لمن لا ذنب له .السابع :أن الصلوات المفروضات عند كثير من الخلق عادة لا انزعاج لهم فيها ولا وجود هيبة، فأتى بهذه الآية وسنت لهما الصلاة ليفعلوا صلاة على انزعاج وهيبة(عمدة القارى، ج۷ص ۲۶،كتاب الكسوف، باب الصلاة فى كسوف الشمس)

[3] لا خلاف فى مشروعية صلاة الكسوف والخسوف، وأصل مشروعيتها بالكتاب والسنة وإجماع الأمة .أما الكتاب فقوله تعالى :(وما نرسل بالآيات إلا تخويفا)والكسوف آية من آيات الله المخوفة، والله تعالى يخوف عباده ليتركوا المعاصى ويرجعوا إلى طاعة الله التى فيها فوزهم .وأما السنة فقوله صلى الله عليه وسلم :(إذا رأيتم شيئا من هذه الأفزاع فافزعوا إلى الصلاة) . وأما الإجماع، فإن الأمة قد اجتمعت عليها من غير إنكار احد(عمدة القارى، ج۷ص ۲۱،كتاب الصلاة، باب الصلاة فى كسوف الشمس)

www.idaraghufran.org

ہے، اور فقہائے کرام کے نزدیک سنتِ موکدہ اور بعض کے نزدیک واجب ہے۔ [۱]
مگر افسوس ہے کہ اس دور میں اکثر مسلمانوں کو نہ تو گرہن کی نماز کی اہمیت کا علم ہے، اور نہ ہی موجودہ دور میں اس نماز کا عملی درجہ میں کوئی اہتمام ہے، بلکہ گرہن کے موقع کو نعوذ باللہ تعالیٰ ایک کھیل تماشہ سمجھ کر اس کا نظارہ کرنے میں وقت خرچ کیا جانے لگا ہے۔
اس لئے اس سلسلہ میں چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا (بخاری) [۲]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج گرہن اور چاند گرہن لوگوں میں سے کسی کی موت ہو جانے پر نہیں ہوتا، لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، پس جب تم سورج اور چاند گرہن ہوتا ہوا دیکھو، تو تم کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھو (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا (بخاری) [۳]

ترجمہ: بلاشبہ سورج گرہن اور چاند گرہن کسی کے فوت اور زندہ ہونے کی وجہ سے

---

[۱] الصلاة لكسوف الشمس سنة مؤكدة عند جميع الفقهاء ، وفي قول للحنفية :إنها واجبة. أما الصلاة لخسوف القمر فهي سنة مؤكدة عند الشافعية والحنابلة، وهي حسنة عند الحنفية، ومندوبة عند المالكية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۵۲، مادة ” صلاة الكسوف“)

[۲] رقم الحديث ۱۰۴۱ ، كتاب الاذان، باب الصلاة فى كسوف الشمس.

[۳] رقم الحديث ۱۰۴۲ ، كتاب الاذان،، باب الصلاة فى كسوف الشمس.

نہیں ہوتے، لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، پس جب تم سورج اور چاند گرہن ہوتا ہوا دیکھو تو نماز پڑھو (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ:

فَإِذَا كُسِفَا فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: پس جب سورج و چاند گرہن ہو، تو نماز کی طرف متوجہ ہو جاؤ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ عِنْدَ كُسُوفِ الشَّمْسِ، وَالْقَمَرِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ قَدْ أَصَابَهُمَا، فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سورج اور چاند گرہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے، پس جب تم دیکھو کہ سورج اور چاند کو گرہن لگ گیا ہے، تو تم نماز کی طرف متوجہ ہو جاؤ (مسند احمد)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اس طرح مروی ہے کہ:

إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، أَلَا وَإِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا كَذٰلِكَ فَافْزَعُوا إِلَى

---

[1] رقم الحديث ۱۱۷۷، كتاب الاستسقاء، باب صلاة الكسوف، واللفظ لهٗ، بخاری، رقم الحديث ۹۹۸.

[2] رقم الحديث ۴۳۸۷، واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث ۹۶۶۳، مسندالبزار رقم الحديث ۱۴۴۹.

قال الهيثمی:

رواه أحمد وأبو يعلى والطبرانی فی الكبير والبزار ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ج۲ ص۲۰۷)

www.idaraghufran.org

الْمَسَاجِدِ(مسند احمد،رقم الحديث ۲۳۶۲۹) [1]

ترجمہ: بلاشبہ سورج اور چاند (گرہن) اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں،خبردار یہ کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے، پس جب ان میں سے کوئی گرہن ہو تو مساجد (یعنی نماز) کی طرف متوجہ ہو جاؤ(مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ:

ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَإِذَا كَسَفَ أَحَدُهُمَا، فَافْزَعُوا إِلَى الْمَسَاجِدِ(مسند احمد) [2]

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! بلاشبہ سورج اور چاند (گرہن) اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، پس جب ان میں سے کسی کو گرہن ہو، تو مساجد (یعنی نماز) کی طرف متوجہ ہو جاؤ(مسند احمد)

ان تمام احادیث سے سورج اور چاند گرہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم معلوم ہوا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ فَصَلُّوْا وَادْعُوا اللّٰهَ(بخاری) [3]

---

[1] قال الهيثمی:
رواه أحمد ورجاله ثقات(مجمع الزوائد، ج۲ ص۲۰۷، باب الكسوف)
وفی حاشية مسند احمد: إسناده جيد، رجاله رجال الصحيح.

[2] رقم الحديث ۶۴۸۳، واللفظ لهٗ، صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ۲۸۲۹.
قال أبو حاتم :أمر فی هذا الخبر بالصلاة عند كسوف الشمس والقمر وهو المقصود فأطلق هذا المقصود علی سببه وهو المساجد لأن الصلاة تتصل فيها لا أن المساجد يستغنی بحضورها عند كسوف الشمس أو القمر دون الصلاة(صحيح ابنِ حبان، حواله مذكوره)

[3] رقم الحديث ۹۸۵، ابواب الكسوف ، باب الصلاة فی كسوف الشمس.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابراہیم (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے) کے فوت ہونے کے دن سورج گرہن ہوگیا، تو کچھ لوگوں نے کہا کہ سورج گرہن ابراہیم کی موت کی وجہ سے ہوا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ سورج گرہن اور چاند گرہن کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے نہیں ہوتا، پس جب تم گرہن ہوتا ہوا دیکھو، تو تم نماز پڑھو، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو (بخاری)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا وَادْعُوْا حَتّٰى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ (بخاری) [1]

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند کسی کے مرنے سے گرہن نہیں ہوتے، جب تم سورج اور چاند کو گرہن ہوتا ہوا دیکھو، تو نماز پڑھو، اور دعا کرو، یہاں تک کہ تم سے اس گرہن کو ختم کردیا جائے (بخاری)

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهٗ وَإِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَصَلُّوْا وَادْعُوا اللّٰهَ حَتّٰى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ سورج اور چاند (گرہن) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں، اور یہ لوگوں میں سے کسی کے فوت ہونے کی وجہ سے گرہن

---

[1] رقم الحديث ۹۸۲، ابواب الكسوف، باب الصلاة في كسوف الشمس.

[2] رقم الحديث ۱۱ ۹ "۲۱"، كتاب الكسوف، باب ذكر النداء بصلاة الكسوف الصلاة جامعة.

www.idaraghufran.org

زدہ نہیں ہوتے، پس جب تم ان میں سے کسی کو گرہن ہوتا ہوا دیکھو، تو تم نماز پڑھو، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، یہاں تک کہ تمہارے سے اس گرہن کو ہٹا دیا جائے (مسلم)

ان احادیث سے سورج اور چاند گرہن کے موقع پر نماز اور دعاء دونوں کا حکم معلوم ہوا۔ [۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اس طرح روایت ہے کہ:

إِنَّ الشَّـمْـسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَإِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَـدٍ وَلَا لِـحَيَـاتِـهٖ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِلَى الصَّلَاةِ (نسائی، رقم الحديث ۱۴۸۲، كتاب الكسوف)

ترجمہ: بلاشبہ سورج اور چاند (گرہن) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، اور یہ کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے، پس جب تم گرہن ہوتا ہوا دیکھو، تو اللہ عزوجل کی یاد (دعاء واستغفار وغیرہ) اور نماز کی طرف متوجہ ہو جاؤ (نسائی)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اس طرح روایت ہے کہ:

---

[۱] وأما حديث عائشة فوقع الأمر فيه بالدعاء من طريق هشام عن أبيه وهو فى الباب الثانى وورد الأمر بالدعاء أيضا من حديث أبى بكرة وغيره ومنهم من حمل الذكر والدعاء على الصلاة لكونهما من أجزائها والأول أولى لأنه جمع بينهما فى حديث أبى بكرة حيث قال فصلوا وادعوا ووقع فى حديث بن عباس عند سعيد بن منصور فاذكروا الله وكبروه وسبحوه وهللوه وهو من عطف الخاص على العام(فتح البارى لابنِ حجر، ج۲ ص۵۴۷، ابواب الكسوف، باب الدعاء فى الكسوف)

فيه مسائل . الاولىٰ: صلاة الكسوف فى المسجد ، وكذا الخسوف، فانه صلى الله عليه وسلم امر بالصلاة عندهما ولم يفرق.الثانية: انها ركعتان بالجماع. الثالثة: الدعاء فيها.الرابعة: انها كالصلاة المعهود ، فلا يتعدد الركوع وسيأتى تفصيله.الخامسة:استحباب تلك الصلاة ،والدعاء حملا للامر عليه (اعلاء السنن ج۸ص۱۶۳ ، باب صلاة الكسوف والخسوف)

فَـإِذَا رَأَيْتُـمْ شَيْـئًـا مِنْ ذٰلِكَ فَـافْـزَعُـوْا إِلٰى ذِكْـرِهٖ وَدُعَـائِـهٖ وَاسْتِغْفَارِهٖ (بخاری) [1]

ترجمہ: جب تم سورج اور چاند گرہن میں سے کسی کو دیکھو، تو اللہ تعالیٰ کے ذکر (نماز) کی طرف، اور دعاء اور استغفار کی طرف متوجہ ہوجاؤ (بخاری) [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اس طرح روایت ہے کہ:

فَإِذَا رَأَيْتُـمْ ذٰلِكَ فَاحْمِدُوا اللّٰهَ ، وَكَبِّرُوْا ، وَسَبِّحُوْا ، وَصَلُّوْا حَتّٰى يَنْجَلِيَ كُسُوْفٌ أَيُّهُمَا انْكَسَفَ (صحيح ابن خزيمة) [3]

ترجمہ: پس جب تم گرہن کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور تکبیر اور تسبیح کرو، اور نماز پڑھو، یہاں تک کہ سورج یا چاند گرہن جو بھی ہوا ہے، وہ ختم ہوجائے (ابن خزیمہ)

ان احادیث سے گرہن کے وقت ذکر، نماز اور دعاء واستغفار میں مشغول ہونے کا حکم معلوم ہوا۔

اور استغفار درحقیقت دعاء کے مفہوم میں داخل ہے۔ [4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

---

[1] رقم الحديث ۹۹۹، ابواب الكسوف، باب الذكر فى الكسوف.

[2] قال أبو حاتم :قوله صلى الله عليه وسلم :(فافزعوا إلى ذكره) يريد به إلى صلاة الكسوف لأن الصلاة تسمى ذكرا أو فيها ذكر الله فسمى الصلاة ذكرا (صحيح ابن حبان ،تحت رقم الحديث ۲۸۴۷ ،ذكر ما يستحب للمرء الاستغفار لله جل وعلا عند رؤية كسوف الشمس أو القمر، كتاب الصلاة، باب صلاة الكسوف)

[3] رقم الحديث ۱۳۷۲ ، كتاب الصلاة، باب الخطبة على المنبر والأمر بالتسبيح والتحميد والتكبير مع الصلاة عند الكسوف إلى أن ينجلى؛ الأوسط لابن المنذر، رقم الحديث ۲۸۸۸، ذكر الخطبة على المنبر والأمر بالتسبيح والتحميد والتكبير مع الصلاة عند الكسوف.

قال أبو بكر :وفى قوله : حتى ينجلى كسوف أيهما انكسف دليل على إثبات الصلاة لكسوف القمر (الاوسط لابن المنذر ،حواله بالا)

[4] الاستغفار دعاء (مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۶۱۸ ، كتاب الدعوات، باب الاستغفار)

www.idaraghufran.org

فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا (بخاری) ۱؎

ترجمہ: پس جب تم (سورج وچاند) گرہن کو دیکھو، تو اللہ سے دعاء کرو، اور تکبیر پڑھو، اور نماز پڑھو، اور صدقہ کرو(بخاری)

اس حدیث سے گرہن کے موقع پر دعاء اور نماز کے علاوہ حسبِ حیثیت صدقہ کا حکم بھی معلوم ہوا۔

اور مذکورہ احادیث سے مجموعی طور پر معلوم ہوا کہ سورج اور چاند گرہن ہونے پر اللہ تعالیٰ کی یاد بطورِ خاص نماز اور دعاء واستغفار (جو کہ دعاء کے مفہوم میں داخل ہے) کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، اور حسبِ حیثیت صدقہ کا بھی اہتمام کرنا چاہیے، کیونکہ صدقہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو دور کرنے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ ۲؎

۱؎ رقم الحديث ۹۸۶، ابواب الكسوف، باب الصدقة فى الكسوف، واللفظ لهٗ، سنن أبى داوٗد، رقم الحديث ۱۱۹۱.

۲؎ (فإذا رأيتم ذلك فادعوا الله) أى :اعبدوه، وأفضل العبادات الصلاة، والأمر للاستحباب عند الجمهور .قال ابن الهمام :واختار فى الأسرار وجوبها للأمر فى قوله -عليه الصلاة والسلام-: إذا رأيتم شيئا من هذه فافزعوا إلى الصلاة .قال ابن الملك :إنما أمر بالدعاء ;لأن النفوس عند مشاهدة ما هو خارق للعادة تكون معرضة عن الدنيا ومتوجهة إلى الحضرة العليا، فتكون أقرب إلى الإجابة .(وكبروا) أى :عظموا الرب أو قولوا :الله أكبر ;فإنه يطفء نار الرب .(وصلوا) أى: صلاة الكسوف أو الخسوف .(وتصدقوا) : بالترحم على الفقراء والمساكين، وفيه إشارة إلى أن الأغنياء والمتنعمين هم المقصود بالتخويف من بين العالمين لكونهم غالبا للمعاصى مرتكبين (مرقاة المفاتيح ،ج۳ص۱۰۹۵، كتاب الصلاة، باب صلاة الخسوف)

(فإذا رأيتم مثل ذلك فعليكم بذكر الله والصلاة) . فدل ذلك على أنه صلى الله عليه وسلم لم يرد منهم مجرد الصلاة، بل أراد منهم ما يتقربون به إلى الله تعالى من الصلاة والدعاء والاستغفار وغير ذلك، نحو :الصدقة والعتاقة .وقال بعضهم بعد أن نقل بعض كلام الطحاوى فى هذا :وقرره ابن دقيق العيد بأنه جعل الغاية لمجموع الأمرين، ولا يلزم من ذلك أن يكون غاية لكل منهما على انفراده .فجاز أن يكون الدعاء ممتدا إلى غاية الانجلاء بعد الصلاة، فيصير غاية للمجموع ولا يلزم منه تطويل الصلاة ولا تكريرها .قلت :فى الحديث أعنى حديث أبى بكرة :(فصلوا وادعوا حتى ينكشف ما بكم) ، فقد ذكر الصلاة والدعاء بواو الجمع، فاقتضى أن يجمع بينهما إلى وقت الانجلاء قبل الخروج من الصلاة، وذلك لا يكون إلا بإطالة الركوع والسجود بالذكر فيهما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

نمازِ گرہن کی کتنی رکعات ہیں؟

سورج وچاند گرہن کی کم از کم دو رکعتیں ہیں۔

اور اگر دو رکعتوں سے زیادہ پڑھی جائیں، تو بھی نہ صرف یہ کہ جائز ہیں بلکہ بعض احادیث سے ثابت ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وبإطالة القراء ة أما إطالة الركوع والسجزد فقد وردت فى حديث عائشة رضى الله تعالى عنها، فى رواية مسلم :(ما ركعت ركوعا قط ولا سجدت سجودا قط كان أطول منه) . وفى رواية البخارى أيضا :(ثم سجد سجودا طويلا) . وقال أيضا (فصلى بأطول قيام وركوع وسجود) . وأما إطالة القراء ة ففى حديث عائشة :(فأطال القراء ة) ، وفى حديث ابن عباس :(فقام قياما طويلا قدر نحو سورة البقرة) ، ولا يشك أنه صلى الله عليه وسلم لم يكن فى طول قيامه ساكتا، بل كان مشتغلا بالقراء ة وبالدعاء ، وإذا مد الدعاء بعد خروجه من الصلاة لا يكون جامعا بين الصلاة والدعاء فى وقت واحد، لأن خروجه من الصلاة يكون قاطعا للجمع، ولا شك أن الواو تدل على الجمع، وقد وقع فى رواية النسائى من حديث النعمان بن بشير، قال :(كسفت الشمس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل يصلى ركعتين ركعتين ويسأل عنها حتى انجلت) . فهذا يدل على أن إطالته صلى الله عليه وسلم كانت بتعداد الركعات، وقال بعضهم :يحتمل أن يكون معنى قوله : (ركعتين) أى :ركوعين وأن يكون السؤال وقع بالإشارة فلا يلزم التكرار قلت :مراد هذا القائل الرد على الحنفية فى قولهم أن صلاة الكسوف كسائر الصلوات بلا تكرار الركوع، لما ذكرنا وجه ذلك، ولا يساعده ما يذكره لأن تأويله :ركعتين بركوعين، تأويل فاسد باحتمال غير ناشىء عن دليل، وهو مردود .فإن قلت :فعلى ما ذكرت فقد دل الحديث على أنه يصلى للكسوف ركعتان بعد ركعتين، ويزاد أيضا إلى وقت الانجلاء ، فأنتم ما تقولون به؟ قلت :لا نسلم ذلك، وقد روى الحسن عن أبى حنيفة :إن شاؤا صلوا ركعتين، وإن شاؤا صلوا أربعا، وإن شاؤا صلوا أكثر من ذلك، ذكره فى (المحيط) وغيره، فدل ذلك على أن الصلاة إن كانت بركعتين يطول ذلك بالقراء ة والدعاء فى الركوع والسجود إلى وقت الانجلاء ، وإن كانت أكثر من ركعتين فالتطويل يكون بتكرار الركعات دون الركوعات، وقول القائل المذكور، وإن يكون السؤال وقع بالإشارة؟ قلت :يرد هذا ما أخرجه عبد الرزاق بإسناد صحيح عن أبى قلابة أنه صلى الله عليه وسلم كلما ركع ركعة أرسل رجلا لينظر :هل انجلت؟ قلت :فهذا يدل على أن السؤال فى حديث النعمان كان بالإرسال لا بالإشارة، وأنه كلما كان يصلى ركعتين على العادة يرسل رجلا يكشف عن الانجلاء . فإن قلت :قوله :(ركع ركعة) ، يدل على تكرار الركوع قلت :لا نسلم ذلك، بل المراد كلما ركع ركعتين من باب إطلاق الجزء على الكل، وهو كثير فلا يقدر المعترض على رده(عمدة القارى، ج۷ص ۶۵،ابواب الكسوف، باب الصلاة فى كسوف الشمس)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گرہن ہوگیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں (بخاری)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَلَاتِكُمْ هٰذِهٖ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ (سنن البیهقی) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج اور چاند گرہن کے موقع پر تمہاری اِس نماز کی طرح دو رکعتیں پڑھیں (بیہقی)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گرہن کی نماز کی کم از کم دو رکعات ہیں۔

اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ وَيَسْأَلُ عَنْهَا حَتّٰى انْجَلَتْ (سنن أبی داؤد) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گرہن ہوگیا، تو آپ نے

---

[1] رقم الحدیث ۱۰۰۱، ابواب الکسوف، باب الصلاۃ فی کسوف القمر.

[2] رقم الحدیث ۶۳۵۷، کتاب صلاۃ الخسوف، باب الصلاۃ فی خسوف القمر، واللفظ لہ، معرفۃ السنن والآثار للبیهقی رقم الحدیث ۲۰۲۹، مستدرک حاکم رقم الحدیث ۱۱۹۰.

[3] رقم الحدیث ۱۱۹۳، کتاب الاستسقاء، باب من قال یرکع رکعتین، واللفظ لہ، الدعاء للطبرانی رقم الحدیث ۲۱۱۵، مستخرج ابی عوانہ رقم الحدیث ۱۹۸۵.

قال البیهقی: هذا مرسل، أبو قلابة لم یسمع من النعمان.

قلت: صرح فیه الکمال بسماعه من النعمان. وقال ابن حزم: أبو قلابة أدرک النعمان، وروی هذا الخبر عنه. وصرح ابن عبد البر بصحة هذا الحدیث وقال: من أحسن حدیث ذهب إلیه الکوفیون حدیث أبی قلابة عن النعمان، فصار قول البیهقی " :لم یسمعه منه "دعوی بلا دلیل (شرح سنن أبی داود للعینی، ج۵ ص۴۷، ۴۸، کتاب الاستسقاء، باب من قال یرکع رکعتین)

www.idaraghufran.org

دودورکعتیں پڑھنی شروع کیں، اورسورج گرہن کے (ختم یا موجود ہونے کے) بارے میں سوال کررہے تھے، یہاں تک کہ گرہن ختم ہوگیا (ابوداؤد)

اورایک روایت میں ہے کہ:

كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَيُسَلِّمُ وَيَسْأَلُ حَتّٰى اِنْجَلَتْ (شرح معانی الآثار) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گرہن ہوگیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرنے لگے، اور سورج گرہن کے (ختم یا موجود ہونے کے) بارے میں سوال کرنے لگے، یہاں تک کہ گرہن ختم ہوگیا (طحاوی)

اس سے معلوم ہوا کہ گرہن کی نماز دو رکعات سے زیادہ پڑھنا بھی درست ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۹۴۳، كتاب الصلاة، باب صلاة الكسوف كيف هي ؟، واللفظ لهٗ، سنن البيهقي رقم الحديث ۶۵۶۲، معرفة السنن والآثار للبيهقي رقم الحديث ۲۰۲۸.

[2] بعض حضرات کے بقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صرف ایک مرتبہ گرہن ہوا تھا، لیکن بعض فلکیین کا کہنا ہے کہ ایک سال میں سات گہن کا واقع ہونا ممکن ہے، جن میں سے پانچ کسوف اور دو خسوف ہوں گے، عموماً سال میں دو دفعہ سورج کو گرہن لگتا ہے (فلکیاتِ جدیدہ، از محدث حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ، صفحہ ۲۴۲، باب نمبر ۴۲)

مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی صاحب نے اپنی مذکورہ کتاب میں ۲۳ سالہ عہدِ نبوت کے کسوفِ شمس کی جو جدول تحریر فرمائی ہے، اس میں ۲ ہجری سے ۱۰ ہجری تک ۱۰ مرتبہ کسوف کا ذکر فرمایا ہے (ملاحظہ ہو: فلکیاتِ جدیدہ، صفحہ ۲۴۵)

لہٰذا اگر زمانۂ نبوت میں کسوف کے تعدد کو تسلیم کرلیا جائے، تو اس سلسلہ میں وارِد ہونے والی روایات کو بھی مختلف واقعات پر محمول کرنا درست ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

أخرجه عبد الرزاق بإسناد صحيح عن أبي قلابة أنه صلى الله عليه وسلم كلما ركع ركعة أرسل رجلا لينظر :هل انجلت؟ قلت :فهذا يدل على أن السؤال في حديث النعمان كان بالإرسال لا بالإشارة، وأنه كلما كان يصلي ركعتين على العادة يرسل رجلا يكشف عن الانجلاء .فإن قلت : قوله :(ركع ركعة) ، يدل على تكرار الركوع قلت :لا نسلم ذلك، بل المراد كلما ركع ركعتين من باب إطلاق الجزء على الكل، وهو كثير (عمدة القاري، ج۷ص۶۵، ابواب الكسوف، باب الصلاة في كسوف الشمس)

فهذه الروايات لاسيما رواية احمد تدل على انه صلى في الكسوف اربع ركعات او ازيد من ذلك،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے سورج گرہن کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں روایت ہے کہ:

فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَدْعُوْ وَيُكَبِّرُ وَيَحْمَدُ وَيُهَلِّلُ حَتّٰى جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ فَقَرَأَ سُوْرَتَيْنِ وَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ (صحیح مسلم) [1]

ترجمہ: پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ اُٹھا کر دعا کر رہے تھے، اور تکبیر پڑھ رہے تھے، اور تحمید اور تہلیل کر رہے تھے، یہاں تک کہ سورج صاف ہوگیا، تو آپ نے (دو رکعتوں میں) دو سورتیں پڑھیں، اور دو رکوع کیے (مسلم)

اور ابنِ خزیمہ کی روایت میں ہے کہ:

فَانْتَهَيْتُ وَهُوَ قَائِمٌ رَافِعٌ يَدَيْهِ يُسَبِّحُ ، وَيُكَبِّرُ ، وَيَحْمَدُ ، وَيَدْعُوْ حَتّٰى انْجَلَتْ ، وَقَرَأَ سُوْرَتَيْنِ ، وَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ (صحیح ابن خزیمة) [2]

ترجمہ: پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچا آپ کھڑے ہوئے تھے، اپنے ہاتھ اُٹھا رکھے تھے، تسبیح، تکبیر اور تحمید اور دعا کر رہے تھے، یہاں تک کہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد صرح فقهائنا رحمهم الله تعالىٰ بجواز اربع ركعات واكثر منها في الكسوف كما في البدائع، فيمكن ان يقال انه ركع في شفع من صلاه ركوعا في كل ركعة وفي اخرى ركوعين وفي بعضها ثلاثا او اربعا وعامة الصحابة رضى الله عنهم لم يقصدوا بيان عدد الركعتان واهتموا ببيان كيفية الصلاة والبعض منهم قد بينه كالنعمان بن بشير وقبيصة الهلالي واما الالفاظ الذى يتبادر منها الاقتصار على الركعتين فقط فتحتمل الاختصار والتاويل كمايظهر بادنى تامل والله سبحانه وتعالىٰ اعلم بالصواب (فتح الملهم ج ۲ ص ۴۵۳، كتاب الكسوف)

[1] رقم الحديث ۹۱۳ ”۲۵“، كتاب الكسوف، باب ذكر النداء بصلاة الكسوف الصلاة جامعة ، واللفظ لهٗ، مسند احمد، رقم الحديث ۲۰۶۱۷، ابوداؤد رقم الحديث ۱۱۹۵، مستخرج ابى عوانة رقم الحديث ۱۹۸۰ .

[2] رقم الحديث ۱۳۷۳، كتاب الصلاة، باب رفع اليدين عند الدعاء والتسبيح والتكبير والتحميد فى الكسوف.

www.idaraghufran.org

سورج صاف ہوگیا، اور آپ نے (دو رکعتوں میں) دو سورتیں پڑھیں، اور دو رکوع کیے (ابن خزیمہ)

اور مستدرک حاکم کی روایت میں ہے کہ:

فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ قَائِمٌ رَافِعٌ يَدَيْهِ يُسَبِّحُ وَيُكَبِّرُ، وَيَحْمَدُ رَبَّهٗ وَيَدْعُوْ حَتّٰى انْجَلَتْ ، وَقَرَأَ سُوْرَتَيْنِ فِيْ رَكْعَتَيْنِ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچا آپ کھڑے ہوئے تھے، اپنے ہاتھ اُٹھا رکھے تھے، اپنے رب کی تسبیح، تکبیر اور تحمید اور دعا کر رہے تھے، یہاں تک کہ سورج صاف ہوگیا، اور آپ نے دو رکعتوں میں دو سورتیں پڑھیں (حاکم)

اور مستخرج ابی عوانہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

فَقُمْنَا خَلْفَ ظَهْرِهٖ ، فَجَعَلَ يُكَبِّرُ ، وَيُسَبِّحُ ، وَيَدْعُوْ ، حَتّٰى حُسِرَ عَنْهَا ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ، وَقَرَأَ سُوْرَتَيْنِ(مستخرج ابی عوانة) [2]

ترجمہ: پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کے پیچھے کھڑے ہوئے، آپ نے تکبیر اور تسبیح اور دعاء کرنا شروع کی، یہاں تک کہ سورج صاف ہوگیا، اور آپ نے دو رکعتیں پڑھیں، اور دو سورتوں کی قرأت کی (ابو عوانہ)

اور نسائی کی روایت میں ہے کہ:

فَأَتَيْتُهٗ مِمَّا يَلِيْ ظَهْرَهٗ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَجَعَلَ يُسَبِّحُ وَيُكَبِّرُ وَيَدْعُوْ حَتّٰى حُسِرَ عَنْهَا قَالَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ(سنن

---

[1] رقم الحديث ۱۲۲۸، ج ۱ ص ۴۷۸، كتاب الكسوف.
قال الحاكم:هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه.

[2] رقم الحديث ۲۴۶۲، كتاب الصلاة،باب ذكر الخبر المبين أن النبى صلى الله عليه وسلم كان رافعا يديه قائما فى كسوف الشمس إلى القبلة الخ.

www.idaraghufran.org

النسائی) [1]

ترجمہ: پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کے قریب آیا، آپ مسجد میں موجود تھے، پھر آپ نے تسبیح اور تکبیر اور دعاء شروع کی، یہاں تک کہ سورج صاف ہوگیا، پھر آپ نے کھڑے ہوکر دو رکعتیں پڑھیں، اور (ان میں) چار سجدے کیے (یعنی ہر رکعت میں دو سجدے) (نسائی)

اکثر روایات میں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ویسے ہی کھڑے ہوکر دعا کرنے کا ذکر ہے، نماز میں کھڑے ہوکر اس دعا کے کرنے کا ذکر نہیں، جیسا کہ گزشتہ روایات سے معلوم ہوتا ہے، البتہ عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ نے جو روایت کی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَـأَتَيْتُـهُ وَهُوَ قَائِمٌ فِي الصَّلَاةِ رَافِعٌ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يُسَبِّحُ وَيَحْمَدُ وَيُهَلِّلُ وَيُكَبِّرُ وَيَدْعُوْ حَتّٰى حُسِرَ عَنْهَا (مسلم) [2]

ترجمہ: پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، آپ نماز میں کھڑے ہوئے تھے، اپنے ہاتھ اُٹھا رکھے تھے، آپ تسبیح اور تحمید، تہلیل اور تکبیر اور دعا میں مشغول ہوگئے، یہاں تک کہ گرہن ختم ہوگیا (مسلم)

دوسری بکثرت روایات کے پیشِ نظر محدثین نے اس روایت میں نماز میں کھڑے ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ آپ درحقیقت نماز نہیں پڑھ رہے تھے، بلکہ نماز کی ھیئت میں کھڑے ہوئے تھے، نماز کی طرح قبلہ کی طرف منہ تھا، اور لوگ آپ کے پیچھے صف بہ صف موجود تھے، یا پھر یہ کہ یہاں صلاۃ کا لفظ دعا کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، اور مطلب یہ ہے کہ آپ نے دعا میں ہاتھ اٹھا رکھے تھے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ١٤٦٠، باب التسبيح والتكبير والدعاء عند كسوف الشمس.

[2] رقم الحديث ٩١٣ "٢٦"، كتاب الكسوف، باب ذكر النداء بصلاة الكسوف الصلاة جامعة.

[3] (والله لأنظرن) أى :لأبصرن .(إلى ما حدث) أى :تجدد من السنة .(لرسول الله -صلى الله عليه وسلم -فى كسوف الشمس .قال :فأتيته وهو قائم فى الصلاة رافع يديه) أى :واقف فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جن روایتوں میں سورج گرہن ختم ہونے کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے، ان میں یا تو سورج گرہن ختم ہونے سے مراد یہ ہوسکتا ہے کہ گرہن کی شدت ختم ہوگئی تھی، اور یا پھر ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو رکعتیں سورج گرہن ختم ہونے کے بعد بطور شکرانہ کے پڑھی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی، اور اس آزمائش کی گھڑی سے لوگوں کو نجات عطا فرمائی، اور گرہن کی نماز آپ دعا سے پہلے پڑھ چکے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہرحال گرہن کی نماز کی کم از کم دو رکعتیں ہیں، اور اس سے زیادہ پڑھنا بھی احادیث کی رو سے جائز ہے، اور نماز کے بعد دعا بھی کرنی چاہئے۔

البتہ گرہن ختم ہونے تک نماز و دعا میں مشغولی رہنی چاہئے، اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز لمبے قیام اور لمبے رکوع وسجدوں کے ساتھ ادا فرمائی تھی۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَسَفَتِ الشَّمُسُ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا یَخُشٰی أَنُ تَکُونَ السَّاعَةُ فَأَتَی الُمَسُجِدَ فَصَلّٰی بِأَطُوَلِ قِیَامٍ وَرُکُوعٍ وَسُجُودٍ رَأَیُتُهُ قَطُّ یَفُعَلُهُ (بخاری) [۲]

ترجمہ: سورج گرہن ہوا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر کھڑے ہوئے، قیامت قائم ہونے کے خوف سے، پھر مسجد میں آئے، اور اتنے لمبے قیام اور لمبے رکوع اور لمبے سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی، جو میں نے آپ کو کبھی پڑھتے ہوئے نہیں دیکھی (بخاری)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هيئة الصلاة من القيام والاستقبال واجتماع الناس خلفه صفوفا، أو الصلاة بمعنى الدعاء، إذ لم يعرف مذهب أنه يرفع يديه فى صلاة الكسوف فى أوقات الأذكار(مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب صلاة الخسوف)

[۲] رقم الحديث ۹۹۹، ابواب الكسوف، باب الذكر فى الكسوف.

اِنْکَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَکَدْ یَرْکَعُ ثُمَّ رَکَعَ فَلَمْ یَکَدْ یَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ یَکَدْ یَسْجُدُ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ یَکَدْ یَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ یَکَدْ یَسْجُدُ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ یَکَدْ یَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ وَفَعَلَ فِی الرَّکْعَةِ الْأُخْرٰی مِثْلَ ذٰلِکَ، ثُمَّ نَفَخَ فِیْ آخِرِ سُجُوْدِہٖ فَقَالَ أُفْ أُفْ .ثُمَّ قَالَ رَبِّ أَلَمْ تَعِدْنِیْ أَنْ لَّا تُعَذِّبَھُمْ وَأَنَا فِیْھِمْ أَلَمْ تَعِدْنِیْ أَنْ لَّا تُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ (سنن أبی داوٗد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گرہن ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوگئے، اورنہیں لگتا تھا کہ رکوع بھی کریں گے (یعنی لمبا قیام کیا) پھر رکوع کیا، تو نہیں لگ رہا تھا کہ رکوع سے سر اٹھائیں گے (یعنی لمبا رکوع کیا) پھر رکوع سے سر اٹھایا تو نہیں لگ رہا تھا کہ سجدہ میں بھی جائیں گے، پھر سجدہ کیا تو اس میں سے سر نہیں اٹھا رہے تھے (یعنی لمبا سجدہ کیا)

---

[1] رقم الحديث ۱۱۹۴ ،كتاب الاستسقاء، باب من قال يركع ركعتين،واللفظ لهٗ، مسند احمد رقم الحديث ۶۴۸۳ ،صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ۱۳۱۳ باب تطويل السجود فى صلاة الكسوف، الشمائل المحمدية للترمذى،رقم الحديث ۳۱۵، باب ما جاء فى بكاء رسول الله صلى الله عليه وسلم.

فى حاشية مسند احمد:حديث حسن.

رواه الترمذى فى الشمائل عن قتيبة عن جرير فوقع لنا بدلا له عاليا.

وهكذا رواه شعبة وحماد بن سلمة وسفيان الثورى وزائدة وغيرهم عن عطاء وعطاء بن السائب ثقة ضعف من قبل اختلاطه فممن سمع منه من قبل الاختلاط شعبة قيل وحماد بن سلمة فالحديث ز ۱۰۵ ب على هذا قوى وقد وثق السائب العجلى وابن حبان.

وأخرج هذا الحديث ابن خزيمة فى صحيحه من طرق منها عن يوسف بن موسى عن جرير مطولا ومن طريق الثورى عن عطاء مختصرا وصححه محمد بن جرير الطبرى أيضا.

وأخرجه ابن حبان فى صحيحه عن أبى يعلى وعن أبى خيثمة عن ح ۸۳ أ جرير به.

ومن طريق زيد بن أبى انيسة عن عطاء قال سمعت أبى يقول سمعت عبد الله بن عمرو فذكره بطوله وعندى أن البخارى إنما علقه بغير صيغة الجزم للاختلاف فى عطاء والله أعلم (تغليق التعليق على صحيح البخارى لابن حجر ،ج۲ص۴۴۷،باب ما يجوز من البصاق والنفخ فى الصلاة)

www.idaraghufran.org

پھر سجدے سے سر اٹھایا، تو دوسرا سجدہ نہیں کررہے تھے، پھر جب دوسرے سجدے میں تشریف لے گئے، تو اس سے نہیں اٹھ رہے تھے، پھر دوسرے سجدے سے اٹھے، اور دوسری رکعت میں اسی طرح کیا، پھر آخری سجدے میں سانس لیا، اور اف اف کہا (یعنی اس شکل میں بغیر حروف کے آواز نکلی) پھر یہ دعا کی کہ اے میرے رب! کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا کہ آپ میری لوگوں میں موجودگی کے وقت ان کو عذاب نہیں دیں گے، کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا کہ آپ ان کو عذاب نہیں دیں گے، جب کہ یہ استغفار کررہے ہوں (ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبے قیام، لمبے رکوع اور لمبے سجدوں کے ساتھ سورج گرہن کی نماز پڑھی تھی، اور سجدے میں دعا بھی فرمائی تھی، تاکہ گرہن کے پورے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع جاری رہے۔[1]

گرہن کی نماز میں رکوع وسجود کی تعداد

گرہن کی نماز کی ہر رکعت میں کتنے رکوع اور کتنے سجدے ہیں؟

اس سلسلہ میں احادیث میں اختلاف پایا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے اس مسئلہ میں فقہائے کرام کے درمیان بھی اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔

اور بہت سے فقہاء ایک رکعت میں دو رکوع اور دو سجدوں کے قائل ہیں، کیونکہ کئی روایات میں اسی طرح کا ذکر پایا جاتا ہے، مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک گرہن کی نماز میں رکوع اور سجدوں کی تعداد عام دوسری نمازوں کی طرح ہے، یعنی ایک

---

[1] المصلی إن شاء طولهما, وإن شاء قصرهما إذا وصلهما بالدعاء حتی تنجلی الشمس .وهو قول أبی حنیفة, وأبی یوسف, ومحمد رحمهم الله تعالی, وهو النظر عندنا ;لأنا رأینا سائر الصلاة من المکتوبات والتطوع مع کل رکعة سجدتین فالنظر علی ذلک أن یکون هذه الصلاة کذلک(شرح معانی الآثار، ج ۱ ص ۳۲۲، کتاب الصلاة، باب صلاة الکسوف کیف هی ؟)

رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے۔ [1]

ان حضرات کا کہنا ہے کہ کثرت سے جن احادیث میں سورج گرہن اور چاند گرہن کے موقع پر نماز پڑھنے کا حکم مذکور ہے، ان میں نماز کا کوئی خاص دوسرا طریقہ بیان نہیں کیا گیا (جیسا کہ وہ احادیث پہلے گزریں)

اس کے علاوہ کئی احادیث میں گرہن کی نماز کو عام نمازوں کی طرح پڑھنے کا ذکر ہے، بطورِ خاص قولی احادیث میں، اوراس کے برعکس کسی بھی قولی حدیث میں گرہن کی نماز کو کسی دوسرے طریقہ پر پڑھنے کا حکم مذکور نہیں۔

---

[1] السابع :فی کمیة عدد رکعاتها، فعند اللیث بن سعد ومالک والشافعی وأحمد وأبی ثور: صلاة الکسوف رکعتان، فی کل رکعة رکوعان وسجودان، فتکون الجملة أربع رکوعات وأربع سجدات فی رکعتین، وعند طاووس وحبیب بن أبی ثابت وعبد الملک بن جریج :رکعتان فی کل رکعة أربع رکوعات وسجدتان، فتکون الجملة ثمان رکوعات وأربع سجدات، ویحکی هذا عن علی وابن عباس، رضی الله تعالی عنهم .وعند قتادة وعطاء بن أبی رباح وإسحاق وابن المنذر: رکعتان فی کل رکعة ثلاث رکوعات وسجدتان، فتکون الجملة ست رکوعات وأربع سجدات، وعند سعید بن جبیر وإسحاق بن راهویه فی روایة، ومحمد بن جریر الطبری وبعض الشافعیة :لا توقیت فیها، بل یطیل أبدا ویسجد إلی أن تنجلی الشمس .وقال عیاض :وقال بعض أهل العلم: إنما ذلک بحسب مکث الکسوف، فما طال مکثه زاد تکریر الرکوع فیه، وما قصر اقتصر فیه، وما توسط اقتصد فیه قال :وإلی هذا نحا الخطابی ویحیی وغیرهما .وقد یعترض علیه بأن طولها ودوامها لا یعلم من أول الحال ولا من الرکعة الأولی، وعند إبراهیم النخعی وسفیان الثوری وأبی حنیفة وأبی یوسف ومحمد هی :رکعتان کسائر صلاة التطوع فی کل رکعة رکوع واحد وسجدتان، ویروی ذلک عن ابن عمر وأبی بکرة وسمرة بن جندب وعبد الله بن عمرو وقبیصة الهلالی والنعمان بن بشیر وعبد الرحمن ابن سمرة وعبد الله بن الزبیر، ورواه ابن أبی شیبة عن ابن عباس .وفی (المحیط) : عن أبی حنیفة :إن شاؤا صلوها رکعتین وإن شاؤا أربعا .وفی (البدائع) : وإن شاؤا أکثر من ذلک، هکذا رواه الحسن عن أبی حنیفة، وعند الظاهریة :یصلی لکسوف الشمس خاصة إن کسفت من طلوعها إلی أن یصلی الظهر رکعتین، وإن کسفت من بعد صلاة الظهر إلی أخذها فی الغروب صلی أربع رکعات کصلاة الظهر، والعصر وفی کسوف القمر خاصة: إن کسف بعد صلاة المغرب إلی أن یصلی العشاء الآخرة صلی ثلاث رکعات کصلاة المغرب، وإن کسفت بعد صلاة العتمة إلی الصبح صلی أربعا کصلاة العتمة، واحتجوا فی ذلک بحدیث النعمان بن بشیر :(إذا خسفت الشمس والقمر فصلوا کأحدث صلاة صلیتموها) (عمدة القاری، ج۷ص۶۲،ابواب الکسوف، باب الصلاة فی کسوف الشمس)

www.idaraghufran.org

ان حضرات کا استدلال مندرجہ ذیل اور ان جیسی بعض دوسری احادیث سے ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ رِدَاءَهٗ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَا فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى انْجَلَتِ الشَّمْسُ (بخاری) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ سورج گرہن ہوگیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، اپنی چادر کو کھینچ رہے تھے (یعنی جلدی چل رہے تھے) یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوئے، اور ہم بھی ساتھ داخل ہوئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں، یہاں تک کہ سورج گرہن ختم ہوگیا (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ شروع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور نماز میں بھی ساتھ ہی شریک ہوئے تھے۔

اس حدیث میں کسی دوسرے طریقہ سے سورج گرہن کی نماز پڑھنے کا ذکر نہیں، جس سے معلوم ہوا کہ گرہن کی نماز میں رکوع وسجدوں کی تعداد عام نمازوں کی طرح ہے۔

جبکہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں سورج گرہن کی نماز عام نمازوں کی طرح پڑھنے کا صراحتاً بھی ذکر ہے۔

چنانچہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَمَا يُصَلُّوْنَ (سنن النسائی) [2]

---

[1] رقم الحديث ۹۸۲، ابواب الكسوف، باب الصلاة فی كسوف الشمس.

[2] رقم الحديث ۱۵۰۲، باب الامر بالدعاء فی الكسوف، واللفظ لهٗ، الاوسط لابن المنذر رقم الحديث ۲۸۲۱.

تحقيق الألبانی: صحيح (صحيح وضعيف سنن النسائی، حواله مذكوره)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز دو رکعتیں پڑھیں، اسی طریقہ سے جس طرح لوگ (دوسری عام) نماز پڑھتے ہیں (نسائی)

اور نسائی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَلَاتِكُمْ هٰذِهٖ وَذَكَرَ كُسُوْفَ الشَّمْسِ (سنن النسائی، رقم الحدیث ۱۴۹۲، کتاب الكسوف)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں، تمہاری اس نماز کی طرح، اور سورج گرہن کا ذکر فرمایا (نسائی)

اور صحیح ابنِ خزیمہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَمَا تُصَلُّوْنَ (صحیح ابن خزيمة) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی دو رکعتیں اسی طرح پڑھیں، جس طرح تم نماز پڑھتے ہو (ابنِ خزیمہ)

اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت میں ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَلَاتِكُمْ هٰذِهٖ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ (سنن البیهقی) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج اور چاند گرہن کے موقع پر تمہاری اِس نماز کی طرح دو رکعتیں پڑھیں (بیہقی)

اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

---

[1] رقم الحدیث ۱۳۷۴، کتاب الصلاة، باب الأمر بالدعاء مع الصلاة عند كسوف الشمس والقمر.

[2] رقم الحدیث ۶۳۸۷، کتاب صلاة الخسوف، باب الصلاة فی خسوف القمر، واللفظ لهٗ، معرفة السنن والآثار للبيهقی رقم الحدیث ۲۰۲۹، مستدرک حاکم رقم الحدیث ۱۱۹۰.

www.idaraghufran.org

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلّٰى فِيُ كُسُوُفِ الشَّمُسِ وَالْقَمَرِ رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَلَاتِكُمُ (صحيح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج اور چاند گرہن کی دو رکعتیں تمہاری نماز کی طرح پڑھیں (ابن حبان)

ان قولی وفعلی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج وچاند گرہن کی نماز میں رکوع اور سجدوں کی تعداد دوسری نمازوں کی طرح ہے، یعنی ایک رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے۔ [2]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوُلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى حِيُنَ انُكَسَفَتِ الشَّمُسُ مِثُلَ صَلَاتِنَا يَرُكَعُ وَيَسُجُدُ (سنن النسائی، رقم الحدیث ۱۴۸۹، کتاب الکسوف)

---

[1] رقم الحديث ۲۸۳۷، كتاب الصلاة، باب صلاة الخسوف، ذكر خبر أوهم عالما من الناس أن صلاة الكسوف كسائر الصلوات سواء.
قال شعيب الأرنؤوط: رجاله ثقات غير عبدالكريم بن عبدالله السكرى لم أقف له على ترجمة (حاشية ابنِ حبان)

[2] والمتبادر إلى الفهم: التشبيه بصلاة ركعتين، يتطوع بهما. وهذا مما تعلّق به من قال: إن صلاة الكسوف ليس فيها ركوع زائد (فتح البارى۔ لابن رجب، ج۹ ص ۲۷۵، باب الصلاة فى كسوف الشمس)
التشبيه، أنه فى وحدة الركوع لا فى تعدد الركعتين. فإنه لم يثبت عنه فى لفظ: أن صلوا كصلاتى هذه، بل أتى فيه إما بالأمر بالصلاة المطلقة، أو بالتشبيه بصلاة الصبح. وفيه إيماء إلى ما قلنا وتشييد ما ذهبنا (فيض البارى باب قول النبى صلى الله عليه وسلم يخوف الله عباده بالكسوف)
وظاهر هذين الحديثة أن الركعتين بركوع واحد، وقد تكلفوا للجواب عنهما فقال النووى: قوله: سب "وصلى ركعتين "يعنى: فى كل ركعة قياما وركوعا / . وقال القرطبى: يحتمل أنه إنما أخبر عن حكم ركعة واحدة، وسكت عن الأخرى.
قلت: وفى هذين الجوابين إخراج اللفظ عن ظاهره، وهو لا يجوز إلا بدليل، وأيضا فلفظ النسائى: "كما يصلون "، وابن حبان ": مثل صلاتكم "يرد ذلك، وتأوله المازرى على أنها كانت صلاة تطوع لا كسوف، فإنه إنما صلى بعد الانجلاء، وابتداؤها بعد الانجلاء لا يجوز (شرح سنن أبى داود لبدر الدين العينى، ج۵ ص ۳۰، باب: صلاة الكسوف)

Idara Ghufran

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے وقت میں ہماری (عام) نمازوں کی طرح رکوع وسجدے کے ساتھ نماز پڑھی (نسائی)

اور حضرت نعمان کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ كَمَا تُصَلُّوْنَ رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ (شرح معانی الآثار) ۲

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورج گرہن کی نماز اسی طرح پڑھتے تھے، جس طرح تم پڑھتے ہو، ایک رکوع اور دوسجدوں کے ساتھ (طحاوی)

اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا خَسَفَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ فَصَلُّوْا كَأَحْدَثِ صَلَاةٍ صَلَّيْتُمُوْهَا (سنن النسائی، رقم الحدیث ۱۴۸۷، کتاب الکسوف)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سورج اور چاند گرہن ہو، تو اسی طرح نماز پڑھو، جس طرح تم نے نئی (یعنی فجر کی) نماز پڑھی (نسائی)

نئی نماز سے فجر کی نماز مراد ہے، کیونکہ گرہن کی نماز اشراق کے وقت پڑھی گئی تھی، اور اس وقت کی نئی (یعنی قریب ترین) نماز فجر ہی کی تھی۔ ۲

---

۱ رقم الحدیث ۱۹۴۰، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الکسوف کیف ھی؟

۲ ومنها الأمر بأن يجعلوه كأحدث صلاة من المكتوبة وهي الصبح، فإن كسوف الشمس كان عند ارتفاعها قيد رمحين على ما في حديث سمرة .فأفاد أن السنة ركعتان .أقول :ويمكن حمل الأحدث على الأقل استعارة من حداثة السن، فإنه يعبر بها عن صغره بمعنى قلة عمره (مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۱۰۹۹، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الخسوف)

قوله :(فصلى بنا ركعتين) فلم يخرج البخاري أول إلا ما لم يكن فيه تعدد الركوع .وأقر الحافظ رحمه الله تعالى أنه أشار إلى جواز الاكتفاء بركوع واحد وإن كان الكمال في الركوعين .ووجه الاستدلال منه أنه حمل الصلاة على الصلاة المطلقة وليس فيها إلا ركوع واحد .وحينئذ قوي تمسك الحنفية بما عند أبي داود، فإنه على نحو تمسك الإمام، لأنا نحمل قوله :فصلوها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا بَدَا لِشَيْءٍ مِّنْ خَلْقِهِ خَشَعَ لَهُ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا كَأَحْدَثِ صَلَاةٍ صَلَّيْتُمُوْهَا مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ(سنن النسائی،رقم الحديث ۱۴۸۴،كتاب الكسوف) ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كأحدث صلاة صليتموها ...إلخ أى صلاة الفجر وفيها ركوع واحد .ولو كان التشبيه فى العدد فقط، لناسب أن يحيل على صلاة صلاها فى الكسوف، فترك الأقرب والإحالة على الأبعد دليل على أنه أراد به وحدة الركوع أيضا(فيض البارى،ابواب الكسوف، باب الصدقة فى الكسوف)

؎ قال البيهقى :هذا مرسل، أبو قلابة لم يسمع من النعمان.قلت :صرح فيه الكمال بسماعه من النعمان .وقال ابن حزم :أبو قلابة أدرك النعمان، وروى هذا الخبر عنه .وصرح ابن عبد البر بصحة هذا الحديث وقال :من أحسن حديث ذهب إليه الكوفيون حديث أبى قلابة عن النعمان، فصار قول البيهقى " :لم يسمعه منه "دعوى بلا دليل(شرح سنن أبى داود للعينى، ج۵ص۴۷، ۴۸، كتاب الاستسقاء، باب من قال يركع ركعتين)

وقال بإثره :اختلف فى إسناد هذا الحديث .لم يزد على (هذا ، ومدار الاختلاف المذكور على أبى قلابة ، فيروى) عنه عن النعمان ، ويروى عنه ، عن قبيصة بن المخارق الهلالى ، ويروى عنه عن هلال بن عامر ، عن قبيصة بن المخارق .وهذا النوع من الاختلاف فى الأسانيد لا يعدم فى أعداد ما لم يعرض له بشىء من الأحاديث التى ذكر ، فلا نراه علة ، والله أعلم(بيان الوهم والإيهام فى كتاب الأحكام للحافظ ابن القطان الفاسى ،ج۵ص۳۵۳،۳۵۴،باب ذكر أحاديث ضعفها ، وهى صحيحة أو حسنة ، وما أعلها به ليس بعلة)

كحديث أبى قلابة عن النعمان بن بشير ، عن النبى -صلى الله عليه وسلم " : - صلوا كأحدث صلاة صليتموها من المكتوبة "يعنى فى الكسوف .

وأتبعه أن قال :اختلف فى إسناد هذا الحديث .لم يزد على هذا ، وهو كما ذكر مختلف فيه ، ولكنه عندى اختلاف لا يضره ، وذلك أن قوما رووه عن أبى قلابة ، عن النعمان بن بشير ، عن النبى -صلى الله عليه وسلم - ، وقوما رووه عن أبى قلابة ، عن قبيصة بن المخارق الهلالى ، عن النبى -صلى الله عليه وسلم . - ذكر الاختلاف فيه على أبى قلابة ، أبو بكر البزار فى روايته عن قبيصة .ولا بعد فى أن يكون عنده فيه جميع ذلك(بيان الوهم والإيهام فى كتاب الأحكام للحافظ ابن القطان الفاسى،ج۵ص۴۵۹،باب ذكر أحاديث ضعفها ، وهى صحيحة أو حسنة ، وما أعلها به ليس بعلة)

قلت: ومن قال ان فى متنه اضطراب فهو ايضا لايضر.

ترجمہ: سورج اور چاند کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے، لیکن یہ تو اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، بے شک اللہ عزوجل جب کسی چیز پر اپنی تجلّی ڈالتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے خوفزدہ ہوجاتی ہے، پس جب تم گرہن دیکھو تو اسی طرح نماز پڑھو، جس طرح تم نے نئ (یعنی فجر کی) فرض نماز پڑھی (نسائی)

ان قولی وفعلی احادیث سے معلوم ہوا کہ گرہن کی نماز، فجر کی نماز کی طرح ہے، یعنی گرہن کی ہر رکعت میں فجر کی نماز کی طرح ایک رکوع اور دو سجدے ہیں۔ [1]

حضرت قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اس طرح نقل فرماتے ہیں کہ:

فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَصَلُّوا كَأَحْدَثِ صَلَاةٍ صَلَّيْتُمُوهَا مِنَ الْمَكْتُوبَةِ (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: پس جب تم سورج اور چاند گرہن ہوتا ہوا دیکھو، تو سورج وچاند گرہن کی اسی طرح نماز پڑھو، جس طرح تم نے قریب ترین (یعنی فجر کی) فرض نماز پڑھی (ابوداؤد)

---

[1] (وصلوا كأحدث صلاة) فيه أنه ينبغي أن يلاحظ وقت الكسوف فيصلي لأجله صلاة هي مثل ما صلاها من المكتوبة قبيلها ويلزم منه أن يكون عند الركعات على حسب تلك الصلاة وأن يكون الركوع واحدا ومقتضى هذا الحديث أنه يجب على الناس العمل بهذا وإن سلم أنه صلى الله تعالى عليه وسلم صلى بركوعين لأن هذا أمر للناس وذلک فعل فليتأمل (حاشية السندى على النسائي، ج۳ص ۱۴۲، ۱۴۳، كتاب الكسوف)

والقول مقدم على الفعل (العرف الشذى شرح سنن الترمذى للكشميرى، ج۲ص۵۸، باب ما جاء فى صلاة الكسوف)

[2] رقم الحديث ۱۱۸۵، كتاب الاستسقاء، باب من قال أربع ركعات، واللفظ لهٗ، سنن نسائى رقم الحديث ۱۴۸۵، مسند احمد رقم الحديث ۲۰۶۰۷، مستدرک حاکم رقم الحديث ۱۲۳۸، الآحاد والمثانى لابنِ ابى عاصم رقم الحديث ۱۳۰۰، معجم الصحابة لابن قانع، رقم الحديث ۱۳۹۰.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه، والذى عندى أنهما علّلاه بحديث ريحان بن سعيد، عن عباد بن منصور، عن أيوب، عن أبى قلابة، عن هلال بن عامر، عن قبيصة، وحديث يرويه موسى بن إسماعيل، عن وهيب لا يعلله حديث ريحان، وعباد "(حواله بالا)

Idara Ghufran

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَلَا لِحَيَاتِهٖ، وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا كَأَحْدَثِ صَلَاةٍ صَلَّيْتُمُوْهَا (مسند البزار، رقم الحديث ۱۳۷۰، ۱۳۷۱. ج۴ص۲۰۷) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گرہن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے، لیکن یہ تو اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، پس جب تم گرہن دیکھو تو اسی طرح نماز پڑھو، جس طرح تم نے قریبی وقت کی (یعنی فجر کی) نماز پڑھی (بزار)

اور حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ثُمَّ قَامَ فَقَرَأَ فِيْمَا نَرٰى بَعْضَ (الٓر كِتَابٌ)(إِبْرَاهِيْمُ)ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ اعْتَدَلَ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ قَامَ فَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْأُوْلٰى

(مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۶۲۹) [۲]

ترجمہ: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورج گرہن کی نماز کے لئے) قیام کیا، پھر

---

[۱] قال الهيثمی:
رواه البزار والطبرانی فی الاوسط والكبير، وعبد الرحمن بن أبی ليلى لم يدرك بلالا وبقية رجاله ثقات. (مجمع الزوائد، ج۲ص۲۰۸)
عبد الرحمن بن أبی ليلى الأنصاری المدنی ثم الكوفی ثقة من الثانية (تقريب التهذيب ج۱ص۵۸۸)
والمرسل حجة عند الاكثر لاسيما اذا تأيده الحديث الآخر.

[۲] قال الهيثمی:
رواه أحمد ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، ج۲ص۲۰۷، باب الكسوف)
وفی حاشية مسند احمد: إسناده جيد، رجاله رجال الصحيح.

Idara Ghufran

اس میں ہمارے خیال میں ’’الـر، کتاب‘‘(یعنی سورہ ھود)اورسورہ ابراہیم کے بعض حصے کی قرأت فرمائی، پھر رکوع فرمایا، پھر رکوع سے اطمینان کے ساتھ کھڑے ہوئے، پھر دوسجدے کئے، پھر(دوسری رکعت کے لئے) کھڑے ہوئے، اورجس طرح پہلی رکعت میں کیا تھا،اسی طرح دوسری رکعت میں کیا(مسنداحمد)

اورحضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَصَلّٰی فَقَامَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا قَامَ بِنَا فِیْ صَلَاةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهٗ صَوْتًا قَالَ ثُمَّ رَكَعَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا رَكَعَ بِنَا فِیْ صَلَاةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهٗ صَوْتًا ثُمَّ سَجَدَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا سَجَدَ بِنَا فِیْ صَلَاةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهٗ صَوْتًا ثُمَّ فَعَلَ فِی الرَّكْعَةِ الْأُخْرٰی مِثْلَ ذٰلِكَ (ابوداوٗد) [1]

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورج گرہن کی) نماز پڑھائی،اور ہمارے ساتھ اتنا لمبا قیام کیا کہ اتنا لمبا قیام ہمارے ساتھ کسی نماز میں کبھی نہیں کیا، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی آواز نہیں آ رہی تھی، پھر اتنا لمبا رکوع فرمایا کہ جتنا لمبا رکوع کبھی کسی نماز میں نہیں کیا،ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، پھر اتنا لمبا سجدہ کیا، کہ ہم نے کبھی کسی نماز میں اتنا لمبا سجدہ نہیں کیا،ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کا عمل کیا(ابوداؤد)

اورحضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَانْتَهَيْتُ وَهُوَ قَائِمٌ رَافِعٌ يَدَيْهِ يُسَبِّحُ ، وَيُكَبِّرُ ، وَيَحْمَدُ ، وَيَدْعُوْ حَتّٰى انْجَلَتْ ، وَقَرَأَ سُوْرَتَيْنِ ، وَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ (صحيح ابن خزيمة) [2]

---

[1] رقم الحديث ١١٨٣،كتاب الاستسقاء، باب من قال أربع ركعات.

[2] رقم الحديث ١٣٧٣،كتاب الصلاة، باب رفع اليدين عند الدعاء والتسبيح والتكبير والتحميد فى الكسوف.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچا آپ کھڑے ہوئے تھے، اپنے ہاتھ اُٹھا رکھے تھے، تسبیح، تکبیر اور تحمید اور دعا کر رہے تھے، یہاں تک کہ سورج صاف ہوگیا، اور آپ نے (دو رکعتوں میں) دو سورتیں پڑھیں، اور دو رکوع کیے (ابنِ خزیمہ)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی اور بھی روایات پہلے ذکر کی جاچکی ہیں، جن کے مجموعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دو رکعتوں میں دو رکوع کرنا معلوم ہوتا ہے۔

اگرچہ مذکورہ احادیث میں سے بعض کی سندوں میں کچھ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن یہ احادیث ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں، جس کی وجہ سے وہ ضعف ختم ہوجاتا ہے، اور وہ احادیث مقبول وحسن درجے میں داخل ہوجاتی ہیں، اور استدلال درست ہوجاتا ہے۔

حضرت زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عروہ سے کہا کہ:

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ مَا صَلّٰى إِلَّا رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ إِذْ صَلّٰى بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ أَجَلْ إِنَّهُ أَخْطَأَ السُّنَّةَ (بخاری)[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں جب (گرہن کی) نماز پڑھی، تو فجر کی طرح صرف دو رکعتیں پڑھیں۔

حضرت عروہ نے فرمایا کہ جی ہاں! انہوں نے سنت طریقہ سے خطاء کی (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ گرہن کی نماز، فجر کی نماز کی طرح رکوع وسجدوں کی تعداد کے ساتھ پڑھنے کے قائل تھے۔

البتہ حضرت عروہ جو کہ تابعی ہیں، وہ ایک رکعت میں دو رکوع کے قائل تھے، اس لئے انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے عمل سے اختلاف کیا۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ صحابی وتابعی کے عمل میں تقابل ہو تو صحابی کے عمل کا درجہ زیادہ

---

[1] تحت رقم الحديث ١٠٠٤، ابواب الكسوف، باب الجهر بالقراءة في الكسوف، واللفظ لهٗ، سنن البيهقي، رقم الحديث ٦٥٣١، شرح معاني الآثار، باب صلاة الكسوف كيف هي؟

www.idaraghufran.org

ہوتا ہے، کیونکہ صحابی کا عمل براہِ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہوا ہوتا ہے۔ [1]

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ إِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا كَصَلَاتِكُمْ حَتّٰى تَنْجَلِيَ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ) [2]

ترجمہ: صحابہ وتابعین گرہن کے وقت تمہاری نماز کی طرح کی نماز پڑھنے کا فرماتے تھے، گرہن ختم ہونے تک (ابن ابی شیبہ)

اس قسم کی احادیث وروایات سے استدلال کرتے ہوئے فقہائے احناف نے فرمایا کہ سورج اور چاند گرہن کی نماز میں رکوع اور سجدوں کی تعداد عام نمازوں کی طرح ہی ہے، یعنی ایک رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں۔

البتہ مذکورہ احادیث کے برعکس کئی فعلی احادیثِ صحیحہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج گرہن کی نماز میں عام نمازوں سے مختلف تعداد میں رکوع وسجدے کرنے کا ذکر ملتا ہے (چنانچہ بعض

---

[1] فهذا عروة والزهرى قد ذكرا عن عبد الله بن الزبير أنه صلى لكسوف الشمس ركعتين وعبد الله بن الزبير رجل له صحبة وقد حضره أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم حينئذ فلم ينكر ذلك عليه منهم منكر .فأما قول عروة إنه أخطأ السنة ذلك عندنا ليس بشىء (شرح معانى الآثار ، تحت رقم الحديث ۱۹۵۳ ،باب صلاة الكسوف كيف هى ؟)

لفظ مسلم .قوله :(فقلت) القائل هو الزهرى .قوله :(أن أخاك) يعنى :عبد الله بن الزبير .قوله: (مثل الصبح) ، أى :مثل صلاة الصبح فى العدد والهيئة .قوله :(قال :أجل) أى :قال عروة :نعم صلى كذلك، وفى رواية ابن حبان، فقال :أجل كذلك صنع (لأنه إخطأ السنة) أى :لأن عبد الله بن الزبير أخطأ السنة، لأن السنة هى أن تصلى فى كل ركعة ركوعان .وقال :بعضهم :وتعقب بأن عروة تابعى وعبد الله صحابى فالأخذ بفعله أولى .ثم أجاب :بما حاصله :إن ما صنعه عبد الله يتأدى به أصل السنة، وإن كان فيه تقصير بالنسبة إلى كمال السنة، ويحتمل أن يكون عبد الله أخطأ السنة من غير قصد لأنها لم تبلغه .قلت :وقد قلنا فى أول أبواب الكسوف :إن عروة أحق بالخطأ من عبد الله الصاحب الذى عمل بما علم، وعروة أنكر ما لا يعلم، ولا نسلم أنها لم تبلغه لاحتمال أنه بلغه من أبى بكرة أو من غيره مع بلوغ حديث عائشة إياه، فاختار حديث أبى بكرة لموافقته القياس، فإذا لا يقال فيه :إنه أخطأ السنة .والله أعلم بالصواب (عمدة القارى، ج۷ص۷۵، باب خطبة الإمام فى الكسوف)

[2] رقم الحديث ۸۳۹۵،كتاب الصلاة، باب صلاة الكسوف كم هى؟

احادیث میں ایک رکعت میں دو رکوع اور ایک سجدے کا، اور بعض میں ایک رکعت میں دو رکوع اور دو سجدوں کا اور بعض میں اس سے بھی مختلف تعداد کا ذکر ملتا ہے) ۱؎

۱؎ عن عائشة رضى الله عنها :أن النبى صلى الله عليه وسلم صلى بهم فى كسوف الشمس أربع ركعات فى سجدتين الأول الأول أطول(بخارى رقم الحديث ۱۰۶۴)

عن عائشة، أنها قالت :خسفت الشمس فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم بالناس، فقام، فأطال القيام، ثم ركع، فأطال الركوع، ثم قام فأطال القيام وهو دون القيام الأول، ثم ركع فأطال الركوع وهو دون الركوع الأول، ثم سجد فأطال السجود، ثم فعل فى الركعة الثانية مثل ما فعل فى الأولى(بخارى رقم الحديث ۱۰۴۴)

عائشة، أن الشمس انكسفت على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقام قياما شديدا، يقوم قائما، ثم يركع، ثم يقوم، ثم يركع، ثم يقوم، ثم يركع ركعتين فى ثلاث ركعات، وأربع سجدات، فانصرف(مسلم ،رقم الحديث ۹۰۱ "۶"،واللفظ لهٗ، سنن ابى داوٗد رقم الحديث ۱۱۷۹)

عن جابر بن عبد الله، قال :كسفت الشمس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فى يوم شديد الحر، فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم بأصحابه، فأطال القيام، حتى جعلوا يخرون، ثم ركع فأطال، ثم رفع فأطال، ثم ركع فأطال، ثم رفع فأطال، ثم سجد سجدتين، ثم قام فصنع نحوا من ذاك، فكانت أربع ركعات، وأربع سجدات(مسلم، رقم الحديث ۹۰۴"۹")

عن عبد الله بن عباس، قال :انخسفت الشمس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقام قياما طويلا نحوا من قراء ة سورة البقرة، ثم ركع ركوعا طويلا، ثم رفع، فقام قياما طويلا وهو دون القيام الأول، ثم ركع ركوعا طويلا وهو دون الركوع الأول، ثم سجد، ثم قام قياما طويلا وهو دون القيام الأول، ثم ركع ركوعا طويلا وهو دون الركوع الأول، ثم رفع، فقام قياما طويلا وهو دون القيام الأول، ثم ركع ركوعا طويلا وهو دون الركوع الأول، ثم سجد، ثم انصرف(بخارى رقم الحديث ۱۰۵۲)

عن طاوس، عن ابن عباس، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى عند كسوف الشمس ثمانى ركعات، وأربع سجدات، وعن عطاء مثل ذلك(سنن نسائى رقم الحديث ۱۴۶۷ ،باب كيف صلاة الكسوف ،السنن الكبرىٰ للنسائى رقم الحديث ۱۵۱۱ ، قال أبو عبد الرحمن هذا حديث جيد)

عن ابن عباس، عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه صلى فى كسوف، فقرأ ثم ركع، ثم قرأ ثم ركع ثم قرأ، ثم ركع ثلاث مرات، ثم سجد سجدتين، والأخرى مثلها .

وفى الباب عن على، وعائشة، وعبد الله بن عمرو، والنعمان بن بشير، والمغيرة بن شعبة، وأبى مسعود، وأبى بكرة، وسمرة، وأبى موسى، وابن مسعود، وأسماء بنت أبى بكر، وابن عمر، وقبيصة الهلالى، وجابر بن عبد الله، وعبد الرحمن بن سمرة، وأبى بن كعب :حديث ابن عباس حديث حسن صحيح وقد روى عن ابن عباس، عن النبى صلى الله عليه وسلم، أنه صلى فى كسوف أربع ركعات فى أربع سجداتوبه يقول الشافعى، وأحمد، وإسحاق(سنن الترمذى رقم الحديث ۵۶۰، باب ماجاء فى صلاة الكسوف)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن فقہائے احناف نے مختلف قسم کی احادیث میں غور وفکر کرتے ہوئے پہلی قسم کی احادیث کو عمل کے لحاظ سے راجح قرار دیا ہے، کیونکہ ایک تو یہ احادیث عام نمازوں میں شریعت کی طرف سے مقرر کردہ رکوع وسجدوں کی تعداد کے مطابق ہیں، دوسرے ان میں قولی وفعلی دونوں قسم کی احادیث ہیں، جبکہ دیگر احادیث صرف فعلی درجہ کی ہیں، اور قولی احادیث کو عام حالات میں فعلی احادیث پر ترجیح حاصل ہوا کرتی ہے۔

اور جن احادیث میں گرہن کی نماز میں عام نمازوں کے مقابلہ میں رکوع وسجدوں کی مختلف تعداد کا ذکر ہے۔ تو ان میں باہم اختلاف پایا جاتا ہے، کسی میں ایک رکعت میں دو رکوع، اور کسی میں تین رکوع، اور کسی میں چار رکوع، اور کسی میں پانچ رکوع کا ذکر ہے، اور سجدوں کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔

ایسے اختلاف کی صورت میں اِن کے بجائے اُن احادیث پر عمل زیادہ مناسب ہے، جو دوسری عام نمازوں کے رکوع وسجود کی تعداد کے مطابق ہیں، جن کے بارے میں کسی کا اختلاف ہی نہیں، یعنی دوسری عام نمازوں کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدوں کا ہونا۔

لہٰذا فعلی احادیث میں اختلاف کے وقت قولی احادیث اور ان فعلی احادیث پر عمل راجح ہوگا، جو دوسری نمازوں کے اصول وقواعد کے مطابق ہیں۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن أبي بن كعب، قال :انكسفت الشمس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وإن النبى صلى الله عليه وسلم صلى بهم، فقرأ بسورة من الطول، وركع خمس ركعات، وسجد سجدتين، ثم قام الثانية، فقرأ سورة من الطول، وركع خمس ركعات، وسجد سجدتين، ثم جلس كما هو مستقبل القبلة يدعو حتى انجلى كسوفها(ابوداؤد رقم الحديث ١١٨٢)

[۲] فإن قالوا :الزيادة المذكورة ثبتت فى رواية الحفاظ الثقات فوجب قبولها والعمل بها .قلنا: قد ثبت عند مسلم عن عائشة وجابر، رضى الله تعالى عنهما، أن فى كل ركعة ثلاث ركوعات، وعنده عن ابن عباس :أن فى كل ركعة ثلاث ركوعات، وعند أبى داود عن أبى بن كعب وعند البزار عن على :أن فى كل ركعة خمس ركوعات، فما كان جوابهم فى هذه فهو جوابنا فى تلك، ثم إن هذا القائل نقل عن صاحب (الهدى) أنه نقل عن الشافعي وأحمد والبخارى أنهم :كانوا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور فقہائے احناف نے عام نمازوں کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرہن کی نماز میں مختلف تعداد میں رکوع وسجدوں کے کرنے والی احادیث کی توجیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز میں عام نمازوں کی طرح ایک رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے فرمائے تھے، لیکن غیر معمولی لمبے رکوع اور لمبے سجدے فرمائے تھے، جس کی وجہ سے بعض پیچھے کے مقتدیوں نے درمیان میں سر اٹھا کر دیکھا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے تو نہیں اٹھ گئے، اور جب نظر آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک رکوع میں ہیں، تو دوبارہ یا سہ بارہ رکوع میں چلے گئے، جس سے پیچھے والوں نے انہیں دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ دوسرا یا تیسرا رکوع ہوا ہے، وغیرہ۔

اور پھر انہوں نے اپنے گمان کے مطابق اسی طرح بیان کر دیا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يعدون الزيادة على الركوعين في كل ركعة غلطا من بعض الرواة .قلت :ينبغي أن لا يؤاخذ بهذا لأنه ثبت في (صحيح مسلم) ثلاث ركوعات وأربع ركوعات، كما ذكرناه الآن (عمدة القارى، ج۷ص ۷۲، ابواب الكسوف، باب الصدقة فى الكسوف)

[1] (ولنا) ما روى محمد بإسناده عن أبي بكرة أنه قال :كسفت الشمس على عهد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فخرج رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يجر ثوبه حتى دخل المسجد فصلى ركعتين فأطالهما حتى تجلت الشمس وذلك حين مات ولده إبراهيم، ثم قال :إن الشمس والقمر آيتان من آيات الله تعالى، وإنهما لا ينكسفان لموت أحد ولا لحياته، فإذا رأيتم من هذه الأفزاع شيئا فافزعوا إلى الصلاة والدعاء ؛ لينكشف ما بكم ومطلق اسم الصلاة ينصرف إلى الصلاة المعهودة.

وفي رواية عن أبي بكرة أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -صلى ركعتين نحو صلاة أحدكم ، وروى الجصاص عن علي والنعمان بن بشير وعبد الله بن عمر وسمرة بن جندب والمغيرة بن شعبة -رضي الله عنهم -أن النبي -صلى الله عليه وسلم -صلى في الكسوف ركعتين كهيئة صلاتنا ، والجواب عن تعلقه بحديث ابن عباس وعائشة -رضي الله عنهما -أن روايتهما قد تعارضت روى كما قلتم.

وروى أنه صلى أربع ركعات في أربع سجدات، والمتعارض لا يصلح معارضا، أو نقول تعاضد ما روينا بالاعتبار بسائر الصلوات؛ فكان العمل به، أولى أو نحمل ما رويتم على أن النبي -صلى الله عليه وسلم -ركع فأطال الركوع كثيرا زيادة على قدر ركوع سائر الصلوات؛ لما روى أنه عرض

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر بعض حضرات نے اس جواب کو راجح نہیں سمجھا، کیونکہ بعض احادیث سے صراحتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''سمع اللہ لمن حمدہٗ'' کہہ کر دوبارہ رکوع کرنا ثابت ہے، اس لئے انہوں نے اس کے بجائے یہ فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گرہن کی نماز پڑھانے کے دوران مختلف غیر معمولی واقعات پیش آئے تھے، جس میں آپ کو جنت وجہنم کا نظارہ بھی کرایا گیا تھا، لہٰذا اس نماز میں آپ نے عام نمازوں کے مقابلہ میں کئی رکوع فرمائے تھے، لیکن یہ رکوع، سجدۂ شکر کی طرح کے (رکوعاتِ تخشّع) تھے، سورج گرہن کی نماز کا جزو نہیں تھے، کہ آئندہ تمام امتیوں کے لئے بھی اس طرح کرنے کا حکم ہو، لہٰذا بعض احادیث میں ان کو بھی ذکر کر دیا گیا، اور بعض میں اصل نماز کے رکوع وسجود کا ذکر کیا گیا، اور دوسرے رکوع وسجود کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عليه الجنة والنار فى تلك الصلاة فرفع أهل الصف الأول رء وسهم ظنا منهم أنه -صلى الله عليه وسلم - رفع رأسه من الركوع فرفع من خلفهم رء وسهم فلما رأى أهل الصف الأول رسول الله -صلى الله عليه وسلم -راكعا ركعوا وركع من خلفهم، فلما رفع رسول الله -صلى الله عليه وسلم - رأسه من الركوع رفع القوم رء وسهم فمن كان خلف الصف الأول ظنوا أنه ركع ركوعين فرووا على حسب ما وقع عندهم، وعلم الصف الأول حقيقة الأمر فنقلوا على حسب ما علموه، ومثل هذا الاشتباه قد يقع لمن كان فى آخر الصفوف، وعائشة -رضى الله عنها -كانت واقفة فى خير صفوف النساء وابن عباس فى صف الصبيان فى ذلك الوقت فنقلا كما وقع عندهما، فيحمل على هذا توفيقا بين الروايتين، كذا وفق محمد -رحمه الله -فى صلاة الأثر، وذكر الشيخ أبو منصور أن اختلاف الروايات خرج مخرج التناسخ لا مخرج التخيير؛ لاختلاف الأئمة فى ذلك.

ولو كان على التخيير لما اختلفوا ثم فيظهر أنه قد ظهر انتساخ زيادات كانت فى الابتداء فى الصلوات، واستقرت الصلاة على الصلاة المعهودة اليوم عندنا، فكان صرف النسخ إلى ما ظهر انتساخه أولى من صرفه إلى ما لم يظهر أنه نسخه غيره(بدائع الصنائع،ج ا ص ٢٨١، كتاب الصلاة،فصل قدر وكيفية صلاة الكسوف)

[1] وروى الشيخ أبو منصور عن أبى عبد الله البلخى أنه قال :إن الزيادة ثبتت فى صلاة الكسوف لا للكسوف، بل لأحوال اعترضت، حتى روى أنه -صلى الله عليه وسلم -تقدم فى الركوع حتى كان كمن يأخذ شيئا ثم تأخر كمن ينفر عن شىء فيجوز أن تكون الزيادة منه باعتراض تلك الأحوال، فمن لا يعرفها لا يسعه التكلم فيها، ويحتمل أن يكون فعل ذلك؛ لأنه سنة فلما أشكل الأمر لم يعدل عن المعتمد عليه إلا بيقين(بدائع الصنائع،ج ا ص ٢٨١، كتاب الصلاة،فصل قدر وكيفية صلاة الكسوف)

www.idaraghufran.org

اوراسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قولی احادیث میں امت کو گرہن کی نماز عام فرض نمازوں کی طرح پڑھنے کا حکم فرمایا، جیسا کہ گزرا۔

لہٰذا امت کے لئے عمومی نمازوں کی طرح رکوع وسجود کا حکم برقرار رہا، اور ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدوں کا کرنا ہی سنت ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

نمازِ گرہن باجماعت پڑھنے اور امام کی قرأت کی بحث

سورج اور چاند گرہن کے وقت نماز پڑھنا احادیث سے ثابت ہے، البتہ سورج گرہن کی نماز کی اہمیت ودرجہ چاند گرہن کی نماز سے زیادہ ہے، کہ سورج گرہن کی نماز سنت اور بعض کے نزدیک واجب ہے، جبکہ چاند گرہن کی نماز سنت یا مستحب ہے۔

جہاں تک ان نمازوں کو جماعت سے پڑھنے نہ پڑھنے کا تعلق ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج گرہن کی نماز کا تو باجماعت پڑھنا ثابت ہے، کیونکہ سورج گرہن دن کے وقت ہوتا ہے، جس میں لوگوں کے جمع ہونے میں کوئی مشکل وفتنہ نہیں، اس لئے سورج گرہن کی نماز مرد حضرات کو باجماعت پڑھنا سنت کے زیادہ قریب ہے، اور تنہا پڑھنا بھی جائز ہے۔

اس کے برخلاف چاند گرہن کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باجماعت پڑھنا ثابت نہیں، کیونکہ چاند گرہن رات کے وقت میں ہوتا ہے، جس میں لوگوں کو جماعت کے لئے جمع کرنے میں حرج اور تنگی لازم آتی ہے، اور جماعت سے ادا کرنے کی صورت میں سب کو لمبے قیام اور ترکِ آرام کا پابند کرنا لازم آتا ہے، اس لئے فقہائے احناف نے چاند گرہن کی نماز میں جماعت کو سنت قرار نہیں دیا، لہٰذا چاند گرہن کی نماز بغیر جماعت کے الگ الگ پڑھ لینی

---

[1] اور اگر مختلف روایات کو مختلف واقعات پر محمول کیا جائے، تو اس کے دوسرے جوابات بھی ممکن ہیں، اور زمانۂ نبوت میں کسوف کے تعدد کے امکان کے بارے میں ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

وفيه دليل صريح لأبي حنيفة، وحيث اجتمع القول والفعل تقدم على الفعل فقط، مع أنه اضطرب في الزيادة، والحال أنه ما ثبت تعدد القضية، بل تعدد الكسوف في مدة قليلة من الحالات العادية، والله أعلم (مرقاة المفاتيح، ج٣ص ١٠٩٢، كتاب الصلاة، باب صلاة الخسوف)

www.idaraghufran.org

چاہئے، اور ہر شخص کو اپنی حسبِ حیثیت دعا و قیام کر لینا چاہیے، لیکن اگر کچھ لوگ اپنی خوشی ورغبت سے چاند گرہن کی نماز باجماعت ادا کریں، تو یہ عمل گناہ نہیں، بشرطیکہ کوئی خرابی لازم نہ آئے، مثلاً دوسروں کے آرام میں خلل، یا اس کو ضروری سمجھنا یا کوئی اور فتنہ وغیرہ۔ [1]

اور چاند گرہن کی نماز جماعت سے پڑھنے کی صورت میں اس کا طریقہ وہی ہوگا، جو سورج گرہن کی نماز کا ہے۔ لأن حكم الكسوف والخسوف واحد في أكثر المسائل(كذافى المرقاة،فى باب صلاة الخسوف) [2]

---

[1] فالكراهة فى جماعة الخسوف لغيره لالعينه ، فمن قال بكراهته فهو لغيره ومن جوز فهو لعينه فلا تعارض.

[2] قلت وترى فى كسوف القمر صلاة قال نعم الصلاة فيه حسنة قلت فهل يصلون جماعة كما يصلون فى كسوف الشمس قال لا(الاصل المعروف بالمبسوط للشيبانى، ج ا ص ۴۴۳، كتاب الصلاة، باب صلاة الكسوف)

وقال محمد لا يجمع الامام الصلاة فى كسوف القمر كما يجمعها فى كسوف الشمس ولكن الناس يفزعون عند ذلك إلى المسجد فيصلون فى غير جماعة ويكبرون الله ويدعون وكذلك قال أهل المدينة (كتاب الحجة على اهل المدينة للشيبانى، ج ا ص ۴۳۲، ۴۳۳، باب صلاة الكسوف)

(فإذا رأيتم ذلك) أى ما ذكر من كسوف أو خسوف (فصلوا) أى بجماعة فى الكسوف مع إمام الجمعة وفرادى فى الخسوف على طريق السنة ، ويصلى للكسوف فرادى كما يصلى جماعة بالاتفاق(شرح مسند أبى حنيفة ،ص ۱۴۱)

الوجه السادس :فى صلاة خسوف القمر :قال أصحابنا :ليس فى خسوف القمر جماعة، وقيل : الجماعة جائزة عندنا لكنها ليست بسنة لتعذر اجتماع الناس بالليل، وإنما يصلى كل واحد منفردا (عمدة القارى ،ج۵ ص ۳۰۳، كتاب الاذان، باب مايقول بعد التكبير)

قلت :أبو حنيفة لم ينف الجماعة فيه، وإنما قال :الجماعة فيه غير سنة، بل هى جائزة وذلك لتعذر اجتماع الناس من أطراف البلد بالليل، وكيف وقد ورد قوله صلى الله عليه وسلم :(أفضل صلاة المرء فى بيته إلا المكتوبة) ؟ وقال مالك :لم يبلغنا، ولا أهل بلدنا، أنه صلى الله عليه وسلم جمع لكسوف القمر، ولا نقل عن أحد من الأئمة بعده أنه صلى الله عليه وسلم جمع فيه .ونقل ابن قدامة فى (المغنى) عن مالك :ليس فى كسوف القمر سنة ولا صلاة، وقال المهلب :يمكن أن يكون تركه صلى الله عليه وسلم، والله أعلم، رحمة للمؤمنين لئلا تخلو بيوتهم بالليل فيخطفهم الناس ويسرقون، يدل على ذلك قوله :صلى الله عليه وسلم لأم سلمة ليلة نزول التوبة على كعب بن مالك وصاحبيه :(قلت له :ألا أبشر الناس؟ فقال صلى الله عليه وسلم :أخشى أن يخطفهم الناس)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

البتہ گرہن کی نماز باجماعت پڑھنے کی صورت میں اذان سنت نہیں، تاہم لوگوں کو جمع کرنے کے لئے اعلان کر کے مطلع وآگاہ کرنے میں حرج نہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْدِيَ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ (بخاری) [1]

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا، تو اس طرح اعلان کیا گیا کہ نماز تیار ہے (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج گرہن کی نماز کے لئے اذان کی ضرورت نہیں، البتہ اگر لوگوں کو نماز کے لئے جمع کرنے کا اعلان کر دیا جائے، تو حرج نہیں۔

اور گرہن کی نماز باجماعت پڑھنے کی صورت میں امام قرأت بلند آواز سے کرے، یا آہستہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

.وفی حديث آخر :(أخشى أن يمنع الناس نومهم) . وقال تعالى :(ومن رحمته جعل لكم الليل والنهار لتسكنوا فيه) . فجعل السكون فی الليل من النعم التی عددها الله تعالى على عباده، وقد سمى ذلك رحمة، وقد قال ابن القصار :خسوف القمر يتفق ليلا فيشق الاجتماع له، وربما أدرك الناس نياما فيثقل عليهم الخروج لها، ولا ينبغی أن يقاس على كسوف الشمس، لأنه يدرك الناس مستيقظين متصرفين، ولا يشق اجتماعهم كالعيدين والجمعة والاستسقاء .... أما رواية الحسن فرواها الشافعی عن إبراهيم بن محمد وهو ضعيف، وقول الحسن :خطبنا، لا يصح، فإن الحسن لم يكن بالبصرة لما كان ابن عباس بها .وقيل :إن هذا من تدليساته (عمدة القاری، ج۷ص۶۶، كتاب الكسوف، باب الصلاة فی كسوف الشمس)

(ركعتين أو أربعا كالخسوف) كما يصلون فی خسوف القمر فرادى بلا جماعة لتعذر الاجتماع بالليل أولخوف الفتنة .وفی التحفة يصلون فی منازلهم وقيل :الجماعة جائزة فيه عندنا لكنها ليست بسنة (مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر، ج ۱ ص ۱۳۹، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، فصل فی صلاة الكسوف)

قال الحنفية رحمهم الله تعالى :يصلى فيه فرادى .وقال الآخرون :بل مثل كسوف الشمس .وقال صاحب الهدى :لم ينقل أنه صلى فی كسوف القمر فی جماعة إلا ما ذكره ابن حبان.قلت :وأكبر ظنی أن فی بعض كتب الحنفية :أن الجماعة فی الخسوف محتملة وإن لم تكن سنة(فيض البارى شرح البخارى للكشميرى، كتاب الكسوف، باب الصلاة فی كسوف القمر)

[1] رقم الحديث ۱۰۴۵، ابواب الكسوف، باب النداء بالصلاة جامعة فی الكسوف.

آواز سے، اس سلسلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سمیت کئی فقہائے کرام کے نزدیک گرہن کی نماز میں امام کو آہستہ آواز میں قرأت کرنا سنت ہے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ اور بقول بعض امام محمد رحمہ اللہ اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک گرہن کی نماز میں امام کو بلند آواز سے قرأت کرنا سنت ہے۔ [1]

---

[1] واختلف أهل العلم في القراء ة في صلاة الكسوف، فرأى بعض أهل العلم :أن يسر بالقراء ة فيها بالنهار، ورأى بعضهم :أن يجهر بالقراء ة فيها، كنحو صلاة العيدين والجمعة، وبه يقول مالك، وأحمد، وإسحاق :يرون الجهر فيها قال الشافعي :لا يجهر فيها (ترمذى، تحت رقم الحديث ٥٦٠، باب ماجاء في صلاة الكسوف)

قوله :(جهر في صلاة الخسوف)هذا عند أصحابنا والجمهور محمول على كسوف القمر ؛ لأن مذهبنا ومذهب مالك وأبي حنيفة والليث بن سعد وجمهور الفقهاء أنه يسر في كسوف الشمس ويجهر في خسوف القمر .وقال أبو يوسف ومحمد بن الحسن وأحمد وإسحاق وغيرهم :يجهر فيهما ، وتمسكوا بهذا الحديث .واحتج الآخرون بأن الصحابة حزروا القراء ة بقدر البقرة وغيرها ، ولو كان جهرا لعلم قدرها بلا حزر ، وقال ابن جرير الطبرى :الجهر والإسرار سواء (شرح النووى على مسلم ،ج٦ ص ٢٠٤، كتاب الكسوف، باب صلاة الكسوف)

وأخرجه الترمذى عن محمد بن أبان عن إبراهيم بن صدقة عن سفيان بن حسين عن الزهرى عن عروة (عن عائشة :أن النبى، صلى الله عليه وسلم، صلى صلاة الكسوف وجهر بالقراء ة فيها) . قال :هذا حديث حسن صحيح، واحتج بهذا الحديث مالك وأحمد وإسحاق في أن صلاة الكسوف يجهر فيها بالقراء ة، حكى الترمذى ذلك عنهم، ثم حكى عن الشافعي مثل ذلك .وقال النووى في (شرح مسلم) : إن مذهبنا ومذهب مالك وأبي حنيفة والليث بن سعد وجمهور الفقهاء أنه :يسر في كسوف الشمس ويجهر في خسوف القمر، قال :وقال أبو يوسف ومحمد بن الحسن وأحمد وإسحاق :يجهر فيهما وحكى الرافعي عن الصيدلاني أن مثله يروى عن أبي حنيفة، وقال محمد بن جرير الطبرى :الجهر والإسرار سواء ، وما حكاه النووى عن مالك هو المشهور عنه بخلاف ما حكاه الترمذى، فقد حكى عن مالك الإسرار، كقول الشافعي ابن المنذر في (الأشراف) وابن عبد البر في (الاستذكار) . وقال أبو عبد الله المازرى أن ما حكاه الترمذى عن مالك من الجهر بالقراء ة رواية شاذة ما وقفت عليها في غير كتابه .قال :وذكرها ابن شعبان عن الواقدى عن مالك، وقال القاضى عياض في (الإكمال) والقرطبى في (المفهم) : أن معن بن عيسى والواقدى رويا عن مالك الجهر، قالا :ومشهور قول مالك الإسرار فيها، وقال ابن العربى: روى المصريون أنه يسر، وروى المدنيون :أنه يجهر، قال :والجهر عندى أولى؟(عمدة القارى ج٧ص ٩٢،ابواب صلاة الكسوف،باب الجهر بالقراء ة في الكسوف)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اوراس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں احادیث میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَلّٰی بِنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ کُسُوْفٍ لَا نَسْمَعُ لَہٗ صَوْتًا

(ترمذی) ۱؎

ترجمہ: ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں نماز پڑھائی، تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی آواز نہیں سنی (ترمذی) ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ویخفی عند أبی حنیفۃ، وقالا :یجھر .وعن محمد مثل قول أبی حنیفۃ -رَحِمَہُ اللَّہُ(الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، ج ۱ ،ص۸۷،باب صلاۃ الکسوف)

ولا یجھر بالقراء ۃ فی صلاۃ الجماعۃ فی کسوف الشمس فی قول أبی حنیفۃ رحمہ اللہ، ویجھر بھا عند أبی یوسف، وقول محمد فیہ مضطرب، وقول الشافعی مثل قول أبی یوسف(المحیط البرھانی، ج۲،ص ۱۳۶ ،کتاب الصلاۃ،الفصل التاسع والعشرون)

۱؎ رقم الحدیث ۵۶۲ ،کتاب الجمعۃ، باب ما جاء فی صفۃ القراء ۃ فی الکسوف، واللفظ لہٗ، ابنِ ماجۃ رقم الحدیث ۱۲۵۴ ، شرح السنۃ للبغوی، باب کیفیۃ القرأۃ فی صلاۃ الخسوف، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۱۸۸۲ ،باب ترک الجھر بالقرأۃ فی صلاۃ الکسوف.

۲؎ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے، اور بعض نے اس حدیث کو ثعلبہ بن عباد کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، مگر ابنِ حبان نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے، اور علامہ ابنِ حجر نے ان کو مقبول قرار دیا ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے جرح کے بغیر ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔

قال الترمذی:

وفی الباب عن عائشۃ :حدیث سمرۃ حدیث حسن صحیح، وقد ذھب بعض أھل العلم إلی ھذا، وھو قول الشافعی(حوالہ بالا)

ثعلبۃ بن عباد بکسر المھملۃ وتخفیف الموحدۃ العبدی البصری مقبول من الرابعۃ(تقریب التھذیب ج ۱ ص ۱۴۹)

ثعلبۃ بن عباد العبدی البصری وقال اسرائیل :اللیثی، سمع سمرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم - فی الکسوف، قالہ أبو غسان مالک بن اسماعیل عن زھیر سمع الاسود بن قیس عن ثعلبۃ(التاریخ الکبیر تحت رقم الترجمۃ ۲۱۰۴)

رواہ الأربعۃ واللفظ لأبی داود وقال الترمذی حسن صحیح وکذا صححہ ابن حبان وابن السکن والحاکم بزیادۃ علی شرط الشیخین

واما ابن حزم فقال لا یصح لأنہ لم یروہ إلا ثعلبۃ بن عباد العبدی وھو مجھول قلت لا فقد ذکرہ ابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكُسُوْفَ، فَلَمْ أَسْمَعْ مِنْهُ فِيْهَا حَرْفًا مِّنَ الْقُرْآنِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۶۷۳) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورج گرہن کی نماز پڑھی، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہیں سنا (مسند احمد)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ ہی کی ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا قَدْرَ نَحْوِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گرہن ہوگیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، اور لوگ آپ کے ساتھ نماز میں شریک تھے، آپ نے لمبا قیام فرمایا، سورہ بقرہ جیسی سورت کی مقدار کے برابر (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے لمبے قیام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حبان فی ثقاته وصحح الأئمة المذكورون الحديث من طريقه(تحفة المحتاج إلى أدلة المنهاج لابن الملقن باب صلاة الكسوف، تحت رقم الحديث ۷۲۰)

وتصحيح الأئمة الماضين لحديثه يرفع عنه الجهالة(البدر المنير فى تخريج الأحاديث والأثار الواقعة فى الشرح الكبير لابن الملقن، ج۵ص ۱۲۹، كتاب صلاة الكسوف، الحديث الحادى عشر)

[1] حسن، عبد الله بن لهيعة -وإن كان سىء الحفظ -قد رواه عنه ابن المبارك فى الطريق الآتى بعد هذا، وحديثُه عنه صالح، فقد حدث عنه قبلَ احتراق كتبه، وباقى رجاله ثقات رجال الشيخين غير عكرمة، فمن رجال البخارى(حاشيه مسند احمد)

[2] رقم الحديث ۹۰۷ "۱۷"، كتاب الكسوف، باب ما عرض على النبى صلى الله عليه وسلم فى صلاة الكسوف من أمر الجنة والنار، واللفظ له، سنن نسائى رقم الحديث ۱۴۹۲، باب قدر القراءة فى صلاة الكسوف.

Idara Ghufran

کی قرائت کی مقدار کا آواز سنے بغیر اندازہ لگایا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث میں ہے کہ:

فَقَامَ، فَأَطَالَ الْقِيَامَ فِيْ صَلَاتِهٖ، قَالَتْ :فَأَحْسِبُهٗ قَرَأَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ(مسند أحمد ،رقم الحديث ۲۴۶۷۰) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گرہن کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے، اور اس نماز میں لمبا قیام کیا، میرا گمان ہے کہ آپ نے سورہ بقرہ پڑھی (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی سورہ بقرہ کی پوری قرأت نہیں سنی تھی، بلکہ اندازہ لگایا تھا، یا پھر یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بعض کلمات سن کر آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا اندازہ لگایا تھا۔ [۲]

اس قسم کی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور بعض دیگر فقہائے کرام نے فرمایا کہ امام کو گرہن کی نماز میں آہستہ آواز سے قرأت کرنی چاہئے۔

---

[۱] فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح .

[۲] قوله :(نحوا من قراء ة سورة البقرة) وفی لفظ :(نحوا من قيام سورة البقرة) ، وعند مسلم: (قدر سورة البقرة) ، وهذا يدل على أن القراء ة كانت سرا، وكذا فی بعض طرق حديث عائشة . (فحزرت قراء ته فرأيت أنه قرأ سورة البقرة) . وقيل :إن ابن عباس كان صغيرا فمقامه آخر الصفوف فلم يسمع القراء ة فحزر المدة، ورد على هذا بأن فی بعض طرقه :(قمت إلى جانب النبی صلى الله عليه وسلم، فما سمعت منه حرفا) ، ذكره أبو عمر (عمدة القاری،ج۷ص ۸۲،ابواب الكسوف،باب صلاة الكسوف جماعة)

قول ابن عباس فی حديثنا المذكور فی هذا الباب حيث قال نحوا من سورة البقرة دليل على سنة القراء ة فی صلاة الكسوف أن تكون سرا.

وكذلك روى ابن إسحاق عن هشام بن عروة وعبد الله بن أبی سلمة عن عروة عن عائشة قالت كسفت الشمس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فخرج فصلى بالناس فأقام فأطال القيام فحزرت قراء ته فرأيت أنه قرأ سورة البقرة وساق الحديث وسجد سجدتين ثم قام فحزرت قراء ته فرأيت أنه قرأ سورة آل عمران. وهذا يدل على أن قراء ته كانت سرا ولذلك روى سمرة بن جندب عن النبی صلى الله عليه وسلم "أنه لم يسمع له صوت فی صلاة الكسوف "وبذلك قال مالك والشافعی وأصحابهما وهو قول أبی حنيفة والليث بن سعد والحجة لهم ما ذكرنا(التمهيد لابن عبد البر ،ج۳ص۳۰۸،باب الزاى ،زيد بن أسلم، حديث سادس لزيد بن أسلم مرسل صحيح)

اس کے برعکس جن احادیث وروایات سے گرہن کی نماز میں جہری قرأت کے قائلین نے استدلال کیا ہے، وہ درجِ ذیل ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

جَهَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلَاةِ الْخُسُوْفِ بِقِرَاءَ تِهٖ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز میں آوازِ بلند قرأت فرمائی (بخاری)

حضرت قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس طرح مروی ہے کہ:

فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا كَأَحْدَثِ صَلَاةٍ صَلَّيْتُمُوْهَا مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: پس جب تم سورج اور چاند گرہن ہوتا ہوا دیکھو، تو سورج وچاند گرہن کی اسی طرح نماز پڑھو، جس طرح تم نے قریب ترین (یعنی فجر کی) فرض نماز پڑھی (ابوداود)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا بَدَا لِشَيْءٍ مِنْ خَلْقِهٖ خَشَعَ لَهٗ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا كَأَحْدَثِ صَلَاةٍ صَلَّيْتُمُوْهَا

---

[1] رقم الحديث ۱۰۶۵، ابواب الكسوف، باب الجهر بالقراء ة فى الكسوف، واللفظ لهٗ، شرح معانى الآثار رقم الحديث ۱۹۵۹.

[2] رقم الحديث ۱۱۸۵، كتاب الاستسقاء، باب من قال أربع ركعات، واللفظ لهٗ، مستدرك حاكم رقم الحديث ۱۲۳۸.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه، والذى عندى أنهما علّلاه بحديث ريحان بن سعيد، عن عباد بن منصور، عن أيوب، عن أبى قلابة، عن هلال بن عامر، عن قبيصة، وحديث يرويه موسى بن إسماعيل، عن وهيب لا يعلله حديث ريحان، وعباد "(حواله بالا)

مِنَ الْمَكْتُوبَةِ(سنن النسائی،رقم الحدیث ۱۴۸۴،کتاب الکسوف)

ترجمہ: سورج اور چاند کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے، لیکن یہ تو اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، بے شک اللہ عزوجل جب کسی چیز پر اپنی تجلی ڈالتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے خوفزدہ ہوجاتی ہے، پس جب تم گرہن دیکھو تو اسی طرح نماز پڑھو، جس طرح تم نے نئ (یعنی فجر کی) فرض نماز پڑھی (نسائی)

اس قسم کی کئی روایات پہلے گزر چکی ہیں، جن میں گرہن کی نماز کو فجر کی نماز کی طرح پڑھنے کا ذکر ہے، اور فجر کی نماز میں جہری قرأت ہوتی ہے، تو فجر کی نماز کی طرح پڑھنے میں جہری قرأت کرنا بھی داخل ہے۔

حضرت حنش رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَلِيًّا جَهَرَ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْكُسُوفِ(مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورج گرہن کی نماز میں جہری قرأت فرمائی (ابن شیبہ)

اس قسم کی احادیث وروایات سے استدلال کرتے ہوئے حضرت امام ابو یوسف اور بقول بعض امام محمد اور بعض دیگر فقہائے کرام نے سورج گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنے کو ترجیح دی ہے۔

احناف میں سے امام طحاوی رحمہ اللہ کا رجحان حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول کی طرف ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۸۴۱۶، کتاب الصلاة، باب فی الجهر بالقرأة فی صلاة الکسوف، واللفظ لهٗ، شرح معانی الآثار رقم الحدیث ۱۹۶۱.

[2] چنانچہ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فهذه عائشة تخبر أنه قد جهر فيها بالقراءة ,فهي أولى لما ذكرنا .وقد كان النظر في ذلك لما اختلفوا أنا رأينا الظهر والعصر يصليان نهارا في سائر الأيام ولا يجهر فيهما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور جن احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے سنائی نہ دینے کا ذکر ہے، ان فقہائے کرام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ان حضرات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہونے کی وجہ سے آواز نہیں آئی تھی۔ [1]

بہر حال دلائل دونوں طرف ہیں، اور دونوں طرح سے قرائت کر لینے کی گنجائش ہے، جس کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالقراء ة ورأينا الجمعة تصلى فى خاص من الأيام ويجهر فيها بالقراء ة فكانت الفرائض هكذا حكمها ما كان منها يفعل فى سائر الأيام نهارا خوفت فيه وما كان منها يفعل فى خاص من الأيام جهر فيه .وكذلك جعل حكم النوافل ما كان منها يفعل فى سائر الأيام نهارا خوفت فيه بالقراء ة ,وما كان منها يفعل فى خاص من الأيام مثل صلاة العيدين يجهر فيه بالقراء ة .هذا ما لا اختلاف بين الناس فيه ,وكانت صلاة الاستسقاء فى قول من يرى فى الاستسقاء صلاة ,هكذا حكمها عنده يجهر فيها بالقراء ة .وقد شذ قوله فى ذلك ما روينا عن النبى صلى الله عليه وسلم فيما تقدم من كتابنا هذا فى جهره بالقراء ة فى صلاة الاستسقاء .فلما ثبت ما وصفنا فى الفرائض والسنن ثبت أن صلاة الكسوف كذلك أيضا لما كانت من السنة المفعولة فى خاص من الأيام وجب أن يكون حكم القراء ة فيها كحكم القراء ة فى السنن المفعولة فى خاص من الأيام ,وهو الجهر لا المخافتة ,قياسا ونظرا على ما ذكرنا .وهو قول أبى يوسف ,ومحمد رحمهما الله تعالى.وقد روى ذلك أيضا ,عن على بن أبى طالب رضى الله عنه.

حدثنا على بن شيبة، قال :ثنا قبيصة، قال :ثنا سفيان، عن الشيبانى، عن الحكم، عن حنش، أن عليا، رضى الله عنه " :جهر بالقراء ة فى كسوف الشمس "وقد صلى على رضى الله عنه مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما قد رويناه مما تقدم من كتابنا هذا شرح معانى الآثار، ج ا ص ۳۳۳، ۳۳۴،باب القرائة فى صلاة الكسوف كيف هى؟)

[1] عن سمرة بن جندب، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى فى كسوف الشمس، لا يسمع له صوت "قال أبو بكر :واحتج من رأى الجهر بالقراء ة فى صلاة كسوف الشمس بأن الذى احتج به مالك، والشافعى حجة ,لو لم يأت غيره علة، وعائشة تخبر أنه جهر بالقراء ة، فإن قبول خبرها أولى، لأنها فى معنى شاهد، فقبول شهادتها يجب، والذى لم يحك الجهر فى معنى نافى، وليس بشاهد، وقد يجوز أن يكون ابن عباس من الصفوف بحيث لم يسمع قراء ة النبى صلى الله عليه وسلم ,فقدر ذلك بغيره، وتكون عائشة سمعت الجهر ,فأدت ما سمعت .وقال إسحاق :لو لم يأت فى ذلك سنة لكان أشبه الأمر من الجهر تشبها بالجمعة، والعيدين، والاستسقاء ,وكل ذلك نهارا .قال :وأما كسوف القمر ,فقد اجتمعوا على الجهر فى صلاته، لأن قراء ة الليل على الجهر .قال أبو بكر :بهذا أقول، يجهر بالقراء ة فى صلاة كسوف الشمس والقمر (الأوسط لابن المنذر، رقم الحديث ۲۸۹۵، ذكر الجهر بالقراء ة فى صلاة كسوف الشمس)

Idara Ghufran
www.idaraghufran.org

باعثِ نزاع بنانا مناسب نہیں۔

گرہن کی نماز میں خطبہ کا مسئلہ

اس میں شبہ نہیں کہ صحیح احادیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج گرہن کی نماز کی امامت فرمانے کے بعد خطبہ دینا ثابت ہے۔ [1]

لیکن کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ بطورِ ذکر کے تھا، جیسا کہ جمعہ کی نماز سے پہلے اور عیدین کی نماز کے بعد کے خطبوں کا معاملہ ہے، یا بطورِ تذکیر اور وعظ وتبلیغ تھا، جیسا کہ عام وعظ اور بیان کا معاملہ ہے۔

بالفاظِ دیگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ سورج گرہن کی نماز پڑھنے کی وجہ سے دیا تھا، یا پھر یہ کہ یہ عام وعظ وبیان تھا، لیکن کسی خاص وجہ سے سورج گرہن کی نماز کے بعد واقع ہوگیا تھا؟ [2]

تو اس سلسلہ میں فقہائے کرام کی دونوں قسم کی آراء پائی جاتی ہیں، بعض فقہائے کرام (جن میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سرِ فہرست ہیں) یہ فرماتے ہیں کہ یہ خطبہ بطورِ ذکر تھا، اور نبی

---

[1] چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرہن کی نماز کے بعد خطبہ کا اس طرح ذکر فرماتی ہیں کہ:

فخطب الناس، وحمد الله بما هو أهله، ثم قال :أما بعد قالت - :ولغط نسوة من الأنصار، فانكفأت إليهن لأسكتهن، فقلت لعائشة :ما قال؟ قالت :قال " :-ما من شيء لم أكن أريته إلا قد رأيته في مقامي هذا، حتى الجنة والنار، وإنه قد أوحي إلى أنكم تفتنون في القبور، مثل -أو قريب من -فتنة المسيح الدجال، يؤتى أحدكم فيقال له :ما علمک بهذا الرجل؟ فأما المؤمن -أو قال :الموقن شک هشام -فيقول :هو رسول الله، هو محمد صلى الله عليه وسلم، جاء نا بالبينات والهدى، فآمنا وأجبنا واتبعنا وصدقنا، فيقال له :نم صالحا قد كنا نعلم إن كنت لتؤمن به، وأما المنافق -أو قال :المرتاب، شک هشام -فيقال له :ما علمک بهذا الرجل؟ فيقول :لا أدري، سمعت الناس يقولون شيئا(بخاري ،رقم الحديث ۹۲۲ ،كتاب الجمعة، باب من قال في الخطبة بعد الثناء أما بعد ، واللفظ لہٗ، مسلم باب ما عرض على النبي صلى الله عليه وسلم في صلاة الكسوف من أمر الجنة والنار)

[2] اگر اس خطبہ کو ذکر قرار دیا جائے، اور گرہن کی نماز کو سنت قرار دیا جائے، تو پھر اس کا عربی زبان میں پڑھنا اور پاکی کی حالت میں ہونا وغیرہ کی رعایت ہوگی، ورنہ ان چیزوں کی رعایت کی ضرورت نہ ہوگی۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز پڑھنے کی وجہ سے دیا تھا، لہٰذا یہ خطبہ سورج گرہن کی نماز کی طرح سنت ہوا، جبکہ بعض فقہائے کرام (بشمول امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ) یہ فرماتے ہیں کہ یہ خطبہ بطورِ تذکیر اور وعظ تھا، اور اس کے سورج گرہن کی نماز کے بعد دینے کی وجہ یہ تھی کہ زمانۂ جاہلیت میں سورج گرہن کے متعلق باطل عقائد ونظریات پائے جاتے تھے (مثلاً یہ کہ سورج اور چاند گرہن کسی مقدس یا اہم شخصیت کے فوت ہونے پر ہوتا ہے) اس قسم کے باطل نظریات کی تردید اور صحیح نظریہ کی تبلیغ کے لئے آپ نے یہ خطبہ دیا تھا، یا اس وجہ سے کہ سورج گرہن کا ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان وآزمائش ہے، لہٰذا اس موقع پر لوگوں کو ایمان پر ابھارنے اور انہیں گناہوں سے بچنے اور توبہ واستغفار کی تلقین کرنے کے لئے تھا۔

نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گرہن کی نماز کے دوران بہت سے برزخ وآخرت کے حالات اللہ تعالیٰ نے منکشف اور ظاہر فرمائے تھے، نماز کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تبلیغ کی ضرورت سمجھی۔

لہٰذا یہ خطبہ جمعہ وعیدین کی نمازوں کی طرح سے گرہن کی نماز کے لئے سنت نہیں، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن ہونے پر نماز کا تو حکم فرمایا، مگر خطبہ کا حکم نہیں فرمایا۔ [1]

---

[1] واختلفوا أيضا بعد صلاة الكسوف فقال الشافعي ومن اتبعه وهو قول إسحاق والطبرى يخطب بعد الصلاة فى الكسوف كالعيدين والاستسقاء .واحتج الشافعي بحديث هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة فى حديث الكسوف وفيه "ثم انصرف وقد تجلت الشمس فخطب الناس فحمد الله وأثنى عليه ثم قال إن الشمس والقمر آيتان من آيات الله "الحديث وبه احتج كل من رأى الخطبة فى الكسوف.وقال مالك وأبو حنيفة وأصحابهما لا خطبة فى الكسوف واحتج بعضهم فى ذلك بأن رسول الله صلى الله عليه وسلم إنما خطب الناس لأنهم قالوا إن الشمس كسفت لموت إبراهيم بن النبى صلى الله عليه وسلم فلذلك خطبهم يعرفهم أن الشمس والقمر لا ينكسفان لموت أحد ولا لحياته(التمهيد لما فى الموطأ من المعانى والأسانيد ،ج۳ص۳۱۷، باب الزاى،حديث سادس لزيد بن اسلم)

وقوله :(ثم انصرف وقد تجلت الشمس فخطب اک ، س) : يحتج به الشافعي وإسحق والطبرى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہرحال دلائل دونوں طرف ہیں، اور ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ بطور وعظ ونصیحت کے تھا، لہٰذا اگر سورج گرہن کے بعد امام لوگوں کو وعظ ونصیحت کرے، جس میں سورج گرہن سے متعلق شرعی احکام کی تبلیغ اور باطل نظریات کی تردید کرے، اور توبہ واستغفار کی طرف متوجہ کرے، تو حرج نہیں، بلکہ مفید ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفقهاء أصحاب الحديث في كون الخطبة مشر"عة في صلاة الكسوف ، ومالك وأبو حنيفة لا يريان لا) ذلک ، وحجتهما أن خطبة النبي (صلى الله عليه وسلم) إنما كانت لإعلام الناس أنَ الكسوف اية ، وأنه ليس على ما قالوه من كسوفها لموت إبراهيم -عليه السلام -ولموت عظيم ، على ما كانت(تقوله) الجاهلية ، قيل :ولتعليمه سنتها لقوله :(فإذا رأيتموهما) فافزعوا للصلاة) ، وبما أطلع عليه من أمر الجنة والنار في صلاته(إكمال المعلم شرح صحيح مسلم -للقاضي عياض،كتاب الكسوف،باب صلاة الكسوف)

(حتى ينجلي) أي تنكشف أيهما انكشفت وهذه الخطبة بمجرد الموعظة فقد قال أبو حنيفة رضي الله عنه وأحمد لا تسن لكسوف الشمس ولا لخسوف القمر خطبة(شرح مسند أبي حنيفة لملاعلي القاري الحنفي،ص ۱۴۱)

قال في البحر :وما ورد من خطبته -عليه الصلاة والسلام -يوم مات ابنه إبراهيم وكسفت الشمس فإنما كان للرد على من قال :إنها كسفت لموته لا لأنها مشروعة له؛ ولذا خطب -عليه الصلاة والسلام -بعد الانجلاء ولو كانت سنة له لخطب قبله كالصلاة والدعاء (رد المحتار على الدر المختار،ج۲ص ۱۸۲،كتاب الصلاة، باب الكسوف)

قوله :(فخطب الناس) صريح في إستحبابها، وبه قال الشافعي وإسحاق وابن جرير وفقهاء أصحاب الحديث، وتكون بعد الصلاة .وقال أبو حنيفة ومالك وأحمد :لا خطبة فيها، قالوا :لأن النبي صلى الله عليه وسلم أمرهم بالصلاة والتكبير والصدقة، ولم يأمرهم بالخطبة، ولو كانت سنة لأمرهم بها، ولأنها صلاة كان يفعلها المنفرد في بيته فلم يشرع لها خطبة، وإنما خطب صلى الله عليه وسلم بعد الصلاة ليعلمهم حكمها وكأنه مختص به، وقيل :خطب بعدها لا لها، بل ليردهم عن قولهم :إن الشمس كسفت لموت إبراهيم، كما في الحديث (عمدة القاري،ج۷ص ۷۱،ابواب الكسوف، باب الصدقة في الكسوف)

فإن قيل ففي بعض ألفاظ الصحيحين من حديث عائشة أنه خطب فالجواب أنه خطب بعدها لا لها ليحدث الناس من قولهم إن الشمس كسفت لموت إبراهيم ولهذا في بعض ألفاظه أنه خطب فقال إن الشمس و القمر لا ينكسفان لموت أحد ولا لحياته (التحقيق في أحاديث الخلاف -لابن الجوزي،تحت رقم الحديث ۸۴۲، مسألة ولا يسن في الكسوفين خطبة وقال الشافعي يسن كخطبتي العيد)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر کوئی گرہن کی نماز کے بعد بطورِ ذکر عربی زبان میں خطبہ دے، جیسا کہ عیدین کی نماز کے بعد خطبہ دیا جاتا ہے، تو فقہاء ومشائخ نے اس کی بھی اجازت دی ہے، لہٰذا اس پر بھی نکیر نہیں کی جاسکتی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(ولا بأس أن يعظ الناس) بما يأتي من المصائب الدنيوية التي تحدث بسبب المعاصي (ويذكرهم) بما مضى يخالف ما قبله لانه لا معنى للخطبة إلا هذا وأجيب بعدم المخالفة لان المنفى هو الخطبة المرتبة بالهيئة المخصوصة التي يجلس في أولها وفي وسطها، والوعظ والتذكير من غير ترتيب ليس خطبة بالمعنى الذي نفاه، واستعمل لا بأس هنا فيما فعله أولى من تركه وقد نص في المختصر على استحباب الوعظ(الثمر الدانى شرح رسالة ابن أبي زيد القيروانى ،ص ۲۵۸،باب في بيان حكم صلاة الخسوف)

ولا بأس الخ الوعظ والتذكير من غير ترتيب الخطبة واستعمل لا بأس هنا فيما فعله أولى من تركه وقد نص في المختصر على استحباب الوعظ(كفاية الطالب الرباني مع حاشية العدوى،ج ۱ ص ۴۰۱، باب صلاة الخسوف)

[1] الثامن عشر :فيه استحباب الخطبة بعد صلاة الكسوف .التاسع عشر :فيه أن الخطبة يكون أولها التحميد والثناء على الله، عز وجل (عمدة القارى،ج۲ص۹۸، كتاب العلم، باب من أجاب الفتيا باشارة اليد والرأس ، بيان استنباط الأحكام)

قوله (ولا خطبة) قال القهستاني ولا يخطب عندنا فيها بلا خلاف كما في التحفة و المحيط والكافي والهداية وشروحها . لكن في النظم يخطب بعد الصلاة بالاتفاق ونحوه في الخلاصة و قاضيخان اهـ. وعلى الثاني يبتنى ما مر في باب العيد من عد الخطب عشرا لكن المشهور الأول وهو الذي في المتون والشروح (رد المحتار على الدر المختار،ج۲ص۱۸۲،كتاب الصلاة، باب الكسوف)

قوله :ولا يخطب؛ أي الخطبة بعد صلاة الكسوف ليست بمسنونة، وما روى عن النبيّ صلى الله عليه وسلم أنّه خطب وقال إنّ الشمس والقمر آيتان من آيات الله لا ينكسفان لموتِ أحدٍ ولا لحياته، فإنّما كان للردّ على مَن قال :إنّها كسفت لموت إبراهيم بن النبيّ صلى الله عليه وسلم، وكان يوم موته يوم كسوفها، لا لأنّها مشروعة له، كذا في البحر وغيره، وذكر في الخلاصة وفتاوى قاضي خان إنّه يخطبُ بعد الصلاة، ولعله أرجح، وإن كان خلاف المشهور بين أصحابنا؛ لثبوت الخطبة عن النبيّ صلى الله عليه وسلم كهيئةِ الخطب عند البخاريّ ومسلم وأحمد والحاكم وابن حبَّان والنسائيّ وغيرهم(عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية،ج۲،ص۲۱۷،بابُ صلاةِالوترِ والنَّوافل)

قلت :الصواب استحباب الخطبة في الكسوف وذهب اليه بعض اصحابنا(اعلاء السنن ج۸ص۱۷۵، خطبة الكسوف براوية جماعة من الصحابة)

گرہن کی نماز سے متعلّق متفرق مسائل

مسئلہ نمبر ۱:...... سورج اور چاند گرہن کی نماز کی شریعت میں بڑی اہمیت ہے، اور بہت سے فقہائے کرام نے سورج گرہن کی نماز کو سنتِ مؤکدہ قرار دیا ہے، جبکہ بعض نے واجب قرار دیا ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۲:...... سورج گرہن کی نماز تنہا ہر شخص کو الگ الگ پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن مرد حضرات کو باجماعت پڑھنا افضل ہے، اور حنفیہ کے نزدیک چاند گرہن کی نماز کا بغیر جماعت کے تنہا پڑھنا ہی افضل ہے، اور کچھ لوگ اگر بخوشی ورغبت جماعت سے پڑھیں، اور کوئی فتنہ وخطرہ لازم نہ آئے تو جائز ہے (اس کی تفصیل پہلے ذکر کی جاچکی ہے)

اور خواتین کو بہرحال بغیر جماعت کے تنہا ہی پڑھنا مناسب ہے، خواہ سورج گرہن کی نماز ہو یا چاند گرہن کی۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۳:...... اگر کوئی گرہن کے وقت دعا واستغفار میں مشغول رہے، اور نماز بالکل نہ پڑھے، تو بھی گناہ نہیں، لیکن اگر کوئی عذر نہ ہو تو نماز پڑھنا سنت ہے، اور خواتین کو مخصوص ایام

---

[۱] الصلاة لكسوف الشمس سنة مؤكدة عند جميع الفقهاء ، وفي قول للحنفية :إنها واجبة.

أما الصلاة لخسوف القمر فهي سنة مؤكدة عند الشافعية والحنابلة، وهي حسنة عند الحنفية، ومندوبة عند المالكية. والأصل في ذلك الأخبار الصحيحة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧، ص ٢٥٢ ،مادة"صلاة الكسوف")

[۲] وتشرع صلاة الكسوف للمنفرد، والمسافر والنساء ؛ لأن عائشة، وأسماء -رضي الله عنهما -صلتا مع النبي صلى الله عليه وسلم ويستحب للنساء غير ذوات الهيئات أن يصلين مع الإمام، وأما اللواتي تخشى الفتنة منهن فيصلين في البيوت منفردات .فإن اجتمعن فلا بأس، إلا أنهن لا يخطبن(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧، ص٢٥٥ ،مادة"صلاة الكسوف")

(وإن لم يحضر الامام) للجمعة (صلى الناس فرادى) في منازلهم تحرزا عن الفتنة (كالخسوف) للقمر(الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الكسوف)

(قوله :صلى الناس فرادى) أي ركعتين أو أربعا وهو أفضل كما قدمناه والنساء يصلينها فرادى كما في الأحكام عن البرجندي (ردالمحتار، ج٢ ص١٨٣ ، كتاب الصلاة، باب الكسوف)

میں دعا واستغفار اور ذکر وغیرہ ہی میں مشغول رہنا چاہیے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴:...... مرد حضرات کو گرہن کی نماز باجماعت کسی بڑی مسجد یا بڑے میدان میں پڑھنا افضل ہے، جس طرح سے کہ عیدین کی نماز کا معاملہ ہے، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ شرکت فرماسکیں، لیکن اگر کسی دوسری جگہ پڑھ لی جائے، تو بھی جائز ہے۔

اور یہ نماز شہر اور قصبہ کے علاوہ گاؤں، دیہات میں پڑھنا بھی جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۵:...... گرہن کی نماز کے جائز اوقات وہی ہیں، جو عام نفل نماز کے جائز اوقات ہیں، چنانچہ جن اوقات میں نفل نماز پڑھنا جائز ہے، ان اوقات میں گرہن کی نماز پڑھنا بھی جائز ہے، اور جن اوقات میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے (یعنی طلوعِ فجر سے اشراق کے وقت تک، عصر کے بعد سے غروب تک، اور زوال کے وقت) ان اوقات میں گرہن کی نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ [3]

---

[1] وإن شاء وا دعوا ، ولم يصلوا غياثية ، والصلاة أفضل سراجية كذا فى الأحكام للشيخ إسماعيل (ردالمحتار، ج٢ص ١٨٣ ، كتاب الصلاة، باب الكسوف)

[2] ذكر ما يستنبط منه :وقد مر أكثر ذلك .فيه :فعل صلاة الكسوف فى المسجد دون الصحراء وإن كان يجوز فعلها فى الصحراء ، ولعل كونها فى المسجد ههنا لخوف الفوت بالانجلاء ، وقال القدورى :كان أبو حنيفة يرى صلاة الكسوف فى المسجد والأفضل فى الجامع. وفى (شرح الطحاوى) : صلاة الكسوف فى المسجد الجامع أو فى مصلى العيد (عمدة القارى، ج٧ص ٧٤،ابواب الكسوف، باب خطبة الإمام فى الكسوف)

وأما فى كسوف الشمس فقد ذكر القاضى فى شرحه مختصر الطحاوى أنه يصلى فى الموضع الذى يصلى فيه العيد ، أو المسجد الجامع ؛ ولأنها من شعائر الإسلام فتؤدى فى المكان المعد ؛ لإظهار الشعائر .ولو اجتمعوا فى موضع آخر وصلوا بجماعة أجزأهم ، والأول أفضل ؛ لما مر (بدائع الصنائع، ج ١ ص ٢٨٢ ، كتاب الصلاة، فصل قدرو كيفية صلاة الكسوف)

[3] البتہ شافعیہ کے نزدیک مذکورہ بالا اوقات میں بھی سورج گرہن کی نماز کا پڑھنا جائز ہے۔

عن عطاء ، قال :إذا كان الكسوف بعد العصر وبعد الصبح قاموا فذكروا ربهم ، ولا يصلون (مُصنف ابن أبى شيبة ، رقم الحديث ٨٤١٧، كتاب الصلاة، باب فى الصلاة إذا انكسفت الشمس بعد العصر)

عن الحسن ، قال :إذا انكسفت الشمس فى وقت لا تحل فيه الصلاة ، قال :يدعون (ايضاً، رقم الحديث ٨٤١٨)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۶:...... اگر گرہن مکروہ اوقات میں واقع ہو، مثلاً زوال کے وقت، یا عصر کے بعد تو حنفیہ کے نزدیک اس وقت نماز کے بجائے دعا واستغفار میں مشغول ہونا چاہئے، البتہ اگر مکروہ وقت سے پہلے یا بعد میں گرہن کا کچھ وقت موجود ہو، تو اتنے حصے میں گرہن کی نماز میں مشغول ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر۷:...... گرہن کی نماز عین گرہن کے وقت پڑھنا سنت ہے، گرہن شروع ہونے سے پہلے اور اسی طرح گرہن ختم ہونے کے بعد سنت نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اختلف الفقهاء فی ذلک ۔فذهب الحنفية، وهو ظاهر المذهب عند الحنابلة، وهو رواية عن مالک إلی أنها لا تصلی فی الأوقات التی ورد النهی عن الصلاة فيها، کسائر الصلوات، فإن صادف الکسوف فی هذه الأوقات لم تصل، جعل فی مکانها تسبيحا، وتهليلا، واستغفارا، وقالوا :لأنه إن کانت هذه الصلاة نافلة فالتنفل فی هذه الأوقات مکروه وإن کان لها سبب .وإن کانت واجبة فأداء الصلاة الواجبة فيها مکروه أيضا .وقال الشافعية -وهو رواية أخری عن مالک ورواية عن أحمد -: تصلی فی کل الأوقات، کسائر الصلوات التی لها سبب متقدم أو مقارن، کالمقضية وصلاة الاستسقاء ، ورکعتی الوضوء ، وتحية المسجد.

والرواية الثالثة عن مالک :أنها إذا طلعت مکسوفة يصلی حالا، وإذا دخل العصر مکسوفة، أو کسفت عندهما لم يصل لها (الموسوعة الفقهية الکويتية،ج۲۷،ص ۲۵۳،ماده صلاة الکسوف،صلاة الکسوف فی الأوقات التی تکره فيها الصلاة)

وأما وقتها فهو الوقت الذی يستحب فيه أداء سائر الصلوات دون الأوقات المکروهة ؛ ولأن هذه الصلاة إن کانت نافلة فالنوافل فی هذه الأوقات مکروهة وإن کانت لها أسباب عندنا کرکعتی التحية ، ورکعتی الطواف ؛ لما نذکر فی موضعه ، وإن کانت واجبة فأداء الواجبات فی هذه الأوقات مکروهة کسجدة التلاوة وغيرها والله الموفق (بدائع الصنائع،ج ا ص ۲۸۲ ،کتاب الصلاة، فصل قدر وکيفية صلاة الکسوف)

[1] فذهب الحنفية، وهو ظاهر المذهب عند الحنابلة، وهو رواية عن مالک إلی أنها لا تصلی فی الأوقات التی ورد النهی عن الصلاة فيها، کسائر الصلوات، فإن صادف الکسوف فی هذه الأوقات لم تصل، جعل فی مکانها تسبيحا، وتهليلا، واستغفارا (الموسوعة الفقهية الکويتية،ج۲۷،ص ۲۵۳،ماده صلاة الکسوف،صلاة الکسوف فی الأوقات التی تکره فيها الصلاة)

قال ط وفی الحموی عن البرجندی عن الملتقط إذا انکسفت بعد العصر أو نصف النهار دعوا ولم يصلوا (ردالمحتار،ج۲ص ۱۸۲ ، کتاب الصلاة، باب الکسوف)

اگر گرہن کا کچھ حصہ گزر گیا، اور کچھ باقی ہے تو بھی باقی حصہ میں نماز پڑھنا اور دعا کرنا جائز ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۸:...... سورج اور چاند گرہن کی نماز کی دو رکعتیں ہیں۔

اور حنفیہ کے نزدیک اس نماز کی ہر رکعت میں ایک قیام، ایک رکوع اور دو سجدے ہیں۔ ۲؎

۱؎ ووقتها من ظهور الكسوف إلى حين زواله؛ لقول النبى صلى الله عليه وسلم :إذا رأيتموهما فادعوا الله وصلوا حتى ينجلى فجعل الانجلاء غاية للصلاة؛ ولأنها شرعت رغبة إلى الله فى رد نعمة الضوء ، فإذا حصل ذلك حصل المقصود من الصلاة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۵۳، ماده صلاة الكسوف، وقت صلاة الكسوف)

(قوله عند الكسوف) فلو انجلت لم تصل بعده ، وإذا انجلى بعضها جاز ابتداء الصلاة ، وإن سترها سحاب أو حائل صلى لأن الأصل بقاؤه ، وإن غربت كاسفة أمسك عن الدعاء وصلى المغرب جوهرة (ردالمحتار، ج۲ ص ۱۸۲ ، كتاب الصلاة، باب الكسوف)

۲؎ جبکہ امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک ہر رکعت میں دو قیام، اور دو رکوع، اور دو قراءت اور دو سجدے ہیں؛ اور ان کے نزدیک اعلیٰ الکمال یہ ہے کہ ان دو رکعتوں کو اس طرح پڑھا جائے کہ پہلی رکعت میں قیام، قراءت اور اس کے بعد رکوع کیا جائے، اور پھر رکوع سے کھڑے ہو کر دوبارہ قراءت اور رکوع کر کے پھر دو سجدے کئے جائیں؛ اسی طرح دوسری رکعت میں بھی، اور ادنی الکمال ایک قرائت کے بعد دو رکوع ہیں۔

البتہ ان حضرات کے نزدیک اگر کوئی ایک قیام، ایک قراءت، ایک رکوع، اور دو سجدوں کے ساتھ (حنفیہ کے طریقہ پر) نماز پڑھے تو بھی جائز ہے، اس طرح حنفیہ کی نماز متفق علیہ طریقہ پر جائز ہے۔

لا خلاف بين الفقهاء فى أن صلاة الكسوف ركعتان واختلفوا فى كيفية الصلاة بها.

وذهب الأئمة :مالك، والشافعى، وأحمد :إلى أنها ركعتان فى كل ركعة قيامان، وقراء تان، وركوعان، وسجدتان .

واستدلوا :بما رواه ابن عباس -رضى الله عنهما -قال :كسفت الشمس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى الرسول صلى الله عليه وسلم والناس معه، فقام قياما طويلا نحوا من سورة البقرة، ثم ركع ركوعا طويلا، ثم قام قياما طويلا وهو دون القيام الأول، ثم ركع ركوعا طويلا، وهو دون الركوع الأول

وقالوا :وإن كانت هناك روايات أخرى، إلا أن هذه الرواية هى أشهر الروايات فى الباب.

.والخلاف بين الأئمة فى الكمال لا فى الإجزاء والصحة فيجزء فى أصل السنة ركعتان كسائر النوافل عند الجميع.

وأدنى الكمال عند الأئمة الثلاثة :أن يحرم بنية صلاة الكسوف، ويقرأ فاتحة الكتاب، ثم يركع، ثم يرفع رأسه ويطمئن، ثم يركع ثانيا، ثم يرفع ويطمئن، ثم يسجد سجدتين فهذه ركعة.

ثم يصلى ركعة أخرى كذلك .فهى ركعتان :فى كل ركعة قيامان، وركوعان، وسجدتان .وباقى الصلاة من قراء ة، وتشهد، وطمأنينة كغيرها من الصلوات.﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اگر کوئی گرہن کی نماز دو رکعتوں سے زیادہ پڑھے، تو بھی جائز ہے، خواہ دو رکعت پر سلام پھیر دیا جائے، یا چار رکعتوں پر سلام پھیرا جائے، دونوں طریقے جائز ہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر۹:......سورج گرہن کی نماز میں امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک امام کو آہستہ آواز میں قرائت کرنی چاہئے؛ جبکہ امام احمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اور امام مالک کی ایک روایت کے مطابق عیدین اور جمعہ کی طرح بلند آواز سے قرائت کرنی چاہئے، لہٰذا اگر کوئی بلند آواز سے قرائت کرے، تو اس کی بھی گنجائش ہے، اور اس سے جھگڑنا مناسب نہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأعلى الكمال :أن يحرم، ويستفتح، ويستعيذ، ويقرأ الفاتحة، سورة البقرة، أو قدرها في الطول، ثم يركع ركوعا طويلا فيسبح قدر مائة آية، ثم يرفع من ركوعه، فيسبح، ويحمد في اعتداله .ثم يقرأ الفاتحة، وسورة دون القراء ة الأولى :آل عمران، أو قدرها، ثم يركع فيطيل الركوع، وهو دون الركوع الأول، ثم يرفع من الركوع، فيسبح، ويحمد، ولا يطيل الاعتدال، ثم يسجد سجدتين طويلتين، ولا يطيل الجلوس بين السجدتين .ثم يقوم إلى الركعة الثانية، فيفعل مثل ذلك المذكور في الركعة الأولى من الركوعين وغيرهما، لكن يكون دون الأول في الطول في كل ما يفعل ثم يتشهد ويسلم.

وقال الحنفية :إنها ركعتان، في كل ركعة قيام واحد، وركوع واحد وسجدتان كسائر النوافل.

واستدلوا بحديث أبي بكرة، قال :خسفت الشمس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فخرج يجر رداء ه حتى انتهى إلى المسجد وثاب الناس إليه، فصلى بهم ركعتين .إلخ "ومطلق الصلاة تنصرف إلى الصلاة المعهودة .وفي رواية :فصلى ركعتين كما يصلون(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۲۵۶و۲۵۷، ماده صلاة الكسوف، كيفية صلاة الكسوف)

[1] أما مقدارها فذكر أنها ركعتان ، وهو بيان لأقلها ؛ ولذا قال في المجتبى إن شاء وا صلوها ركعتين أو أربعا أو أكثر كل ركعتين بتسليمة أو كل أربع (البحرالرائق، ج۲ ص۱۸۰، كتاب الصلاة، باب صلاة الكسوف)

[2] اور چاند گرہن کی نماز کیونکہ رات کی نماز ہے، اس لئے اس میں بلند آواز سے قرائت کرنے میں حرج نہیں۔

يجهر بالقراء ة في خسوف القمر؛ لأنها صلاة ليلية ولخبر عائشة -رضي الله عنها -قالت :إن النبي صلى الله عليه وسلم جهر في صلاة الخسوف.

ولا يجهر في صلاة كسوف الشمس؛ لما روى ابن عباس -رضي الله عنهما -قال :إن النبي صلى الله عليه وسلم صلى صلاة الكسوف، فلم نسمع له صوتا .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۱۰:...... گرہن کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر گرہن جاری ہو تو اس وقت تک دعا میں مشغول رہنا مستحب ہے، جب تک گرہن ختم نہ ہو جائے۔ [۱]

مسئلہ نمبر۱۱:...... گرہن کی نماز کے لئے اذان و اقامت نہیں ہے، البتہ جماعت سے پڑھنے کی صورت میں لوگوں کو اطلاع دینے اور جمع کرنے کے لئے ''الصلاۃ جامعۃ'' یعنی نماز کے لئے جمع ہو جاؤ، وغیرہ الفاظ سے اعلان کر دینا اور اطلاع دے دینا بہتر ہے۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإلى هذا ذهب أبو حنيفة والمالكية والشافعية .وقال أحمد، وأبو يوسف :يجهر بها، وهو رواية عن مالك .وقالوا :قد روى ذلك عن على -رضى الله عنه -وفعله عبد الله بن زيد وبحضرته البراء بن عازب، وزيد بن أرقم .وروت عائشة -رضى الله عنها :-أن النبى صلى الله عليه وسلم :صلى صلاة الكسوف، وجهر فيها بالقراء ة ولأنها نافلة شرعت لها الجماعة، فكان من سننها الجهر كصلاة الاستسقاء ، والعيدين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷،ص۲۵۷،ماده صلاة الكسوف،الجهر بالقراء ة والإسرار بها)

ويخفى عند أبى حنيفة، وقالا :يجهر .وعن محمد مثل قول أبى حنيفة -رَحِمَهُ اللَّهُ(الهداية فى شرح بداية المبتدى، ج ۱ ،ص۸۷،باب صلاة الكسوف)

[۱] ثم الدعاء إلى أن تنجلى شرح المنية (ردالمحتار، ج۲ ص ۱۸۲ ، كتاب الصلاة، باب الكسوف)

[۲] اور بعض فقہاء کے نزدیک گرہن کی نماز سے پہلے غسل کر لینا اور کثرت سے اللہ کا ذکر اور استغفار اور تکبیر کہنا اور صدقہ وغیرہ کرنا بھی مستحب ہے۔

يسن لمريد صلاة الكسوف:

أن يغتسل لها؛ لأنها صلاة شرع لها الاجتماع .وأن تصلى حيث تصلى الجمعة؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم :صلاها فى المسجد .وأن يدعى لها " :الصلاة جامعة "لما روى عبد الله بن عمرو -رضى الله عنهما " :-قال :لما كسفت الشمس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم نودى : إن الصلاة جامعة وليس لها أذان ولا إقامة اتفاقا .وأن يكثر ذكر الله، والاستغفار، والتكبير والصدقة، والتقرب إلى الله تعالى بما استطاع من القرب، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :فإذا رأيتم ذلك فادعوا الله وكبروا وصلوا وتصدقوا

وأن يصلوا جماعة لأن النبى صلى الله عليه وسلم صلاها فى جماعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۵۴ ،ماده صلاة الكسوف،سنن صلاة الكسوف)

(قوله بلا أذان إلخ) تصريح بما علم من قوله كالنفل ط...... (قوله وينادى إلخ) أى كما رواه مسلم فى صحيحه كما فى الفتح (قوله الصلاة جامعة) بنصبهما أى احضروا الصلاة فى حال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۱۲:...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سمیت اکثر فقہائے کرام کے نزدیک گرہن کی نماز کے لئے خطبہ سنت نہیں ہے، البتہ اگر کوئی وعظ ونصیحت کے طور پر بیان کرے، تو حرج نہیں۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک گرہن کی نماز کے بعد عید کی نماز کی طرح دو خطبے سنت ہیں، اگر کوئی اس پر عمل کرے، تو بھی قابلِ ملامت نہیں، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ كونها جامعة ، ورفعهما على الابتداء والخبر ، ونصب الأول مفعول فعل محذوف ورفع الثانى خبر مبتدإ محذوف أى هى جامعة وعكسه أى حضرت الصلاة حال كونها جامعة رحمتى (قوله ليجتمعوا) أى إن لم يكونوا اجتمعوا بحر (ردالمحتار، ج۲ ص ۱۸۲ ، كتاب الصلاة، باب الكسوف)

[1] قال أبو حنيفة ومالك وأحمد :لا خطبة لصلاة الكسوف، وذلك لخبر :فإذا رأيتم ذلك فادعوا الله، وكبروا، وصلوا وتصدقوا أمرهم -عليه الصلاة والسلام -بالصلاة، والدعاء ، والتكبير، والصدقة، ولم يأمرهم بخطبة، ولو كانت الخطبة مشروعة فيها لأمرهم بها؛ ولأنها صلاة يفعلها المنفرد فى بيته؛ فلم يشرع لها خطبة.

وقال الشافعية :يسن أن يخطب لها بعد الصلاة خطبتان، كخطبتى العيد لما روت عائشة -رضى الله عنها :-أن النبى صلى الله عليه وسلم لما فرغ من الصلاة قام وخطب الناس، فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال :إن الشمس والقمر آيتان من آيات الله عز وجل، لا يخسفان لموت أحد ولا لحياته، فإذا رأيتم ذلك فادعوا الله وكبروا وصلوا وتصدقوا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۵۵ ،ماده صلاة الكسوف،الخطبة فيها)

خطبة الكسوف:ذهب الحنفية والحنابلة إلى أنه لا خطبة لصلاة الكسوف ، لأن النبى صلى الله عليه وسلم أمر بالصلاة دون الخطبة.

وقال المالكية :يندب وعظ بعدها، يشتمل على الثناء على الله، والصلاة والسلام على نبيه، لفعله عليه الصلاة والسلام.ولا يكون على طريقة الخطبة؛ لأنه لا خطبة لصلاة الكسوف.

ويندب عند الشافعية أن يخطب الإمام بعد صلاة الكسوف خطبتين كخطبتى الجمعة فى أركانهما وسننهما، ولا تعتبر فيهما الشروط كما فى العيد، واستدلوا بفعله صلى الله عليه وسلم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹ ، ص۱۸۷ ،ماده خطبة)

قوله :ولا يخطب؛ أى الخطبة بعد صلاة الكسوف ليست بمسنونة، وما روى عن النبىّ صلى الله عليه وسلم أنّه خطب وقال إنّ الشمس والقمر آيتان من آيات الله لا ينكسفان لموتِ أحدٍ ولا لحياته، فإنّما كان للردّ على مَن قال :إنّها كسفت لموت إبراهيم بن النبىّ صلى الله عليه وسلم، وكان يوم موته يوم كسوفها، لا لأنّها مشروعة له، كذا فى البحر وغيره، وذكر فى الخلاصة وفتاوى قاضى خان إنّه يخطبُ بعد الصلاة، ولعله أرجح، وإن كان خلاف المشهور بين أصحابنا؛ لثبوت الخطبة عن النبىّ صلى الله عليه وسلم كهيئةِ الخطب عند البخارىّ ومسلم وأحمد والحاكم وابن حبَّان والنسائىّ وغيرهم(عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية،ج۲،ص۷ ۲۱،باب صلاةالوتر والنوافل)

مسئلہ نمبر ۱۳:...... یوں تو گرہن کی نماز مختصر قرأت کے ساتھ اور عام نمازوں کی طرح مختصر رکوع وسجدوں کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے، مگر گرہن کی نماز میں قرأت کو (سورہ بقرہ اور سورہ آلِ عمران کی مقدار کے برابر) لمبا کرنا بہتر ہے، لیکن قرأت کے لئے قرآن مجید کی کسی خاص سورت کا پڑھنا مقرر نہیں ہے۔

اگر کسی کو لمبی سورتیں یاد نہ ہوں، تو جو سورتیں یاد ہوں، وہی پڑھ لے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۴:...... گرہن کی نماز میں رکوع اور سجدے لمبے کرنا بہتر ہے، لہٰذا گرہن کی نماز کے رکوع اور سجدوں میں زیادہ مقدار میں تسبیحات پڑھنی چاہئیں، اور مسنون اذکار ودعائیں پڑھنی چاہئیں، تاکہ رکوع اور سجدوں کی مقدار لمبی ہو۔ [2]

مسئلہ نمبر ۱۵:...... اگر کوئی قرأت لمبی کرے، اور اس کے مقابلہ میں رکوع وسجود میں تسبیحات واذکار اور دعاؤں کو ہلکا کرے، تو جائز بلکہ افضل اور سنت کے زیادہ لائق ہے، اور اگر اس کے برعکس قرأت ہلکی کرے، اور رکوع وسجود میں تسبیحات واذکار اور دعاؤں کو لمبا کرے، تو بھی جائز ہے۔ [3]

---

[1] (قوله ويطيل فيها الركوع والسجود والقراءة) نقل ذلك في الشرنبلالية عن البرهان أي لورود الأحاديث المذكورة في الفتح وغيره بذلك قال القهستاني: فيقرأ أي في الركعتين مثل البقرة وآل عمران كما في التحفة. والإطلاق دال على أنه يقرأ ما أحب في سائر الصلاة كما في المحيط اهـ (ردالمحتار ج۲ ص ۱۸۲، كتاب الصلاة، باب الكسوف)

[2] (ويطيل فيها الركوع) والسجود (والقراءة) والادعية والاذكار الذى هو من خصائص النافلة (الدر المختار)

(قوله الذى هو من خصائص النافلة) صفة للتطويل المفهوم من قوله ويطيل كما يظهر من كلام البحر، وظاهره أن هذه الأدعية والأذكار يأتى بها فى نفس الصلاة غير الأدعية التى يأتى بها بعد الصلاة لأن الركوع والسجود لا تشرع فيهما القراءة فلم يبق فى تطويلهما إلا زيادة الأدعية والأذكار من تسبيح ونحوه تأمل (ردالمحتار، ج۲ ص ۱۸۲، كتاب الصلاة، باب الكسوف)

[3] (قوله ويطيل فيها الركوع والسجود والقراءة) نقل ذلك فى الشرنبلالية عن البرهان أى لورود الأحاديث المذكورة فى الفتح وغيره بذلك قال القهستانى: فيقرأ أى فى الركعتين مثل البقرة وآل عمران كما فى التحفة. والإطلاق دال على أنه يقرأ ما أحب فى سائر الصلاة كما فى المحيط اهـ ويجوز تطويل القراءة وتخفيف الدعاء وبالعكس وإذا خفف أحدهما طول الآخر لأن المستحب أن يبقى على الخشوع والخوف إلى انجلاء الشمس فأى ذلك فعل فقد وجد جوهرة قال الكمال وهذا مستثنى من كراهة تطويل الإمام الصلاة ولو خففها جاز، ولا يكون مخالفا للسنة ثم قال: والحق أن السنة التطويل، والمندوب مجرد استيعاب الوقت أى بالصلاة والدعاء كما فى الشرنبلالية (ردالمحتار، ج۲ ص ۱۸۲، كتاب الصلاة، باب الكسوف)

مسئلہ نمبر ۱۶:...... گرہن کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر گرہن جاری ہو، تو گرہن ختم ہونے تک دعا کرنی چاہیے۔

اور اگر جماعت سے نماز پڑھی جائے، تو امام کو قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھنے کی حالت میں یا لوگوں کی طرف رخ کر کے کھڑے ہونے کی حالت میں دعا کرنی چاہیے، اور لوگوں کو اس پر آمین کہنا چاہیے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۷:...... گرہن اگر مختصر وقت کے لئے واقع ہو، تو صرف اتنے وقت میں ہی نماز اور دعا میں مشغولی سنت ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۱۸:...... گرہن کا وقت شروع ہونے کے موقع پر اگر کسی فرض نماز یا جمعہ کی نماز یا عیدین کی نماز کا وقت واقع ہو رہا ہو اور گرہن کی نماز میں مشغول ہونے سے اس کے فوت ہونے کا خوف ہو تو فرض نماز اور عید کی نماز سے فارغ ہو کر گرہن کی نماز پڑھنی چاہیے، اسی طرح اگر گرہن کے درمیان میں کسی دوسری نماز کا وقت واقع ہو رہا ہو، تو گرہن کی کچھ رکعتیں پہلے پڑھ لی جائیں، اور کچھ بعد میں پڑھ لی جائیں، اور درمیان میں فرض نماز ادا کر لی جائے، تو بھی درست ہے۔ [2]

---

[1] ثم یدعو بعدھا جالسا مستقبل القبلۃ أو قائما مستقبل الناس والقوم یؤمنون (حتی تنجلی الشمس کلھا(الدر المختار)

(قولہ :ثم یدعو بعدھا) لأنہ السنۃ فی الأدعیۃ بحر ولعلہ احتراز عن الدعاء قبلھا لأنہ یدعو فیھا کما علمت تأمل .(قولہ :أو قائما) قال الحلوانی وھذا أحسن ولو اعتمد علی قوس أو عصا کان حسنا ولا یصعد المنبر للدعاء ولا یخرج کذا فی المحیط نھر (قولہ یؤمنون) أی علی دعائہ (قولہ کلھا) أی المراد کمال الانجلاء لا ابتداؤہ شرنبلالیۃ عن الجوھرۃ (ردالمحتار، ج۲ص ۱۸۲، ۱۸۳، کتاب الصلاۃ، باب الکسوف)

[2] إذا اجتمع مع الکسوف أو الخسوف غیرہ من الصلاۃ :کالجمعۃ، أو العید، أو صلاۃ مکتوبۃ، أو الوتر، ولم یؤمن من الفوات، قدم الأخوف فوتا ثم الآکد، فتقدم الفریضۃ، ثم الجنازۃ، ثم العید، ثم الکسوف .ولو اجتمع وتر وخسوف قدم الخسوف؛ لأن صلاتہ آکد حینئذ لخوف فوتھا، وإن أمن من الفوات، تقدم الجنازۃ ثم الکسوف أو الخسوف، ثم الفریضۃ (الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، ج۲۷، ص ۲۵۸، مادہ صلاۃ الکسوف، اجتماع الکسوف بغیرھا من الصلوات)

مسئلہ نمبر ۱۹:...... اگر کسی نے گرہن کی نماز نہیں پڑھی، اور گرہن ختم ہوگیا، تو اب گرہن کی نماز کا وقت ختم ہوگیا؛ البتہ اگر کچھ وقت باقی ہو، تو اتنے وقت میں پڑھنا درست ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۲۰:...... گرہن کی نماز باجماعت پڑھنے کے لئے حاکم کی اجازت وشمولیت ضروری نہیں۔

البتہ مناسب یہ ہے کہ ایسا امام نماز پڑھائے جو لوگوں کو جمعہ وعیدین کی نماز پڑھاتا ہے؛ اور اگر ایسا امام میسر نہ ہو، تو پھر کسی اور امام کی اقتداء میں نمازِ گرہن ادا کرنا جائز ہے۔

اور راجح یہ ہے کہ گرہن کی نماز جس طرح شہر میں پڑھنا جائز ہے، اسی طرح گاؤں اور دیہات میں پڑھنا بھی جائز ہے۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۲۱:...... جب کوئی آفت یا مصیبت آ پڑے، مثلاً سخت آندھی، طوفان، گھٹا، سخت بارش، زلزلہ، یا دشمنوں کی طرف سے خوف، طاعون وغیرہ ، اس موقع پر بھی اس آفت ومصیبت سے نجات پانے کی نیت سے مرد اور خواتین سب کو تنہا بغیر جماعت کے دو رکعت نفل

---

[۱] تفوت صلاة كسوف الشمس بأحد أمرين: الأول: انجلاء جميعها، فإن انجلى البعض فله الشروع فى الصلاة للباقى، كما لو لم ينكسف إلا ذلك القدر. الثانى: بغروبها كاسفة.
ويفوت خسوف القمر بأحد أمرين: الأول: الانجلاء الكامل. الثانى: طلوع الشمس،
ولو حال سحاب، وشك فى الانجلاء صلى؛ لأن الأصل بقاء الكسوف. ولو كانا تحت غمام، فظن الكسوف لم يصل حتى يستيقن.
وقال المالكية: إن غاب القمر وهو خاسف لم يصل وإن صل ولم تنجل لم تكرر الصلاة، لأنه لم ينقل عن أحد، وإن انجلت وهو فى الصلاة أتمها؛ لأنها صلاة أصل، غير بدل عن غيرها؛ فلا يخرج منها بخروج وقتها كسائر الصلوات(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۲۵۳و۲۵۴،ماده صلاة الكسوف،فوات صلاة الكسوف)

[۲] لا يشترط لإقامتها إذن الإمام؛ لأنها نافلة وليس إذنه شرطا فى نافلة، فإذا ترك الإمام صلاة الكسوف فللناس أن يصلوها علانية إن لم يخافوا فتنة، وسرا إن خافوها، إلى هذا ذهب الشافعية، والحنابلة.
وقال الحنفية فى ظاهر الرواية: لا يقيمها جماعة إلا الإمام الذى يصلى بالناس الجمعة والعيدين، لأن أداء هذه الصلاة جماعة عرف بإقامة رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا يقيمها إلا من هو قائم مقامه. فإن لم يقمها الإمام صلى الناس حينئذ فرادى. وروى عن أبى حنيفة أنه قال: إن لكل إمام مسجد أن يصلى بالناس فى مسجده بجماعة؛ لأن هذه الصلاة غير متعلقة بالمصر، فلا تكون متعلقة بالسلطان كغيرها من الصلوات(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۲۵۵و۲۵۶،ماده صلاة الكسوف،إذن الإمام بصلاة الكسوف)

نماز پڑھنا مستحب ہے۔ [1]

فقط۔ [2]

وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۲۵/ ذوالحجہ/۱۴۳۳ھ 11/ نومبر/2012ء بروز اتوار

ادارہ غفران، راولپنڈی

---

[1] قال الحنفية :تستحب الصلاة فى كل فزع :كالريح الشديدة، والزلزلة، والظلمة، والمطر الدائم لكونها من الأفزاع، والأهوال .وقد روى :أن ابن عباس -رضى الله عنهما -صلى لزلزلة بالبصرة وعند الحنابلة :لا يصلى لشيء من ذلك إلا الزلزلة الدائمة، فيصلى لها كصلاة الكسوف؛ لفعل ابن عباس -رضى الله عنهما. أما غيرها فلم ينقل عن النبى صلى الله عليه وسلم ولا عن أحد من أصحابه الصلاة له .وفى رواية عن أحمد :أنه يصلى لكل آية .وقال الشافعية :لا يصلى لغير الكسوفين صلاة جماعة، بل يستحب أن يصلى فى بيته، وأن يتضرع إلى الله بالدعاء عند رؤية هذه الآيات، وقال الإمام الشافعى -رحمه الله :-لا آمر بصلاة جماعة فى زلزلة، ولا ظلمة، ولا لصواعق، ولا ريح، ولا غير ذلك من الآيات، وآمر بالصلاة منفردين، كما يصلون منفردين سائر الصلوات .وقال المالكية :لا يصلى لهذه الآيات مطلقا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۵۸،ماده صلاة الكسوف،الصلاة لغير الكسوف من الآيات)

وكذا الصلاة وحدانا مستحبة فى جميع الافزاع، مثل الريح الشديدة، والظلمة، والمطر الدائم، والريح الدائم، والخوف من العدو، وغير ذلك، للحديث الذى ذكرنا(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ۱ ص ۱۸۳)

(قوله :والفزع) أى الخوف الغالب من العدو بحر ودرر (قوله :ومنه الدعاء برفع الطاعون) أى من عموم الأمراض وأراد بالدعاء الصلاة لأجل الدعاء قال فى النهر :فإذا اجتمعوا صلى كل واحد ركعتين ينوى بهما رفعه ، وهذه المسألة من حوادث الفتوى .ا هـ .(ردالمحتار، ج ۲ ص ۱۸۳، كتاب الصلاة، باب الكسوف)

[2] ملحوظ رہے کہ گرہن کی نماز سے متعلق یہ مضمون پہلے بھی ''زلزلہ، استسقاء، قنوتِ نازلہ اور نمازِ گرہن کے احکام'' نامی کتاب میں شائع ہو چکا ہے، لیکن اب اس کی دوبارہ نظرِ ثانی کی گئی، اور بعض جزئیات کا اضافہ اور بعض مقامات پر اصلاح کی گئی۔ محمد رضوان۔ ۲۵/ ذوالحجہ/۱۴۳۳ھ 11/ نومبر/2012ء بروز اتوار۔

www.idaraghufran.org

(۲۲)

اِستِسقاء کی دُعا اور نَماز

استسقاء کے لغوی اور شرعی معنیٰ

استسقاء کے لغت میں معنیٰ پانی طلب کرنے کے ہیں۔

اوراس کے شرعی معنیٰ ضرورت کے وقت مخصوص طریقہ پر بارش نازل ہونے کی دعا کرنے کے ہیں، مثلاً بارش رک گئی ہو، اور چشموں اور تالابوں وغیرہ میں انسانوں اور جانوروں اور کھیتی کی ضروریات کے لئے پانی نہ ہو، یا بہت تھوڑا ہو، جس سے ضرورت پوری نہ ہو رہی ہو۔

اگر بارش نہ ہونے کی وجہ سے غذائی اشیاء کے مہنگا ہونے کا خوف ہو، جس سے عام لوگوں اور غریبوں کو پریشانی لاحق ہو، تو یہ بھی ضرورت میں داخل ہے۔ [1]

---

[1] باب الاستسقاء: هو لغة :طلب السقى وإعطاء ما يشربه والاسم السقيا بالضم .وشرعا :طلب إنـزال المطر بكيفية مخصوصة عند شدة الحاجة بأن يحبس المطر ولم يكن لهم أودية وآبار وأنهار يشـربـون مـنها ويسقون مواشيهم وزرعهم أو كان ذلک إلا أنه لا يكفى فإذا كان كافيا لا يستسقى كما فى المحيط قهستانى(ردالمحتار،ج۲ص ۱۸۴ ، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

وتفيسر الحاجة عندى ان يخاف غلاء السعر من قلة المطر بحيث يضطرب به فقراء الناس وعامتهم ، ولاعبـرة باغنيائهم ، واما مافى بعض الحواشى ان معنى الحاجة ان لاينزل من السماء قطر ولايبدوا فـى الآفـاق قـزعة مـن سحاب ولا كقدر الشبر فلا اصل له فى الفقه ، فان قليل المطر لايغنى وظهور السـحـاب فـى الآفـاق لايـجـدى مالم يمطر بقدر الكفاية ،وعليه المدار فى الاستسقاء كمايشعر به كلام المحيط الذى ذكرناه اولا (اعلاء السنن ج۸ص ۱۹۲ ، باب الاستسقاء بالدعاء وبالصلاة)

مذکورعبارات کی روشنی میں یہ بھی معلوم ہوا کہ جن ممالک میں بجلی کی پیداوار کا بنیادی مدار پانی پر ہو، اور پانی کی قلت سے غرباء اور عام لوگوں کو بجلی کا معاوضہ ادا کرنے میں دشواری کا سامنا ہو، یا عام ملکی معیشت کو غیر معمولی نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو، جس کا اثر بالآخر غرباء اور عام لوگوں تک پہنچتا ہو، اوراس غرض کے لئے بارش کی ضرورت ہو، تو بھی استسقاء کی نماز مشروع ہوگی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذِاسۡتَسۡقٰی مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ (سورہ بقرہ آیت ۶۰ پ ۱)

ترجمہ: جب (حضرت) موسیٰ (علیہ الصلاۃ والسلام) نے اپنی قوم کے واسطے پانی کی دعا مانگی (سورہ بقرہ)

اور دعا کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہے، جس میں توبہ واستغفار بھی داخل ہیں۔

استسقاء کے دوطریقے (دعاء اور نماز)

بارش کا رکنا اور پانی کی کمی ان مصائب میں سے ہے جو بداعمالیوں اور گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق پر نازل ہوتی ہیں۔

اس لئے شریعت کی طرف سے استسقاء یعنی بارش طلب کرنے کے دوطریقے ہیں۔

ایک صرف دعا واستغفار کی شکل میں، دوسرے استسقاء کی نماز پڑھ کر۔

پھر دعا واستغفار کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ تنہا اور عام مجمعوں میں دعا واستغفار کیا جائے، اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نمازوں کے بعد اور جمعہ وعیدین کے خطبوں میں دعا واستغفار کا اہتمام کیا جائے، کہ ان اوقات وحالات میں دعا واستغفار کی قبولیت زیادہ ہے، اور بارش طلب کرنے کی جو دعائیں احادیث میں آئی ہیں، ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنے میں زیادہ تاثیر ہے۔

اور جب بارش وپانی کی سخت ضرورت ہو، مثلاً کنوؤں، ڈیموں، ندیوں، اور نالوں میں پانی ختم یا کم ہوجائے، جس کی وجہ سے انسانوں کی خوردونوش وغیرہ کی ضروریات متأثر ہونے لگیں، جانوروں کے لئے گھاس چارہ وغیرہ کی تنگی ہو، کھیتی اور فصل خراب ہورہی ہو اور لوگوں میں پریشانی وبے چینی پھیل جائے تو پھر نمازِ استسقاء پڑھی جائے، اگر بارش نہ ہونے کی وجہ سے غذائی اشیاء کے مہنگا ہونے کا خوف ہو، جس سے عام لوگوں اور غریبوں کو پریشانی لاحق ہو، تو

www.idaraghufran.org

بھی استسقاء کی نماز پڑھنی چاہئے۔
جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔
اوراسی کے ساتھ صدقہ وخیرات اور روزہ اور دوسرے نیک کاموں کا اور گناہوں سے بچنے کا بھی حسبِ حیثیت وضرورت اہتمام کرنا چاہئے۔ [1]
بارش طلب کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے صرف دعا واستغفار کرنا بھی ثابت ہے، اوراس غرض کے لئے نماز پڑھنا بھی ثابت ہے، جسے نمازِ استسقاء کہا جاتا ہے۔

---

[1] قال ابن حجر :وهو أنواع ثلاثة ثابتة بالأخبار الصحيحة، أدناها مجرد الدعاء فرادى أو مع الاجتماع له، روى أبو عوانة فى صحيحه :أن قوما شكوا إلى النبى -صلى الله عليه وسلم -قحط المطر فقال :اجثوا على الركب ثم قولوا :يا رب، يا رب .ففعلوا فسقوا ، وسيأتى أنه -عليه الصلاة والسلام -استسقى عند أحجار الزيت بالدعاء بلا صلاة .قال الشافعي :وأحسن هذا النوع ما كان من أهل الصلاح، وأوسطها :الدعاء عقب الصلوات ولو نوافل، وفى كل خطبة مشروعة، وأعلاها :بالصلاة والخطبة كما يأتى ويندب تكرير الاستسقاء ;لأنه تعالى يحب الملحين فى الدعاء ، والله أعلم(مرقاة المفاتيح، ج۳ص۱۱۰۵، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

قال أصحابنا :الاستسقاء ثلاثة أنواع أحدها الاستسقاء بالدعاء من غير صلاة ، الثانى الاستسقاء فى خطبة الجمعة أو فى أثر صلاة مفروضة وهو أفضل من النوع الذى قبله ، والثالث وهو أكملها أن يكون بصلاة ركعتين وخطبتين ويتأهب قبله بصدقة وصيام وتوبة وإقبال على الخير ومجانبة الشر ونحو ذلك من طاعة الله تعالى(شرح النووى علىٰ مسلم، ج٦ ص١٨٨ ، كتاب صلاةالاستسقاء)

قلت والخلاصة عندى ان الاستسقاء حقيقة طلب السقى من الله تعالىٰ فهو الدعاء لانزال الغيث وروحه الاستغفار والتوبة كما ان روح الصلاة الخشوع، وصورته الكاملة الدعاء مع الصلاة بهياتها الاجتماعية الماثورة ،والله اعلم(فتح الملهم ج۲ ص۴۴۰، كتاب صلاة الاستسقاء)

وينبغى أن يكون الدعاء على هيئة وأدب فإن لكل أدب ثمرة ولكل هيئة زينة يبدأ بمدائحه ثم الثناء عليه والتنزيه له ثم محامده وذكر آلائه وبث مننه ونشر صنائعه والاعتراف بالمساوء والتوبة إليه والاعتذار والتنصل والاستغفار والتضرع والاستعاذة والاختتام بآمين والله أعلم وأحكم(نوادر الأصول فى أحاديث الرسول، ج۳ص۲۰۲ ،الأصل الثالث والأربعون والمائتان)

www.idaraghufran.org

اوران دونوں طریقوں کے احادیث وروایات سے ثبوت اور جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

امام محمد اور امام ابو یوسف اور امام طحاوی رحمہم اللہ جیسے جلیلُ القدر فقہائے احناف نمازِ استسقاء کے سنت ہونے کے قائل ہیں، اور عمل بھی اسی کے مطابق ہے۔ [1]

البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ انہوں نے باجماعت نمازِ استسقاء کے مسنون ہونے کی نفی فرمائی ہے، جس کی فقہائے کرام نے مختلف وجوہات بیان فرمائی ہیں، ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ آپ نے اس کے ایسی سنت ہونے کی نفی کی ہے، کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل ہو (کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش و پانی کی ضرورت کے وقت ہمیشہ باجماعت نمازِ استسقاء کا اہتمام نہیں فرمایا، بلکہ بسا اوقات دعا پر بھی اکتفاء فرمایا ہے)

جس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے نمازِ استسقاء کے جائز بلکہ مستحب ہونے کا انکار نہیں کیا۔ [2]

---

[1] قال ابن الملک :فالسنة أن يصلى للاستسقاء بالجماعة كصلاة العيد، وبه قال أبو يوسف ومحمد (مرقاة المفاتيح، ج۳ص۱۱۰۶، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

وقولهما هو الماخوذ به (اعلاء السنن ج۸ص۱۸۸ ،باب الاستسقاء بالدعاء وبالصلاة)

فثبت بما ذكرنا أن صلاة الاستسقاء سنة قائمة لا ينبغى تركها .وقد روى ذلك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من غير وجه(شرح معانى الآثار، ج ۱ ص ۳۲۴، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء كيف هو)

أخبرنا مالك ، أخبرنا عبد الله بن أبى بكر بن محمد بن عمرو بن حزم أنه سمع عبّاد بن تميم المازنيّ يقول :سمعت عبدَ الله ابن زيد المازِنيّ يقول :خرج رسولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إلى المصلَّى فاستسقى وحوّل رداءَه حين استقبل القبلة.

قال محمد :أما أبو حنيفة .فكان لا يرى فى الاستسقاء صلاة ، وأما فى قولنا فإن الإمام يصلى بالناس ركعتين ثم يدعو ويحوّل رداء ه، فيجعل الأيمن على الأيسر، والأيسر على الأيمن ولا يفعل ذلك أحد إلا الإمام (الموطأ،لمحمَّد بن الحَسَن،تحت رقم الحديث ۲۹۴، ج ۱ ص ۱۰۵ ،باب الاستسقاء)

[2] (قوله هو دعاء) وذلك أن يدعو الإمام قائما مستقبل القبلة رافعا يديه، والناس قعود مستقبلين القبلة يؤمنون على دعائه باللهم اسقنا غيثا مغيثا هنيئا مريئا مريعا غدقا مجللا سحا طبقا دائما وما أشبهه سرا وجهرا كما فى البرهان شرنبلالية وشرح ألفاظه فى الإمداد وزاد فيه أدعية أخر (قوله :واستغفار) من عطف الخاص على العام لأنه الدعاء بخصوص المغفرة أو يراد بالدعاء طلب المطر خاصة فيكون من قبيل عطف المغاير ط (قوله لأنه السبب) بدليل أن رتب إرسال المطر عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مذکورہ تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ حنفیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ضرورت کے وقت اولاً تو استسقاء کی نماز سنت ہے، اور دوسرے کم از کم درجہ میں مستحب ہے۔

استسقاء کے پہلے طریقے یعنی دعا کا بیان

بارش طلب کرنے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے۔

اس کا مندرجہ ذیل احادیث وروایات میں ذکر ہے۔

حضرت جابر بن سلیم سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِنْ أَصَابَکَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهُ أَنْبَتَهَا (ابوداؤد) ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی قوله تعالی (استغفروا ربكم) الآية (قوله بلا جماعة) كان على المصنف أن يقول له صلاة بلا جماعة كما قال فی الكنز وغيره ح وهذا قول الإمام. وقال محمد: يصلی الإمام أو نائبه ركعتين كما فی الجمعة ثم يخطب أی يسن له ذلك والأصح أن أبا يوسف مع محمد نهر (قوله: بل هی) أی الجماعة جائزة لا مكروهة، وهذا موافق لما ذكره شيخ الإسلام من أن الخلاف فی السنية لا فی أصل المشروعية، وجزم به فی غاية البيان معزيا إلى شرح الطحاوی، وكلام المصنف كالكنز يفيد عدم المشروعية كما فی البحر وتمامه فی النهر وظاهر كلام الفتح ترجيحه. وذكر فی الحلية أن ما ذكره شيخ الإسلام متجه من حيث الدليل فليكن عليه التعويل اهـ وقال فی شرح المنية الكبير بعد سوقه الأحاديث والآثار. فالحاصل: أن الأحاديث لما اختلفت فی الصلاة بالجماعة وعدمها على وجه لا يصح به إثبات السنية لم يقل أبو حنيفة بسنيتها ولا يلزم منها قوله بأنها بدعة كما نقله عنه بعض المتعصبين بل هو قائل بالجواز اهـ: قلت: والظاهر أن المراد به الندب والاستحباب لقوله فی الهداية قلنا: إنه فعله -عليه الصلاة والسلام- مرة وتركه أخرى فلم يكن سنة اهـ أی لأن السنة ما واظب عليه والفعل مرة مع الترک أخرى يفيد الندب تأمل (ردالمحتار، ج۲ ص ۱۸۴، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

۱ رقم الحديث ۴۰۸۴، كتاب اللباس، باب ما جاء فی إسبال الإزار، واللفظ لهٗ، مسند احمد رقم الحديث ۱۶۶۱۶ ورقم الحديث ۲۳۲۰۵، المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث ۶۳۸۶، السنن الكبرىٰ للبيهقی رقم الحديث ۲۱۶۲۳.

قال الهيثمی: رواه أحمد، وفيه الحكم بن فضيل وثقه أبو داود وغيره وضعفه أبو زرعة وغيره، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ج۸ ص ۷۲، باب النهی عن اللعن والسب)

فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور اگر آپ کو قحط سالی پہنچ جائے (جس کی وجہ سے زمین سے فصل پیدا نہ ہو رہی ہو) تو آپ اس کی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، تو اللہ تعالیٰ زمین (سے فصل وغلہ) کو اُگا دیں گے (ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بارش طلب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے میں تاثیر ہے۔ [1]

حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش کی دعا فرماتے تھے، تو اس طرح دعا فرماتے تھے کہ:

اَللّٰھُمَّ اَسْقِ عِبَادَکَ وَبَھَائِمَکَ وَانْشُرْ رَحْمَتَکَ وَأَحْيِ بَلَدَکَ الْمَيِّتَ

ترجمہ: یا اللہ! اپنے بندوں کو اور جانوروں کو پانی کی نعمت عطا فرما دیجئے، اور اپنی رحمت کو پھیلا دیجئے، اور اپنی مُردہ زمین کو (پانی کے ذریعہ سے) زندہ فرما دیجئے (ابوداؤد) [2]

اس حدیث سے بارش کے لئے دعا کرنا ثابت ہوا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے ہوئے تشریف لائے، اور یہ دعا فرمائی، جس سے فوراً آسمان پر بادل چھا گئے:

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ.

ترجمہ: یا اللہ! ہماری پانی کی فریاد کو بہتر اور اچھے طریقہ سے پوری فرما دیجئے، جس میں کوئی ضرر نہ ہو، اور جلدی پوری فرما دیجئے نہ کہ تاخیر سے (ابوداؤد) [3]

---

[1] وإن أصابک عام سنة "أی: سنة قحط لا تنبت الأرض شيئا "فدعوته أنبتها لک "أی: صيرها ذات نبات لک" (مرقاۃ المفاتيح، ج۴ص ۱۳۴۵، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقة)

[2] رقم الحديث ۱۱۷۶، کتاب الاستسقاء، واللفظ لهٗ، مؤطا امام مالک رقم الحديث ۴۰۳.

[3] رقم الحديث ۱۱۶۹، کتاب الاستسقاء، باب رفع اليدين فی الاستسقاء.

www.idaraghufran.org

اس حدیث سے بھی بارش کے لئے دعا کرنے کا ثبوت ہوا، اور یہ بھی کہ بارش کے لئے صرف دعا کرنے میں بھی تاثیر ہے، جبکہ صدق واخلاص کے ساتھ ہو۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میں آپ کی خدمت میں ایسی قوم کے پاس سے حاضر ہوا ہوں، جن کے یہاں جانوروں کا چارہ نہیں ہے، جس کی وجہ سے جانور کمزور ہورہے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے، اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد یہ دعا فرمائی، اور منبر سے نیچے تشریف لے آئے، اس دعا کے بعد جو شخص بھی کسی طرف سے آیا، اس نے یہی کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے بارش عطا فرمادی ہے:

اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا طَبَقًا مَرِيْعًا غَدَقًا عَاجِلًا غَيْرَ رَائِثٍ.

ترجمہ: یا اللہ! ہماری پانی کی فریاد کو بہتر اور اچھے طریقہ سے اور وسیع بادل اور بھاری بارش کے ذریعے سے جلدی پوری فرمادیجئے، نہ کہ تاخیر سے (ابن ماجة) [1]

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ استسقاء پڑھے بغیر دعا پر اکتفاء فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ بارش کے لئے صرف دعا کرنا بھی سنت سے ثابت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وِجَاهَ الْمِنْبَرِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِيُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُغِيْثُنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا قَالَ أَنَسٌ وَلَا وَاللّٰهِ مَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَزَعَةً وَلَا شَيْئًا وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ

[1] رقم الحديث ۱۲۷۰، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الدعاء في الاستسقاء.

www.idaraghufran.org

سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ اِنْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ قَالَ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكُهَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالْجِبَالِ وَالْآجَامِ وَالظِّرَابِ وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِيْ فِي الشَّمْسِ (بخاری)[1]

ترجمہ: ایک آدمی جمعہ کے دن منبر کے سامنے والے دروازے سے داخل ہوا، اوراس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر خطبہ دے رہے تھے، پھراس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوکر کہا کہ اے اللہ کے رسول مویشی ہلاک ہوگئے، اور چشمے خشک ہوگئے، تو آپ ہمارے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بارش عطا فرمائیں۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے، اور یہ دعا کی کہ:

اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا

”اے اللہ! ہمیں پانی عطا فرمایئے، اے اللہ! ہمیں پانی عطا فرمایئے، اے اللہ! ہمیں پانی عطا فرمایئے“

---

[1] رقم الحديث ۱۰۱۳، كتاب الجمعة، باب الاستسقاء فى المسجد الجامع، واللفظ له، و رقم الحديث ۹۵۸، كتاب الجمعة، باب الاستسقاء فى خطبة الجمعة غير مستقبل القبلة، مسلم، رقم الحديث ۲۱۱۵، باب الدعاء فى الاستسقاء.

www.idaraghufran.org

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اس وقت آسمان پر نہ تو کوئی بادل تھا اور نہ بادل کا ٹکڑا اور نہ کوئی چیز (بظاہر بارش کے اثر کی) نظر آتی تھی، اور نہ ہمارے اور سلع (مقام) کے درمیان کوئی گھر یا مکان تھا، سلع (مقام) کے پیچھے سے ڈھال کے برابر ایک بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا، جب وہ آسمان کے درمیان میں آیا تو بادل پھیل گئے، پھر بارش ہونے لگی، اللہ کی قسم پھر ہم لوگوں نے ایک ہفتہ تک سورج نہیں دیکھا۔

پھر ایک شخص اسی دروازے سے دوسرے جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے، وہ شخص آپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا، اور کہا کہ اے اللہ کے رسول لوگوں کا مال تباہ ہو گیا، اور راستے بند ہو گئے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ بارش بند کر دے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے، اور یہ دعا کی کہ:

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالْجِبَالِ وَالْاٰجَامِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ .

”اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا، ہم پر نہ برسا، اے اللہ! پہاڑوں، ٹیلوں اور وادیوں اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں پر برسا“

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بارش تھم گئی، اور ہم دھوپ میں چلتے ہوئے باہر نکلے (بخاری)

اس تفصیلی حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ کے خطبہ میں بارش کے لئے دعا کرنا ثابت ہوا۔ اور نمازوں کے بعد دعاؤں کا قبول ہونا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمازوں کے بعد دعائیں کرنا مستقل احادیث وروایات سے ثابت ہے۔

(تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ”نماز کے بعد دعا وذکر کے فضائل واحکام“ ملاحظہ فرمائیں)

حضرت ابومروان اسلمی اور حضرت شعبی رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ نَسْتَسْقِيْ فَمَا زَادَ عَلَى الْاِسْتِغْفَارِ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ استسقاء کے لئے نکلے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے استغفار کے علاوہ کوئی اور عمل نہیں کیا (ابن ابی شیبہ)

معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر بارش کے لئے صرف استغفار فرمایا تھا، اور نماز نہیں پڑھی تھی، اور استغفار دراصل دعا کے مفہوم میں داخل ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

حضرت عامر شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَرَجَ يَسْتَسْقِيْ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ (اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلَ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ أَنْهَارًا)(اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا) ، ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوْا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَوِ اسْتَسْقَيْتَ ، فَقَالَ :لَقَدْ طَلَبْتُهُ بِمَجَادِيْحِ السَّمَاءِ الَّتِيْ يُسْتَنْزَلُ بِهَا الْقَطْرُ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ استسقاء کے لئے تشریف لے گئے، پھر منبر پر جا کر فرمایا کہ اپنے رب سے استغفار کرو، بے شک وہ بہت مغفرت کرنے والا ہے، وہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا، اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے

---

[1] رقم الحديث ۸۴۲۸، كتاب الصلاة، باب من قال لا يصلى فى الاستسقاء. ومصنف عبدالرزاق رقم الحديث ۴۹۰۲.
واسناده صحيح (ارواء الغليل ج۲ ص ۱۴۲)

[2] رقم الحديث ۸۴۲۹، كتاب الصلاة، باب من قال لا يصلى فى الاستسقاء.

Idara Ghufran

گا، اور تمہارے لئے باغات بنادے گا، اور تمہارے لئے نہریں جاری فرمادے گا۔

اپنے رب سے استغفار کرو، بے شک وہ بہت مغفرت کرنے والا ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے تشریف لے آئے، تو لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین کاش کہ آپ استسقاء کا عمل کرتے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بارش کو آسمان کے پچھتروں سے طلب کیا ہے، جہاں سے بارش اتاری جاتی ہے (ابن ابی شیبہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھے بغیر بھی دعا واستغفار کے ذریعہ سے بارش طلب کی جاسکتی ہے۔

اور استغفار بھی درحقیقت دعا کی ایک قسم ہے کہ جس میں اپنی مغفرت کی دعا کی جاتی ہے۔ [1]

بہرحال بارش طلب کرنے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ انفرادی واجتماعی صورتوں میں اللہ تعالیٰ سے بارش ہونے کی اور اپنے گناہوں کی معافی کی دعا کی جائے۔

استسقاء کے دوسرے طریقے یعنی نماز کا بیان

بارش طلب کرنے کا دوسرا طریقہ نمازِ استسقاء ہے۔

استسقاء کی نماز کے طریقہ میں بنیادی طور پر تین چیزیں ہیں:

(۱)...... ایک خود نمازِ استسقاء (۲)...... دوسرے خطبہ (۳)...... تیسرے نماز کے بعد دعا۔

آگے احادیث کی روشنی میں ان تینوں چیزوں کے متعلق بالترتیب تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

---

[1] (قولہ هو دعاء) وذلک أن يدعو الإمام قائما مستقبل القبلة رافعا يديه، والناس قعود مستقبلين القبلة يؤمنون على دعائه باللهم اسقنا غيثا مغيثا هنيئا مريئا مريعا غدقا مجللا سحا طبقا دائما وما أشبهه سرا وجهرا كما فى البرهان شرنبلالية وشرح ألفاظه فى الإمداد وزاد فيه أدعية أخر (قوله :واستغفار) من عطف الخاص على العام لأنه الدعاء بخصوص المغفرة أو يراد بالدعاء طلب المطر خاصة فيكون من قبيل عطف المغاير ط(ردالمحتار، ج۲ص۱۸۴، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

www.idaraghufran.org

(۱)......نمازِ استسقاء کا طریقہ اور اس کا ثبوت

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِيْ لَهُمْ فَقَامَ فَدَعَا اللّٰهَ قَائِمًا ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَ الْقِبْلَةِ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ فَأُسْقُوْا (بخاری) ؎۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ باہر تشریف لے گئے، اور لوگوں کے لئے (نماز پڑھ کر) بارش طلب فرمائی، پھر کھڑے ہوئے، اور کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے لوگوں کے لئے دعا فرمائی، پھر قبلہ کی طرف رخ کیا، اور اپنی چادر کو پلٹا، جس کے باعث اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارش نازل کی گئی (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ نمازِ استسقاء کے لئے لوگوں کو آبادی سے باہر یا پھر کسی بڑے میدان میں نکلنا چاہیئے۔

حضرت اسحاق بن عبداللہ بن کنانہ فرماتے ہیں کہ مجھے ولید بن عقبہ نے جو کہ مدینہ کے امیر تھے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا، تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ استسقاء کا طریقہ معلوم کروں، تو میں ان کے پاس حاضر ہوا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مُتَبَذِّلًا مُتَوَاضِعًا مُتَضَرِّعًا حَتّٰى أَتَى الْمُصَلّٰى فَلَمْ يَخْطُبْ خُطْبَتَكُمْ هٰذِهٖ وَلٰكِنْ لَّمْ يَزَلْ فِي الدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ وَالتَّكْبِيْرِ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَمَا كَانَ يُصَلِّيْ فِي الْعِيْدِ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ (ترمذی) ؎۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکنت، تواضع اور عاجزی کے ساتھ تشریف لے گئے تھے، یہاں تک کہ نماز گاہ تک پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

؎۱ رقم الحديث ۱۰۲۳، كتاب الجمعة، باب الدعاء فى الاستسقاء قائما.

؎۲ رقم الحديث ۵۵۸، باب ما جاء فى صلاة الاستسقاء ، واللفظ لهٗ، ابو داؤد، رقم الحديث ۱۱۶۷.

www.idaraghufran.org

تمہارے اس خطبہ کی طرح خطبہ نہیں دیا تھا،اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر دعا میں اور تضرع میں اور تکبیر میں مشغول رہے تھے،اور دو رکعتیں پڑھائی تھیں،جس طرح سے کہ عید میں پڑھاتے تھے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے(ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو استسقاء کی نماز کے لئے آبادی سے باہر نکلنا سنت ہے،مزید تفصیل آگے مسائل کے ضمن میں آتی ہے۔ [1]

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ استسقاء کی نماز کے لئے جاتے ہوئے زیب و زینت اور فخر و تفاخر کے انداز سے بچنا چاہیے،لباس بھی سادہ پہن کر نکلنا چاہیے،اور انداز میں بھی عاجزی اور انکساری ہونی چاہیے۔ [2]

اور استسقاء کی نماز کو عید کی نماز کے مشابہ قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ رکعتوں کی تعداد، میدان میں نکلنا،جہری قرأت کا ہونا،بغیر اذان و اقامت کے اس نماز کا ہونا،اجتماع کا ہونا اور بعد میں خطبہ کا پڑھنا،ان چیزوں کے اعتبار سے استسقاء کی نماز،عید کی نماز کی طرح ہے،جیسا کہ اگلی روایات کے ذیل میں بھی آتا ہے۔ [3]

---

[1] وهـذا الـحـديـث يشتمل على أحكام :الأول :فيـه خـروج الـنبى صـلـى الـلـه عليه وسلم إلى الـصـحراء للاستسقاء لأنه أبلغ فى التواضع، وأوسع للناس، وذكر ابن حبان :كان خروجه صلى الله عليـه وسـلـم إلى المصلى للاستسقاء فى شهر رمضان سنة ست من الهجرة .الثانى :فيه مشروعية الاستسقاء .الثالث :فيـه استـقبال القبلة وتحويل الرداء ، وقد ذكرنا حكمه مستقصى .الرابع :فيه أنه صلى الله عليه وسلم صلى ركعتين(عمدة القارى، ج۷ص۳۴، باب تحويل الرداء فى الاستسقاء)

[2] (متبذلا) : بتـقـديـم التاء على الموحدة، أى :لابسا ثوب البذلة .فـى النهاية :التبذل ترك التـزين على جهة التواضع اهـ .والأظهـر أنـه عـلى جهة إظهار الافتقار، وإرادة جبر الانكسار، ولئلا يكون مكررا مع قوله :(متواضعا) : فى الظاهر .(متخشعا) : فى الباطن .(متضرعا) : باللسان فى أنواع الذكر (مرقاة المفاتيح،ج۳ص۱۱۰۹،كتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

[3] وتـأولـه الـجـمـهـور على أن المراد كصلاة العيد فى العدد والجهر والقراءة وفى كونها قبل الخطبة (شرح النووى على مسلم،ج۶ ص۱۸۹، كتاب صلاة الاستسقاء)

اور تمہارے اس خطبہ کی طرح خطبہ نہ دینے کا مطلب کیا ہے؟

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ:

خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُبْتَذِلًا مُتَوَاضِعًا مُتَضَرِّعًا حَتّٰی أَتَی الْمُصَلّٰی فَلَمْ یَخْطُبْ خُطْبَتَکُمْ هٰذِهٖ، وَلٰکِنْ لَّمْ یَزَلْ فِی الدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ وَالتَّکْبِیْرِ ، فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ وَنَحْنُ خَلْفَهٗ ، یَجْهَرُ فِیْهِمَا بِالْقِرَاءَ ةِ وَلَمْ یُؤَذِّنْ ، وَلَمْ یُقِمْ (شرح معانی الآثار) ل

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکنت، تواضع اور عاجزی کے ساتھ تشریف لے گئے تھے، یہاں تک کہ نماز گاہ تک پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے اس خطبہ کی طرح خطبہ نہیں دیا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر دعا میں اور تضرع میں اور تکبیر میں مشغول رہے تھے، اور دو رکعتیں پڑھائی تھیں، اور ہم ان کے پیچھے تھے، جس میں جہری قرأت فرمائی تھی، اور اذان واقامت نہیں کہی تھیں (طحاوی)

اس روایت سے واضح ہوگیا کہ استسقاء کی نماز کے عید کی نماز کے مشابہ ہونے کا مطلب وہی ہے، جو پہلے بیان کیا گیا۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس سلسلہ میں اہلِ علم کے مختلف اقوال ہیں، جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ اس خطبہ میں تکلف سے کام نہیں لیا تھا، جیسا کہ آج کل بعض خطباء کی عادت ہے۔

قلت لادلالة لحدیث ابن عباس هذا علی نفی الخطبتین لاحتماله نفی الاسجاع والتکلف الذی احدثه الخطباء بعده ، وقد نقلنا عن العالمکیریة التوسع فی الخطبة الواحدة والخطبتین (اعلاء السنن ج۸ص۱۸۸ ، باب الاستسقاء بالدعاء وبالصلاة)

ل رقم الحدیث ۱۹۰۴ ، کتاب الصلاة، باب الاستسقاء کیف هو ,وهل فیه صلاة أم لا ؟

۲ چنانچہ مندرجہ بالا حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ولم یقل "مثل صلاة العیدین "فدل ذلک أن قوله مثل صلاة العیدین فی الحدیث الأول إنما أراد به هذا المعنی ,أنه صلی بلا أذان ولا إقامة ,کما یفعل فی العیدین(شرح معانی الآثار، ج ا ص ۳۲۴،تحت رقم الحدیث ۱۹۰۴،کتاب الصلاة،باب الاستسقاء کیف هو ,وهل فیه صلاة أم لا ؟)

Idara Ghufran

صحیح ابنِ خزیمہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَخَشِّعًا مُتَبَذِّلًا، فَصَنَعَ فِيْهِ كَمَا يَصْنَعُ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى (صحيح ابن خزيمة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے لئے خشوع اور مسکنت کی حالت میں تشریف لے گئے، اور اس طریقہ سے کیا، جس طریقہ سے عیدُ الفطر اور عیدُ الاضحیٰ میں کیا جاتا ہے (ابن خزیمہ)

اور امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَضَرِّعًا مُتَوَاضِعًا مُتَبَذِّلًا فَلَمْ يَخْطُبْ نَحْوَ خُطْبَتِكُمْ هٰذِهِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ (سنن النسائی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاجزی اور تواضع اور مسکنت کے ساتھ استسقاء کی نماز کے لئے تشریف لے گئے تھے، اور تمہارے اس (جمعہ کے) خطبہ کی طرح خطبہ نہیں دیا تھا، پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھائی تھیں (نسائی)

اس سے اور باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ استسقاء کی نماز کے لئے جاتے ہوئے ظاہری اور باطنی اعتبار سے عاجزی اور تواضع کو اختیار کرنا چاہئے۔

حضرت عباد بن تمیم اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَسْقٰى فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَّبَ رِدَاءَهٗ (بخاری) [3]

---

[1] رقم الحديث ١٤١٩، كتاب الصلاة، باب عدد التكبيرات فى صلاة الاستسقاء كالتكبير فى العيدين.

[2] رقم الحديث ١٥٠٦، كتاب الاستسقاء، باب الحال التى يستحب للإمام أن يكون عليها إذا خرج.

[3] رقم الحديث ١٠٢٦ كتاب الاستسقاء، باب صلاة الاستسقاء ركعتين.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش طلب کی،اور دورکعتیں پڑھیں،اور اپنی چادر کو پلٹا (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ استسقاء کی نماز کی دورکعتیں ہیں،اور چادر پلٹنے کا بیان آگے آتا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ اس طرح روایت فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِيْ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ بِالْقِرَاءَةِ فِيْهَا وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاسْتَسْقٰى وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ (ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ استسقاء کے لئے تشریف لے گئے، پھر ان کو دورکعتیں پڑھائیں،اور ان میں جہری قرأت کی،اور اپنی چادر کو پلٹا،اور اپنے ہاتھ اٹھائے،اور بارش کے لئے دعا کی،اور قبلہ کی طرف رخ کیا (ترمذی)

اور ابنِ عساکر نے حضرت عکرمہ کی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند کے ساتھ ایک تفصیلی حدیث نقل کی ہے،جس میں یہ مضمون ہے کہ:

قَحَطَ كُلُّ النَّاسِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلٰى بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ مُعْتَمًّا بِعَمَامَةٍ سَوْدَاءَ قَدْ أَرْخٰى طَرَفَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ، وَالْأُخْرٰى بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ مُتَّكِئًا قَوْسًا عَرَبِيَّةً، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ؛ وَصَلّٰى بِأَصْحَابِهٖ رَكْعَتَيْنِ، جَهَرَ بِالْقِرَاءَةِ فِيْهِمَا، قَرَأَ فِي الْأُوْلٰى:إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَالثَّانِيَةِ وَالضُّحٰى ثُمَّ قَلَّبَ رِدَاءَهٗ

---

[1] رقم الحديث ٥٥٦،ابواب السفر،باب ماجاء فى صلاة الاستسقاء.

وقال الترمذى:وفى الباب عن ابن عباس، وأبى هريرة، وأنس، وآبى اللحم :حديث عبد الله بن زيد حديث حسن صحيح، وعلى هذا العمل عند أهل العلم، وبه يقول الشافعى، وأحمد، وإسحاق، وعم عباد بن تميم هو عبد الله بن زيد بن عاصم المازنى.

www.idaraghufran.org

لِتَنْقَلِبَ السَّنَةُ، ثُمَّ حَمِدَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ .
......(وَذَكَرَ دُعَاءً طَوِيلًا، وَقَالَ بَعْدَهُ)
فَمَا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَاءَ تِ السَّمَاءُ حَتّٰى أَهَمَّ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ كَيْفَ يَنْصَرِفُ إِلٰى مَنْزِلِهٖ، فَعَاشَتِ الْبَهَائِمُ وَأَخْصَبَتِ الْأَرْضُ، وَعَاشَ النَّاسُ، كُلُّ ذٰلِكَ بِبَرَكَةِ سَيِّدِنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(مختصر تاريخ دمشق لابن المنظور) [1]

ترجمہ: رسول اللہ کے زمانے میں سب لوگ قحط (وخشک سالی) کا شکار ہوگئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے بقیع غرقد (قبرستان) کی طرف تشریف لے گئے، آپ نے اس وقت کالے رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا، جس کا ایک شملہ آپ کے سامنے اور دوسرا دونوں مونڈھوں کے درمیان تھا، اور عربی کمان کا سہارا لئے ہوئے تھے، پھر آپ نے قبلہ کی طرف رخ کیا، اور تکبیر کہی، اور اپنے صحابہ کو دو رکعت نماز پڑھائی، جن میں جہری قرأت فرمائی، پہلی رکعت میں ''اذاالشّمس کورت'' اور دوسری رکعت میں ''سورۃ الضحیٰ'' پڑھی، پھر اپنی چادر کو پلٹا، تاکہ خشک سالی تبدیل ہوجائے، پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی (جو ممکن ہے کہ دعا کے لئے ہو، یا پھر اس سے مراد خطبہ ہو) پھر آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے (اس کے بعد لمبی دعا فرمائی)

اور جونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا سے فارغ ہوئے، تو بارش شروع ہوگئی، یہاں تک کہ ہر شخص کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ وہ کس طریقہ سے اپنے گھر کی طرف لوٹے، اور جانور خوش ہوگئے، اور زمین سرسبز ہوگئی، اور لوگ بھی خوش ہوگئے، یہ

---

[1] ج۱۰ ص ۲۳۹، ۲۴۰، تحت ترجمة سلام بن سلمة ويقال ابن سليم، الناشر: دار الفكر للطباعة والتوزيع والنشر، دمشق -سوريا، وكنز العمال ج۸ص، ۴۳۶، رقم الحديث ۲۳۵۴۶، بحواله ابن عساكر وقال رجالهٗ ثقات.

www.idaraghufran.org

سب ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہوا (ابنِ عساکر)

اور مستخرج ابوعوانہ میں حضرت حریث مخزومی سے ایک لمبی روایت میں ہے کہ:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَلَّبَ رِدَاءَهٗ ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ (مستخرج أبی عوانة، رقم الحديث ٢٥٢٨، كتاب الاستسقاء)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استسقاء کے لئے نکلے، تو آپ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں، اور اپنی چادر کو پلٹا، اور اپنے ہاتھوں کو دعا کے لئے اٹھایا (پھر لمبی دعا کی) (ابوعوانہ)

ملحوظ رہے کہ اس روایت کے ایک راوی مسیّب بن شریک ہیں، جن کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

حضرت ابواسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْأَنْصَارِيُّ وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَاسْتَسْقٰى فَقَامَ بِهِمْ عَلٰى رِجْلَيْهِ عَلٰى غَيْرِ مِنْبَرٍ فَاسْتَغْفَرَ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ وَلَمْ يُؤَذِّنْ وَلَمْ يُقِمْ (بخاری) [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن یزید انصاری اور ان کے ساتھ براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم استسقاء کے لئے تشریف لے گئے، تو حضرت عبداللہ بن یزید

---

[1] مسيب بن شريک أبو سعيد التميمی (الشقری) قال ابن معين :أجمع الناس على طرح هؤلاء النفر ، ليس يذاكر بحديثهم ، ولا يعتد بهم -منهم مسيب بن شريک ، كان ببغداد .ومرة قال :ليس بشیء .وقال البخاری :سكتوا عنه .وقال السعدی :سكت الناس عن حديثه . وقال النسائی :متروک الحديث (مختصر الكامل فی الضعفاء ، تحت رقم الترجمة، ١٨٧٣، ج ا ص ٧٢٩)

[2] رقم الحديث ١٠٢٢، كتاب الجمعة، باب الدعاء فی الاستسقاء قائما.

www.idaraghufran.org

ان کے سامنے منبر کے بغیر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے، پھر استغفار کیا، پھر دو رکعتیں پڑھیں، جن میں جہری قرأت فرمائی، اور اذان واقامت نہیں کہی

(بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ استسقاء کی نماز کے لئے منبر ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں، اور استسقاء کی نماز جہری قرأت کے ساتھ اور اذان واقامت کے بغیر پڑھی جاتی ہے۔ [1]

خلاصہ یہ کہ استسقاء کی نماز دو رکعت ہیں، اور ان کو باجماعت پڑھنا سنت سے ثابت ہے، اور اس نماز میں امام کو بلند آواز سے قرائت کرنی چاہیئے، اور اس نماز کے لئے اذان واقامت کی ضرورت نہیں۔

(۲)......استسقاء کی نماز کا خطبہ اور اس کا طریقہ

استسقاء کی نماز میں دوسرا عمل خطبہ ہے، جو کہ احادیث سے ثابت ہے۔

استسقاء کی نماز میں خطبہ نماز سے پہلے پڑھا جائے، یا نماز کے بعد؟

اس بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض میں پہلے پڑھنے اور بعض میں بعد میں پڑھنے کا

---

[1] اور ابوداؤد کی ایک روایت میں منبر کے اخراج کا ذکر ہے، لیکن کیونکہ وہ غریب ہے، نیز عیدین کی نماز جو سال میں دو مرتبہ یقینی طور پر ادا کی جاتی ہے، اس کے لئے بھی منبر کا اخراج مسنون نہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے بعد مروان کے اخراجِ منبر الی المصلی پر نکیر وارد ہے، اس لئے منبر لے جانا سنت نہیں۔

اگر اخراجِ منبر الی المصلی مسنون ہوتا، تو عیدین کی نماز کے لئے بدرجۂ اولیٰ مسنون ہوتا۔ واذلا فلا۔

وحديث عائشة شاذ كما اشار اليه ابوداوٗد بقوله حديث غريب ، وقد ثبت انه صلى الله عليه وسلم كان يخطب فى العيدين فيقوم مقابل الناس والناس جلوس على صفوفهم ، اخرجه البخارى عن ابى سعيد ، قال فلم يزل الناس على ذلك حتى خرجت مع مروان وهو امير المدينة فى اضحیٰ او فطر......ومقتضاه ان اول من اتخذه مروان ......فلو كانت الخطبة على المنبر سنة اومستحبة خاج المسجد لكانت صلاة العيدين اولى بذلك لتكرارهما فى كل سنة دائما بخلاف الاستسقاء، ولذا قال فى البدائع : ولايخرج المنبر فى الاستسقاء، ولا يصعده لو كان موضع الدعاء ، لانه خلاف السنة ، وقد عاب الناس على مروان عند اخرجه المنبر للعيدين ، ونسبوه الى خلاف السنة اهـ(اعلاء السنن ج۸ص۱۸۷، ۱۸۸، ملخصاً)

www.idaraghufran.org

ذکر ہے۔

لیکن اکثر فقہائے کرام نے دلائل میں غور وفکر کرتے ہوئے اور استسقاء کی نماز کو عیدین کی نماز کے ساتھ مشابہت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بعد میں خطبہ پڑھنے کی روایات کو ترجیح دی ہے۔

اگر کوئی خطبہ استسقاء کی نماز سے پہلے پڑھ لے، تب بھی کوئی گناہ نہیں، مگر افضل یہی ہے کہ خطبہ بعد میں پڑھا جائے۔ [1]

---

[1] گویا کہ قبل از خطبہ کی روایات بیانِ جواز پر محمول ہیں، اور بعض حضرات نے اختلافِ روایات کو اختلافِ واقعات پر محمول فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجمهور ذهبوا إلى تقديم الصلاة وممن أختار تقديم الخطبة بن المنذر وصرح الشيخ أبو حامد وغيره بأن هذا الخلاف في الاستحباب لا في الجواز (فتح الباری لابنِ حجر، ج۲ ص ۵۱۳، کتاب الجمعة، باب الدعاء فی الاستسقاء قائما)

وقال ابن بطال: حديث أبي بكر هذا يدل على تقديم الصلاة على الخطبة، لأنه ذكر أنه صلى قبل قلب الرداء، وهو أضبط للقصة من ابنه عبد الله الذي ذكر الخطبة قبل الصلاة. قلنا: لا نزاع في جواز الأمرين، وإنما النزاع في الأفضل (عمدة القاری للعینی، ج۷ ص ۵۰، کتاب الجمعة، باب الاستسقاء فی المصلی)

والمفهوم من هذا الحديث أن الخطبة قبل الصلاة، ولكن وقع عند أحمد في حديث عبد الله بن زيد التصريح بأنه بدأ بالصلاة قبل الخطبة، والجمع بينهما أنه محمول على الجواز، والمستحب تقديم الصلاة لأحاديث أخر (عمدة القاری للعینی، ج۷ ص ۳۴، کتاب الجمعة، باب تحویل الرداء فی الاستسقاء)

وقدمت الخطبة على الدعاء، ليتضرع اليه تعالىٰ بالقلب الحاضر، واما الجواب عن اختلاف الروايات فالاحسن ان تحمل على تعدد الواقعة، والكل يجوز، ولعل الارجح دراية ماقررناه، والله تعالىٰ اعلم (اعلاء السنن ج۸ ص ۱۸۶، باب الاستسقاء بالدعاء وبالصلاة)

وقال أهل المدينة صلاة الاستسقاء ركعتان يبدأ بها الامام قبل الخطبة مثل صلاة العيد ويقرأ فيها ما حضر من القرآن ويجهر فيها بالقراءة ثم يدعو في خطبته فيستقبل القبلة ويحول رداءه حين يستقبلها ويحول الناس اردیتهم اذا حول الامام رداءه ويدعون جلوسا لا يقومون كما يقوم الامام وقد كان اهل المدينة يقولون قبل هذا يبدأ الامام في الاستسقاء بالخطبة قبل الصلاة بمثل فعله في الجمعة، ولكن قول اهل المدينة الآخر احب الينا من قولهم الاول (الحجة على أهل المدينة، لمحمد بن الحسن الشيباني، ج۱ ص ۳۳۳، باب الاستسقاء)

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں ان لوگوں کے دعوے کا بھی رد ہوگیا، جو خطبہ کے استسقاء کی نماز کے بعد ہونے کو سراسر قوی احادیث کے خلاف قرار دیتے ہیں اور جمہور کے قول کی تغلیط اور تضلیل تک کرنے پر مصر ہیں، جیسا کہ جناب ناصر الدین البانی صاحب نے ''السلسلة الضعیفة'' میں اس پر طویل بحث کی ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ فَخَطَبَ النَّاسَ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَّدْعُوَ أَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ إِلَى الْقِبْلَةِ وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ (سنن دارقطنی) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے، اور استسقاء کی نماز پڑھی، پھر لوگوں کو خطبہ دیا، پھر جب دعا کا ارادہ فرمایا، تو اپنا رخ قبلہ کی طرف کیا، اور اپنی چادر کو پلٹا (دارقطنی)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا يَسْتَسْقِيْ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ بِلَا أَذَانٍ وَّلَا إِقَامَةٍ ثُمَّ خَطَبَنَا وَدَعَا اللّٰهَ وَحَوَّلَ وَجْهَهٗ نَحْوَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ ثُمَّ قَلَّبَ رِدَاءَهٗ فَجَعَلَ الْأَيْمَنَ عَلَى الْأَيْسَرِ وَالْأَيْسَرَ عَلَى الْأَيْمَنِ (ابن ماجة) ؎۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ حالانکہ ہر جگہ ترجیح کی بنیاد سند کا قوی ہونا نہیں ہوتی، بلکہ ترجیح کی دیگر وجوہات بھی ہوا کرتی ہیں، اور اس کے بے شمار نظائر موجود ہیں، مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

اور خطبہ کے استسقاء کی نماز کے بعد کے دلائل کے قوی ہونے ہی کے پیشِ نظر امام مالک رحمہ اللہ نے خطبہ کے پہلے ہونے کے قول سے رجوع فرمالیا تھا، اور بعد میں خطبہ کے افضل ہونے کے قائل ہوگئے تھے۔

اگر خطبہ کے بعد دلائل کی قوت راجح نہ ہوتی اور مدار صرف حدیث کی قوتِ سند پر ہوتا، تو امام مالک رحمہ اللہ جیسے محدث وفقیہ کے رجوع فرمانے کے کیا معنیٰ ہوتے؟

؎۱ رقم الحديث ۱۸۴۰، كتاب الاستسقاء. مسند الرويانى رقم الحديث ۹۹۴

؎۲ رقم الحديث ۱۲۵۸، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فى صلاة الاستسقاء، واللفظ لهٗ مسند احمد رقم الحديث ۸۳۲۷.

فى حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

وقال الكتانى:

هذا اسناد صحيح رجالهٗ ثقات (مصباح الزجاجة، ج ۱ ص ۱۵۰، تحت رقم الحديث ۴۴۷، باب صلاة الاستسقاء)

وقال الصنعانى:

وقال (البيهقى) فى الخلافيات: رواتهٗ ثقات (فتح الغفار تحت رقم الحديث ۲۰۹۹، ج۲ ص ۶۷۹)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن استسقاء کے لئے تشریف لے گئے، پھر ہمیں بغیر اذان اور اقامت کے دو رکعتیں پڑھائیں، پھر ہمیں خطبہ دیا، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اور دعا کے وقت ہاتھ اٹھاتے ہوئے اپنے چہرہ کو قبلہ کی طرف فرمالیا، پھر اپنی چادر کو پلٹا، دائیں حصہ کو بائیں کاندھے پر، اور بائیں حصہ کو دائیں کاندھے پر کرلیا (ابن ماجہ)

اس حدیث کی سند میں اگرچہ محدثین کا کچھ کلام ہے، لیکن دیگر روایات اور جمہور کے اس حدیث کے مطابق عمل ہونے کی وجہ سے وہ نقصان دہ نہیں۔ [1]

حضرت عباد بن تمیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلّٰى وَاسْتَسْقٰى ، وَحَوَّلَ رِدَآءَهُ حِيْنَ اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، قَالَ إِسْحَاقُ فِيْ حَدِيْثِهٖ :وَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَدَعَا(مسند احمد رقم الحديث ١٦٤٦٦) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کی نماز کے لئے نماز کی جگہ تشریف لے گئے، اور اپنی چادر کو قبلہ کی طرف رخ کرتے ہوئے پلٹا۔

اسحاق راوی نے اپنی روایت میں یہ بھی فرمایا کہ اور خطبہ سے پہلے نماز پڑھی، پھر قبلہ کی طرف رخ کیا اور دعا فرمائی (مسند احمد)

---

[1] رواه أحمد وابن ماجه وأبو عوانة فى صحيحه والبيهقى وقال فى خلافياته رواته كلهم ثقات وقال فى سننه تفرد به النعمان بن راشد عن الزهرى قلت احتج به مسلم وعلق عليه البخارى وذكره ابن حبان فى ثقاته وضعفه جمع(تحفة المحتاج الىٰ ادلة المنهاج ،ج ا ص ٥٢٥، باب صلاة الاستسقاء)

[2] فى حاشية مسند احمد:إسناده صحيح على شرط الشيخين غير الزيادة التى زادها إسحاق : وهو ابن عيسى ابن الطباع فهى على شرط مسلم، لأنه من رجاله.

www.idaraghufran.org

ابو اسحاق کی یہ روایت بھی اکثر فقہائے کرام کے قول کے موافق ہے۔ [1]

حضرت محمد بن ہلال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّهُ شَهِدَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ بَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ، قَالَ :وَرَأَيْتُهُ اِسْتَسْقٰى فَحَوَّلَ رِدَاءَهُ(مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی استسقاء میں شریک ہوئے، انہوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی اور میں نے ان کو دیکھا کہ آپ استسقاء کر رہے تھے، پھر اپنی چادر کو پلٹا تھا (ابن ابی شیبہ)

ان احادیث وروایات سے خطبہ کا استسقاء کی نماز کے بعد کرنا ثابت ہوا۔

البتہ بعض روایات میں خطبہ کا استسقاء کی نماز سے پہلے کرنا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت ابو اسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْأَنْصَارِيُّ وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَاسْتَسْقٰى، فَقَامَ بِهِمْ عَلٰى رِجْلَيْهِ عَلٰى غَيْرِ مِنْبَرٍ، فَاسْتَغْفَرَ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ، وَلَمْ يُؤَذِّنْ وَلَمْ يُقِمْ(بخاری، رقم الحديث ١٠٢٢)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن یزید انصاری اور ان کے ساتھ حضرت براء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم نکلے، پھر آپ نے بارش طلب کی، پھر وہ اپنے پیروں پر منبر کے بغیر کھڑے ہوئے، پھر آپ نے استغفار کیا، پھر آپ نے جہری

---

[1] والجمهورُ على أن الصلاة مقدمة على الخطبة ، وإليه رجع مالک ، وهو قوله في "الموطأ"، وكان مستند هذا القول :رواية من روى هذا الخبر بالواو غير المرتبة بدل " :ثم "، وما روى عن إسحاق بن عيسى بن (الطباع) عن مالک أنه (قال :إنه) ــ صلى الله عليه وسلم ـ بدأ بالصلاة قبل الخطبة ، وهذا نص .ويُعتضد هذا بقياس هذه الصلاة على صلاة العيدين ؛ بسبب أنهما يخرج لهما ، ولهما خطبة(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم للقرطبى ، ابواب الاستسقاء، باب الخروج إلى المصلى لصلاة الإستسقاء ، وكيفية العمل فيها)

[2] رقم الحديث ٨٤٢٥، كتاب الصلاة، باب من كان يصلى صلاة الاستسقاء .

www.idaraghufran.org

قرائت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں، اور اذان و اقامت نہیں کہی (بخاری)

مشہور محدث اور فقیہ امام طحاوی رحمہ اللہ نمازِ استسقاء میں خطبہ کی مختلف احادیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

فَفِیُ ہٰذِہِ الْآثَارِ ذِکْرُ الْخُطْبَۃِ مَعَ ذِکْرِ الصَّلَاۃِ فَثَبَتَ بِذٰلِکَ أَنَّ فِی الْاِسْتِسْقَاءِ خُطْبَۃً،غَیْرَ أَنَّہٗ قَدِ اخْتُلِفَ فِیُ خُطْبَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَتٰی کَانَتْ .فَفِیُ حَدِیْثِ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا ,وَعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ أَنَّہٗ خَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاۃ ,وَفِیُ حَدِیْثِ أَبِیُ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّہٗ خَطَبَ بَعْدَ الصَّلَاۃِ فَنَظَرْنَا فِیُ ذٰلِکَ,فَوَجَدْنَا الْجُمُعَۃَ فِیْھَا خُطْبَۃٌ وَھِیَ قَبْلَ الصَّلَاۃِ ,وَرَأَیْنَا الْعِیْدَیْنِ فِیْھِمَا خُطْبَۃٌ وَھِیَ بَعْدَ الصَّلَاۃِ کَذٰلِکَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُ .فَأَرَدْنَا أَنْ نَّنْظُرَ فِیُ خُطْبَۃِ الْاِسْتِسْقَاءِ بِأَیِّ الْخُطْبَتَیْنِ ھِیَ أَشْبَہُ ؟ فَنَعْطِفُ حُکْمَھَا عَلٰی حُکْمِھَا .فَرَأَیْنَا خُطْبَۃَ الْجُمُعَۃِ فَرْضًا ،وَصَلَاۃَ الْجُمُعَۃِ مُضَمَّنَۃٌ بِھَا لَا تُجْزِءُ إِلَّا بِإِصَابَتِھَا ،وَرَأَیْنَا خُطْبَۃَ الْعِیْدَیْنِ لَیْسَتْ کَذٰلِکَ لِأَنَّ صَلَاۃَ الْعِیْدَیْنِ تُجْزِءُ أَیْضًا وَإِنْ لَمْ یَخْطُب،وَرَأَیْنَا صَلَاۃَ الْاِسْتِسْقَاءِ تُجْزِءُ أَیْضًا وَإِنْ لَّمْ یَخْطُبْ أَلَا تَرٰی أَنَّ إِمَامًا لَوْ صَلّٰی بِالنَّاسِ فِی الْاِسْتِسْقَاءِ وَلَمْ یَخْطُبْ کَانَتْ صَلَاتُہٗ مُجْزِئَۃً غَیْرَ أَنَّہٗ قَدْ أَسَاءَ فِیُ تَرْکِہِ الْخُطْبَۃَ فَکَانَتْ بِحُکْمِ خُطْبَۃِ الْعِیْدَیْنِ أَشْبَہَ مِنْھَا بِحُکْمِ خُطْبَۃِ الْجُمُعَۃِ.فَالنَّظَرُ عَلٰی ذٰلِکَ أَنْ یَّکُوْنَ مَوْضِعُھَا مِنْ صَلَاۃِ الْاِسْتِسْقَاءِ مِثْلَ مَوْضِعِھَا مِنْ صَلَاۃِ الْعِیْدَیْنِ فَثَبَتَ بِذٰلِکَ أَنَّھَا بَعْدَ الصَّلَاۃِ لَا قَبْلَھَا .وَھٰذَا مَذْھَبُ أَبِیُ یُوْسُفَ(شرح معانی الآثار) [1]

---

[1] ج ۱ ص ۳۲۵،کتاب الصلاۃ، باب الاستسقاء کیف ھو.

ترجمہ: پس ان روایات میں نمازِ استسقاء کے ساتھ خطبہ کا ذکر ہے، جس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ استسقاء کی نماز میں خطبہ ہے، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے بارے میں روایات مختلف ہیں کہ کب پڑھا تھا؟

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن زید کی حدیث میں تو نماز سے پہلے خطبہ کا ذکر ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نماز کے بعد خطبہ کا ذکر ہے، اس لئے ہمیں ترجیح دینے کے لئے غور وفکر کی ضرورت پیش آئی۔

پس ہم نے جمعہ کی نماز میں خطبہ کو نماز سے پہلے پایا، اور عیدین کی نماز میں خطبہ کو نماز کے بعد پایا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔

پھر ہم نے یہ دیکھا کہ استسقاء کے خطبہ کو ان مذکورہ دونوں خطبوں میں سے کس کے ساتھ زیادہ مشابہت حاصل ہے؟ تاکہ ہم اس کو بھی اس کے حکم کا درجہ دیں۔

تو ہم نے جمعہ کے خطبہ کو فرض پایا، اور جمعہ کی نماز کو اس کے ساتھ اس طرح وابستہ پایا کہ خطبہ کے صحیح ہوئے بغیر جمعہ کی نماز جائز نہیں ہوتی، اور عیدین کا خطبہ ایسا نہیں ہے، اس لئے کہ عیدین کی نماز خطبہ کے بغیر بھی جائز ہوجاتی ہے۔

اور ہم نے استسقاء کی نماز کو بھی ایسا ہی پایا کہ وہ بھی خطبہ کے بغیر جائز ہوجاتی ہے۔

کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ اگر امام لوگوں کو استسقاء کی نماز پڑھا دے اور خطبہ نہ دے تو بھی استسقاء کی نماز جائز ہوجاتی ہے، البتہ خطبہ کا چھوڑنا برا شمار ہوتا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ عیدین کا خطبہ استسقاء کے خطبہ کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہے، بنسبت جمعہ کے خطبہ کے۔

تو اس پر غور کرتے ہوئے استسقاء کی نماز کے خطبہ کا مقام عیدین کی نماز کے خطبہ والا ہی مقام ہوگا (یعنی نماز کے بعد) تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ خطبہ

استسقاء کی نماز کے بعد ہونا چاہئے نہ کہ پہلے، اورامام ابویوسف رحمہ اللہ (بلکہ جمہور فقہاء) کا یہی مذہب ہے (طحاوی)

خلاصہ یہ کہ خطبہ استسقاء کی نماز کے بعد پڑھنا افضل ہے، اور اگر کوئی پہلے پڑھ لے، تو بھی گناہ نہیں۔

(۳)......نمازِ استسقاء کے بعد دعا اور اس کا طریقہ

نمازِ استسقاء میں تیسرا اور آخری عمل دعا ہے، اب اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلّٰى يُصَلِّيْ وَأَنَّهٗ لَمَّا دَعَا أَوْ أَرَادَ أَنْ يَّدْعُوَ اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ استسقاء پڑھنے کی جگہ کی طرف نکلے، جہاں آپ استسقاء کی نماز ادا فرمارہے تھے، اور جب آپ دعا فرماتے یا دعا کا ارادہ فرماتے، تو قبلہ کی طرف رخ فرمالیتے، اور اپنی چادر کو پلٹ لیتے (بخاری)

اور نسائی شریف کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَسْقٰى وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ حِيْنَ اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ (سنن النسائی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور بارش طلب کی، اور اپنی چادر کو پلٹا جب قبلہ کی طرف (دعا کرنے کے لئے) رخ کیا (نسائی)

اس سے استسقاء کی دعا کے وقت چادر کا پلٹنا معلوم ہوا۔

---

[1] رقم الحديث ١٠٢٨، كتاب الاستسقاء، باب استقبال القبلة فى الاستسقاء، واللفظ لهٗ، مسلم، رقم الحديث ٢١٠٩، كتاب صلاة الاستسقاء.

[2] رقم الحديث ١٥١٠، كتاب الاستسقاء، باب تقليب الإمام الرداء عند الاستسقاء.

Idara Ghufran

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استسقاء کے بارے میں ہے کہ:

وَحَوَّلَ رِدَاءَ هُ فَجَعَلَ عِطَافَهُ الْاَيْمَنَ عَلٰى عَاتِقِهٖ الْأَيْسَرِ وَجَعَلَ عِطَافَهُ الْأَيْسَرَ عَلٰى عَاتِقِهٖ الْأَيْمَنِ ثُمَّ دَعَا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ (ابو داؤد) ؎۱

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کو پلٹا، اپنی چادر کے دائیں حصے کو اپنے بائیں کاندھے پر اور بائیں حصے کو دائیں کاندھے پر کرلیا، پھر اللہ عزوجل سے دعا کی (ابوداؤد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

اِسْتَسْقٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ خَمِيْصَةٌ لَهٗ سَوْدَاءُ فَأَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّأْخُذَ بِأَسْفَلِهَا فَيَجْعَلَهٗ أَعْلَاهَا فَلَمَّا ثَقُلَتْ قَلَّبَهَا عَلٰى عَاتِقِهٖ (ابو داؤد) ؎۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء فرمایا، اور آپ نے کالی چادر اوڑھی ہوئی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ اس کے نیچے والے حصہ کو پکڑ کر اوپر کردیں، لیکن جب آپ کو یہ عمل دشوار معلوم ہوا، تو آپ نے اس کو اپنے کندھے پر پلٹ دیا (ابوداؤد)

اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

؎۱ رقم الحديث ۱۱۶۳، جماع ابواب الاستسقاء، واللفظ لهٗ، السنن الكبرىٰ للبيهقى رقم الحديث ۶۶۴۴، باب كيفية تحويل الرداء.

؎۲ رقم الحديث ۱۱۶۴، جماع ابواب الاستسقاء، مسند احمد رقم الحديث ۱۶۴۷۳، صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ۱۳۳۷ جماع أبواب صلاة الاستسقاء وما فيها من السنن، صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۲۸۶۷.

رواه أبو داود والنسائى برجال الصحيح لا جرم خرجه أبو عوانة فى مستخرجه على مسلم وصححه ابن حبان والحاكم وقال على شرط مسلم (تحفة المحتاج الىٰ ادلة المنهاج لابن الملقن، ج ۱ ص ۵۶۶، باب صلاة الاستسقاء)

www.idaraghufran.org

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَسْقٰى وَعَلَيْهِ خَمِيْصَةٌ لَهُ سَوْدَاءُ، فَأَرَادَ أَنْ يَّأْخُذَ بِأَسْفَلِهَا فَيَجْعَلَهُ أَعْلَاهَا، فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ فَقَلَّبَهَا عَلَيْهِ الْأَيْمَنَ عَلَى الْأَيْسَرِ، وَالْأَيْسَرَ عَلَى الْأَيْمَنِ (مسند احمد رقم الحديث ۱۶۴۶۲) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء فرمایا، اور آپ نے کالی چادر اوڑھی ہوئی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ اس کے نیچے والے حصہ کو پکڑ کر اوپر کردیں، لیکن جب آپ کو یہ عمل دشوار معلوم ہوا، تو آپ نے اس کو اپنے اوپر اس طرح پلٹ دیا کہ اس کے دائیں حصہ کو بائیں کندھے پر، اور بائیں حصہ کو دائیں کندھے پر کردیا (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ اوڑھی ہوئی چورس چادر کے نیچے والے حصہ کو اوپر کرلیں، لیکن جب اس عمل میں کچھ دشواری محسوس فرمائی تو اوڑھی ہوئی چادر کے دائیں حصہ کو بائیں کندھے پر اور بائیں حصہ کو دائیں کندھے پر کرلیا۔ [۲]

اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ:

ثُمَّ تَحَوَّلَ إِلَى الْقِبْلَةِ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ فَقَلَّبَهُ ظَهْرًا لِبَطْنٍ، وَتَحَوَّلَ النَّاسُ مَعَهُ (مسند احمد رقم الحديث ۱۶۴۶۵) [۳]

---

[۱] فی حاشية مسند احمد: اسناده حسن.

[۲] استسقى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وعليه خميصة) أي: كساء أسود مربع، له علمان في طرفيه من صوف وغيره. وفي النهاية: هو ثوب خز، أو صوف معلم، وقيل: لا يسمى بها إلا أن تكون سوداء معلمة. (له) أي: للنبي -صلى الله عليه وسلم -. (سوداء): صفة لخميصة، وفيه تجريد. (فأراد أن يأخذ أسفلها، فيجعله أعلاها، فلما ثقلت) أي: عسرت عليه. (قلبها): بتشديد اللام وقيل: بتخفيفها. (على عاتقيه) أي: جعل أسفلها أعلاها على عاتقيه، كذا قاله ابن الملك. وهو غير مستقيم، والصواب كما قال بعضهم، أي: لم يجعل أسفلها أعلاها، بل جعل ما على كتفه الأيمن على عاتقه الأيسر(مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۱۱۰۱، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

[۳] في حاشية مسند احمد: حديث صحيح دون قوله: وتحول الناس معه، فهو حسن، وهذا إسناد حسن من أجل محمد بن إسحاق، وقد صرح بالتحديث، فانتفت شبهة تدليسه، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف رخ فرمایا اور اپنی چادر کو پلٹا، اور اس کے اندر والے حصہ کو باہر کردیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگوں نے بھی قبلہ کی طرف رُخ کیا (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف دعا کے لئے متوجہ ہوئے، تو سب لوگ بھی دعا کے لئے قبلہ کی طرف صحیح طرح متوجہ ہوگئے۔ [1]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کے اندر کے حصہ کو باہر کی طرف کیا، اور باہر کے حصہ کو اندر کی طرف کیا۔

اس سے پہلی روایات میں تو نیچے کے حصہ کو اوپر اور دائیں حصہ کو بائیں پر اور بائیں حصہ کو دائیں پر کرنے کا ذکر تھا، اور اس روایت میں اندر کے حصہ کو باہر کرنے کا بھی ذکر ہے۔

اسی وجہ سے تمام روایات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ چادر چورس ہونے کی صورت میں نیچے کے حصہ کو اوپر اور اوپر کے حصہ کو نیچے کرنے کے ساتھ ساتھ دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں پر کرنا چاہیے (تاکہ تقلیب اور تنکیس دونوں پر عمل ہوجائے)

اور اگر چادر گول ہو تو صرف دائیں حصہ کو بائیں پر اور بائیں حصہ کو دائیں پر کرلینا کافی ہے، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔ [2]

---

[1] ولایقال ان لفظ تحول بمعنیٰ حول فانه ان ثبت ذلک فی اللغة فانه یحتمل ان یکون مجازا او حقیقة ، وعلی الاول لایحتاج الیه مع صحة المعنیٰ الحقیقی.

فان قلت کیف یصح تحولهم وانهم قد کانوا الی القبلة متوجهین الی رسول اللہ صلی الله علیه وسلم ، ولیل هذا الاشکال جر ابن الهمام الی تسلیم استدلال الخصم .ثم الجواب عنه قلت ان المشاهدة تدل علی ان السامعین للخطبة وغیرها قد یتحول بعضهم او اکثرهم عن القبلة مع کونهم متوجهین الی الامام فی الجملة ، فیحتمل ان یکونوا کذلک، فتحولوا حین تحوله صلی الله علیه وسلم . فلاحجة لمن قال بتحویل اردیة المامومین ، فان الاحتمال لایصح معه الاستدلال ، ولله تعالیٰ الحمد علی ما انعم (اعلاء السنن ج۸ ص ۱۸۴، ۱۸۵ باب الاستسقاء بالدعاء وبالصلاة)

[2] ویحول رداء ہ، فیجعل أسفل ما علی جانبه الأیسر علی عاتقه الأیمن، وأسفل ما علی جانبه الأیمن علی عاتقه الأیسر، فیحصل به التقلیب والتنکیس، هذا إذا کان الرداء مربعا، فإن کان مدورا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ویسے تو جس طرح بھی چادر کو پلٹنے کا مذکورہ عمل کرلیا جائے، جائز ہے، لیکن بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ چادر کے چورس ہونے کی صورت میں مذکورہ طریقہ پر چادر پلٹنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ اپنے دونوں ہاتھ کمر کے پیچھے لے جاکر دائیں ہاتھ سے چادر کی بائیں جانب کے نیچے کا کونہ پکڑے اور بائیں ہاتھ سے چادر کی دائیں جانب کا کونہ پکڑے، اور دائیں ہاتھ سے پکڑے ہوئے بائیں جانب کے نیچے والے کونے کو دائیں کندھے پر، اور بائیں ہاتھ سے پکڑے ہوئے دائیں جانب کے نیچے والے کونے کو بائیں کندھے پر لے آئے، بشرطیکہ دشواری نہ ہو۔ [1]

اور دشواری ہونے کی صورت میں دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں پر کرلینا کافی ہے، بلکہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلبه، ولم ينكسه، وهو أن يجعل ما على عاتقه الأيمن على عاتقه الأيسر، وما على عاتقه الأيسر على الأيمن(شرح السنة للامام البغوى، ج۴ص ۲۰۴، تحت رقم الحديث ۱۱۶۱، باب الاستسقاء)

فأراد أن يأخذ بأسفلها فيجعله أعلاها فلما ثقلت عليه قلبها على عاتقه وقد استحب الشافعي في الجديد فعل ما هم به صلى الله عليه و سلم من تنكيس الرداء مع التحويل الموصوف وزعم القرطبي كغيره أن الشافعي اختار في الجديد تنكيس الرداء لا تحويله والذى فى الأم ما ذكرته والجمهور على استحباب التحويل فقط ولا ريب أن الذى استحبه الشافعي أحوط(فتح البارى لابنِ حجر، ج۲ص ۴۹۸، كتاب الجمعة، باب تحويل الرداء فى الاستسقاء)

"فان كان الرداء مربعا نكسه فجعل أعلاه أسفله وأسفله أعلاه وان كان مدورا اقتصر على التحويل "(المجموع شرح المهذب للنووى ، ج۵ص ۷۸، ۷۹،باب صلاة الاستسقاء)

ويحصلان معا بجعل الطرف الاسفل الذى على شقه الايمن على عاتقه الايسر وعكسه وهذا فى الرداء المربع، وأما المدور والمثلث فليس فيه إلا التحويل .قال القمولى :لانه لا يتهيأ فيه التنكيس، وكذا الرداء الطويل ومراده كغيره أن ذلك متعسر لا متعذر(الإقناع فى حل ألفاظ أبى شجاع للشربينى، ج۱ص ۱۹۳، فصل فى صلاة الاستسقاء)

[1] وكيفية التحويل أن يأخذ بيده اليمنى الطرف الأسفل من جانب يساره، وبيده اليسرى الطرف الأسفل أيضا من جانب يمينه، ويقلب يديه خلف ظهره، بحيث يكون الطرف المقبوض بيده اليمنى على كتفه الأعلى من جانب اليمين، والطرف المقبوض بيده اليسرى على كتفه الأعلى من جانب اليسار،فإذا فعل ذلك فقد انقلب اليمين يسارا واليسار يمينا، والأعلى أسفل وبالعكس(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،ج۳ص ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، كتاب الصلاة،باب الاستسقاء)

بہت سے حضرات نے تکلف سے بچتے ہوئے اسی طریقہ کوسنت قرار دیا ہے۔ [1]

اس سلسلہ میں مزید مسائل آگے آ رہے ہیں۔

---

[1] ملحوظ رہے کہ بعض اہلِ علم حضرات نے مسند احمد کی مؤخر الذکر روایت کے علاوہ اکثر روایات میں مذکور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے پیشِ نظر چادر کے دائیں حصہ کو بائیں کندھے پر اور بائیں حصہ کو دائیں کندھے پر کرنے کو سنت قرار دیا ہے۔

ويقلب رداء ه في ذلك وقلبه أن يجعل الجانب الأيسر على الأيمن والأيمن على الأيسر وإنما تتبع في هذه السنة والآثار المعروفة وليس يجب ذلك على من خلف الإمام (الاصل المعروف بالمبسوط للشيباني، ج ا ص ۴۵۰، باب صلاة الاستسقاء)

اور بعض حضرات نے اکثر روایات میں مذکور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ اور عمل دونوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ فرمایا کہ اگر چادر کے نیچے والے حصہ کو اوپر اور اوپر والے حصہ کو نیچے کرنے میں دشواری نہ ہو، تو پھر اسی طرح کرنا چاہئے، اور اگر اس میں دشواری ہو، تو پھر دائیں حصہ کو بائیں کندھے پر اور بائیں حصہ کو دائیں کندھے پر کر لینا چاہئے۔

اور اگر چادر مربع نہ ہو بلکہ گول ہو تو داہنی جانب کو بائیں پر کردے اور بائیں کو داہنے پر کردے۔

ففي هذه الآثار قلبه لردائه وصفة قلب الرداء كيف كان وأنه إنما جعل ما على يمينه منه على يساره وما على يساره على يمينه لما ثقل عليه أن يحصل أعلاه أسفله وأسفله أعلاه فكذلك نقول ما أمكن أن يجعل أعلاه أسفله وأسفله أعلاه فقلبه كذلك هو, وما لا يمكن ذلك فيه حول, فجعل الأيمن منه أيسر والأيسر منه أيمن .فقد زاد ما في هذه الآثار على ما في الآثار الأول فينبغي أن يستعمل ذلك ولا يترك (شرح معاني الآثار، ج ا ص ۳۲۴، تحت رقم الحديث ۱۹۰۲، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء كيف هو)

فإن كان مربعا جعل أعلاه أسفله وأسفله أعلاه، وإن كان مدورا جعل الأيمن على الأيسر والأيسر على الأيمن، وإن كان قباء جعل البطانة خارجا، والظهارة داخلا حلية .وعن أبي يوسف روايتان واختار القدوري قول محمد لأنه -عليه الصلاة والسلام -فعل ذلك نهر وعليه الفتوى كما في شرح درر البحار قال في النهر وأما القوم فلا يقلبون أرديتهم عند كافة العلماء خلافا لمالك (ردالمحتار، ج ۲ ص ۱۸۴، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بعض حضرات نے نیچے سے اوپر کے ساتھ دائیں بائیں کی قید کو بھی (یعنی تقلیب وتنکیس دونوں کو) ملحوظ رکھا، اور دشواری کی صورت میں صرف دائیں بائیں کی تحویل کو کافی قرار دیا، اور انہوں نے مدوّر میں تقلیب وتنکیس دشوار سمجھتے ہوئے صرف تقلیب کو کافی قرار دیا۔

جبکہ بعض حضرات نے دشواری والے عمل کو نظر انداز کرکے اکثر روایات کے پیشِ نظر صرف دائیں حصہ کو بائیں پر اور بائیں کو دائیں پر کرلینے کو کافی قرار دیا، اور بعض حضرات نے نیچے والے حصہ کو اوپر کرنے کو مقدم قرار دیا، اور دشواری کی صورت میں دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں پر کرنے کا حکم فرمایا۔

اور دشواری نہ ہونے کی صورت میں تقلیب اور تنکیس کے اجتماع والے عمل سے تمام روایات پر عمل ہو جاتا ہے، واللہ اعلم۔

www.idaraghufran.org

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِسْتَسْقٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَوَّلَ رِدَاءَ ہٗ لِیَتَحَوَّلَ الْقَحْطُ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء فرمایا، اور اپنی چادر کو پلٹا تاکہ قحط (وخشک سالی) پلٹ جائے (حاکم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چادر پلٹنے میں حکمت یہ ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ خشک سالی کو تبدیل فرمادیں۔ [2]

گویا کہ چادر پلٹنے میں اللہ تعالیٰ سے نیک فالی حاصل کرنا ہے۔ [3]

استسقاء میں جس طرح توبہ واستغفار کے ذریعہ سے اپنے باطن کو بدلا جاتا ہے، اسی طرح چادر پلٹ کر اپنے ظاہر کو بھی بدلا جاتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ ہماری اس حالت کے بدلنے سے قحط اور خشک سالی کو بھی تبدیل فرمادیں۔ [4]

---

[1] رقم الحدیث ۱۲۱۶، ج ۱ ص ۴۷۳، کتاب الاستسقاء، سنن دارقطنی، رقم الحدیث ۱۸۱۹، باب الاستسقاء عن محمد بن المنکدر مرسلاً .
قال الحاکم: هذا حدیث صحیح الإسناد و لم یخرجاه.

[2] وأخبرنا أبو صالح بن أبی طاهر، أنبأ جدی یحیی بن منصور، ثنا أحمد بن سلمة، ثنا إسحاق بن إبراهیم قال: قال وکیع فی قوله " :جعل الیمین علی الشمال والشمال علی الیمین "، یعنی: تحول السنة الجدبة إلی الخصب، کما تحول هذا الیمین علی الشمال "(السنن الکبریٰ للبیهقی رقم الحدیث ۶۴۲۰، باب ما قیل من المعنی فی تحویل الرداء)

[3] قالوا: والتحویل شرع تفاؤلا بتغیر الحال من القحط إلی نزول الغیاث والخِصْب، ومن ضیق الحال إلی سعته.(شرح ابی داؤد للعینی، ج۵ص۷، جماع أبواب صلاة الاستسقاء وتفریعها)
وقد ذکرنا أن حکمة التحویل: التفاؤل بتغییر الحال، وقد جاء ذلک مصرحا فی "مستدرک الحاکم "من حدیث جابر وصحَحه، وفیه " :وحول رداء ہ لیتحول القحط "، وکذلک رواه الدارقطنی فی "سننه "، وفی "السؤالات للطبرانی "من حدیث أنس " :وقلب رداء ہ لکی یُقْلب القحط إلی الخِصْب ."وفی "مسند إسحاق بن راهویه " : "لتتحول السنة من الجدب إلی الخِصْب "، ذکره من قول وکیع(شرح ابی داؤد للعینی، ج۵ص ۱۳، باب‌فی أی وقت یحول رداء ہ)

[4] والحکمة فیهما التفاؤل بتغیر الحال إلی الخصب والسعة قال تعالی (إن الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بأنفسهم)فیغیروا بواطنهم بالتوبة وظواهرهم بما ذکر فیغیر الله ما بهم (أسنی المطالب، ج ۱ ص ۲۹۲، کتاب صلاة الاستسقاء)

www.idaraghufran.org

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ عِنْدَ أَحْجَارِ الزَّيْتِ قَرِيْبًا مِّنَ الزَّوْرَاءِ قَائِمًا يَدْعُوْ يَسْتَسْقِيْ رَافِعًا يَدَيْهِ قِبَلَ وَجْهِهٖ لاَ يُجَاوِزُ بِهِمَا رَأْسَهُ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ زوراء کے قریب احجارِ زیت نامی جگہ پر کھڑے ہوکر بارش طلب کرنے کے لئے دعا فرمارہے تھے، اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے سامنے اٹھا رکھا تھا، جو سر سے اونچے نہیں تھے (ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ استسقاء کی دعا کے لئے ہاتھ اونچے اٹھانا چاہئے، لیکن اتنے اوپر نہیں اٹھانا چاہئے کہ سر سے اوپر نکل جائیں، بس سر تک اٹھانا کافی ہے۔ [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَسْقٰى فَأَشَارَ بِظَهْرِ كَفَّيْهِ إِلَى السَّمَاءِ (مسلم) [3]

---

[1] رقم الحديث ١١٦٨، كتاب الاستسقاء.

[2] قوله " :قبل وجهه "بكسر القاف وفتح الباء .فيه من السُنَة رفع اليدين إلى وجهه، ولا يجاوز بهما رأسه كما فعله رسول الله .والحديث :أخرجه الترمذى، والنسائى من حديث عمير مولى آبِى اللحم، عن آبِى اللحم .وقال الترمذى :كذا قال قتيبة فى هذا الحديث عن آبى اللحم، ولا يعرف له عن النبى -عليه السلام -إلا هذا الحديث الواحد(شرح ابى داؤد للعينى،ج۵ص ١٥ ، باب :رفع اليدين فى الاستسقاء)

وعمير يروى عنه وله أيضا صحبة .(أنه رأى النبى -صلى الله عليه وسلم -يستسقى عند أحجار الزيت) : وهو موضع بالمدينة من الحرة، سميت بذلك لسواد أحجارها بها كأنها طليت بالزيت. (قريبا من الزوراء) : بفتح الزاى :المعجمة موضع .(قائما يدعو يستسقى) : حالان أى :داعيا مستسقيا .(رافعا يديه قبل وجهه) : بكسر القاف وفتح الموحدة، أى :قبالته، أى :تارة وتارة، فلا ينافى ما تقدم .(لا يجاوز بهما) أى :بيديه حين رفعهما .(رأسه) : لا ينافى ما مر عن أنس :أنه كان يبالغ فى الرفع للاستسقاء لاحتمال أن ذلك أكثر أحواله، وهذا فى نادر منها أو بالعكس .(رواه أبو داود، وروى الترمذى، والنسائى نحوه) أى :معناه (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۳ص ١١٠٩ ،كتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

[3] رقم الحديث ٨٩٥"٧"،كتاب صلاة الاستسقاء،باب رفع اليدين بالدعاء فى الاستسقاء .

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کی دعا کی، پھر اپنے ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرلی (مسلم)

اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَسْقِي هٰكَذَا يَعْنِي وَمَدَّ يَدَيْهِ وَجَعَلَ بُطُوْنَهُمَا مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ حَتّٰى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طریقہ سے بارش طلب فرمایا کرتے تھے، پھر اپنے ہاتھوں سے اس کا طریقہ بتلایا کہ ہاتھوں کو پھیلا دیا، اور ان کے اندرونی حصہ کو زمین کی طرف کرلیا، یہاں تک کہ میں نے بغلوں کی سفیدی کو دیکھ لیا (ابوداؤد)

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ استسقاء کی دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کا طریقہ دوسری عام دعاؤں سے مختلف ہے، کہ اس میں ہاتھ الٹے کرکے دعا کرنی چاہئے، اور اس کی وجہ بھی وہی نیک فالی ہے، جو چادر پلٹنے کے بارے میں گزری۔ [2]

البتہ اگر کوئی ہاتھ اُلٹے کیے بغیر عام دعا کی طرح ہاتھ اُٹھائے، تو بھی حرج نہیں۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ١١٧١، كتاب الاستسقاء.

[2] قال جماعة من أصحابنا وغيرهم السنة فى كل دعاء لرفع بلاء كالقحط ونحوه أن يرفع يديه ويجعل ظهر كفيه إلى السماء، وإذا دعا لسؤال شيء وتحصيله جعل بطن كفيه إلى السماء (شرح النووى على مسلم، ج٦ص ١٩٠، كتاب صلاة الاستسقاء، باب الدعاء فى صلاة الاستسقاء والتعوذ عند رؤية الريح والغيم)

[3] استحب الأئمة رفع اليدين إلى السماء فى الدعاء، لما روى البخارى عن أنس قال: كان النبى صلى الله عليه وسلم لا يرفع يديه فى شيء من دعائه إلا فى الاستسقاء وأنه يرفع حتى يرى بياض إبطيه. وفى حديث لأنس فرفع الرسول صلى الله عليه وسلم ورفع الناس أيديهم وقد روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قريب من ثلاثين حديثا فى رفع اليدين فى الاستسقاء.

وذكر الأئمة: أنه يدعو سرا وجهرا، فإذا دعا سرا دعا الناس سرا، فيكون أبلغ فى البعد عن الرياء. وإذا دعا جهرا أمن الناس على دعاء الإمام.

ولهذا يستحب أن يدعو بعض الدعاء سرا، وبعضه جهرا، ويستقبل القبلة فى دعائه متضرعا خاشعا متذللا تائبا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣، ص ٣١٤، ماده استسقاء، رفع اليدين فى الدعاء فى الاستسقاء)

Idara Ghufran

نمازِ استسقاء کے طریقہ کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ بارش طلب کرنے کا دوسرا طریقہ نمازِ استسقاء کا پڑھنا ہے۔

اور نمازِ استسقاء کا طریقہ یہ ہے کہ علاقے کے مسلمان (جس قدر بھی ممکن ہوں) آبادی کے باہر کسی میدان میں (اور آبادی سے باہر مشکل ہو، تو شہر ہی کے کسی کھلے میدان میں) جمع ہوں، معمولی لباس پہن کر جائیں دلوں میں اللہ کا خوف اور اپنے گناہوں اور خطاؤں کا استحضار اور احساس ہو عجز وانکسار سے گردنیں جھکی ہوئی ہوں اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کا یقین ہو۔

میدان میں پہنچ کر امام نماز کے لئے اپنے مصلے پر کھڑا ہو، اور اذان اور اقامت کے بغیر دو رکعت جہری قرأت کے ساتھ پڑھائے۔

نماز کے فوراً بعد دعا کرنے کے بجائے عید کی طرح دو خطبے پڑھے جائیں، عربی خطبہ میں امام لوگوں کے سامنے عربی میں گناہوں سے توبہ کرنے اور بچنے اور حقوق العباد ادا کرنے کے مضامین بیان کرے۔

خطبہ سے فارغ ہو کر امام قبلہ رخ کھڑے ہو کر بطور تفاؤل (یعنی نیک فالی کے طور پر) کے اپنی اوڑھی ہوئی چادر پلٹ دے۔

اور چادر پلٹنے کا طریقہ پیچھے بیان کیا جاچکا۔

اور یہ چادر پلٹنا بطور تفاؤل (یعنی نیک فالی کی غرض سے) ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ خشکی کو تَری سے تبدیل فرمادیں۔

پھر امام قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے کھڑے آہ وبکا کے ساتھ سر تک اونچے اور الٹے ہاتھ کر کے آہستہ اور بلند آواز سے دعا کرے۔

اور ہاتھوں کو الٹا کرنے کا مقصد بھی تفاؤل (یعنی نیک فالی) ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی حالت

کوتبدیل فرمادیں۔

اور مقتدی قبلہ رو بیٹھ کر خشوع وخضوع کے ساتھ امام کی طرح ہاتھ بلند اور الٹے کرکے دعا میں مشغول ہوجائیں، اور امام کی دعا پر آمین، آمین کہتے رہیں اور گڑگڑا کر دعا کرنے کی کوشش کریں، تاکہ دریائے رحمت جوش میں آجائے اور بامراد لوٹیں، اور مسنون وماثور دعائیں جو بارش سے متعلق روایات میں آئی ہیں وہ کی جائیں، یہ دعائیں یاد نہ ہوں تو اپنی زبان میں بھی اس مطلب کی دعائیں کی جاسکتی ہیں۔ [1]

استسقاء کی دعاونماز کے متعلّق مسائل

مسئلہ نمبر۱:...... جب مسلمانوں کو اپنی ضروریات کے لئے پانی کی ضرورت ہو، اور بارش بالکل نہ ہورہی ہو، یا بارش تو ہورہی ہو، لیکن اس سے ضرورت پوری نہ ہورہی ہو، تو بارش طلب کرنے کے لئے دعا اور نمازِ استسقاء کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اور اگر ایک مرتبہ بارش طلب کرنے کے لئے دعا یا نمازِ استسقاء کا اہتمام کرنے کے باوجود مقصود حاصل نہ ہو تو دوبارہ دعا اور نمازِ استسقاء کا اہتمام کرنا چاہئے۔ [2]

---

[1] (قوله كالعيد) أى بأن يصلى بهم ركعتين يجهر فيهما بالقراء ة بلا أذان ولا إقامة ثم يخطب بعدها قائما على الأرض معتمدا على قوس أو سيف أو عصا خطبتين عند محمد وخطبة واحدة عن أبى يوسف حلية (قوله خلاف) ففى رواية ابن كاس عن محمد يكبر الزوائد كما فى العيد والمشهور من الرواية عنهما أنه لا يكبر كما فى الحلية (قوله خلافا لمحمد) فإنه يقول يقلب الإمام رداء ه إذا مضى صدر من خطبته، فإن كان مربعا جعل أعلاه أسفله وأسفله أعلاه، وإن كان مدورا جعل الأيمن على الأيسر والأيسر على الأيمن، وإن كان قباء جعل البطانة خارجا، والظهارة داخلا حلية .وعن أبى يوسف روايتان واختار القدورى قول محمد لأنه -عليه الصلاة والسلام- فعل ذلك نهر وعليه الفتوى كما فى شرح درر البحار قال فى النهر وأما القوم فلا يقلبون أرديتهم عند كافة العلماء خلافا لمالك (ردالمحتار، ج۲ ص ۱۸۴، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

[2] الاستسقاء يكون فى أربع حالات:

الأولى :للمحل والجدب، أو للحاجة إلى الشرب لشفاههم، أو دوابهم ومواشيهم، سواء أكانوا فى حضر، أم سفر فى صحراء ، أم سفينة فى بحر مالح .وهو محل اتفاق.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۲:...... بارش طلب کرنے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ عام حالات میں دعا پر اکتفاء کیا جائے؛ اور دوسری صورت یہ ہے کہ عام نمازوں اور خاص کر جمعہ وغیرہ کی نماز کے بعد بارش کے لئے دعا کی جائے؛ اور تیسری صورت یہ ہے کہ نمازِ استسقاء کا اہتمام کیا جائے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الثانية :استسقاء من لم يكونوا في محل، ولا حاجة إلى الشرب، وقد أتاهم الغيث، ولكن لو اقتصروا عليه لكان دون السعة، فلهم أن يستسقوا ويسألوا الله المزيد من فضله .وهو رأى للمالكية والشافعية .

الثالثة :استسقاء من كان في خصب لم كان في محل وجدب، أو حاجة إلى شرب .قال به الحنفية، والمالكية، والشافعية.

الرابعة :إذا استسقوا ولم يسقوا .اتفقت المذاهب الأربعة :الحنفية، والمالكية، والشافعية، والحنابلة على تكرار الاستسقاء ، والإلحاح في الدعاء ؛ لأن الله تعالى يحب الملحين في الدعاء ، ولقوله تعالى :(فلولا إذ جاء هم بأسنا تضرعوا ولكن قست قلوبهم) ولأن الأصل في تكرار الاستسقاء قوله صلى الله عليه وسلم :يستجاب لأحدكم ما لم يعجل، يقول :دعوت فلم يستجب لي ولأن العلة الموجبة للاستسقاء هي الحاجة إلى الغيث، والحاجة إلى الغيث قائمة .قال أصبغ في كتاب ابن حبيب :وقد فعل عندنا بمصر، واستسقوا خمسة وعشرين يوما متوالية يستسقون على سنة الاستسقاء ، وحضر ذلك ابن القاسم وابن وهب

إلا أن الحنفية قالوا بالخروج ثلاثة أيام فقط، وقالوا :لم ينقل أكثر من ذلك ولكن صاحب الاختيار قال :يخرج الناس ثلاثة أيام متتابعة .وروى أكثر من ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣،ص٣٠٧ ،ماده استسقاء،أسباب الاستسقاء)

[1] والاستسقاء على ثلاثة أنواع .اتفق على ذلك فقهاء المذاهب الأربعة؛ لثبوت ذلك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وقد فضل بعض الأئمة بعض الأنواع على بعض، ورتبوها حسب أفضليتها.

فقال الشافعية والحنابلة :الاستسقاء ثلاثة أنواع:

النوع الأول :وهو أدناها، الدعاء بلا صلاة، ولا بعد صلاة، فرادى ومجتمعين لذلك، في المسجد أو غيره، وأحسنه ما كان من أهل الخير.

النوع الثاني :وهو أوسطها، الدعاء بعد صلاة الجمعة أو غيرها من الصلوات، وفي خطبة الجمعة ونحو ذلك .قال الشافعي في الأم :وقد رأيت من يقيم مؤذنا فيأمره بعد صلاة الصبح والمغرب أن يستسقي، ويحض الناس على الدعاء ، فما كرهت ما صنع من ذلك .وخص الحنابلة هذا النوع بأن يكون الدعاء من الإمام في خطبة الجمعة على المنبر.

النوع الثالث :وهو أفضلها، الاستسقاء بصلاة ركعتين وخطبتين، وتأهب لها قبل ذلك، على ما سيأتي في الكيفية .يستوي في ذلك أهل القرى والأمصار والبوادي والمسافرون، ويسن لهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۳:...... استسقاء کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنے کی دعا کرنا ہے، اور توبہ واستغفار دعا کی روح ہے۔

اور بارش رکنے کا اصل سبب گناہوں کی کثرت ہے، اور توبہ واستغفار سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

اوراسی وجہ سے جس چیز کی دعا مطلوب ومقصود ہو، اس سے پہلے توبہ واستغفار کرنا دعا کے آداب میں سے ہے، اس سے دعا کی قبولیت میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔

اور استسقاء کی نماز بارش طلب کرنے کا کامل طریقہ ہے۔

اس لئے استسقاء کی دعا اور نماز سے پہلے توبہ واستغفار کا اہتمام کرنا چاہئے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جميعا الصلاة والخطبتان، ويستحب ذلك للمنفرد إلا الخطبة .

وقال المالكية :الاستسقاء بالدعاء سنة، أى :سواء أكان بصلاة أم بغير صلاة، ولا يكون الخروج إلى المصلى إلا عند الحاجة الشديدة إلى الغيث، حيث فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وأما الحنفية :فأبو حنيفة يفضل الدعاء والاستغفار فى الاستسقاء ؛ لأنه السنة، وأما الصلاة فرادى فهى مباحة عنده، وليست بسنة، لفعل الرسول لها مرة وتركها أخرى وأما محمد فقد قال: الاستسقاء يكون بالدعاء ، أو بالصلاة والدعاء ، والكل عنده سنة، وفى مرتبة واحدة.

وأما أبو يوسف فالنقل عنه مختلف فى المسألة فقد روى الحاكم أنه مع الإمام، وروى الكرخى أنه مع محمد ورجح ابن عابدين أنه مع محمد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص۳۰۷وص۳۰۸،ماده استسقاء،أنواعه وأفضله)

ل قلت والخلاصة عندى ان الاستسقاء حقيقة طلب السقى من الله تعالىٰ فهو الدعاء لانزال الغيث وروحه الاستغفار والتوبة كما ان روح الصلاة الخشوع، وصورته الكاملة الدعاء مع الصلاة بهياتها الاجتماعية الماثورة ،واللہ اعلم(فتح الملهم ج۲ ص۴۴۰، كتاب صلاة الاستسقاء)

الإجابة تسرع إلى من لم يكن متلبسا بالمعصية فإذا قدم التوبة والاستغفار قبل الدعاء كان أمكن لاجابته(فتح البارى -ابن حجر، ج۱۱ ص۱۰۲ ،باب التوبة أشار)

وينبغى أن يكون الدعاء على هيئة وأدب فإن لكل أدب ثمرة ولكل هيئة زينة يبدأ بمدائحه ثم الثناء عليه والتنزيه له ثم محامده وذكر آلائه وبث مننه ونشر صنائعه والاعتراف بالمساوء والتوبة إليه والاعتذار والتنصل والاستغفار والتضرع والاستعاذة والاختتام بآمين والله أعلم وأحكم(نوادر الأصول فى أحاديث الرسول، ج۳ص۲۰۲،الأصل الثالث والأربعون والمائتان)

www.idaraghufran.org

اورامام کو چاہئے کہ استسقاء سے پہلے لوگوں کو توبہ واستغفار کے اہتمام کی طرف متوجہ کرے۔ [1]

مسئلہ نمبر۴: ...... بارش رکنے اور پیداوار کی قلت کا ایک اہم سبب زکاۃ کا ادانہ کرنا ہے، اور صدقہ کو بلاء اور قحط کے دور کرنے میں خاص تاثیر ہے۔

جس کا کئی احادیث میں ذکر ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَلا مَنَعُوا الزَّكَاةَ إِلا حُبِسَ عَنْهُمُ الْقَطْرُ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۰۹۹۲، ج۱۱ ص۴۵) [2]

ترجمہ: جو لوگ بھی (ساری یا کچھ) زکاۃ کو روکتے ہیں، تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اُن سے بارش کو روک لیتے ہیں (طبرانی)

---

[1] الآداب السابقة على الاستسقاء - أورد الفقهاء آدابا يستحب فعلها قبل الاستسقاء ، فقالوا : يعظ الإمام الناس، ويأمرهم بالخروج من المظالم، والتوبة من المعاصي، وأداء الحقوق؛ ليكونوا أقرب إلى الإجابة، فإن المعاصي سبب الجدب، والطاعة سبب البركة . .قال تعالى :(ولو أن أهل القرى آمنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء والأرض ولكن كذبوا فأخذناهم بما كانوا يكسبون)

وروى أبو وائل عن عبد الله قال " :إذا بخس المكيال حبس القطر "وقال مجاهد في قوله تعالى : (ويلعنهم اللاعنون) قال :دواب الأرض تلعنهم يقولون :يمنع القطر بخطاياهم .كما يترك التشاحن والتباغض؛ لأنها تحمل على المعصية والبهت، وتمنع نزول الخير .بدليل قوله صلى الله عليه وسلم :خرجت لأخبركم بليلة القدر فتلاحى فلان وفلان فرفعت (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳، ص۳۰۹، ماده استسقاء)

[2] قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير، وفيه اسحاق بن عبدالله بن كيسان المروزي، لينه الحاكم، وبقية رجاله موثقون، وفيهم كلام (مجمع الزوائد ج۳ص۶۵، كتاب الزكاة، باب فرض الزكاة)

وقال المنذري:

رواه الطبراني في الكبير وسنده قريب من الحسن وله شواهد (الترغيب والترهيب ج۱ ص۳۰۹، كتاب الصدقات الترغيب في أداء الزكاة وتأكيد وجوبها)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَلَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ إِلَّا حَبَسَ اللهُ عَنْهُمُ الْقَطْرَ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۲۵۷۷، ج۲ص ۱۳۶، کتاب الجهاد) [1]

ترجمہ: اور جو قوم بھی (ساری یا تھوڑی) زکاۃ کو روکتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُن سے بارش کو روک لیتے ہیں (حاکم)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ إِلَّا ابْتَلَاهُمُ اللهُ بِالسِّنِيْنَ (المعجم الاوسط للطبرانی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس قوم نے بھی زکاۃ کو روکا تو اللہ تعالیٰ اس کو قحط سالی میں مبتلا فرما دیتے ہیں (طبرانی)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

إِذَا رَأَيْتَ الْمَطَرَ قَدْ قَحِطَ فَاعْلَمْ أَنَّ الزَّكَاةَ قَدْ مُنِعَتْ (شعب الایمان للبیهقی) [3]

ترجمہ: جب آپ دیکھیں کہ بارش کا قحط واقع ہو گیا ہے، تو آپ جان لیں کہ زکاۃ روک لی گئی ہے (یعنی لوگ زکاۃ ادا نہیں کر رہے) (شعب الایمان)

اس لئے قحط اور خشک سالی کے وقت بطورِ خاص زکاۃ اور صدقہ کا اہتمام کرنا چاہئے۔ [4]

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجه.
وقال الذهبي في التلخيص: على شرط مسلم.

[2] رقم الحديث ۴۵۷۷، تحت من اسمه عبدان.
قال الهيثمي: رواه الطبراني في الاوسط، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ج۳ص ۶۶، كتاب الزكاة، باب فرض الزكاة)

[3] رقم الحديث ۳۰۴۱، كتاب الزكاة، باب التشديد على منع زكاة المال.

[4] اتفقت المذاهب على استحباب الصدقة قبل الاستسقاء، ولكنهم اختلفوا في أمر الإمام بها، قال الشافعية، والحنابلة، والحنفية، وهو المعتمد عند المالكية :يأمرهم الإمام بالصدقة في حدود طاقتهم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۵:......بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ توبہ واستغفار اور گناہوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ نمازِ استسقاء کے لئے جانے سے پہلے تین دن روزے رکھنا بھی مستحب ہے (اور بعض اہلِ علم حضرات کے بقول چوتھے دن بھی روزے کی حالت میں استسقاء کی نماز کے لئے جانا مستحب ہے)

روزہ رکھنے کا حکم اس لئے ہے تاکہ لوگ پہلے سے ذرا تیار ہوجائیں اور گناہوں سے بچنے اور استغفار اور تضرع کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے، کیونکہ روزے میں یہ تاثیر موجود ہے۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال بعض المالكية :لا يأمرهم بها، بل يترك هذا للناس بدون أمر؛ لأنه أرجى للإجابة، حيث تكون صدقتهم بدافع من أنفسهم، لا بأمر من الإمام(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣،ص ٣١٠، ماده استسقاء،الصدقة قبل الاستسقاء)

ويقدمون الصدقة فى كل يوم قبل خروجهم ويجددون التوبة ويتسغفرون للمسلمين (الدر المختارمع ردالمحتار، ج٢ص ١٨٥، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

[۲] عبد الرزاق عن بن عيينة عن جعفر بن برقان قال كتب عمر بن عبد العزيز إلى ميمون بن مهران أنى كتبت إلى أهل الأمصار أن يخرجوا يوم كذا من شهر كذا ليستسقوا ومن استطاع أن يصوم ويتصدق فليفعل فإن الله يقول قد أفلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى وقولوا كما قال أبواكم ربنا ظلمنا انفسنا وإن لم تغفر لناوترحمنا لنكونن من الخاسرين وقولوا كما قال نوح إلا تغفر لى وترحمنى أكن من الخاسرين وقولوا كما قال موسى إنى ظلمت نفسى فاغفر لى فغفر له إنه هو الغفور الرحيم وقولوا كما قال يونس عليه السلام لا إله إلا أنت سبحانك إنى كنت من الظالمين (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ٤٩٠٣،باب الاستسقاء)

اتفقت المذاهب على الصيام، ولكنهم اختلفوا فى مقداره، والخروج به إلى الاستسقاء .لأن الصيام مظنة إجابة الدعاء ، لقوله صلى الله عليه وسلم :ثلاثة لا ترد دعوتهم :الصائم حين يفطر . . .ولما فيه من كسر الشهوة، وحضور القلب، والتذلل للرب.

قال الشافعية، والحنفية، وبعض المالكية :يأمرهم الإمام بصوم ثلاثة أيام قبل الخروج، ويخرجون فى اليوم الرابع وهم صيام.

وقال بعض المالكية بالخروج بعد الصيام فى اليوم الرابع مفطرين؛ للتقوى على الدعاء ، كيوم عرفة

وقال الحنابلة بالصيام ثلاثة أيام، ويخرجون فى آخر أيام صيامهم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣،ص ٣١٠ ،ماده استسقاء،الصيام قبل الاستسقاء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۶:...... ویسے تو استسقاء کی نماز ایک مرتبہ پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ مستحب وافضل یہ ہے کہ استسقاء کی نماز تین دن لگا تار پڑھی جائے، اور ہر دن توبہ واستغفار اور صدقہ وخیرات کا بھی اہتمام کرنا مستحب ہے۔

اور تین دن سے زیادہ استسقاء کی نماز مناسب نہیں۔

البتہ اگر ایک مرتبہ دعا ونمازِ استسقاء سے مقصود پورا نہ ہو، تو دوبارہ وسہ بارہ دعا ونمازِ استسقاء میں حرج نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويستحب للإمام أن يأمرهم بصيام ثلاثة أيام قبل الخروج وبالتوبة ثم يخرج بهم في الرابع(الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۲ص۱۸۵، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

وأما الا كمل فلها أداب مستحبة وليست شرطا (أحدها) إذا أراد الامام الاستسقاء خطب الناس ووعظهم وذكرهم وأمرهم بالخروج من المظالم والتوبة من المعاصي ومصالحة المتشاحنين والصدقة والاقبال على الطاعات وصيام ثلاثة أيام ثم يخرج بهم في الرابع وكلهم صيام هكذا نص الشافعي في الام واتفق الاصحاب على انهم يخرجون في الرابع صياما وممن صرح به مع الشافعي الشيخ أبو حامد والبندنيجي والمحاملي والقاضي أبو الطيب والماوردي وسليم الرازي والمصنف وابن الصباغ والبغوي والمتولي وصاحب العدة والشيخ نصر وخلائق لا يحصون (المجموع شرح المهذب ج۵ص۷۰،باب صلاة الاستسقاء)

لان الصوم من اعظم العبادات ولرقة القلوب به (طحطاوى على الدر ج ۱ ص ۳۶۰)

قالوا: ويامرهم الامام بصوم ثلاثة ايام قبل يوم الخروج، وبالخروج عن المظالم وبالتقرب بالغير ثم يخرجون في الرابع صياما، ولكل منهما اثر في الاجابة على ماورد في اخبار نقلت، وذكرها الحافظ في التلخيص الحبير بالتفصيل(اعلاء السنن ج۸ص۱۹۳، باب الاستسقاء بالدعاء وبالصلاة)

[1] إذا استسقوا ولم يسقوا .اتفقت المذاهب الأربعة :الحنفية، والمالكية، والشافعية، والحنابلة على تكرار الاستسقاء، والإلحاح في الدعاء؛ لأن الله تعالى يحب الملحين في الدعاء ، ولقوله تعالى :(فلولا إذ جاء هم بأسنا تضرعوا ولكن قست قلوبهم) ولأن الأصل في تكرار الاستسقاء قوله صلى الله عليه وسلم :يستجاب لأحدكم ما لم يعجل، يقول :دعوت فلم يستجب لي ولأن العلة الموجبة للاستسقاء هي الحاجة إلى الغيث، والحاجة إلى الغيث قائمة .قال أصبغ في كتاب ابن حبيب :وقد فعل عندنا بمصر، واستسقوا خمسة وعشرين يوما متوالية يستسقون على سنة الاستسقاء، وحضر ذلك ابن القاسم وابن وهب

إلا أن الحنفية قالوا بالخروج ثلاثة أيام فقط، وقالوا :لم ينقل أكثر من ذلك ولكن صاحب الاختيار قال :يخرج الناس ثلاثة أيام متتابعة .وروى أكثر من ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص۳۰۷ ،ماده استسقاء،أسباب الاستسقاء) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۷:......نمازِ استسقاء کے لئے عاجزی اور خشوع ومسکنت ظاہر کرتے ہوئے اور عام سادہ لباس پہن کر اور زیب وزینت سے بچ کر اور ندامت اور شرمندگی کے ساتھ سر جھکائے ہوئے توبہ واستغفار کرتے ہوئے جانا مستحب ہے۔

اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک جانے سے پہلے غسل اور مسواک کر لینا بھی مستحب ہے، اور اگر کوئی عذر نہ ہو تو پیدل جانا مستحب ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثم المستحب أن يخرج الإمام بالناس ثلاثة أيام متتابعات، كذا فى الزاد ولم ينقل أكثر من ذلك (الفتاوىٰ الهندية، ج ا ص ۱۵۴، كتاب الصلاة، الباب التاسع عشر فى صلاة الاستسقاء)

(ويخرجون ثلاثة أيام) لأنه لم ينقل أكثر منها (متتابعات) (الدالمختار مع ردالمحتار، ج۲ص ۱۸۵، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

ويقدمون الصدقة فى كل يوم قبل خروجهم ويجددون التوبة ويتسغفرون للمسلمين (الدالمختار مع ردالمحتار، ج۲ص ۱۸۵، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

ملحوظ رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے بارش کی ضرورت کے وقت ایک سے زیادہ مرتبہ استسقاء کی نماز ثابت نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے ایک مرتبہ نمازِ استسقاء پڑھنے سے اللہ تعالیٰ بارش مرحمت فرما دیا کرتے تھے، کیونکہ ان حضرات کی دعا واستغفار اور توبہ میں صدق واخلاص زیادہ تھا، برخلاف آج کل کے دور کے۔

واما رسول اللهﷺصلى الله عليه وسلم فلم يخرج قط الا مرة فانه كان اذا استسقىٰ سقىٰ اولا، كما ثبت بالاحاديث صراحة، وكذاالصحابة رضى الله عنهم فيما اعلم، ويمكن ان يستأنس للخروج ثلاثا بما ورد ان الدعاء يستحب فيه التكرير، واقله التثليث، كمافى الحصن الحصين معزيا الى ابى داوٗد، فلم يتجاوزوا فى الاستسقاء اقل عدد التكرير لكونه على هيئة خاصة خلاف القياس فافهم (اعلاء السنن ج۸ص ۱۹۲، باب الاستسقاء بالدعاء وبالصلاة)

[۱] اتفق الفقهاء على آداب شخصية، يستحب أن يفعلها الناس قبل الاستسقاء، بعد أن يعدهم الإمام يوما يخرجون فيه؛ لحديث عائشة المتقدم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: وعد الناس يوما يخرجون فيه فيستحب عند الخروج للاستسقاء: التنظف بغسل وسواك؛ لأنها صلاة يسن لها الاجتماع والخطبة، فشرع لها الغسل، كصلاة الجمعة.

ويستحب: أن يترك الإنسان الطيب والزينة، فليس هذا وقت الزينة، ولكنه يقطع الرائحة الكريهة، ويخرج فى ثياب بذلة، وهى ثياب مهنته، ويخرج متواضعا خاشعا متذللا متضرعا ماشيا، ولا يركب فى شيء من طريقه ذهابا إلا لعذر، كمرض ونحوه. والأصل فى هذا حديث ابن عباس رضى الله عنهما قال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم متواضعا متبذلا متخشعا متضرعا وهى مستحبات لم يرد فيها خلاف(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص ۳۱۰،ماده استسقاء، آداب شخصية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۸:...... استسقاء کی دعا تو ہر وقت کرنا جائز ہے، اس کے لئے کوئی مکروہ وممنوع وقت نہیں؛ اور نمازِ استسقاء کا بہتر اور افضل وقت وہی ہے جو عید کی نماز کا وقت ہے، یعنی سورج نکلنے کے بعد سے لے کر زوال سے پہلے پہلے تک، کیونکہ احادیث وروایات میں استسقاء کی نماز کو عید کی نماز کے مشابہ قرار دیا گیا ہے، نیز حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے ہی وقت نمازِ استسقاء کے لئے تشریف لے جانا ثابت ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(مشاة فی ثیاب غسیلة أو مرقعة متذللین متواضعین خاشعین لله ناکسین رء وسهم ویقدمون الصدقة فی کل یوم قبل خروجهم ویجددون التوبة ویستغفرون للمسلمین(الدالمختار مع ردالمحتار، ج ۲ ص ۱۸۵، کتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

[1] چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ:

حین بدا حاجب الشمس(ابوداؤد، رقم الحدیث ۱۱۷۳، کتاب الاستسقاء)

إذا کان الاستسقاء بالدعاء فلا خلاف فی أنه یکون فی أی وقت، وإذا کان بالصلاة والدعاء، فالکل مجمع علی منع أدائها فی أوقات الکراهة، وذهب الجمهور إلی أنها تجوز فی أی وقت عدا أوقات الکراهة .والخلاف بینهم إنما هو فی الوقت الأفضل، ما عدا المالکیة فقالوا :وقتها من وقت الضحی إلی الزوال، فلا تصلی قبله ولا بعده، وللشافعیة فی الوقت الأفضل ثلاثة أوجه.

الأول :ووافقهم علیه المالکیة، وهو الأولی عند الحنابلة وقت صلاة الاستسقاء وقت صلاة العید . وبهذا قال الشیخ أبو حامد الإسفرایینی وصاحبه المحاملی فی کتبه :المجموع، والتجرید، والمقنع، وأبو علی السنجی، والبغوی .وقد یستدل له بحدیث ابن عباس الذی روته السنن الأربع عن إسحاق بن عبد الله بن کنانة قال :أرسلنی الولید بن عتبة -وکان أمیر المدینة -إلی ابن عباس أسأله عن استسقاء رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال:

خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم متبذلا متواضعا متضرعا، حتی أتی المصلی، فلم یخطب خطبتکم هذه، ولکن لم یزل فی الدعاء والتضرع والتکبیر، وصلی رکعتین کما کان یصلی فی العید .

الثانی :أول وقتها وقت صلاة العید، وتمتد إلی صلاة العصر .وهو الذی ذکره البندنیجی، والرویانی وآخرون .لما روت عائشة :أن رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج حین بدا حاجب الشمس لأنها تشبهها فی الوضع والصفة، فکذلک فی الوقت، إلا أن وقتها لا یفوت بالزول

الثالث :وعبر عنه الشافعیة بالصحیح والصواب، وهو الرأی المرجوح عند الحنابلة أیضا أنها لا تختص بوقت معین، بل تجوز فی کل وقت من لیل أو نهار، إلا أوقات الکراهة علی أحد الوجهین، وهو الذی نص علیه الشافعی، وبه قطع الجمهور، وصححه المحققون .وممن قطع به صاحب الحاوی، وصححه الرافعی فی المحرر، وصاحب جمع الجوامع، واستصوبه إمام الحرمین .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اگر استسقاء کی نماز زوال کے بعد پڑھ لی جائے، تو بھی جائز ہے، بلکہ بہت سے اہلِ علم حضرات کے نزدیک رات کے وقت میں بھی جائز ہے۔

البتہ جن اوقات میں نفل نماز کا پڑھنا مکروہ ہے، اُن اوقات میں استسقاء کی نماز کا پڑھنا بھی مکروہ ہے۔

چنانچہ سورج کے طلوع ہونے، زوال ہونے، اور غروب ہونے کے وقت اور اسی طرح طلوعِ فجر یعنی صبح صادق کے بعد سے لے کر سورج طلوع ہونے تک، اور عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروب ہونے تک کے وقت میں مکروہ ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واستدلوا لـه بأنها لا تختص بيوم كصلاة الاستخارة، وركعتي الإحرام وغيرهما .وقالوا :إن تخصيصها بوقت كصلاة العيد ليس له وجه أصلا .ولأن الشافعي نص على ذلك وأكثر الأصحاب.

وقال ابن عبد البر :الخروج إليها عند زوال الشمس عند جماعة من العلماء وأما الحنفية :فلم يذكر عندهم وقت لها، ولم يتكلموا في تحديده.

وقد يكون هذا؛ لأن السنة عند الإمام في الاستسقاء الدعاء، والدعاء في كل وقت، وليس له زمان معين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳، ص۳۰۸ وص ۳۰۹، ماده استسقاء ،وقت الاستسقاء)

وقت صلاة الاستسقاء وقت صلاة العيد سواء (اعلاء السنن ج۸ص۱۹۳)

ووقت صلاة الاستسقاء وقت صلاة العيد(فتح الباري لابن رجب، ج۹ص۲۰۸، كتاب الاستسقاء،باب صلاة الاستسقاء ركعتين)

[1] فوقتها في الاختيار كوقت صلاة العيد، لاجتماعهما في الصفة، فإن صلاها في غير وقت صلاة العيد إما قبل طلوع الشمس أو بعد زوالها أجزأه، بخلاف العيد (الحاوي الكبير للماوردي، ج۲ص۵۱۸، باب صلاة الاستسقاء ،فصل القول في وقت صلاة الاستسقاء)

أن وقت صلاة الاستسقاء كوقت صلاة العيدين، كما دل عليه حديث ابن عباس، وقد اختلف في ذلك .فذهب مالك والشافعي وأبو ثور :إلى أنه يخرج لها كالخروج إلى صلاة العيدين، وحكى ابن المنذر وابن عبد البر عن الشافعي هذا، ونقل ابن الصباغ في (الشامل) وصاحب (جمع الجوامع) عن نص الشافعي :أنها لا تختص بوقت، وبه قطع المتولي والماوردي وابن الصباغ، وصححه الرافعي في المحرر، ونقل النووي القطع به عن الأكثرين، وأنه صححه المحققون وأما وقتها كوقت العيد، فقال إمام الحرمين :إنه لم يرو لغير الشيخ أبي علي .قلت :لم ينفرد به الشيخ أبو علي، بل قاله أيضا الشيخ أبو حامد والمحاملي البغوي في (التهذيب) (عمدة القاري للعيني، ج۷ص۳۵، كتاب الجمعة، باب تحويل الرداء في الاستسقاء) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۹:......نمازِ استسقاء کی دو رکعتیں ہیں، اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک استسقاء کی نماز پڑھنے کا طریقہ عید کی نماز کی طرح ہے، جس میں عید کی نماز کی طرح کی تکبیرات ہیں۔

وهذا عند الشافعية والحنابلة والقول الاول لمحمد من الحنفية.

جبکہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک استسقاء کی نماز تکبیرات کے بغیر عام نمازوں کی طرح پڑھنے کا حکم ہے، وهذا عند المالكية والقول الثانى لمحمد من الحنفية.

اور استسقاء کی نماز با جماعت ادا کیے جانے کی صورت میں امام کو جہری قرائت کرنی چاہئے۔

اور امام دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد جونسی سورتیں پڑھے، جائز ہے۔

البتہ افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں **سورہ اعلیٰ** اور دوسری میں **سورہ غاشیہ** یا پہلی رکعت میں **سورہ قٓ** اور دوسری میں **سورہ نوح** یا **سورہ قمر** پڑھی جائے۔

اور استسقاء کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں ''اذا الشّمس کورت'' اور دوسری رکعت میں ''سورۃ الضحیٰ'' پڑھنا بھی ثابت ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(فرع) فى وقت صلاة الاستسقاء ثلاثة أوجه (أحدها) وقتها وقت صلاة العيد وبهذا قال الشيخ ابو حامد الاسفراينى وصاحبه المحاملى فى كتبه الثلاثة المجموع والتجريد والمقنع وأبو على السنجى والبغوى وقد يستدل له بحديث ابن عباس السابق ولكنه ضعيف (والوجه الثانى) اول وقتها اول وقت صلاة العيد ويمتد الى ان يصلى العصر وهو الذى ذكره البندنيجى والرويانى وآخرون. والثالث وهو الصحيح بل الصواب انها لا تختص بوقت بل تجوز وتصح فى كل وقت من ليل ونهار إلا اوقات الكراهة على احد الوجهين وهذا هو المنصوص للشافعى وبه قطع الجمهور وصححه المحققون ممن قطع به صاحبا الحاوى والشامل وصاحب التتمة وآخرون وصححه الرافعى فى المحرر وغيره ونقله صاحب الشامل وصاحب جمع الجوامع فى نصوص الشافعى عن نص الشافعى واستصوبه إمام الحرمين وقال لم ار التخصيص بوقت لغير الشيخ ابى على السنجى واستدلوا له بانها لا تختص بيوم فلا تختص كصلاة الاستخارة وركعتى الاحرام وغيرهما(المجموع شرح المهذب ج۵ ص ٧٦،باب صلاة الاستسقاء)

[1] یہ حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ہم نے شروع میں ذکر کردی ہے۔

لا يعلم بين القائلين بصلاة الاستسقاء خلاف فى أنها ركعتان، واختلف فى صفتها على رأيين:

الرأى الأول، وهو للشافعية، والحنابلة، وقول لمحمد، وسعيد بن المسيب، وعمر بن عبد العزيز :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۱۰:...... استسقاء کی نماز آبادی سے باہر کسی کھلی جگہ میں جا کر پڑھنا افضل ہے، تا کہ سب لوگ سما سکیں۔

لیکن اگر آبادی کے اندر کسی وسیع جگہ استسقاء کی نماز پڑھی جائے، تو بھی کوئی گناہ نہیں، اور مسجد کی حدود میں بھی استسقاء کی نماز پڑھنا جائز ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يصليها ركعتين يكبر فى الأولى سبعا، وخمسا فى الثانية مثل صلاة العيد، لقول ابن عباس فى حديثه المتقدم :وصلى ركعتين كما كان يصلى فى العيد، ولما روى عن جعفر بن محمد عن أبيه أن النبى صلى الله عليه وسلم وأبا بكر وعمر كانوا يصلون صلاة الاستسقاء يكبرون فيها سبعا وخمسا.

الرأى الثانى :وهو للمالكية، والقول الثانى لمحمد، وهو قول الأوزاعى، وأبى ثور، وإسحاق : تصلى ركعتين كصلاة النافلة والتطوع؛ لما روى عن عبد الله بن زيد :أن النبى صلى الله عليه وسلم استسقى فصلى ركعتين وروى أبو هريرة نحوه، ولم يذكرا التكبير ، فتنصرف إلى الصلاة المطلقة.

واتفقت المذاهب على الجهر بالقراء ة فى الاستسقاء ؛ لأنها صلاة ذات خطبة وكل صلاة لها خطبة فالقراء ة فيها تكون جهرا؛ لاجتماع الناس للسماع، ويقرأ بما شاء ، ولكن الأفضل أن يقرأ فيهما بما كان يقرأ فى العيد، وقيل :يقرأ بسورتى ق ونوح أو يقرأ بسورتى الأعلى والغاشية أو بسورتى الأعلى والشمس .وحذف التكبيرات أو بعضها أو الزيادة فيها لا تفسد الصلاة .وقال الشافعية :ولو ترك التكبيرات أو بعضها أو زاد فيهن لا يسجد للسهو، ولو أدرك المسبوق بعض التكبيرات الزائدة فهل يقضى ما فاته من التكبيرات؟ قالوا :فيها القولان، مثل صلاة العيد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳، ص۳۱۲، ماده استسقاء، كيفية صلاة الاستسقاء)

الأمر الرابع :فى أنه يقرأ فى صلاة الاستسقاء بعد الفاتحة ما يقرأ فى العيدين، أما سورة ق واقتربت، أو سبح اسم ربك الأعلى والغاشية (عمدة القارى للعينى، ج۷ص۳۵، باب تحويل الرداء فى الاستسقاء)

(وصفتها فى موضعها وأحكامها كصلاة عيد من تكبيرات زوائد وخطبة) ؛ لأنها فى معناها (مطالب أولى النهى فى شرح غاية المنتهى لمصطفى بن سعد الدمشقى حنبلى، ج۱، ص۸۱۴، باب صلاة الاستسقاء)

[1] اتفقت المذاهب الأربعة على أن الاستسقاء يجوز فى المسجد، وخارج المسجد .إلا أن المالكية لا تقول بالخروج إلا فى وقت الشدة إلى الغيث، والشافعية والحنابلة يفضلون الخروج مطلقا، لحديث ابن عباس رضى الله عنهما .خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم للاستسقاء متبذلا متواضعا متضرعا حتى أتى المصلى، فلم يخطب خطبتكم هذه، ولكن لم يزل فى الدعاء والتضرع والتكبير، وصلى ركعتين كما كان يصلى فى العيد .وقال الشافعية :يصلى الإمام فى الصحراء ، لأن النبى صلى الله عليه وسلم صلاها فى الصحراء ؛ ولأنه يحضرها غالب الناس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۱۱:...... استسقاء کی نماز صحیح یا جائز ہونے کے لئے شہر یا بڑی آبادی کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ شہر، قصبہ، گاؤں، دیہات اور جنگل میں ہرجگہ استسقاء کی نماز پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۱۲:...... استسقاء کی نماز کے لئے امام یا لوگوں کا مقیم ہونا بھی ضروری نہیں، بلکہ مسافر ہونے کی حالت میں بھی استسقاء کی نماز پڑھنا اور پڑھانا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۱۳:...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک استسقاء کی نماز کے بعد امام کو خطبہ پڑھنا سنت ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والصبيان والحيض والبهائم وغيرهم، فالصحراء أوسع لهم وأرفق.
وقال الحنفية بالخروج أيضا، إلا أنهم قالوا :إن أهل مكة وبيت المقدس يجتمعون فى المسجدين، وقال بعضهم :ينبغى كذلك لأهل المدينة أن يجتمعوا فى المسجد النبوى؛ لأنه من أشرف بقاع الأرض، إذ حل فيه خير خلق الله صلى الله عليه وسلم وعلل ابن عابدين جواز الاجتماع فى مسجد الرسول صلى الله عليه وسلم بقوله :ينبغى الاجتماع للاستسقاء فيه، إذ لا يستغاث وتستنزل الرحمة فى المدينة المنورة بغير حضرته ومشاهدته صلى الله عليه وسلم فى كل حادثة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣،ص ٣٠٩ ،ماده استسقاء ،مكان الاستسقاء)
أى :هذا باب فى بيان جواز الاستسقاء فى المسجد الجامع، وأشار بذلك إلى أن الخروج إلى المصلى ليس بشرط فى الاستسقاء ، لأن المقصود فى الخروج إلى الصحراء تكثير الناس، وذلك يحصل فى الجوامع، وإنما كانوا يخرجون إلى الصحراء لعدم تعدد الجوامع بخلاف هذا الزمان (عمدة القارى للعينى ،ج٧ص٣٧، باب الاستسقاء فى المسجد الجامع)

[1] امام محمد اور مالکیہ کے نزدیک اور حنابلہ کے راجح قول کے مطابق اور شافعیہ کے نزدیک اولیٰ وافضل یہ ہے کہ عید کی نماز کو خطبہ پر مقدم رکھا جائے۔

فى المسألة ثلاثة آراء :
الأول :تقديم الصلاة على الخطبة، وهو قول المالكية، ومحمد بن الحسن، والراجح عند الحنابلة، وهو الأولى عند الشافعية، وعليه جماعة الفقهاء ؛ لقول أبى هريرة :صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين ثم خطبنا ولقول ابن عباس :صنع فى الاستسقاء كما يصنع فى العيد؛ ولأنها صلاة ذات تكبيرات، فأشبهت صلاة العيد .
الثانى :تقديم الخطبة على الصلاة وهو رأى للحنابلة، وخلاف الأولى عند الشافعية، وروى ذلك عن ابن الزبير، وأبان بن عثمان، وهشام بن إسماعيل، والليث بن سعد، وابن المنذر، وعمر بن عبد العزيز . ودليله ما روى عن أنس وعائشة :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خطب وصلى، وروى عن عبد الله بن زيد قال :رأيت النبى صلى الله عليه وسلم لما خرج يستسقى حول إلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۱۴:...... امام محمد اور شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک نمازِ استسقاء کے بھی عیدین کی طرح دو خطبے ہیں، اور ان کے احکام وہی ہیں، جو عیدین کے خطبہ کے ہیں، اور اسی وجہ سے دونوں خطبوں کے درمیان کچھ دیر کے لئے بیٹھنا بھی سنت ہے۔

اور امام ابو یوسف اور حنابلہ کے نزدیک صرف ایک خطبہ ہے۔

لیکن جنگل اور فضاء میں خطبے کے لئے منبر ہونا سنت نہیں، اس لئے اپنے ساتھ منبر لے جانے کی بھی ضرورت نہیں، بلکہ امام کو زمین پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا چاہئے، اور ہاتھ میں لاٹھی وغیرہ کا سہارا حاصل کر لینا بہتر ہے۔

اور استسقاء کے خطبہ میں عیدین کے خطبہ کی طرح تکبیرات کا کہنا بھی بعض حضرات کے نزدیک مستحب ہے، اور بعض کے نزدیک مستحب نہیں۔

اور خطبہ کے وقت امام کو مقتدیوں کی طرف رُخ اور قبلہ کی طرف پُشت کرنی چاہئے؛ پھر جب امام خطبہ سے فارغ ہو جائے تو دعا کے لئے قبلہ کی طرف رُخ کر لینا چاہئے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الناس ظهره، واستقبل القبلة يدعو، ثم حول رداء ه، ثم صلى لنا ركعتين جهر فيهما بالقراء ة .متفق عليه.

الثالث :هو مخير في الخطبة قبل الصلاة أو بعدها، وهو رأى للحنابلة؛ لورود الأخبار بكلا الأمرين، ودلالتها على كلتا الصفتين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص ۳۱۱ و ۳۱۲،ماده استسقاء، تقديم الصلاة على الخطبة وتأخيرها)

[1] قال الشافعية، والمالكية، ومحمد بن الحسن من الحنفية :يخطب الإمام خطبتين كخطبتي العيد بأركانهما وشروطهما وهيئاتهما، وفي الجلوس إذا صعد المنبر وجهان كما في العيد أيضا، لحديث ابن عباس المتقدم؛ ولأنها أشبهتها في التكبير وفي صفة الصلاة.

وقال الحنابلة، وأبو يوسف من الحنفية، وعبد الرحمن بن مهدى :يخطب الإمام خطبة واحدة يفتتحها بالتكبير، لقول ابن عباس :لم يخطب خطبتكم هذه، ولكن لم يزل في الدعاء والتضرع والتكبير، وهذا يدل على أنه ما فصل بين ذلك بسكوت ولا جلوس؛ ولأن كل من نقل الخطبة لم ينقل خطبتين.

ولا يخرج المنبر إلى الخلاء في الاستسقاء ؛ لأنه خلاف السنة .وقد عاب الناس على مروان بن الحكم عند إخراجه المنبر في العيدين، ونسبوه إلى مخالفة السنة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

خطبہ کے درمیان حاضرین کو خاموش اور خطبہ کی طرف متوجہ رہنا ضروری ہے، اور کوئی لغو اور فضول حرکت ممنوع ہے۔

خطبہ میں امام کو چاہئے کہ عربی میں مومنین اور مومنات اور مسلمین اور مسلمات کے لئے استغفار کرے۔

مسئلہ نمبر ۱۵:...... استسقاء کی نماز اور خطبہ کے بعد دعا شروع کرنے سے پہلے اپنی اوڑھی ہوئی چادر کو نیک فال کے طور پر پلٹ لینا مستحب ہے۔

اور چادر پلٹنے کا حکم صرف امام کے لئے ہے، یا مقتدیوں کے لئے بھی؟

اس کے متعلق فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ويخطب الإمام على الأرض معتمدا على قوس أو سيف أو عصا، ويخطب مقبلا بوجهه إلى الناس . وقد صرح المالكية بأن الخطبة على الأرض مندوبة، وعلى المنبر مكروهة أما إذا كان المنبر موجودا في الموضع الذى فيه الصلاة، ولم يخرجه أحد ففيه رأيان :الجواز، والكراهة.

وقال الحنفية ، والحنابلة، والشافعية في القول المرجوح :يكبر في الخطبة كما في صلاة العيد .

وقال المالكية، والشافعية في الراجح عندهم :يستبدل بالتكبير الاستغفار، فيستغفر الله في أول الخطبة الأولى تسعا، وفي الثانية سبعا، يقول :أستغفر الله الذى لا إله إلا هو الحي القيوم وأتوب إليه، ويختم كلامه بالاستغفار، ويكثر منه في الخطبة، ومن قوله تعالى :(استغفروا ربكم إنه كان غفارا) الآية، ويخوفهم من المعاصي التي هي سبب الجدب، ويأمرهم بالتوبة، والإنابة والصدقة والبر.

وقال الحنفية، والشافعية، والمالكية :يستقبل الإمام الناس في الخطبة مستدبرا القبلة، حتى إذا قضى خطبته توجه بوجهه إلى القبلة يدعو .وقال الحنابلة :يستحب للخطيب استقبال القبلة في أثناء الخطبة؛ لما روى عبد الله بن زيد :أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج يستسقي، فتوجه إلى القبلة يدعو وفي لفظ :فحول إلى الناس ظهره واستقبل القبلة يدعو(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص ۳۱۲ و۳۱۳،ماده استسقاء، كيفية الخطبة ومستحباتها)

وقال محمد بن الحسن أرى أن يصلي الإمام في الاستسقاء نحوا من صلاة العيد يبدأ بالصلاة قبل الخطبة ولا يكبر فيها كما يكبر في العيدين(الاصل المعروف بالمبسوط للشيباني، ج ۱ ص ۴۴۹ ، باب صلاة الاستسقاء)

يصلي الإمام ركعتين جاهرا بالقراء ة مستقبلا بوجهه قائما على الأرض دون المنبر، متكئا على قوس يخطب بعد الصلاة خطبتين(عمدة القاری، ج۷ص ۳۵،باب تحويل الرداء في الاستسقاء)

امام محمد اور بعض فقہاء کے نزدیک صرف امام کے لئے مستحب ہے، جبکہ شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک امام کے ساتھ ساتھ مقتدیوں کے لئے بھی مستحب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۶:...... چادر کو پلٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں طرف کا حصہ بائیں طرف اور بائیں طرف کا حصہ دائیں طرف آ جائے، اور نیچے کا حصہ اوپر اور اوپر کا نیچے آ جائے۔

اور اگر صرف دائیں طرف کا حصہ بائیں طرف اور بائیں طرف کا حصہ دائیں طرف کرنے پر اکتفاء کرے، تو بھی بہت سے اہلِ علم کے نزدیک کافی ہے۔

اگر چادر نہ اوڑھی ہوئی ہو، بلکہ جبہ پہنا ہوا ہو، تو اس کو الٹا کر دے کہ اندر کا حصہ باہر اور باہر کا حصہ اندر چلا جائے۔

اور اگر نہ تو چادر اوڑھی ہوئی ہو، اور نہ جبہ پہنا ہوا ہو، بلکہ سر پر چادر کی طرح کوئی رومال اوڑھ رکھا ہو، تو اس کو پلٹ لینا مستحب ہے۔ [2]

---

[1] قال الشافعية، والحنابلة، والمالكية : يستحب تحويل الرداء للإمام والمأموم، لفعل الرسول صلى الله عليه وسلم له، ولأن ما فعله الرسول صلى الله عليه وسلم ثبت فى حق غيره، ما لم يقم دليل على اختصاصه به .وقد عقل المعنى فى ذلك، وهو التفاؤل بقلب الرداء ، ليقلب الله ما بهم من الجدب إلى الخصب .وهو خاص بالرجال دون النساء عند الجميع.

وقال محمد بن الحسن من الحنفية، وابن المسيب، وعروة، والثورى، والليث :إن تحويل الرداء مختص بالإمام فقط دون المأموم؛ لأنه نقل عن النبى صلى الله عليه وسلم دون أصحابه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص ۳۱۵،ماده استسقاء،تحويل الرداء فى الاستسقاء)

[2] قال الحنابلة، والمالكية، وهو رأى للشافعية، وقول أبان بن عثمان، وعمر بن عبد العزيز، وهشام بن إسحاق، وأبو بكر بن محمد بن حزم يقلب المستسقون أرديتهم، فيجعلون ما على اليمين على اليسار، وما على اليسار على اليمين، ودليلهم فى ذلك ما روى أبو داود بإسناده عن عبد الله بن زيد، أن النبى صلى الله عليه وسلم حول رداءه، وجعل عطافه الأيمن على عاتقه الأيسر، وجعل عطافه الأيسر على عاتقه الأيمن .وفى حديث أبى هريرة نحو ذلك، وقد نقل تحويل الرداء جماعة، كلهم نقلوه بهذه الصفة، ولم ينقل عن أحد منهم أنه جعل أعلاه أسفله.

وقال محمد بن الحسن من الحنفية، والشافعية فى الرأى الراجح إن كان الرداء مدورا بأن كان جبة يجعل الأيمن على الأيسر، والأيسر على الأيمن، وإن كان الرداء مربعا يجعل أعلاه أسفله، وأسفله أعلاه، لما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم :أنه استسقى وعليه رداء ، فأراد أن يجعل أسفلها أعلاها، فلما ثقلت عليه جعل العطاف الذى فى الأيسر على عاتقه الأيمن، والذى على الأيمن على عاتقه الأيسر، ويبدأ بتحويل الرداء عند البدء بالدعاء والتضرع إلى الله تعالى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص ۳۱۵ و ۳۱۶،ماده استسقاء، كيفية تقليب الرداء)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۱۷:...... اگر امام استسقاء کی نماز سے پہلے مقامی زبان میں نمازِ استسقاء کی غرض، اس کے طریقہ اور متعلقہ مسائل پر وعظ کردے، تو کوئی حرج نہیں، جیسا کہ عیدین کی نماز سے پہلے بہت سی جگہ اسی طرح کا وعظ رائج ہے۔

مسئلہ نمبر۱۸:...... جس علاقہ میں بارش کی ضرورت ہو، اسی علاقہ کے لوگوں کو استسقاء کی نماز پڑھنی چاہئے۔

البتہ دوسرے علاقے کے لوگ (جنہیں بارش کی ضرورت نہ ہو) بارش کی ضرورت والے علاقے کے لوگوں کے لئے بارش کی دعا کریں، تو بہت ثواب ہے (کذا فی امداد الاحکام ج۱ص۸۰۶، فصل فی صلاۃ الکسوف والاستسقاء ومتعلقاتہما) ۱؎

مسئلہ نمبر۱۹:...... استسقاء کی نماز کے لئے بطورِ خاص دیندار اور اہلِ تقویٰ اور بوڑھے لوگوں اور ضعیفوں اور بچوں کو ساتھ لے جانا مستحب ہے۔

اور بوڑھی عورتوں کو ساتھ لے جانا بھی جائز ہے، جبکہ کوئی فتنہ لازم نہ آئے۔ ۲؎

۱؎ وعليه يحمل ماعزاه الشعراني الى الصحابة ودعاء اهل الخصب لاهل الجدب مستحب اتفاقا، وانما الكلام فى الاستسقاء بالصلاة على الهيئة الخاصة من غير احتياج المستسقين الى المطر اذا استسقوا لحاجة غيرهم اليه ، فلادليل فى الحديث عليه (اعلاء السنن ج۸ص ۱۹۲ باب الاستسقاء بالدعاء وبالصلاة)

۲؎ يستحب عند المذاهب الأربعة خروج الشيوخ والضعفاء والصبيان والعجزة وغير ذات الهيئة من النساء .

وقال المالكية :بخروج من يعقل من الصبيان، أما من لا يعقل فيكره خروجهم مع الجماعة للصلاة.

واستدلوا لخروج من ذكر بقول الرسول عليه الصلاة والسلام :هل تنصرون وترزقون إلا بضعفائكم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳، ص۳۱۶، ماده استسقاء، من يستحب خروجهم، ومن يجوز، ومن يكره)

ويخرج الشيوخ والصبيان، ومن له ذكر جميل ودين وصلاح؛ لأنه أسرع للإجابة............ ولا يستحب إخراج البهائم؛ لأن النبى -صلى الله عليه وسلم -لم يخرجها، ولا إخراج الكفار؛ لأنهم أعداء الله فلا يتوسل بهم .فإن خرجوا لم يمنعوا لأنهم يطلبون رزقهم، ويفردون عن المسلمين بحيث إن أصابهم عذاب لم يصب غيرهم(الكافى فى فقه الامام احمد لابن قدامة ، ج ۱ ص۳۴۷، ۳۴۸، باب صلاة الاستسقاء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۲۰:......بعض فقہائے کرام کے نزدیک جانوروں کو بھی استسقاء کے موقع پر ساتھ لے جانا مستحب ہے، تاکہ ان بے زبان جانوروں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت زیادہ متوجہ ہو۔ جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک جانوروں کو لے جانا مستحب نہیں۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(مسألة)(ويخرج معه أهل الدين والصلاح والشيوخ لانه أسرع للاجابة) ويستحب الخروج لكافة الناس، فأما النساء فلا بأس بخروج العجائز منهن ومن لا هيئة لها .وقال ابن حامد يستحب، فأما الشواب وذوات الهيئة فلا يستحب لهن لان الضرر في خروجهن أكثر من النفع، ولا يستحب اخراج البهائم لان النبي صلى الله عليه وسلم لم يفعله وبه قال أصحاب الشافعي لانه روى ان سليمان عليه السلام خرج يستسقي فرأى نملة مستلقية وهي تقول :اللهم إنا خلق من خلقك ليس بنا غنى عن رزقك.فقال سليمان ارجعوا فقد سقيتم بدعوة غيركم.وقال ابن عقيل والقاضي لا بأس به لذلك، والاقتداء بالنبي صلى الله عليه وسلم أولى .

(مسألة)(ويجوز خروج الصبيان كغيرهم من الناس) وقال ابن حامد يستحب اختاره القاضي فقال خروج الشيوخ والصبيان أشد استحبابا من الشباب لان الصبيان لا ذنوب عليهم (الشرح الكبير لابنِ قدامة الحنبلي، ج ۲ ص ۲۸۷ ،باب صلاة الاستسقاء)

[۱] في المسألة ثلاثة آراء :

الأول :يستحب إخراج الدواب؛ لأنه قد تكون السقيا بسببهم .وهو قول الحنفية، ورأى للشافعية؛ لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم :لولا عباد لله ركع، وصبيان رضع، وبهائم رتع لصب عليكم العذاب صبا، ثم رص رصا.

ولما روى الإمام أحمد أن سليمان عليه السلام "خرج بالناس يستسقي، فإذا هو بنملة رافعة بعض قوائمها إلى السماء .فقال :ارجعوا فقد استجيب لكم من أجل هذه النملة وقال أصحاب هذا الرأى :إذا أقيمت في المسجد، أوقفت الدواب عند باب المسجد.

الثاني :لا يستحب إخراج البهائم؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم لم يفعله .وهو قول الحنابلة، والمالكية، ورأى ثان للشافعية الثالث :لا يستحب ولا يكره، وهو رأى ثالث للشافعية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳، ص ۳۱۶ و ۳۱۷،ماده استسقاء،إخراج الدواب في الاستسقاء)

ومعه الشيوخ وأهل الدين، ويستحب خروج المميز "وم ش "وقيل :يجوز كالطفل، والبهيمة وقيل فيها :يكره .وفي الفصول :نحن لخروج الشيوخ والصبيان أشد استحبابا، قال :ويؤمر سادة العبيد بإخراج عبيدهم وإمائهم ولا يجب، والمراد مع عدم الفتنة، ويجوز خروج العجوز" 2وم "وقيل: لا وجعله أبو الوفاء ظاهر كلامه، وقيل :يستحب "وهـ ش "ولا تخرج ذات هيئة "الاستسقاء "؛ لأن القصد إجابة الدعاء ، وضررها أكثر، قال صاحب المحرر :يكره(الفروع لابن المفلح الحنبلي ج۳ص ۲۲۷، باب صلاة الاستسقاء)

(ومعه أهل الدين والصلاح والشيوخ) لأنه أسرع إلى إجابتهم، وظاهره :تخرج العجائز، ومن لا هيئة لها، والأشهر :لا يستحب.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۲۱:...... استسقاء کے لئے مسلمانوں کے حکمرانوں کو بھی مسلمانوں کے ساتھ جانا سنت ہے، اور ان کا استسقاء کے لئے جانے سے محروم رہ جانا بُرا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۲:...... اگر مسلمانوں کے ساتھ کچھ غیر مسلم بھی رہتے ہوں، تو ان کو استسقاء کے لئے ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں؛ اور اگر وہ خود سے جائیں تو بعض فقہاء کے نزدیک ان کو اس سے منع کیا جائے گا، اور بعض کے نزدیک اگر وہ مسلمانوں کے اجتماع کے علاوہ کسی الگ جگہ پر ٹھہریں تو اس سے منع نہیں کیا جائے گا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بل قال ابن عقيل :ظاهر كلام أحمد أنه لا يجوز خروجهم، وقيل :يستحب؛ وهو ظاهر كلام جماعة، ولا تخرج ذات هيئة؛ لأن الضرر في خروجهن أكثر.

(ويجوز خروج الصبيان) كالبهائم؛ لأن الرزق مشترك بين الكل، لكن المميز يستحب خروجه (وقال ابن حامد :يستحب) لما روى البزار مرفوعا لولا أطفال رضع، وعباد ركع، وبهائم رتع، لصب عليكم العذاب صبا ، ولأنهم لا ذنوب لهم، فيكون دعاؤهم مستجابا كالمشايخ، والمذهب الأول؛ لأن النص لا يدل على الاستحباب، وإلا لزم استحباب خروج البهائم.

وفي "الفصول "نحن لخروج الشيوخ والصبيان أشد استحبابا(المبدع لابن المفلح الحنبلي ، ج۲ ص۲۰۵،۲۰۶، باب صلاة الاستسقاء)

[1] اتفق الفقهاء على، أن السنة خروج الإمام للاستسقاء مع الناس، فإذا تخلف فقد أساء بترك السنة، ولا قضاء عليه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص۳۱۶،ماده استسقاء،المستسقون)

[2] في المسألة رأيان :الأول :وهو للمالكية، والشافعية، والحنابلة :لا يستحب خروج الكفار وأهل الذمة، بل يكره، ولكن إذا خرجوا مع الناس في يومهم، وانفردوا في مكان وحدهم لم يمنعوا. وجملة ما استدلوا به أنه لا يستحب إخراج أهل الذمة والكفار؛ لأنهم أعداء الله الذين كفروا به وبدلوا نعمة الله كفرا، فهم بعيدون من الإجابة .وإن أغيث المسلمون فربما قالوا :هذا حصل بدعائنا وإجابتنا، وإن خرجوا لم يمنعوا؛ لأنهم يطلبون أرزاقهم من ربهم فلا يمنعون من ذلك، ولا يبعد أن يجيبهم الله تعالى؛ لأنه قد ضمن أرزاقهم في الدنيا، كما ضمن أرزاق المؤمنين .ولكن يؤمرون بالانفراد عن المسلمين؛ لأنه لا يؤمن أن يصيبهم بعذاب فيعم من حضرهم .ولا يخرجون وحدهم، فإنه لا يؤمن أن يتفق نزول الغيث يوم خروجهم وحدهم، فيكون أعظم فتنة لهم، وربما افتتن غيرهم.الرأي الثاني :وهو للحنفية، ورأي للمالكية، قال به أشهب وابن حبيب :لا يحضر الذمي والكافر الاستسقاء ، ولا يخرج له؛ لأنه لا يتقرب إلى الله تعالى بدعائه .والاستسقاء لاستنزال الرحمة، وهي لا تنزل عليهم، ويمنعون من الخروج؛ لاحتمال أن يسقوا فتفتتن به الضعفاء والعوام(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص۳۱۷،ماده استسقاء،خروج الكفار وأهل الذمة)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۲۴۳:...... استسقاء کی دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب اور نیک صالح، متقی وپرہیزگار مسلمانوں کے توسُّل سے دعا کرنا مستحب ہے۔ [1]

اور اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کرنا بھی مستحب ہے۔ [2]

اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک نیک لوگوں اور نیک اعمال کے علاوہ بچوں اور بوڑھوں اور کمزوروں اور جانوروں کا توسل اختیار کرنا بھی مستحب ہے۔

یعنی اس طرح دعا کرنا کہ ''یااللہ! نیک لوگوں اور بچوں اور بوڑھوں اور کمزورں اور جانوروں کے طفیل اور توسل سے بارش عطا فرمادیجئے''۔ [3]

---

[1] اتفق جمهور الفقهاء على استحباب الاستسقاء بأقارب النبى صلى الله عليه وسلم وبالصالحين من المسلمين الذين عرفوا بالتقوى والاستقامة، لأن عمر رضى الله عنه استسقى بالعباس وقال :اللهم إنا كنا إذا قحطنا توسلنا إليک بنبيک فتسقينا، وإنا نتوسل بعم نبينا فاسقنا، فيسقون.

وروى أن معاوية استسقى بيزيد بن الأسود فقال ":اللهم إنا نستسقى بخيرنا وأفضلنا، اللهم إنا نستسقى بيزيد بن الأسود .يا يزيد ارفع يديک إلى الله تعالى، فرفع يديه ورفع الناس أيديهم، فثارت سحابة من المغرب كأنها ترس، وهب لها ريح، فسقوا حتى كاد الناس ألا يبلغوا منازلهم (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۳،ص ۳۱۴،و۳۱۵،ماده استسقاء،الاستسقاء بالصالحين)

ويستحب أن يستسقى الإمام بمن ظهر صلاحه؛ لأن عمر -رضى الله عنه -استسقى بالعباس عم رسول الله -صلى الله عليه وسلم -، واستسقى معاوية والضحاک بيزيد بن الأسود الجرشى، وروى أن معاوية أمر يزيد بن الأسود فصعد المنبر، فقعد عند رجليه، فقال معاوية :اللهم إنا نستشفع إليک بخيرنا وأفضلنا، اللهم إنا نستشفع إليک بيزيد بن الأسود الجرشى، يا يزيد ارفع يديک إلى الله، فرفع يديه ورفع الناس أيديهم، فما كان بأوشک من أن ثارت سحابة فى الغرب، كأنها ترس، وهب لها ريح، فسقوا حتى كاد الناس أن لا يبلغوا منازلهم(الكافى فى فقه الامام احمد لابن قدامة، ج ۱ ص ۳۴۸، باب صلاة الاستسقاء)

[2] ويستحب أن يتوسل كل فى نفسه بما قدم من عمل صالح.

واستدل على هذا بحديث ابن عمر فى الصحيحين عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى قصة أصحاب الغار، وهم الثلاثة الذين آووا إلى الغار، فأطبقت عليهم صخرة، فتوسل كل واحد بصالح عمله، فكشف الله عنهم الصخرة، وقشع الغمة، وخرجوا يمشون (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص ۳۱۵،ماده استسقاء،التوسل بالعمل الصالح)

[3] (ويستسقون بالضعفة والشيوخ) والعجائز والصبيان(الدر المختار مع ردالمحتار، ج ۲ ص ۱۸۵، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲۴:...... استسقاء کے موقع پر ویسے تو اپنی زبان میں دعا کرنا بھی جائز ہے، لیکن اگر مسنون دعاؤں کے الفاظ کے ذریعے سے دعا کی جائے تو مستحب ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۲۵:...... جب بادل آتا ہوئے دیکھیں، تو یہ دعا پڑھنا سنت ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اُرْسِلَ بِهٖ

یعنی ''اے اللہ! ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں، اس کے شر سے، جس کے لئے بھیجا گیا ہے'' (ابنِ ماجة) ۲؎

اس دعا کی برکت سے بادلوں کے آنے سے خیر حاصل ہوتی ہے، اور ان کے شر سے حفاظت ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر۲۶:...... جب بارش ہونے لگے تو یہ دعا پڑھنا سنت ہے:

اَللّٰھُمَّ سَیِّبًا نَافِعًا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ان عمر رضی اللہ عنہ استسقی بالعباس رضی اللہ عنہ، اخرجه البخاری من حدیث انس عن عمر واخرج ابوزرعة الدمشقی فی تاریخه بسند صحیح " ان معاوية استسقی بزيد بن الاسود" وروی احمد فی الزهد ان نحو ذلک وقع لمعاوية مع ابی مسلم الخولانی اهـ(۱ : ۱۵۱) وفيه الاستسقاء بالصالحين، والتوسل بكاملين (اعلاء السنن ج۸ص۱۹۳، باب الاستسقاء بالدعاء وبالصلاة)

(الادب الثانی) يستحب ان يستسقی بالخيار من أقارب رسول الله صلی الله عليه وسلم وبأهل الصلاح من غيرهم وبالشيوخ والضعفاء والصبيان والعجائز وغير ذوات الهيئات من النساء ودليله ما ذكره المصنف وأيضا ففی الصحيح أن رسول الله صلی لله عليه وسلم قال "وهل تنصرون وترزقوا إلا بضعفائكم "قال القاضی حسين والرويانی والرافعی وآخرون من أصحابنا ويستحب ان يذكر كل واحد من القوم فی نفسه ما فعله من الطاعة الجليلة ويتشفع به ويتوسل واستدلوا بحديث ابن عمر فی الصحيحين عن رسول الله صلی الله عليه وسلم "فی قصة أصحاب الغار الثلاثة الذين أووا إلی غارفا طبقت عليهم صخرة فتوسل كل واحد بصالح عمله فازال الله عنهم بسؤال كل واحد ثلثا من الصخرة وخرجوا يمشون "(المجموع شرح المهذب ج۵ص۷۰، ۷۱، باب صلاة الاستسقاء)

۱؎ يستحب الدعاء بما أثر عن النبی(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳، ص۳۱۳، مادہ استسقاء، صيغ الدعاء المأثورة)

۲؎ رقم الحديث ۳۸۸۹، كتاب الدعاء، باب ما يدعو به الرجل إذا رأى السحاب والمطر.

www.idaraghufran.org

یعنی ''اے اللہ نفع دینے والی بارش برسا'' (ابنِ ماجة) [۱]

مسئلہ نمبر ۲۷:...... جب بادل گرجنے کی آواز سنائی دے تو یہ دعا پڑھنی چاہئے، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ آسمانی بجلی کی زد سے حفاظت فرماتے ہیں، دعا یہ ہے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَالْمَلَائِکَةُ مِنْ خِیْفَتِہٖ

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات کہ گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتی ہے، اور فرشتے اس کے خوف سے (تسبیح پڑھتے ہیں) (مؤطا امام مالک) [۲]

مسئلہ نمبر ۲۸:...... جب بارش بہت زیادہ ہونے لگے اور اس سے نقصان کا اندیشہ ہو تو یہ دعا پڑھنی سنت ہے، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ بارش کو روک دیتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اللّٰھُمَّ عَلَی الْآکَامِ وَالْجِبَالِ وَالْآجَامِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ.

ترجمہ: اے اللہ! ہمارے آس پاس اس کو برسا، اور ہم پر نہ برسا، اے اللہ! چھوٹے ٹیلوں اور پہاڑوں اور درمیانے ٹیلوں اور وادیوں (پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان پانی گزرنے والے نالوں) اور درخت پیدا ہونے کی جگہوں پر برسا (بخاری) [۳]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان۔ [۴]

۲۶/ ذوالحجہ/۱۴۳۳ھ 12 /نومبر/2012ء بروز پیر

---

[۱] رقم الحدیث ۳۸۸۹، کتاب الدعاء، باب ما یدعو به الرجل إذا رأی السحاب والمطر.

[۲] رقم الحدیث ۳۶۴۱، کتاب صفة النبی صلی اللہ علیه وسلم، الکلام، مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الروایة ۲۹۸۲۴، سنن البیهقی، رقم الروایة ۶۴۷۱.

[۳] رقم الحدیث ۱۰۱۳، کتاب الجمعة، باب الاستسقاء فی المسجد الجامع.

[۴] ملحوظ رہے کہ استسقاء کی نماز سے متعلق یہ مضمون پہلے بھی ''زلزلہ، استسقاء، قنوتِ نازلہ اور نمازِ گرہن کے احکام'' نامی کتاب میں شائع ہو چکا ہے، لیکن اب اس کی دوبارہ نظرِ ثانی کی گئی، اور بعض جزئیات کا اضافہ اور بعض مقامات پر اصلاح کی گئی۔ محمد رضوان۔ ۲۶/ ذوالحجہ/۱۴۳۳ھ 12 /نومبر/2012ء بروز پیر۔

www.idaraghufran.org

استسقاء کا پہلا خطبہ

استسقاء کی نماز کے بعد دو خطبے پڑھنا سنت ہے، ہم بطورِ نمونہ استسقاء کے دو خطبے تحریر کرتے ہیں، جن کو دیکھ کر بھی پڑھا جاسکتا ہے، اور زبانی پڑھا جائے، تو اور بہتر ہے۔
اس کے علاوہ بھی اہلِ علم نے خطبے تحریر فرمائے ہیں، ان کو بھی پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ تَفْعَلُ مَا تُرِيْدُ. اَللّٰهُمَّ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ (۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ(۲)

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِي الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ: وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ(۳) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَقَامٍ آخَرَ : هُوَالَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ. اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ(۴) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ

---

(۱) صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۹۹۱، باب ذكر ما يدعو المرء به عند وجود الجدب بالمسلمين.

(۲) بخاری عن كعب بن عجره ، رقم الحديث ۳۳۷۰، كتاب احاديث الانبياء، باب قول الله تعالى واتخذ الله إبراهيم خليلا.

(۳) سورة الانبياء آيت ۳۰.

(۴) سورة النحل آيت ۱۰، ۱۱.

www.idaraghufran.org

يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ. يَكَادُ سَنَابَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ(۱) وَقَالَ تَعَالٰى : وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ. فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَمْشِىْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ. يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ. اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ(۲) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَهُوَالَّذِىْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ. وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا لِّنُحْيِىَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِىَّ كَثِيْرًا(۳) وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : اَللّٰهُ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِى السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَاهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ(۴) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ(۵) وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِىْٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ(۶) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ(۷) وَقَالَ تَعَالٰى: اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ. اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا. (۸) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَمَاكَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ(۹) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا ، وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

(۱)سورۃ النور آیت ۴۳.
(۲)سورۃ النور آیت ۴۵.
(۳)سورۃ الفرقان آیت ۴۸، ۴۹.
(۴)سورۃ الروم آیت ۴۸.
(۵)سورۃ لقمان آیت ۳۴.
(۶)سورۃ المؤمن، آیت ۶۰.
(۷)سورۃ ھود آیت ۳.
(۸)سورۃ نوح آیت ۱۰ تا ۱۲.
(۹)سورۃ الانفال آیت ۳۳.

وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ، وَأَلِّفْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ، وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ(۱) اَللّٰهُمَّ ضَاحَتْ بِلَادُنَا وَأَغْبَرَتْ أَرْضُنَا وَهَامَتْ دَوَابُّنَا، اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْبَرَكَاتِ مِنْ أَمَاكِنِهَا، وَنَاشِرَ الرَّحْمَةِ مِنْ مَعَادِنِهَا بِالْغَيْثِ الْمُغِيْثِ، أَنْتَ الْمُسْتَغْفِرُ لِلْأَنَامِ، فَنَسْتَغْفِرُكَ لِلْجُمَّاتِ مِنْ ذُنُوْبِنَا، وَنَتُوْبُ إِلَيْكَ مِنْ عَظِيْمِ خَطَايَانَا .اَللّٰهُمَّ أَرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا وَّاكِفًا مَغْزُوْرًا مِنْ تَحْتِ عَرْشِكَ، مِنْ حَيْثُ يَنْفَعُنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا، دَارِعًا رَائِعًا مُمَرِّعًا طَبَقًا غَدَقًا خَصَبًا، تَسْرَعُ لَنَا بِهِ النَّبَاتَ، وَتَكْثُرُ لَنَا بِهِ الْبَرَكَاتَ، وَتَقْبُلُ بِهِ الْخَيْرَاتِ، اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ قُلْتَ فِيْ كِتَابِكَ "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ "اَللّٰهُمَّ فَلَا حَيَاةَ لِشَيْءٍ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ إِلَّا بِالْمَاءِ ، اَللّٰهُمَّ وَقَدْ قَنَطَ النَّاسُ، أَوْ مَنْ قَنَطَ مِنْهُمْ وَسَاءَ ظَنُّهُمْ وَهَامَتْ بَهَائِمُهُمْ وَعَجَّتْ عَجِيْجُ الثُّكْلٰى عَلٰى أَوْلَادِهَا، إِذْ حُبِسَتْ عَنَّا قَطْرُ السَّمَاءِ ، فَدَقَّ لِذٰلِكَ عَظْمُهَا، وَذَهَبَ لَحْمُهَا، وَذَابَّ شَحْمُهَا، اَللّٰهُمَّ . اِرْحَمْ أَنِيْنَ الْآنَةِ وَحَنِيْنَ الْحَانَةِ وَمَنْ لَّا يَحْمِلُ رِزْقَهٗ غَيْرُكَ، اَللّٰهُمَّ اِرْحَمْ مِنَ الْبَهَائِمِ الْحَائِمَةِ، وَالْأَنْعَامِ السَّائِمَةِ، وَالْأَطْفَالِ الصَّائِمَةِ، اَللّٰهُمَّ اِرْحَمِ الْمَشَايِخَ الرُّكَّعِ، وَالْأَطْفَالَ الرُّضَّعِ، وَالْبَهَائِمَ الرُّتَّعَ، اَللّٰهُمَّ زِدْنَا قُوَّةً إِلٰى قُوَّتِنَا، وَلَا تَرُدَّنَا مَحْرُوْمِيْنَ، إِنَّكَ سَمِيْعٌ بِالدُّعَاءِ ، بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ(۲) وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ م بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ. وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ(۳)

---

(۱)السنن الکبریٰ للبیہقی ، رقم الحدیث ۶۴۳ ۳۱، کتاب الصلاۃ، باب دعاء القنوت.

(۲)ج ۱۰ ص ۲۳۹، ۲۴۰،تحت ترجمة سلام بن سلمة ویقال ابن سلیم، وکنز العمال ج۸ص، ۴۳۶، رقم الحدیث ۲۳۵۴۶، بحوالہ ابن عساکر وقال رجالہ ثقات.

(۳)سورۃ الشوریٰ آیت ۲۸ .

Idara Ghufran

استسقاء کا دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ اَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَامَنْ يَّهْدِی اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَهٗ،وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِیَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَیِ السَّاعَةَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَايَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ (۲) قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: وَهُوَ الَّذِیْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَیْ رَحْمَتِهٖ. حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ. كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (۳) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ. اِنَّ الَّذِیْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى. اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ (۴) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ (۵) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يٰعِبَادِیَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ. اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا.

---

(۱)(سورة الاحزاب آیت ۵۶)

(۲)فضل الصلاة على النبى لاسماعيل بن اسحاق رقم الحديث ۵۸.

(۳)سورة الاعراف آیت ۵۷.

(۴)سورة حم السجدة آیت ۳۹.

(۵)سورة هود آیت ۵۲.

اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ(۱)

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْحَمُ اُمَّتِيْ بِاُمَّتِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَاَشَدُّهُمْ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ وَاَصْدَقُهُمْ حَيَآءً عُثْمَانُ وَاَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَحَمْزَةُ اَسَدُ اللّٰهِ وَاَسَدُ رَسُوْلِهٖ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهٖ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً لَّاتُغَادِرُ ذَنْبًا،اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضاً بَعْدِيْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ وَخَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ (خطبات الاحکام لجمعات العام)

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ. يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ، فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ(۲)

فقط

---

(۱)سورۃ الزمر آیت ۵۳، ۵۴.

(۲)سورۃ النحل آیت ۹۰.

www.idaraghufran.org

(۲۳)

سجدۂ شکر کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سجدۂ شکر سنت ومستحب ہے، اوراس کے لئے نماز کی طرح پاک وغیرہ ہونے کی شرط ہے، اس لئے نفل وسنت نمازوں کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے سجدۂ شکر کے احکام ذکر کئے جاتے ہیں۔

سجدۂ شکر کا کئی احادیث میں ذکر آیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف مواقع پر سجدۂ شکر کرنا ثابت ہے۔

پہلے اس کے ثبوت پر چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں، جس کے بعد متعلقہ مسائل کا ذکر آتا ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا جَاءَهُ أَمْرُ سُرُوْرٍ أَوْ بُشِّرَ بِهِ خَرَّ سَاجِدًا شَاكِرًا لِلّٰهِ (سنن أبی داؤد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی خوشی کی بات آتی تھی، یا آپ کو کوئی خوشخبری سنائی جاتی تھی، تو آپ اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ ریز ہوجاتے تھے (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُشِّرَ بِحَاجَةٍ فَخَرَّ سَاجِدًا (سنن ابن ماجه) [2]

---

[1] رقم الحديث ۲۷۷۴، كتاب الجهاد، باب فی سجود الشكر.

[2] رقم الحديث ۱۳۹۲، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فی الصلاة والسجدة عند الشكر.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کام کی خوشخبری سنائی گئی، تو آپ سجدہ ریز ہوگئے (ابنِ ماجہ)

ان احادیث سے نعمت وخوشی میسر آنے پر سجدۂ شکر کرنا معلوم ہوا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَتَوَجَّہَ نَحْوَ صَدَقَتِہٖ فَدَخَلَ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ فَخَرَّ سَاجِدًا، فَأَطَالَ السُّجُوْدَ حَتّٰی ظَنَنْتُ أَنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ قَبَضَ نَفْسَہٗ فِیْھَا، فَدَنَوْتُ مِنْہُ، ثُمَّ جَلَسْتُ فَرَفَعَ رَأْسَہٗ، فَقَالَ: مَنْ ھٰذَا ؟قُلْتُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، قَالَ:مَا شَأْنُکَ؟قُلْتُ:یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ سَجَدْتَ سَجْدَۃً خَشِیْتُ أَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ قَبَضَ نَفْسَکَ فِیْھَا، فَقَالَ:إِنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ، أَتَانِیْ فَبَشَّرَنِیْ، فَقَالَ:إِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ:مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ صَلَّیْتُ عَلَیْہِ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَیْکَ سَلَّمْتُ عَلَیْہِ، فَسَجَدْتُ لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ شُکْرًا (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۶۴؛ مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۸۱۰) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، پھر کھجور کے باغ کی طرف تشریف لے گئے، اوراس میں داخل ہوگئے، اور قبلہ کی طرف رُخ کرلیا، اور سجدہ ریز ہوگئے، اور بہت لمبا سجدہ کیا، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ اللہ عزوجل نے

---

[1] قال الھیثمی:

رواہ أحمد ورجالہ ثقات(مجمع الزوائد ج۲ص۲۸۷، باب سجود الشکر)

وقال الحاکم:

ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ، ولا اعلم فی سجدۃ الشکر اصح من ھذا الحدیث، وقد خرجت حدیث بکار بن عبدالعزیز بن ابی بکرۃ بعد ھذا (حوالہ بالا)

وقال الذھبی فی التلخیص :علی شرطھما.

وفی حاشیۃ مسند احمد:حسن لغیرہ.

www.idaraghufran.org

آپ کی روح قبض فرمالی ہے، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا، اور بیٹھ گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھایا، اور فرمایا کہ یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ عبدالرحمٰن! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے اِتنا لمبا سجدہ کیا، جس سے مجھے ڈر ہوا کہ اللہ عزوجل نے آپ کی روح کو قبض فرمالیا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے، اور مجھے یہ خوشخبری سنائی، کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ جو آپ پر درود بھیجے گا، میں اس پر رحمت نازل کروں گا، اور جو آپ پر سلام بھیجے گا، میں اس پر سلامتی نازل کروں گا، تو اس پر میں نے اللہ عزوجل کے لئے سجدۂ شکر کیا (مسند احمد؛ حاکم)

یہ حدیث مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہے، اور سند کے لحاظ سے معتبر ہے۔ [1]

---

[1] (حتى دخل نخلا) ، أى :بستان نخل، وفى رواية :فتوجه نحو صدقته فدخل فاستقبل القبلة فخر ساجدا ، وفى رواية :فوجدته قد دخل حائطا من الأسواق ، وهو بالفاء ، موضع بالمدينة، خوضا ثم صلى ركعتين (فسجد) : أى :سجدة كما فى رواية (فأطال السجود حتى خشيت أن يكون الله تعالى قد توفاه) ، أى :قبض نفسه فيها كما فى رواية، قال، أى :عبد الرحمن (فجئت أنظر) : هل هو حى أو ميت؟ وفى رواية :فأطال السجدة حتى ظننت أن الله قبض نفسه فيها، فدنوت منه (فرفع رأسه فقال) صلى الله عليه وسلم :("ما لک؟ ") ، أى :أى شىء عرض لک حتى ظهرت أمارة الحزن والفزع عليک؟ وفى رواية قال " :من هذا "قلت :عبد الرحمن، قال " :ما شأنک؟ (فذكرت ذلک) ، أى :الخوف المرادف للخشية التى مستفادة من خشيت (له) : عليه السلام، وفى رواية قال :قلت :يا رسول الله، سجدت سجدة حتى ظننت أن يكون الله قبض نفسک فيها، (قال :فقال " :إن جبريل عليه السلام قال لى :ألا أبشرک أن الله عز وجل) : بفتح أن، وقيل : بكسرها ;لأن فى البشارة معنى القول ("يقول لک ") : وفى (لک) ، إيماء لک ("من صلى عليک ") ، أى :صلاة كما فى نسخة ("صليت عليه، ومن سلم عليک سلمت عليه "، رواه أحمد) : قال ميرک :ورواه الحاكم، وقال :صحيح الإسناد، ورواه أبو على، وابن أبى الدنيا نحوه، وزاد أحمد فى بعض رواياته " :لسجدت شكرا لله "انتهى، قال السخاوى :ونقل البيهقى فى الخلافيات عن الحاكم وقال :هذا حديث صحيح، ولا أعلم فى سجدة الشكر أصح من هذا الحديث .انتهى، وله طرق متعددة ذكرها السخاوى فى القول البديع (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۲ ص۷۵۰، باب الصلاة على النبى وفضلها)

www.idaraghufran.org

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درود وسلام کے اجر وثواب کی نعمت پر سجدۂ شکر ادا کیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ نُرِيْدُ الْمَدِيْنَةَ، فَلَمَّا كُنَّا قَرِيْبًا مِنْ عَزْوَرَا نَزَلَ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللّٰهَ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلًا، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللّٰهَ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلًا، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا، ذَكَرَهُ أَحْمَدُ ثَلَاثًا، قَالَ: إِنِّيْ سَأَلْتُ رَبِّيْ وَشَفَعْتُ لِأُمَّتِيْ، فَأَعْطَانِيْ ثُلُثَ أُمَّتِيْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا شُكْرًا لِرَبِّيْ، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِيْ فَسَأَلْتُ رَبِّيْ لِأُمَّتِيْ فَأَعْطَانِيْ ثُلُثَ أُمَّتِيْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ شُكْرًا، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِيْ، فَسَأَلْتُ رَبِّيْ لِأُمَّتِيْ فَأَعْطَانِيْ الثُّلُثَ الْآخِرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ (سنن أبي داؤد)[1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ جانے کے لیے روانہ ہوئے، جب ہم (مقام) عَـزْورا پر پہنچے، تو آپ اترے، پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر تھوڑی دیر اللہ سے دعا کی پھر سجدے میں گر پڑے اور کافی دیر تک سجدہ ہی میں رہے، پھر آپ کھڑے ہوئے اور پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور دوبارہ سجدہ میں چلے گئے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے اور پھر کھڑے ہوئے اور کچھ دیر تک ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور پھر سجدہ میں چلے گئے۔

احمد (راوی) نے اس عمل کے تین مرتبہ کرنے کا ذکر کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی، اور اپنی امت (کی مغفرت

---

[1] رقم الحديث ۲۷۷۵، كتاب الجهاد، باب في سجود الشكر.

www.idaraghufran.org

وبخشش) کے لئے شفاعت کی، تو اللہ تعالیٰ نے ایک تہائی امت مجھے دے دی (یعنی ایک تہائی امت کے حق میں میری شفاعت قبول فرمالی) پس میں نے اپنے رب کا سجدۂ شکر ادا کیا پھر میں نے سر اٹھایا اور دوبارہ اپنی امت کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مزید ایک تہائی امت مجھے دے دی؛ پس میں نے دوسری مرتبہ اپنے رب کے لئے سجدۂ شکر ادا کیا، میں نے پھر سر اٹھایا اور اپنی امت کے لیے رحمت و مغفرت کی مزید دعا کی، تو اللہ تعالیٰ نے آخری تہائی امت بھی مجھے دے دی؛ پس میں نے اپنے رب کے لئے تیسرا سجدۂ شکر ادا کیا (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کے حق میں مغفرت وبخشش کی دعا قبول ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار سجدۂ شکر ادا کیا، جس سے سجدۂ شکر کا ثبوت ہوا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ إِلَى الْيَمَنِ يَدْعُوْهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فِيْ بَعْثِهِ عَلِيًّا، وَإِقْفَالِهِ خَالِدًا، ثُمَّ فِيْ إِسْلَامِ هَمْدَانَ قَالَ: فَكَتَبَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِسْلَامِهِمْ، فَلَمَّا قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ خَرَّ سَاجِدًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلٰى هَمْدَانَ اَلسَّلَامُ عَلٰى هَمْدَانَ (معرفة السنن والآثار للبيهقي، رقم الحديث ۴۷۴۴، سجود الشكر) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو یمن کی طرف بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں، پھر (حضرت براء راوی نے) حضرت علی کے بھیجنے اور حضرت خالد کے واپس بلانے کا ذکر کیا، پھر ہمدان کے اسلام لانے کا

---

[1] قال البيهقي: هذا اسناد صحيح، قد اخرج البخاري صدر الحديث ، ولم يسقه بتمامه ، وسجود الشكر فى تمام الحديث صحيح على شرطه.

ذکر کیا، اور فرمایا کہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اسلام لانے کا لکھا، تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکتوب کو پڑھا، تو سجدہ میں گر پڑے، پھر اپنا سر مبارک اٹھایا، اور فرمایا کہ ہمدان پر سلام ہو، ہمدان پر سلام ہو (بیہقی)

اور ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَلَمَّا قَرَأَ كِتَابَهُ كَبَّرَ جَالِسًا ، ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلٰى هَمْدَانَ ثَلَاثًا (مسند الرویانی) [1]

ترجمہ: پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مکتوب کو پڑھا، تو آپ نے بیٹھ کر اللہ اکبر کہا، پھر سجدہ کیا، پھر فرمایا کہ سلام ہو ہمدان پر، تین مرتبہ (مسند الرویانی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمدان کے اسلام قبول کرنے کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر ادا کیا۔

مذکورہ سب احادیث سے سجدۂ شکر کا ثبوت ہوا۔

بعض دوسری روایات میں بھی سجدۂ شکر کا ذکر ہے۔ [2]

اور کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی نعمت اور خوشی کے موقع پر سجدۂ شکر کا ادا کرنا

---

[1] رقم الحدیث ۳۰۴، ج ا ص ۲۱۸، الناشر: مؤسسة قرطبة -القاهرة.

[2] عن أبی جعفر :أن النبی صلی الله علیه وسلم رأی رجلا قصیرا یقال له :زنیم فسجد ، وقال :الحمد لله الذی لم یجعلنی مثل هذا (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۸۴۹۸ ، باب فی سجدة الشكر)

عن أبی جعفر :أن النبی صلی الله علیه وسلم مر بنغاشی فسجد وقال :اسألوا الله العافیة(ایضاً، رقم الحدیث ۸۵۰۵)

عن أبی عون الثقفی ، عن یحیی بن الجزار :أن النبی صلی الله علیه وسلم مر به رجل به زمانة فسجد ، وأبو بکر ، وعمر(ایضاً، رقم الحدیث ۸۵۰۰)

ثابت ہے۔ ۱؎

خلاصہ یہ کہ کسی نعمت کے حاصل ہونے یا مصیبت و پریشانی سے نجات ملنے کے موقع پر سجدۂ شکر کرنا شریعت سے ثابت ہے۔ ۲؎

احادیث وروایات کے بعد سجدۂ شکر سے متعلق چند اہم احکام ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر۱:......اکثر فقہائے کرام کے نزدیک سجدۂ شکر عبادت ہے، اور احناف کا فتویٰ بھی

۱؎ عن أبي عون الثقفي محمد بن عبيد الله ، عن رجل لم يسمه ، أن أبا بكر لما فتح اليمامة سجد(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۸۴۹۹، باب فی سجدة الشكر)

عن زيد بن أسلم ، عن أبيه :أن عمر أتاه فتح من قبل اليمامة فسجد(ايضاً، رقم الحديث ۸۵۰۱)

عن محمد بن قيس الهمدانی ، عن شيخ لهم يكنى أبا موسى قال :شهدت عليا لما أتى بالمخدج سجد(ايضاً، رقم الحديث ۸۵۰۲)

عن أبي موسى :أن عليا لما أتى بالمخدج سجد(ايضاً، رقم الحديث۸۵۰۳)

عن أبي مؤمن الوائلی قال :شهدت عليا لما أتى بالمخدج سجد (ايضاً، رقم الحديث ۸۵۰۸)

حدثنا ربان بن صبرة الحنفی :أنه شهد يوم النهروان ، قال :وكنت فيمن استخرج ذا الثدية فبشر به عليا قبل أن ينتهی إليه ، فانتهينا إليه وهو ساجد فرحا به (ايضاً، رقم الحديث ۸۵۱۰)

عن أبي صالح ، عن ابن عباس قال :لما نزل نكاح زينب انطلق زيد بن حارثة حتى استأذن على زينب ، قال :فقالت زينب :ما لی ولزيد ، قال :فأرسل إليها فقال :إنی رسول رسول الله صلى الله عليه وسلم إليک ، قال :فأذنت له ، فبشرها أن الله قد زوجها من نبيه صلى الله عليه وسلم ، قال :فخرت ساجدة لله شكرا (ايضاً، رقم الحديث ۸۵۰۶)

۲؎ السجود تقدم بيانه، والشكر لغة :هو الاعتراف بالمعروف المسدى إليک، ونشره، والثناء على فاعله، وضده الكفران، قال تعالى :(ومن يشكر فإنما يشكر لنفسه ومن كفر فإن الله غنی حميد) وحقيقة الشكر :ظهور أثر النعمة على اللسان والقلب والجوارح، بأن يكون اللسان مقرا بالمعروف مثنيا به، ويكون القلب معترفا بالنعمة، وتكون الجوارح مستعملة فيما يرضاه المشكور.

والشكر لله فی الاصطلاح :صرف العبد النعم التی أنعم الله بها عليه فی طاعته.

وسجود الشكر شرعا :هو سجدة يفعلها الإنسان عند هجوم نعمة، أو اندفاع نقمة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۴۵، مادة"سجود")

www.idaraghufran.org

اسی پر ہے۔ [1]

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے سجدۂ شکر کے بارے میں جو یہ مروی ہے کہ یہ کچھ نہیں ہے، تو اس کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مراد اس کے عبادت اور مشروع ہونے کی نفی کرنا نہیں ہے، بلکہ آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ ضروری یا واجب درجہ کا عمل

---

[1] اختلف الفقهاء في مشروعية السجود للشكر، فذهب الشافعي وأحمد وإسحاق وأبو ثور وابن المنذر وأبو يوسف ومحمد وعليه الفتوى، وهو قول ابن حبيب من المالكية وعزاه ابن القصار إلى مالك وصححه البناني إلى أنه مشروع .لما ورد من حديث أبي بكرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا أتاه أمر سرور -أو :بشر به -خر ساجدا شاكرا لله وسجد أبو بكر الصديق رضي الله عنه حين فتح اليمامة حين جاء ه خبر قتل مسيلمة الكذاب.

وسجد علي رضي الله عنه حين وجد ذا الثدية بين قتلى الخوارج، وروى السجود للشكر عن جماعة من الصحابة.

وروى أحمد في مسنده من حديث عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنه أن جبريل قال للنبي صلى الله عليه وسلم :يقول الله تعالى :من صلى عليك صليت عليه، ومن سلم عليك سلمت عليه فسجد النبي صلى الله عليه وسلم شكرا لله وذكر الحاكم أنه صلى الله عليه وسلم سجد لرؤية زمن، وأخرى لرؤية قرد، وأخرى لرؤية نغاشي قال الحجاوي :النغاشي قيل :هو ناقص الخلقة، وقيل :هو المبتلى، وقيل :مختلط العقل .واستدلوا أيضا بحديث ابن عباس رضي الله عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في سجدة (ص) : سجدها داود توبة، وأسجدها شكرا، وبحديث كعب بن مالك رضي الله عنه عند البخاري أنه "لما بشر بتوبة الله عليه خر ساجدا.

وذهب أبو حنيفة ومالك على المشهور عنه، والنخعي على ما حكاه عنه ابن المنذر إلى أن السجود للشكر غير مشروع.

قال البناني :وجه المشهور عن مالك عمل أهل المدينة، وذلك لما في العتبية أنه قيل لمالك: إن أبا بكر الصديق سجد في فتح اليمامة شكرا، قال :ما سمعت ذلك، وأرى أنهم كذبوا على أبي بكر، وقد فتح الله على رسوله صلى الله عليه وسلم وعلى المسلمين فما سمعت أن أحدا منهم سجد.

واحتج ابن المنذر لأصحاب هذا القول بأن النبي صلى الله عليه وسلم شكا إليه رجل القحط وهو يخطب، فرفع يديه ودعا، فسقوا في الحال ودام المطر إلى الجمعة الأخرى، فقال رجل :يا رسول الله، تهدمت البيوت وتقطعت السبل فادع الله يرفعه عنا، فدعا فرفعه في الحال قال :فلم يسجد النبي صلى الله عليه وسلم لتجدد نعمة المطر أولا، ولا لرفع نقمته آخرا.

واحتج أيضا بأن الإنسان لا يخلو من نعمة، فإن كلفه لزم الحرج(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴،ص۲۴۶ وص۲۴۷،مادة"سجود")

نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱

---

۱ وسجدة الشكر :مستحبة به يفتى لكنها تكره بعد الصلاة لأن الجهلة يعتقدونها سنة أو واجبة وكل مباح يؤدى إليه فمكروه(الدر المختار)

مطلب فى سجدة الشكر (قوله وسجدة الشكر) كان الأولى تأخير الكلام عليها بعد إنهاء الكلام على سجدة التلاوة ط وهى لمن تجددت عنده نعمة ظاهرة أو رزقه الله تعالى مالا أو ولدا أو اندفعت عنه نقمة ونحو ذلك يستحب له أن يسجد لله تعالى شكرا مستقبل القبلة يحمد الله تعالى فيها ويسبحه ثم يكبر فيرفع رأسه كما فى سجدة التلاوة سراج.

(قوله به يفتى) هو قولهما .وأما عند الإمام فنقل عنه فى المحيط أنه قال لا أراها واجبة لأنها لو وجبت لوجب فى كل لحظة لأن نعم الله تعالى على عبده متواترة وفيه تكليف ما لا يطاق .ونقل فى الذخيرة عن محمد عنه أنه كان لا يراها شيئا وتكلم المتقدمون فى معناه؛ فقيل لا يراها سنة، وقيل شكرا تاما لأن تمامه بصلاة ركعتين كما فعل -عليه الصلاة والسلام -يوم الفتح، وقيل أراد نفى الوجوب، وقيل نفى المشروعية وأن فعلها مكروه لا يثاب عليه بل تركه أولى وعزاه فى المصفى إلى الأكثرين فإن كان مستند الأكثرين ثبوت الرواية عن الإمام به فذاك وإلا فكل من عبارتيه السابقتين محتمل والأظهر أنها مستحبة كما نص عليه محمد لأنها قد جاء فيها غير ما حديث وفعلها أبو بكر وعمر وعلى فلا يصح الجواب عن فعله -صلى الله عليه وسلم -بالنسخ كذا فى الحلية ملخصا وتمام الكلام فيها وفى الإمداد فراجعهما .وفى آخر شرح المنية :وقد وردت فيه روايات كثيرة عنه -عليه الصلاة والسلام -فلا يمنع عنه لما فيه من الخضوع وعليه الفتوى .وفى فروق الأشباه :سجدة الشكر جائزة عنده لا واجبة وهو معنى ما روى عنه أنها ليست مشروعة وجوبا وفيها من القاعدة الأولى والمعتمد أن الخلاف فى سنيتها لا فى الجواز .اهـ(رد المحتار، ج۲،ص۱۱۹،وص۱۲۰، كتاب الصلاة،باب سجود التلاوة)

(ومما يتصل بذلك مسائل سجدة الشكر) وسجدة الشكر لا عبرة لها عند أبى حنيفة -رحمه الله تعالى -وهى مكروهة عنده لا يثاب عليها وتركها أولى.

وقال أبو يوسف ومحمد -رحمهما الله تعالى -هى قربة يثاب عليها وصورتها عندهما أن من تجددت عنده نعمة ظاهرة أو رزقه الله تعالى ولدا أو مالا أو وجد ضالة أو اندفعت عنه نقمة أو شفى مريض له أو قدم له غائب يستحب له أن يسجد شكرا لله تعالى مستقبل القبلة يحمد الله فيها ويسبحه ثم يكبر أخرى فيرفع رأسه كما فى سجدة التلاوة، كذا فى السراج الوهاج.

قال فى الحجة :ولا يمنع العباد من سجدة الشكر لما فيها من الخضوع والتعبد وعليه الفتوى، كذا فى التتارخانية ويكره أن يسجد شكرا بعد الصلاة فى الوقت الذى يكره فيه النفل ولا يكره فى غيره، كذا فى القنية.

وأما إذا سجد بغير سبب فليس بقربة ولا مكروه وما يفعل عقيب الصلوات مكروه؛ لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة وكل مباح يؤدى إليه فمكروه، هكذا فى الزاهدى(الفتاوى الهندية، ج۱،ص۱۳۵، كتاب الصلاة،الباب الثالث عشر)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲:...... جب کوئی نعمت حاصل ہو، مثلاً اولاد یا بیوی، یا ملازمت یا کاروبار وغیرہ کی نعمت، یا کوئی تکلیف و پریشانی دور ہو، مثلاً مریض کو شفا حاصل ہو، یا گم شدہ چیز واپس مل جائے، یا کسی حادثہ میں جان، مال محفوظ ہوجائے، یا کسی کو بیماری یا پریشانی یا گناہ میں مبتلا دیکھ کر اپنے سلامت ہونے پر خوشی ہو، تو اس قسم کے مواقع پر سجدۂ شکر کرنا مستحب ہے۔ ؎[1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

روى عن إبراهيم النخعي رضى الله عنه :أنه كان يكره سجدة الشكر، وعن محمد أن أبا حنيفة كان لا يراها شيئاً، ويستحبها قال محمد :وقد جاء فيها غير حديث، وتكلم المتقدمون فى معنى قول محمد، وكان أبو حنيفة رضى الله عنه لا يراها شيئاً؛ بعضهم قالوا :معناه لا يراها قربة، وهكذا ذكر الطحاوى فى اختلاف العلماء، وفي القدورى معناه كان لا يراها مسنوناً، وهو قريب من الأول، وبعضهم قالوا :معناه لا يراها شكراً تاماً، فتمام الشكر أن يصلى ركعتين كما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم فتح مكة، ولم يذكر محمد رحمه الله قول أبى يوسف فى شىء من الكتب وذكر القاضى الإمام الزاهد ركن الإسلام على السغدى رحمه الله فى شرح كتاب السير قول أبى يوسف رحمه الله مع محمد رحمه الله، احتج بما روى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر برجل به زمانة فسجد، وأمر أبا بكر وعمر رضى الله عنهما فسجدا، وعن أبى بكر رضى الله عنه أنه لما أتاه فتح اليمامة سجد، وأبو حنيفة رضى الله عنه يقول :السجود ركن من أركان الصلاة مفرداً، فلا يتقرب بها إلى الله تعالى على الانفراد تطوعاً قياساً على القيام المفرد، والركوع المفرد، وأما ما روى من الأحاديث قلنا :يحتمل أن المراد من السجدة المذكورة فيها الصلاة، فأهل الحجاز يسمون الصلاة سجدة، قال الله تعالى :(يا مريم اقنتى لربك واسجدى) (آل عمران 43:) أى صلى، وإذا جاز تسمية الصلاة سجدة احتمل أن يكون المراد من الحديث الصلاة، فلا يكون حجة مع الاحتمال .وبعض المتأخرين من مشايخنا قالوا :لم يرد محمد رحمه الله بقوله، وأما أبو حنيفة: فكان لا يراها شيئاً، نفى شرعيتها قربة، وإنما أراد به نفى وجوبه كذا ههنا، فعلى قوله ههنا يرتفع الخلاف .ولو أتى بها إنسان لا يكون مكروهاً.

وجه الكراهة على قول النخعى وأبى حنيفة رضى الله عنهما على ما ذكره القدورى :أنه لو فعلها من كان منظوراً إليه، وظن ظان أنه واجب أو سنة متبعة عند حدوث نعمة فقد أدخل فى الدين ما ليس منه، وقد قال عليه السلام :من أدخل فى الدين ما ليس منه فهو مكروه(المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، ج ۵، ص ۳۲۳، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل السادس فى سجدة الشكر)

[1] يشرع سجود الشكر عند من قال به لطروء نعمة ظاهرة، كأن رزقه الله ولدا بعد اليأس، أو لاندفاع نقمة كأن شفى له مريض، أو وجد ضالة، أو نجا هو أو ماله من غرق أو حريق .أو لرؤية مبتلى أو عاص أى شكرا لله تعالى على سلامته هو من مثل ذلك البلاء وتلك المعصية.

وصرح الشافعية والحنابلة بأنه يسن السجود سواء كانت النعمة الحاصلة أو النقمة المندفعة خاصة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۳:...... فقہائے کرام نے فرمایا کہ سجدۂ شکرہ کے لئے وہی شرائط ہیں، جو کہ نماز کے لئے ہیں، مثلاً لباس، جسم اور جگہ وغیرہ کا پاک ہونا، اور قبلہ کی طرف رخ کرنا، وغیرہ۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴:...... سجدۂ شکر کا طریقہ یہ ہے کہ جب سجدۂ شکر کرنا چاہے، تو باوضو ہو کر قبلہ کی طرف رخ کر کے اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے، اور نماز والے سجدہ کی تکبیرات کہے، اور الحمدللہ پڑھے، اور پھر تکبیر کہتا ہوا سجدہ سے سر اٹھالے۔

اور سجدۂ شکر میں جانے کے لئے تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، اور اسی طرح سجدۂ شکر سے فارغ ہونے کے بعد تشہد اور سلام کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

به أو بنحو ولده، أو عامة للمسلمين، كالنصر على الأعداء ، أو زوال طاعون ونحوه.

وفي قول عند الحنابلة :يسجد لنعمة عامة ولا يسجد لنعمة خاصة، قدمه ابن حمدان في الرعاية الكبرى.

ثم إنه عند الشافعية والحنابلة :لا يشرع السجود لاستمرار النعم لأنها لا تنقطع،ولأن العقلاء يهنئون بالسلامة من الأمر العارض ولا يفعلونه كل ساعة.

قال الرملي :وتفوت سجدة الشكر بطول الفصل بينها وبين سببها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۴،ص ۲۴۸،ماده سجود)

[1] صرح الشافعية والحنابلة بأن سجود الشكر يشترط له ما يشترط للصلاة، أى من الطهارة، واستقبال القبلة، وستر العورة، واجتناب النجاسة.

وعلى هذا فمن كان فاقد الطهورين ليس له أن يسجد للشكر كما صرح به الشرقاوى.

وعلى القول بجواز سجود الشكر عند المالكية فالمشهور أنه يفتقر إلى طهارة على ظاهر المذهب، واختار بعض المالكية عدم افتقاره إلى ذلك، قال الحطاب :لأن سر المعنى الذى يؤتى بالسجود لأجله يزول لو تراخى حتى يتطهر .واختار ابن تيمية أنه لا يشترط الطهارة لسجود الشكر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۴، ص ۲۴۸،ماده سجود)

[2] البتہ بعض فقہاء سجدۂ شکر کے بعد سلام پھیرنے کے قائل ہیں۔

يصرح الشافعية والحنابلة بأن سجود الشكر تعتبر فى صفاته صفات سجود التلاوة خارج الصلاة، وإذا أراد أن يسجد للشكر لله تعالى يستقبل القبلة ويكبر ويسجد سجدة يحمد الله تعالى فيها ويسبحه.

ثم يكبر تكبيرة أخرى ويرفع رأسه .قال فى الفتاوى الهندية :كما فى سجود التلاوة، وقد قال فى سجود التلاوة :يكبر للسجود ولا يرفع يديه .وإذا رفع من السجود فلا تشهد عليه ولا سلام.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۵:...... اگرکوئی نماز میں مشغول ہو،تو نماز میں مشغول ہونے کی حالت میں سجدۂ شکرنہیں کرنا چاہئے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾

غير أن فى التشهد والتسليم عند الشافعية من سجود الشكر بعد الرفع ثلاثة أقوال أصحها :أنه يسلم ولا يتشهد.

وعند الحنابلة اختلاف فى سجود التلاوة هل يرفع يديه عند تكبيرتها الأولى أم لا، ومقتضى ذلك جريان الخلاف فى مثل ذلك فى سجدة الشكر، ويسلم، ولا تشهد عليه.

وصرحوا أيضا بأنه يعتبر فى سجود الشكر السجود على الأعضاء السبعة، وأن ذلك ركن فيه، ويجب فيه التكبير والتسبيح، إلا أنه ليس فيه تشهد ولا جلوس له، وأنه تجزء فيه تسليمة واحدة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص۲۴۸وص ۲۴۹،ماده سجود)

مطلب فى سجدة الشكر (قوله وسجدة الشكر) كان الأولى تأخير الكلام عليها بعد إنهاء الكلام على سجدة التلاوة ط وهى لمن تجددت عنده نعمة ظاهرة أو رزقه الله تعالى مالا أو ولدا أو اندفعت عنه نقمة ونحو ذلك يستحب له أن يسجد لله تعالى شكرا مستقبل القبلة يحمد الله تعالى فيها ويسبحه ثم يكبر فيرفع رأسه كما فى سجدة التلاوة سراج (ردالمحتار، ج۲، ص ۱۱۹، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة)

ل يصرح الشافعية والحنابلة أنه لا يجوز أن يسجد للشكر وهو فى الصلاة، لأن سببها خارج عن الصلاة، فإن سجد فى الصلاة بطلت صلاته .قالوا :إلا أن يكون جاهلا أو ناسيا فلا تبطل، كما لو زاد فى الصلاة سجدة نسيانا .وفى قول عند الحنابلة :لا بأس بسجود الشكر فى الصلاة.

وقد اختلف فى سجدة سورة (ص) فقيل :هى للشكر، وهو ما ذهب إليه الشافعية والحنابلة لما روى البخارى عن ابن عباس أنه قال :(ص) ليست من عزائم السجود، وقد رأيت النبى صلى الله عليه وسلم يسجد فيها،وروى النسائى أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :سجدها داود توبة، ونسجدها شكرا،وقيل :هى للتلاوة وإليه ذهب الحنفية.

من أجل ذلك فلو سجد عند سجدة سورة (ص) فى الصلاة بطلت صلاته عند الحنابلة وهو الأصح عند الشافعية ما لم يكن جاهلا أو ناسيا.

أما عند الحنفية فلا تبطل، وقد وافقهم على ذلك بعض الشافعية من حيث إنها وإن كانت للشكر إلا أن لها تعلقا بالصلاة، فهى ليست لمحض الشكر، وهو وجه عند الحنابلة كما فى المغنى.

قال الرملى من الشافعية :إن كان ناسيا أو جاهلا لا تبطل صلاته، ويسجد للسهو، والعالم بحكمها لو سجد إمامه لم يجز له متابعته بل يتخير بين انتظاره ومفارقته، وانتظاره أفضل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص۲۴۹وص ۲۵۰،مادة"سجود")

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۶:...... جن اوقات میں نفل نماز کا پڑھنا مکروہ ہے، ان اوقات میں سجدۂ شکر کا کرنا بھی مکروہ ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۷:...... نماز سے فارغ ہوکر فوراً سجدۂ شکر کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ اس کی وجہ سے ناواقف لوگ اس کو نماز کا حصہ یا ضروری عمل سمجھنے لگتے ہیں۔ [2]

مسئلہ نمبر۸:...... اگر کوئی شخص کسی نعمت، فرحت ومسرت کے حاصل ہونے پر بطور شکرانہ کے صرف سجدۂ شکر کرنے کے بجائے دو رکعت نفل نماز پڑھ لے، تو بھی جائز ہے۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۲۷/ ذوالحجہ/۱۴۳۳ھ 13/ نومبر/2012ء بروز منگل

---

[1] يكره عند الحنفية أن يسجد للشكر فى الوقت الذى يكره فيه النفل،وعند الحنابلة لا ينعقد فى تلك الأوقات تطوع وإن كان له سبب كسجود شكر،ولا يسجد للشكر أثناء استماعه لخطبة الجمعة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۵۰، مادة"سجود")

[2] (قوله لكنها تكره بعد الصلاة) الضمير للسجدة مطلقا .قال فى شرح المنية آخر الكتاب عن شرح القدورى للزاهدى :أما بغير سبب فليس بقربة ولا مكروه، وما يفعل عقيب الصلاة فمكروه لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة وكل مباح يؤدى إليه فمكروه انتهى.

وحاصله أن ما ليس لها سبب لا تكره ما لم يؤد فعلها إلى اعتقاد الجهلة سنيتها كالتى يفعلها بعض الناس بعد الصلاة ورأيت من يواظب عليها بعد صلاة الوتر ويذكر أن لها أصلا وسندا فذكرت له ما هنا فتركها ثم قال فى شرح المنية :وأما ما ذكر فى المضمرات أن النبى -صلى الله عليه وسلم- قال لفاطمة -رضى الله تعالى عنها :-ما من مؤمن ولا مؤمنة يسجد سجدتين إلى آخر ما ذكر ." فحديث موضوع باطل لا أصل له(رد المحتار، ج۲ص ۱۲۰، كتاب الصلاة،باب سجود التلاوة)

www.idaraghufran.org

(۲۴)

سجدۂ تلاوت کا بیان

سجدۂ شکر کے علاوہ ایک سجدہ، سجدۂ تلاوت کہلاتا ہے، جو بعض فقہائے کرام کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک سنت ہے، پہلے اس کے متعلق چند احادیث اور ان کے بعد متعلقہ مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ، اِعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِيْ وَيَقُوْلُ: يَا وَيْلَهُ أُمِرَ ابْنُ آدَمَ السُّجُوْدَ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَأُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَأَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ

(صحیح ابن حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابنِ آدم سجدہ (کی آیت) قرائت کرتا ہے، پھر سجدہ کرتا ہے، تو شیطان روتا ہوا الگ ہو جاتا ہے، اور کہتا ہے کہ ابنِ آدم کے سجدہ کرنے کے معاملہ پر ہلاکت ہو، اُس نے سجدہ کیا تو اس کے لئے جنت ہے، اور مجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا، پھر میں نے انکار کیا، تو میرے لئے جہنّم ہے (ابنِ حبان)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّوْرَةَ، فِيْهَا السَّجْدَةُ

---

[1] رقم الحديث ۲۷۵۹، ج۶ص ۴۶۵، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، ذكر رجاء دخول الجنان لمن سجد لله فى تلاوته.
فى حاشية ابنِ حبان: إسناده صحيح.

فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے سجدہ والی سورت کی قرائت کرتے تھے، تو خود بھی سجدہ کرتے تھے، اور ہم بھی سجدہ کرتے تھے (بخاری)

اس قسم کی احادیث سے آیتِ سجدہ کے تلاوت کرنے پر سجدۂ تلاوت کا کرنا معلوم ہوتا ہے۔

فقہائے کرام نے سجدۂ تلاوت سے متعلق جو احکام ذکر فرمائے ہیں، اب ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱:......قرآن مجید میں مذکور آیاتِ سجدہ کے تلاوت کرنے پر سجدۂ تلاوت کا حکم ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۰۷۵، ابواب سجود القرآن، باب من سجد لسجود القارئ.

[2] سجدۂ تلاوت کی مشروعیت پر تو فقہائے کرام کا اتفاق ہے، لیکن اس کے سنت یا واجب ہونے میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، اور دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک واجب نہیں ہے، بلکہ بعض کے نزدیک سنتِ مؤکدہ یا غیر مؤکدہ ہے۔

اتفق الفقهاء على مشروعية سجود التلاوة، للآيات والأحاديث الواردة فيه، لكنهم اختلفوا في صفة مشروعيته أواجب هو أو مندوب.

فذهب الشافعية والحنابلة إلى أن سجود التلاوة سنة مؤكدة عقب تلاوة آية السجدة لقول الله تعالى :(إن الذين أوتوا العلم من قبله إذا يتلى عليهم يخرون للأذقان سجدا ويقولون سبحان ربنا إن كان وعد ربنا لمفعولا ويخرون للأذقان يبكون ويزيدهم خشوعا) ولما ورد عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا قرأ ابن آدم السجدة فسجد، اعتزل الشيطان يبكي، يقول :يا ويلي، وفي رواية يا ويله -أمر ابن آدم بالسجود فسجد فله الجنة، وأمرت بالسجود فأبيت فلي النار .ولما روى عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ علينا السورة فيها السجدة فيسجد ونسجد .وليس سجود التلاوة بواجب -عندهم -لأن النبي صلى الله عليه وسلم تركه، وقد قرئت عليه سورة والنجم. . .) وفيها سجدة، روى زيد بن ثابت رضي الله تعالى عنه قال :قرأت على النبي صلى الله عليه وسلم والنجم فلم يسجد فيها، وفي رواية :فلم يسجد منا أحد وروى البخاري أن عمر رضي الله تعالى عنه قرأ يوم الجمعة على المنبر سورة النحل حتى إذا جاء السجدة نزل فسجد، فسجد الناس، حتى إذا كانت الجمعة القابلة قرأ بها حتى إذا جاء السجدة قال " :يا أيها الناس، إنا نمر بالسجود، فمن سجد فقد أصاب، ومن لم يسجد فلا إثم عليه، ولم يسجد عمر رضي الله تعالى عنه ورواه مالك في الموطأ وقال فيه :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۲:......قرآن مجید میں کتنے سجدۂ تلاوت ہیں؟

اس بارے میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں۔

دس مقامات پر تو سجدۂ تلاوت پر اکثر فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔

جو کہ یہ ہیں ایک سورہ اعراف میں، دوسرے سورہ رعد میں، تیسرے سورہ نحل میں، چوتھے سورہ اسراء میں، پانچویں سورہ مریم میں، چھٹے سورہ حج میں ''ان اللہ یفعل مایشاء'' پر،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على رسلكم، إن الله لم يكتبها علينا إلا أن نشاء، فلم يسجد، ومنعهم أن يسجدوا، وكان بمحضر من الصحابة، ولم ينكروا عليه فكان إجماعا .واستدلوا أيضا بما جاء فى حديث الأعرابى من قوله صلى الله عليه وسلم :خمس صلوات فى اليوم والليلة قال: هل على غيرها؟ قال :لا، إلا أن تتطوع .وبأن الأصل عدم الوجوب حتى يثبت صحيح صريح فى الأمر به ولا معارض له ولم يثبت، وبأنه يجوز سجود التلاوة على الراحلة بالاتفاق فى السفر ولو كان واجبا لم يجز كسجود صلاة الفرض .واختلف فقهاء المالكية فى حكم سجود التلاوة، هل هو سنة غير مؤكدة أو فضيلة، والقول بالسنية شهره ابن عطاء الله وابن الفاكهانى وعليه الأكثر، والقول بأنه فضيلة هو قول الباجى وابن الكاتب وصدر به ابن الحاجب ومن قاعدته تشهير ما صدر به، وهذا الخلاف فى حق المكلف .أما الصبى فيندب له فقط، وفائدة الخلاف كثرة الثواب وقلته، وأما السجود فى الصلاة ولو فرضا فمطلوب على القولين، وقال ابن العربى :وسجود التلاوة واجب وجوب سنة لا يأثم من تركه عامدا .وذهب الحنفية إلى أن سجود التلاوة أو بدله كالإيماء واجب لحديث :السجدة على من سمعها . . .وعلى للوجوب، ولحديث أبى هريرة رضى الله تعالى عنه :إذا قرأ ابن آدم السجدة فسجد اعتزل الشيطان يبكى، يقول :يا ويله أمر ابن آدم بالسجود فسجد فله الجنة، وأمرت بالسجود فأبيت فلى النار(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۱۲تا۲۱۴،مادة"سجود التلاوة")

أن سجدة التلاوة أسنة أم واجبة؟ فذهب أبو حنيفة إلى وجوبها على التالى والسامع، سواء قصد سماع القرآن، أو لم يقصد، واستدل صاحب (الهداية) على الوجوب بقوله صلى الله عليه وسلم :(السجدة على من سمعها، السجدة على من تلاها) . ثم قال كلمة :على، للإيجاب، والحديث غير مقيد بالقصد .قلت :هذا غريب لم يثبت، وإنما روى ابن أبى شيبة فى (مصنفه) (عن ابن عمر، رضى الله تعالى عنهما، أنه قال :السجدة على من سمعها) . وفى البخارى (قال عثمان :إنما السجود على من استمع) . واستدل أيضا بالآيات :(فما لهم لا يؤمنون وإذا قرىء عليهم القرآن لا يسجدون)(فاسجدوا لله واعبدوا)(واسجد واقترب)وقالوا :الذم لا يتعلق إلا بترك واجب، والأمر فى الآيتين للوجوب(عمدة القارى للعينى، ج۷ص۹۵، ابواب السجود القرآن)

www.idaraghufran.org

ساتویں سورہ نمل میں، آٹھویں سورہ الٓم سجدہ میں، نویں سورہ فرقان میں، دسویں سورہ حٰمٓ سجدہ میں۔ [1]

اور سورہ حج کے دوسرے سجدہ میں اختلاف ہے، حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ سجدۂ تلاوت میں داخل نہیں، جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ سجدۂ تلاوت میں داخل ہے۔ [2]

---

[1] اتفق الفقهاء على سجود التلاوة فى عشرة مواضع من القرآن الكريم.
(١)......سورة الأعراف :وهى آخر آية فيها......(ويسبحونه وله يسجدون)
(٢)......سورة الرعد :عند قول الله تعالى......(وظلالهم بالغدو والآصال) من الآية الخامسة عشر.
(٣)......سورة النحل عند قول الله تعالى......(ويفعلون ما يؤمرون) من الآية الخمسين.
(۴)......سورة الإسراء :عند قول الله تعالى......(ويزيدهم خشوعا) من الآية التاسعة بعد المائة.
(۵)......سورة مريم :عند قول الله تعالى......(خروا سجدا وبكيا) من الآية الثامنة والخمسين.
(٦)......سورة الحج :عند قول الله تعالى......(إن الله يفعل ما يشاء) من الآية الثامنة عشر.
(٧)......سورة النمل :عند قول الله تعالى......(رب العرش العظيم) من الآية السابعة والعشرين.
(٨)......سورة السجدة (الم تنزيل)......عند قول الله تعالى(وهم لا يستكبرون)من الآية الخامسة عشر.
(٩)......سورة الفرقان :عند قول الله تعالى......(وزادهم نفورا) من الآية الستين.
(١٠)......سورة حم السجدة ،فصلت،عند قول الله تعالى......(وهم لا يسأمون)من الآية الثامنة والثلاثين.
هذا على ما ذهب إليه الجمهور لفعل ابن عباس رضى الله عنهما، وقيل :إن السجود يكون عند قوله تعالى(إن كنتم إياه تعبدون) عند تمام الآية السابعة والثلاثين، وهو المشهور عند المالكية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۱۵، وص ۲۱٦)

[2] اگر کوئی اختلاف سے بچنے کے لئے اس مقام پر بھی سجدہ کرلے، تو بہتر ہے، البتہ نماز میں اس آیت کی تلاوت کرنے کے بعد مستقل سجدہ کرنے کے بجائے اس آیت کی تلات کے بعد رکعت مکمل کرلی جائے، تاکہ رکوع میں نیت کرنے سے یا اس کے بعد سجدہ سے اس مقام پر بھی سب کے نزدیک برائت ہوجائے۔

مواضع السجود المختلف فيها :اختلف الفقهاء فى سجود التلاوة عند خمسة مواضع من القرآن الكريم هى:السجدة الثانية فى سورة الحج:اختلف الفقهاء فى السجود عند قوله تعالى :(يا أيها الذين آمنوا اركعوا واسجدوا) . . . إلخ.
فذهب الشافعية والحنابلة إلى أن فى سورة الحج سجدتين، إحداهما التى تقدمت فى المتفق عليه، والأخرى عند :(يا أيها الذين آمنوا اركعوا واسجدوا) وهى الآية السابعة والسبعون.
لما روى عن عقبة بن عامر رضى الله تعالى عنه قال :قلت يا رسول الله :فضلت سورة الحج بأن فيها سجدتين؟ قال :نعم، من لم يسجدهما فلا يقرأهما ولأنه قول عمر وعلى وعبد الله بن عمر وأبى الدرداء وأبى موسى رضى الله عنهم، وأبى عبد الرحمن السلمى، وأبى العالية وزر بن حبيش،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور سورہ صؔ میں حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت ہے، اور دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس مقام پر سجدۂ تلاوت نہیں، بلکہ سجدۂ شکر ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال ابن قدامة :لم نعرف لهم مخالفا فى عصرهم، وقد قال أبو إسحاق السبيعى التابعى الكبير: أدركت الناس منذ سبعين سنة يسجدون فى الحج سجدتين، وقال ابن عمر رضى الله تعالى عنهما: لو كنت تاركا إحداهما لتركت الأولى، وذلك لأنها إخبار، والثانية أمر.
وذهب الحنفية والمالكية إلى أنه لا سجود فى هذا الموطن، واستدلوا بما روى عن أبى بن كعب رضى الله تعالى عنه أنه عد السجدات التى سمعها من رسول الله صلى الله عليه وسلم وعد فى الحج سجدة واحدة .وعن عبد الله بن عباس وعبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهم قالا :سجدة التلاوة فى الحج هى الأولى، والثانية سجدة الصلاة؛ ولأن السجدة متى قرنت بالركوع كانت عبارة عن سجدة الصلاة كما فى قول الله تعالى :(يا مريم اقنتى لربك واسجدى واركعى مع الراكعين)ولعدم سجود فقهاء المدينة وقرائهم فيها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۱۶ تا۲۱۷)

[1] سجدة سورة (ص)ذهب الحنفية والمالكية إلى مشروعية السجود للتلاوة فى سورة (ص) ، لكن الحنفية قالوا فى الصحيح عندهم :إن السجود عند قول الله تعالى :(فغفرنا له ذلك وإن له عندنا لزلفى وحسن مآب)وقال المالكية :السجود عند قول الله عز وجل . . . :(وظن داود أنما فتناه فاستغفر ربه وخر راكعا وأناب)وهو المعتمد فى المذهب خلافا لمن قال السجود عند قول الله تعالى :(وحسن مآب) ، ومن المالكية من اختار السجود فى الأخير فى كل موضع مختلف فيه ليخرج من الخلاف .واستدل الحنفية لمذهبهم، بما روى ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم سجد فى ص . وبما أخرجه أحمد عن أبى سعيد رضى الله عنه قال :رأيت رؤيا وأنا أكتب سورة ص فلما بلغت السجدة رأيت الدواة والقلم وكل شىء بحضرتى انقلب ساجدا، فقصصتها على رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يزل يسجد بها،قال الكمال بن الهمام فى الاستدلال بالحديث :فأفاد أن الأمر صار إلى المواظبة عليها كغيرها من غير ترك .واستدلوا كذلك بما روى عن عثمان رضى الله تعالى عنه أنه قرأ فى الصلاة سورة (ص) وسجد وسجد الناس معه، وكان ذلك بمحضر من الصحابة رضى الله تعالى عنهم، ولم ينكر عليه أحد، ولو لم تكن السجدة واجبة لما جاز إدخالها فى الصلاة .وقالوا :كون سبب السجود فى حقنا الشكر لا ينافى الوجوب، فكل الفرائض والواجبات إنما وجبت شكرا لتوالى النعم، ونحن نسجد شكرا.
وذهب الشافعية فى المنصوص الذى قطع به جمهورهم -والحنابلة -فى المشهور فى المذهب -إلى أن سجدة (ص) ليست من عزائم السجود، أى ليست من متأكداته -فليست سجدة تلاوة ولكنها سجدة شكر، لما روى أبو داود عن أبى سعيد رضى الله تعالى عنه قال :قرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على المنبر (ص) ، فلما بلغ السجدة نزل فسجد، وسجد الناس معه، فلما كان يوم آخر قرأها فلما بلغ السجدة تشزن الناس للسجود -أى تأهبوا له -فقال النبى صلى الله عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور سورہ نجم اور سورہ انشقاق اور سورہ علق میں حنفیہ سمیت اکثر فقہائے کرام کے نزدیک سجدۂ تلاوت ہے، البتہ بعض فقہاء کے نزدیک نہیں ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسلم :إنما هى توبة نبى، ولكنى رأيتكم تشزنتم للسجود فنزل فسجد وسجدوا،وروى النسائى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم سجد فى (ص) وقال :سجدها داود توبة، ونسجدها شكرا.وروى البخارى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال :(ص) ليست من عزائم السجود .وقالوا :إذا قرأ (ص) من غير الصلاة استحب أن يسجد لحديث أبى سعيد وابن عباس رضى الله تعالى عنهم، وإن قرأها فى الصلاة ينبغى ألا يسجد، فإن خالف وسجد ناسيا أو جاهلا لم تبطل صلاته وسجد للسهو، وإن سجدها عامدا عالما بتحريمها فى الصلاة بطلت صلاته على الأصح من الوجهين، لأنها سجدة شكر، فبطلت بها الصلاة كالسجود فى الصلاة عند تجدد نعمة، ومقابل الأصح :لا تبطل لأنها تتعلق بالتلاوة فهى كسائر سجدات التلاوة، ولو سجد إمامه فى (ص) لكونه يعتقدها فثلاثة أوجه أصحها :لا يتابعه بل إن شاء نوى مفارقته لأنه معذور، وإن شاء ينتظره قائما كما لو قام إلى خامسة، فإن انتظره لم يسجد للسهو لأن المأموم لا سهو عليه، والثانى :لا يتابعه أيضا، وهو مخير فى المفارقة والانتظار، فإن انتظره سجد للسهو بعد سلام الإمام؛ لأنه يعتقد أن إمامه زاد فى صلاته جاهلا، وإن لسجود السهو توجها عليهما فإذا أخل به الإمام سجد المأموم، والثالث :يتابعه فى سجوده فى (ص) لتأكد متابعة الإمام.ومقابل المنصوص الذى قطع به جمهور الشافعية ومقابل المشهور فى المذهب عند الحنابلة أن سجدة (ص) سجدة تلاوة من عزائم السجود، وهو قول أبى العباس بن سريج وأبى إسحاق المروزى من الشافعية، والرواية الثانية عن أحمد، يسجد من تلاها أو سمعهاوذلك لما رواه أبو موسى وأبو سعيد وعبد الله بن عباس رضى الله تعالى عنهم :أن النبى صلى الله عليه وسلم سجد فيها.وينظر حكم السجود فى الصلاة من آية السجدة فى سورة (ص) فى بحث :(سجود الشكر). (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۱۷تا ۲۱۹)

[1] سجدات المفصل:ذهب جمهور الفقهاء إلى أن فى المفصل ثلاث سجدات -المفصل من أول سورة (ق) إلى آخر المصحف -أحدها فى آخر النجم، والثانية فى الآية الحادية والعشرين من سورة الانشقاق، والثالثة فى آخر سورة العلق، لما روى عن عمرو بن العاص رضى الله تعالى عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أقرأه خمس عشرة سجدة منها ثلاث فى المفصل،ولما روى أبو رافع قال :صليت خلف أبى هريرة العتمة فقرأ (إذا السماء انشقت) فسجد، فقلت :ما هذه السجدة؟ فقال :سجدت بها خلف أبى القاسم صلى الله عليه وسلم فلا أزال أسجد فيها حتى ألقاه،وروى مسلم عن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه قال :سجدنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى (إذا السماء انشقت) و (اقرأ باسم ربک)وعن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قرأ سورة النجم فسجد بها، وما بقى أحد من القوم إلا سجد،ولأن آية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس طرح حنفیہ کے نزدیک قرآن مجید میں مجموعی طور پر چودہ سجدۂ تلاوت ہیں۔

دس تو وہی ہیں، جو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک ہیں، اور پہلے ذکر کیے گئے، اور چار یہ ہیں، ایک سورہ صٓ میں، دوسرے سورہ نجم میں، تیسرے سورہ انشقاق میں، اور چوتھے سورہ علق میں۔ [1]

مسئلہ نمبر۳:......سجدۂ تلاوت کے معنیٰ ایسے سجدہ کے ہیں جس کا حکم تلاوت کی وجہ سے ہوا ہو۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سورة النجم :(فاسجدوا لله واعبدوا) وآية آخر سورة العلق :(كلا لا تطعه واسجد واقترب) وكلتا الآيتين أمر بالسجود.

ومشهور مذهب مالك أنه لا سجود فى شيء من المفصل، واستدلوا بما روى زيد بن ثابت رضى الله تعالى عنه قال :قرأت على النبى صلى الله عليه وسلم النجم فلم يسجد،وبما روى عن ابن عباس وابن عمر رضى الله تعالى عنهم قالا :ليس فى المفصل سجدة، وبما أخرج ابن ماجه عن أبى الدرداء رضى الله تعالى عنه قال :سجدت مع النبى صلى الله عليه وسلم إحدى عشرة سجدة ليس فيها من المفصل شيء :الأعراف، والرعد، والنحل، وبنى إسرائيل، ومريم، والحج، وسجدة الفرقان، وسورة النمل، والسجدة، وفى ص وسجدة الحواميم،ولعمل أهل المدينة لعدم سجود فقهائها وقرائها فى النجم والانشقاق.

والمعتمد عند المالكية أن المصلى إذا سجد للتلاوة فى ثانية الحج أو فى سجدات المفصل لم تبطل صلاته للخلاف فيها، وقيل :تبطل صلاته إلا أن يكون مقتديا بمن يسجدها فيسجد معه، فإن ترك اتباعه أساء وصحت صلاته، ولو سجد دون إمامه بطلت صلاته .ونقل الزرقانى اتجاهات المالكية فى اعتبار الخلاف فى مشروعية السجود فى ثانية الحج وسجدات المفصل الثلاث حقيقيا أو غير حقيقى، فقال :جمهور المتأخرين على أن هذا الخلاف حقيقى وهو ظاهر المصنف خليل - وعليه فيمنع أن يسجدها فى الصلاة، قال سند :لأنه يزيد فيها فعلا تبطل بمثله، وسميت الإحدى عشرة عزائم مبالغة فى فعل السجود مخافة أن تترك .وقيل :إن الخلاف غير حقيقى والسجود فى جميعها، إلا أنه فى الإحدى عشرة آكد، ويشهد له قول الموطأ :عزائم السجود إحدى عشرة أى المتأكد منها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۱۹، تا ۲۲۱)

[1] باب سجود التلاوة وهو واجب (ف) على التالى والسامع، وهى فى آخر الأعراف، والرعد، والنحل، وبنى إسرائيل، ومريم، والأولى (ف) فى الحج، والفرقان، والنمل، والم تنزيل، وص (ف)، وحم السجدة، والنجم، والانشقاق، والعلق(المختار،كتاب الصلاة،باب سجود التلاوة)

[2] والسجود فى الاصطلاح :وضع الجبهة أو بعضها على الأرض أو ما اتصل بها من ثابت مستقر على هيئة مخصوصة. والتلاوة :مصدر تلا يتلو، يقال :تلوت القرآن تلاوة إذا قرأته، وعم بعضهم به كل كلام. وسجود التلاوة :هو الذى سبب وجوبه -أو ندبه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۱۲، مادة "سجود التلاوة")

مسئلہ نمبر۴:......حنفیہ کے نزدیک آیتِ سجدہ کی تلاوت اور آیتِ سجدہ کی سماعت کی وجہ سے سجدۂ تلاوت کا حکم ثابت ہونے کے لئے نماز فرض ہونے کا اہل ہونا ضروری ہے۔

اگر آیتِ سجدہ تلاوت کرنے والا، تلاوت کے وقت نماز فرض ہونے کا اہل نہیں (جیسا کہ نابالغ بچہ یا مجنون وپاگل یا حیض ونفاس کی حالت) تو اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت کا حکم نہیں ہوتا۔

اور یہی حکم آیتِ سجدہ کی سماعت کرنے کا بھی ہے کہ اگر سماعت کرنے والے میں سماعت کے وقت نماز واجب ہونے کی اہلیت نہ ہو، تو اس کو سجدۂ تلاوت کا حکم نہیں ہوتا۔

اور اگر آیتِ سجدہ تلاوت کرنے والا تو نماز واجب ہونے کا اہل نہیں ہے، مگر آیتِ سجدہ کی سماعت کرنے والا اہل ہے، تو حنفیہ کے نزدیک صرف سامع کو سجدہ کا حکم ہوگا۔

البتہ اگر کوئی بے وضو یا جنابت کی حالت میں آیتِ سجدہ کی تلاوت یا سماعت کرے، تو حنفیہ کے نزدیک اس حالت میں تلاوت کی ہوئی یا سماعت کی ہوئی آیتِ سجدہ کی وجہ سے (اہلیت ہونے کی بناء پر) سجدہ کا حکم ہوگا، وہ الگ بات ہے کہ اس کو پاکی کی حالت میں اداء کرنا ضروری ہوگا۔ [1]

---

[1] التالی لآیة السجدة تلزمه السجدة بتلاوته إذا کان أهلاً لوجوب الصلاة علیه، وإن کان منهیاً عن القراءة کالجنب؛ لأن النهی عن التصرف لا یمنع اعتباره فی حق الحکم کسائر التصرفات المنهی عنها، وکل من لا تجب علیه الصلاة ولا قضاؤها، کالحائض والنفساء والکافر والمجنون والصبی فلا سجود علیه للتلاوة لما ذکرنا، لأن السجدة من أرکان الصلاة، فلا تجب علی من لا تجب علیه سائر الأرکان. وکذلک الحکم فی حق السامع من کان أهلاً لوجوب الصلاة علیه تلزمه السجدة بالسماع، ومن لا یکون أهلاً لوجوب الصلاة علیه نحو الحائض أو الکافر أو الصبی أو المجنون لا تلزمه السجدة بالسماع .وإن لم یکن التالی أهلاً لوجوب الصلاة علیه، نحو الحائض أو الکافر أو الصبی أو المجنون والسامع أهلاً لوجوب الصلاة تجب علی السامع السجدة، أو لیس فیه أکبر من کون التالی منهما منهی عن القراء ة المنهی عن التصرف لا یمنع اعتباره الحکم غیر أنه إنما یعتبر التصرف فی حق الحکم، فی حق من هو أهل لذلک، والتالی إن لم یکن أهلاً، فالسامع أهل فتجب علیه السجدة .وذکر مسألة المجنون فی نوادر الصلاة :أن الجنون إذا قصر، فکان یوماً ولیلة أو أقل تلزمه السجدة بالتلاوة والسماع حالة الجنون فیؤدیها بعد الأهلیة، إذا قرأ آیة السجدة ولم یسجد لها، حتی ارتد والعیاذ بالله ثم ذکر الفقیه أبو جعفر رحمه الله فی غریب الروایة أنه لا قضاء علیه، والصبی الذی یعقل الصلاة إذا قرأ آیة السجدة أمر أن یسجد، وإن لم یسجد لم یکن علیه أیضاً (المحیط البرهانی، ج۲ص۸،۷، کتاب الصلاة، الفصل الحادی والعشرون)

Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۵:...... سجدۂ تلاوت کا حکم اس صورت میں ہوتا ہے، جبکہ زبان سے سجدہ کی آیت تلاوت کی جائے۔

لہٰذا اگر کوئی زبان سے تلاوت نہ کرے، بلکہ (کاغذ یا سکرین وغیرہ پر) لکھی ہوئی دیکھ کر یا حفظ شدہ آیتِ سجدہ کا زبان کو حرکت دیئے بغیر دل دماغ میں استحضار وتصور کرے یا (قلم یا بٹن وغیرہ سے) کتابت کرے، تو سجدۂ تلاوت کا حکم نہیں ہوتا۔[1]

مسئلہ نمبر۶:...... آیت سجدہ کی تلاوت سننے کی وجہ سے سجدۂ تلاوت کا حکم اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ کسی انسان کی آواز میں (براہِ راست یا سپیکر وغیرہ کے ذریعہ سے) قرائت سنے، اور وہ آواز ریکارڈ شدہ نہ ہو، اور اگر کسی جانور (مثلاً سکھائے ہوئے طوطے) سے یا کسی ریکارڈ شدہ چیز (مثلاً کیسٹ یا سی ڈی وغیرہ) سے آیتِ سجدہ کو سنا، تو سجدۂ تلاوت کا حکم نہیں۔[2]

مسئلہ نمبر۷:...... آیتِ سجدہ سُننے والے کو جو سجدۂ تلاوت کا حکم ہوتا ہے، وہ حنفیہ کے نزدیک اس وقت ہے، جبکہ سُننے والے کو یہ علم ہو کہ اُس نے جو آیت سُنی ہے، وہ آیتِ سجدہ ہے، اور اگر اُسے آیتِ سجدہ کا علم نہ ہو، تو پھر اس کو سجدۂ تلاوت کا حکم نہیں ہوتا۔[3]

مسئلہ نمبر۸:...... سجدۂ تلاوت کا حکم اکثر فقہاء کے نزدیک پوری آیتِ سجدہ کے تلاوت کرنے یا سُننے کی وجہ سے ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر پوری آیتِ سجدہ تلاوت کرنے سے پہلے (خواہ ایک ہی حرف باقی ہو) سجدہ کیا، تو وہ اس آیت کی طرف سے معتبر نہیں ہوگا۔[4]

---

[1] (قوله بسبب تلاوة) احترز عما لو كتبها أو تهجاها فلا سجود عليه كما سيأتی(رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص۱۰۳، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة)

[2] بخلاف السماع من الببغاء والصدى فإن ذلک ليس بتلاوة و كذا إذا سمع من المجنون؛ لأن ذلک ليس بتلاوة صحيحة لعدم أهليته لانعدام التمييز(بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، ج۱، ص۱۸۶، فصل سجدة التلاوة)

[3] أما لو كانت بالعربية فإنه يجب بالاتفاق فهم أو لا لكن لا يجب على الأعجمی ما لم يعلم كما فی الفتح أی وإن لم يفهم (ردالمحتار، ج۲، ص۱۰۵، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة)

[4] اور جمہور کے مقابلہ میں بعض مشائخِ حنفیہ کے نزدیک اگر کلمۂ سجدہ کے ساتھ اس سے پہلے یا بعد کے ایک کلمہ کو جبکہ بعض کے نزدیک آیت کے اکثر حصہ کو تلاوت کرلیا، تو سجدۂ تلاوت واجب ہے، ورنہ نہیں، اور اگر حرفِ سجدہ یا کلمۂ سجدہ کو ترک کر کے آگے پیچھے کے سارے حصہ کو تلاوت کرلیا، تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۹:......سجدۂ تلاوت صحیح ہونے کے لئے نماز کی طرح بدن، لباس اور جگہ کا پاک اور قبلہ رُو ہونا ضروری ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

دخول الوقت :يشترط لصحة سجود التلاوة دخول وقت السجود، ويحصل ذلك عند جمهور الفقهاء بقراءة جميع آية السجدة أو سماعها، فلو سجد قبل الانتهاء إلى آخر الآية ولو بحرف واحد لم يصح السجود؛ لأنه يكون قد سجد قبل دخول وقت السجود فلا يصح، كما لا تصح الصلاة قبل دخول وقتها.

واختلف الحنفية فيما يجب به سجود التلاوة، فقال الحصكفي :يجب سجود التلاوة بسبب تلاوة آية، أى أكثرها مع حرف السجدة.

وعقب ابن عابدين على ذلك بقوله :هذا خلاف الصحيح الذى جزم به فى نور الإيضاح (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص۲۱۵مادة "سجود التلاوة")

(قوله أى أكثرها إلخ) هذا خلاف الصحيح الذى جزم به فى نور الإيضاح .ففى السراج :وهل تجب السجدة بشرط قراءة جميع الآية أم بعضها؟ فيه اختلاف .والصحيح أنه إذا قرأ حرف السجدة وقبله كلمة أو بعده كلمة وجب السجود وإلا فلا .وقيل لا يجب إلا أن يقرأ أكثر آية السجدة مع حرف السجدة؛ ولو قرأ آية السجدة كلها إلا الحرف الذى فى آخرها لا يجب عليه السجود اهـ لكن قوله :ولو قرأ آية السجدة إلخ يقتضى أنه لا بد من قراءة الآية بتمامها كما يفهم من إطلاق المتون ويأتى قريبا ما يؤيده إلا أن يقال سياق الكلام قرينة على أن المراد بقوله إلا الحرف إلخ الكلمة التى فيها مادة السجود وإطلاق الحرف على الكلمة شائع فى عرف القراء (ردالمحتار، ج۲ص۱۰۳، باب سجود التلاوة)

(قوله على من تلا آية) فيه إشارة إلى أنه يشترط تمام الآية للزوم السجود ولكن الصحيح أنه إذا قرأ حرف السجدة وقبله كلمة أو بعده كلمة وجب السجود وقيل لا يجب إلا أن يقرأ أكثر آية السجدة ولو قرأ آية السجدة كلها إلا الحرف الذى فى آخرها لا يجب عليه السجود كذا فى الجوهرة وقول الجوهرة إلا أن يقرأ أكثر آية السجدة يعنى مع حرف السجدة لما قال فى المعراج عن فوائد السفكردرى لو تلا من أول الآية أكثر من نصف الآية وترك الحرف الذى فيه السجدة لم يسجد وإن قرأ الحرف الذى فيه السجدة إن قرأ ما بعده أو قبله أكثر من نصف الآية تجب السجدة وما لا فلا اهـ(حاشية الشرنبلالى على درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج۱ص۱۵۵، باب سجود التلاوة)

ل ذهب الفقهاء إلى أنه يشترط لصحة سجود التلاوة الطهارة من الحدث والخبث فى البدن والثوب والمكان؛ لكون سجود التلاوة صلاة أو جزءا من الصلاة أو فى معنى الصلاة، فيشترط لصحته الطهارة التى شرطت لصحة الصلاة،والتى لا تقبل الصلاة إلا بها، لما روى عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :لا تقبل صلاة بغير طهور فيدخل فى عمومه سجود التلاوة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۱۰:...... ایک آیتِ سجدہ کے تلاوت کرنے یا سُننے سے ایک ہی سجدہ کا حکم ہوتا ہے، اور وہ ایک سجدہ کرنے سے پورا ہو جاتا ہے۔

اور سجدۂ تلاوت کا طریقہ وہی ہے، جو نماز کے سجدہ کا ہے کہ پاکی کی حالت میں قبلہ رُو ہو کر تکبیر کہتا ہوا سجدہ میں جائے، اور سجدہ کی تکبیرات ادا کرے، اور پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے اُٹھ جائے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال ابن قدامة :يشترط لسجود التلاوة ما يشترط لصلاة النافلة من الطهارتين من الحدث والنجس . . .ولا نعلم فيه خلافا إلا ما روى عن عثمان بن عفان رضى الله تعالى عنه فى الحائض تسمع السجدة :تومء برأسها، وبه قال سعيد بن المسيب قال :ويقول :اللهم لك سجدت، وعن الشعبى فيمن سمع السجدة على غير وضوء :يسجد حيث كان وجهه.

وقال القرطبى :لا خلاف فى أن سجود القرآن يحتاج إلى ما تحتاج إليه الصلاة من طهارة حدث ونجس . .إلا ما ذكر البخارى عن عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهما أنه كان يسجد على غير طهارة .وذكره ابن المنذر عن الشعبى.

وعند المالكية فى اشتراط الطهارة لسجود التلاوة خلافه للناصر اللقانى .قال أبو العباس :والذى تبين لى أن سجود التلاوة واجب مطلقا فى الصلاة وغيرها .وهو رواية عن أحمد، ومذهب طائفة من العلماء ،

ولا يشرع فيه تحريم ولا تحليل .هذا هو السنة المعروفة عن النبى صلى الله عليه وسلم وعليها عامة السلف .وعلى هذا فليس هو صلاة، فلا يشترط له شروط الصلاة، بل يجوز على غير طهارة. كان ابن عمر يسجد على غير طهارة .واختارها البخارى .لكن السجود بشروط الصلاة أفضل، ولا ينبغى أن يخل بذلك إلا لعذر .فالسجود بلا طهارة خير من الإخلال به، لكن قد يقال :إنه لا يجب فى هذه الحال كما لا يجب على السامع إذا لم يسجد قارء السجود، وإن كان ذلك السجود جائزا عند جمهور العلماء .

وأما ستر العورة واستقبال القبلة والنية فهى شروط لصحة سجود التلاوة على التفصيل المبين فى مصطلح " :صلاة "و "عورة "على أن الشافعية اعتبروا النية ركنا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص۲۱۴، الیٰ ۲۱۵، مادة "سجود التلاوة"شروط سجود التلاوة،الطهارة من الحدث والخبث)

[1] كيفية سجود التلاوة:

اتفق الفقهاء على أن سجود التلاوة يحصل بسجدة واحدة، وذهب جمهورهم إلى أن السجدة للتلاوة تكون بين تكبيرتين، وأنه يشترط فيها ويستحب لها ما يشترط ويستحب لسجدة الصلاة من كشف الجبهة والمباشرة بها باليدين والركبتين والقدمين والأنف، ومجافاة المرفقين من الجنبين والبطن عن الفخذين، ورفع الساجد أسافله عن أعاليه وتوجيه أصابعه إلى القبلة، وغير ذلك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص۲۲۱، مادة "سجود التلاوة")

مسئلہ نمبر ۱۱:...... اگر کوئی بیٹھے بیٹھے تکبیر کہہ کر سجدۂ تلاوت کرلے تب بھی سجدۂ تلاوہ ادا ہوجاتا ہے، البتہ بعض کے نزدیک مستحب اور افضل یہ ہے کہ کھڑے ہونے کی حالت میں تکبیر کہتا ہوا سجدہ میں جائے، جبکہ بعض کے نزدیک کھڑا ہونا مستحب نہیں۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۲:...... سجدۂ تلاوت کے سجدہ میں عام سجدہ والی تسبیحات پڑھنا کافی ہے۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۱۳:...... سجدۂ تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں،

---

[۱] اختلف الفقهاء فيما يستحب لمن أراد السجود للتلاوة في غير الصلاة، هل يقوم فيستوى قائما ثم يكبر ويهوى للسجود، أم لا: ذهب الحنابلة وبعض متأخرى الحنفية وهو وجه عند الشافعية إلى أنه يستحب لمن أراد السجود أن يقوم فيستوى ثم يكبر ويخر ساجدا؛ لأن الخرور سقوط من قيام، والقرآن الكريم ورد به في قول الله تعالى :(إذا يتلى عليهم يخرون للأذقان سجدا)

ولما ورد عن عائشة رضى الله تعالى عنها "أنها كانت تقرأ في المصحف، فإذا مرت بالسجدة قامت فسجدت وتشبيها لسجدة التلاوة بصلاة النفل .والأصح من الوجهين عند الشافعية أنه لا يستحب لمن يريد السجود للتلاوة أن يقوم فيستوى ثم يكبر ثم يهوى للسجود، وهو اختيار إمام الحرمين والمحققين، قال الإمام :ولم أر لهذا القيام ذكرا ولا أصلا، وقال النووى :لم يذكر الشافعي وجمهور الأصحاب هذا القيام ولا ثبت فيه شيء يعتمد مما يحتج به، فالاختيار تركه؛ لأنه من جملة المحدثات، وقد تظاهرت الأحاديث الصحيحة على النهى عن المحدثات (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۲۴، مادة "سجود التلاوة"، القيام لسجود التلاوة)

[۲] اور بعض احادیث میں مذکور ماثور دعاؤں کا پڑھنا بھی مستحب ہے۔

من يسجد للتلاوة إن قال في سجوده للتلاوة ما يقوله في سجود الصلاة جاز وكان حسنا، وسواء فيه التسبيح والدعاء ، ويستحب أن يقول في سجوده ما روت عائشة رضى الله تعالى عنها قالت :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في سجود القرآن :سجد وجهى للذى خلقه وشق سمعه وبصره بحوله وقوته وإن قال :اللهم اكتب لى بها عندك أجرا، واجعلها لى عندك ذخرا، وضع عنى بها وزرا، واقبلها منى كما قبلتها من عبدك داود عليه السلام فهو حسن لما روى ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال :جاء رجل إلى النبى صلى الله عليه وسلم فقال :يا رسول الله، إنى رأيتنى الليلة وأنا نائم كأنى أصلى خلف شجرة فسجدت، فسجدت الشجرة لسجودى فسمعتها وهى تقول :اللهم اكتب لى بها عندك أجرا، وضع عنى بها وزرا، واجعلها لى عندك ذخرا، وتقبلها منى كما تقبلتها من عبدك داود، قال ابن عباس :فقرأ النبى صلى الله عليه وسلم سجدة ثم سجدفسمعته وهو ساجد يقول مثل ما أخبره الرجل عن قول الشجرة، ونقل عن الشافعي أن اختياره أن يقول الساجد في سجود التلاوة :(سبحان ربنا إن كان وعد ربنا لمفعولا) قال النووى: وظاهر القرآن يقتضى مدح هذا فهو حسن، وقال المتولى وغيره من الشافعية :ويسن أن يدعو بعد التسبيح (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۲۵، مادة "سجود التلاوة"، التسبيح والدعاء في سجود التلاوة)

بلکہ سجدہ سے اُٹھنے کی تکبیر کہنے پر سجدۂ تلاوت کا حکم پورا ہو جاتا ہے۔

البتہ شافعیہ کے نزدیک سلام پھیرنا واجب ہے، مگر جب نماز میں آیتِ سجدہ کی تلاوت کے بعد سجدہ کیا جائے، تو اس سجدہ کے لئے بالاتفاق سلام نہیں ہے، بلکہ نماز کا سلام ہی ہے۔ ل

مسئلہ نمبر ۱۴:...... جب تک پورے یا حقیقی سجدہ پر قدرت ہو، اُس وقت تک سجدۂ تلاوت حقیقی سجدہ کرنے سے ہی ادا ہوتا ہے، اور اس کے لئے اشارہ کرنا کافی نہیں ہوتا، اسی طرح کسی چیز (مثلاً قرآن مجید) کو اپنی پیشانی پر لگا دینا بھی کافی نہیں ہوتا۔ ۲

ل اتفق الفقهاء على أنه لا تسليم من سجود التلاوة إذا كان فى الصلاة، واختلفوا فى التسليم منه فى غير الصلاة .فذهب الحنفية، وهو المشهور عند المالكية، والقول المقابل للأصح عند الشافعية، ومقابل المختار عند الحنابلة، إلى أنه لا تسليم من سجود التلاوة فى غير الصلاة، كما لا يسلم منه فى الصلاة؛ ولأن التسليم تحليل من التحريم للصلاة، ولا تحريمة لها عند الحنفية ومن وافقهم، فلا يعقل التحليل بالتسليم.

والأصح من القولين عند الشافعية، والمختار من الروايتين عند الحنابلة، ومقابل المشهور عند المالكية :أنه يجب التسليم من سجود التلاوة لأنه صلاة ذات إحرام فافتقرت إلى السلام كسائر الصلوات لحديث :مفتاح الصلاة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۴، ص ۲۲۵، وص ۲۲۶، مادة "سجود التلاوة"، التسليم من سجود التلاوة)

۲ البتہ اگر نماز میں آیتِ سجدہ تلاوت کر کے فوراً رکوع کرے، اور اس میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کی نیت کر لے، تو حنفیہ کے نزدیک اس سے سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو جاتا ہے۔

ذهب الفقهاء إلى أنه لا يجزء حال القدرة والاختيار -عن السجود للتلاوة فى غير صلاة ركوع أو نحوه .على تفصيل مر فى كيفية سجود.

وقال القليوبى من الشافعية :يقوم مقام السجود للتلاوة أو الشكر ما يقوم مقام التحية لمن لم يرد فعلها ولو متطهرا وهو :سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر.

ونقل ابن عابدين عن التتارخانية أنه يستحب للتالى أو السامع إذا لم يمكنه السجود أن يقول : سمعنا وأطعنا غفرانك ربنا وإليك المصير.

قال الشبراملسى :سئل ابن حجر عن قول الشخص :(سمعنا وأطعنا غفرانك ربنا وإليك المصير) ، عند ترك السجود لآية السجدة لحدث أو عجز عن السجود كما جرت به العادة عندنا هل يقوم الإتيان بها مقام السجود كما قالوا بذلك فى داخل المسجد بغير وضوء أنه يقول : سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر . .إلخ .فإنها تعدل ركعتين كما نقله الشيخ زكريا فى شرح الروض عن الإحياء ، فأجاب بقوله :إن ذلك لا أصل له فلا يقوم مقام السجدة بل يكره له ذلك إن قصد القراء ة ولا يتمسك بما فى الإحياء .أما أولا فلأنه لم يرد فيه شىء وإنما قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۱۵:...... جو شخص زمین یا زمین پر ٹھہری ہوئی کسی چیز پر پیشانی ٹِکا کر حقیقی سجدہ پر قادر نہ ہو، تو ایسے شخص کو جس طرح نماز کے سجدہ کا اشارہ کرنا جائز ہوجاتا ہے، اسی طرح سجدۂ تلاوت کے لئے اشارہ کرنا بھی جائز ہوجاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۶:...... جن اوقات میں عام نفل نماز کا پڑھنا مکروہ ہے، ان اوقات میں حنفیہ کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الغزالی :إنه يقال :إن ذلك يعدل ركعتين فی الفضل .وقال غيره :إن ذلك روی عن بعض السلف، ومثل هذا لا حجة فيه بفرض صحته فكيف مع عدم صحته .وأما ثانيا فمثل ذلك لو صح عنه صلى الله عليه وسلم لم يكن للقياس فيه مساغ؛ لأن قيام لفظ مفضول مقام فعل فاضل محض فضل، فإذا صح فی صورة لم يجز قياس غيرها عليها فی ذلك، وأما ثالثا فلأن الألفاظ التی ذكروها فی التحية فيها فضائل وخصوصيات لا توجد فی غيرها .اهـ .وهو يقتضی أن سبحان الله والحمد لله . .إلخ .لا يقوم مقام السجود وإن قيل به فی التحية لما ذكره (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص۲۲۷، وص۲۲۸، مادة "سجود التلاوة"، ما يقوم مقام سجود التلاوة)

[1] اور جو شخص سواری پر سوار ہو، اس کو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک نفل نماز کی طرح اشارہ سے سجدۂ تلاوت کرنا بھی جائز ہوتا ہے، جس کی تفصیل ہم نے سواری پر نماز پڑھنے کے احکام میں ذکر کردی ہے۔

ذهب الفقهاء إلى أن المريض الذی لا يستطيع السجود يجزئه فی سجود التلاوة الإيماء بالسجود لعذره.

وقالوا :إن المسافر الذی يسجد للتلاوة فی صلاته على الراحلة يجزئه الإيماء على الراحلة تبعا للصلاة.

أما المسافر الذی يريد السجود للتلاوة على الراحلة فی غير صلاة ففيه خلاف :ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه يومء بالسجود حيث كان وجهه، لما روى أبو داود عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالى عنهما :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ عام الفتح سجدة فسجد الناس كلهم، منهم الراكب والساجد فی الأرض حتى إن الراكب ليسجد على يده .ولأن السجود للتلاوة أمر دائم بمنزلة التطوع، وصلاة التطوع تؤدى على الراحلة، وقد روى الشيخان أن النبی صلى الله عليه وسلم كان يسبح (يسجد) على بعيره إلا الفرائض وسومح فيها لمشقة النزول وإن أذهب الإيماء أظهر أركان السجود وهو تمكين الجبهة.

ومقابل الأصح عند الشافعية وهو قول بشر من الحنفية أنه لا يجزء الإيماء على الراحلة لفوات أعظم أركان سجود التلاوة وهو إلصاق الجبهة من موضع السجود، فإن كان فی مرقد وأتم سجوده جاز .والمسافر الذی يقرأ آية السجدة أو يسمعها وهو ماش لا يكفيه الإيماء بل يسجد على الأرض عند جمهور الفقهاء ، وروی عن بعضهم أنه يومیء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص۲۲۸، مادة "سجود التلاوة"، سجود المريض والمسافر للتلاوة)

www.idaraghufran.org

نزدیک سجدۂ تلاوت کرنا بھی مکروہ وممنوع ہے، البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان اوقات میں مکروہ نہیں (لانہٗ ذات سبب)

البتہ حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی آیتِ سجدہ ان اوقات میں ہی تلاوت کی جائے، تو پھر اس کا سجدہ ان اوقات میں کرنا بھی جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷ا:...... سجدہ کی آیت اگر نماز سے باہر تلاوت وسماعت کی جائے، تو اس کا سجدہ اسی وقت کرنا ضروری نہیں، بلکہ بعد میں کرنا بھی جائز ہے، اور کئی سجدے ایک وقت میں کرنا

---

[1] ذهب الحنفية -فى ظاهر الرواية -والمالكية والحنابلة -فى رواية الأثرم عن أحمد -إلى أنه لا سجود للتلاوة فى الأوقات المنهى عن صلاة التطوع فيها لعموم قول النبى صلى الله عليه وسلم: لا صلاة بعد الصبح حتى ترتفع الشمس، ولا صلاة بعد العصر حتى تغيب الشمس .وعندهم بعد هذا القدر المتفق عليه تفصيل :قال الحنفية :لو تلا شخص آية السجدة أو سمعها فى وقت غير مكروه فأداها فى وقت مكروه لا تجزئه؛ لأنها وجبت كاملة فلا تتأدى بالناقص كالصلاة، ولو تلاها فى وقت مكروه وسجدها فيه أجزأه؛ لأنه أداها كما وجبت، وإن لم يسجدها فى ذلك الوقت وسجدها فى وقت آخر مكروه جاز أيضا؛ لأنه أداها كما وجبت لأنها وجبت ناقصة وأداها ناقصة.

وقال المالكية :يجاوز القارء آية السجدة إن كان يقرأ وقت النهى -كوقت طلوع الشمس أو غروبها أو خطبة جمعة -ولا يسجد -على الخلاف عندهم فى المسألة السابقة -ما لم يكن فى صلاة فرض، فإن كان فى صلاة فرض قرأ وسجد قولا واحدا بلا خلاف عندهم لأن السجود تبع للفرض.

وقال الحنابلة :لا يسجد فى الأوقات التى لا يجوز أن يصلى فيها تطوعا، قال الأثرم :سمعت أبا عبد الله يسأل عمن قرأ سجود القرآن بعد الفجر وبعد العصر أيسجد؟ قال :لا، وعن أحمد رواية أخرى أنه يسجد .واستدلوا للراجح -رواية الأثرم -بعموم الحديث السابق، وبما روى أبو داود عن أبى تميمة الهجيمى قال :كنت أقص (أعظ) بعد صلاة الصبح فأسجد فنهانى ابن عمر، فلم أنته، ثلاث مرار ثم عاد فقال :إنى صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم ومع أبى بكر وعمر وعثمان رضى الله عنهم فلم يسجدوا حتى تطلع الشمس وروى الأثرم عن عبد الله بن مقسم أن قاصا كان يقرأ السجدة بعد العصر فيسجد فنهاه ابن عمر وقال :إنهم لا يعقلون.

وقالوا :لا ينعقد السجود للتلاوة إن ابتدأه مصل فى أوقات النهى ولو كان جاهلا بالحكم أو بكونه وقت نهى لأن النهى فى العبادات يقتضى الفساد. وذهب الشافعية إلى أنه يجوز سجود التلاوة فى وقت الكراهة لأنه من ذوات الأسباب، قال النووى :مذهبنا أنه لا يكره سجود التلاوة فى أوقات النهى عن الصلاة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۲۹ الیٰ ۲۳۱، مادة "سجود التلاوة"، سجود التلاوة فى أوقات النهى عن الصلاة)

بھی جائز ہے، البتہ اگر کوئی عذر نہ ہو، تو آیتِ سجدہ تلاوت یا سماعت کرنے کے بعد ہی سجدہ کرلینا بہتر ہے۔ [1]

---

[1] البتہ شافعیہ کے نزدیک اگر اسی وقت سجدۂ تلاوت نہ کیا، اور کافی وقت گزر گیا، تو وہ فوت ہوجاتا ہے، اور قضا ہونے نہ ہونے کے دوقول ہیں، جن میں اظہر یہ ہے کہ قضا نہیں کیا جائے گا۔

وقت أداء سجود التلاوة:

قال الحنفية :سجدة التلاوة إما أن تكون خارج الصلاة أو فى الصلاة :فإن كانت خارج الصلاة فإنها تجب على سبيل التراخى على المختار عندهم؛ لأن دلائل الوجوب -أى وجوب السجدة -مطلقة عن تعيين الوقت فتجب فى جزء من الوقت غير معين، ويتعين ذلك بتعيينه فعلا، وإنما يتضيق عليه الوجوب فى آخر عمره كما فى سائر الواجبات الموسعة، ويكره تأخيرها تنزيها، إلا إذا كان الوقت مكروها، لأنه بطول الزمان قد ينساها، وعندما يؤديها بعد وقت القراء ة يكفيه أن يسجد عدد ما عليه دون تعيين ويكون مؤديا.

أما إن كانت فى الصلاة فإنها تجب على سبيل التضييق -أى على الفور -لقيام دليله وهو أنها وجبت بما هو من أفعال الصلاة وهو القراء ةفالتحقت بأفعال الصلاة وصارت جزء ا من أجزائها، ولذا يجب أداؤها فى الصلاة مضيقا كسائر أفعال الصلاة، ومقتضى التضييق فى أدائها حال كونها فى الصلاة ألا تطول المدة بين التلاوة والسجدة، فإذا ما طالت فقد دخلت فى حيز القضاء وصار آثما بالتفويت عن الوقت.

وكل سجدة وجبت فى الصلاة ولم تؤد فيها سقطت ولم يبق السجود لها مشروعا لفوات محله، وأثم من لم يسجد فتلزمه التوبة، وذلك إذا تركها عمدا حتى سلم وخرج من حرمة الصلاة، أما لو تركها سهوا وتذكرها ولو بعد السلام قبل أن يفعل منافيا فإنه يأتى بها ويسجد للسهو .

قال الزرقانى :الظاهر أن المتطهر وقت جواز إذا قرأها ولم يسجدها يطالب بسجودها ما دام على طهارته وفى وقت الجواز، وإلا لم يطالب بقضائها لأنه من شعائر الفرائض.

وقال الشافعية :ينبغى أن يسجد عقب قراء ة آية السجدة أو استماعها، فإن أخر وقصر الفصل سجد، وإن طال فاتت، وهل تقضى؟ قولان :أظهرهما لا تقضى؛ لأنها تفعل لعارض فأشبهت صلاة الكسوف، وضبط طول الفصل أو قصره بالعرف .ولو قرأ سجدة فى صلاته فلم يسجد فيها سجد بعد سلامه إن قصر الفصل، فإن طال ففيه الخلاف، ولو كان القارء أو المستمع محدثا حال القراء ة فإن تطهر عن قرب سجد، وإلا فالقضاء على الخلاف، ولو كان يصلى فقرأ قارء السجدة وسمعه فلا يسجد، فإن سجد بطلت صلاته، فإن لم يسجد وفرغ من صلاته فقد اختلفوا فى سجوده، والمذهب أنه لا يسجد لأن قراءة غير إمامه لا تقتضى سجوده، وإذا لم يحصل ما يقتضى السجود أداء فالقضاء بعيد .

وقال الحنابلة :يسن السجود للقارء والمستمع له ولو كان السجود بعد التلاوة والاستماع مع قصر فصل بين السجود وسببه، فإن طال الفصل لم يسجد لفوات محله، ويتيمم محدث ويسجد مع قصر الفصل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۳۲ الیٰ ۲۳۳، مادة "سجود التلاوة")

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۱۸:...... حنفیہ کے نزدیک نماز میں پڑھی گئی آیتِ سجدہ کا اسی نماز میں سجدہ کرنے کا حکم ہے، اگر اسی نماز میں سجدہ ادا نہ کیا، تو نماز کے بعد اس سجدہ کی ادائیگی کا وقت باقی نہیں رہتا، اگر کسی نے جان بوجھ کر اس سجدہ کو ترک کیا، تو اس کو توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔ ۱

مسئلہ نمبر۱۹:...... نماز میں سجدہ کی آیت تلاوت کرنے کے بعد اس کے لئے مستقل سجدہ کرنا افضل ہے، اگر سجدہ کی آیت کسی سورت کے ختم پر ہے تو افضل یہ ہے کہ سورت ختم ہونے پر سجدۂ تلاوت کرے اور پھر سجدۂ تلاوت سے اٹھ کر دوسری سورت کے شروع سے کچھ آیات تلاوت کر کے رکوع کرے، اور حسبِ قاعدہ رکعت مکمل کرے۔

اور اگر کسی نے سجدہ کی آیت تلاوت کرنے کے بعد سجدۂ تلاوت کیا، پھر سجدۂ تلاوت سے اٹھ کر قیام کیا، اور پھر کچھ پڑھے بغیر رکوع کر لیا، تو بھی گناہ نہیں۔ ۲

مسئلہ نمبر۲۰:...... اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدۂ تلاوت نہیں کیا، بلکہ سجدہ کی آیت تلاوت کرنے کے بعد فوراً یا دو تین آیات تلاوت کر کے رکوع کر لیا اور اس میں اس سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی، تب بھی حنفیہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے، اور اگر رکوع میں نیت نہیں کی تو اس کے بعد نماز کا سجدہ کرنے سے بغیر نیت کے ہی سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔ ۳

---

۱ (ولو تلاها فی الصلاة سجدها فيها لا خارجها) لما مر .وفی البدائع :وإذا لم يسجد أثم فتلزمه التوبة(الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۲، ص۱۱۰، کتاب الصلاة، باب سجود التلاوة)

۲ ولو كانت بختم السورة فالأفضل أن يركع بها ولو سجد ولم يركع فلا بد من أن يقرأ شيئا من السورة الأخرى بعدما رفع رأسه من السجود ولو رفع ولم يقرأ شيئا وركع جاز وإن لم يركع ولم يسجد وتجاوز إلى موضع آخر فليس له أن يركع بها وعليه أن يسجد ما دام فی الصلاة ولو كانت السجدة فی آخر السورة وبعدها آيتان أو ثلاث فهو بالخيار إن شاء ركع بها وإن شاء سجد فإذا أراد أن يركع بها جاز له أن يختم السورة ويركع ولو سجد بها ثم قام يختم السورة ويركع فإن وصل إليها شيئا آخر من سورة أخرى فهو أفضل، هكذا فی المضمرات .وإذا سجد وركع لها على حدة على الفور يعود إلى القيام ويستحب أن لا يعقبه بالركوع بل يقرأ آيتين أو ثلاث آيات ثم يركع، كذا فی شرح منية المصلی لابن أمير الحاج(الفتاویٰ الهندية، ج۱، ص۱۳۳، کتاب الصلاة، الباب الثالث عشر)

۳ وإن قرأ آية السجدة فی الصلاة فإن كانت فی وسط السورة فالأفضل أن يسجد ثم يقوم ويختم السورة ويركع ولو لم يسجد وركع ونوى السجدة يجزيه قياسا وبه نأخذ(الفتاویٰ الهندية، ج۱ ص۱۳۳، کتاب الصلاة، الباب الثالث عشر)

مسئلہ نمبر ۲۱:...... حنفیہ کے نزدیک نماز میں سجدہ کی آیت تلاوت کرنے کے بعد جلدی سجدہ کر لینا چاہئے، اور لمبا فاصلہ نہیں کرنا چاہئے، اگر کسی نے سجدہ کی آیت تلاوت کرنے کے بعد سجدہ نہیں کیا، اور لمبا فاصلہ ہو گیا (جس کی مقدار بعض حضرات نے تین آیات سے زائد بیان فرمائی ہے) تو بھی سجدۂ تلاوت کرنے کا حکم برقرار رہتا ہے، لیکن بلا عذر اور جان بوجھ کر اتنی تاخیر کرنا منع ہے۔ اور لمبا فاصلہ دینے کے بعد پھر سجدۂ تلاوت، رکوع یا نماز والے سجدہ سے ادا نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لئے مستقل سجدہ کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۲:...... اگر کسی نے نماز میں سجدہ کی آیت تلاوت کی، اور اس کو فوری طور پر سجدۂ تلاوت کرنا یاد نہیں رہا، تو حنفیہ کے نزدیک اس کو اس نماز کے اندر جب بھی یاد آئے، سجدۂ

---

[1] ولو لم یرکع ولم یسجد وأتم السورة ثم رکع ونوی السجدة لا یجزیه ولا یسقط عنه بالرکوع وعلیه قضاؤها بالسجود ما دام فی الصلاة وذکر الشیخ الإمام المعروف بخواهر زاده أنه إذا قرأ بعد آیة السجدة ثلاث آیات ینقطع الفور ولا ینوب الرکوع عن السجدة وقال شمس الأئمة الحلوانی لا ینقطع ما لم یقرأ أکثر من ثلاث آیات، کذا فی فتاوی قاضی خان(الفتاویٰ الهندیة، ج ا ص ۱۳۳، کتاب الصلاة، الباب الثالث عشر)

وأما بیان وقت أدائها فما وجب أداؤها خارج الصلاة فوقتها جمیع العمر؛ لأن وجوبها علی التراخی علی ما مر .وأما ما وجب أداؤها فی الصلاة فوقتها فور الصلاة؛ لما مر أن وجوبها فی الصلاة علی الفور وهو أن لا تطول المدة بین التلاوة وبین السجدة، فأما إذا طالت فقد دخلت فی حیز القضاء وصار آثما بالتفویت عن الوقت، ثم الأمر فی مقدار الطول علی ما ذکرنا من اختلاف المشایخ(بدائع الصنائع ، ج ا، ص ۱۹۱، و۱۹۲، فصل فی بیان وقت أداء سجدة التلاوة)

وأما المتلوة فی الصلاة فإنها تجب علی سبیل التضییق لقیام دلیل التضییق، وهو أنها وجبت بما هو من أفعال الصلاة وهو القراء ة فالتحقت بأقوالها وصارت جزء ا من أجزائها؛ ولهذا قلنا إذا تلا آیة السجدة، ولم یسجد، ولم یرکع حتی طالت القراء ة ثم رکع ونوی السجدة لم تجز، وکذا إذا نواها فی السجدة الصلبیة؛ لأنها صارت دینا، والدین یقضی بما له لا بما علیه(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج۲، ص ۱۲۹، کتاب الصلاة، باب سجود التلاوة)

(قوله وأما المتلوة فی الصلاة إلخ) قال فی الشرنبلالیة یجوز أن یقال تجب الصلاتیة موسعا بالنسبة لمحلها کما لو تلا فی أول صلاته وسجدها فی آخرها اهـ.ولا یخفی ما فیه؛ لأنه یلزم علیه أنه لا یأثم فی هذه الصورة، وهو خلاف المنصوص علیه بل تصیر قضاء ویأثم بتأخیرها کما یفیده کلام المؤلف هنا وسیصرح به عن البدائع فی شرح قوله، ولم تقض الصلاتیة خارجها(منحة الخالق علی البحر الرائق، ج۲، ص ۱۲۹، کتاب الصلاة، باب سجود التلاوة)

تلاوت کر لینا چاہیے، خواہ اگلی رکعت میں یاد آئے، یا سلام پھیرنے سے پہلے پہلے یاد آئے، اُسی وقت سجدۂ تلاوت کر لینا چاہیے۔[1]

اگر آیتِ سجدہ کے بعد سجدۂ تلاوت کرنا یاد نہیں رہا، اور نماز کا سلام پھیر دیا، تو جب تک نماز کے خلاف کوئی عمل (مثلاً چلنا پھرنا، قبلہ سے سینہ پھرنا، وضو توڑنا، بات چیت کرنا) نہیں پایا گیا، اُس وقت تک بھی اس سجدۂ تلاوت کو ادا کرنا درست ہو جاتا ہے، کیونکہ نماز کے خلاف کسی عمل کے نہ پائے جانے کی وجہ سے فساد متحقق نہیں ہوتا۔[2]

---

[1] ويجب عليه سجود السهو لو تذكرها في آخر صلاته في الأصح كما قدمناه في باب السهو، وهذا عين التضييق فكيف يكون موسعا بالنسبة للصلاة وكأنه أراد أن يفرق بين التضييق في الصلاتية والتضييق في غيرها عند آخر العمر بأنه في الأولى يمكن التدارك بالقضاء ما دام في حرمة الصلاة فكان فيه نوع توسعة بخلاف الثاني ولكن هذا القدر لا يسوغ إطلاق أن الوجوب فيها موسع فتدبر (منحة الخالق على البحر الرائق، ج۲، ص ۱۲۹)

[2] اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق اصح یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت بھول جانے کی صورت میں تین آیات سے زائد پڑھنے کے بعد سجدۂ تلاوت کرنے کی صورت میں سجدۂ سہو بھی واجب ہوتا ہے۔

قال محمد رحمه الله في الأصل :إذا سلم ساهياً وعليه سجدة، فهذه المسألة لا تخلو إما أن يكون عليه سجدة تلاوة أو سجدة صلبية أو سجدة سهو، وأياً ما كان، فإنه يأتي بها؛ لأنه في حرمة الصلاة بعد؛ لأن سلام الساهي لا يخرجه عن حرمة الصلاة، وإذا لم يخرجه عن حرمة الصلاة صار وجود هذا السلام والعدم بمنزلة، ولو لم يوجد السلام أليس إنه يأتي بها، كذا ها هنا (المحيط البرهاني، ج۲ ص ۵۱۵، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو)

تنبيه إنما قال المصنف خارجها لأنها تقضى داخلها بأن أخرها حتى طالت القراء ة فإنها تصير قضاء ولكنه يسجدها فيها أما إذا لم تطل القراء ة فينوب عنها سجود الصلاة ولو من غير نية وقدمنا عن الدراية أنه يقضيها ما دام في حرمة الصلاة ولو بعد السلام ما لم يأت بمناف اهـ(حاشية الطحطاوي ، ص ۴۹۳، باب سجود التلاوة)

(وهي على التراخي) على المختار ويكره تأخيرها تنزيها، ويكفيه أن يسجد عدد ما عليه بلا تعيين ويكون مؤديا وتسقط بالحيض والردة (إن لم تكن صلوية) فعلى الفور لصيرورتها جزءا منها ويأثم بتأخيرها ويقضيها ما دام في حرمة الصلاة ولو بعد السلام فتح ثم هذه النسبة هي الصواب، وقولهم صلاتية خطأ قاله المصنف لكن في الغاية أنه خطأ مستعمل وهو عند الفقهاء خير من صواب نادر (الدرالمختار)

(قوله فعلى الفور) جواب شرط مقدر تقديره فإن كانت صلوية فعلى الفور ح ثم تفسير الفور عدم طول المدة بين التلاوة والسجدة بقراء ة أكثر من آيتين أو ثلاث على ما سيأتي حلية(قوله ويأثم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور اگر کسی نے اس وقت تک بھی سجدہ نہیں کیا، تو اب اس سجدہ کی قضا کا وقت ختم ہو جاتا ہے، اس کے بعد توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر۲۳:...... اگر ایک آیتِ سجدہ کو ایک مجلس یعنی ایک جگہ میں (مثلاً ایک جگہ بیٹھے بیٹھے یا ایک کمرہ یا ایک مسجد کے اندر اندر رہتے ہوئے) بار بار تلاوت یا سماعت کیا، تو حنفیہ کے نزدیک کئی مرتبہ کی طرف سے ایک ہی سجدہ کافی ہے، خواہ اس مجلس میں کئی مرتبہ ایک آیتِ سجدہ تلاوت کرنے یا سماعت کرنے کے بعد میں سجدہ کرلیا جائے، یا درمیان میں سجدہ کر کے پھر اسی مجلس میں دوبارہ اسی سجدہ کی آیت کو تلاوت کیا جائے، بہرصورت ایک سجدہ کافی ہوجاتا ہے۔

اور اگر مجلس وجگہ بدل جائے (مثلاً ایک مرتبہ آیتِ سجدہ تلاوت کرنے کے بعد کہیں چلا جائے، اور پھر دوسری جگہ یا اسی پہلی جگہ واپس آ کر وہی آیتِ سجدہ دوبارہ تلاوت کرے) یا ایک مجلس میں مختلف سجدہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، تو پھر ہر مجلس اور ہر آیتِ سجدہ کا سجدہ الگ سے کرنے کا حکم ہوگا۔

اور تلاوت کرنے والے کے حق میں اس کی مجلس کا اعتبار ہوتا ہے، اور سماعت کرنے والے کے حق میں اس کی مجلس کا اعتبار ہوتا ہے۔

چنانچہ اگر تلاوت کرنے والے نے ایک ہی آیتِ سجدہ کی بار بار ایک مجلس میں تلاوت کی، لیکن سننے والے کی مجلس بدلتی رہی (مثلاً وہ تلاوت کرنے والے کے پاس آتا اور جاتا رہا)، تو تلاوت کرنے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بتأخيرها إلخ) لأنها وجبت بما هو من أفعال الصلاة .وهو القراء ة وصارت من أجزائها فوجب أداؤها مضيقا كما فى البدائع ولذا كان المختار وجوب سجود للسهو لو تذكرها بعد محلها كما قدمناه فى بابه عند قوله بترك واجب فصارت كما لو أخر السجدة الصلبية عن محلها فإنها تكون قضاء ، ومثله :ما لو أخر القراء ة إلى الأخريين على القول بوجوبها فى الأوليين وهو المعتمد .أما على القول بعدمه فيهما فهى أداء فى الأخريين كما حققناه فى واجبات الصلاة فافهم(قوله ولو بعد السلام) أى ناسيا ما دام فى المسجد وروى أنه لا يسجد بعد السلام ناسيا تتارخانية (قوله ثم هذه النسبة هى الصواب) أى قول المصنف صلوية برد ألفه واوا وحذف التاء ، وإذا كانوا قد حذفوها فى نسبة المذكر إلى المؤنث كنسبة الرجل إلى بصرة فقالوا بصرى لا بصرتى كى لا تجتمع تاء ان فى نسبة المؤنث فيقولون بصرتية فكيف بنسبة المؤقت إلى المؤنث فتح(ردالمحتار، ج۲، ص ۱۰۹، و ۱۱۰، باب سجود التلاوة)

www.idaraghufran.org

والے کے حق میں ایک سجدہ کافی ہوگا، اور سماعت کرنے والے کے حق میں ایک سجدہ کافی نہیں ہوگا۔

اور اس کے برعکس اگر تلاوت کرنے والے کی مجلس بدلتی رہی (مثلاً اس نے ایک مرتبہ آیتِ سجدہ کی تلاوت کی، اور پھر کہیں چلا گیا، پھر دوبارہ اسی جگہ واپس آ کر وہی آیتِ سجدہ دوبارہ تلاوت کی) لیکن سننے والے کی مجلس ایک ہی رہی (مثلاً وہ اسی جگہ موجود رہا) تو سماعت کرنے والے حق میں ایک سجدہ کافی ہوگا، اور تلاوت کرنے والے کے حق میں ایک سجدہ کافی نہیں ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۴:...... اگر ایک ہی نماز کے اندر سجدہ کی ایک آیت کو بار بار تلاوت کیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس کو ایک مجلس کا حکم حاصل ہونے کی وجہ سے ایک ہی سجدہ کافی ہوتا ہے۔

---

[1] اور اگر آیتِ سجدہ تلاوت کرنے کے بعد اسی مجلس میں نماز کی نیت باندھ کر اسی آیتِ سجدہ کو تلاوت کیا، تو نماز میں سجدہ تلاوت کرنے سے پہلا سجدۂ تلاوت بھی ادا ہوجاتا ہے، لیکن اگر آیتِ سجدہ تلاوت کرنے کے بعد سجدہ تلاوت کرلیا، اور پھر اسی مجلس میں نماز کی نیت باندھ کر دوبارہ وہی آیتِ سجدہ تلاوت کی تو اس کے لیے مستقل سجدہ کرنا پڑے گا۔ اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہاء کے اقوال مجلس کے اتحاد اور تبدل کی صورت میں تداخلِ سجدہ کے معتبر ہونے نہ ہونے میں مختلف ہیں۔

ذكر الحنفية أن سجدة التلاوة مبناها على التداخل دفعا للحرج.

والتداخل فيها تداخل في السبب دون الحكم؛ لأنها عبادة، فتنوب الواحدة عما قبلها وعما بعدها، ولا يتكرر وجوبها إلا باختلاف المجلس أو اختلاف التلاوة (أي الآية) أو السماع، فمن تلا آية واحدة في مجلس واحد مرارا تكفيه سجدة واحدة وأداء السجدة بعد القراء ة الأولى أولى.

والأصل في ذلك ما روى أن جبريل عليه السلام كان ينزل بالوحي فيقرأ آية السجدة على رسول الله صلى الله عليه وسلم ورسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسمع ويتلقن، ثم يقرأ على أصحابه، وكان لا يسجد إلا مرة واحدة. وإن تلاها في غير الصلاة فسجد، ثم دخل في الصلاة فتلاها فيها، سجد أخرى .ولو لم يسجد أولا كفته واحدة؛ لأن الصلاتية أقوى من غيرها، فتستتبع غيرها وإن اختلف المجلس .ولو لم يسجد في الصلاة سقطتا في الأصح.

وأما المالكية فقاعدة المذهب عندهم تكرير سجدة التلاوة، إن كرر حزبا فيه سجدة، ولا تكفيه السجدة الأولى؛ لوجود المقتضي للسجود، باستثناء المعلم والمتعلم فقط عند الإمام مالك وابن القاسم، واختاره المازري، خلافا لأصبغ وابن عبد الحكم القائلين بعدم السجود عليهما ولا في أول مرة .ومحل الخلاف كما في حاشية الدسوقي إذا حصل التكرير لحزب فيه سجدة، وأما قارء القرآن بتمامه فإنه يسجد جميع سجداته في غير الصلاة وفي الصلاة، حتى لو قرأه كله في ركعة واحدة، سواء أكان معلما أم متعلما اتفاقا.

وجاء في الروضة وغيرها من كتب الشافعية :أنه إذا قرأ آيات السجدات في مكان واحد، سجد لكل واحدة، ومثل ذلك قراء ته الآية الواحدة في مجلسين. فلو كرر الآية الواحدة في المجلس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اگر سجدۂ تلاوت کے بعد سجدہ کرکے وہی آیتِ سجدہ نماز کی اسی رکعت میں دوبارہ پڑھ دی، تو بھی پہلا سجدہ کافی ہوتا ہے، دوبارہ سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اور اگر کسی نے نماز میں سجدہ کی آیت تلاوت کرکے سجدہ کرلیا، اور پھر اسی نماز کی اگلی رکعت میں اُسی آیتِ سجدہ کو دوبارہ پڑھا، تو اس صورت میں بعض حضرات کے نزدیک پہلی رکعت میں کیا ہوا سجدہ کافی ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک دوبارہ سجدہ کرنا چاہئے۔ [1]

لہٰذا گنجائش اس کی بھی ہے کہ پہلی رکعت کے سجدہ کو کافی سمجھا جائے، اور دوسری رکعت میں سجدہ نہ کیا جائے، اور اگر کوئی دوسری رکعت میں بھی سجدہ کرلے، تو بھی حرج نہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الواحد نظر، إن لم يسجد للمرة الأولى كفاه سجود واحد، وإن سجد للأولى فثلاثة أوجه :أصحها يسجد مرة أخرى لتجدد السبب، والثانى تكفيه الأولى، والثالث إن طال الفصل سجد أخرى، وإلا فتكفيه الأولى. ولو كرر الآية الواحدة فى الصلاة، فإن كان فى ركعة فكالمجلس الواحد، وإن كان فى ركعتين فكالمجلسين .ولو قرأ مرة فى الصلاة، ومرة خارجها فى المجلس الواحد وسجد للأولى، فلم ير النووى فيه نصا للأصحاب، وإطلاقهم يقتضى طرد الخلاف فيه .وتذكر كتب الحنابلة أيضا أن سجود التلاوة يتكرر بتكرر التلاوة، حتى فى طواف مع قصر فصل .وذكر صاحب الإنصاف وجهين فى إعادة سجود من قرأ بعد سجوده، وكذا يتوجه فى تحية المسجد إن تكرر دخوله .وقال ابن تميم :وإن قرأ سجدة فسجد، ثم قرأها فى الحال مرة أخرى، لا لأجل السجود، فهل يعيد السجود؟ على وجهين .وقال القاضى فى تخريجه :إن سجد فى غير الصلاة ثم صلى فقرأها فيها أعاد السجود، وإن سجد فى صلاة ثم قرأها فى غير صلاة لم يسجد .وقال :إذا قرأ سجدة فى ركعة فسجد، ثم قرأها فى الثانية، فقيل يعيد السجود، وقيل لا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١١ ص ٨٦ الى ٨٨،التداخل فى سجود التلاوة، مادة"تداخل")

[1] إن كررها فى ركعة واحدة تكفى سجدة واحدة، سواء سجد ثم أعاد، أو أعاد ثم سجد، وإن كرر فى ركعة أخرى يكفيه سجدة واحدة، هذا عند أبى يوسف رضى الله عنه- خلافا لمحمد-رضى الله عنه (شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض)

إذا قرأ آية السجدة فى الأولى ثم أعادها فى الركعة الثانية والثالثة وسجد للأولى ليس عليه أن يسجدها وهو الأصح، كذا فى الخلاصة(الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثالث عشر)

[2] مذکورہ صورت میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک پہلا سجدہ کافی ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک دوسرا سجدہ کرنے کا حکم ہے، امام محمد کے قول پر اور امام ابو یوسف کے قول کو قیاس پر مبنی قرار دیا گیا ہے۔

اور خلاصۃ الفتاویٰ میں امام ابو یوسف کے قول کو اصح قرار دیا گیا ہے، کما مر عن الهندية، وهو الراجح لاتحاد المجلس.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۲۵:...... مجلس بدلنے کا اعتبار کبھی تو جگہ کے تبدیل ہونے سے ہوتا ہے، اور کبھی ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے کسی دوسرے مستقل کام میں مشغول ہونے سے بھی ہوجاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۶:...... اگر کسی نے پیدل چلتے ہوئے یا چلتے ہوئے جانور (یا چلتی ہوئی سائیکل وغیرہ) پر بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت میں ایک آیتِ سجدہ کو ایک سے زیادہ مرتبہ تلاوت یا سماعت کیا، تو مجلس بدل جانے کی وجہ سے الگ الگ سجدوں کا حکم ہوگا۔

البتہ اگر کوئی چلتی کشتی (یا جہاز یا ریل یا بس وغیرہ) میں سوار ہو یا کسی ایک کمرہ یا مسجد کے اندر ہی چکر کاٹ رہا ہو یا چلتے جانور (یا سائیکل) پر سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھتے ہوئے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ولو قرأ آية سجدة فى الركعة الأولى فسجد ثم قام فأعادها فى تلك الركعة ثانيا لم يلزمه أخرى بالإجماع وإن أعادها فى الركعة الثانية يلزمه أخرى عند محمد وهو استحسان وعند أبى يوسف تكفيه الأولى وهو القياس (الجوهرة النيرة، ج ١ ص ٨٣، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة)

[1] ثم تبدل المجلس قد يكون حقيقة وقد يكون حكما بأن تلا آية السجدة ثم أكل أو نام مضطجعا، أو أرضعت صبيا، أو أخذ فى بيع أو شراء أو نكاح أو عمل يعرف أنه قطع لما كان قبل ذلك ثم أعادها فعليه سجدة أخرى؛ لأن المجلس يتبدل بهذه الأعمال . ألا ترى أن القوم يجلسون لدرس العلم فيكون مجلسهم مجلس الدرس، ثم يشتغلون بالنكاح فيصير مجلسهم مجلس النكاح، ثم بالبيع فيصير مجلسهم مجلس البيع، ثم بالأكل فيصير مجلسهم مجلس الأكل، ثم بالقتال فيصير مجلسهم مجلس القتال فصار تبدل المجلس بهذه الأعمال كتبدله بالذهاب والرجوع لما مر .ولو نام قاعدا أو أكل لقمة أو شرب شربة أو تكلم بكلمة أو عمل عملا يسيرا ثم أعادها فليس عليه أخرى؛ لأن بهذا القدر لا يتبدل المجلس والقياس فيهما سواء أنه لا يلزمه أخرى لاتحاد المكان حقيقة إلا أنا استحسنا إذا طال العمل اعتبارا بالمخيرة إذا عملت عملا كثيرا خرج الأمر عن يدها وكان قطعا للمجلس بخلاف ما إذا أكل لقمة أو شرب شربة.ولو قرأ آية السجدة فأطال القراءة بعدها أو أطال الجلوس ثم أعادها ليس عليه سجدة أخرى؛ لأن مجلسه لم يتبدل بقراء ة القرآن وطول الجلوس، وكذا لو اشتغل بالتسبيح أو بالتهليل ثم أعادها لا يلزمه أخرى وإن قرأها وهو جالس ثم قام فقرأها وهو قائم إلا أنه فى مكانه ذلك يكفيه سجدة واحدة؛ لأن المجلس لم يتبدل حقيقة وحكما ....وكذلك لو قرأها وهو قائم فقعد ثم أعادها يكفيه سجدة واحدة لما قلنا .ولو قرأها فى مكان ثم قام وركب الدابة على مكانه ثم أعادها قبل أن يسير فعليه سجدة واحدة على الأرض، ولو سارت الدابة ثم تلا بعدها فعليه سجدتان، وكذلك إذا قرأها راكبا ثم نزل قبل السير فأعادها يكفيه سجدة واحدة استحسانا وفى القياس فعليه سجدتان لتبدل مكانه بالنزول أو الركوب... ولو قرأها راكبا ثم نزل ثم ركب فأعادها وهو على مكانه فعليه سجدة واحدة لما بينا والأصل أن النزول والركوب ليسا بمكانين (بدائع، ج ١ ،ص ١٨٣ ،ملخصاً ،فصل سجدة التلاوة)

www.idaraghufran.org

ایک آیتِ سجدہ کو بار بار تلاوت کرے، تو ان سب صورتوں میں ایک آیتِ سجدہ کی بار بار تلاوت یا سماعت پر مجلس کے ایک ہونے کی وجہ سے ایک ہی سجدہ کا حکم ہوگا۔ [1]

ملحوظہ: نماز میں آیتِ سجدہ تلاوت کرنے اور سننے کی صورت میں سجدۂ تلاوت کے تفصیلی احکام ہم نے اپنی دوسری کتاب ''نمازِ تراویح کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردیئے ہیں، وہاں ملاحظہ کرلئے جائیں۔ فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۲۹/ ذوالحجہ/۱۴۳۳ھ 15/ نومبر/2012ء بروز جمعرات

---

[1] ولو تلاها وهو يمشي لزمه لكل مرة سجدة لتبدل المكان، وكذلك لو كان يسبح في نهر عظيم أو بحر لما ذكرنا فإن كان يسبح في حوض أو غدير له حد معلوم قيل يكفيه سجدة واحدة ولو تلاها على غصن ثم انتقل إلى غصن آخر اختلف المشايخ فيه وكذا التلاوة عند الكرس، وقالوا في تسدية الثوب إنه يتكرر الوجوب. ولو قرأ آية السجدة مرارا وهو يسير على الدابة إن كان خارج الصلاة سجد لكل مرة سجدة على حدة بخلاف ما إذا قرأها في السفينة وهي تجري حيث تكفيه واحدة. (والفرق) أن قوائم الدابة جعلت كرجليه حكما لنفوذ تصرفه عليها في السير والوقوف فكان تبدل مكانها كتبدل مكانه فحصلت القراء ة في مجالس مختلفة فتعلقت بكل تلاوة سجدة بخلاف السفينة فإنها لم تجعل بمنزلة رجلي الراكب لخروجها عن قبول تصرفه في السير والوقوف ولهذا أضيف سيرها إليها دون راكبها قال الله تعالى (حتى إذا كنتم في الفلك وجرين بهم) وقال (وهي تجري بهم في موج كالجبال) فلم يجعل تبدل مكانها تبدل مكانه بل مكانه ما استقر هو فيه من السفينة من حيث الحقيقة والحكم وذلك لم يتبدل فكانت التلاوة متكررة في مكان واحد فلم يجب لها إلا سجدة واحدة كما في البيت وعلى هذا حكم السماع بأن سمعها من غيره مرتين وهو يسير على الدابة لتبدل مكان السامع، هذا إذا كان خارج الصلاة فأما إذا كان في الصلاة بأن تلاها وهو يسير على الدابة ويصلي عليها إن كان ذلك في ركعة واحدة لا يلزمه إلا سجدة واحدة بالإجماع؛ لأن الشرع حيث جوز صلاته عليها مع حكمه ببطلان الصلاة في الأماكن المختلفة دل على أنه أسقط اعتبار اختلاف الأمكنة أو جعل مكانه في هذه الحالة ظهر الدابة لا ما هو مكان قوائمها وهذا أولى من إسقاط اعتبار الأماكن المختلفة؛ لأنه ليس بتغيير للحقيقة أو هو أقل تغييرا لها وذلك تغيير للحقيقة من جميع الوجوه والظهر متحد فلا يلزمه إلا سجدة واحدة وصار راكب الدابة في هذه الحالة كراكب السفينة يحققه أن الشرع جوز صلاته ولو جعل مكانه أمكنة قوائم الدابة لصار هو ماشيا بمشيها، والصلاة ماشيا لا تجوز (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ۱، ص ۱۸۲، فصل سجدة التلاوة)

نفل وسنّت نمازوں سے متعلق اہم احکام

دن رات کے مختلف اوقات کی سنن ونوافل نمازوں کے ثبوت اوران کے فضائل اور ضمناً اجمالی احکامات کے بعد اب سنت ونفل نمازوں سے متعلق بعض اہم احکام کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱)

نفل وسنت نمازوں کے ممنوع ومکروہ اوقات

سوال

وہ کون کون سے اوقات ہیں کہ جن میں سنت اورنفل نماز پڑھنا مکروہ یا منع ہے، اوران کی کراہت وممانعت کن دلائل سے ثابت ہے؟

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جواب

تین اوقات تو ایسے ہیں کہ ان میں فرض اورنوافل وسنن نمازوں کا پڑھنا منع ہے، اور وہ اوقات یہ ہیں۔

ایک سورج طلوع ہونے کا وقت، دوسرے سورج غروب ہونے کا وقت، تیسرے سورج کے زوال کا وقت۔

اورمزیددواوقات ایسے ہیں کہ جن میں صرف عام نوافل کا پڑھنا مکروہ وممنوع ہے۔

ایک تو عصر کی نماز سے فارغ ہوکرسورج غروب ہونے تک، اور دوسرے فجر کے طلوع ہونے سے لے کرسورج کے طلوع ہونے تک (سوائے فجر کی دوسنتوں کے) [۱]

---

[۱] البتہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک ان اوقات میں ذوات الاسباب نوافل جائز ہیں، کما سیأتی۔

پہلے اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ذکر کی جاتی ہیں، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ متعلقہ مسائل ذکر کیے جائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ الصَّلَاةِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوْبِهَا (بخاری)[۱]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے سورج طلوع ہونے کے وقت، اور سورج غروب ہونے کے وقت نماز سے منع فرمایا (بخاری)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَبْرُزَ وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَغِيْبَ وَلَا تَحَيَّنُوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ (بخاری)[۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سورج کا کنارہ طلوع ہوجائے، تو تم نماز کو چھوڑ دو، یہاں تک کہ سورج اچھی طرح ظاہر نہ ہوجائے، اور جب سورج کا (نیچے والا) کنارہ غائب ہوجائے تو نماز کو چھوڑ دو، اور تم اپنی نماز کو سورج طلوع ہونے کے اور سورج غروب ہونے کے قریب نہ کرو، کیونکہ سورج شیطان کے دوسینگوں کے درمیان طلوع (وغروب) ہوتا ہے (بخاری)

اس حدیث سے جہاں سورج کے زوال، طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت معلوم ہوئی، اسی طرح سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے قریب نماز پڑھنے کی بھی ممانعت معلوم ہوئی۔

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا أَنْ

---

[۱] رقم الحديث ۱۶۲۹، باب الطواف بعد الصبح والعصر

[۲] رقم الحديث ۳۲۷۲، باب صفة إبليس وجنوده

www.idaraghufran.org

نُصَلِّيَ فِيهِنَّ أَوْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتّٰى تَرْتَفِعَ وَحِينَ يَقُومُ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ حَتّٰى تَمِيلَ وَحِينَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتّٰى تَغْرُبَ (ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تین اوقات میں نماز پڑھنے یا ہمیں اپنے مُردوں کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے، ایک تو اس وقت جبکہ سورج واضح طور پر طلوع ہو رہا ہو، یہاں تک کہ وہ (طلوع ہوکر) بلند نہ ہو جائے، اور دوسرے اس وقت جبکہ دوپہر کو کھڑی ہوئی چیز کا سایہ کھڑا ہو جائے (یعنی ٹھیک دوپہر اور زوال کے وقت) اور تیسرے اس وقت جبکہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو جائے، یہاں تک کہ غروب نہ ہو جائے (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ فِي ثَلَاثِ سَاعَاتٍ : عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ حَتّٰى تَطْلُعَ، وَنِصْفِ النَّهَارِ، وَعِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۶۵۰) [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۰۳۰، باب ما جاء فی کراهية الصلاة على الجنازة عند طلوع الشمس وعند غروبها، واللفظ لهٗ، سنن نسائی رقم الحديث ۵۶۵، باب النهی عن الصلاة نصف النهار، السنن لكبرىٰ للنسائی رقم الحديث ۱۵۶۰، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۱۵۴۶.

قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند بعض أهل العلم من أصحاب النبی صلى الله عليه وسلم وغيرهم: يكرهون الصلاة على الجنازة فی هذه الساعات، وقال ابن المبارك :معنى هذا الحديث أن نقبر فيهن موتانا ، يعنی الصلاة على الجنازة، وكره الصلاة على الجنازة عند طلوع الشمس، وعند غروبها، وإذا انتصف النهار حتى تزول الشمس، وهو قول أحمد، وإسحاق.قال الشافعی: لا بأس فی الصلاة على الجنازة فی الساعات التی تكره فيهن الصلاة (ترمذی، حواله بالا)

وفی حاشية ابنِ حبان: اسناده صحيح.

[2] ومسند البزار، رقم الحديث ۹۸۹۴،معجم ابن الاعرابی، رقم الحديث ۲۲۰.

قال الطبرانی:لم يرو هذا الحديث عن يونس إلا عبيد الله بن عمرو (حواله بالا)

وقال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الاوسط وفيه ابن لهيعة وفيه كلام(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۳۶۹، ج۲ص۲۲۸، باب النهی عن الصلاة بعد العصر، وغير ذلك)

قلت:ولم اجد فی الكبير والاوسط للطبرانی ابن لهيعة. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اوقات میں نماز سے منع فرمایا، ایک سورج طلوع ہونے کے وقت جب تک سورج طلوع نہ ہوجائے، دوسرے نصف النہار (یعنی زوال) کے وقت، اور تیسرے سورج غروب ہونے کے وقت (طبرانی)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ قَالَ: فَكُنَّا نُنْهٰى عَنِ الصَّلَاةِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوْبِهَا وَنِصْفِ النَّهَارِ (مسند ابویعلیٰ الموصلی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔

پس ہمیں سورج طلوع ہونے کے وقت اور سورج غروب ہونے کے وقت اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وعُبَيد الله بن عَمْرو بن أَبى الوليد الأسدى ، أبو وهب الرَّقّيّ مولى بني أسد............

قال أبو بكر بن أبى خيثمة ، عن يحيى بن مَعِين :ثقة.وكذلك قال النَّسَائى.

وَقَال أبو حاتم :صالح الحديث ، ثقة ، صدوق ، لا أعرف له حديثًا منكرا ، هو أحب الى من زهير بن محمد............وَقَال محمد بن سعد :كان ثقة ، صدوقا ، كثير الحديث وربماأخطأ ، وكان أحفظ من روى عن عبد الكريم الجزرى ، ولم يكن أحد ينازعه فى الفتوى فى دهره (تهذيب الكمال ج١٩ ص١٣٦تا١٣٩)

ويونس بن عُبَيد بن دينار العبدى ، أبو عبد الله ، ويُقال :أبو عُبَيد البَصْرِيّ ، مولى عبدالقيس.رأى إبراهيم النخعى ، وأنس بن مالك ، وسَعِيد بن جبير.............

قال البخارى ، عن على ابن المدينى :له نحو مئتى حديث.وذكره محمد بن سعد فى الطبقة الرابعة من أهل البصرة ، وَقَال :كان ثقة كثير الحديث.وَقَال أبو طالب عن أحمد بن حنبل ، وإسحاق بن منصور عن يحيى بن مَعِين ، وأبو عبد الرحمن النَّسَائى : ثقة............وَقَال أبو حاتم : ثقة ، وهو أحب إلى من هشام بن حسان وأكبر من سُلَيمان التَّيمِيّ ، ولا يبلغ التَّيمِيّ منزلة يونس بن عُبَيد(تهذيب الكمال ج٣٢ص٥١٧تا٥٢٠)

[1] رقم الحديث ٤٩٧٧،واللفظ لهٗ،شرح معانى الآثار رقم الحديث ٩١٥، شرح مشكل الآثار رقم الحديث ٣٩٧٠

قال حسين سليم أسد:إسناده حسن (حاشية مسند ابى يعلىٰ)

www.idaraghufran.org

نِصفُ النہار (یعنی زوال) کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے (مسند ابی یعلیٰ)

اسی قسم کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلاَتَيْنِ : بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازوں سے منع فرمایا، ایک تو فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک، اور ایک عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک (بخاری)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

شَهِدَ عِنْدِىْ رِجَالٌ مَرْضِيُّوْنَ وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِىْ عُمَرُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلاَةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ (بخاری) [3]

---

[1] عن علي، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم :نهى عن الصلاة عند طلوع الشمس، حتى تطلع وعند غروبها حتى تغرب، وبنصف النهار حتى تزول الشمس. وهذا الحديث لا نعلمه يروى عن علي، عن النبي صلى الله عليه وسلم :إلا من هذا الوجه، ولا رواه عن علي، إلا الحارث(مسند البزار، رقم الحديث ۸۵۸)

[2] رقم الحديث ۵۸۸، باب:لا تتحرى الصلاة قبل غروب الشمس.

[3] باب الصلاة بعد الفجر حتى ترتفع الشمس، رقم الحديث ۵۸۱، واللفظ لهٗ،سنن الترمذي، رقم الحديث ۱۸۳.

قال الترمذي: وفي الباب عن علي، وابن مسعود، وأبي سعيد، وعقبة بن عامر، وأبي هريرة، وابن عمر، وسمرة بن جندب، وعبد الله بن عمرو، ومعاذ ابن عفراء ، والصنابحي، ولم يسمع من النبي صلى الله عليه وسلم، وسلمة بن الأكوع، وزيد بن ثابت، وعائشة، وكعب بن مرة، وأبي أمامة، وعمرو بن عبسة، ويعلى بن أمية، ومعاوية، حديث ابن عباس، عن عمر حديث حسن صحيح .وهو قول أكثر الفقهاء من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، ومن بعدهم أنهم :كرهوا الصلاة بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس، وبعد العصر حتى تغرب الشمس، وأما الصلوات الفوائت فلا بأس أن تقضى بعد العصر وبعد الصبح .قال علي ابن المديني :قال يحيى بن سعيد :قال شعبة :لم يسمع قتادة من أبي العالية إلا ثلاثة أشياء :حديث عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن الصلاة بعد العصر حتى تغرب الشمس، وبعد الصبح حتى تطلع الشمس "، وحديث ابن عباس، عن النبي ﷺ قال :لا ينبغي لأحد أن يقول أنا خير من يونس بن متى، وحديث علي :القضاة ثلاثة.

ترجمہ: میرے سامنے پسندیدہ لوگوں (یعنی صحابۂ کرام) نے گواہی دی، جن میں میرے نزیک زیادہ پسندیدہ حضرت عمر ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے بعد نماز سے منع فرمایا، یہاں تک کہ سورج روشن ہوجائے، اور عصر کے بعد نماز سے منع فرمایا، یہاں تک کہ سورج غروب ہوجائے (بخاری، ترمذی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: لَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ (مسند احمد، رقم الحديث ١١٠) [1]

ترجمہ: بے شک اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز نہیں ہے، اور صبح کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک نماز نہیں ہے (مسند احمد)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ

(بخاری) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ صبح کے بعد سورج بلند ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے، اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے (بخاری، نسائی)

اور حضرت عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ:

---

[1] في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

[2] رقم الحديث ٥٨٦، باب: لا تتحرى الصلاة قبل غروب الشمس، واللفظ لهٗ؛ نسائی، رقم الحديث ٥٦٦.

www.idaraghufran.org

فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَخْبِرْنِيْ عَمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ وَأَجْهَلُهُ. أَخْبِرْنِيْ عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ (مسلم)[1]

ترجمہ: پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! آپ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اس علم کے بارے میں مجھے خبر دیجئے، جس سے میں ناواقف ہوں، مجھے نماز کے بارے میں خبر دیجئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ صبح (یعنی فجر) کی نماز پڑھیں، پھر آپ نماز سے رُکے رہیں، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو کر بلند ہو جائے، کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے، اور اس وقت میں اس کے لئے کفار سجدہ کرتے ہیں، پھر اس کے بعد آپ جتنی چاہیں نماز پڑھیں، کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش اور حاضر کی جاتی ہے، یہاں تک کہ سایہ نیزے کے ساتھ کم تر ہو جائے (یعنی نیزے وغیرہ کا سایہ اصلی ہو جائے، جو کہ ٹھیک دوپہر یعنی استوائے شمس یا زوال کے وقت ہوتا ہے) تو آپ نماز سے رُک جائیں، کیونکہ جہنم اس وقت دھونکائی جاتی ہے، پھر جب سایہ (مغرب کی طرف) ہو جائے (یعنی زوال ہو جائے) تو آپ جتنی چاہیں نماز پڑھیں، کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش اور حاضر کی

---

[1] رقم الحديث ۲۹۴ "۸۳۲"، باب إسلام عمرو بن عبسة، واللفظ لهٗ، مستخرج ابوعوانه رقم الحديث ۸۹۲، نسائی رقم الحديث ۵۷۱، شرح مشكل الآثار للطحاوی، رقم الحديث ۳۹۷۱.

www.idaraghufran.org

جاتی ہے، یہاں تک کہ آپ عصر کی نماز پڑھ لیں،تو آپ نماز سے رُکے رہیں، سورج غروب ہونے تک، کیونکہ سورج شیطان کے دوسینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے،اوراس وقت میں شیطان کے لئے کفار سجدہ کرتے ہیں (مسلم،ابوعوانہ،نسائی)

اورایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

حَتّٰی تُصَلِّیَ الصُّبحَ ثُمَّ أَقْصِرْ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَتَرْتَفِعَ قِیْسَ رُمْحٍ أَوْ رُمْحَیْنِ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطَانٍ وَتُصَلِّیْ لَهَا الْکُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ مَا شِئْتَ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ مَکْتُوْبَةٌ حَتّٰی یَعْدِلَ الرُّمْحُ ظِلَّهٗ ثُمَّ أَقْصِرْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ تُسْجَرُ وَتُفْتَحُ أَبْوَابُهَا فَإِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلِّ مَا شِئْتَ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ الْعَصْرَ ثُمَّ أَقْصِرْ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطَانٍ وَیُصَلِّیْ لَهَا الْکُفَّارُ

(ابوداؤد)[1]

ترجمہ: یہاں تک کہ جب آپ صبح (یعنی فجر) کی نماز پڑھ لیں،تو سورج طلوع ہونے تک نماز سے رُکے رہیں، جب تک کہ سورج ایک یا دو نیزوں کے بقدر بلند نہ ہوجائے، کیونکہ سورج شیطان کے دوسینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے، اوراس وقت اس کے لئے کفار نماز پڑھتے (وعبادت کرتے) ہیں، پھراس کے بعد آپ جتنی چاہیں نماز پڑھیں، کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کی جاتی ہے، اور لکھی جاتی ہے، یہاں تک کہ نیزہ اپنے اصلی سایہ کے برابر پہنچ جائے (یعنی نیزے وغیرہ کا سایہ اصلی ہوجائے، جو کہ ٹھیک دوپہر یعنی استوائے شمس یا زوال کے وقت ہوتا ہے) تو آپ نماز سے رُک جائیں، کیونکہ جہنم اس وقت دھونکائی جاتی ہے،اوراس کے دروازے کھولے جاتے ہیں، پھر جب سورج کا

---

[1] رقم الحدیث ۱۲۷۷، باب من رخص فیهما إذا کانت الشمس مرتفعة.

زوال ہو جائے، تو آپ جتنی چاہیں نماز پڑھیں، کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کی جاتی ہے، یہاں تک کہ آپ عصر کی نماز پڑھ لیں، تو آپ نماز سے رُکے رہیں، سورج غروب ہونے تک، کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے، اور اس کے لئے کفار نماز پڑھتے (وعبادت کرتے) ہیں (ابوداود)

حدیث میں نیزے کا ذکر بطور مثال کے کیا گیا ہے، اور مقصد یہ ہے کہ جب بھی کسی چیز کا سایہ مغرب کی طرف سے کم ہوتے ہوتے آخری انتہاء پر پہنچ جائے، تو وہ ٹھیک دو پہر یعنی استوائے شمس کا وقت ہے، اور اس وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے، تا آنکہ وہ سایہ مشرق کی طرف بڑھنا شروع ہو جائے، کیونکہ اس وقت سورج کا زوال ہو جاتا ہے، اور ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلَ صَفُوَانُ بُنُ الْمُعَطَّلِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّیُ سَائِلُکَ عَنُ أَمُرٍ أَنُتَ بِهٖ عَالِمٌ وَأَنَا بِهٖ جَاهِلٌ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَ هَلُ مِنُ سَاعَاتِ اللَّيُلِ وَالنَّهَارِ سَاعَةٌ تُكُرَهُ فِيُهَا الصَّلَاةُ قَالَ نَعَمُ إِذَا صَلَّيُتَ الصُّبُحَ فَدَعِ الصَّلَاةَ حَتّٰى تَطُلُعَ الشَّمُسُ فَإِنَّهَا تَطُلُعُ بِقَرُنَيِ الشَّيُطَانِ ثُمَّ صَلِّ فَالصَّلَاةُ مَحُضُوُرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ حَتّٰى تَسُتَوِيَ

---

[1] وأقول لا يحتاج إل هذا التكلف لأن الباء للإلصاق، والرمح كناية عن الشاخص والتقدير حتى يقل الظل الملصق بالشاخص :أى ينتهى إلى غاية قلته، أو حتى ينتهى :أى يرتفع الظل الملصق بالشاخص عما حواليه حتى لا يبقى على الأرض منه إلا قدر لا يظهر ببادى الرأى، وما ذكر هو ما فى نسخ مسلم المعتمدة، وفى بعض نسخه حتى يستقل الرمح بالظل وقال القاضى عياض :معنى قوله يستقل الظل بالرمح :أى يكون ظله قليلاً كأنه قال حتى يقل ظل الرمح، والباء زائدة جاء ت لتحسين الكلام، وقد جاء فى رواية أبى داود حتى يعدل الرمح ظله قال الخطابى :هذا إذا قامت الشمس وتناهى قصر الظل، ولا أدرى موافقة هذا ليعدل، ولعل معنى يعدل هنا يكون مثله فى الظل لا يزيد كما لا يزيد الرمح فى طوله، أو يكون يعدل بمعنى يصرف كأن الرمح صرف ظله عن النقص إلى الزيادة ومن الميل إلى المغرب إلى المشرق وأضافها إلى الرمح لأنه سبب (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين،باب الرجاء)

www.idaraghufran.org

الشَّمْسُ عَلٰى رَأْسِكَ كَالرُّمْحِ فَإِذَا كَانَتْ عَلٰى رَأْسِكَ كَالرُّمْحِ فَدَعِ الصَّلَاةَ فَإِنَّ تِلْكَ السَّاعَةَ تُسْجَرُ فِيهَا جَهَنَّمُ وَتُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُهَا حَتّٰى تَزِيغَ الشَّمْسُ عَنْ حَاجِبِكَ الْأَيْمَنِ فَإِذَا زَالَتْ فَالصَّلَاةُ مَحْضُورَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ دَعِ الصَّلَاةَ حَتّٰى تَغِيبَ الشَّمْسُ (ابن ماجة) [1]

ترجمہ: حضرت صفوان بن معطل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں ایسی چیز کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں، جس کا آپ کو علم ہے، اور مجھے علم نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کیا سوال ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ کیا رات اور دن کے اوقات میں کوئی وقت ایسا ہے کہ جس میں نماز مکروہ ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک، جب آپ صبح (یعنی فجر) کی نماز پڑھ لیں، تو آپ نماز سے رُکے رہیں، یہاں تک کہ سورج طلوع ہوجائے، کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے ساتھ طلوع ہوتا ہے، پھر طلوع ہوجانے کے بعد آپ جتنی چاہیں نماز پڑھیں، کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کی جاتی اور قبول کی جاتی ہے، یہاں تک کہ سورج آپ کے سر پر نیزے کی طرح برابر نہ ہوجائے (یعنی جس طرح نیزہ سیدھا ہوتا ہے، اسی طرح وہ آپ کے اوپر سیدھ میں آ جائے، نہ تو مغرب کی طرف ہو، اور نہ ہی مشرق کی طرف) تو جب سورج آپ کے سر پر نیزے کی طرح ہو، تو آپ نماز نہ

---

[1] رقم الحديث ۱۲۵۲، باب ما جاء فی الساعات التی تكره فيها الصلاة، واللفظ لهٗ، سنن البيهقی رقم الحديث ۴۵۶۱، صحيح ابنِ حبان ،رقم الحديث ۱۵۴۲ ،فصل فی الأوقات المنهی عنها، مستدرک حاکم رقم الحديث ۶۲۶۳، مسند البزار رقم الحديث ۸۵۲۴، معرفة الصحابة لابی نعيم رقم الحديث ۳۸۱۷، شرح مشكل الآثار للطحاوی، رقم الحديث ۳۹۷۳.

قال الحاكم: صحيح الإسناد و لم يخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخيص : صحيح.

فی حاشية ابنِ حبان: اسناده حسن.

www.idaraghufran.org

پڑھیں، کیونکہ اس وقت میں جہنم کو دھونکایا جاتا ہے، اور اس کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ سورج آپ کی دائیں طرف سے نہ ہٹ جائے (یعنی سورج اوپر کی سیدھ میں سے مغرب کی طرف نہ ہوجائے) پس جب زوال ہوجائے، تو آپ نماز پڑھیں، کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش اور قبول کی جاتی ہے، یہاں تک کہ آپ عصر کی نماز پڑھ لیں، پھر نماز سے رکے رہیں، یہاں تک کہ سورج غروب ہوجائے (ابن ماجہ، بیہقی، ابن حبان، حاکم، بزار)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يُصَلِّيْ صَلَاةً إِلَّا تَبِعَهَا رَكْعَتَيْنِ غَيْرَ الْعَصْرِ وَالْغَدَاةِ، فَإِنَّهُ كَانَ يَجْعَلُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَهُمَا

(شرح معانی الآثار، رقم الحديث ١٨١٦، باب الركعتين بعد العصر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو (فرض) نماز بھی پڑھا کرتے تھے، اس کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، سوائے عصر اور فجر کے، فجر اور عصر کی نماز میں دو رکعتیں پہلے پڑھا کرتے تھے (طحاوی)

ملحوظ رہے کہ کئی روایات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عصر سے پہلے چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے، اور یہ سنتِ غیر مؤکدہ ہیں؛ اور کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار کی بجائے دو رکعت پڑھا کرتے تھے، جیسا کہ اوپر کی روایت میں بھی دو کا ہی ذکر ہے۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] أى أحيانا فلا ينافى ما تقدم من الأربع .ومن جهة الاختلاف فى الروايات صار التخيير بين الأربع والركعتين جمعا بين الروايتين والأربع أفضل (عون المعبود، باب الصلاة قبل العصر)

قوله (يصلى قبل العصر أربع ركعات) فيه استحباب أربع ركعات قبل العصر ، وروى أبو داود من طريق شعبة عن أبى إسحاق عن عاصم بن ضمرة عن على أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يصلى قبل العصر ركعتين ، فالمراد أنه صلى الله عليه وسلم أحيانا يصلى أربع ركعات وأحيانا ركعتين جمعا بين الروايتين ، فالرجل مخير بين أن يصلى أربعا أو ركعتين والأربع أفضل (تحفة الاحوذى، باب ماجاء فى الاربع قبل العصر)

www.idaraghufran.org

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى إِثْرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوْبَةٍ رَكْعَتَيْنِ، إِلَّا الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۰۱۲) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، سوائے فجر اور عصر کے (مسند احمد)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ، فَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْغَدَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ (مسند احمد، رقم الحديث ۵۸۳۷) [۲]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی ہے، پس فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک نماز نہیں ہے (مسند احمد)

اس قسم کی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج کے طلوع اور غروب ہونے اور زوال کے وقت اور اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک اور فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک عام نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَيَنْهٰى عَنْهَا وَيُوَاصِلُ وَيَنْهٰى عَنِ الْوِصَالِ (ابوداؤد) [۳]

---

[۱] فی حاشية مسند احمد: إسناده قوی، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عاصم بنِ ضمرة، فمن رجال أصحاب السنن، وهو صدوق.

[۲] فی حاشية مسند احمد: اسناده قوی.

[۳] رقم الحديث ۱۲۸۰، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة، واللفظ لهٗ، المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحديث ۳۸۹۹، السنن الكبرى للبيهقی، رقم الحديث ۴۴۰۲.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود عصر کے بعد نماز پڑھا کرتے تھے، اور دوسروں کو اس سے منع فرماتے تھے، اور بغیر افطار کئے ہوئے لگاتار روزے رکھا کرتے تھے، اور دوسروں کو اس سے منع فرماتے تھے (ابوداؤد)

اور حضرت قزعہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

ذُكِرَ قَوْلُ عَائِشَةَ لِأَبِى سَعِيْدٍ : أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ : فَيَقُوْلُ: أَمَّا أَنَا فَأَشْهَدُ أَنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَلَا بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ (مسند ابى يعلىٰ، رقم الحديث ١١٦١) [1]

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، تو انہوں نے فرمایا کہ بہرحال میں تو اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ عصر کے بعد سورج غروب ہونے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفيه محمد بن اسحاق قال ابن الملقن فيه :

وهو صدوق ، وحديثه فوق الحسن ، وقد صححه جماعة .قال أحمد :حسن الحديث .وفي رواية عنه :كثير التدليس .وقال ابن (المدينى :حديث) حسن صحيح .وأثنى عليه أيضا محمد بن (شهاب) وشعبة وابن عيينة وأبو زرعة والبخارى ، ووثقة العجلى وابن سعد .وقال يعقوب بن شيبة :حديثه صحيح .وقال ابن معين فى رواية الدورى والساجى :ثقة .وأخرج له البخارى تعليقا واستشهد به مسلم فى خمسة أحاديث .

(......وقال بعد بحث طويل......)(المتحصل) من أمر ابن إسحاق الثقة والحفظ ، ولا سيما السير (ولم) يصح عليه قادح .هذا آخر الكلام على أحاديث الباب بحمد الله (ومنته) (البدرالمنيرلابن الملقن، كتاب الصلاة ، باب مواقيت الصلاة، الحَدِيث الْخَمْسُونَ)

[1] فى حاشية مسند ابى يعلىٰ: إسناده صحيح.

www.idaraghufran.org

تک کوئی نماز نہیں ہے، اور نہ فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک کوئی نماز ہے

(ابویعلیٰ)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض اوقات خود تو عصر کے بعد نماز پڑھنا ثابت ہے، ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے بعد یا عصر سے پہلے کی رہی ہوئی نماز، عصر کے بعد پڑھا کرتے ہوں، مگر دوسروں کو اس سے منع فرماتے ہوں، جس کی تفصیل اگلے مسئلہ میں آتی ہے، بہرحال عام حدیثوں میں عصر کے بعد نوافل پڑھنے کی ممانعت ملتی ہے، اور حضرت عمر کے فرمان سے بھی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ [1]

بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد نفل نماز پڑھنے والوں کے ہاتھوں پر مار کر تنبیہ فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت مختار بن فلفل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ كَانَ عُمَرُ يَضْرِبُ الْأَيْدِيَ عَلٰى صَلَاةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ (مسلم) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عصر کے بعد نفل کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد نماز پڑھنے والوں کے ہاتھوں پر مارا کرتے تھے (مسلم)

---

[1] هذا لا يصلح أن يكون دليلا لأن صلاته هذه كانت من خصائصه كما ذكرنا فلا يكون حجة لذاک (عمدة القاری، کتاب مواقيت الصلاة، باب ما يصلى بعد العصر من الفوائت وغيرها)

ففى هذا، وفى بعض ما مضى إشارة إلى اختصاصه صلى الله عليه وسلم باستدامة هاتين الركعتين بعد وقوع القضاء بما فعل فى بيت أم سلمة، وقد مضى فى رواية طاوس، عن عائشة رضى الله عنها أنها قالت " :إنما نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يتحرى طلوع الشمس وغروبها "، وكأنها لما رأته صلى الله عليه وسلم أثبتهما حملت النهى على هاتين الساعتين، والنهى ثابت فيهما وقبلهما كما مضى فحمل ذلک على اختصاصه بذلک أولى، والله أعلم (السنن الكبرى للبيهقى، حواله بالا)

[2] رقم الحديث ٣٠٢ "٨٣٦"، باب استحباب ركعتين قبل صلاة المغرب.

www.idaraghufran.org

اس سے معلوم ہوا کہ عصر کے بعد نفل نماز پڑھنا منع ہے، جس طرح سے کہ صبح صادق سے طلوع کے درمیان منع ہے، سوائے فجر کی دو سنتوں کے۔ [۱]

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّيْ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ (نسائی) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوعِ فجر کے بعد سوائے دو ہلکی پھلکی رکعتوں کے اور کوئی (سنت ونفل) نماز نہیں پڑھا کرتے تھے (نسائی، طبرانی)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْفَجْرِ إِلَّا سَجْدَتَيْنِ (ترمذی) [۳]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلوعِ فجر کے بعد سوائے دو سجدوں (یعنی دو رکعتوں) کے کوئی نماز نہیں ہے (ترمذی)

دو سجدوں سے مراد دو رکعتیں ہیں۔ [۴]

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی بعض احادیث میں دو رکعتوں کے صاف الفاظ ہیں، چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ:

---

[۱] اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عصر سے پہلے یا ظہر کے بعد کی چھوٹی ہوئی سنتوں کو عصر کے بعد قضاء کرنے پر تفصیلی کلام اگلے مسئلہ کے ذیل میں آتا ہے۔

[۲] الصلاة بعد طلوع الفجر، رقم الحديث ۵۸۲؛ وسنن كبرىٰ نسائی، رقم الحديث ۱۵۵۹؛ المعجم الكبير طبرانی، رقم الحديث ۱۸۸۴۶.

[۳] رقم الحديث ۴۱۹، باب ماجاء لاصلاة بعد طلوع الفجر الا ركعتين.

[۴] چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرکے فرماتے ہیں کہ:

وفي الباب عن عبد الله بن عمرو، وحفصة، حديث ابن عمر حديث غريب لا نعرفه إلا من حديث قدامة بن موسى، وروى عنه غير واحد، وهو ما اجتمع عليه أهل العلم: كرهوا أن يصلي الرجل بعد طلوع الفجر إلا ركعتي الفجر. ومعنى هذا الحديث: إنما يقول: لا صلاة بعد طلوع الفجر، إلا ركعتي الفجر (ترمذی)

www.idaraghufran.org

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لاَ صَلاۃَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ إِلَّا رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلاۃِ الْفَجْرِ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلوعِ فجر کے بعد سوائے فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کے کوئی نماز نہیں ہے (ابن شیبہ، مسند احمد، دار قطنی، ابو یعلیٰ)

معلوم ہوا کہ طلوعِ فجر یعنی صبح صادق ہونے کے بعد سوائے فجر کی دو سنتوں کے اور کوئی نفل وسنت نماز نہیں ہے۔

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

لَا صَلاۃَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ إِلَّا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ) [2]

ترجمہ: طلوعِ فجر کے بعد سوائے فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کے کوئی نماز نہیں ہے (ابن ابی شیبہ)

اور حضرت عمرو بن مرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

رَآنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ وَأَنَا أُصَلِّیْ بَعْضَ مَا فَاتَنِیْ مِنْ صَلاۃِ اللَّیْلِ بَعْدَ مَا طَلَعَ الْفَجْرُ، فَقَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الصَّلاۃَ تُکْرَہُ ہٰذِہِ السَّاعَۃَ إِلَّا رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلاۃِ الْفَجْرِ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ) [3]

ترجمہ: مجھے حضرت سعید بن میّب نے طلوعِ فجر کے بعد نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جو کہ میری رات (یعنی تہجد) کی نماز میں سے رہ گئیں تھیں، تو حضرت سعید بن میّب نے فرمایا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اس وقت میں فجر کی نماز سے پہلے کی دو رکعتوں کے علاوہ ہر (نفل) نماز مکروہ ہے (ابن ابی شیبہ)

---

[1] رقم الحدیث ۷۴۴۶، من کرہ إذا طلع الفجر أن یصلی أکثر من رکعتین، واللفظ لہٗ؛ مسند احمد، رقم الحدیث ۴۷۵۶؛ سنن دار قطنی، رقم الحدیث ۹۷۷؛ مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث ۵۶۱۴ باختصار.

[2] رقم الحدیث ۷۴۴۷، من کرہ إذا طلع الفجر أن یصلی أکثر من رکعتین.

[3] رقم الحدیث ۷۴۴۹، من کرہ إذا طلع الفجر أن یصلی أکثر من رکعتین.

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانُوا يَكْرَهُونَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ أَنْ يُصَلُّوا إِلَّا رَكْعَتَيْنِ (مصنف ابنِ ابی شیبة)[1]

ترجمہ: صحابۂ کرام وتابعینِ عظام طلوعِ فجر کے بعد سوائے دو رکعت (فجر کی سنتوں) کے اور کوئی (نفل) نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

اب اس سلسلہ میں چند متعلقہ مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱:...... سورج کے طلوع، غروب اور زوال کے وقت اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سے سورج غروب ہونے تک نفل نماز پڑھنا مکروہ وممنوع ہے، اسی طرح طلوعِ فجر کے بعد سے لے کر سورج طلوع ہو کر روشن ہو جانے تک بھی عام نوافل کا پڑھنا منع ہے، سوائے فجر کی دو سنتوں کے۔

مسئلہ نمبر ۲:...... بعض احادیث میں سورج طلوع ہونے کے بعد ایک نیزہ بلند ہونے تک، اور بعض احادیث میں سورج میں تیزی پیدا ہونے سے پہلے تک ہر قسم کی نماز سے منع کیا گیا ہے، اور غروب ہونے سے پہلے بھی اسی انداز میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سورج طلوع ہونے کے کتنی دیر بعد تک سورج کی روشنی ہلکی اور ماند رہتی ہے، اور اس میں تیزی پیدا نہیں ہوتی؟ اور سورج غروب ہونے سے کتنی دیر پہلے سورج کی چمک اور تیزی ماند پڑتی ہے؟

تو سورج غروب ہونے سے پہلے اور طلوع ہونے کے بعد کا یہ دورانیہ مختلف علاقوں اور موسموں کے لحاظ سے مختلف ہو سکتا ہے، اور اس کا اصل تعلق مشاہدہ اور معائنہ کے ساتھ ہے، اور ہمارے علاقوں کے لحاظ سے متعدد حضرات کے مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوا کہ مختلف موسموں کے اعتبار سے اس کا دورانیہ تقریباً دس سے پندرہ بیس منٹ کے دوران ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٦٤٥٠، من كره إذا طلع الفجر أن يصلي أكثر من ركعتين.

[2] غروب سے قبل اور طلوع کے بعد کے اس وقت کا فاصلہ اور تلوّن ایک ہے، اور احادیث سے بھی اس کا اشتراک معلوم ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع اور غروب ہوتا ہے، لہٰذا غروب سے پہلے شیطان اپنے سینگ حائل کر لیتا ہے، اور یہ سلسلہ غروب تک جاری رہتا ہے، اور طلوع کے وقت بھی شیطان اپنے سینگ حائل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۳:...... دوپہر کے جس وقت احادیث میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، اس سے مراد زوال یا استوائے شمس کا وقت ہے، جس کو نصف النہار حقیقی یا عرفی کہا جاتا ہے۔

اور اُس نصف النہار کا وقت مراد نہیں، جس کو ضحوۂ کبریٰ کہا جاتا ہے (جیسا کہ بعض نے سمجھا) اور ضحوۂ کبریٰ کا وقت وہ کہلاتا ہے، جو صبح صادق سے لے کر سورج غروب ہونے تک کا بالکل درمیانہ وقت ہوتا ہے۔

اور ضحوۂ کبریٰ کا وقت استوائے شمس کے وقت یا زوال ہونے سے کچھ پہلے ہوتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ کر لیتا ہے، اور یہ سلسلہ کچھ بعد تک جاری رہتا ہے، اور ممکن ہے کہ سورج کی روشنی کے پھیکے پن کا ایک سبب شیطان کے سینگوں کا حائل ہونا ہو، اور ظاہر میں دوسری فنی وجوہ ہوں، فلا تعارض۔

بہر حال جو کچھ بھی ہو، یہ بات واضح ہے کہ غروب سے پہلے اور طلوع کے بعد یعنی طرفین سے اس وقت کی مقدار کا یومیہ تناسب ودورانیہ برابر ہوتا ہے، لاشتراک العلۃ۔

البتہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے افہام اور تسہیل کے لئے غروب میں تغیّر اور ''قبل ان تدخلہا صفرۃ'' وغیرہ سے، اور طلوع میں ''ترتفع بقدر رمح'' وغیرہ سے اس مکروہ وقت کی تعبیر فرمائی ہے۔

[1] ضحوۂ کبریٰ کے استوائے شمس یا زوال سے پہلے معلوم کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر سورج طلوع ہونے تک جتنا وقت کسی دن ہوتا ہے، اُس کا نصف وقت، زوال سے پہلے شامل کرلیا جائے، مثلاً اگر کسی دن صبح صادق سے سورج طلوع ہونے کے درمیان ڈیڑھ گھنٹہ کا وقت ہے، تو زوال سے پونا گھنٹہ پہلے ضحوۂ کبریٰ کا وقت کہلائے گا، اور ضحوۂ کبریٰ کا یہ وقت وہی ہے، جس سے پہلے پہلے مخصوص روزوں کی نیت کرنا درست کہلاتا ہے۔

اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے جو نصف النہار کے مکروہ وقت کے بارے میں ائمۂ ماوراء النہر اور ائمۂ خوارزم کے دو قول نقل فرمائے ہیں، اُن میں سے ائمۂ ماوراء النہر کا قول احادیث کے مطابق ہونے کی وجہ سے راجح ہے، اور وقتِ مکروہ میں نماز سے مراد اس کا جزو واقع ہونا ہے، اور ائمۂ خوارزم کے قول کو احتیاط پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس صورت میں زیادہ وقت تک نماز سے روکے رکھنا لازم آتا ہے، جبکہ فقہائے کرام نے تکثیرِ صلاۃ کی علت کو اپنے مقام پر مؤثر ومعتبر سمجھا ہے، کما فی العصر۔

اور زوال یا فیئ یا استواء، ان میں کسی بھی لفظ کا ضحوۂ کبریٰ کے اوپر اطلاق نہیں ہوتا، کیونکہ ضحوۂ کبریٰ ظاہر ہے کہ ان سے پہلے واقع ہوتا ہے۔ فلا اشکال۔

قوله:(واستواء)التعبير به أولى من التعبير بوقت الزوال، لان وقت الزوال لا تكره فيه الصلاة إجماعا.بحر عن الحلية :أى لانه يدخبه وقت الظهر كما مر.

وفى شرح النقاية للبرجندى :وقد وقع فى عبارات الفقها أن الوقت المكروه هو عند انتصاف النهار إلى أن تزول الشمس، ولا يخفى أن زوال الشمس إنما هو عقيب انتصاف النهار بلا فصل، وفى هذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور زوال کا وقت آناً فاناً ہوتا ہے، کیونکہ سورج ہر وقت چلتا رہتا ہے، ٹھہرتا نہیں ہے، لیکن کیونکہ اس مخصوص لمحہ کا ہر شخص کو پتہ چلانا مشکل ہوتا ہے، اس لئے زوال کا جو وقت معتبر نقشوں میں درج ہو، اس سے چند منٹ پہلے اور چند منٹ بعد کا وقفہ کر لینا مناسب ہے۔ [1]

یہ بھی معلوم ہوا کہ زوال کا مکروہ وقت دن میں ہوتا ہے، لہٰذا آج کل جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ آدھی رات کو بھی دن کے زوال کی طرح زوال کا مکروہ وقت ہوتا ہے، یہ غلط فہمی میں داخل ہے، البتہ آدھی رات کے بعد تک عشاء کی نماز کو مؤخر کرنا مکروہ ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القدر من الزمان لا يمكن أداء صلاة فيه، فلعل المراد أنه لا تجوز الصلاة بحيث يقع جزء منها في هذا الزمان، أو المراد بالنهار الشرعي، وهو من أول طلوع الصبح إلى غروب الشمس، وعلى هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به ا ه.إسماعيل ونوح وحموي.

وفي القنية :واختلف في وقت الكراهة عند الزوال، فقيل من نصف النهار إلى الزوال لرواية أبي سعيد عن النبي (ص) أنه نهى عن الصلاة نصف النهار حتى تزول الشمس.

قال ركن الدين الصباغي :وما أحسن هذا لان النهي عن الصلاة فيه يعتمد تصورها فيها ه .وعزا في القهستاني القول بأن المراد انتصاف النهار العرفي إلى أئمة ما رواه النهر، وبأن المراد انتصاف النهر الشرعي وهو الضحوة الكبرى إلى الزوال إلى أئمة خوارزم (ردالمحتار، ج ا ص ۳۷۱، کتاب الصلاة)

(والاستواء) أي وقت وقوف الشمس في نصف النهار (مجمع الانهر، ج ا ، ص۷۳، کتاب الصلاة، الأوقات المنهي عن الصلاة فيها)

[1] زوال کا وقت مختلف موسموں کے اعتبار سے آگے پیچھے ہوتا ہے، اور مروجہ گھڑیوں کے اعتبار سے ہمیشہ دن کے بارہ بجے نہیں ہوتا، بلکہ اس کے اوقات ہماری گھڑیوں کے اوقات کے اعتبار سے آگے پیچھے ہوتے رہتے ہیں، روزمرہ زوال کے وقت کی تعیین نمازوں کے اوقات والے نقشوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، دراصل دنیا میں رائج شدہ گھڑیوں کے اوقات سورج کے معیار کے مطابق نہیں ہیں جس طرح موسم کے اعتبار سے پانچوں نمازوں کے اوقات میں تبدیلی آتی رہتی ہے اسی طرح زوال کے وقت میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے ہاں اگر کسی کی گھڑی دھوپ گھڑی کے مطابق ہو اور سورج کے اعتبار سے اس کے اوقات چلتے ہوں جیسا کہ آج کل حرمین شریفین میں بعض گھڑیاں سورج کے اعتبار سے اوقات بتلاتی ہیں تو علیحدہ بات ہے اس صورت میں دھوپ گھڑی کے مطابق دن کے بارہ بجے ہی زوال ہوگا۔

[2] النوع الثاني :وهو ما يرجع إلى الوقت.

فيكره التطوع في الأوقات المكروهة، وهي اثنا عشر، بعضها يكره التطوع فيها لمعنى في الوقت، وبعضها يكره التطوع فيها لمعنى في غير الوقت :فأما الذي يكره التطوع فيها لمعنى يرجع إلى الوقت فهي :ما بعد طلوع الشمس إلى أن ترتفع وتبيض .عند استواء الشمس إلى أن تزول .عند

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پس مکروہ اوقات کے علاوہ دن رات میں کسی بھی وقت نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۴: ...... جمہور فقہائے کرام کے نزدیک طلوعِ فجر ہونے کے بعد فجر کی دو سنتوں کے علاوہ کوئی اور سنت یا نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تغير الشمس، وهو احمرارها واصفرارها إلى أن تغرب. وانظر تفصيل ذلک فی :(أوقات الصلاة)
ومن الأوقات التی يكره فيها التطوع لمعنى فی غير الوقت ما بعد الغروب؛ لأن فيه تأخير المغرب وهو مكروه. ومنها ما بعد شروع الإمام فی الصلاة، وقبل شروعه بعدما أخذ المؤذن فی الإقامة؛ قضاء لحق الجماعة. ومنها وقت الخطبة يوم الجمعة؛ لأنها سبب لترک استماع الخطبة.
ومنها ما بعد خروج الإمام للخطبة يوم الجمعة قبل أن يشتغل بها وما بعد فراغه منها قبل أن يشرع فی الصلاة. ويستثنى من ذلک تحية المسجد على خلاف فيها انظر :(تحية).
ومنها ما قبل صلاة العيد؛ لأن النبی صلى الله عليه وسلم لم يتطوع قبل العيدين مع شدة حرصه على الصلاة، وعن عبد الله بن مسعود وحذيفة أنهما كانا ينهيان الناس عن الصلاة قبل العيد؛ لأن المبادرة إلى صلاة العيد مسنونة، وفی الاشتغال بالتطوع تأخيرها، ولو اشتغل بأداء التطوع فی بيته يقع فی وقت طلوع الشمس وكلاهما مكروه، وقيل إنما يكره ذلک فی المصلى كی لا يشتبه على الناس أنهم يصلون العيد قبل صلاة العيد، فأما فی بيته فلا بأس بأن يتطوع بعد طلوع الشمس.
وعامة الحنفية على أنه لا يتطوع قبل صلاة العيد، لا فی المصلى ولا فی بيته، فأول الصلاة فی هذا اليوم صلاة العيد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۱۵۶، مادة"صلاة التطوع")

۱؎ النوافل المطلقة تشرع فی الليل كله وفی النهار فيما سوى أوقات النهی، وتطوع الليل أفضل من تطوع النهار. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أفضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل، وأفضل التهجد جوف الليل الآخر ولما روى عمرو بن عبسة قال :قلت :يا رسول الله أی الليل أسمع؟ قال :جوف الليل الآخر.
ويستحب الوتر قبل صلاة الفجر، روی ذلک عن ابن مسعود وابن عمر. والأفضل فعل الوتر فی آخر الليل، فإذا غلب على ظنه أنه لا يقوم آخر الليل فليفعله فی أوله لقوله صلى الله عليه وسلم :من خاف أن لا يقوم من آخر الليل فليوتر أوله، ومن طمع أن يقوم آخره فليوتر آخر الليل، فإن صلاة آخر الليل مشهودة وذلک أفضل انظر :(صلاة الوتر)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۱۵۶ و ص۱۵۷، ماده صلاة التطوع، الأوقات المستحبة للنفل)

۲؎ ذهب جمهور الفقهاء إلى كراهية التنفل قبل صلاة الصبح إلا بسنة الفجر. وذهب المالكية إلى أنه يجوز أن يصلی الوتر إذا كان من عادته أن يصليه بالليل، فلم يصله حتى طلع الفجر.
واستدل الجمهور على كراهة التنفل قبل صلاة الصبح بقوله صلى الله عليه وسلم ليبلغ شاهدكم غائبكم، ولا تصلوا بعد الفجر إلا سجدتين.
أی لا صلاة بعد طلوع الفجر إلا ركعتی الفجر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷ ص ۱۸۳، مادة "اوقات الصلاة")

www.idaraghufran.org

اور فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک کے وقت میں بھی کوئی نفل یا سنت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۵:...... حنفیہ سمیت اکثر فقہائے کرام کے نزدیک زوال کے وقت تمام دِنوں میں نفل نماز کا پڑھنا مکروہ ہے، جس میں جمعہ کا دن بھی داخل ہے۔

البتہ حنفیہ میں سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل نماز کا پڑھنا مکروہ نہیں۔ [2]

---

[1] البتہ شافعیہ کے نزدیک جس نفل نماز کا کوئی سبب ہو، جیسا کہ تحیۃ المسجد، کسوف اور استسقاء اور طواف وغیرہ کی نماز، اس کو فجر کی نماز کے بعد پڑھنا بھی جائز ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک اگر کسی کی فجر کی سنّتیں رہ گئی ہوں، تو فجر کی نماز پڑھنے کے بعد طلوعِ آفتاب سے پہلے بھی ان کو پڑھنا جائز ہے، اگرچہ خلافِ اولیٰ ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر تفصیل ذکر کردی گئی ہے۔

وأما التطوع الذى له سبب كركعتى الطواف، وركعتى تحية المسجد فمكروه عندنا وعند الشافعى لا يكره(بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۹۶، كتاب الصلاة، فصل بيان ما يكره من التطوع)

اتفق الفقهاء على كراهة التنفل المطلق (وهو ما لا سبب له) بعد صلاة الصبح، لما رواه الشيخان أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :لا صلاة بعد صلاة العصر حتى تغرب الشمس، ولا صلاة بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس.

وذهب الشافعية إلى جواز أداء كل صلاة لها سبب، كالكسوف والاستسقاء والطواف، وسواء أكانت فائتة فرضا أم نفلا، لأنه صلى الله عليه وسلم صلى بعد العصر ركعتين وقال :هما اللتان بعد الظهر.

وذهب الحنابلة إلى جواز الإتيان بسنة الفجر بعد صلاة الصبح، إذا نسيها ولم يتذكرها إلا بعد صلاة الصبح؛ لما روى عن قيس بن فهد قال :خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فأقيمت الصلاة، فصليت معه الصبح، فوجدنى أصلى، فقال :مهلا يا قيس أصلاتان معا؟ قلت :يا رسول الله إنى لم أكن ركعت ركعتى الفجر .قال :فلا إذن ظن النبى صلى الله عليه وسلم أن الرجل يصلى الصبح بعد أن صلاه معه، فأنكر عليه، فلما علم أنه يصلى سنة الفجر لم ينكر عليه .ولأنه صلى الله عليه وسلم قضى سنة الظهر بعد العصر، وسنة الفجر فى معناها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷ص ۱۸۳، مادة "اوقات الصلاة")

[2] وأما الذى يرجع إلى الوقت فيكره التطوع فى الأوقات المكروهة وهى اثنا عشر بعضها يكره التطوع فيها لمعنى فى الوقت، وبعضها يكره التطوع فيها لمعنى فى غير الوقت.

أما الذى يكره التطوع فيها لمعنى يرجع إلى الوقت فثلاثة أوقات :أحدها ما بعد طلوع الشمس إلى أن ترتفع وتبيض، والثانى عند استواء الشمس إلى أن تزول، والثالث عند تغير الشمس وهو احمرارها، واصفرارها إلى أن تغرب.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۶:.......اکثر فقہائے کرام کے نزدیک مکہ میں بھی مکروہ اوقات میں نوافل کا پڑھنا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ففی هذه الأوقات الثلاثة يكره كل تطوع في جميع الأزمان يوم الجمعة وغيره، وفي جميع الأماكن بمكة وغيرها، وسواء كان تطوعا مبتدأ لا سبب له، أو تطوعا له سبب كركعتي الطواف وركعتي تحية المسجد ونحوهما.

وروى عن أبي يوسف أنه لا بأس بالتطوع وقت الزوال يوم الجمعة، وقال :الشافعي لا بأس بالتطوع في هذه الأوقات بمكة، احتج أبو يوسف بما روى أن النبي -عليه الصلاة والسلام -نهى عن الصلاة وقت الزوال إلا يوم الجمعة(بدائع، ج ا ،ص ۲۹۵ ،كتاب الصلاة،فصل بيان ما يكره من التطوع)

فصل :ولا فرق في وقت الزوال بين الجمعة وغيرها، ولا بين الشتاء والصيف، كان عمر بن الخطاب ينهى عنه، وقال ابن مسعود :كنا ننهى عن ذلك .يعني يوم الجمعة .وقال سعيد المقبرى: أدركت الناس وهم يتقون ذلك .وعن عمرو بن سعيد بن العاص، عن أبيه قال :كنت ألقى أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -، فإذا زالت الشمس قاموا فصلوا أربعا .ورخص فيه الحسن، وطاوس، والأوزاعي، وسعيد بن عبد العزيز، والشافعي، وإسحاق في يوم الجمعة؛ لما روى أبو سعيد، أن النبي -صلى الله عليه وسلم -نهى عن الصلاة نصف النهار إلا يوم الجمعة . وعن أبي قتادة مثله، رواه أبو داود .ولأن الناس ينتظرون الجمعة في هذا الوقت، وليس عليهم قطع النوافل.وقال مالك :أكرهه إذا علمت انتصاف النهار، وإذا كنت في موضع لا أعلمه، ولا أستطيع أن أنظر، فإني أراه واسعا .وأباحه فيها عطاء في الشتاء دون الصيف؛ لأن شدة الحر من فيح جهنم، وذلك الوقت حين تسجر جهنم .ولنا، عموم الأحاديث في النهي.

وذكر لأحمد الرخصة في الصلاة نصف النهار يوم الجمعة، قال :فيه حديث النبي -صلى الله عليه وسلم -من ثلاثة وجوه :حديث عمرو بن عبسة، وحديث عقبة بن عامر، وحديث الصنابحي، رواه الأثرم، عن عبد الله الصنابحي، أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال :إن الشمس تطلع ومعها قرن الشيطان، فإذا ارتفعت فارقها، ثم إذا استوت قارنها، فإذا زالت فارقها، فإذا دنت للغروب قارنها، فإذا غربت فارقها .ونهى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -عن الصلاة في تلك الساعات .ولأنه وقت نهي، فاستوى فيه يوم الجمعة وغيره، كسائر الأوقات، وحديثهم ضعيف، في إسناده ليث بن أبي سليم، وهو ضعيف، وهو مرسل؛ لأن أبا الخليل يرويه عن أبي قتادة، ولم يسمع منه(المغنى لابن قدامة، ج۲،ص ۹۱ ،كتاب الصلاة،باب الساعات التى نهى عن الصلاة فيها)

فلا تصح الصلاة فيه إلا يوم الجمعة فيستثنى من كلامه لاستثنائه في خبر أبي داود وغيره، والأصح جواز الصلاة في هذا الوقت مطلقا سواء أحضر إلى الجمعة أم لا، وقيل يختص بمن حضر الجمعة وصححه جماعة (تحفة الحبيب على شرح الخطيب، ج۲،ص ۱۱۹ ،كتاب الصلاة،فصل :في بيان الأوقات التي تكره فيها الصلاة بلا سبب)

قوله :(إلا يوم الجمعة) أي بالنسبة لوقت الاستواء ، أما غير وقت الاستواء فحكمه حكم غير الجمعة من بقية الأيام، وأما في حرم مكة فلا فرق بين وقت الاستواء وغيره فلا كراهة فيه مطلقا خ ض. قوله :(والأصح جواز الصلاة) أي يوم الجمعة (حاشية البجيرمي على الخطيب، ج۲،ص ۱۱۹ ،كتاب الصلاة،فصل :في بيان الأوقات التي تكره فيها الصلاة بلا سبب)

www.idaraghufran.org

مکروہ ہے۔

البتہ حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک طواف کے بعد کی دو رکعات کا فجر اور عصر کے بعد پڑھنا مکروہ نہیں۔

بلکہ شافعیہ کے نزدیک مکہ میں ان اوقات میں کسی بھی قسم کی نوافل مکروہ نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷:...... حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک مغرب کی نماز سے پہلے نوافل کا پڑھنا مکروہ

---

[1] اور حنابلہ کے نزدیک اگر کسی نے ظہر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں، تو عصر کے بعد ان کو پڑھنا جائز ہے۔

ذهبت الحنفية والمالكية والشافعية إلى كراهة التنفل المطلق بعد صلاة العصر، لحديث الشيخين الذى تقدم :لا صلاة بعد صلاة العصر.وذهب الحنابلة إلى جواز قضاء سنة الظهر بعد صلاة العصر. لأن النبى صلى الله عليه وسلم صلى نافلة الظهر بعد صلاة العصر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷ص۱۸۳، مادة "اوقات الصلاة")

(ويركع للطواف) يعنى فى أوقات النهى، وممن طاف بعد الصبح والعصر وصلى ركعتين ابن عمر، وابن الزبير، وعطاء ، وطاوس، وفعله ابن عباس، والحسن، والحسين، ومجاهد، والقاسم بن محمد، وفعله عروة بعد الصبح، وهذا مذهب عطاء ، والشافعى، وأبى ثور .وأنكرت طائفة ذلك، منهم أبو حنيفة، ومالك .واحتجوا بعموم أحاديث النهى .ولنا، ما روى جبير بن مطعم، أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال :يا بنى عبد مناف، لا تمنعوا أحدا طاف بهذا البيت، وصلى فى أى ساعة شاء ، من ليل أو نهار .رواه الأثرم، والترمذى، وقال :حديث صحيح.

ولأنه قول من سمينا من الصحابة، ولأن ركعتى الطواف تابعة له، فإذا أبيح المتبوع ينبغى أن يباح التبع، وحديثهم مخصوص بالفوائت، وحديثنا لا تخصيص فيه، فيكون أولى(المغنى لابن قدامة، ج۲،ص۸۲، كتاب الصلاة،مسألة يركع للطواف)

أما حكم المسألة فقال أصحابنا لا تكره الصلاة بمكة فى هذه الأوقات سواء فى ذلك صلاة الطواف وغيرها هذا هو الصحيح المشهور عندهم وفيه وجه أنه انما تباح صلاة الطواف حكاه الخراسانيون وجماعة من العراقيين منهم الشيخ أبو حامد والبندنيجى والماوردى وحكاه صاحب الحاوى عن أبى بكر القفال الشاشى والمذهب الأول قال صاحب الحاوى وبه قال أبو إسحق المروزى وجمهور أصحابنا والمراد بمكة البلدة وجميع الحرم الذى حواليها وفى وجه إنما تباح فى نفس البلدة دون باقى الحرم وفى وجه ثالث حكاه صاحب الحاوى عن القفال الشاشى إنما تباح فى نفس المسجد الذى حول الكعبة لا فيما سواه من بيوت مكة وسائر الحرم.

والصحيح الأول صححه الأصحاب وحكاه صاحب الحاوى عن أبى اسحق المروزى هذا تفصيل مذهبنا وقال مالك وأبو حنيفة وأحمد لا تباح الصلاة بمكة فى هذه الأوقات لعموم الأحاديث دليلنا حديث جبير والله أعلم(المجموع شرح المهذب، ج۴،ص۱۷۹ ،باب الساعات التى نهى عن الصلاة فيها)

وخلافِ اولیٰ ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۸:...... فجر اور عصر کی نماز کے بعد طلوع وغروب سے پہلے قضا نماز کا پڑھنا جائز ہے۔ لیکن ان اوقات میں قضا نماز پڑھنے والے کو دوسرے کے سامنے پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہیے، تاکہ دوسرے کو غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ ۲؎

مسئلہ نمبر۹:...... عیدُ الاضحیٰ یا عیدُ الفطر کے دن عید کی نماز سے پہلے گھر میں یا عید کی نماز

۱؎ البتہ شوافع کے نزدیک مستحب ہے، جبکہ حنابلہ کے نزدیک جائز ہے۔
اس مسئلہ کی تفصیل الگ سے مستقل باب میں ذکر کردی گئی ہے۔

ذهب الحنفية والمالكية إلى كراهة التنفل قبل صلاة المغرب؛ لقوله صلى الله عليه وسلم :بين كل أذانين صلاة إلا المغرب،والمراد بالأذانين :الأذان والإقامة، فبين أذان الصبح وإقامته سنة الفجر، وبين أذان الظهر وإقامته سنة الظهر القبلية، وبين أذان العصر وإقامته أربع ركعات مندوبة عند الحنفية، وبين أذان العشاء وإقامته أربع ركعات مندوبة عند الحنفية إلا المغرب لقصر وقته.
وقال الشافعية :صلاة ركعتين قبل المغرب سنة على الصحيح كما قال النووى؛ للأمر بهما فى حديث أبى داود صلوا قبل صلاة المغرب ركعتين،وقال الحنابلة :هما جائزتان، وليستا بسنة.
كما استدلوا أيضا بما رواه مسلم عن أنس بن مالك :كنا بالمدينة فإذا أذن المؤذن لصلاة المغرب ابتدروا السوارى، فيركعون ركعتين ركعتين حتى إن الرجل الغريب ليدخل المسجد، فيحسب أن الصلاة قد صليت من كثرة من يصليهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷ص۱۸۳، ۱۸۴، مادة "اوقات الصلاة")

۲؎ پھر حنفیہ کی ظاہر الروایہ کے مطابق جن اوقات میں عام نوافل کا پڑھنا مکروہ ہے، ان اوقات میں نذر ومنت مانی ہوئی نوافل کا پڑھنا، اور نفل نماز شروع کر کے فاسد کی ہوئی نفل کا پڑھنا بھی مکروہ ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق مکروہ نہیں۔

وأما الأوقات التى يكره فيها التطوع لمعنى فى غير الوقت فمنها :ما بعد طلوع الفجر إلى صلاة الفجر، وما بعد صلاة الفجر إلى طلوع الشمس، وما بعد صلاة العصر إلى مغيب الشمس، فلا خلاف فى أن قضاء الفرائض والواجبات فى هذه الأوقات جائز من غير كراهة، ولا خلاف فى أن أداء التطوع المبتدإ مكروه فيها(بدائع الصنائع، ج ۱ ،ص ۲۹۶،كتاب الصلاة،فصل بيان ما يكره من التطوع)

وكذا أداء الواجب الذى وجب بصنع العبد من النذر وقضاء التطوع الذى أفسده فى هذه الأوقات مكروه فى ظاهر الرواية، وعن أبى يوسف أنه لا يكره؛ لأنه واجب فصار كسجدة التلاوة وصلاة الجنازة، وجه ظاهر الرواية أن المنذور عينه ليس بواجب بل هو نفل فى نفسه، وكذا عين الصلاة لا تجب بالشروع، وإنما الواجب صيانة المؤداة عن البطلان فبقيت الصلاة نفلا فى نفسها فتكره فى هذه الأوقات(بدائع الصنائع، ج ۱ ،ص۲۹۷،كتاب الصلاة،فصل بيان ما يكره من التطوع)

www.idaraghufran.org

پڑھی جانے والی جگہ میں نوافل کا ادا کرنا مکروہ ہے، خواہ اشراق کی نماز ہو یا چاشت کی۔ اور عید کی نماز پڑھ کر اسی جگہ بھی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ کسی دوسری جگہ (مثلاً عید کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد گھر آکر) نفل نماز (خواہ اشراق کی ہو یا چاشت کی یا کوئی اور) کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۰:...... حنفیہ کے نزدیک امام کے خطبہ دیتے وقت، بلکہ خطبہ دینے کے لیے نکلنے، چلنے یا اٹھنے کے بعد نوافل کا پڑھنا مکروہ ہے۔ [2]

---

[1] البتہ شافعیہ کے نزدیک ارتفاعِ شمس کے بعد عید کی نماز سے پہلے اور بعد میں امام کے علاوہ کسی اور کے لئے نوافل کا پڑھنا مکروہ نہیں۔

(ومنها) ما قبل صلاة العيد يكره التطوع فيه؛ لأن النبى -صلى الله عليه وسلم- لم يتطوع قبل العيدين مع شدة حرصه على الصلاة وعن على -رضى الله عنه- أنه خرج إلى صلاة العيد فوجد الناس يصلون فقال: إنه لم يكن قبل العيد صلاة فقيل له: ألا تنهاهم فقال: لا فإنى أخشى أن أدخل تحت قوله (أرأيت الذى ينهى؛ عبدا إذا صلى) وعن عبد الله بن مسعود وحذيفة أنهما كانا ينهيان الناس عن الصلاة قبل العيد؛ ولأن المبادرة إلى صلاة العيد مسنونة، وفى الاشتغال بالتطوع تأخير. ولو اشتغل بأداء التطوع فى بيته يقع فى وقت طلوع الشمس، وكلاهما مكروهان، وقال محمد بن مقاتل الرازى من أصحابنا: إنما يكره ذلك فى المصلى كى لا يشتبه على الناس أنهم يصلون العيد قبل صلاة العيد، فأما فى بيته فلا بأس بأن يتطوع بعد طلوع الشمس، وعامة أصحابنا على أنه لا يتطوع قبل صلاة العيد لا فى المصلى ولا فى بيته، فأول الصلاة فى هذا اليوم صلاة العيد والله أعلم(بدائع الصنائع، ج ا ،ص ۲۹۷، كتاب الصلاة،فصل بيان ما يكره من التطوع)

الوقت السابع: قبل صلاة العيد وبعدها: ذهبت الحنفية إلى كراهة التنفل قبل صلاة العيد فى المنزل والمسجد، وبعد الصلاة يكره التنفل فى المسجد، ولا يكره فى المنزل؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم كان لا يصلى قبل العيد شيئا، فإذا رجع إلى المنزل صلى ركعتين.

وذهب الحنابلة إلى كراهة التنفل قبل صلاة العيد وبعدها.

وذهب المالكية إلى كراهة التنفل قبلها وبعدها فى المصلى فى المسجد.

ومذهب الشافعية أنه لا يكره التنفل قبلها ولا بعدها بعد ارتفاع الشمس لغير الإمام(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷ص ۱۸۴، ۱۸۵، مادة "اوقات الصلاة")

[2] البتہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے اس وقت تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھنا جائز ہے۔

ذهب الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة إلى كراهة التنفل عند خروج الخطيب إلى المنبر؛ لقوله صلى الله عليه وسلم: إذا قلت لصاحبك أنصت -والإمام يخطب- فقد لغوت،دل الحديث

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

ملحوظ رہے کہ اگر کسی نے عصر کی نماز نہیں پڑھی، اور سورج غروب ہونے کے قریب ہوگیا، تو اس کی نماز ادا ہوجائے گی، اگرچہ نماز کے درمیان سورج غروب ہی کیوں نہ ہوجائے۔

اور اگر فجر کی نماز نہیں پڑھی، اور سورج طلوع ہونے کے قریب ہوگیا، تو سورج کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے نماز ادا کر لینے کی صورت میں تو بلا شبہ نماز ادا ہوجائے گی، لیکن اگر اتنی تاخیر ہوگئی کہ فجر کی نماز پڑھتے ہوئے درمیان میں سورج طلوع ہوگیا، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک ایسی صورت میں فجر کی نماز بھی درست ہوجائے گی۔

البتہ حنفیہ کا اس میں اختلاف ہے۔

(اس مسئلہ کی تفصیل ہماری دوسری کتاب ”نماز کے فضائل واحکام“ میں ملاحظہ فرمائیں)

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔

محمد رضوان

یکم/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ 16/نومبر/2012ء بروز جمعہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على أن من يأمر غيره بالإنصات، كان أمره لغوا من الكلام منهيا عنه، فإذا كان الأمر بالإنصات -وهو أمر بمعروف -لغوا من الكلام منهيا عنه، كان التنفل لغوا من الأعمال منهيا عنه، أضف إلى ذلك أن التنفل يفوت الاستماع إلى الخطيب الذى هو واجب، فلا يترك الواجب من أجل النفل.

واستثنى الشافعية والحنابلة تحية المسجد لمن دخل والإمام يخطب، فأجازوا التنفل بركعتين. لحديث جابر قال :جاء سليك الغطفانى فى يوم الجمعة ورسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب فجلس، فقال له :يا سليك قم فاركع ركعتين وتجوز فيهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷ص۱۸۴، مادة "اوقات الصلاة")

ومنها وقت الخطبة يوم الجمعة يكره فيه الصلاة؛ لأنها سبب لترك استماع الخطبة، وعند الشافعى يصلى ركعتين خفيفتين تحية المسجد، والمسألة قد مرت فى صلاة الجمعة، ومنها ما بعد خروج الإمام للخطبة يوم الجمعة قبل أن يشتغل بها، وما بعد فراغه منها قبل أن يشرع فى الصلاة يكره التطوع فيه والكلام، وجميع ما يكره فى حالة الخطبة عند أبى حنيفة وعندهما لا يكره الكلام وتكره الصلاة، وقد مر الكلام فيها فى صلاة الجمعة (بدائع الصنائع، ج۱،ص۲۹۷، كتاب الصلاة،فصل بيان ما يكره من التطوع)

www.idaraghufran.org

(۲)

سنت نمازوں کی قضا کا حکم

سوال

اگر کوئی اپنے وقت پر کسی نماز سے پہلے یا بعد کی سنتیں نہ پڑھ سکے،تو کیا ان کو بعد میں قضا کرنے کا حکم ہے؟

احادیث اور فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں وضاحت کی ضرورت ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جواب

جب تک نماز کا وقت موجود ہو،اس وقت تک تو چونکہ سنتوں کا وقت ہوتا ہے،اس لئے اس وقت تک تو سنتوں کو پڑھ لینا درست ہے،لیکن جب وقت ختم ہوجائے،تو اس کے بعد سنتوں کی قضا کا حکم نہیں ہے،کیونکہ سنتوں کے قضا کرنے کا عام طور پر احادیث میں حکم نہیں آیا۔

البتہ احادیث وروایات میں فجر کی دو رکعت سنتیں رہ جانے کی صورت میں سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھنے کا ذکر اور حکم آیا ہے۔

آگے احادیث کی روشنی میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے،جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ فقہائے کرام کے اقوال کا ذکر کیا جائے گا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَرَيْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ عَرَّسْنَا فَلَمْ نَسْتَيْقِظْ حَتّٰى أَيْقَظَنَا حَرُّ الشَّمْسِ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا يَقُومُ دَهِشًا إِلٰى طَهُورِهِ قَالَ: فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَنْ يَّسْكُنُوا، ثُمَّ ارْتَحَلْنَا فَسِرْنَا حَتّٰى إِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ تَوَضَّأَ، ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ، ثُمَّ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّيْنَا (مسند احمد، رقم الحديث ۱۹۹۶۴) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کو سفر میں چل رہے تھے، پس جب رات کا آخری حصہ ہوا، تو ہم سو گئے، پھر ہم بیدار نہیں ہوسکے، یہاں تک کہ ہمیں سورج کی تپش نے بیدار کیا، تو ہم میں سے ہر شخص گھبرا کر وضو کرنے کے لیے جستجو کرنے لگا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فرمایا کہ سکون اختیار کریں، پھر ہم وہاں سے روانہ ہوئے، پھر ہم چلتے رہے، یہاں تک کہ جب سورج (طلوع ہوکر) بلند ہوگیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم فرمایا، پھر آپ نے فجر سے پہلے کی دو رکعتیں پڑھیں، پھر اقامت کہلوائی، پھر ہم نے (فجر کی) نماز پڑھی (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے فجر کی نماز نہیں پڑھی، اور سورج طلوع ہوگیا، تو سورج طلوع ہونے کے بعد فجر کے فرضوں کے ساتھ سنتوں کو بھی پڑھنا چاہئے۔

اور بعض احادیث میں فجر کی صرف سنتیں رہ جانے کی صورت میں بھی ان کو سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھنے کا حکم آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ (ابن حبان) [2]

---

[1] في حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

[2] رقم الحديث ۲۴۷۲، ذكر الأمر لمن فاتته ركعتا الفجر أن يصليهما بعد طلوع الشمس؛ ترمذى، رقم الحديث ۴۲۳.

قال الترمذى: هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه، وقد روى عن ابن عمر :أنه فعله،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فجر کی دو رکعتیں (سنّتیں) نہ پڑھی ہوں، تو اسے چاہیے کہ وہ ان کو سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھ لے (ابنِ حبان، ترمذی)

اور امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيُصَلِّهِمَا (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۰۱۵) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فجر کی دو رکعتیں (سنّتیں) نہیں پڑھیں، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا، تو اسے چاہیے کہ وہ ان کو (سورج طلوع ہونے کے بعد) پڑھ لے (حاکم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ نَسِيَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۱۵۳، صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ۱۱۱۷) [2]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والعمل على هذا عند بعض أهل العلم وبه يقول سفيان الثورى، وابن المبارك، والشافعي، وأحمد، وإسحاق، ولا نعلم أحدا روى هذا الحديث عن همام بهذا الإسناد نحو هذا إلا عمرو بن عاصم الكلابي والمعروف من حديث قتادة، عن النضر بن أنس، عن بشير بن نهيك، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :من أدرك ركعة من صلاة الصبح قبل أن تطلع الشمس فقد أدرك الصبح (ترمذی، حواله بالا)

وفي حاشية ابن حبان: إسناده صحيح على شرط البخارى.

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه.

وقال الذهبي: الإسنادان صحيحان على شرطهما.

[2] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه.

وقال الذهبي في التلخيص: على شرطهما (مستدرک حاکم، حواله بالا)

وقال الأعظمي في التعليق لابنِ خزيمة :إسناده صحيح (ابنِ خزيمة، حواله بالا)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فجر کی دو رکعت (سنت) کو پڑھنا بھول گیا، تو اُسے چاہئے کہ ان دو رکعتوں کو سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھ لے (حاکم؛ ابنِ خزیمہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَنْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فَقَضَاهُمَا بَعْدَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ (ابن ماجة) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) فجر کی دو رکعت سنتوں کو سوتے رہ جانے کی وجہ سے پڑھ نہیں سکے، تو آپ نے ان کو سورج طلوع ہونے کے بعد قضا کیا (ابنِ ماجہ؛ مسند ابو یعلیٰ)

اس قسم کی اور بھی احادیث مروی ہیں۔ [2]

حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے، اور وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ:

اَنَّهٗ صَلَّاهُمَا بَعْدَ اَضْحٰی (مصنف ابن ابی شيبة) [3]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فجر کی سنتیں سورج روشن ہوجانے کے بعد پڑھیں (ابن ابی شیبہ)

---

[1] رقم الحديث ۱۱۵۵، باب ما جاء فيمن فاتته الركعتان قبل صلاة الفجر متى يقضيهما، مسند ابى يعلىٰ، رقم الحديث ۶۱۸۵.
قال حسين سليم أسد: رجاله رجال الصحيح.

[2] عن أبي هريرة رضى الله عنه، قال: كان النبى عليه السلام إذا فاتته ركعتا الفجر، صلاهما إذا طلعت الشمس (مشكل الآثار للطحاوى، رقم الحديث ۴۱۴۲، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيمن يفوته أن يصلى ركعتى الفجر حتى يصلى الفجر، أيصليهما عقيبا لها أم بعد ذلك؟)
قال الطحاوى: فهذا الحديث أحسن إسنادا وأولى بالاستعمال مما قدرويناه قبله فى هذا الباب.

[3] رقم الحديث ۶۵۰۷، فى ركعتى الفجر إذا فاتته.

www.idaraghufran.org

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ:

اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَ فَاتَتْہُ رَکْعَتَا الْفَجْرِ فَقَضَاھُمَا بَعْدَ اَنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ (مؤطا امام مالک) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی فجر کی دو رکعتیں (سنت) رہ گئیں، تو انہوں نے ان کو سورج نکلنے کے بعد پڑھا (موطا امام مالک)

حضرت ابومجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فِیْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ مَعَ اِبْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ، وَالْاِمَامُ یُصَلِّیْ فَاَمَّا اِبْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فَدَخَلَ فِی الصَّفِّ وَاَمَّا اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ مَکَانَہٗ حَتّٰی طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَرَکَعَ رَکْعَتَیْنِ (شرح معانی الآثار للطحاوی) [2]

ترجمہ: میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آیا تو (اس وقت) امام نماز پڑھا رہا تھا، پس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو صف میں داخل ہوگئے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلے سنتیں پڑھیں پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے پھر جب امام نے سلام پھیرا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ جب سورج طلوع ہوگیا تو آپ اٹھے اور دو رکعت (سنت) ادا کیں (طحاوی)

اور حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ جَاءَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَھُمْ فِیْ صَلَاۃِ الصُّبْحِ، وَلَمْ یَکُنْ

---

[1] رقم الحدیث ۴۲۲، ما جاء فی رکعتی الفجر، واللفظ لہٗ؛ معرفۃ السنن والآثار للبیھقی، رقم الحدیث ۱۴۲۸؛ مشکل الآثار للطحاوی، رقم الحدیث ۳۴۹۵.

[2] رقم الحدیث ۲۲۰۰، باب الرجل یدخل المسجدوالامام فی صلاۃ الفجر ولم یکن رکع.

www.idaraghufran.org

صَلّٰی رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ، فَدَخَلَ مَعَهُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ، ثُمَّ انْتَظَرَ حَتّٰی إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ، وَحَلَّتِ الصَّلَاةُ، صَلَّاهُمَا (شرح مشکل الآثار للطحاوی) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے، اور اس وقت لوگ صبح (یعنی فجر) کی نماز پڑھ رہے تھے، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے (ابھی تک) فجر کی دو سنتیں نہیں پڑھیں تھیں، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہوگئے، پھر انتظار کرتے رہے، یہاں تک کہ جب سورج طلوع ہوگیا، اور (مکروہ وقت ختم ہوکر) نماز جائز ہوگئی، تو ان دو رکعتوں کو پڑھا (طحاوی)

اور حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا لَمْ يُصَلِّهِمَا قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ صَلَّاهُمَا مِنَ الضُّحٰی

(شرح مشکل الآثار للطحاوی) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جب فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھ پاتے تھے، تو ان کو ضحیٰ کے وقت (یعنی سورج نکلنے اور روشن ہونے کے بعد) پڑھتے تھے (طحاوی)

اور حضرت یحییٰ بن سعید انصاری سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

لَوْ لَمْ أُصَلِّهِمَا حَتّٰی أُصَلِّيَ الْفَجْرَ، صَلَّيْتُهُمَا بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

(مصنف ابن ابی شیبة) [3]

---

[1] رقم الحديث ۴۱۴۲، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيمن يفوته أن يصلى ركعتى الفجر حتى يصلى الفجر، أيصليهما عقيبا لها أم بعد ذلك ؟.

[2] رقم الحديث ۴۱۴۲، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيمن يفوته أن يصلى ركعتى الفجر حتى يصلى الفجر، أيصليهما عقيبا لها أم بعد ذلك ؟.

[3] رقم الحديث ۶۵۰۵، فى ركعتى الفجر اذافاتته، و رقم الحديث ۳۶۳۷۵، باب مسألة فى قضاء ركعتى سنة الفجر.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اگر میں فجر کی نماز سے پہلے کی دو (سنت) رکعتیں نہ پڑھ سکوں، تو میں ان کو سورج کے طلوع ہونے کے بعد پڑھتا ہوں (ابن ابی شیبہ)

اس قسم کی احادیث وروایات اور آثار کی روشنی میں فقہائے احناف نے فرمایا کہ جب فجر کے فرضوں سے پہلے فجر کی دو سنتیں نہ پڑھی جاسکیں، تو ان کو فجر کے فرضوں کے بعد کے بجائے سورج طلوع ہونے کے بعد جب مکروہ وقت گزر جائے، اُس وقت پڑھنا چاہئے۔

البتہ ایک روایت میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا فجر کی دو سنتوں کو فرضوں کے بعد طلوع سے پہلے پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت قیس بن فہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ جَاءَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَصَلّٰى مَعَهُ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

فَقَالَ: لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَاتَانِ الرَّكْعَتَانِ؟

فَقَالَ: لَمْ أَكُنْ صَلَّيْتُهُمَا قَبْلَ الْفَجْرِ، فَسَكَتَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا

(مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: وہ اس حال میں آئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، پھر جب سلام پھیرلیا، تو اُٹھ کر فجر کی دو رکعتیں (سنت) پڑھیں۔

ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دو رکعتیں کون سی ہیں؟

تو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے فجر سے پہلے کی دو سنت رکعتیں نہیں پڑھی تھیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، اور آپ نے کچھ نہیں فرمایا (حاکم)

---

[1] رقم الحديث ١٠١٧؛ صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٢٤٧١، ذكر الإباحة لمن أدرك الجماعة ولم يصل ركعتى الفجر أن يصليها فى عقب صلاة الغداة؛ ترمذى، رقم الحديث ٤٢٢، باب ما جاء فيمن تفوته الركعتان قبل الفجر يصليهما بعد صلاة الفجر.

اس حدیث کو بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ۱؎

۱؎ قال الترمذی بعد هٰذا الحديث:

حديث محمد بن إبراهيم لا نعرفه مثل هذا إلا من حديث سعد بن سعيد، وقال سفيان بن عيينة :سمع عطاء بن أبى رباح، من سعد بن سعيد هذا الحديث، وإنما يروى هذا الحديث مرسلا.

وقد قال قوم من أهل مكة بهذا الحديث، لم يروا بأسا أن يصلى الرجل الركعتين بعد المكتوبة قبل أن تطلع الشمس " :وسعد بن سعيد هو أخو يحيى بن سعيد الأنصارى، وقيس هو جد يحيى بن سعيد الأنصارى، ويقال :هو قيس بن عمرو، ويقال :ابن قهد، وإسناد هذا الحديث ليس بمتصل محمد بن إبراهيم التيمى لم يسمع من قيس ، وروى بعضهم هذا الحديث عن سعد بن سعيد، عن محمد بن إبراهيم، أن النبى صلى الله عليه وسلم خرج فرأى قيسا وهذا أصح من حديث عبد العزيز، عن سعد بن سعيد (ترمذی، حواله بالا)

وقال ابن عبدالهادی:

"احتجُّوا بما روى التِّرمذيُّ :ثنا محمد بن عمرو السَّوَّاق ثنا عبد العزيز بن محمد عن سعد بن سعيد عن محمد بن إبراهيم عن جدّه قيس -وهو ابن عمرو ابن سهل -قال : خرج رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فأقيمت الصَّلاة ، فصلَّيت معه الصُّبح ، ثُمَّ انصرف ، فوجدني أُصلِّي ، فقال " :مهلاً يا قيس ، أصلاتان معًا ؟ " !قلت :يا رسول الله ، إنِّي لم أكن ركعتُ ركعتي الفجر .قال " :فلا إذًا ".

والجواب :قال التِّرمذيُّ :هذا حديثٌ لا نعرفه إلا من حديث سعد بن سعيد ، وإسناده ليس بمتصل ، محمد بن إبراهيم لم يسمع من قيس .

قلت :قال أحمد بن حنبل :سعد بن سعيد ضعيفٌ .وقال ابن حِبَّان :لا يحلُّ الاحتجاج به.

ز :وروى هذا الحديث الإمام أحمد وابن ماجه وأبو داود ، ولفظه :رأى رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رجلاً يصلِّي بعد صلاة الصُّبح ركعتين .

فقال رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :صلاة الصُّبح ركعتان . " !فقال الرَّجل :إنِّي لم أكن صلَّيت الرَّكعتين اللتين قبلهما ، فصلَّيتهما الآن .فسكت رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وإسناد الحديث ليس بمتَّصلٍ .قاله الإمام أحمد والتِّرمذيُّ .

وسعد بن سعيد :هو أخو يحيى وعبد ربِّه ، وقد روى له مسلم في "صحيحه ، وقال ابن معين :صالح .وقال محمد بن سعد :كان ثقةً ، قليل الحديث .وقال النَّسائيُّ :ليس بالقويِّ.

ولم يتكلَّم فيه ابن حِبَّان ، بل ذكره في كتاب "الثِّقات "وقال :كان يخطىء.وإنَّما تكلَّم في سعد بن أبي سعيد المقبريِّ(تنقيح التحقيق لابن عبدالهادی، ج۲ص ۳۶۹ تا ۳۷۱)

البتہ بعض حضرات نے اس حدیث پر ضعف کا حکم لگانے سے اختلاف کر کے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] قال الحاكم: قيس بن فهد الأنصارى صحابى، والطريق إليه صحيح على شرطهما وقد رواه محمد بن إبراهيم التيمى، عن قيس بن فهد.

وقال الذهبى: قيس بن فهد صحابى وله شاهد.

وفى حاشية ابنِ حبان: رجاله ثقات غير والد يحيى سعيد بن قيس، فلم يوثقه غير المؤلف وترجم له البخارى فى "التاريخ، وابن أبى حاتم ،فلم يذكر فيه جرحا ولا تعديلًا، وقيس بن فهد :هو قيس بن عمرو.

وقال الالبانى:قلت :وهذا إسناد رجاله كلهم ثقات رجال مسلم؛ غير أن سعداً هذا -وهو ابن سعيد بن قيس بن عمرو الأنصارى -فيه كلام لسوء حفظه .لكنه قد توبع كما يأتى. ثم إن الإسناد منقطع بين محمد بن إبراهيم وقيس بن عمرو، كما قال الترمذى .لكنه قد جاء موصولاً من طريق أخرى كما يأتى. والحديث أخرجه البيهقى (۲/۴۸۳) من طريق المصنف. وأخرجه أبو بكر بن أبى شيبة- أخو عثمان -فى "المصنف (۲/۲/۳۷) نا ابن نمير ...به. وعنه :أخرجه ابن ماجه (۱/۳۵۲)، والحاكم (۱/۲۷۵)أيضا. وأخرجه الترمذى (۲/۲۸۴.۲۸۵) من طريق عبد العزيز بن محمد عن سعد ابن سعيد ...به .وقال: "لا نعرفه إلا من حديث سعد بن سعبد .وقال سفيان بن عيينة :سمع عطاء ابن أبى رباح من سعد بن سعيد هذا الحديث .وإنما يروى هذا الحديث مرسلاً . وسعد بن سعيد :هو أخو يحيى بن سعيد الأنصارى .وقيس :هو جد يحيى بن سعيد، ويقال :هو قيس بن عمرو، ويقال :هو قيس بن قهد .وإسناد هذا الحديث ليس بمتصل؛ محمد بن إبراهيم التيمى لم يسمع من قيس ." وأخرجه الإمام أحمد (۵/۴۴۷) :ثنا ابن نمير ...به.وأخرجه الحميدى فى "مسنده (۸٦۸) : ثنا سفيان قال :ثنا سعد بن سعيد ابن قيس الأنصارى ...به. قال سفيان :وكان عطاء بن أبى رباح يروى هذا الحديث عن سعد بن سعيد. وقد جاء موصولاً :أخرجه ابن حبان (٦۲۴)، والدارقطنى (۱۴۷)، والحاكم (۱/۲۷۴.۲۷۵) من طرق عن اسد بن موسى :حدثنا الليث بن سعد :حدثنا يحيى بن سعيد عن أبيه عن جده قيس بن قهد: أنه صلى مع رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصبح؛ ولم يكن ركع الركعتين قبل الفجر .فلما سلم رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ قام فركع ركعتى الفجر ورسولُ الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ينظر إليه، فلم ينكر ذلك عليه . وقال الحاكم: "قيس بن قهد الأنصارى صحابى، والطريق إليه صحيح على شرطهما !"وأقره الذهبى !وهو خطأ منهما؛ فإن أسد بن موسى -وإن كان ثقة على كلام فيه-؛ فليس على شرط الشيخين.وسعيد والد يحيى -وهو سعيد بن قيس بن عمرو الأنصارى -لم يخرج له الشيخان؛ بل ولا بقية الستة شيئاً؛ وقد أورده ابن أبى حاتم (۲/۱/۵۵.۵٦)، ولم يذكر فيه جرحاً ولا تعديلاً .وأما ابن حبان؛ فذكره فى "الثقات "(۴/۲۸۱)برواية يحيى ابنه عنه !وقرن معه ابن أبى حاتم :سعد بن سعيد!وفيه نظر؛ لأنه إنما روى عن محمد بن إبراهيم، كما فى رواية ابن نمير عند المصنف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جس کے پیشِ نظر بعض فقہائے کرام (مثلاً امام احمد رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ اگر کسی کی فجر کی سنتیں رہ جائیں، تو اُن کا فجر کے فرضوں کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے پڑھنا بھی جائز ہے، تاہم اکثر قولی احادیث کی وجہ سے سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ [1]

جبکہ حنفیہ سمیت بعض دیگر فقہائے کرام نے فرمایا کہ چونکہ مذکورہ حدیث ایک واقعہ کی حکایت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وغيره.ومن الغرائب :أن (سعيد بن قيس) لم يترجموا له فى "تهذيب الكمال "وفروعه !ولم يذكره الذهبى فى "الميزان "و "المغنى !"وأسد بن موسى؛ قال فى "التقريب :" "صدوق يغرب " قلت :وقد خولف؛ فقال أحمد (۵/۴۴۷) :ثنا عبد الرزاق :أنا ابن جريج قال :وسمعت عبد الله بن سعيد أخا يحيى بن سعيد يحدث عن جده قال :خرج إلى الصبح ...الحديث !هكذا وقع فى "السند"، وكذلك نقله الحافظ فى "الإصابة !"قال المحقق أحمد شاكر على "الترمذى :" "ولم أجد ترجمة لعبد الله بن سعيد فى كتب الرجال، ولم يذكره الحافظ فى "تعجيل المنفعة"، فالراجح عندى أن هذا خطأ من الناسخين، وأن صوابه :عبد ربه ابن سعيد، وتكون هى الرواية التى أشار إليها أبو داود ." قلت :وعبد ربه ثقة، ء لما فى "ابن أبى حاتم (۳/۱/۴۱) . قال ابن معين : "ثقة مأمون ."قلت :فمخالفة أسد بن موسى -مع ما فيه من الكلام -لمثل عبد ربه بن سعيد؛ مما لا يطمئن القلب له؛ لا سيما وقد تابعه أخوه يحيى بن سعيد كما ذكر المصنف -على إرساله-؛ فهو الأرجح.نعم؛ يتقوى الحديث بمرسل عطاء :عند ابن أبى شيبة قال :حدثنا هشيم قال :أخبر عبد الملك عن عطاء ...به نحوه . وروى موصولاً من وجهين عنه؛ أحدهما :عن قيس بن سهل، والآخر :عن رجل من الأنصار.وله شاهد من حديث ثابت بن قيس بن شَمَّاس.وقد أخرج ذلك كله أبو الطيب فى "إعلام أهل العصر بأحكام ركعتى الفجر"(ص ۶۲۔ ۶۱)؛ فمن شاء فليرجع إليه (صحيح أبى داود، تحت رقم الحديث ۱۱۵۱ ، باب من فاتته؛ متى يقضيها؟)

[1] فصل :فأما قضاء سنة الفجر بعدها فجائز، إلا أن أحمد اختار أن يقضيهما من الضحى، وقال : إن صلاهما بعد الفجر أجزأ، وأما أنا فأختار ذلك .وقال عطاء ، وابن جريج، والشافعى :يقضيهما بعدها؛ لما روى عن قيس بن فهد، قال :رآنى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وأنا أصلى ركعتى الفجر بعد صلاة الفجر، فقال :ما هاتان الركعتان يا قيس؟ .قلت :يا رسول الله لم أكن صليت ركعتى الفجر، فهما هاتان .رواه الإمام أحمد، وأبو داود، والترمذى .وسكوت النبى -صلى الله عليه وسلم -يدل على الجواز، ولأن النبى -صلى الله عليه وسلم -قضى سنة الظهر بعد العصر، وهذه فى معناها، ولأنها صلاة ذات سبب، فأشبهت ركعتى الطواف .وقال أصحاب الرأى :لا يجوز؛ لعموم النهى، ولما روى أبو هريرة قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-من لم يصل ركعتى الفجر فليصلهما بعدما تطلع الشمس .رواه الترمذى، وقال :لا نعرفه إلا من حديث عمرو بن عاصم .قال ابن الجوزى، -رحمه الله :-وهو ثقة، أخرج عنه البخارى .وكان ابن عمر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ہے، اورقولی احادیث میں فجر کی دوسنتوں کے رہ جانے کی صورت میں ان کوسورج طلوع ہونے کے بعد پڑھنے کا ذکرآیا ہے۔

لہٰذا اُصولی اعتبار سے ان احادیث کوہی ترجیح حاصل ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يقضيهما من الضحى، وحديث قيس مرسل، قاله أحمد، والترمذى، لأنه يرويه محمد بن إبراهيم عن قيس، ولم يسمع منه، وروى من طريق يحيى بن سعيد عن جده، وهو مرسل أيضا، ورواه الترمذى، قال :قلت يا رسول الله :إنى لم أكن ركعت ركعتى الفجر .قال :فلا إذا .

وهذا يحتمل النهى .وإذا كان الأمر هكذا كان تأخيرها إلى وقت الضحى أحسن؛ لنخرج من الخلاف، ولا نخالف عموم الحديث، وإن فعلها فهو جائز؛ لأن هذا الخبر لا يقصر عن الدلالة على الجواز .والله أعلم(المغنى لابن قدامة، ج۲،ص ۸۹،كتاب الصلاة،باب الساعات التى نهى عن الصلاة فيها،فصل قضاء سنة الفجر بعدها)

۱؎ اگرچہ موجودہ بعض احناف اصحابِ فتاویٰ فجر سے قبل کی چھوٹی ہوئی سنتوں کوفرض ادا کرلینے کے بعدسورج طلوع ہونے سے پہلے پڑھنے پر کراہتِ تحریمی کا حکم لگاتے ہیں،مگر بندہ کواس حکم پر اطمینان نہیں ہوسکا،کیونکہ بے شک یہ وقت عام نوافل کے لئے کراہت کا ہے،جس پر کئی احادیث دلالت کرتی ہیں،لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ طلوعِ فجر کے بعد سے لے کرطلوعِ شمس کے مابین وقت میں عام نوافل کے کراہت کے حکم سے فجر کی سنتوں کواستثناء حاصل ہے،جس سے معلوم ہوا کہ طلوعِ شمس سے قبل تطوُّع اورنوافل کی کراہت کا حکم اپنے اطلاق کے ساتھ فجر کی سنتوں پر جاری نہیں ہوتا،اورطلوعِ شمس سے قبل یہ وقت فجر کے وقت میں داخل ہے،جوایک حیثیت سے فجر کی سنتوں کا بھی ادا وقت ہے،یہی وجہ ہے کہ اگرکسی شخص نے فرض ادا نہ کیے ہوں،تو وہ اس وقت بلا کراہت سنت پڑھ کرفرض ادا کرسکتا ہے،مزید براں ایک صحابی سے اس وقت میں فجر کی سنتوں کا پڑھنا اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت فرمانا بھی ثابت ہے،جس سے کراہتِ تحریمیہ کی نفی ہوتی ہے۔

اس لئے بندہ کوکراہتِ تحریمیہ کے بجائے اس وقت فجر کی رہی ہوئی سنتوں کے پڑھنے پرطلوعِ شمس کے بعد پڑھنے کے مقابلہ میں کراہتِ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ کا حکم لگانا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

خاص طور پر جبکہ بہت سے لوگ مصروفیات کے باعث طلوعِ فجر کے بعد بالکل ادا کرنے سے محروم رہ جاتے ہوں،ان حالات میں بالکل نہ پڑھنے کے مقابلہ میں اگرکوئی پڑھ لیتا ہے،تو اسے قابلِ ملامت وقابلِ نکیر قرار دینا مناسب نہیں،البتہ بایں ہمہ اپنی طرف سے ترغیب طلوعِ شمس کے بعد ہی پڑھنے کی دینی چاہئے۔

اور یہ تفصیل امام احمد رحمہ اللہ کے قول کے بھی مطابق ہے،جس سے اُن کے قول کی تقویت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

جہاں تک اکثر احادیث میں ان سنتوں کے طلوعِ فجر کے بعد پڑھنے کے ذکر کا معاملہ ہے،توان کواولیت واستحباب پر محمول کرنے میں کوئی مضائقہ معلوم نہیں ہوتا۔ یہ تحقیق فی ما بيني وبين الله بندہ کے اپنے اطمینان ورُجحان پرمبنی ہے۔اگر دیگر اہلِ علم اپنے دلائل کے پیشِ نظر اس پرمطمئن نہ ہوں،تو وہ ان کا معاملہ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ملحوظ رہے کہ بعض احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہر کے بعد یا عصر سے پہلے کی سنتیں رہ جانے کی صورت میں عصر کے بعد قضاء کرنے کا ذکر آیا ہے؛ لیکن بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آپ نے دوسروں کو قضاء کرنے سے منع فرمایا، جس کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی قیس سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واختلف أهل العلم فيمن صلى فرض الصبح قبل أن يصلى ركعتى الفجر، متى يقضيهما؟ روى عن ابن عمر، أنه كان يصليهما بعد فرض الصبح "، وبه قال عطاء، وطاوس، وإليه ذهب ابن جريج والشافعى. وقال قوم :يقضيهما بعد ارتفاع الشمس، وبه قال القاسم بن محمد، وروى عن مالك أنه بلغه أن عبد الله بن عمر فاتته ركعتا الفجر، فصلاهما بعد أن تطلع الشمس، وإليه ذهب الأوزاعى، وابن المبارك، والثورى، وأحمد، وإسحاق، وأصحاب الرأى.

وقال مالك :يقضيهما ضحى إلى وقت الزوال، ولا يقضيهما بعده، وهو قول للشافعى، ويحتجون بحديث غريب يروى عن بشير بن نهيك، عن أبى هريرة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من لم يصل ركعتى الفجر فليصلهما بعد ما تطلع الشمس(شرح السنة للبغوى، ج٣ص٣٣٥،باب ما يصلى فى هذه الأوقات من الفوائت)

واختار المصنف أيضا فى المغنى، والشارح، جواز قضاء سنة الفجر بعد صلاة الفجر، وجواز قضاء السنن الراتبة بعد العصر واختاره فى التصحيح الكبير، وقال :صححه القاضى واختار ابن عبدوس فى تذكرته جواز ما له سبب فى الوقتين الطويلين(الانصاف فى معرفة الراجح من الخلاف للمرداوى، ج٢ص٢٠٨، ٢٠٩،كتاب الصلاة، باب صلاة التطوع)

وسئل فضيلة الشيخ :عن قضاء سنة الفجر بعد صلاة الفجر لمن لم يتمكن من أدائها قبل الصلاة؟ وهل يعارض ذلك النهى عن الصلاة بعد صلاة الفجر؟

فأجاب فضيلته بقوله :قضاء سنة الفجر بعد صلاة الفجر لا بأس به على القول الراجح.

ولا يعارض ذلك حديث النهى عن الصلاة بعد صلاة الفجر؛ لأن المنهى عنه الصلاة التى لا سبب لها. ولكن إن أخر قضاء ها إلى الضحى ولم يخش من نسيانها، أو الانشغال عنها فهو أولى(مجموع فتاوىٰ ورسائل العثيمين، ج١٤ ص٢٨٠، رقم المسئالة ٨٤٦)

وذكر أن مذهب أحمد :أن قضاء سنة الفجر جائز بعدها إلا أن أحمد اختار أن يقضيها من الضحى. وقال الإمام أحمد :إن صلاهما بعد الفجر أجزأه؛ وأما أنا فأختار ذلك(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج٢٣ ص١٩٧، باب صلاة التطوع)

فأما قضاء سنة الفجر بعدها فجائز، إلا أن أحمد اختار أن يقضيهما من الضحى، وقال :إن صلاهما بعد الفجر أجزأ، وأما أنا فأختار ذلك(المغنى لابن قدامة، ج٢ ص٨٩، فصل قضاء سنة الفجر بعدها)

www.idaraghufran.org

سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ ؟ فَقَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ، فَشُغِلَ عَنْهُمَا حَتّٰى صَلَّى الْعَصْرَ، فَلَمَّا فَرَغَ رَكَعَهُمَا فِي بَيْتِي، فَمَا تَرَكَهُمَا حَتّٰى مَاتَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قَيْسٍ فَسَأَلْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْهُ قَالَ قَدْ كُنَّا نَفْعَلُهُ ثُمَّ قَدْ تَرَكْنَاهُ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۵۵۴۶) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں معلوم کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، تو آپ (ایک مرتبہ) مشغول ہوگئے، اور وہ دو رکعتیں نہ پڑھ سکے، یہاں تک کہ آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی، پھر جب آپ فارغ ہوئے، تو ان کو میرے گھر میں پڑھا، پھر آپ نے اپنی وفات تک ان دو رکعتوں کو نہیں چھوڑا، عبداللہ بن ابی قیس فرماتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان دو رکعتوں کے بارے میں معلوم کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ ہم یہ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، پھر ہم نے ان کو ترک کردیا (مسنداحمد)

اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنِ السَّجْدَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الْعَصْرِ، فَقَالَتْ : كَانَ يُصَلِّيهِمَا قَبْلَ الْعَصْرِ، ثُمَّ إِنَّهُ شُغِلَ عَنْهُمَا، أَوْ نَسِيَهُمَا فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ، ثُمَّ أَثْبَتَهُمَا، وَكَانَ إِذَا صَلّٰى صَلَاةً أَثْبَتَهَا (مسلم) [2]

ترجمہ: انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان دو رکعتوں کے بارے میں

---

[1] في حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

[2] رقم الحديث ۲۹۸ "۸۳۵"، باب معرفة الركعتين اللتين كان يصليهما النبى صلى الله عليه وسلم بعد العصر؛ نسائى، رقم الحديث ۵۷۷.

Idara Ghufran

سوال کیا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں عصر سے پہلے پڑھا کرتے تھے، پھر کسی وقت مصروفیت یا بھول کی وجہ سے اُن کو نہیں پڑھ سکے، تو اُن کو عصر کے بعد پڑھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز پڑھا کرتے تھے، تو اس پر مضبوطی (و پابندی) کے ساتھ عمل کیا کرتے تھے (مسلم، نسائی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّمَا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ لِأَنَّهُ أَتَاهُ مَالٌ فَشَغَلَهُ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ لَهُمَا (ترمذی رقم الحديث ۱۸۴، باب ماجاء فی الصلاة بعد العصر) ؎

؎ قال الترمذی:

وفی الباب عن عائشة، وأم سلمة، وميمونة، وأبی موسی، حديث ابن عباس حديث حسن وقد روی غير واحد عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه صلی بعد العصر ركعتين، وهذا خلاف ما روی عنه أنه نهی عن الصلاة بعد العصر حتی تغرب الشمس "وحديث ابن عباس أصح، حيث قال :لم يعد لهما وقد روی عن زيد بن ثابت نحو حديث ابن عباس .وقد روی عن عائشة فی هذا الباب روايات، روی عنها أن النبی صلی الله عليه وسلم ما دخل عليها بعد العصر إلا صلی ركعتين "وروی عنها، عن أم سلمة، عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه :نهی عن الصلاة بعد العصر حتی تغرب الشمس، وبعد الصبح حتی تطلع الشمس والذی اجتمع عليه أكثر أهل العلم علی كراهية الصلاة بعد العصر حتی تغرب الشمس، وبعد الصبح حتی تطلع الشمس، إلا ما استثنی من ذلک، مثل الصلاة بمكة بعد العصر حتی تغرب الشمس، وبعد الصبح حتی تطلع الشمس بعد الطواف فقد روی عن النبی صلی الله عليه وسلم رخصة فی ذلک، وقد قال به قوم من أهل العلم من أصحاب النبی صلی الله عليه وسلم، ومن بعدهم، وبه يقول الشافعی، وأحمد، وإسحاق وقد كره قوم من أهل العلم من أصحاب النبی صلی الله عليه وسلم، ومن بعدهم الصلاة بمكة أيضا بعد العصر، وبعد الصبح، وبه يقول سفيان الثوری، ومالک بن أنس، وبعض أهل الكوفة (ترمذی، حواله بالا)

وقال ابن الملقن:

وحديث ابن عباس أصح حيث قال: لم يعد لهما (البدر المنير لابن الملقن، الحديث الحادی بعد الأربعين)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعتیں اس لئے پڑھیں، کیونکہ آپ کے پاس سامان آ گیا تھا، جس کی مشغولی کی وجہ سے ظہر کے بعد کی دو رکعتیں رہ گئی تھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عصر کے بعد پڑھا، پھر کبھی عصر کے بعد ان دو رکعتوں کو نہیں پڑھا (ترمذی)

اور اُمُّ المؤمنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

لَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بَعْدَ الْعَصْرِ قَطُّ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً، جَاءَهُ نَاسٌ بَعْدَ الظُّهْرِ، فَشَغَلُوْهُ فِيْ شَيْءٍ، فَلَمْ يُصَلِّ بَعْدَ الظُّهْرِ شَيْئًا حَتّٰى صَلَّى الْعَصْرَ قَالَتْ فَلَمَّا صَلَّى الْعَصْرَ دَخَلَ بَيْتِيْ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۶۶۴۵) [1]

ترجمہ: میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عصر کے بعد کبھی بھی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، سوائے ایک مرتبہ کے؛ اور آپ کے پاس ظہر کے بعد چند لوگ آ گئے تھے، جس کی وجہ سے انہوں نے آپ کو کسی چیز میں مشغول کر دیا تھا، تو آپ ظہر کے بعد عصر کی نماز پڑھنے تک کوئی نماز نہیں پڑھ سکے؛ پھر جب آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی، تو آپ میرے گھر تشریف لائے، پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں (مسند احمد)

اور نسائی کی روایت میں ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ بَيْتِهَا بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ مَرَّةً وَاحِدَةً وَأَنَّهَا ذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ هُمَا رَكْعَتَانِ كُنْتُ أُصَلِّيْهِمَا بَعْدَ الظُّهْرِ فَشُغِلْتُ عَنْهُمَا حَتّٰى صَلَّيْتُ الْعَصْرَ (نسائی) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے گھر میں ایک مرتبہ عصر کے بعد دو رکعت

---

[1] فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح، وهذا إسناد رجاله ثقات رجال الشيخين.

[2] رقم الحديث ۵۷۹، الرخصة فی الصلاة بعد العصر.

www.idaraghufran.org

نماز پڑھی، اور حضرت اُمِ سلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں ذکر کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ دو رکعتیں ہیں جن کو میں ظہر کے بعد پڑھا کرتا ہوں، پس آج مشغولیت کی وجہ سے عصر کی نماز پڑھنے تک میں ان کو نہیں پڑھ سکا تھا (نسائی)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْعَصْرِ فَشُغِلَ عَنْهُمَا فَرَكَعَهُمَا حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ فَلَمْ أَرَهُ يُصَلِّيْهِمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ (نسائی، رقم الحديث ٥٨٠، الرخصة فى الصلاة بعد العصر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے دو رکعت پڑھا کرتے تھے، پس ایک دن یہ دو رکعتیں سورج غروب ہونے کے وقت پڑھیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دو رکعتیں اس سے پہلے اور بعد میں (کبھی) پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا (نسائی)

اور ابنِ حبان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ بَيْتِيْ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، صَلَّيْتَ صَلَاةً لَمْ تَكُنْ تُصَلِّيْهَا، فَقَالَ : قَدِمَ عَلَيَّ مَالٌ، فَشَغَلَنِيْ عَنْ رَكْعَتَيْنِ كُنْتُ أَرْكَعُهُمَا قَبْلَ الْعَصْرِ، فَصَلَّيْتُهُمَا الْآنَ، فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَفَنَقْضِيْهِمَا إِذَا فَاتَتْنَا؟ قَالَ: لَا (صحيح ابن حبان) [1]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی، پھر میرے گھر تشریف

---

[1] رقم الحديث ٢٦٥٣، ذكر البيان بأن من فاتته ركعتا الظهر إلى أن يصلى العصر ليس عليه إعادتهما، وإنما كان ذلك للمصطفى صلى الله عليه وسلم خاصة دون أمته.
فى حاشية ابن حبان: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح.

لائے، پھر دو رکعتیں پڑھیں، تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے ایسی نماز پڑھی ہے، جو آپ پڑھتے نہیں ہیں، تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس مال آ گیا تھا، جس میں مشغولی کی وجہ سے میں ان دو رکعتوں کے پڑھنے سے رہ گیا، جو میں عصر سے پہلے پڑھتا تھا، تو میں نے اُن کو اب پڑھا ہے؛ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر یہ (عصر سے پہلے کی) دو رکعتیں ہم سے فوت ہو جائیں، تو کیا ہم بھی ان کو قضاء کریں، تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں (ابنِ حبان)

مسند ابو یعلیٰ میں بھی اسی مضمون کی روایت ہے۔ [1]

---

[1] عن أم سلمة، قالت :صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم العصر ثم دخل بيتي فصلى ركعتين قلت :يا رسول الله، صليت صلاة لم تكن تصليها، فقال :قدم على مال فشغلني عن ركعتين كنت أركعهما بعد الظهر فصليتهما الآن، فقلت يا رسول الله أفنقضيهما إذا فاتتا قال :لا (مسند أبي يعلى، رقم الحديث ٧٠٢٨)

قال حسين سليم أسد: إسناده صحيح.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل عليها بعد العصر فصلى ركعتين ، فقلت :يا رسول الله أحدث الناس ؟ قال :لا ، إن بلالا عجل الإقامة ، فلم أصل الركعتين قبل العصر فأنا أقضيهما الآن قلت :يا رسول الله أفنقضيهما إذا فاتتنا ؟ قال : لا (العلل الواردة في الأحاديث النبوية للدارقطني، ج١٤، ٢٧١، الناشر :دار طيبة الرياض)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو عبیدہ بن معتب کی وجہ سے ضعیف اور اس روایت کو اسود اور مسروق کی روایت کے خلاف قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

وخالفهما عبيدة بن معتب ، وكان ضعيفا فرواه عن إبراهيم ، عن الأسود .... ولا أعلم أتى بهذا اللفظ سوى عبيدة بن معتب ، وهو ضعيف لا تقوم به حجة (العلل الواردة في الأحاديث النبوية للدارقطني، ج١٤، ٢٧١)

مگر اولاً تو عبید بن معتب کی روایت استشہاداً قبول کی جاسکتی ہے، دوسرے اسود اور مسروق کی روایات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر بعد عصر دو رکعت پڑھنے کا ثبوت ہوتا ہے، اور عبیدہ کی یہ روایت اس کے خلاف نہیں، اور اس میں صرف دوسروں کو قضاء نہ کرنے کی زیادتی ہے، اور یہ زیادتی ابنِ حبان وغیرہ کی حدیث کے موافق ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خود پڑھنے اور دوسروں کو منع کرنے کا ذکر ہے، لہٰذا ان سب کے مجموعہ سے رسولُ اللہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس قسم کی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تو کسی وجہ سے اپنی ظہر کے بعد یا عصر سے پہلے کی دوسنت ونفل رکعتوں کو عصر کی نماز کے بعد قضاء کرلیا تھا، مگر دوسروں کو آپ نے قضا کرنے سے منع فرمادیا۔ ل

بہرحال مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ جن فرض نمازوں کے ساتھ والی سنت نمازوں کو وقت پر ادا نہ کیا جاسکے، اور وقت ختم ہوجائے تو اُن کے قضاء کرنے کا حکم نہیں رہتا۔

البتہ اگر فجر کی دوسنتیں رہ گئی ہوں، تو بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک اُن کو سورج طلوع ہونے کے بعد زوال ہونے سے پہلے پہلے پڑھ لینا چاہئے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صلی اللہ علیہ وسلم کا خود پڑھنا اور دوسروں کے لئے نہ پڑھنا اور الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہونا معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وقال أبو أحمد بن عدى :وهو مع ضعفه يكتب حديثه .استشهد به البخارى ، وروى له أبو داود ، والترمذى ، وابن ماجة (تهذيب الكمال ج ۱۹ ص ۲۷۶)

ل عن أم سلمة: قالت " :صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم العصر ,ثم دخل بيتى ,فصلى ركعتين ,فقلت :يا رسول الله، صليت صلاة لم تكن تصليها ,قال ": قدم على مال فشغلنى عن ركعتين كنت أصليهما بعد الظهر فصليتهما الآن "قلت :يا رسول الله أفنقضيهما إذا فاتتا ,قال " :لا "فنهى رسول الله صلى الله عليه وسلم فى هذا الحديث أحدا أن يصليهما بعد العصر قضاء عما كان يصليه بعد الظهر .فدل ذلك على ,أن حكم غيره فيهما ,إذا فاتتاه خلاف حكمه ,فليس لأحد أن يصليهما بعد العصر ,ولا أن يتطوع بعد العصر أصلا .وهذا هو النظر أيضا ,وذلك أن الركعتين بعد الظهر ليستا فرضا ,فإذا تركتا حتى يصلى صلاة العصر ,فإن صليتا بعد ذلك فإنما تطوع بهما مصليهما فى غير وقت تطوع فلذلك نهينا أحدا أن يصلى بعد العصر تطوعا وجعلنا هاتين الركعتين وغيرهما من سائر التطوع فى ذلك سواء .وهذا قول أبى حنيفة ,وأبى يوسف ,ومحمد ,رحمهم الله تعالى (شرح معانى الآثار، رقم الحديث ۱۸۳۷، باب الركعتين بعد العصر)

۲ اور فجر کی سنّتیں ایک حیثیت سے رات کا وظیفہ ہے، اور رات کا وظیفہ رہ جانے کی صورت میں اس کی ظہر سے پہلے قضاء کرلینے پر رات کا ہی اجر وثواب بتلایا گیا ہے، جس کی تفصیل آگے "نفل نماز پر عمل شروع کرکے پابندی وناغہ کے حکم" میں آتی ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ملحوظ رہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر کی نماز واجب ہے، اس لئے اگر وقت کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اورامام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک فجر کی متروکہ سنتوں کو فجر کی نماز کے بعد طلوعِ شمس سے پہلے بھی پڑھنا بھی جائز ہے، اگر چہ خلافِ اولیٰ ہے؛ اور مختار وافضل اُن کے نزدیک بھی طلوعِ شمس کے بعد پڑھنا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

وأما قضاء سنة الفجر إذا فاتت فعند الحنفية لا تقضى إلا إذا فاتت مع الفجر، وإذا فاتت وحدها فلا تقضى .وعند جمهور الفقهاء تقضى سواء فاتت وحدها أو مع الفجر .واختلف فى الوقت الذى يمتد إليه القضاء ، فعند الحنفية والمالكية :تقضى إلى الزوال، وعند الحنابلة إلى الضحى، وعند الشافعية تقضى أبدا .وهذا فى الجملة .وينظر تفصيل ذلك فى مكان آخر (ر :نفل. قضاء) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢،ص ٣٣٧،وص ٣٣٨، ماده أداء)

فصل :فأما قضاء سنة الفجر بعدها فجائز، إلا أن أحمد اختار أن يقضيهما من الضحى، وقال :إن صلاهما بعد الفجر أجزأ، وأما أنا فأختار ذلك (المغنى لابن قدامة، ج٢،ص ٨٩، كتاب الصلاة، باب الساعات التي نهى عن الصلاة فيها، فصل قضاء سنة الفجر بعدها)

پھر حنفیہ میں سے شیخین کے نزدیک تو فجر کی سنتوں کو طلوع کے بعد زوال تک صرف اس صورت میں قضا کیا جائے گا، جبکہ فرضوں کے ساتھ قضا ہوئی ہوں، جیسا کہ لیلۃ التعریس کے واقعہ میں ذکر پایا جاتا ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک تنہا سنتیں رہ جانے کی صورت میں بھی طلوع کے بعد زوال تک قضا کیا جائے گا، مگر فرض نماز پڑھ لینے کے بعد فجر کی سنتوں کی اتنی تاکید باقی نہیں رہتی، جتنی فرض پڑھنے سے پہلے موجود ہوتی ہے (وهو الراجح عندنا، كما مر فى الاحاديث والآثار الكثيرة القولية والفعلية)

مالکیہ کا بھی یہی موقف ہے، اور شافعیہ کے اظہر قول کے مطابق نوافلِ موقتہ کی قضا مستحب ہے، نہ کہ سننِ موقتہ کی، اور حنابلہ کے نزدیک فجر کی سنتوں کی تو بہر حال قضا ہے، خواہ کتنا ہی وقت کیوں نہ گزر گیا ہو، اور کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، اور دیگر موکدہ سنتوں کا بھی یہی حکم ہے، الا یہ کہ وہ زیادہ مقدار میں ہوں۔

قال الحنفية : السنن الرواتب عموما إذا فاتت فإنها لا تقضى، إلا سنة الفجر إذا فاتت مع الفريضة فإنها تقضى معها بعد ارتفاع الشمس، أما إذا فاتته وحدها فلا يقضيها قبل طلوع الشمس؛ لأنها من مطلق النفل، وهو مكروه بعد الصبح إلى أن ترتفع الشمس، ولم يثبت أنه صلى الله عليه وسلم أداها فى غير وقتها على الانفراد، وإنما قضاهما تبعا للفرض غداة ليلة التعريس .وعند أبى حنيفة وأبى يوسف لا يقضيهما بعد ارتفاعها، وعند محمد بن الحسن أنه يقضيهما إلى وقت الزوال لفعله صلى الله عليه وسلم حيث قضاهما بعد ارتفاع الشمس غداة ليلة التعريس، وليلة التعريس كانت حين قفل النبى صلى الله عليه وسلم راجعا من غزوة خيبر.

وأما سنة الظهر القبلية إذا فاتت فإنها تؤدى بعد الفرض، وقد اختلف فى تقديمها على السنة البعدية وتأخيرها عنها، فعند أبى حنيفة وأبى يوسف يؤديهما بعد السنة البعدية، وعند محمد يؤديهما قبل السنة البعدية.وأما بقية السنن الرواتب إذا فاتت مع فرائضها، فقد اختلف فيها فقهاء الحنفية، فقال بعضهم :لا تقضى تبعا كما لا تقضى قصدا، وهو الأصح .وقال البعض الآخر :تقضى تبعا للفرض

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اندر کوئی شخص وتر کی نماز نہ پڑھ سکے، تو اس کی قضاء واجب ہوگی، خواہ کتنی ہی مدت کیوں نہ گزر جائے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بناء على جعل الوارد فى قضاء سنة الفجر واردا فى غيرها من السنن الفائتة مع فرائضها إلغاء لخصوص المحل . وقد استدل أبو حنيفة وأبو يوسف على عدم قضاء سنة الفجر إذا فاتت وحدها : بأن السنة عموما لا تقضى لاختصاص القضاء بالواجب، لأن القضاء تسليم مثل ما وجب بالأمر . والحديث ورد فى قضائها تبعا للفرض، فبقى ما وراء ه على الأصل، وإنما تقضى تبعا له .وهو لا يصلى بالجماعة أو وحده إلى وقت الزوال . وبالحديث الذى روته أم سلمة -رضى الله عنها - قالت :صلى النبى صلى الله عليه وسلم العصر، ثم دخل بيتى فصلى ركعتين، فقلت يا رسول الله صليت صلاة لم تكن تصليها؟ فقال :قدم على مال فشغلنى عن الركعتين كنت أركعهما بعد الظهر، فصليتهما الآن، فقلت :يا رسول الله، أفنقضيهما إذا فاتتا؟ فقال: لا.

وقال المالكية :لا يقضى من النوافل إلا سنة الفجر فقط، سواء كانت مع صلاة الصبح أم لا، ونقل عن بعضهم القول بحرمة قضاء النوافل ما عدا سنة الفجر.

وقال الشافعية فى الأظهر من المذهب :يستحب قضاء النوافل المؤقتة، ومقابل الأظهر أن السنن المؤقتة لا تقضى إذا فاتت، لأنها نوافل، فهى تشبه النوافل غير المؤقتة، وهذه لا تقضى إذا فاتت.

وفى قول ثالث للشافعية :إن لم يتبع النفل المؤقت غيره كالضحى قضى لشبهه بالفرض فى الاستقلال، وإن تبع غيره كالرواتب فلا تقضى . واستدلوا للأظهر بعموم قوله صلى الله عليه وسلم : من نسى صلاة أو نام عنها فكفارتها أن يصليها إذا ذكرها ولقضائه صلى الله عليه وسلم سنة الفجر ليلة التعريس .ولقوله ﷺ :من نام عن وتره أو نسيه فليصله إذا ذكره .وبحديث أم سلمة السابق.

وقال الحنابلة :تقضى السنن الرواتب الفائتة مع الفرائض إذا كانت قليلة، فإذا كانت كثيرة فالأولى تركها، إلا سنة الفجر فإنها تقضى ولو كثرت .واحتجوا لأولوية ترك ما كثر بفعل النبى صلى الله عليه وسلم يوم الخندق، لم ينقل عنه أنه صلى بين الفرائض المقضية؛ ولأن الاشتغال بالفرض أولى.

قال الحنابلة :للزوجة والأجير -ولو خاصا -فعل السنن الرواتب مع الفرض لأنها تابعة له ولا يجوز منعهما من السنن لأن زمنها مستثنى شرعا كالفرائض (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص۲۸۴، الیٰ ص۲۸۶، مادة "السنن الرواتب" ،حكم قضائها اذا فات)

وأما قضاء سنة الفجر إذا فاتت فعند الحنفية لا تقضى إلا إذا فاتت مع الفجر، وإذا فاتت وحدها فلا تقضى .وعند جمهور الفقهاء تقضى سواء فاتت وحدها أو مع الفجر .واختلف فى الوقت الذى يمتد إليه القضاء ، فعند الحنفية والمالكية :تقضى إلى الزوال، وعند الحنابلة إلى الضحى، وعند الشافعية تقضى أبدا .وهذا فى الجملة .وينظر تفصيل ذلک فى مكان آخر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص۳۳۸، مادة "أداء" ،تأخير الأداء عن وقت الوجوب)

(قوله ولا يقضيها إلا بطريق التبعية إلخ) أى لا يقضى سنة الفجر إلا إذا فاتت مع الفجر فيقضيها تبعا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جبکہ بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک وتروں کی قضاء مندوب یا مستحب ہے۔ [1]

(نمازِ وتر سے متعلق تفصیلی احکام ہم نے اپنی دوسری کتاب ''نمازِ وتر کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردیے ہیں)

اگر کوئی برکت حاصل کرنے اور عادت کو برقرار رکھنے کے لئے کسی وقت کی چھوٹی ہوئی عام سنتوں ونفلوں کی تلافی کے لئے کسی دوسرے وقت میں پڑھ لے، اور وہ مکروہ وقت بھی نہ ہو، تو اس میں بھی حرج نہیں، اگرچہ ان پر حقیقی قضاء کا حکم نہیں لگایا جائے گا، جس کی تفصیل آگے ''نوافل پر عمل شروع کرکے پابندی وناغہ کے حکم'' میں آتی ہے۔ فقط

وَاللّٰہُ سُبحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان۔ ۲/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ 17/نومبر/2012ء بروز ہفتہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لقضائه لو قبل الزوال؛ وما إذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالإجماع، لكراهة النفل بعد الصبح .وأما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما .وقال محمد :أحب إلي أن يقضيها إلى الزوال كما في الدرر .قيل هذا قريب من الاتفاق لأن قوله أحب إلي دليل على أنه لو لم يفعل لا لوم عليه .وقالا :لا يقضي، وإن قضى فلا بأس به، كذا في الخبازية؛ ومنهم من حقق الخلاف وقال الخلاف في أنه لو قضى كان نفلا مبتدأ أو سنة، كذا في العناية يعني نفلا عندهما سنة عنده كما ذكره في الكافي إسماعيل (ردالمحتار، ج۲، ص۵۷، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة)

ومحمد يقول أحب إلي أن يقضي وإن لم يفعل لا شيء عليه(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ج ۱، ص۴۵۳،باب ادراك الفريضة)

[1] ذهب الحنفية إلى أن من طلع عليه الفجر ولم يصل الوتر يجب عليه قضاؤه، سواء أتركه عمدا أم نسيانا وإن طالت المدة، ومتى قضاه يقضيه بالقنوت .فلو صلى الصبح وهو ذاكر أنه لم يصل الوتر فصلاة الصبح فاسدة عند أبي حنيفة لوجوب الترتيب بين الوتر والفريضة .ولا يقضى الوتر عند المالكية إذا تذكره بعد أن صلى الصبح .فإن تذكره فيها ندب له إن كان منفردا أن يقطعها ليصلي الوتر ما لم يخف خروج الوقت، وإن تذكره في أثناء ركعتي الفجر فقيل :يقطعها كالصبح، وقيل :يتمها ثم يوتر.وذهب طاوس إلى أن الوتر يقضى ما لم تطلع الشمس.

وذهب الحنابلة إلى أنه يقضى الوتر إذا فات وقته، أي على سبيل الندب لقول النبي صلى الله عليه وسلم :من نام عن الوتر أو نسيه فليصله إذا أصبح أو ذكره قالوا :ويقضيه مع شفعه.

والصحيح عند الشافعية :أنه يستحب قضاء الوتر وهو المنصوص في الجديد ويستحب القضاء أبدا لقول النبي صلى الله عليه وسلم :من نام عن صلاة أو نسيها فليصلها إذا ذكرها.

والقول الثاني :لا تقضى وهو نصه في القديم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۳۰۱، مادة "صلاة الوتر"، قضاء صلاة الوتر)

Idara Ghufran

(۳)

فرض نماز کھڑی ہونے کے وقت سنت ونفل نماز پڑھنا

سوال

فرض نماز کھڑی ہونے کے وقت سنت ونوافل میں مشغول ہونے کا کیا حکم ہے، اور اس بارے میں فجر کی سنتوں اور دوسری سنتوں میں کوئی فرق ہے یا نہیں، نیز کسی نے پہلے سے سنت یا نفل نماز کی نیت باندھی ہوئی ہے، اور پھر نماز کھڑی ہوجائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

فرض نماز کا درجہ سنت اور نفل نمازوں سے زیادہ ہے، اس لئے اصولی طور پر احادیث میں فرض نماز کے کھڑی ہونے کے بعد سنت اور نفل نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے، اس لئے فرض نماز کھڑی ہونے کے بعد سنت ونفل نماز نہیں پڑھنی چاہئے، البتہ فجر کی سنتوں کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے، اس لئے بعض شرائط کے ساتھ ان کو علیٰحدہ مقام پر پڑھنے کا بعض فقہائے کرام نے حکم فرمایا ہے۔

پہلے اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں، جس کے بعد فقہائے کرام کے اقوال اور چند متعلقہ مسائل ذکر کئے جائیں گے، ان شاءاللہ تعالیٰ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ (مسلم) [1]

---

[1] رقم الحديث ٦٣ ''٧١٠''، باب كراهة الشروع فى نافلة بعد شروع المؤذن.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کھڑی ہوجائے، تو کوئی نماز نہیں ہے سوائے فرض کے (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَرَأٰى نَاسًا يُصَلُّوْنَ رَكْعَتَيْنِ بِالْعَجَلَةِ، فَقَالَ : أَصَلَاتَانِ مَعًا، فَنَهٰى أَنْ يُّصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ (صحيح ابنِ خزيمة) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کھڑی ہونے کے وقت تشریف لائے، تو آپ نے کچھ لوگوں کو دیکھا، جو جلدی جلدی دو رکعتیں پڑھ رہے تھے، تو آپ نے فرمایا کہ کیا دو نمازیں ایک وقت میں؟ تو آپ نے مسجد میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا، جبکہ نماز کھڑی ہوجائے (ابنِ خزیمہ)

حضرت ابنِ بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أُقِيْمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ، فَرَأٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُصَلِّيْ وَالْمُؤَذِّنُ يُقِيْمُ، فَقَالَ: أَتُصَلِّي الصُّبْحَ أَرْبَعًا؟ (مسلم) [2]

ترجمہ: فجر کی نماز کھڑی ہونے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جبکہ مؤذن اقامت کہہ رہا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ فجر کی چار رکعتیں پڑھتے ہیں؟ (مسلم، بخاری)

اسی قسم کی حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ١١٢٦، باب النهى عن أن يصلى ركعتى الفجر بعد الإقامة، ضد قول من زعم أنهما تصليان والإمام يصلى الفريضة.

قال الأعظمى: إسناده صحيح (تعليق ابنِ خزيمة)

[2] رقم الحديث "٦٦ ١٧١"، باب كراهة الشروع فى نافلة بعد شروع المؤذن، واللفظ له، بخارى رقم الحديث ٦٦٣.

[3] عن ابن عباس، قال :أقيمت صلاة الصبح، فقام رجل يصلى الركعتين، فجذب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بطورِ انکار کے فرمائی، اور آپ کا مطلب یہ تھا کہ فرض نماز شروع ہوجانے کے بعد اسی فرض نماز میں شامل ہونا چاہیے، اور جو شخص فرض نماز شروع ہونے کے بعد اس جگہ سنت ونوافل میں مشغول ہوتا ہے تو وہ ایک حیثیت سے گویا کہ فرض نماز کی رکعتوں کو دوگنی کر کے پڑھنے والا ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فِيْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا فُلَانُ بِأَيِّ الصَّلَاتَيْنِ اعْتَدَدْتَ؟ أَبِصَلَاتِكَ وَحْدَكَ، أَمْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رسول الله صلى الله عليه وسلم بثوبه، فقال " :أتصلى الصبح أربعا؟ (مسند احمد،رقم الحديث ٢١٣٠)

فى حاشية مسند احمد: إسناده حسن، صالح بن رستم فيه كلام ينزله عن رتبة الصحيح وباقى رجاله ثقات رجال الشيخين.

عن ابن عباس، قال :أقيمت صلاة الغداة، فنهضت أصلى الركعتين قبل الغداة فأخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بيدى فجرنى وقال :أتصلى الغداة أربعا؟ (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١١٢٢٧)

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الكبير والبزار بنحوه وأبو يعلى ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٢٣٩٥، باب إذا أقيمت الصلاة هل يصلى غيرها)

[1] قوله أتصلى الصبح أربعا هو استفهام إنكار ومعناه أنه لا يشرع بعد الإقامة للصبح إلا الفريضة فإذا صلى ركعتين نافلة بعد الإقامة ثم صلى معهم الفريضة صار فى معنى من صلى الصبح أربعا لأنه صلى بعد الإقامة أربعا قال القاضى والحكمة فى النهى عن صلاة النافلة بعد الإقامة أن لا يتطاول عليها الزمان فيظن وجوبها وهذا ضعيف بل الصحيح أن الحكمة فيه أن يتفرغ للفريضة من أولها فيشرع فيها عقب شروع الإمام وإذا اشتغل بنافلة فاته الإحرام مع الإمام وفاته بعض مكملات الفريضة فالفريضة أولى بالمحافظة على إكمالها قال القاضى وفيه حكمة أخرى وهو النهى عن الاختلاف على الأئمة(شرح النووى على مسلم، ج٥ص ٢٢٣،باب كراهة المشوع فى نافلة بعد شروع المؤذن)

www.idaraghufran.org

بِصَلَاتِکَ مَعَنَا؟ (مسلم) [1]

ترجمہ: ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، پھر اس شخص نے مسجد کے ایک طرف دو رکعتیں پڑھیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (نماز میں) شامل ہوا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا، تو فرمایا کہ اے فلاں! تو نے دونوں نمازوں میں سے کس کو شمار کیا؟ کیا تنہا اپنی نماز کو یا ہمارے ساتھ والی نماز کو؟ (مسلم)

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْـنَ عُـمَـرَ كَـانَ يَـكْـرَهُ أَنْ يُّصَلِّيَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَالْمُؤَذِّنُ يُقِيمُ

(الأوسط فی السنن والإجماع والاختلاف) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فجر کی دو رکعتیں اس حال میں پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے، جب مؤذن اقامت کہہ رہا ہو (الاوسط لابن المنذر)

احادیث کے بعد اس سلسلہ میں چند مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱:...... جو شخص ایسے وقت مسجد میں داخل ہو، جب نماز شروع ہو چکی ہو، تو اس کو سنت ونوافل میں مشغول ہونا جائز نہیں ہے۔

اور اکثر فقہائے کرام کے نزدیک یہ حکم تمام سنتوں کو شامل ہے، جس میں فجر کی سنتیں بھی داخل ہیں، جبکہ حنفیہ کے نزدیک بعض شرائط کے ساتھ فجر کی سنتوں کا پڑھنا جائز ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ٦٧"٢ ١٧"، باب كراهة الشروع في نافلة بعد شروع المؤذن.

[2] رقم الحديث ٢٧٦٠، ذكر اختلاف أهل العلم في المصلي ركعتي الفجر والإمام في صلاة الصبح.

[3] من دخل المسجد، وقد أخذ المؤذن في إقامة الصلاة فلا يجوز له الانشغال عنها بنافلة، سواء أخشى فوات الركعة الأولى أم لم يخش فواتها؛ لما ورد أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة ولأن ما يفوته مع الإمام أفضل مما يأتي به، فلا يشتغل به،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۲:...... فجر کی سنتوں کی احادیث میں بہت زیادہ تاکید آئی ہے، یہاں تک کہ ان احادیث کی وجہ سے بعض حضرات نے فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کو واجب قرار دے دیا ہے۔
اور کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام سے فجر کی نماز کھڑی ہو جانے کے باوجود پہلے گھر میں یا مسجد سے باہر سنتیں ادا فرمانا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ يَسْمَعُ الْإِقَامَةَ، ثُمَّ يَأْتِي الْمَسْجِدَ فَيُصَلِّي (الأوسط فى السنن والإجماع والاختلاف) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں (فجر کی) دو رکعتیں پڑھ رہے ہوتے تھے، اور آپ (مسجد میں فجر کی نماز کی) اقامت کی آواز سُن رہے ہوتے تھے، پھر مسجد میں آ کر (فجر کی) نماز پڑھتے تھے (الاوسط لابن المنذر)

اور حضرت مجاہد اور زید بن اسلم رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَالنَّاسُ فِي

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد روت السيدة عائشة -رضى الله تعالى عنها -أن النبى صلى الله عليه وسلم خرج حين أقيمت الصلاة، فرأى ناسا يصلون، فقال :أصلاتان معا .وهذا عند المالكية والشافعية والحنابلة.
وبهذا قال أبو هريرة، وابن عمر، وعروة، وابن سيرين، وسعيد بن جبير، وإسحاق، وأبو ثور، وهو مذهب الحنفية بالنسبة لغير سنة الفجر.
وقال الحنفية فى سنة الفجر :إذا خاف فوت ركعتى الفجر لاشتغاله بسنتها تركها؛ لكون الجماعة أكمل، فلا يشرع فيها .وإذا رجا إدراك ركعة مع الإمام فلا يترك سنة الفجر، بل يصليها، وذلك فى ظاهر المذهب، وقيل :إذا رجا إدراك التشهد مع الإمام فإنه يصلى السنة خارج المسجد عند بابه إن وجد مكانا، فإن لم يجد مكانا تركها ولا يصليها داخل المسجد؛ لأن التنفل فى المسجد عند اشتغال الإمام بالفريضة مكروه وروى عن ابن مسعود :أنه دخل والإمام فى صلاة الصبح فركع ركعتى الفجر، وهذا مذهب الحسن، ومكحول، ومجاهد، وحماد بن أبى سليمان (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧ص ١٧٩، مادة ”صلاة الجماعة“)

[1] رقم الحديث ٢٧٦٣، ذكر اختلاف أهل العلم فى المصلى ركعتى الفجر والإمام فى صلاة الصبح.

الصَّلَاةِ، فَدَخَلَ بَيْتَ حَفْصَةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى (الأوسط فى السنن والإجماع والاختلاف) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے، اور (فجر کی) نماز کھڑی ہو چکی تھی، اور لوگ نماز میں تھے، تو آپ حضرت حفصہ کے گھر میں داخل ہوئے، پھر وہاں دو رکعتیں پڑھیں، پھر مسجد میں تشریف لا کر آپ نے (فجر کی) نماز پڑھی

(الاوسط لابن المنذر)

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

خَرَجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِنْ بَيْتِهٖ فَأُقِيْمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَهُوَ فِي الطَّرِيْقِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى الصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ (شرح معانى الآثار) [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر سے تشریف لے گئے تو فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے راستہ ہی میں (کسی مناسب جگہ یا گھر میں) دو رکعت (فجر کی سنتیں) ادا کیں پھر مسجد میں داخل ہوئے اور فجر کی نماز لوگوں کے ساتھ ادا کی (طحاوی)

حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مَعَ اِبْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَالْاِمَامُ يُصَلِّيْ.

فَاَمَّا اِبْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَدَخَلَ فِي الصَّفِّ.

وَاَمَّا اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْاِمَامِ

---

[1] رقم الحديث ۲۷۶۴، ذكر اختلاف أهل العلم فى المصلى ركعتى الفجر والإمام فى صلاة الصبح؛ طحاوى ج ۱ ص ۲۵۸، باب الرجل يدخل المسجد والامام فى صلاة الفجر ولم يكن ركع.

[2] رقم الحديث ۲۲۰۲، باب الرجل يدخل المسجد والامام فى صلاة الفجر ولم يكن ركع.

فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ مَكَانَهُ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ (شرح معانی الآثار) [1]

ترجمہ: میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی نماز کے لئے مسجد میں آیا تو امام نماز پڑھا رہا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو صف میں داخل ہو گئے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دو رکعت (سنت) پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہوئے پھر جب امام نے سلام پھیرا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ بیٹھے رہے یہاں تک کہ جب سورج نکل آیا تو اٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں (طحاوی)

حضرت حارثہ بن مضرب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَ اَبَا مُوْسٰى خَرَجَا مِنْ عِنْدِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ فَأُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَرَكَعَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلٰوةِ وَاَمَّا اَبُوْ مُوْسٰى فَدَخَلَ فِي الصَّفِّ (مصنف ابن ابی شیبۃ) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما، حضرت سعید بن عاص کے پاس سے گزرے، اور (فجر کی) نماز کھڑی ہو چکی تھی، پھر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر لوگوں کے ساتھ (فجر کی) نماز میں شریک ہوئے۔

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ (دو رکعت سنت پڑھے بغیر جماعت کی) صف میں شامل ہو گئے (ابنِ ابی شیبہ)

اس کے علاوہ بعض آثار میں مسجد کے دروازے پر یا مسجد کے کسی گوشے میں دو سنتیں پڑھ کر

---

[1] رقم الحدیث ۲۲۰۰، باب الرجل یدخل المسجدوالامام فی صلاۃ الفجر ولم یکن رکع۔

[2] رقم الحدیث ۶۴۷۶، باب فی الرجل یدخل المسجد فی الفجر؛ الاوسط لابن المنذر رقم الحدیث ۲۶۹۷۔

www.idaraghufran.org

جماعت میں شامل ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ ؎

؎ عن أبي إسحاق، قال :حدثني عبد الله بن أبي موسى، عن أبيه، حين دعاهم سعيد بن العاص، دعا أبا موسى, وحذيفة, وعبد الله بن مسعود رضي الله عنهم ,قبل أن يصلي الغداة ,ثم خرجوا من عنده وقد أقيمت الصلاة ,فجلس عبد الله إلى أسطوانة من المسجد ,فصلى الركعتين ,ثم دخل في الصلاة (شرح معانی الآثار للطحاوی، رقم الحدیث ۲۱۹۸، ج ۱ ص ۳۷۴، باب الرجل یدخل المسجدوالامام فی صلاۃ الفجر ولم یکن رکع؛ مشکل الآثار للطحاوی ،باب اذا اقیمت الصلاۃ)

عن عبد الله بن أبي موسى، عن أبيه، قال :أقيمت الصلاة فتقدم عبد الله إلى المسجد فصلى ركعتين، ثم دخل المسجد (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحدیث ۹۳۸۷)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۲۳۹۱، باب اذا اقیمت الصلاۃ ھل یصلی غیرھا)

عن عبد الله بن أبي موسى، قال :جاء ابن مسعود، والإمام يصلي الصبح فصلى ركعتين إلى سارية، ولم يكن صلى ركعتي الفجر (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحدیث ۹۳۸۵، واللفظ لہٗ؛ مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث ۴۰۲۱؛ الاوسط لابن المنذر، رقم الحدیث ۲۷۶۲)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۲۳۹۲، باب فیما یدرک مع الامام)

عن أبي إسحاق، أن الوليد بن عقبة بعث إلى حذيفة، وابن مسعود يسألهما عن الصلاة يوم العيد، فأقيمت صلاة الفجر فقام ابن مسعود خلف سارية فصلى ركعتين، ثم دخل معهم (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحدیث ۹۴۳۳)

قال الهیثمی: وابواسحاق لم یدرک حذیفة ولا ابن مسعود (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۲۳۹۲، باب فیما یدرک مع الامام)

عن عبد الله بن أبي موسى، أن ابن مسعود، دخل والناس يصلون الفجر فصلى ركعتين إلى سارية المسجد (الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف، رقم الحدیث ۲۷۶۲)

عن الشعبي ، عن مسروق ؛ أنه دخل المسجد والقوم في صلاة الغداة ، ولم يكن صلى الركعتين ، فصلاهما في ناحية ، ثم دخل مع القوم في صلاتهم (مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث ۶۴۷۲،فی الرجل یدخل المسجد فی الفجر)

عن الحسن ، قال : كان يقول :يصليهما في ناحية ، ثم دخل مع القوم في صلاتهم(ایضاً،رقم الحدیث ۶۴۷۳)

عن القاسم بن أبي أيوب ، عن سعيد بن جبير ؛ أنه جاء إلى المسجد والإمام في صلاة الفجر ، فصلى الركعتين قبل أن يلج المسجد ، عند باب المسجد (ایضاً،رقم الحدیث ۶۴۷۴)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جن کے پیشِ نظر فقہائے احناف نے فجر کی سنتوں کے بارے میں یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ اگر مسجد میں جماعت کھڑی ہونے میں کم وقت باقی ہو یا جماعت کھڑی ہوچکی ہو تو ایسی صورت میں گھر میں سنتیں پڑھ کر مسجد میں جانا بہتر ہے، اور اگر کسی نے سنتیں نہ پڑھی ہوں اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد جماعت شروع ہوچکی ہو تو مسجد کی داخلی حدود سے باہر ہلکی پھلکی سنتیں پڑھ لینے کے بعد امام کے ساتھ تشہد میں شرکت کی امید ہو تو پھر وہاں سنتیں پڑھ لینی چاہئیں، اور اگر تشہد میں شرکت کی امید نہ ہو تو پھر سنتیں نہیں پڑھنی چاہئیں، بلکہ جماعت میں شریک ہوجانا چاہئے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر مسجد کی داخلی حدود سے باہر جگہ میسر نہ ہو، اور اُس مسجد کے دو حصے ہوں اور ایک حصہ میں جماعت ہورہی ہو، تو دوسرے حصہ میں بھی سنتیں پڑھنا جائز ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن عثمان بن غياث ، قال :حدثني أبو عثمان ، قال :قد رأيت الرجل يجيء وعمر بن الخطاب في صلاة الفجر ، فيصلي الركعتين في جانب المسجد ، ثم يدخل مع القوم في صلاتهم(ایضاً،رقم الحدیث ۶۴۷۵)

عن عثمان بن الأسود ، عن مجاهد ، قال :إذا دخلت المسجد والناس في صلاة الصبح، ولم تركع ركعتي الفجر فاركعهما ، وإن ظننت أن الركعة الأولى تفوتك(ایضاً،رقم الحدیث ۶۴۷۹)

عن وبرة ، قال :رأيت ابن عمر يفعله ، وحدثني من رآه فعله مرتين ؛ جاء مرة وهم في الصلاة ، فصلاهما في جانب المسجد ، ثم دخل مرة أخرى فصلى معهم ، ولم يصلهما (ایضاً،رقم الحدیث ۶۴۸۰)

عن أبي معشر ، عن إبراهيم ؛ أنه كره إذا جاء والإمام في صلاة الفجر أن يصليهما في المسجد ، وقال :يصليهما على باب المسجد ، أو في ناحيته(ایضاً،رقم الحدیث ۶۴۸۱)

عن أبي عبيد الله ، عن أبي الدرداء ، قال :إني لأجيء إلى القوم وهم صفوف في صلاة الفجر ، فأصلي الركعتين ، ثم أنضم إليهم(ایضاً،رقم الحدیث ۶۴۸۲)

عن أبي عثمان النهدي، قال " :كنا نأتي عمر بن الخطاب رضي الله عنهما قبل أن نصلي الركعتين قبل الصبح ,وهو في الصلاة ,فنصلي الركعتين في آخر المسجد ,ثم ندخل مع القوم في صلاتهم "(شرح معانی الآثار، رقم الحدیث ۲۲۰۷،باب الرجل یدخل المسجدوالامام فی صلاۃ الفجر ولم یکن رکع)

اور اگر ایسی جگہ نہ ہو، تو پھر کم از کم کسی دیوار وغیرہ کے حائل میں سنتیں پڑھ لینی چاہئیں۔

اور اگر مسجد میں ایسی صورت ممکن نہ ہو، تو جس جگہ جماعت ہورہی ہو، وہاں صف کے پیچھے اسی طرح سنتیں پڑھنا ممنوع ہے، جیسا کہ آج کل بعض ناواقف لوگ ایسا کرتے ہیں، حالانکہ اس طرح صفوں کے متصل سنتیں پڑھنے کی حنفیہ کے نزدیک بھی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا اس طریقہ سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ اس میں احادیث کی صریح مخالفت پائی جاتی ہے۔ [1]

---

[1] (ذكر ما يستنبط منه) وهو على وجوه .الأول اختلف العلماء فيمن دخل المسجد لصلاة الصبح فأقيمت الصلاة هل يصلى ركعتى الفجر أم لا فكرهت طائفة أن يركع ركعتى الفجر فى المسجد والإمام فى صلاة الفجر محتجين بهذا الحديث وروى ذلك عن ابن عمر وأبى هريرة وسعيد بن جبير وعروة وابن سيرين وإبراهيم وعطاء والشافعي وأحمد وإسحاق وأبى ثور وقالت طائفة لا بأس أن يصليهما خارج المسجد إذا تيقن أنه يدرك الركعة الأخيرة مع الإمام وهو قول أبى حنيفة وأصحابه والأوزاعى إلا أن الأوزاعى أجاز أن يركعهما فى المسجد وقال الثورى إن خشى فوت ركعة دخل معه ولم يصلهما وإلا صلاهما فى المسجد وقال صاحب الهداية ومن انتهى إلى الإمام فى صلاة الفجر وهو لم يصل ركعتى الفجر إن خشى أن تفوته ركعة يعنى من صلاة الفجر لاشتغاله بالسنة ويدرك الركعة الأخرى وهى الثانية يصلى ركعتى الفجر عند باب المسجد ثم يدخل المسجد لأنه أمكنه الجمع بين الفضيلتين يعنى فضيلة السنة وفضيلة الجماعة وإنما قيد بقوله عند باب المسجد لأنه لو صلاهما فى المسجد كان متنفلا فيه مع اشتغال الإمام بالفرض وإنه مكروه لقوله -صلى الله عليه وسلم " - إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة "وخصت سنة الفجر بقوله -صلى الله عليه وسلم " - لا تدعوهما وإن طردتكم الخيل "رواه أبو داود عن أبى هريرة هذا إذا كان عند باب المسجد موضع لذلك وإن لم يكن يصليهما فى المسجد خلف سارية من سواريه خلف الصفوف وذكر فخر الإسلام وأشدها كراهة أن يصلى مخالطا للصف مخالفا للجماعة والذى يلى ذلك خلف الصف من غير حائل بينه وبين الصف وفى الذخيرة السنة فى سنة الفجر يعنى ركعتى الفجر أن يأتى بهما فى بيته فإن لم يفعل فعند باب المسجد إذا كان الإمام يصلى فيه فإن لم يمكنه ففى المسجد الخارج إذا كان الإمام فى المسجد الداخل وفى الداخل إذا كان الإمام فى الخارج وفى المحيط وقيل يكره ذلك كله لأن ذلك بمنزلة مسجد واحد(عمدة القارى، ج۵ص ۱۸۴، كتاب مواقيت الصلاة،باب إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة)

ومما يتصل بهذا الفصل.بيان الأماكن التى يؤتى فيها بالسنن .يجب أن يعلم بأن السنّة فى ركعتى الفجر أن يأتى بهما الرجل فى بيته، فإن لم يفعل، فعند باب المسجد إذا كان الإمام يصلى فى المسجد، فإن لم يمكنه ذلك، ففى المسجد الخارج إن كان الإمام فى الداخل، وفى الداخل إن كان الإمام فى الخارج، وإن كان المسجد واحداً، فخلف أسطوانة أو نحو ذلك، ويكره أن يصلى خلف الصفوف بلا حائل، وأشدها كراهة أن يصلى فى الصف مخالطاً للقوم، وهذا كله، إذا كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۳:...... اگر کوئی شخص پہلے سے سنت یا نفل نماز پڑھنے میں مشغول ہے، تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر امام کے نماز ختم کرنے سے پہلے یہ اپنی نماز مکمل کر کے جماعت میں شامل ہو سکتا ہے تو اسے اپنی نماز مکمل کرنی چاہیے اور درمیان میں توڑنی نہیں چاہیے اور اگر جماعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو درمیان میں نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہونا چاہیے۔

اور حنفیہ کے نزدیک دو رکعت پر سلام پھیر کر، اور اگر تیسری رکعت شروع کر چکا ہو تو چوتھی پر سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہونا چاہیے۔

اور کم از کم دو رکعت پڑھنے سے پہلے اور تیسری رکعت شروع کر چکا ہو تو چار رکعت مکمل کرنے سے پہلے درمیان میں نماز کو نہیں توڑنا چاہیے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإمام والقوم فی الصلاۃ، فأما قبل الشروع فی الصلاۃ إذا أتی بھا فی المسجد فی أی موضع شاء لا بأس بہ(المحیط البرھانی، ج ۱، ص۴۴۷، کتاب الصلاۃ،الفصل الحادی والعشرون)

(قولہ ویصلیھا عند باب المسجد إلی آخرہ) التقیید بالأداء عند باب المسجد یدل علی الکراھۃ فی المسجد إلا إذا کان الإمام فی الصلاۃ لما روی عنہ -صلی اللہ علیہ وسلم- إذا أقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ إلا المکتوبۃ ؛ ولأنہ یشبہ المخالفۃ للجماعۃ والانتباذ عنھم ولھذا ینبغی أن لا یصلی فی المسجد إذا لم یکن عند باب المسجد مکان ؛ لأن ترک المکروہ مقدم علی فعل السنۃ غیر أن الکراھۃ تتفاوت فإن کان الإمام فی الصیفی فصلاتہ إیاھا فی الشتوی أخف من صلاتھا فی الصیفی وقلبہ ، وأشد ما یکون کراھۃ أن یصلیھا مخالطا للصف کما یفعلہ کثیر من الجھلۃ ا ھـ. فتح القدیر(حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، ج ۱، ص ۱۸۲، باب إدراک الفریضۃ)

[۱] اور علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے ظہر اور جمعہ سے قبل کی سنتوں میں بھی اسی حکم کو ترجیح دی ہے، کہ دو سے کم کی صورت میں ان میں بھی سلام پھیر دینا چاہئے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کا رجحان بھی اسی طرف ہے، کیونکہ ان سنتوں کی فرضوں کے بعد ادائیگی ممکن ہے۔ جبکہ بعض حضرات نے ظہر اور جمعہ سے قبل کی سنتوں کے بارے میں اس کو ترجیح دی ہے کہ اگر ان کو پڑھتے وقت جماعت شروع ہو جائے، تو بہر حال چار رکعت مکمل کر کے سلام پھیرنا چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ومن کان یصلی النافلۃ، ثم أقیمت صلاۃ الجماعۃ فقد قال الشافعیۃ والحنابلۃ: إن لم یخش فوات الجماعۃ بسلام الإمام فإنہ یتم النافلۃ، ولا یقطعھا؛ لقولہ تعالی: (ولا تبطلوا أعمالکم). ثم یدخل فی الجماعۃ. وقال المالکیۃ: إن لم یخش فوات رکعۃ بإتمام النافلۃ بأن تحقق أو ظن أنہ یدرک الإمام فی الرکعۃ الأولی عقب إتمام ما ھو فیہ أتمھا، ثم دخل مع الجماعۃ.

أما إن خشی فوات الجماعۃ - کما یقول الشافعیۃ والحنابلۃ - أو خشی فوات رکعۃ - کما یقول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۴:...... اگر کسی شخص نے تنہا فرض نماز پڑھنا شروع کی، اوراسی درمیان اسی فرض

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المالكية -فإنه يقطع النافلة وجوبا عند المالكية، وندبا فى غير الجمعة عند الشافعية، ووجوبا فى الجمعة (أى إن كانت التى يصليها الإمام هى الجمعة) ، وعند الحنابلة روايتان حكاهما ابن قدامة، إحداهما :يتم النافلة، والثانية :يقطعها؛ لأن ما يدركه من الجماعة أعظم أجرا وأكثر ثوابا مما يفوته بقطع النافلة؛ لأن صلاة الجماعة تزيد على صلاة الرجل وحده سبعا وعشرين درجة .

أما الحنفية :فلم يقيدوا القطع أو الإتمام بإدراک الجماعة، أو عدم إدراكها؛ لأن الشروع فى النافلة عندهم يجعلها واجبة، ولذلک يقولون :الشارع فى نفل لا يقطع مطلقا إذا أقيمت الجماعة وهو فى صلاة النافلة، بل يتمه ركعتين، وإذا كان فى سنة الظهر، أو سنة الجمعة، إذا أقيمت الظهر، أو خطب الإمام، فإنه يتمها أربعا على القول الراجح؛ لأنها صلاة واحدة.

ونقل ابن عابدين عن الكمال فى فتح القدير ما نصه :وقيل :يقطع على رأس الركعتين فى سنة الظهر والجمعة، وهو الراجح؛ لأنه يتمكن من قضائها بعد الفرض .وهذا حيث لم يقم إلى الركعة الثالثة. أما إن قام إليها وقيدها بسجدة ففى رواية النوادر يضيف إليها رابعة ويسلم، وإن لم يقيدها بسجدة فقيل :يتمها أربعا، ويخفف القراء ة .وقيل :يعود إلى القعدة ويسلم، وهذا أشبه، قال فى شرح المنية :والأوجه أن يتمها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ ص۱۸۰، مادة ”صلاة الجماعة“)

(والشارع فى نفل لا يقطع مطلقا) ويتمه ركعتين (وكذا سنة الظهر و) سنة (الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام) يتمها أربعا (على) القول (الراجح) لأنها صلاة واحدة، وليس القطع للإكمال بل للإبطال خلافا لما رجحه الكمال(الدرالمختار)

(قوله مطلقا) أى سواء قيد الأولى بسجدة أو لا (قوله خلافا لما رجحه الكمال) حيث قال :وقيل يقطع على رأس الركعتين، وهو الراجح لأنه يتمكن من قضائه بعد الفرض .ولا إبطال فى التسليم على الركعتين، فلا يفوت فرض الاستماع والأداء على الوجه الأكمل بلا سبب .اهـ.

أقول :وظاهر الهداية اختياره، وعليه مشى فى الملتقى ونور الإيضاح والمواهب وجمعة الدرر والفيض، وعزاه فى الشرنبلالية إلى البرهان .وذكر فى الفتح أنه حكى عن السعدى أنه رجع إليه لما رآه فى النوادر عن أبى حنيفة وأنه مال إليه السرخسي والبقالي .وفى البزازية أنه رجع إليه القاضى النسفى .وظاهر كلام المقدسى الميل إليه .ونقل فى الحلية كلام شيخه الكمال .ثم قال :وهو كما قال.

هذا، وما رجحه المصنف صرح بتصحيحه الولوالجى وصاحب المبتغي والمحيط ثم الشمنى .وفى جمعة الشرنبلالية :وعليه الفتوى .قال فى البحر والظاهر ما صححه المشايخ لأنه لا شک أن فى التسليم على الركعتين إبطال وصف السنية لا لإكمالها، وتقدم أنه لا يجوز، ويشهد لهم إثبات أحكام الصلاة الواحدة للأربع من عدم الاستفتاح والتعوذ فى الشفع الثانى، إلى غير ذلک كما قدمناه اهـ وأقره فى النهر.

أقول :لكن تقدم فى باب النوافل أنه يقضى ركعتين لو نوى أربعا وأفسده، وأنه ظاهر الرواية عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

نماز کی جماعت بھی شروع ہوگئی، تو اگر اس نے ابھی تک پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو وہ اپنی نماز کو توڑ کر جماعت میں شامل ہوجائے، اور اگر وہ پہلی رکعت کا سجدہ کرچکا ہے، تو اگر وہ فجر یا مغرب کی نماز ہے تو بھی درمیان میں نماز کو ختم کر کے جماعت میں شامل ہونا چاہیے، البتہ اگر اس نے دوسری رکعت کا بھی سجدہ کرلیا ہے تو پھر اسے اپنی نماز کو پورا کرنا چاہیے، اس صورت میں اپنی نماز پوری کرنے کے بعد جماعت میں شامل نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اس صورت میں جماعت میں شامل ہونے سے اس کی یہ نماز نفل بنے گی، اور فجر کے بعد نفل نماز مکروہ ہے، اور مغرب کی نماز ہو تو نفل کی تین رکعت نہیں ہیں۔

اور اگر ظہر یا عشاء کی نماز ہو تو یہ حکم ہے کہ اگر پہلی رکعت کا سجدہ کرلیا ہے تو دوسری رکعت شامل کر کے قعدہ وتشہد سے فارغ ہو کر سلام پھیر لے، پھر امام کی اقتداء کرے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أصحابنا وعليه المتون، وأنه صحح في الخلاصة رجوع أبي يوسف إليه، وصرح في البحر أنه يشمل السنة المؤكدة كسنة الظهر، حتى لو قطعها قضى ركعتين في ظاهر الرواية، وأن من المشايخ من اختار قول أبي يوسف في السنن المؤكدة واختاره ابن الفضل وصححه في النصاب، وقدمنا هناك أن ظاهر الهداية وغيرها ترجيح ظاهر الرواية، فحيث كانت المتون على ظاهر الرواية من أنه لا يلزمه بالشروع في السنن إلا ركعتان لم تكن في حكم صلاة واحدة من كل وجه، ولم يكن في التسليم على الركعتين إبطالا لها وإبطال وصف السنية لما هو أقوى منه مع إمكان تداركها بالقضاء بعد الفرض لا محذور فيه فتدبر(ردالمحتار، ج۲ ص ۵۳، ۵۴، باب ادراک الفريضة)

[1] اور یہ حکم عام حالات میں ہے، البتہ اگر کسی وجہ سے تنہا نماز پڑھنے کی ضرورت ہو، مثلاً کوئی سفر میں ہو، اور جماعت کے ساتھ شامل ہو کر نماز پڑھنے کی وجہ سے سواری چھوٹ جاتی ہو، یا سامان کے چوری ہونے کا خطرہ ہو، یا ایسا امام نماز پڑھا رہا ہو کہ جس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہ ہو، تو ایسے حالات میں اپنی نماز کو جاری رکھنا اور مکمل کرنا جائز ہوگا۔

وإن أقيمت الجماعة والمنفرد يصلي الصلاة المفروضة التي يؤديها الإمام، فإن لم يكن قيد الركعة الأولى بالسجود قطع صلاته، واقتدى، وإن كان قد عقد ركعة بالسجود، فإن كان في صلاة الصبح أو المغرب قطع صلاته واقتدى بالإمام، إلا إذا كان قد قام إلى الركعة الثانية، وقيدها بالسجود فإنه في هذه الحالة يتم صلاته .ولا يدخل مع الإمام؛ لكراهة التنفل بعد الفجر وبالثلاث في المغرب.

وهذا كما يقول الحنفية، لكن المالكية قالوا :يدخل مع الإمام في صلاة الصبح ولا يدخل معه في صلاة المغرب .وإن كانت الصلاة رباعية، وكان المنفرد قد قيد الركعة الأولى بالسجود، شفع بركعة أخرى، وسلم واقتدى بالإمام، وكذلك إذا كان صلى ركعتين وقام إلى الثالثة، ولكنه لم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۵:...... اگر جمعہ کا خطبہ شروع ہو چکا ہو، یا امام جمعہ کے خطبہ کے لیے نکل چکا ہو، تو حنفیہ کے نزدیک سنن ونوافل کا پڑھنا مکروہ ہے، جس کی تفصیل سنن ونوافل کے مکروہ اوقات کے بیان میں گزر چکی ہے۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان

۳/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ 18/نومبر/2012ء بروز اتوار

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يقيدها بالسجدة، فإنه يرجع للجلوس، ويعيد التشهد، ويسلم ويدخل مع الإمام .وإن كان قد قيد الثالثة بالسجدة فإنه يتم صلاته، ويقتدى بالإمام متنفلا، إلا فى العصر، كما هو عند الحنفية؛ لكراهة النفل بعده .من شرع فى صلاة فائتة وأقيمت الحاضرة فى المسجد فإنه لا يقطع صلاته، لكنه لو خاف فوت جماعة الحاضرة قبل قضاء الفائتة، فإن كان صاحب ترتيب قضى، وإن لم يكن فالظاهر أنه يقتدى؛ لإحراز فضيلة الجماعة، مع جواز تأخير القضاء وإمكان تلافيه .قال ابن عابدين بعد أن نقل ذلك عن الخير الرملى :ووجهه ظاهر؛ لأن الجماعة واجبة عندنا، أو فى حكم الواجب.

أما إذا شرع فى قضاء فرض، وأقيمت الجماعة فى ذلك الفرض بعينه، فإنه يقطع ويقتدى .وعزى للخلاصة :أنه لو شرع فى قضاء الفوائت، ثم أقيمت لا يقطع، هذا مذهب الحنفية.

وقال المالكية :من شرع فى فريضة، وأقيمت الجماعة فى غيرها، بأن كان فى ظهر، فأقيمت عليه العصر مثلا قطع صلاته التى فيها إن خشى، بأن تحقق أو ظن فوات ركعة مع الإمام، وإن لم يخش فوات ركعة مع الإمام بأن تحقق أو ظن إدراكه فى الأولى عقب إتمام ما هو فيه فلا يقطع بل يتم صلاته وقال الشافعية :من كان يصلى فائتة، والجماعة تصلى الحاضرة فلا يقلب صلاته نفلا ليصليها جماعة، إذ لا تشرع فيها الجماعة حينئذ، خروجا من خلاف العلماء ، فإن كانت الجماعة فى تلك الفائتة بعينها جاز ذلك، لكنه لا يندب، أى جاز قطع صلاته التى هو فيها، ويقتدى بالإمام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ص ۱۸۰ ، مادة "صلاة الجماعة")

Idara Ghufran

(۴)

سفر میں سنت ونفل نمازوں کے پڑھنے نہ پڑھنے کا حکم

جو نمازیں نفل ہیں، یا غیر موکدہ سنتیں ہیں، ان کو تو مقیم ہونے کی حالت میں بھی چھوڑنے اور نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، جہاں تک موکدہ سنتوں کا تعلق ہے، تو سفر میں ان کے پڑھنے نہ پڑھنے کی دونوں طرح کی احادیث پائی جاتی ہیں، جن کا آگے ذکر کیا جاتا ہے، ان کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ محدثین وفقہائے کرام کے اقوال ذکر کیے جائیں گے۔

حضرت حفص بن عاصم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ، قَالَ: فَصَلّٰى لَنَا الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ وَأَقْبَلْنَا مَعَهُ، حَتّٰى جَاءَ رَحْلَهُ، وَجَلَسَ وَجَلَسْنَا مَعَهُ، فَحَانَتْ مِنْهُ الْتِفَاتَةٌ نَحْوَ حَيْثُ صَلّٰى، فَرَأٰى نَاسًا قِيَامًا، فَقَالَ: مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ؟ قُلْتُ: يُسَبِّحُوْنَ، قَالَ: لَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا لَأَتْمَمْتُ صَلَاتِيْ، يَا ابْنَ أَخِيْ إِنِّيْ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ، فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ، وَصَحِبْتُ أَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ، وَصَحِبْتُ عُمَرَ، فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ، ثُمَّ صَحِبْتُ عُثْمَانَ، فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)

(مسلم) [1]

ترجمہ: میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کے راستہ میں تھا، تو انہوں

---

[1] رقم الحديث ٦٨٩ "٨"، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب إذا صلى المسافر خلف المقيم.

نے ہمیں ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں، پھر وہ واپس آگئے، اور ہم بھی ان کے ساتھ واپس آگئے، یہاں تک کہ اپنی سواری کے قریب پہنچ گئے، اور آپ بیٹھ گئے، اور ہم بھی آپ کے ساتھ بیٹھ گئے، تو آپ نے اچانک اس جگہ نظر ڈالی، جہاں (ظہر کے دو فرض) نماز پڑھی تھی، آپ نے لوگوں کو کھڑے ہوئے دیکھا، پھر فرمایا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ تو میں نے کہا کہ نفل پڑھ رہے ہیں، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں نفل پڑھنے والا ہوتا، تو اپنی نماز پوری پڑھتا، اے بھتیجے! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں رہا ہوں، تو آپ نے دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھی، یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا، اور میں حضرت ابوبکر کے ساتھ بھی رہا، آپ نے بھی اپنی وفات تک دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھی، اور میں حضرت عمر کے ساتھ بھی رہا ہوں، آپ نے بھی اپنی وفات تک دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھی، پھر میں حضرت عثمان کے ساتھ رہا، آپ نے بھی اپنی وفات تک دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھی، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بلاشبہ تمہارے لئے رسول اللہ میں بہترین نمونہ ہے (مسلم)

اور حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

سَافَرْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ فَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، لَا يُصَلُّوْنَ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا، وقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَوْ كُنْتُ مُصَلِّيًا قَبْلَهَا أَوْ بَعْدَهَا لَأَتْمَمْتُهَا

(سنن الترمذی، رقم الحدیث ۵۴۴، باب التقصیر فی السفر) [1]

---

[1] قال الترمذی:

وفی الباب عن عمر، وعلی، وابن عباس، وأنس، وعمران بن حصین، وعائشة :حدیث ابن عمر حدیث حسن غریب لا نعرفه إلا من حدیث یحیی بن سلیم، مثل هذا وقال محمد بن إسماعیل :وقد روی هذا الحدیث، عن عبید الله بن عمر، عن رجل من آل سراقة، عن عبد الله بن عمر.

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور حضرت ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر کیا ہے، تو وہ (سفر میں) ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں (یعنی قصر) پڑھا کرتے تھے، نہ تو ان سے پہلے کوئی (سنت ونفل) نماز پڑھتے تھے، اور نہ بعد میں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں ان سے پہلے یا بعد میں نماز پڑھوں، تو میں پھر پوری ہی نماز کیوں نہ پڑھوں (اور قصر کیوں کروں) (ترمذی)

حضرت عثمان بن عبداللہ بن سراقہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدُ، يُرِيْدُ قَبْلَ الْفَرَائِضِ وَلَا بَعْدَهَا (صحیح ابن حبان) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں فرائض سے پہلے اور بعد میں (سنت اور نفل) نماز نہیں پڑھتے تھے (ابنِ حبان)

یہی حدیث تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ مسند احمد میں مروی ہے۔ [2]

حضرت وبرہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَزِيْدُ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ، لَا يُصَلِّيْ قَبْلَهَا، وَلَا بَعْدَهَا، فَقِيْلَ لَهُ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ (نسائی، رقم الحدیث ۱۴۵۷، ترک التطوع فی السفر)

---

[1] رقم الحديث ۲۷۵۳، ذكر الإباحة للمسافر ترك الصلاة النافلة فى عقب المفروضات وقدامها.
فى حاشية ابنِ حبان: إسناده صحيح على شرط البخارى.

[2] عن عثمان بن عبد الله بن سراقة قال: كنا فى سفر ومعنا ابن عمر فسألته، فقال: "رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يسبح فى السفر قبل الصلاة ولا بعدها (مسند احمد، رقم الحديث ۵۰۱۲)
فى حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط البخارى، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عثمان بن عبد الله بن سراقة، فمن رجال البخارى.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے، نہ تو ان سے پہلے (سنت اور نفل) نماز پڑھتے تھے، اور نہ بعد میں، جب ان سے یہ کہا گیا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے (نسائی)

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اتباع میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سفر کی حالت میں فرضوں سے پہلے اور بعد میں سنت ونفل نمازیں نہیں پڑھا کرتے تھے۔

ملحوظ رہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کی حالت میں ظہر کے بعد دو رکعتیں اور مغرب کے بعد دو رکعتیں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کی حدیث مروی ہے، جس کو اگرچہ بعض حضرات نے سند کے اعتبار سے حسن قرار دیا ہے، لیکن دیگر حضرات نے ضعیف اور خطاء قرار دیا ہے۔

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ صحیح سند والی روایات کو ہی ترجیح دی ہے۔ [1]

---

[1] عن عطية، عن ابن عمر، قال :صليت مع النبى صلى الله عليه وسلم الظهر فى السفر ركعتين وبعدها ركعتين :هذا حديث حسن، وقد رواه ابن أبى ليلى، عن عطية، ونافع، عن ابن عمر (سنن الترمذى، رقم الحديث ۵۵۱، باب ما جاء فى التطوع فى السفر)

عن عطية العوفى، عن ابن عمر قال :صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الحضر والسفر "فصلى الظهر فى الحضر أربعا وبعدها ركعتين، وصلى العصر أربعا وليس بعدها شىء، وصلى المغرب ثلاثا وبعدها ركعتين، وصلى العشاء أربعا، وصلى فى السفر الظهر ركعتين وبعدها ركعتين، والعصر ركعتين وليس بعدها شىء، والمغرب ثلاثا وبعدها ركعتين، والعشاء ركعتين وبعدها ركعتين (مسند احمد، رقم الحديث ۵۶۳۴)

إسناده ضعيف لضعف عطية بن سعد العوفى .وأخرجه الترمذى (۵۵۱)من طريق حجاج بن أرطاة، عن عطية العوفى، بهذا الإسناد، مختصراً بقصة التطوع بعد الظهر، وقال :حديث حسن !وأخرجه بتمامه الترمذى (۵۲۲)، والطرسوسى، والبغوى(۱۰۳۵) ، من طريق ابن أبى ليلى، عن عطية ونافع، عن ابن عمر .وهذا إسناد ضعيف، ومتابعة نافع لعطية فيه لا تشده، فإن ابن أبى ليلى -وهو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورحضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی ایک حدیث مروی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہر سے پہلے دو رکعتوں کو سفر میں نہ چھوڑنے کا ذکر ہے۔

مگر اس کی سند میں بھی ضعف پایا جاتا ہے، جبکہ بعض حضرات کے بقول ظہر سے پہلے کی ان دو رکعتوں کے بارے میں زوال کے بعد کی دو رکعتوں کے ہونے کا احتمال پایا جاتا ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

محمد بن عبد الرحمن بن أبی لیلی :-ضعیف لسوء حفظه، ومع ذلک فقد حسنه الترمذی !وأخرجه الطرسوسی من طریق محمد بن عطیة بن سعد العوفی، عن أبیه، به .وإسناده ضعیف جداً، فیه غیر عطیة ابنه محمد، ضعفه ابن عدی، وقال البخاری :عنده عجائب .وقوله":وصلی فی السفر الظهر رکعتین وبعدها رکعتین "، قال السندی :لهذا خلاف ما صح عن ابن عمر أنه ما کان یصلی الرواتب فی السفر، وفی إسناده عطیة العوفی، وهو صدوق یخطیء کثیراً، وکان شیعیاً مدلساً، فالظاهر أن هذه الزیادة فی هذه الروایة مما أخطأ فیه، والله تعالی أعلم(حاشیة مسند احمد)

قال ابنِ حجر:حدیث خز حم " :صلیت مع النبی صلی الله علیه وسلم فی السفر والحضر ، فصلیت فی الحضر الظهر أربع رکعات ، وبعدها رکعتین " . . .الحدیث .وفیه :فصلیت معه فی السفر الظهر رکعتین ، وبعدها رکعتین . . .الحدیث .خز فی الصلاة :عن أبی الخطاب ، هو زیاد بن یحیی۔عن مالک بن سعیر ، عن ابن أبی لیلی ، عنه ، به .وعن نافع ، عن ابن عمر أیضا .قال ابن خزیمة :رواه الجماعة من الکوفیین منهم :أشعث بن سوار ، وفراس ، وحجاج بن أرطاة ، عن عطیة ، عن ابن عمر منهم من اختصره ، ومنهم من طوله ، وهذه أعجوبة ، إنی لخائف أن لا تجوز روایتهما إلا لنفس علتهما ، وهذا خبر لا یخفی علی عالم بالحدیث أنه غلط وسهو ، کان ابن عمر ینکر التطوع فی السفر ، وقال :ما رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی قبلها ولا بعدها فی السفر .ثم ساقه من روایة :عثمان بن عبد الله بن سراقة ، عنه .وأورد حدیث حفص بن عاصم بن عمر ، عنه ، بمعناه .وکذا حدیث الزهری ، عن سالم ، عن أبیه ، وقد تقدم ذلک کله ، ثم قال : سالم وحفص أعلم بابن عمر من عطیة ، وخبرهما یدل علی أن خبر عطیة وهم ، وابن أبی لیلی واهم فی جمعه بین نافع وعطیة .لیس هذا کله فی سماعنا .فیه :ثنا فهد ، ثنا أحمد بن یونس ، ثنا أبو شهاب ، عن ابن أبی لیلی ، عن عطیة .ولم یذکر حدیث نافع .قال أحمد :ثنا یحیی بن آدم ، ثنا حسن ، یعنی :ابن صالح ، عن فراس ، عنه ، به (اتحاف المهرة لابنِ حجر، ج۸ص۵۹۵، تحت رقم الحدیث ۱۰۰۲۹)

[۱] عن البراء بن عازب قال " :سافرت مع النبی صلی الله علیه وسلم ثمانیة عشر سفرا، فلم أره ترک الرکعتین قبل الظهر (مسند احمد،رقم الحدیث ۱۸۵۸۳)

فی حاشیة مسند احمد:إسناده ضعیف لجهالة أبی بسرة -وهو الغفاری -فقد تفرد بالروایة عنه صفوان بن سلیم، وقال الذهبی :لا یعرف، ولم یؤثر توثیقه عن غیر العجلی وابن حبان.

Idara Ghufran

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بسندِ حسن روایت ہے کہ:

فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَاۃَ الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، فَکَمَا تُصَلِّیْ فِی الْحَضَرِ قَبْلَھَا وَبَعْدَھَا، فَصَلِّ فِی السَّفَرِ قَبْلَھَا وَبَعْدَھَا (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۶۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضر اور سفر کی نماز کو فرض قرار دیا ہے، پس جس طرح سے آپ حضر میں فرض نماز سے پہلے اور بعد میں (سنت) نماز پڑھتے ہیں، تو اسی طریقہ سے سفر میں بھی اس سے پہلے اور بعد میں (سنت) نماز پڑھیں (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ سفر کی حالت میں فرضوں سے پہلے اور بعد کی سنتوں کو پڑھنا چاہئے۔

ان دونوں قسم کی احادیث میں سے بعض حضرات نے تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی صحیح اور قوی سند سے مروی احادیث کو ترجیح دی ہے، اور سفر میں سنتیں نہ پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے۔

جبکہ بعض حضرات نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اکثر و بیشتر تو سنتیں نہیں پڑھتے تھے، اور کبھی پڑھ لیا کرتے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی حالت میں سنتیں پڑھنے کی تاکید نہیں ہے، اور کوئی بآسانی پڑھ لے، تو بہتر ہے، جیسا کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ظاہر ہے۔ [2]

---

[1] فی حاشیة مسند احمد: إسناده حسن، أسامة بن زيد -وهو الليثی مولاهم -عَلق له البخاری وخَرج حديثه مسلم فی الشواهد، وهو حسن الحديث، وباقی رجاله ثقات رجال الشيخين. وأخرجه ابن ماجه (۱۰۷۲) من طريق وكيع، بهذا الإسناد. وأخرجه عبد بن حميد(۶۱۸) عن روح بن عبادة، والطحاوی ۱/۴۲۲من طريق حاتم بن إسماعيل، والطبرانی(۱۰۹۸۲، والبيهقی ۱۵۸/۳ من طريق الأوزاعی، ثلاثتهم عن أسامة بن زيد، به .قال البوصيری فی "الزوائد "ورقة :۶۸ وهذا إسناد حسن لقصور أسامة بن زيد عن درجة أهل الحفظ والضبط، وباقی رجال الإسناد ثقات.

[2] أما وجه التوفيق فقد قال شيخنا زين الدين، رحمه الله :الجواب أن النفل المطلق وصلاة الليل لم يمنعهما ابن عمر ولا غيره، فأما السنن الرواتب فيحمل حديثه المتقدم، يعنی حديث الباب، علی الغالب من أحواله فی أنه لا يصلی الرواتب، وحديثه فی هذا الباب أی :الذی رواه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر سفر میں چلنے اور جلدی کی حالت میں ہو، تو پھر سنتیں چھوڑ دینا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الترمذی، على أنه فعله فی بعض الأوقات لبيان استحبابها فی السفر، وإن لم يتأكد فعلها فيه كتأكده فی الحضر، أو أنه كان نازلا فی وقت الصلاة ولا شغل له يشتغل به عن ذلک، أو سائرا وهو على راحلته، ولفظه فی الحديث المتقدم :يعنی حديث الباب، هو بلفظ :كان، وهی لا تقتضی الدوام بل ولا التكرار على الصحيح، فلا تعارض بين حديثيه .فإن قيل :الذهاب إلى ترجيح تعارضهما .قلنا: الترجيح بحديث الباب أصح لكونه فی الصحيح .فإن قلت :روى الترمذی أيضا :حدثنا قتيبة حدثنا الليث بن سعد عن صفوان ابن سليم عن أبی بشر الغفاری (عن البراء بن عازب، قال :صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم ثمانية عشر سفرا فما رأيته ترک الركعتين إذا زاغت الشمس قبل الظهر) ورواه أبو داود أيضا عن قتيبة .قلت :هذا لا يعارض حديث ابن عمر الذی روى عنه فی هذا الباب، لأنه لا يلزم من كون البراء ما رآه ترک أن لا يكون ابن عمر، رضی الله تعالى عنه، أيضا كذلک ما ترک، وجواب آخر :لا نسلم أن هاتين الركعتين من السنن الرواتب، وإنما هی سنة الزوال الواردة فی حديث أبی أيوب الأنصاری، رضی الله تعالى عنه(عمدة القاری للعينی، ج۷ص ۱۴۴، ۱۴۵، باب من لم يتطوع فی السفر دبر الصلاة وقبلها)

قال صاحب الهدى لم يحفظ عن النبی صلى الله عليه وسلم أنه صلى سنة الصلاة قبلها ولا بعدها فی السفر إلا ما كان من سنة الفجر قلت ويرد على إطلاقه ما رواه أبو داود والترمذی من حديث البراء بن عازب قال سافرت مع النبی صلى الله عليه وسلم ثمانية عشر سفرا فلم أره ترک ركعتين إذا زاغت الشمس قبل الظهر وكأنه لم يثبت عنده لكن الترمذی استغربه ونقل عن البخاری أنه رآه حسنا وقد حمله بعض العلماء على سنة الزوال لا على الراتبة قبل الظهر والله أعلم (فتح الباری، ج ۲، ص ۵۷۹، قوله باب من تطوع فی السفر فی غير دبر الصلاة)

وقال الترمذی: اختلف أهل العلم بعد النبی صلى الله عليه وسلم، فرأى بعض أصحاب النبی صلى الله عليه وسلم أن يتطوع الرجل فی السفر، وبه يقول أحمد وإسحاق، ولم تر طائفة من أهل العلم أن يصلی قبلها ولا بعدها، ومعنى :من لم يتطوع فی السفر، قبول الرخصة، ومن تطوع فله فی ذلک فضل كثير، وقول أكثر أهل العلم يختارون التطوع فی السفر .وقال السرخسی فی (المبسوط) والمرغينانی :لا قصر فی السنن، وتكلموا فی الأفضل، قيل :الترک ترخصا، وقيل :الفعل تقربا، وقال الهندوانی :الفعل أفضل فی حال النزول والترک فی حال السير، قال هشام :رأيت محمدا كثيرا لا يتطوع فی السفر قبل الظهر ولا بعدها ولا يدع ركعتی الفجر والمغرب، وما رأيته يتطوع قبل العصر ولا قبل العشاء ويصلی العشاء ثم يوتر(عمدة القاری شرح صحيح البخاری،باب من لم يتطوع فی السفر دبر الصلاة وقبلها)

وقال فی العناية والأولى أن لا يتركها أی السنن الرواتب فی الأحوال كلها يعنی سواء صلى بالجماعة أو منفردا مقيما أو مسافرا اهـ .وقال كثير من المشايخ بنفی الاستنان فی السفر وصاحب الهداية ممن قال بالسنن سفرا كالحضر (حاشية الشرنبلالی،على درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج ۱، ص ۱۲۳، باب إدراک الفريضة)

www.idaraghufran.org

چاہئے، اور اگر ٹھہرنے اور اطمینان کی حالت میں ہو، تو پھر پڑھ لینا چاہئے۔
البتہ فجر کی سنتوں کی زیادہ تاکید ہے، اس لئے حتی الامکان انہیں سفر کی حالت میں بھی نہیں چھوڑنا چاہئے۔ [1]

ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ سفر میں سنتوں کی وہ تاکید برقرار نہیں رہتی، جو حضر اور مقیم ہونے کی حالت میں ہوتی ہے، کیونکہ سفر کی حالت عادتاً تکلیف اور مشقت کی حالت ہوتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے کئی احکام میں تخفیف اور آسانی پیدا فرمائی ہے، اور خود چار فرضوں میں بھی تقصیر کر کے دو کی تعداد مقرر فرمادی ہے۔

اور اسی وجہ سے بعض احادیث میں ہے کہ جب کوئی بندہ سفر میں ہوتا ہے، یا بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو اُسی طرح کے عمل کا اجروثواب عطا فرماتے ہیں، جو وہ مقیم اور صحت مند ہونے کی

---

[1] قال ابن الملک :یدل علی الإتیان بالرواتب فی السفر إتیانها فی الحضر اھ .والمعتمد فی المذهب أنه یصلی بها فی المنزل، ویترکها إذا کان فی الطریق (مرقاة المفاتیح،باب صلاة السفر)

واختلفوا فی ترک السنن فی السفر فقیل :الأفضل هو الترک ترخیصا وقیل الفعل تقربا وقال الهندوانی :الفعل حال النزول والترک حال السیر، وقیل یصلی سنة الفجر خاصة، وقیل سنة المغرب أیضا، وفی التجنیس والمختار أنه إن کان حال أمن وقرار یأتی بها؛ لأنها شرعت مکملات والمسافر إلیه محتاج، وإن کان حال خوف لا یأتی بها؛ لأنه ترک بعذر اھ۔(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج۲، ص ۱۴۱، باب صلاة المسافر)

(ویأتی) المسافر (بالسنن) إن کان (فی حال أمن وقرار وإلا) بأن کان فی خوف وفرار (لا) یأتی بها هو المختار لأنه ترک لعذر تجنیس، قیل إلا سنة الفجر (الدر المختار)

(قوله هو المختار) وقیل الأفضل الترک ترخیصا، وقیل الفعل تقربا .وقال الهندوانی :الفعل حال النزول والترک حال السیر، وقیل یصلی سنة الفجر خاصة، وقیل سنة المغرب أیضا بحر قال فی شرح المنیة والأعدل ما قاله الهندوانی .اھ۔ قلت :والظاهر أن ما فی المتن هو هذا وأن المراد بالأمن والقرار النزول وبالخوف والفرار السیر لکن قدمنا فی فصل القراء ة أنه عبر عن الفرار بالعجلة لأنها فی السفر تکون غالبا من الخوف تأمل (رد المحتار علی الدر المختار، ج۲،ص ۱۳۱، باب صلاة المسافر)

هذا وفی الأحادیث الأخری الصحیحة ما یدل أن هذا لیس علی إطلاقه وشموله، فإنه قد ثبت أنه صلی الله علیه وسلم کان لا یدع سنة الفجر حضرا ولا سفرا، وکذلک الوتر .انظر فتح الباری (سلسلة الأحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ۲۸۱۶)

www.idaraghufran.org

حالت میں کرتا ہے۔ [1]

البتہ پھر بھی اگر سفر میں کوئی عذر اور جلدی نہ ہو، تو سنتوں کو پڑھ لینا بہتر ہے۔ [2]

اور جب تک کوئی شدید عذر نہ ہو، تو فجر سے پہلے کی دو سنتوں کو بہرحال حتی الامکان سفر میں بھی نہیں چھوڑنا چاہئے۔ [3]

ملحوظ رہے کہ سنت ونفل نماز کا بیٹھ کر اور سواری پر سوار ہونے کی حالت میں پڑھنا جائز ہے، جس کی تفصیل آگے مستقل عنوان کے تحت آتی ہے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان۔ ۴/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ 19/نومبر/2012ء بروز پیر

---

[1] أبو بردة: سمعت أبا موسى مرارا يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا مرض العبد، أو سافر، كتب له مثل ما كان يعمل مقيما صحيحا (بخارى، رقم الحديث ۲۹۹۶، باب يكتب للمسافر مثل ما كان يعمل فى الإقامة)

عن أبي موسى، قال :سمعت النبي صلى الله عليه وسلم غير مرة، ولا مرتين يقول :إذا كان العبد يعمل عملا صالحا، فشغله عنه مرض، أو سفر، كتب له كصالح ما كان يعمل، وهو صحيح مقيم (سنن ابى داؤد، رقم الحديث ۳۰۹۱، باب إذا كان الرجل يعمل عملا صالحا فشغله عنه مرض أو سفر)

[2] وفي السفر يرى جمهور الفقهاء استحباب صلاة السنن الرواتب أيضا لكنها في الحضر آكد .واستدلوا بأن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي النوافل على راحلته في السفر حيث توجهت به . وبحديث أبي قتادة أنهم كانوا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فناموا عن صلاة الصبح حتى طلعت الشمس، فساروا حتى ارتفعت الشمس، ثم نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم فتوضأ، ثم أذن بلال بالصلاة فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين، ثم صلى الغداة فصنع كما كان يصنع كل يوم ،وجوز بعض الحنفية للمسافر ترك السنن، والمختار عندهم أنه لا يأتي بها في حال الخوف، ويأتي بها في حال القرار والأمن.وعند الحنابلة يخير المسافر بين فعل الرواتب وتركها إلا في سنة الفجر والوتر فيحافظ عليهما سفرا وحضرا .وقالت طائفة :لا يصلي الرواتب في السفر، وهو مذهب ابن عمر ثبت عنه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵،ص۲۷۶)

[3] عن عائشة رضي الله عنها، قالت :لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم على شيء من النوافل أشد منه تعاهدا على ركعتي الفجر (بخارى، رقم الحديث ۱۱۶۹، باب تعاهد ركعتي الفجر ومن سماهما تطوعا)

www.idaraghufran.org

(۵)

سنت ونفل نماز بیٹھ کر اور سواری پر پڑھنے کے احکام

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

سنت ونفل نمازوں میں قیام ضروری ہے یا کہ نہیں؟

اور مسافر کو سفر کے دوران سواری پر بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

اور کیا اس حالت میں قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جواب

قیام یعنی کھڑے ہونے پر قادر شخص کو فرض نمازوں میں تو قیام کرنا یعنی کھڑے ہونا فرض ہے، لیکن سنت اور نفل نمازوں میں قیام کرنا فرض نہیں ہے، کیونکہ سنت ونفل نمازوں میں شریعت نے سہولت ورعایت دی ہے، اور اسی وجہ سے سواری پر سفر کرتے ہوئے نفل وسنت نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

اس سلسلہ میں پہلے چند احادیث وروایات ذکر کی جاتی ہیں، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ متعلقہ مسائل کا ذکر کیا جائے گا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَتْ بِيْ بَوَاسِيْرُ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ :صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى

جَنْبٍ (بخاری) [1]

ترجمہ: مجھے بواسیر کی بیماری تھی تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں سوال کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کھڑے ہوکر نماز پڑھیے، پھر اگر آپ کو اس کی استطاعت (وطاقت) نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھیے، پھر اگر آپ کو اس کی استطاعت نہ ہو تو پہلو کے بل (یعنی لیٹ کر) نماز پڑھیے (بخاری)

اس طرح کی احادیث کے پیشِ نظر اکثر فقہائے کرام کے نزدیک قیام پر قدرت ہونے کی صورت میں فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں۔

البتہ کسی کو کھڑے ہوکر پڑھنے کی قدرت نہ ہو، تو بیٹھ کر پڑھنا، اور بیٹھ کر قدرت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھنا جائز ہے۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

اَلنَّبِیُّ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَا تُوُفِّیَ حَتّٰی کَانَتْ أَکْثَرُ صَلَاتِہٖ قَاعِدًا إِلَّا الْمَکْتُوْبَةَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۶۵۹۹) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے فرض نمازوں کے علاوہ اکثر نمازیں بیٹھ کر ہوا کرتی تھیں (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

کَانَ أَکْثَرُ صَلَاةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسًا إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَکْتُوْبَةَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۶۱۳۱) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فرض نمازوں کے علاوہ اکثر نمازیں بیٹھ کر ہوا کرتی

---

[1] رقم الحدیث ۱۱۱۷، باب إذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب.

[2] فی حاشیة مسند احمد: إسناده صحیح.

[3] فی حاشیة مسند احمد: حدیث صحیح

Idara Ghufran

تھیں (مسند احمد)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَیُتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَی الرَّاحِلَةِ یُسَبِّحُ، یُومِءُ بِرَأْسِهٖ قِبَلَ أَیِّ وَجُهٍ تَوَجَّهَ، وَلَمُ یَکُنُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ یَصُنَعُ ذٰلِکَ فِی الصَّلَاةِ الْمَکْتُوبَةِ (بخاری) ۱

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری پر نفل نماز سَر کے اشارہ سے پڑھتے ہوئے دیکھا، جس طرف کو بھی سواری ہوتی تھی، اُسی طرف کو رُخ کرتے ہوئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرض نماز میں نہیں کیا کرتے تھے (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیُ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ، حَیُثُ تَوَجَّهَتُ فَإِذَا أَرَادَ الْفَرِیُضَةَ نَزَلَ فَاسُتَقُبَلَ الْقِبُلَةَ (بخاری) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر (بیٹھے ہونے کی حالت میں) نماز پڑھ لیا کرتے تھے، جس طرف کو بھی سواری کا رخ ہوتا تھا، پھر جب فرض نماز پڑھنا چاہتے تھے، تو سواری سے اترتے تھے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے (بخاری؛ مسند احمد)

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

رَأَیُتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیُ وَهُوَ عَلٰی رَاحِلَتِهِ النَّوَافِلَ

---

۱ رقم الحدیث ۱۰۹۷، باب ینزل للمکتوبة؛ مسند احمد، رقم الحدیث ۱۵۶۹۵.

۲ رقم الحدیث ۴۰۰، باب التوجه نحو القبلة حیث کان، واللفظ لهٗ؛ مسند احمد، رقم الحدیث ۱۵۰۳۸.

فی حاشیة مسند احمد: اسناده صحیح علی شرط الشیخین.

فِیْ کُلِّ جِهَةٍ، وَلٰكِنَّهٗ يَخْفِضُ السُّجُوْدَ مِنَ الرَّكْعَةِ، وَيُوْمِءُ إِيْمَاءً

(مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۱۵۶)[1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرف رُخ کر کے اپنی سواری پر نفل نمازیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، البتہ آپ رکوع کے مقابلہ میں سجدہ کے لئے زیادہ جھکتے تھے، اور اشارہ سے (نماز) پڑھتے تھے (مسند احمد)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ تَطَوُّعًا حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهٖ وَهُوَ جَاءٍ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ قَرَأَ ابْنُ عُمَرَ، هٰذِهِ الْآيَةَ :وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ الْآيَةَ.فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ:فَفِيْ هٰذَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ (ترمذی)[2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نفل نماز پڑھ رہے تھے جس طرف کو بھی سواری کا رخ تھا، اور آپ مکہ سے مدینہ تشریف لا رہے تھے، پھر حضرت ابنِ عمر نے سورہ بقرہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ.

’’اور اللہ ہی کے لئے مشرق اور مغرب ہے‘‘

پھر حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی ہے (ترمذی)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ قِبَلَ أَيِّ

---

[1] فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم.

[2] رقم الحديث ۲۹۵۸، باب: ومن سورة البقرة.
قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح.

www.idaraghufran.org

وَجْـهٍ تَوَجَّهَ، وَيُوتِرُ عَلَيْهَا، غَيْرَ أَنَّـهُ لَا يُصَلِّيْ عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ (صحيح ابن حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نفل نماز پڑھ لیا کرتے تھے، جس طرف کو بھی رخ ہوتا تھا، اوراس پر وتر بھی پڑھ لیا کرتے تھے، لیکن فرض نماز اس پر نہیں پڑھا کرتے تھے (ابن حبان)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَـانَ رَسُـوْلُ اللّٰـهِ صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُّصَلِّيَ عَلٰى رَاحِـلَتِهٖ تَطَوُّعًا ، اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَكَبَّرَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ خَلّٰى عَنْ رَاحِلَتِهٖ، فَصَلّٰى حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهٖ (مسند احمد، رقم الحديث ١٣١٠٩) [2]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی سواری پر نفل نماز پڑھنا چاہتے تھے، تو قبلہ کی طرف رُخ کرتے پھر نماز کے لئے تکبیر (تحریمہ) کہتے، پھر اپنی سواری کو جانے دیتے، پھر جس طرف کو بھی سواری کا رُخ ہوتا، اسی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہتے تھے (مسند احمد)

جلیلُ القدر تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْـنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ تَطَوُّعًا، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُّوْتِرَ نَزَلَ، فَأَوْتَرَ عَلَى الْأَرْضِ (مسند احمد، رقم الحديث ٤٤٧٦) [3]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر نفل نماز پڑھ لیتے تھے، پھر جب وتر پڑھنا چاہتے تھے، تو اُتر جاتے، اورزمین پر (اتر کر) وتر پڑھتے تھے (مسند احمد)

---

[1] رقم الحديث ٢٤٢١، ذكر الخبر المدحض قول من زعم أن الوتر لا يصلى إلا على الأرض. في حاشية ابن حبان: إسناده صحيح على شرط مسلم.

[2] في حاشية مسند احمد: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن.

[3] في حاشية مسند احمد:إسناده صحيح على شرط الشيخين.

www.idaraghufran.org

ایک دوسرے تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

کَانُوْا یُصَلُّوْنَ عَلٰی رَوَاحِلِهِمْ وَدَوَابِّهِمْ حَیْثُمَا کَانَتْ وُجُوْهُهُمْ إِلَّا الْمَکْتُوْبَةَ وَالْوِتْرَ، فَإِنَّهُمْ کَانُوْا یُصَلُّوْنَهُمَا بِالْأَرْضِ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: صحابہ وتابعین اپنی سواریوں اور اپنے جانوروں پر جس طرف کو بھی رُخ ہوتا تھا، نماز پڑھ لیا کرتے تھے سوائے فرض اور وتر نماز کے، کہ ان نمازوں کو یہ زمین پر اُتر کر پڑھا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نفل وسنت نمازوں کا بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا بھی ثابت ہے اور سنت ونفل نمازوں میں قیام فرض نہیں ہے، اگرچہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے میں ثواب کم ملتا ہے، اور نفل وسنت نماز کا سواری پر بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَرَأٰى أُنَاسًا يُصَلُّوْنَ قُعُوْدًا، فَقَالَ: صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ (ابنِ ماجه) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے گھر سے) باہر تشریف لائے، تو آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بیٹھ کر (سنت ونفل) نماز پڑھ رہے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھنے والے کی نماز کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے مقابلہ میں آدھا ثواب رکھتی ہے (ابنِ ماجہ، مسند احمد)

اسی قسم کی حدیث حضرت سائب بن یزید، حضرت عبداللہ بن عَمر و اور حضرت عبداللہ بن عمر

---

[1] رقم الحديث ۸۶۰۸، من كان يصلي على راحلته حيثما توجهت به.

[2] رقم الحديث ۱۲۳۰، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم، واللفظ لهٗ، مسند احمد، رقم الحديث ۱۲۳۹۵.
في حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

www.idaraghufran.org

رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَقَالَ:مَنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: نَائِمًا عِنْدِيْ مُضْطَجِعًا هَا هُنَا (بخاری) [2]

---

[1] عن السائب، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال " :صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم (مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۵۰۱)

فی حاشية مسند احمد:حديث صحيح لغيره.

عن السائب بن يزيد، عن المطلب بن أبی وداعة، قال :رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا يصلی قاعدا فقال :صلاة القاعد على نصف صلاة القائم فتجشم الناس القيام (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۶۸۸)

عن عبد الله بن عمرو -قال سفيان :أراه -عن النبی صلى الله عليه وسلم، قال " :صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم (مسند احمد، رقم الحديث ۶۸۰۸)

فی حاشية مسند احمد:حديث صحيح.

عن عبد الله بن عمرو، قال :صلاة القاعد نصف صلاة القائم (السنن الكبرىٰ للنسائی، رقم الحديث ۱۳۷۲، كيف صلاة القاعد)

عن سالم، عن أبيه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :صلاة القاعد مثل نصف صلاة القائم (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۳۱۲۲)

عن عائشة، عن النبی صلى الله عليه وسلم أنه قال " :صلاة القاعد على النصف، من صلاة القائم (مسند احمد، رقم الحديث ۲۵۸۴۹)

فی حاشية مسند احمد:حديث صحيح لغيره.

[2] رقم الحديث ۱۱۱۶، باب صلاة القاعد، واللفظ لهٗ؛ ترمذی، رقم الحديث ۳۷۲.

قال الترمذی: ومعنى هذا الحديث عند بعض أهل العلم فی صلاة التطوع. حدثنا محمد بن بشار قال :حدثنا ابن أبی عدی، عن أشعث بن عبد الملك، عن الحسن، قال :إن شاء الرجل صلى صلاة التطوع قائما، وجالسا، ومضطجعا، "واختلف أهل العلم فی صلاة المريض إذا لم يستطع أن يصلی جالسا، فقال بعض أهل العلم :إنه يصلی على جنبه الأيمن، وقال بعضهم :يصلی مستلقيا على قفاه ورجلاه إلى القبلة "وقال سفيان الثوری :فی هذا الحديث :من صلى جالسا فله نصف أجر القائم قال :هذا للصحيح ولمن ليس له عذر، فأما من كان له عذر من مرض أو غيره فصلى جالسا فله مثل أجر القائم ، وقد روی فی بعض هذا الحديث مثل قول سفيان الثوری (ترمذی، حواله بالا)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آدمی کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے کے مقابلے میں آدھا ثواب ملتا ہے، اور جو شخص سونے کی حالت میں نماز پڑھے تو اس کو بیٹھنے والے کے مقابلے میں آدھا ثواب ملتا ہے، ابو عبداللہ (یعنی امام بخاری) نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہاں سونے کی حالت سے مراد لیٹنا ہے (بخاری)

اس قسم کی احادیث کے پیشِ نظر محدثین وفقہائے کرام نے فرمایا کہ جو شخص قیام پر قادر ہو، اُس کو سنت ونفل نماز بیٹھ کر پڑھنا تو جائز ہے، لیکن بیٹھ کر نماز پڑھنے میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے مقابلہ میں آدھا ثواب ہے۔

البتہ اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو، تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی پورا ہی ثواب ملتا ہے، خواہ فرض نماز ہو، یا سنت ونفل نماز۔

اور حنفیہ سمیت بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک جو شخص کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر نماز پڑھنے پر قادر ہو، اُس کو لیٹ کر سنت ونفل نماز پڑھنا جائز نہیں؛ کیونکہ اکثر احادیث میں بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے اجر وثواب کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے مقابلہ میں آدھے اجر و ثواب کا مستحق قرار دیا گیا ہے، اور لیٹ کر نماز پڑھنے کا ذکر نہیں کیا گیا۔

جبکہ بعض دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک جو شخص کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر نماز پڑھنے پر قادر ہو، اُس کو لیٹ کر سنت ونفل نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ سنت ونفل نمازوں میں دوسری نمازوں کے مقابلہ میں وُسعت وسہولت پائی جاتی ہے، اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری پر بیٹھ کر نفل نماز کا رکوع وسجدہ کے اشارہ کے ساتھ پڑھنا ثابت ہے، جس کو لیٹ کر نماز پڑھنے کے ساتھ مشابہت حاصل ہے، اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی وضاحت ہے کہ لیٹ کر نماز پڑھنے والے کو بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے مقابلہ میں

آدھا ثواب ملتا ہے؛ اور آدھا ثواب ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ لیٹ کر نفل نماز پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن ان میں سے بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ لیٹ کر نماز پڑھنے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ رکوع وسجدہ کے وقت بیٹھ جائے، اور بیٹھ کر رکوع کرے، اور حقیقی سجدہ کرے، صرف لیٹے لیٹے اشارہ سے رکوع وسجدہ کرنا جائز نہیں۔ [1]

وهو قول عند الشافعي ، قال البغوی: وهو قول الحسن.

---

[1] اور بعض محدثین نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کے ذیل میں فرمایا کہ اگر کسی ضعیف وبیمار شخص کو فرض نماز کھڑے ہو کر پڑھنے میں تکلیف ومشقت ہوتی ہو، لیکن وہ تکلیف ومشقت برداشت کر کے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر ہو، یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے بالکل عاجز نہ ہو، تو ایسے شخص کو فرض نماز بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ملتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قال رحمه الله :الحديث الأول فى صلاة التطوع، لأن أداء الفرائض قاعدا مع القدرة على القيام لا يجوز، فإن صلى القادر صلاة التطوع قاعدا، فله نصف أجر القائم، قال سفيان الثورى :أما من له عذر من مرض، أو غيره فصلى جالسا، فله مثل أجر القائم.

وهل يجوز أن يصلى التطوع نائما مع القدرة على القيام أو القعود، فذهب بعضهم إلى أنه لا يجوز، وذهب قوم إلى جوازه، وأجره نصف أجر القاعد، وهو قول الحسن، وهو الأصح والأولى لثبوت السنة فيه.

وأما الحديث الثانى فى العاجز، إن لم يقدر على القيام، يصلى قاعدا، فإن عجز عن القعود، صلى نائما، ولا نقصان لأجره إن شاء الله.

وقيل :الحديث الأول فى صلاة الفرض، وأراد به المريض الذى لو تحامل أمكنه القيام مع شدة المشقة، والزيادة فى العلة، فيجوز له أن يصلى قاعدا، وأجره نصف أجر القائم، ولو تحمل المشقة فقام، تم أجره، وكذلك النائم الذى لو تحامل أمكنه القعود مع شدة المشقة، فله أن يصلى نائما، وله نصف أجر القاعد، ولو قعد تم أجره، ويشبه أن يكون هذا جوابا لعمران، فإنه كان مبسورا، وعلة الباسور ليست بمانعة من القيام فى الصلاة، ولكنه رخص له فى القعود إذا اشتدت عليه المشقة(شرح السنة للبغوى، ج۴ ص ۱۰۹ ،باب صلاة الليل قاعدا)

قوله عن صلاة الرجل قاعدا قال الخطابى كنت تأولت هذا الحديث على أن المراد به صلاة التطوع يعنى للقادر لكن قوله من صلى نائما يفسده لأن المضطجع لا يصلى التطوع كما يفعل القاعد لأنى لا أحفظ عن أحد من أهل العلم أنه رخص فى ذلك قال فإن صحت هذه اللفظة ولم يكن بعض الرواة أدرجها قياسا منه للمضطجع على القاعد كما يتطوع المسافر على راحلته فالتطوع للقادر على القعود مضطجعا جائز بهذا الحديث قال وفى القياس المتقدم نظر.

لأن القعود شكل من أشكال الصلاة بخلاف الاضطجاع قال وقد رأيت الآن أن المراد بحديث

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ملحوظ رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بعض اوقات بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا ثابت ہے، تو بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضعف وکمزوری اور تعب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عمران المريض المفترض الذى يمكنه أن يتحامل فيقوم مع مشقة فجعل أجر القاعد على النصف من أجر القائم ترغيبا له فى القيام مع جواز قعوده انتهى وهو حمل متجه ويؤيده صنيع البخارى حيث أدخل فى الباب حديثى عائشة وأنس وهما فى صلاة المفترض قطعا وكأنه أراد أن تكون الترجمة شاملة لأحكام المصلى قاعدا ويتلقى ذلك من الأحاديث التى أوردها فى الباب فمن صلى فرضا قاعدا وكان يشق عليه القيام أجزأه وكان هو ومن صلى قائما سواء كما دل عليه حديث أنس وعائشة فلو تحامل هذا المعذور وتكلف القيام ولو شق عليه كان أفضل لمزيد أجر تكلف القيام فلا يمتنع أن يكون أجره على ذلك نظير أجره على أصل الصلاة فيصح أن أجر القاعد على النصف من أجر القائم ومن صلى النفل قاعدا مع القدرة على القيام أجزأه وكان أجره على النصف من أجر القائم بغير إشكال.

وأما قول الباجى إن الحديث فى المفترض والمتنفل معا فإن أراد بالمفترض ما قررناه فذاك وإلا فقد أبى ذلك أكثر العلماء وحكى ابن التين وغيره عن أبى عبيد وابن الماجشون وإسماعيل القاضى وبن شعبان والإسماعيلى والداودى وغيرهم أنهم حملوا حديث عمران على المتنفل وكذا نقله الترمذى عن الثورى قال وأما المعذور إذا صلى جالسا فله مثل أجر القائم ثم قال وفى هذا الحديث ما يشهد له يشير إلى ما أخرجه البخارى فى الجهاد من حديث أبى موسى رفعه إذا مرض العبد أو سافر كتب له صالح ما كان يعمل وهو صحيح مقيم ولهذا الحديث شواهد كثيرة سيأتى ذكرها فى الكلام عليه إن شاء الله تعالى.

ويؤيد ذلك قاعدة تغليب فضل الله تعالى وقبول عذر من له عذر والله أعلم ولا يلزم من اقتصار العلماء المذكورين فى حمل الحديث المذكور على صلاة النافلة أن لا ترد الصورة التى ذكرها الخطابى وقد ورد فى الحديث ما يشهد لها فعند أحمد من طريق بن جريج عن بن شهاب عن أنس قال قدم النبى صلى الله عليه وسلم المدينة وهى محمة فحمى الناس فدخل النبى صلى الله عليه وسلم المسجد والناس يصلون من قعود فقال صلاة القاعد نصف صلاة القائم رجاله ثقات وعند النسائى متابع له من وجه آخر وهو وارد فى المعذور فيحمل على من تكلف القيام مع مشقته عليه كما بحثه الخطابى وأما نفى الخطابى جواز التنفل مضطجعا فقد تبعه بن بطال على ذلك وزاد لكن الخلاف ثابت.

فقد نقله الترمذى بإسناده إلى الحسن البصرى قال إن شاء الرجل صلى صلاة التطوع قائما وجالسا ومضطجعا وقال به جماعة من أهل العلم وأحد الوجهين للشافعية وصححه المتأخرون وحكاه عياض وجها عند المالكية أيضا وهو اختيار الأبهرى منهم واحتج بهذا الحديث.

تنبيه: سؤال عمران عن الرجل خرج مخرج الغالب فلا مفهوم له بل الرجل والمرأة فى ذلك سواء (فتح البارى لابنِ حجر، ج ٢ ص ٥٨٦، قوله باب صلاة القاعد)

www.idaraghufran.org

وتھکن کی وجہ سے نفل نماز بیٹھ کرادا فرمائی ہے۔ [1]

جبکہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاعذر نوافل بیٹھ کر ادا کرنے کی صورت میں آدھا ثواب حاصل ہونے کے قاعدے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستثنیٰ تھے (کصوم الوصال) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نوافل ادا کرنے میں بھی پورا ثواب ہی حاصل ہوتا تھا۔

جہاں تک دوسرے لوگوں کا تعلق ہے، تو ان کو بلاعذر بیٹھ کر نوافل پڑھنے کی صورت میں آدھا ثواب ہی حاصل ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] عن عائشة، "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى من الليل ثلاث عشرة سجدة، وكان أكثر صلاته قائما، فلما كبر وثقل، كان أكثر صلاته قاعدا (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۷۱۵)

في حاشية مسند احمد: حديث صحيح وهذا اسناد ضعيف لضعف ابن لهيعة -وهو عبد الله- وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين.

[2] مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کل جو بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وتروں کے بعد بطورِ خاص ماہِ رمضان میں دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنا ہی سنت ہے، اور بلاعذر بیٹھ کر پڑھنے میں پورا ثواب ملتا ہے، یہ راجح نہیں ہے، اس کی تفصیل ہماری دوسری کتاب ''نمازِ وتر کے فضائل واحکام'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

عن عبد الله بن عمرو، قال :حدثت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال :صلاة الرجل قاعدا نصف الصلاة، قال :فأتيته، فوجدته يصلى جالسا، فوضعت يدى على رأسه، فقال :ما لك؟ يا عبد الله بن عمرو قلت :حدثت يا رسول الله أنك قلت : صلاة الرجل قاعدا على نصف الصلاة، وأنت تصلى قاعدا، قال :أجل، ولكنى لست كأحد منكم (مسلم، رقم الحديث ۱۲۰ "۷۳۵")

عن عبد الله بن عمرو، رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى جالسا قلت له حدثت أنك تقول " :صلاة القاعد على نصف صلاة القائم "؟ قال " :إنى ليس كمثلكم (مسند احمد، رقم الحديث ۶۵۱۲)

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين، غير هلال بن يساف، وأبى يحيى -وهو الأعرج، واسمه مصدع -فمن رجال مسلم (حاشية مسند احمد)

عن أنس رضى الله عنه، عن النبى صلى الله عليه وسلم، قال :لا تواصلوا قالوا :إنك تواصل، قال :لست كأحد منكم إنى أطعم، وأسقى، أو إنى أبيت أطعم وأسقى (بخارى، رقم الحديث ۱۹۶۱، باب الوصال)

قال ابن حجر :ومحله فى غير نبينا صلى الله عليه وسلم، أما هو فمن خصائصه أن تطوعه غير قائم كهو قائما ;لأن الكسل مأمون فى حقه .قلت :كونه من الخصائص يحتاج إلى دليل آخر، وإلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

متعلقہ مسائل

اب اس سلسلہ میں چند متعلقہ مسائل ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ نمبر ا...... سنت اور نفل نمازوں کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، البتہ اگر کھڑے ہو کر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فظاهر البشرية أنه يشارك نوعه، نعم هو مأمون من الكسل المانع عن العبادة المفروضة عليه، وأما أمته من مطلق الكسل فمحل بحث مع أنه لا يلزم من عدم الكسل عدم الضعف والعذر أعم منهما ; إذ ثبت أنه تورمت قدماه من الصلاة فنزلت :(طه -ما أنزلنا عليك القرآن لتشقى) (طه: ١،٢)أى: لتتعب، وقد روى الترمذى عن عائشة :أن النبى صلى الله عليه وسلم لم يمت حتى كان أكثر صلاته، أى النافلة وهو جالس ، وروى عنها أيضا أنه عليه الصلاة والسلام كان إذا لم يصل بالليل منعه من ذلك النوم، أو غلبته عيناه صلى من النهار اثنتى عشرة ركعة .وقد قال تعالى :(قل إنما أنا بشر مثلكم) (الكهف: ١١٠) فلا بد للتخصيص من دليل قاطع وإلا فالأصل مشاركته عليه الصلاة والسلام مع أمته فى الأحكام، نعم الحديث الآتى فى أول الفصل الثالث يدل على اختصاصه بأن ثوابه لا ينقص، وهو يحتمل أنه أعم من أن يكون بعذر أو بغير عذر، ويحتمل أن يكون محمولا على أنه لم يصل قاعدا بغير عذر أبدا، فلا يكون مثل غيره ;لأن غيره قد يصلى قاعدا بغير عذر والله أعلم (مرقاة، جزء٣، صفحه ٩٣٦، كتاب الصلاة، باب القصد فى العمل)

(قلت :حدثت يا رسول الله) ، أى :حدثنى الناس (أنك قلت " :صلاة الرجل قاعدا على نصف الصلاة ") : وكذا هنا بلفظ " :على " ("وأنت تصلى قاعدا ") : ومن المعلوم أن أعمالك لا تكون إلا على وجه الأكمل وطريق الأفضل، فهل تحديثهم صحيح وله تأويل صريح أم لا؟ (قال " :أجل ") ، أى :نعم الحديث ثابت، أو نعم قد قلت ذلك .("ولكنى لست كأحد منكم ") : يعنى هذا من خصوصياتى أن لا ينقص ثواب صلواتى على أى وجه تكون من جلواتى، وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء ، قال تعالى :(وكان فضل الله عليك عظيما(مرقاة ج٣ص ٩٣٩، كتاب الصلاة، باب القصد فى العمل)

فإن قيل احتمال كونهما ركعتى الفجر بعيد، لأنه لم ينقل أنه صلى الرواتب جالساً.

قلنا :قد ورد ما يدل على أن المراد بصلاتهما جالساً إنما هو حال القراء ة فيهما فقد أخرج ابن خزيمة فى (صحيحه) من طريق يحيى بن أبى كثير عن أبى سلمة عن عائشة رضى الله عنها أنها سئلت عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت :(كان يصلى ثلاث عشرة، يصلى ثمان ركعات ثم يوتر ثم يصلى ركعتين وهو جالس فإذا أراد أن يركع قام فركع) وهذه الزيادة تقيد الروايات المطلقة عن عائشة رضى الله عنها وهى صحيحة الإسناد فتعين المصير إلى ما دلت عليه وذلك بحمل المطلق على المقيد.وقد ثبت فى الصحيح أن النبى صلى الله عليه وسلم صلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پڑھنے میں کوئی عذر نہ ہو، تو بیٹھ کر پڑھنے میں کھڑے ہوکر پڑھنے کے مقابلہ میں آدھا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

لیکن اگر کوئی (بیماری، کمزوری وغیرہ کی وجہ سے) کھڑے ہوکر پڑھنے کی قدرت نہ رکھے، تو اسے بیٹھ کر پڑھنے میں بھی پورا ہی ثواب ملتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

النافلة قاعداً، وأنه قال لعبد الله بن عمرو لما سأله عن ذلك، وذكر له حديث صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم قال: (أجل ولكني لست كأحدكم) فعرف أنه يختص بكون صلاته النافلة عن قعود يقع له ثوابها تاماً لا على النصف كغيره ممن يصلي النافلة عن قعود بلا عذر، فلو حمل صلاة الركعتين اللتين بعد الوتر جالساً في جميعها لم يقدح في كونهما راتبة الفجر.

وقد جنح القرطبي في (المفهم) إلى أن المراد بالركعتين اللتين صلاهما بعد الوتر ركعتا الفجر، قال: (وقول عائشة رضى الله عنها (ثم يصلي ركعتين بعدما يسلم معناه أنه كان يسلم من وتره وهو قاعد، وأرادت بذلك الإخبار بمشروعية السلام، ولم ترد أنه صلى ركعتي الفجر فتهجد) انتهى، ولا يخفى تعسفه (كشف الستر عن حكم الصلاة بعد الوتر لابنِ حجر، ص ۷۴تا۷۶)

(قوله أجر غير النبي -صلى الله عليه وسلم-) أما النبي -صلى الله عليه وسلم- فمن خصائصه أن نافلته قاعدا مع القدرة على القيام كنافلته قائما؛ ففي صحيح مسلم عن عبد الله بن عمرو قلت: حدثت يا رسول الله أنك قلت: صلاة الرجل قاعدا على نصف الصلاة وأنت تصلي قاعدا، قال: أجل، ولكني لست كأحد منكم بحر ملخصا: أي لأنه تشريع لبيان الجواز؛ وهو واجب عليه (ردالمحتار، ج۲ص۳۷، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

[1] وذلك عندنا والله أعلم على المصلي تطوعا قاعدا وهو يطيق أن يصلي قائما، فيكون له بذلك نصف ما يكون له لو صلى قائما، وليس هو على صلاته قاعدا، وهو لا يطيق القيام، ذلك صلاته قاعدا فيما يكتب له من الثواب بها كصلاته إياها قائما؛ لأنه هاهنا قد قصد إلى القيام وقصر به عنه فاستحق من الثواب ما يستحقه لو صلاها قائما، فكان إذا كان يطيق القيام فصلى قاعدا قد ترك القيام اختيارا فلم يكتب له ثوابه، وكتب له ثواب المصلي قاعدا على صلاته كذلك (شرح مشكل الآثار للطحاوي، تحت رقم حديث ۱۶۹۴، باب بيان مشكل ما روى عن عمران بن حصين في كيفية الصلاة الخ)

الوقوف والقعود في صلاة التطوع: يجوز التطوع قاعدا مع القدرة على القيام؛ لأن التطوع خير دائم، فلو ألزمناه القيام يتعذر عليه إدامة هذا الخير.

ولأن كثيرا من الناس يشق عليه طول القيام، فلو وجب في التطوع لترك أكثره، فسامح الشارع في ترك القيام فيه ترغيبا في تكثيره كما سامح في فعله على الراحلة في السفر.

والأصل في جواز النفل قاعدا مع القدرة على القيام ما روت عائشة أن رسول الله صلى الله عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جہاں تک لیٹ کر نماز پڑھنے کا تعلق ہے، تو حنفیہ سمیت اکثر فقہائے کرام کے نزدیک بلا عذر لیٹ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

جبکہ بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک جس طرح کھڑے ہونے پر قدرت ہونے کے باوجود بیٹھ کر سنت ونفل نماز پڑھنا جائز ہے، اسی طرح بیٹھ کر نماز پڑھنے پر قدرت ہوتے ہوئے لیٹ کر سنت ونفل نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

البتہ لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت میں ثواب بیٹھ کر نماز پڑھنے کے مقابلہ میں آدھا ملتا ہے۔

پھر بلا عذر لیٹ کر سنت ونفل نماز جائز ہونے کے قائل بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ رکوع وسجدہ کے وقت بیٹھنا اور حقیقی سجدہ کرنا ضروری ہوگا؛ لیٹے لیٹے اشارہ سے رکوع وسجدہ کرنا جائز نہیں ہوگا، مگر یہ کہ کوئی حقیقی سجدہ کرنے سے معذور ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسلم كان يصلى جالسا، فيقرأ وهو جالس، فإذا بقى من قراء ته قدر ما يكون ثلاثين أو أربعين آية، قام فقرأ وهو قائم، ثم ركع، ثم سجد، ثم يفعل فى الركعة الثانية مثل ذلك.

وقد روى من طريق آخر ما يفيد التخيير فى الركوع والسجود بين القيام والقعود، حيث فعل الرسول صلى الله عليه وسلم الأمرين، كما زادت عائشة :أنها لم تر رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى صلاة الليل قاعدا قط حتى أسن، فكان يقرأ قاعدا حتى إذا أراد أن يركع قام فقرأ نحوا من ثلاثين آية أو أربعين آية ثم ركع وعنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى ليلا طويلا قائما، وليلا طويلا قاعدا، وكان إذا قرأ وهو قائم ركع وسجد وهو قائم، وإذا قرأ وهو قاعد ركع وسجد وهو قاعد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ ص ۱۶۱، و ص ۱۶۲، مادة"صلاة التطوع"، الوقوف والقعود فى صلاة التطوع)

[1] (ولا يصح) النفل (من مضطجع لغير عذر) لعموم الأدلة على افتراض الركوع والسجود والاعتدال عنهما، ولم ينقل عنه -صلى الله عليه وسلم -فعل ذلك ليخصص به العموم (و) التنفل (له) أى لعذر مضطجعا (يصح) كالفرض وأولى (ويسجد) المتنفل مضطجعا (إن قدر عليه) أى على السجود (وإلا) بأن لم يقدر على السجود (أومأ) به لحديث إذا أمرتكم بأمر فأتوا منه ما استطعتم (كشاف القناع عن متن الاقناع، ج ۱ ص ۴۴۱، كتاب الصلاة، باب صلاة التطوع)

الصلاة مضطجعا: وأما صلاة التطوع مضطجعا فظاهر قول أصحاب أبى حنيفة عدم الجواز لعموم الأدلة على افتراض الركوع والسجود والاعتدال عنهما.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲...... اگرکسی نے سنت یانفل نماز کھڑے ہوکرشروع کی،اور پھر وہ سلام پھیرنے سے پہلے درمیان میں یہ چاہے کہ باقی نماز بیٹھ کر پوری کرے،تواکثرفقہائے کرام کے

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾

وقول الجواز مروى عن الحسن البصرى لقوله صلى الله عليه وسلم :من صلى نائما فله نصف أجر القاعدوقد قال الحسن :إن شاء الرجل صلى صلاة التطوع قائما أو جالسا أو مضطجعا وقال ابن تيمية :التطوع مضطجعا لغير عذر لم يجوزه إلا طائفة قليلة من أصحاب الشافعي وأحمد، ولم يبلغنا عن أحد منهم أنه صلى مضطجعا بلا عذر، ولو كان هذا مشروعا لفعلوه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ص۱۶۳، مادة"صلاة التطوع"، الصلاة مضطجعا)

ولو تنفل مضطجعا بالإيماء بالرأس مع قدرته على القيام والقعود فوجهان.

(أحدهما)لا تصح صلاته لأنه يذهب صورتها بغير عذر وهذا أرجحهما عند إمام الحرمين والثانى وهو الصحيح صحتها لحديث عمران ولو صلى النافلة قاعدا أو مضطجعا للعجز عن القيام والقعود فثوابه ثواب القيام بلا خلاف كما فى صلاة الفرض قاعدا أو مضطجعا للعجز فإن ثوابها ثواب القائم بلا خلاف والحديث ورد فيمن يصلى النفل قاعدا أو مضطجعا مع قدرته على القيام يستوى فيما ذكرناه جميع النوافل المطلقة والراتبة وصلاة العيد والكسوف والاستسقاء وحكى الخراسانيون وجها أنه لا يجوز العيد والكسوف والاستسقاء قاعدا مع القدرة كالفرائض وبه قطع ابن كج وهذا شاذ ضعيف.

وأما الجنازة فسبق فى باب التيمم بيان نصوص الشافعي وطرق الأصحاب فيها والمذهب أنها لا تصح قاعدا مع القدرة لان القيام ومعظم أركانها والثانى يجوز والثالث إن تعينت لم يجز والاجاز قال الرافعى إذا جوزنا الاضطجاع فى النفل مع قدرته فهل يجزء الاقتصار على الإيماء بالركوع والسجود أم يشترط أن يركع ويسجد كالقاعد فيه وجهان أصحهما الثانى.

قال إمام الحرمين عندى أن من جوز الاضطجاع لا يجوز الاقتصار فى الأركان الذكرية كالتشهد والتكبير وغيرهما على ذكر القلب وهذا الذى قاله إمام الحرمين لابد منه فلا يجزى ذكر القلب قطعا لأنه حينئذ لا يبقى للصلاة صورة أصلا وإنما ورد الحديث بالترخيص فى القيام والقعود فيبقى ما عداهما على مقتضاه والله أعلم (المجموع شرح المهذب ،ج۳ص۲۷۵ وص۲۷۶،كتاب الصلاة، مسائل تتعلق بالقيام)

اتفق الفقهاء على جواز التنفل قاعدا لعذر أو غير عذر، أما الاضطجاع فقد ذهب الحنفية والمالكية والحنابلة ومقابل الأصح عند الشافعية إلى أنه لا يجوز للقادر على القيام أو الجلوس أن يصلى النفل مضطجعا إلا لعذر، وذهب الشافعية إلى جواز التنفل مضطجعا مع القدرة على القيام فى الأصح، لحديث عمران بن الحصين أنه سأل النبى صلى الله عليه وسلم عن صلاة الرجل قاعدا قال :من صلى قائما فهو أفضل ومن صلى قاعدا فله نصف أجر القائم، ومن صلى نائما فله نصف أجر القاعد.

والأفضل أن يصلى على شقه الأيمن فإن اضطجع على الأيسر جاز ويلزمه أن يقعد للركوع والسجود قيل :يومء بهما أيضا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴ص۱۰۹ ، مادة"قيام")

www.idaraghufran.org

نزدیک اس کو ایسا کرنا جائز ہے، کیونکہ جس طرح اسے شریعت نے نماز شروع کرتے وقت قیام کرنے اور بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اختیار دیا ہے، اسی طرح سے اس کو نماز شروع کرنے کے بعد بھی اختیار حاصل ہے۔

اور اگر اس کے برعکس کسی نے سنت یا نفل نماز بیٹھ کر شروع کی، اور پھر وہ سلام پھیرنے سے پہلے درمیان میں یہ چاہے کہ باقی نماز کھڑے ہو کر پوری کرے، تو ایسا کرنا بھی جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳...... اگر کسی نے نفل وسنت نماز بیٹھ کر پڑھنا شروع کی، پھر جب رکوع کا وقت آیا، تو وہ کھڑا ہوگیا، پھر رکوع کیا، اور رکعت مکمل کی، تو اس طرح کرنا بھی جائز ہے،

---

[1] جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک کھڑے ہو کر نماز شروع کرنے کے بعد بیٹھ کر نماز پوری کرنا مکروہ ہے۔

یاد رہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ایک روایت کے مطابق فجر کی سنتوں کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں۔

الجمع بين القيام والجلوس فى الركعة الواحدة فى صلاة التطوع:

ذهب جمهور الفقهاء إلى أن للمصلى تطوعا القيام إذا ابتدأ الصلاة جالسا، لحديث عائشة رضى الله عنها :أنها لم تر رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى صلاة الليل قاعدا قط حتى أسن، فكان يقرأ قاعدا حتى إذا أراد أن يركع قام فقرأ نحوا من ثلاثين أو أربعين آية، ثم ركع .ويجوز للمصلى أيضا أن يصلى بعض الركعة قائما ثم يجلس أو العكس.

وذهب أبو يوسف ومحمد إلى كراهة القعود بعد القيام، ومنع أشهب الجلوس بعد أن نوى القيام(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴ص ۱۰۹ الى ص ۱۱۰، مادة"قيام")

ولو افتتح التطوع قائما ثم أراد أن يقعد من غير عذر فله ذلك عند الحنابلة، وهو قول أبى حنيفة استحسانا؛ لأنه متبرع وهو مخير بين القيام والقعود فى الابتداء فكذا بعد الشروع؛ لأنه متبرع أيضا.وعند أبى يوسف ومحمد لا يجوز، وهو القياس؛ لأن الشروع ملزم كالنذر.

ولو نذر أن يصلى ركعتين قائما لا يجوز له القعود من غير عذر، فكذا إذا شرع قائما.ولو افتتح التطوع قاعدا فأدى بعضها قاعدا، وبعضها قائما أجزأه لحديث عائشة المتقدم، فقد انتقل من القعود إلى القيام، ومن القيام إلى القعود، فدل على أن ذلك جائز فى صلاة التطوع .وقد نقل عن أبى حنيفة عدم جواز صلاة سنة الفجر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ص ۱۶۲، مادة"صلاة التطوع")

وروى الحسن عن أبى حنيفة أن من صلى ركعتى الفجر قاعدا من غير عذر لا يجوز، وكذا لو صلاها على الدابة من غير عذر وهو يقدر على النزول لاختصاص هذه السنة بزيادة توكيد وترغيب بتحصيلها، وترهيب وتحذير على تركها فالتحقت بالواجبات كالوتر(بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۹۰، كتاب الصلاة،فصل فى سنن صلاة التراويح)

اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؛ بلکہ پوری رکعت بیٹھ کر پڑھنے کے مقابلہ میں اس طرح عمل کرنا افضل ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۴...... بیٹھ کرنفل وسنت نماز پڑھنے کی صورت میں بیٹھنے کا طریقہ وہی ہے، جو نماز کے قعدہ اور تشہّد کی حالت میں بیٹھنے کا ہے؛ البتہ اگرکوئی چوکڑی مار کر بیٹھے تو بھی جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر۵:......اگرکوئی شخص نفل وسنت نماز تو کھڑے ہوکر پڑھے، لیکن بلا عذر کسی لکڑی یا

---

[1] فلو أنه افتتح التطوع قاعداً، وكلما جاء أوان الركوع قام وقرأ ما بقي وركع جاز، وهكذا ينبغي أن يفعل إذا صلى التطوع قاعداً، لما روي عن عائشة رضي الله عنها :أن النبي عليه السلام كان يفتتح التطوع قاعداً فيقرأ ورده حتى إذا بقي عشر آيات أو نحوها قام فأتم قراء ته ثم ركع وسجد وهكذا كان يفعل في الركعة الثانية فقد انتقل من القعود إلى القيام، ومن القيام إلى القعود، فدل أن ذلك جائز في التطوع(المحيط البرهاني، كتاب الصلاة،الفصل العشرون في صلاة التطوع)

[2] البتہ افضل طریقہ کون سا ہے؟اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

أما كيفية القعود في التطوع فقد اختلف فيها:

فذهب المالكية والحنابلة والشافعية في قول -وهو رواية عن أبي يوسف ومحمد -إلى أنه يستحب للمتطوع جالسا أن يكبر للإحرام متربعا ويقرأ، ثم يغير هيئته للركوع أو السجود على اختلاف بينهم، وروى ذلك عن ابن عمر وأنس رضي الله عنهم .كما روى عن ابن سيرين ومجاهد وسعيد بن جبير والثوري وإسحاق رحمهم الله.

ويرى أبو حنيفة ومحمد -فيما نقله الكرخي عنه -تخيير المتطوع في حالة القراء ة بين القعود والتربع والاحتباء .

وعن أبي يوسف أنه يحتبي، هذا ما اختاره الإمام خواهر زاده؛ لأن عامة صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم في آخر العمر كان محتبيا؛ ولأنه يكون أكثر توجها بأعضائه إلى القبلة.

وقال زفر :يقعد في جميع الصلاة كما في التشهد، هذا ما اختاره السرخسي.

وقال الفقيه أبو الليث :وعليه الفتوى لأنه المعهود شرعا في الصلاة.

وقال الشافعية في أصح الأقوال :إن المتطوع يقعد مفترشا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١١ ص ١٦٢، التربع في صلاة التطوع، مادة تربع)

وكيفية القعود في النفل كالمتشهد، على المختار وعليه الفتوى عند الحنفية والشافعية، ويندب التربع عند المالكية والحنابلة .ويجوز للقادر على القيام إتمام نفله قاعداً، بعد افتتاحه قائماً، بلا كراهة على الأصح (الفقه الاسلامي وادلته لوهبة بن مصطفى الزحيلي، ج٢، ص ١٠٦٩، القسم الاول: العبادات، الباب الثاني: الصلاة، الفصل الثامن : النوافل أو صلاة التطوع، أحكام فرعية لصلاة النافلة)

www.idaraghufran.org

دیوار وغیرہ کا سہارا حاصل کرلے، تو حنفیہ کے نزدیک ایسا کرنے میں اگرچہ کوئی گناہ تو نہیں لیکن بعض حضرات کے نزدیک مکروہ تنزیہی وخلافِ اولیٰ ہے، کیونکہ اس میں بظاہر ایک طرح کا سوءِ ادب پایا جاتا ہے۔

جبکہ دیگر اکثر فقہائے کرام کے نزدیک سنت ونفل نماز کھڑے ہونے کی حالت میں سہارا لے کر پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، کیونکہ جب سنت ونفل نمازوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت دے دی گئی ہے، اور اس میں کوئی سوءِ ادب نہیں سمجھا گیا، تو کھڑے ہو کر سہارے کے ساتھ پڑھنا اس سے ہلکے درجہ کی چیز ہے، و هو الراجح عندنا۔

اور اگر کسی عذر کی وجہ سے سہارا حاصل کرے، تو پھر کسی کے نزدیک بھی کراہت نہیں ہے۔ [1]

---

[1] عن هلال بن يساف، قال :قدمت الرقة، فقال لى بعض أصحابى :هل لک فى رجل من أصحاب النبى، صلى الله عليه وسلم؟ قال :قلت :غنيمة، فدفعنا إلى وابصة، قلت لصاحبى :نبدأ فننظر إلى دله، فإذا عليه قلنسوة لاطئة ذات أذنين، وبرنس خز أغبر، وإذا هو معتمد على عصا فى صلاته، فقلنا بعد أن سلمنا، فقال :حدثتنى أم قيس بنت محصن، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما أسن وحمل اللحم، اتخذ عمودا فى مصلاه يعتمد عليه (سنن أبى داود، رقم الحديث ۹۴۸، باب الرجل يعتمد فى الصلاة على عصا)

الاستناد فى النفل: قال النووى :الاتكاء فى صلاة النفل جائز على العصى ونحوها باتفاق العلماء إلا ابن سيرين فقد نقلت عنه كراهته .وقال مجاهد :ينقص من أجره بقدره.

وقد فصل الحنفية فقالوا :أنه مكروه فى التطوع كما هو مكروه فى الفرض.

لكن لو افتتح التطوع قائما ثم أعيا -أى كل وتعب -فلا بأس عليه أن يتوكأ على عصا أو حائط أو نحو ذلک.

وإنما فرق الجمهور بين الاستناد فى الفرض فمنعوه، وأجازوه فى النفل، لأن النفل تجوز صلاته من جلوس دون قيام، فكذا يجوز الاستناد فيه مع القيام(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۴،ص۱۰۶ ،ماده استناد، الاستناد فى النفل)

ولا شک فى كراهة الإتكاء فى الفرض لغير ضرورة كما صرحوا به لا فى النفل على الأصح كما فى المجتبى(البحر الرائق،ج۲،ص۲۲ ،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(وللمتطوع الاتكاء على شىء) كعصا وجدار (مع الإعياء) أى التعب بلا كراهة وبدونه يكره (و) له (القعود) بلا كراهة مطلقا هو الأصح ذكره الكمال وغيره(الدر المختار)

(قوله وللمتطوع إلخ) لعل وجهه أن التطوع قد يكثر كالتهجد فيؤدى إلى التعب فلم يكره له

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۶ ...... جب کوئی شخص کھڑے ہوکر یا زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک حقیقی سجدہ ضروری ہے، کیونکہ نفل نماز میں قیام پر قدرت ہونے کے باوجود قیام تو معاف ہے، مگر نفل نماز میں سجدے کا مسئلہ فرضوں کی طرح ہے۔

لہٰذا سنت اور نفل نمازوں کے درست ہونے کے لیے حقیقی سجدہ پر قادر شخص کے لئے حقیقی سجدہ کرنا ضروری ہے، صرف سجدے کا اشارہ کردینے سے سجدے کا فرض ادا نہ ہوگا اور سنت و نفل نماز بھی درست نہ ہوگی، الا یہ کہ کوئی سواری پر سفر کررہا ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الاتكاء بخلاف الفرض فإن زمنه يسير وإلا فالمفترض إن عجز فقد مر حكمه وإن تعب فالظاهر أنه لا يكره له الاتكاء تأمل.

(قوله وبدونه يكره) أى اتفاقا لما فيه من إساءة الأدب شرح المنية وغيره، وظاهره أنه ليس فيه نهى خاص فتكون الكراهة تنزيهية تأمل (قوله وله القعود) أى بعد الافتتاح قائما (قوله بلا كراهة مطلقا) أى بعذر ودونه؛ أما مع العذر فاتفاقا وأما بدونه فيكره عند الإمام على اختيار صاحب الهداية، ولا يكره على اختيار فخر الإسلام وهو الأصح لأنه مخير فى الابتداء بين القيام والقعود فكذا فى الانتهاء وأما الاتكاء فإنه لم يخير فيه ابتداء بلا عذر بل يكره فكذا الانتهاء .وأما عندهما فلا يجوز إتمامها قاعدا بلا عذر بعد الافتتاح قائما وهذا إن قعد فى الركعة الأولى أو الثانية، أما فى الشفع الثانى فينبغى أن يجوز عندهما أيضا فى غير سنة الظهر والجمعة وتمامه فى شرح المنية(رد المحتار، ج۲،ص ۱۰۱،باب صلاة المريض)

[1] تطوع کے جواز کی جو حالت بیٹھ کر مشروع ہے، وہ نصفِ اعلیٰ کے قیام کے ساتھ ہے، جس میں رکوع وسجدہ حقیقت میں کرنا پایا جاتا ہے، اور تطوُّع کا بیٹھ کر بغیر عذر رکوع وسجدہ کے اشارہ کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں۔

اور اسی وجہ سے جس شخص نے نماز کی نذر ومنت مانی، تو اسے سواری پر بیٹھ کر یہ نماز پڑھنا جائز نہیں، الا یہ کہ سوار ہونے کی حالت میں ہی نذر مانی ہو، تو پھر امام کرخی کے نزدیک جائز ہے۔

فنقول :أصل الصلاة وإن كانت تطوعا لكن لها أركان لا تقوم بدونها، وواجبات تنتقص بفواتها وتغييرها عن محلها، فيحتاج إلى الجابر، مع أن النفل يصير واجبا عندنا بالشروع ويلتحق بالواجبات الأصلية فى حق الأحكام على ما يبين فى مواضعه (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۱۶۴، فصل واما بيان سبب الوجوب، كتاب الصلاة)

والقيام المطلق إنما يكون باستواء الشق الأعلى والأسفل والشق الأعلى أصل؛ لأن الآدمى لا يعيش إلا به والشق الأسفل تبع؛ لأنه يعيش بدونه .... فأما صلاة التطوع شرعت عند قيام النصف الأعلى، فإذا صلى قاعداً فقد صلى، قال :قيام النصف الأعلى وهو الشرط (المحيط البرهانى، ج ۱ ص ۲۹۶، كتاب الصلاة، الفصل الرابع فى كيفيتها)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۷...... حقیقی سجدہ یہ ہے کہ پیشانی یا اس کا بعض حصہ زمین پر یا ایسی چیز پر جو زمین پر ٹھہری ہوئی ہو رکھنا، اور اگر پیشانی یا اس کا بعض حصہ رکھنے پر قادر نہ ہو، تو پھر ناک کو زمین یا زمین پر ٹھہری ہوئی چیز پر رکھنا ضروری ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لا تجوز صلاة التطوع فيها بالإيماء مع القدرة على الركوع والسجود كما فى البيت(المحيط البرهانى، ج۲ص ۶۹، كتاب الصلاة، الفصل الرابع والعشرون فى الصلاة فى السفينة)

ولو صلى التطوع بالإيماء من غير عذر لا يجوز (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب التاسع فى النوافل، من المندوبات صلاة الضحىٰ)

صلاة التطوع مستلقيا بالإيماء مع القدرة على القعود لا تجوز(العناية شرح الهداية ، ج ا ص ۱۷۳،باب الامامة)

ولو نذر صلاة وهو راكب فقد ذكر الكرخى أنه يجوز أداؤها راكبا وفى الأصل لو نذر أن يصلى فصلى راكبا وفى الأصل لو نذر أن يصلى فصلى راكبا لم يجزه ، ولم يفصل بين ما إذا كان الناذر راكبا على الدابة أو على الأرض(حاشيةُ الشلبى على تبيين الحقائق، ج ا ،ص ۱۷۶ ، باب الوتر و النوافل)

إن (نذر) على أن يصلى ركعتين فصلاهما راكباً من غير عذر لم يجزئه؛ لأن القدرة لم تنصرف إلى أتم الوجوه وأكملها، ألا ترى أن من نذر أن يصلى ركعتين، فصلاهما عند طلوع الشمس أو عند غروبها، أو عند زوالها لا يجوز، والمعنى ما ذكرنا كذلك ههنا (المحيط البرهانى، ج۲ص۵۷، الفصل الثالث والعشرون فى الصلاة على الدابة)

؎ وضع الجبهة على الأرض فى السجود:

ذهب جمهور الفقهاء (المالكية والشافعية والحنابلة والصاحبان من الحنفية) إلى أن أقل السجود وضع بعض جبهة المصلى على ما يصلى عليه من الأرض، أو غيرها، فتفرض السجدة على أيسر جزء من الجبهة لمن كان قادرا، وذلك فى الجملة، حتى لو ترك السجود عليها حال الاختيار لا يجزيه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۵، ص۱۰۵، مادة "جبهة")

والسجود فى الاصطلاح :وضع الجبهة أو بعضها على الأرض، أو ما اتصل بها من ثابت مستقر على هيئة مخصوصة فى الصلاة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۳، ص۱۲۷، مادة "ركوع")

وضع الأنف على الأرض فى السجود:

ذهب جمهور الفقهاء وهم المالكية والشافعية، وأبو يوسف ومحمد صاحبا أبى حنيفة، وعطاء وطاوس وعكرمة والحسن وابن سيرين وأبو ثور والثورى، وهو رواية عن أحمد، إلى أنه لا يجب السجود على الأنف مع الجبهة .... وذهب الحنابلة وهو قول عند المالكية وسعيد بن جبير وإسحاق والنخعى وأبو خيثمة وابن أبى شيبة :إلى وجوب السجود على الأنف مع الجبهة ....

وذهب أبو حنيفة إلى أنه مخير بين السجود، على الجبهة وبين السجود على الأنف، وأن الواجب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور اگر سجدہ والی جگہ قدموں والی جگہ سے معمولی اونچی ہو، جس کی مقدار بعض حضرات نے ایک بالشت بیان کی ہے، تو بھی بعض حضرات کے نزدیک سجدہ کرنا معتبر اور درست ہوجاتا ہے۔ ۱؎

لہٰذا جو شخص کرسی پر بیٹھ کر سنت ونفل نماز پڑھ رہا ہے، تو وہ اگر زمین پر سجدہ کرنے پر قادر ہے، تو اس کو کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے زمین پر سجدہ کو ترک کرکے ہوا میں اشارہ سے سجدہ کرنا (یا نشست گاہ کے برابر یا اس سے معمولی اونچی کسی چیز پر پیشانی یا ناک ٹیک کر سجدہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هو السجود على أحدهما فلو وضع أحدهما فى حالة الاختيار جاز، غير أنه لو وضع الجبهة وحدها جاز من غير كراهة ولو وضع الأنف وحده جاز مع الكراهة.

قال ابن المنذر :لا يحفظ أن أحدا سبقه إلى هذا القول، ولعله ذهب إلى أن الجبهة والأنف عضو واحد، لأن النبى صلى الله عليه وسلم لما ذكر الجبهة أشار إلى أنفه .والعضو الواحد يجزء السجود (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص۲۰۷، وص۲۰۸، ملخصاً، مادة "سجود")

السجود : من أركان الصلاة السجود فى كل ركعة مرتين .وقد انعقد الإجماع على ذلك لقوله تعالى :(اركعوا واسجدوا) ولحديث المسىء صلاته ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ، وحد المالكية السجود بأنه مس الأرض، أو ما اتصل بها من ثابت بالجبهة، فلا يجزء السجود على نحو السرير المعلق، ويتحقق السجود عندهم بوضع أيسر جزء من الجبهة بالأرض أو ما اتصل بها، ويشترط استقرارها على ما يسجد عليه، فلا يصح على تبن أو قطن .... ثم إن محل وجوب الوضع إذا لم يتعذر وضع شىء منها، وإلا فيسقط الفرض (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۶۶، وص۶۷، ملخصاً، مادة "صلاة")

وإذا لم يستطع المصلى تمكين جبهته من الأرض لعلة بها، اقتصر على الأنف عند الحنفية والمالكية والحنابلة، وزاد الشافعية:

إن كان بجبهته جراحة عصبها بعصابة وسجد عليها، ولا إعادة عليه على المذهب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۲۶۳، مادة "صلاة المريض")

۱؎ ومن شروط صحة السجود عدم ارتفاع محل السجود عن موضع القدمين باكثر من نصف ذراع ليتحقق صفة الساجد ،والارتفاع القليل لايضر ،وان زاد على نصف ذراع لم يجز السجود اى لم يقع معتدابه (مراقى الفلاح ص۱۲۶، كتاب الصلاة)

بل يظهر لى انه لو كان قادرا على وضع شيئ على الارض مما يصح السجود عليه انه يلزمه ذلك لانه قادرعلى الركوع والسجود حقيقة ولايصح الايماء بهمامع القدرة عليهما بل شرطه تعذرهما كما هو موضوع المسئلة (ردالمحتار ج۲ص۹۹، باب صلاة المريض)

www.idaraghufran.org

کرنا) درست نہیں، البتہ اگر کوئی شخص سواری پر سوار ہو، تو اس کا معاملہ الگ ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ [1]

(تفصیل کے لیے ہماری دوسری کتاب ''کرسی پر اور مریض کی نماز کے احکام'' ملاحظہ فرمائیں)

---

[1] اکثر فقہائے کرام نوافل کو لیٹ کر پڑھنے کے جواز کے قائل نہیں؛ کیونکہ اس میں نماز کی مکمل ہیئت تبدیل ہوجاتی ہے، اور حقیقی سجدہ پر قادر شخص کو اشارہ سے سجدہ کرنا جائز نہیں، خواہ نمازِ تطوع کیوں نہ ہو، جیسا کہ گزرا۔

البتہ شوافع کے ایک قول کے مطابق نوافل کو لیٹ کر پڑھنا جائز ہے، مگر راجح اُن کے نزدیک بھی یہی ہے کہ رکوع وسجدہ کے وقت بیٹھ جائے، اور بیٹھ کر رکوع کرے، اور حقیقی سجدہ کرے؛ رکوع وسجدہ کے اشارہ پر اکتفاء کرنا جائز نہیں؛ لہٰذا اس قول کے مطابق بھی سنت ونوافل کو کرسی پر بیٹھ کر پڑھنے والے کے لیے اشارہ سے سجدہ کرنا جائز نہ ہوگا، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے؛ اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ رکوع وسجدہ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ رکوع انحناء کا نام ہے، اور سجدہ وضعُ الجبهة کا نام ہے، نہ کہ انحناءُ الجبهة کا؛ لہٰذا جب سجدہ کے لئے وضعُ الجبهة نہیں ہوگا، تو وہ ایک طرح سے انحناء کہلائے گا، جو کہ ایک حیثیت سے رکوع ہوگا، اور اس سے سجدہ کا فریضہ ادا نہ ہوگا؛ برخلاف معذور وغیر قادر کے، کہ اس کے لئے انحناء کو دفعِ حرج کے لئے وضع کا درجہ دے دیا گیا ہے، جس سے قادر شخص خارج ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو لوگ حقیقی سجدہ پر قادر ہونے کے باوجود کُرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، اور وہ ہوا میں سر جھکا کر یا نشست گاہ سے معمولی اونچی چیز پر پیشانی ٹِکا کر سجدہ کرتے ہیں، اُن کی نماز باتفاقِ فقہاء درست نہیں ہے، اور فرائض کا معاملہ تطوُّع سے بھی زیادہ نازک ہے؛ اور جو لوگ حقیقی سجدہ پر قادر نہ ہوں، وہ اس بحث سے خارج ہیں۔ کما مر۔

أ -الركوع:

الركوع نوع من الانحناء ، إلا أنه فى الصلاة على هيئة مخصوصة سيأتى بيانها.

ب -السجود:

السجود وضع الجبهة على الأرض، وهو يجتمع مع الانحناء بجامع الميل، إلا أن الميلان فى السجود أكثر بوصول الجبهة إلى الأرض.

ج -الإيماء :

الإيماء هو أن تشير برأسك أو بيدك أو بعينك أو بحاجبك أو بأقل من هذا، كما يومء المريض برأسه للركوع والسجود .وقد يكون الإيماء بدون انحناء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦، ص ٣٢٢، مادة "انحناء")

قال الرافعى إذا جوزنا الاضطجاع فى النفل مع قدرته فهل يجزء الاقتصار على الإيماء بالركوع والسجود أم يشترط أن يركع ويسجد كالقاعد فيه وجهان أصحهما الثانى قال إمام الحرمين عندى أن من جوز الاضطجاع لا يجوز الاقتصار فى الأركان الذكرية كالتشهد والتكبير وغيرهما على ذكر القلب وهذا الذى قاله إمام الحرمين لابد منه فلا يجزى ذكر القلب قطعا لأنه حينئذ لا يبقى للصلاة صورة أصلا وإنما ورد الحديث بالترخيص فى القيام والقعود فيبقى ما عداهما على مقتضاه (المجموع شرح المهذب، ج٣، ص٢٧٦، كتاب الصلاة، فرع فى مسائل تتعلق بالقيام)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۸...... اگر کوئی شخص سواری پر سفر کررہا ہو اور وہ شرعی مسافر ہو، تو اس کو تو تمام فقہائے کرام کے نزدیک بلا شبہ چلتی ہوئی سواری پر بیٹھے بیٹھے نفل نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ کئی احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر کی حالت میں سواری پر نماز پڑھنا ثابت ہے۔

اور جو شخص سواری پر سوار ہو، اور وہ شہر وآبادی سے باہر ہو، لیکن شرعی اعتبار سے مسافر نہ ہو، تو اس کو بھی اکثر فقہائے کرام کے نزدیک چلتی سواری پر بیٹھے بیٹھے نفل نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ کئی احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ منورہ سے باہر عام سفر میں سواری پر نماز پڑھنا ثابت ہے۔

اور جو شخص مقیم ہونے کی حالت میں آبادی وشہر کی حدود میں سواری پر سوار ہو تو اس کو دیگر فقہائے کرام کے نزدیک سواری پر بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ عام طور پر احادیث میں آبادی سے باہر ہی سواری پر نماز پڑھنے کا ذکر ملتا ہے، البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو سواری پر بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ بعض احادیث میں سفر وآبادی کی قید اور شرط کے بغیر سواری پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ذکر آیا ہے "وھو الراجح عندنا"[1]

---

[1] اور جن روایات میں سفر میں پڑھنے کا ذکر پایا جاتا ہے وہ اس کے منافی نہیں ہیں، کیونکہ شہر وآبادی سے باہر اور سفر میں بدرجہ اولیٰ جائز ہے، اور سواری پر سوار ہونے کی صورت میں جس طرح آبادی سے باہر اور سفر میں نوافل ادا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح آبادی میں بھی ہوتی ہے، خاص کر جبکہ آبادی بھی آج کل کی طرح سے غیر معمولی وسیع ہو، اور کسی شخص کا آبادی کی حدود میں سواری پر چلنے کا زیادہ مشغلہ ہو، اور عدمِ جواز کی صورت میں بہت سے لوگ نوافل سے محروم ہو جائیں گے، اور نوافل میں توسع کا تقاضا بھی یہی ہے۔

اتفق الفقهاء على أنه يجوز للمسافر صلاة النفل على الراحلة حيثما توجهت به.

والدليل على ذلک قول الله تعالى :(ولله المشرق والمغرب فأينما تولوا فثم وجه الله قال ابن عمر -رضى الله تعالى عنهما :-نزلت فى التطوع خاصة، وعن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسبح على ظهر راحلته حيث كان وجهه وعن جابر -رضى الله عنه - كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى على راحلته حيث توجهت، فإذا أراد الفريضة نزل فاستقبل القبلة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۹......سواری پر نفل اور سنت (خواہ مؤکدہ ہوں، یا غیر مؤکدہ) دونوں قسم کی نمازیں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأجمعوا على أن صلاة التطوع على الراحلة فى السفر الطويل الذى تقصر فيه الصلاة جائزة.
وأما السفر القصير، وهو ما لا يباح فيه القصر فإن الصلاة على الراحلة جائزة عند الحنفية والشافعية والحنابلة، وهو قول الأوزاعى والليث والحسن بن حيي.
وقال مالک :لا يباح إلا فى سفر طويل؛ لأنه رخصة سفر فاختص بالطويل كالقصر.
واستدل الأولون بالآية المذكورة، وقول ابن عمر فيها، وحديثه الذى قال فيه :إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوتر على البعير .
والمشهور عند الحنفية :أنه لا يشترط السفر وإنما قيدوا جواز النفل .على الراحلة بما إذا كان المصلى خارج المصر محل القصر، أى فى المحل الذى يجوز للمسافر قصر الصلاة فيه .
وأجاز أبو يوسف من الحنفية التنفل على الراحلة فى المصر وقال :حدثنى فلان -وسماه -عن سالم عن ابن عمر -رضى الله عنهما -أن النبى صلى الله عليه وسلم ركب الحمار فى المدينة يعود سعد بن عبادة -رضى الله تعالى عنهما -وكان يصلى وهو راكب وأجاز ذلک محمد مع الكراهة مخافة الغلط لما فى المصر من كثرة اللغط .
كما أجاز التنفل على الدابة فى المصر بعض الشافعية كأبى سعيد الإصطخرى والقاضى حسين وغيرهما، وكان أبو سعيد الإصطخرى محتسب بغداد يطوف السكك وهو يصلى على دابته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧، ص٢٢٨، ص ٢٢٩، مادة صلاة، الصلاة على الراحلة)
وأما صلاة التطوع فإنه تجوز على الدابة كيفما كان الراكب مسافرا أو غير مسافر بعد أن يكون خارج المصر وإن كان قادرا على النزول ،وهذا قول عامة العلماء .
وقال بعضهم لا يجوز إلا فى حق المسافر فأما فى حق من خرج إلى بعض القرى فلا يجوز لأن الحديث ورد فى السفر والصحيح قول عامة العلماء لما روى أنه عليه السلام خرج إلى خيبر وكان يصلى على الدابة تطوعا وليس بين المدينة وخيبر مدة سفر وأما التطوع على الدابة فى المصر فلا يجوز فى ظاهر الرواية وعن أبى يوسف يجوز استحسانا (تحفة الفقهاء، ج ا ، ص ١٥٥ ، كتاب الصلاة، فصل ثم الصلاة على الراحلة)
ولم يذكر فى ظاهر الرواية التطوع على الدابة فى المصر. قال الحاكم فى الكتاب :قال أبو حنيفة رحمه الله :لا يصلى النافلة على الدابة فى المصر، وقال أبو يوسف :لا بأس بذلک، قال شمس الأئمة الحلوانى رحمه الله :قال فى الكتاب :لا يصلى النافلة على الدابة فى المصر، ولكن لم يذكر أنه لو صلى يجزئه . وذكر الفقيه أبو جعفر فى غريب الروايات ، وقال :إنى لا أعرف مذهب أبى حنيفة فى هذه المسألة، وذكر شمس الأئمة السرخسى رحمه الله فى الهارونيات أنه لا يجوز التطوع على الدابة فى المصر عند أبى حنيفة، وعند أبى يوسف لا بأس به، وعند محمد يجوز ويكره......... وحكى أن أبا يوسف رحمه الله لما سمع هذا الجواب عن أبى حنيفة رحمه الله، قال :حدثنى فلان، وسماه عن سالم عن ابن عمر رضى الله عنهما :أن النبى عليه السلام ركب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پڑھنا جائز ہے، اور اکثر فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک وتر کی نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سواری پر بلا عذر وتر کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق فجر کی سنتوں کا بھی یہی حکم ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۰...... سفر خواہ دینی کام کے لئے ہو، یا دنیاوی کام کے لئے، ہر ایک قسم کے سفر میں سواری پر نفل نماز پڑھنا جائز ہے "وهو مذهب الحنفية"

البتہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک جو سفر گناہ کے لئے ہو، مثلاً چوری کرنے یا ڈاکہ ڈالنے کے لئے، اس میں یہ اجازت نہیں "وهو قول الفقهاء الثلاثة غير الحنفية" [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحمار في المدينة، يقول سعد بن عبادة؛ وكان يصلي وهو راكب، فسكت أبو حنيفة ولم يرفع رأسه.

قيل :إنما لم يرفع رأسه رجوعاً منه.

وقيل :إنما لم يرفع رأسه؛ لأنه عده من شواذ الأخبار، وآحاده، ومثل هذا الخبر لا يكون حجة فيما تعم به البلوى، فأبو يوسف رحمه الله أخذ بهذا الحديث، ومحمد كذلك، إلا أنه كره ذلك في المصر لأن اللفظ يكثر فيها والكثرة ربما تمتلىء بالغلط في القراء ة، فلهذا يكره، قيل :اللفظ صور مهمة (المحيط البرهاني ج۲ ص۵۴، كتاب الصلاة،الفصل الثالث والعشرون في الصلاة على الدابة)

[1] والتطوع الجائز على الراحلة يشمل النوافل المطلقة والسنن الرواتب والمعينة والوتر وسجود التلاوة، وهذا عند جمهور الفقهاء المالكية والشافعية والحنابلة.

واستدلوا بأن النبي صلى الله عليه وسلم كان يوتر على بعيره، وكان يسبح على بعيره إلا الفرائض.

وعند الحنفية ما يعتبر واجبا عندهم من غير الفرائض كالوتر لا يجوز على الراحلة بدون عذر، وكذلك سجدة التلاوة وعن أبي حنيفة :أنه ينزل عن دابته لسنة الفجر؛ لأنها آكد من سائر السنن الرواتب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۲۹، مادة صلاة، الصلاة على الراحلة)

[2] وتجوز الصلاة على الراحلة تطوعا في السفر الواجب والمندوب والمباح، كسفر التجارة ونحوه، عند أبي حنيفة ومالك والشافعي. ولا يباح في سفر المعصية : كقطع الطريق، والتجارة في الخمر والمحرمات عند مالك والشافعي وأحمد؛ لأن الترخص شرع للإعانة على تحصيل المباح فلا يناط بالمعصية . وقال أبو حنيفة والثوري والأوزاعي :له ذلك؛ لأنه مسافر، فأبيح له الترخص كالمطيع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۲۹، وص ۲۳۰، مادة صلاة، الصلاة على الراحلة)

مسئلہ نمبر۱۱......سواری جس قسم کی بھی ہو، خواہ اونٹ کی ہو یا گھوڑے کی یا خچر کی یا گدھے کی، ہرایک پرسوار ہونے کی حالت میں نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔

اور یہی حکم آج کل کی سواریوں کا بھی ہے، جن میں جہاز، ریل، بس، کار، موٹر سائیکل وغیرہ بھی داخل ہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۲......نماز شروع کرنے کے لیے تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت ہاتھ اٹھانا اور قیام کے وقت آگے ہاتھ باندھنا، اور قعدہ وتشہد اور جلسہ کے وقت گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔ [2]

اور سواری پر سوار شخص کو شریعت نے کئی فرائض میں بھی رعایت دی ہے، مثلاً حقیقی رکوع و سجدہ، اور قبلہ کی طرف رخ کرنا فرض نہیں کیا گیا، اس لیے اگر سواری پر سوار شخص زبان سے تو

---

[1] وتجوز الصلاة للمسافر على البعير والفرس والبغل والحمار ونحو ذلك، ولو كان الحيوان غير مأكول اللحم، ولا كراهة هنا لمسيس الحاجة إليه، ولأنه صح أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يصلى على حماره النفل، غير أنه يشترط أن يكون ما يلاقى بدن المصلى على الراحلة وثيابه من السرج، والمتاع، واللجام طاهرا .وهذا كما يقول الشافعية، والحنابلة، وعامة مشايخ الحنفية كما ذكر فى الأصل.

وعن أبى حفص البخارى ومحمد بن مقاتل الرازى :أنه إذا كانت النجاسة فى موضع الجلوس أو فى موضع الركابين أكثر من قدر الدرهم لا تجوز، ولو كان على السرج نجاسة فسترها لم يضر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۲۹، مادة صلاة، الصلاة على الراحلة)

[2] اتفق الفقهاء على أنه يسن للمصلى عند تكبيرة الإحرام أن يرفع يديه؛ لما روى ابن عمر :أن رسول صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح الصلاة.

وقد نقل ابن المنذر وغيره الإجماع على ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتيةِ، ج۲۷، ۸۴، ماده: صلاة،رفع اليدين عند تكبيرة الإحرام)

ذهب جمهور الفقهاء -الحنفية والشافعية والحنابلة -إلى أن من سنن الصلاة القبض، وهو :وضع اليد اليمنى على اليسرى.

وخالف فى ذلك المالكية فقالوا :يندب الإرسال وكراهة القبض فى صلاة الفرض .وجوزوه فى النفل وقد سبق تفصيل ذلك فى مصطلح :(إرسال(الموسوعة الفقهية الكويتيةِ، ج۲۷، ۸۶، ماده: صلاة،وضع اليد اليمنى على اليسرى)

و "يسن "وضع اليدين على الفخذين "حال الجلسة "فيما بعد السجدتين "فيكون "كحالة التشهد"(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ج ۱، ص۲۶۸، كتاب الصلاة، فصل فى بيان سننها)

www.idaraghufran.org

سنت ونفل نماز شروع کرتے وقت تکبیرِ تحریمہ کے الفاظ کہہ لے،اوراس کے بعد کے اذکار و تسبیحات بھی زبان سے پڑھتا رہے،لیکن تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ نہ اٹھائے،اور قیام کے وقت ہاتھ نہ باندھے،تب بھی اس کی نماز درست ہوجاتی ہے،چنانچہ جس شخص نے سوار ہونے کی حالت میں سواری کی لگام ہاتھوں میں پکڑی ہوئی ہو،تو وہ اسی حالت میں سنت و نفل نماز پڑھ سکتا ہے۔[1]

مسئلہ نمبر۱۳...... اگرسواری کی پشت یا اس کی زین (اورگاڑی کی نشست گاہ یعنی سیٹ) ناپاک ہو،تواس صورت میں بھی اس پر بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا جائز ہے،اوراس ناپاکی کوشریعت نے حرج وتنگی کی وجہ سے معاف قرار دے دیا ہے۔

البتہ اگرنماز پڑھنے والے کے جوتے ناپاک ہوں،توان کواتار دینا چاہیے۔[2]

---

[1] اوراگرکوئی شخص مثلاً موجودہ دورکی گاڑی چلا رہا ہو،اوراس کے ہاتھ اسٹیرنگ یا ہینڈل یا گیر لگانے میں مشغول ہوں، تولگام پرقیاس کرتے ہوئے اس صورت میں نفل نماز پڑھ لینےاورپیروں سے بریک وغیرہ لگانے کی گنجائش ہے۔

[2] لیکن اگر جوتے اُتارنے میں حرج لازم آتا ہو،جیسا کہ موٹرسائیکل اورسکوٹر چلانے والے کا معاملہ ہے کہ اس کو جوتے پہننا ضروری ہوتا ہے،اوربعض اوقات زمین پربھی جوتوں کے واسطہ سے پیروں کا سہارا لینا پڑتا ہے،تو پھرزین، رکاب اورسیٹ وغیرہ پرقیاس کرتے ہوئے ناپاک جوتوں میں بھی نفل نماز کی اجازت ہوگی۔للعلة المشتركة.

ولـم يشتـرط الـمصنف طهارة الدابة لأنها ليست بشرط على قول الأكثر سواء كان على السرج أو عـلـى الـركـابيـن أو الـدابة لأن فيها ضرورة فسقط اعتبارها(مجمع الانهر، ج ۱ ، ص۱۳۵، كتاب الصلاة، فصل فى التراويح)

ولـم يشترط المصنف طهارة الدابة لأنها ليست بشرط على قول الأكثر سواء كانت على السرج أو عـلـى الـركابين أو الدابة لأن فيها ضرورة فيسقط اعتبارها وصرح فى المحيط والكافى بأنه الأصح وفـى الـخـلاصة بـأنـه ظـاهر المذهب من غير تفصيل وعلله فى البدائع بأنه لما سقط اعتبار الأركان الأصلية فلأن يسقط شرط طهارة المكان أولى(البحر الرائق، ج۲، ص۶۹، التنفل راكبا)

(قـولـه وعـلله فى البدائع بأنه لما سقط إلخ) أقول :يـفـهـم من تخصيص السقوط لطهارة المكان أنه يـجـب عـلـيـه خلع النعلين لو كان فيهما نجاسة مانعة ولم أره صريحا فليراجع ثم رأيت فى النهر قال وقياس هذا ولو على المصلى أيضا مع أن ظاهر كلامهم المنع فى هذا والفرق قد يعسر فتدبر اهـ.

قلت :الـظـاهـر أنـه غيـر عسيـر لأن الـدابة ومـا يتبعها من السرج ونحوه مظنة النجاسة لنومها على عـذرتها وتمرغها بها فلو اشترط طهارتها لربما أدى إلى الحرج بخلاف المصلى إذ يمكنه خلع ثوبه المتنجس على أنه يندر بالنسبة إليها تأمل ثم رأيت بعض الفضلاء تعقب النهر بقوله الفرق أظهر من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۱۴۱ ...... اگر کوئی سواری پر سفر نہ کررہا ہو، بلکہ پیدل سفر کررہا ہو، تو اُس کو پیدل چلنے کی حالت میں نفل نماز پڑھنا بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک جائز نہیں، کیونکہ اس طرح پیدل چلنے کی حالت میں نفل نماز کا پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نار على علم وهو أنه لا ضرورة فيها على المصلي بخلاف ما في موضع الجلوس أو الركابين اهـ(منحة الخالق على البحر الرائق، ج٢، ص ٦٩، التنفل راكبا)

ثم نجاسة الدابة تمنع الجواز، فكذا نجاسة السرج بل أولى؛ لأنها أقل، من أصحابنا من قال :لم يرد محمد بقوله :وإذا كان بسرجه قذر أن يكون على سرجه نجاسة حقيقية، وإنما أراد به قذر الدابة الذي يتلطخ به الثوب، أما إذا كان على سرجه نجاسة حقيقية نحو رجيع الآدمي وما أشبه ذلك، وكانت في موضع الجلوس أو الركابين أكثر من قدر الدرهم تمنع الجواز، وهو قول الفقيه محمد بن مقاتل الرازي والشيخ الإمام الزاهد أبي حفص الكبير رحمهما الله.

وبعضهم قالوا :إذا كانت النجاسة في الركابين لا بأس به، وإن كان في موضع الجلوس يمنع الجواز، والحاكم الشهيد يشير إلى أن كل ذلك على السواء وشيء منها لا يمنع الجواز؛ لأن هذا أمر بني على الخفة والرخصة وطهارة السرج والركابين نادر، فلا يشترط طهارتها؛ ولأنه قد سقط عنه القيام والسجود وذلك ركن وطهارة المكان شرط والركن أقوى من الشرط، فسقوط الركن يدل على سقوط الشرط من طريق الأولى(المحيط البرهاني ج٢، ص ٥٤، الفصل الثالث والعشرون في الصلاة على الدابة)

۱ البتہ حنابلہ کے نزدیک اور شافعیہ کے اصح قول کے مطابق پیدل چلنے کی حالت میں فی الجملہ نفل نماز جائز ہے، ولكل من المذهبين في المسألة تفصيل.

مذهب أبي حنيفة، ومالك، وإحدى الروايتين عن أحمد، وهو كلام الخرقي من الحنابلة :أنه لا يباح للمسافر الماشي الصلاة في حال مشيه، لأن النص إنما ورد في الراكب، فلا يصح قياس الماشي عليه، لأنه يحتاج إلى عمل كثير، ومشي متتابع ينافي الصلاة فلم يصح الإلحاق.

ومذهب عطاء، والشافعي، وهو ثانية الروايتين عن أحمد اختارها القاضي من الحنابلة :أن له أن يصلي ماشيا قياسا على الراكب، لأن المشي إحدى حالتي سير المسافر، ولأنهما استويا في صلاة الخوف فكذا في النافلة .والمعنى فيه أن الناس محتاجون إلى الأسفار، فلو شرطا فيها الاستقبال للتنفل لأدى إلى ترك أورادهم أو مصالح معايشهم.

ومذهب الحنابلة، والأصح عند الشافعية :أن عليه أن يستقبل القبلة لافتتاح الصلاة، ثم ينحرف إلى جهة سيره، قال الشافعية :ولا يلزمه الاستقبال في السلام على القولين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤، ص ٧٥، استقبال المتنفل على الراحلة في السفر، مادة "استقبال")

ذهب الشافعية والحنابلة في الجملة إلى جواز التنفل ماشيا ولكل من المذهبين في المسألة تفصيل:

فقال الشافعية :يجوز التنفل ماشيا، وعلى الراحلة سائرة إلى جهة مقصده في السفر الطويل، وكذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۱۵...... چلتی سواری پرسنت ونفل نماز پڑھنے کے جائز ہونے کی صورت میں اشارہ سے رکوع وسجدہ کرنا جائز ہے۔

البتہ سجدہ کا اشارہ رکوع سے زیادہ جھک کر کرنا چاہئے، تاکہ رکوع وسجدہ کی حالتوں میں امتیاز ہوجائے۔ [۱]

اور سواری پرسنت ونفل نماز پڑھنے کی صورت میں قبلہ کی طرف رُخ کرنا بھی ضروری نہیں، بلکہ جس طرف کو سواری جارہی ہے، اور سفر کرنے والے کا رخ ہے، اسی طرف منہ کرکے اشارہ سے رکوع وسجدے کے ساتھ نفل نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ ایسی صورت میں اسی سمت کو شریعت نے قبلہ کا حکم دے دیا ہے۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القصير على المذهب، ولا يجوز فى الحضر على الصحيح بل لها فيه حكم الفريضة فى كل شىء إلا القيام، وقال الإصطخرى :يجوز للراكب والماشى فى الحضر مترددا فى جهة مقصده، واختار القفال الجواز بشرط الاستقبال فى جميع الصلاة.

وقال الحنابلة :تصح الصلاة بدون الاستقبال لمتنفل راكب وماش فى سفر غير محرم ولا مكروه، ولو كان السفر قصيرا لقوله تعالى :(ولله المشرق والمغرب فأينما تولوا فثم وجه الله، قال ابن عمر رضى الله عنهما :نزلت فى التطوع خاصة، ولما ورد أن ابن عمر كان يصلى فى السفر على راحلته أينما توجهت يومء، وذكر عبد الله أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يفعله، وكان ابن عمر رضى الله عنهما يفعله، ولم يفرق بين طويل السفر وقصيره، وألحق الماشى بالراكب لأن الصلاة أبيحت للراكب لئلا ينقطع عن القافلة فى السفر وهو موجود فى الماشى.ولا تجوز صلاة الماشى عند الحنفية والمالكية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷، ص۳۳۷،وص۳۳۸، التنفل ماشيا، مادة "مشى")

[۱] من جازت له الصلاة على الراحلة فإنه يومء فى صلاته بالركوع والسجود، ويجعل سجوده أخفض من ركوعه، قال جابر :بعثنى رسول الله صلى الله عليه وسلم فى حاجة فجئت وهو يصلى على راحلته نحو المشرق، والسجود أخفض من الركوع.وروى البخارى :أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يصلى فى السفر على راحلته حيث توجهت به يومء إيماء صلاة الليل إلا الفرائض.

قال ابن عرفة من المالكية :من تنفل فى محمله فقيامه تربع، ويركع كذلك ويداه على ركبتيه فإذا رفع رفعهما، ويومء بالسجود وقد ثنى رجليه، فإن لم يقدر أومأ متربعا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۲۳۳، كيفية الصلاة على الراحلة، مادة "صلاة")

[۲] اور اگر ایسی سیٹ پر بیٹھ کر سفر کررہا ہو کہ سیٹ کا رخ دوسری سمت میں ہو، جبکہ وہ سواری کسی اور سمت میں جارہی ہو، جیسا کہ آج کل ریل اور بعض بسوں وغیرہ میں ہوتا ہے، تو قواعد کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرف کہ رخ کرکے بیٹھا ہوا ہو، اسی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر نماز شروع کرتے یعنی تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنا ممکن ہو، تو تکبیرِ تحریمہ کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنا حنفیہ سمیت بعض فقہاء کے نزدیک مستحب اور بعض دیگر حضرات کے نزدیک واجب ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

طرف رخ کر کے نفل نماز پڑھنا جائز ہوگا۔

اتفق الفقهاء على جواز التنفل على الراحلة فى السفر لجهة سفره ولو لغير القبلة ولو بلا عذر، لأنه صلى الله عليه وسلم :كان يصلى على راحلته فى السفر حيثما توجهت به وفسر قوله تعالى : (فأينما تولوا فثم وجه الله) بالتوجه فى نفل السفر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴، ص۷۵، استقبال المتنفل على الراحلة فى السفر، مادة "استقبال")

۱؎ مصلى النافلة على الراحلة لا يلزمه استقبال القبلة، بل يصلى حيثما توجهت الدابة أو صوب سفره كما يقول المالكية، وتكون هذه عوضا عن القبلة، وقد كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى على راحلته حيث توجهت به، أى جهة مقصده، فإذا أراد الفريضة نزل فاستقبل القبلة والحكمة فى التخفيف على المسافر :أن الناس محتاجون إلى الأسفار .فلو شرط فيها الاستقبال لأدى إلى ترك أورادهم أو مصالح معايشهم. غير أن المصلى إذا أمكنه افتتاح الصلاة إلى القبلة، وهذا إذا كانت الدابة سهلة غير مقطورة بأن كانت واقفة أو سائرة وزمامها بيده فإنه يجب عليه استقبال القبلة عند الإحرام، وهذا عند الشافعية .وهو رواية عند الحنابلة ورأى ابن حبيب من المالكية، ورواية ابن المبارك من الحنفية -واستدلوا بما رواه أنس :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا سافر فأراد أن يتطوع استقبل بناقته القبلة فكبر ثم صلى حيث وجهه ركابه، ولأنه أمكنه استقبال القبلة فى ابتداء الصلاة فلزمه ذلك كالصلاة كلها .وفى قول عند الشافعية :يشترط الاستقبال فى السلام - أيضا -لأنه آخر طرفى الصلاة فاشترط فيه ذلك .والرواية الثانية عند الحنابلة -وهو قول عند الشافعية :-لا يلزمه ذلك يعنى فى السلام لأن الافتتاح جزء من أجزاء الصلاة. فأشبه سائر أجزائها؛ ولأن ذلك لا يخلو من مشقة فسقط شرط الاستقبال فى السلام . وعند الحنفية يستحب ذلك ولا يجب، وإن لم يسهل استقبال القبلة بأن كانت الدابة سائرة وهى مقطورة، ولم يسهل انحرافه عليها أو كانت جموحا لا يسهل تحريفها فلا يجب الاستقبال؛ لما فى ذلك من المشقة واختلال أمر السير عليه، فيحرم إلى جهة سيره. وفى قول عند الشافعية :يجب عليه الاستقبال مطلقا سواء سهل عليه ذلك أم لا، فإن تعذر لم تصح صلاته. وإن كان المصلى على الراحلة فى مكان واسع كمحمل واسع وهودج ويتمكن من الصلاة إلى القبلة والركوع والسجود فعليه استقبال القبلة فى صلاته ويسجد على ما هو عليه إن أمكنه ذلك؛ لأنه كراكب السفينة، وقال أبو الحسن الآمدى :يحتمل أن لا يلزمه شىء من ذلك كغيره لأن الرخصة العامة تعم ما وجدت فيه المشقة وغيره . هذا بالنسبة للتطوع، أما بالنسبة للفريضة فإنه يجوز ترك الاستقبال للعذر -فقط- على ما سبق بيانه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۳۱، وص ۲۳۲، قبلة المصلى على الراحلة، مادة "صلاة")

مسئلہ نمبر ۱۶...... فرض نماز کے لئے بشرطِ قدرت قیام کرنا، قبلہ کی طرف رخ کرنا، جگہ کا پاک ہونا اور پورا رکوع وسجدہ کرنا ضروری ہے۔

اس لئے چلتی سواری پر جب تک قیام، رکوع وسجود اور قبلہ کی طرف رُخ کرنے اور پاک جگہ پر نماز پڑھنے پر قدرت ہو، اُس وقت فرض نماز کو ان ارکان وشرائط کی ادائیگی کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔

اور جس رکن کو ادا کرنے کی قدرت نہ ہو، وہ معاف ہے۔ [1]

(اس کی مزید تفصیل ہماری دوسری کتاب ''نماز کے فضائل واحکام'' میں ملاحظہ فرمائیں)

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان

۵/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ 20/نومبر/2012ء بروز منگل

---

[1] الأصل أن صلاة الفريضة على الراحلة لا تجوز إلا لعذر، فعن جابر بن عبد الله -رضى الله عنه -أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يصلى على راحلته نحو المشرق فإذا أراد أن يصلى المكتوبة نزل فاستقبل القبلة.قال ابن بطال :أجمع العلماء على أنه لا يجوز لأحد أن يصلى الفريضة على الدابة من غير عذر . ولأن أداء الفرائض على الدابة مع القدرة على النزول لا يجوز .ولأن شرط الفريضة المكتوبة أن يكون المصلى مستقبل القبلة مستقرا فى جميعها، فلا تصح من الراكب المخل بقيام أو استقبال (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۳۰، صلاة الفريضة، مادة صلاة)

(۶)

سُنن ونوافل کا گھر میں اور بغیر جماعت کے پڑھنا

احادیث میں (تراویح وغیرہ کے علاوہ) عام سنت اور نفل نمازوں کو گھروں اور علیٰحدگی میں پڑھنے کی ترغیب وفضیلت آئی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عام طور پر سنت ونفل نمازوں کا گھر میں بغیر جماعت کے ہی پڑھنا ثابت ہے۔

البتہ چند ایک مواقع پر لوگوں کو جمع کئے اور دعوت دیئے اور اہتمام کئے بغیر چند افراد کو اپنے ساتھ نفل نماز میں شرکت کی اجازت دینا ثابت ہے۔

آگے اس کی احادیث کی روشنی میں تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اِجْعَلُوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا (بخاری) [1]

ترجمہ: تم اپنے گھروں میں بھی اپنی کچھ نمازیں پڑھا کرو، اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ (بخاری، مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی، اسی طرح گھروں میں نماز نہ پڑھ کر ان کو قبرستان نہ بنایا جائے، بلکہ مرد حضرات کو اپنے گھروں میں غیر فرض اور نفل نمازیں ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۴۳۲، باب كراهية الصلاة فى المقابر، مسلم، رقم الحديث ۷۷۷ "۲۰۹".

[2] (وعن ابن عمر قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-(اجعلوا فى بيوتكم) ، بكسر الباء وضمه (من صلاتكم) ، أى :بعض صلاتكم التى هى النوافل مؤداة فى بيوتكم، وقوله :من صلاتكم مفعول أول، وفى بيوتكم مفعول ثان، قدم على الأول للاهتمام بشأن البيوت، وإن من حقها أن يجعل لها نصيبا من الطاعات لتصير منورة ;لأنها مأواكم ومنقلبكم، وليست كقبوركم التى لا تصلح لصلاتكم، ولذا قال :(ولا تتخذوها) ، أى :بيوتكم (قبورا) : بأن تتركوا الصلاة فيها كما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا قَضٰى أَحَدُكُمُ الصَّلَاةَ فِىْ مَسْجِدِهٖ، فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهٖ نَصِيْبًا مِّنْ صَلَاتِهٖ، فَإِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِىْ بَيْتِهٖ مِنْ صَلَاتِهٖ خَيْرًا (مسلم) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز پوری کر چکے، تو اسے چاہئے کہ اپنے گھر کے لئے بھی اپنی نماز کا کچھ حصہ کرلے، پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں اس نماز کی وجہ سے خیر فرمادیں گے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ مرد حضرات جو نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں، مثلاً فرض نماز باجماعت، اور جمعہ کی نماز، اور تراویح وعیدین کی نماز وغیرہ، ان کو گھر سے باہر مسجد وغیرہ میں ادا کرنے کے بعد گھر میں بھی نوافل وغیرہ کا اہتمام کرنا چاہئے، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گھر میں مختلف طرح کی خیر اور برکت عطا فرماتے ہیں، جس میں فرشتوں کی گھر میں حاضری اور رزق اور عمروں میں برکت جیسی چیزیں شامل ہیں۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تتركونها فى المقابر، شبه المكان الخالى عن العبادة بالمقبرة والغافل عنها بالميت، وقيل لا تجعلوا بيوتكم مواطن النوم لا تصلون فيها، فإن النوم أخو الموت، وقيل :إن مثل ذاكر الله ومثل غير ذاكر الله كمثل الحى والميت الساكن فى البيوت، والساكن فى القبور، فالذى لا يصلى فى بيته جعله بمنزلة القبر، كما جعل نفسه بمنزلة الميت، وقيل :معناه لا تدفنوا فيها موتاكم ;لئلا يكدر عليكم معاشكم ومأواكم(مرقاة المفاتيح، ج۲ص ۶۰۱، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة)

قوله -صلى الله عليه وسلم - اجعلوا من صلاتكم فى بيوتكم ولا تتخذوها قبورا قلت هو محمول على النافلة(عمدة القارى، ج۲۲ص ۱۶۳، كتاب الادب،باب ما يجوز من الغضب والشدة لأمر الله)

[۱] رقم الحديث ۲۱۰ "۷۷۸"، باب استحباب صلاة النافلة فى بيته، وجوازها فى المسجد.

[۲] (إذا قضى أحدكم الصلاة فى مسجده) يعنى أدى الفرض فى محل الجماعة وخص المسجد لأن الغالب إقامتها فيه (فليجعل لبيته) أى محل سكنه (نصيبا) أى قسما (من صلاته) أى فليجعل الفرض فى المسجد والنفل فى بيته لتعود بركته على البيت وأهله كما قال (فإن الله تعالى جاعل فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَصَلُّوْا أَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ، فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ (بخاری) [1]

ترجمہ: اے لوگو! تم اپنے گھروں میں بھی نماز پڑھا کرو، کیونکہ آدمی کی افضل نماز اپنے گھر میں ہے، سوائے فرض نماز کے (بخاری، مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض نمازوں کے علاوہ عام نوافل کو گھر میں پڑھنا افضل ہے، البتہ جو نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں، جیسا کہ عیدین (عیدُ الفطر اور عیدُ الاضحیٰ) کی نماز اور گرہن اور استسقاء کی نماز، وہ مرد حضرات کو فرضوں کی طرح گھر میں پڑھنے کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بيته من صلاته) أى من أجلها وبسببها (خيرا) أى كثيرا عظيما كما يؤذن به التنكير لعمارة البيت بذكر الله وطاعته وحضور الملائكة واستبشارهم وما يحصل لأهله من ثواب وبركة وفيه أن النفل فى البيت أفضل منه فى المسجد (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۷۹۹، ج ۱ ص ۴۱۸، حرف الهمزة)

(وعن جابر قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إذا قضى أحدكم الصلاة) ، أى :أداها، وال للعهد الذهنى، أى :المكتوبة، كذا، قاله ابن حجر، ويحتمل أن المراد مطلق الصلاة التى يريد أن يصليها فى المسجد (فى مسجده) : وانصرف عنها وله بيت ينتقل إليه، (فليجعل لبيته نصيبا) ، أى :حصة وحظا (من صلاته) ، أى :ليعود عليه من بركة صلاته بأن يصلى النوافل والسنن فيه، بل القضاء أيضا (فإن الله تعالى جاعل) ، أى :خالق أو مصير (فى بيته من صلاته) ، أى :من أجلها (خيرا) : يعود على أهله بتوفيقهم وهدايتهم ونزول البركة فى أرزاقهم وأعمارهم، ولذا جعل النفل فى البيت أفضل، ولو كان المسجد خاليا بعيدا عن الرياء كذا، قاله ابن حجر .والظاهر أنه مقيد بمسجد لا تضاعف فيه الحسنة، أو مبنى على قول من يخص المضاعفة بالفريضة، أو بالنسبة لمن يخاف الرياء ، أو دفعا لوهم النفاق، أو حثا على الصلاة فى البيت فى الجملة من النوافل، ومع هذا تستثنى التراويح بالاتفاق لما سبق من فعله -عليه الصلاة والسلام -ولما تقرر عليه إجماع الصحابة(مرقاة المفاتيح ج۳ص ۹۶۲، كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان)

[1] رقم الحديث ۷۳۱، باب صلاة الليل، واللفظ لهٗ، مسلم، رقم الحديث ۲۱۳ ”۷۸۱“.

www.idaraghufran.org

بجائے جماعت سے ہی پڑھنا چاہیے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا أَفْضَلُ؟ اَلصَّلَاةُ فِيْ بَيْتِيْ أَوِ الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ؟ قَالَ: أَلَا تَرٰى إِلٰى بَيْتِيْ؟ مَا أَقْرَبَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَأَنْ أُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِيْ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ، إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَلَاةً مَكْتُوْبَةً (ابن ماجه) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے نماز کا اپنے گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ میرے گھر کو نہیں دیکھتے کہ وہ مسجد کے کتنا قریب ہے، اور مجھے اپنے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میں مسجد میں نماز پڑھوں، مگر یہ کہ فرض نماز ہو (ابنِ ماجہ؛ مسند احمد)

ان احادیث سے فرض نماز کے علاوہ نوافل کے گھروں میں پڑھنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

حضرت صہیب بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] (فصلوا، أيها الناس) : أمر استحباب (في بيوتكم) : فإنها معدة للنوافل لكونها أبعد من الرياء، (فإن أفضل صلاة المرء) : وهذا عام لجميع النوافل والسنن إلا النوافل التي من شعار الإسلام، كالعيد، والكسوف، والاستسقاء .(في بيته) : خبر إن، أي :صلاته في بيته .(إلا الصلاة المكتوبة) ، أي :المفروضة فإنها في المسجد أفضل، قال ابن حجر :وبه أخذ أئمتنا فقالوا :يسن فعل النوافل التي لا تسن فيها الجماعة في البيت، فهو أفضل منه في المسجد، ولو الكعبة والروضة الشريفة ;لأن فضيلة الاتباع تربو على فضيلة المضاعفة، ولتعود بركتها على البيت، ولأنه أبعد عن الرياء وإن خلا المسجد اهـ.

والظاهر أن الكعبة والروضة الشريفة تستثنيان للغرباء لعدم حصولهما في مواضع أخر، فتغتنم الصلاة فيهما قياسا على ما قاله أئمتنا :إن الطواف للغرباء أفضل من الصلاة النافلة، والله أعلم (مرقاة المفاتيح، ج٣ص ٩٦٥، كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان)

[2] رقم الحديث ١٣٧٨، باب ما جاء في التطوع في البيت؛ مسند احمد، رقم الحديث ١٩٠٠٧.

في حاشية مسند احمد: إسنادهٗ صحيح.

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَضْلُ صَلَاةِ الرَّجُلِ فِيْ بَيْتِهٖ عَلٰى صَلَاتِهٖ حَيْثُ يَرَاهُ النَّاسُ، كَفَضْلِ الْمَكْتُوْبَةِ عَلَى النَّافِلَةِ (المعجم الكبير للطبراني) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے اپنے گھر میں (نفل) نماز پڑھنے کی فضیلت اُس نماز پر جس کو لوگ دیکھیں، ایسی ہے، جیسا کہ فرض نماز کی فضیلت نفل نماز پر (طبرانی)

اور ایک روایت میں ابنِ صہیب اپنے دادا سے ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ مِثْلُ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ صَلَاةً فِي الْوَحْدَةِ، وَالصَّلَاةُ تَطَوُّعًا حَيْثُ لَا يَرَاهُ أَحَدٌ مِثْلُ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ صَلَاةً عَلٰى أَعْيُنِ النَّاسِ (الترغيب فى فضائل الأعمال لابن شاهين) [2]

---

[1] رقم الحديث ۷۳۲۲؛ معرفة الصحابة لابى نعيم، رقم الحديث ۳۸۰۹.
قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير، وفيه محمد بن مصعب القرقسانى ضعفه ابن معين وغيره ووثقه أحمد (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۴۹۶، باب التطوع فى البيوت)
وقال الالبانى:
قلت :وقيس بن الربيع ضعيف أيضاً.لكن له شاهد مرفوع، فقال أبو يعلى فى "مسنده -"بروايته المطوَّلة :-حدثنا إبراهيم بن سعيد :ثنا يحيى بن صالح عن جابر بن غانم السلفى عن أبى صهيب عن أبيه صهيب -رضى الله عنه -قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم ":-صلاة الرجل تطوعاً حيث لا يراه الناس تعدل صلاته على أعين الناس خمساً وعشرين ."وأخرجه الديلمى فى "مسند الفردوس ۲/ ۲۴۴ "من طريق أبى الشيخ عن عصام بن خالد :حدثنا جابر بن غانم :حدثنا ابن صهيب عن أبيه عن جده مرفوعاً به.قلت :وجابر بن غانم ومن دونه ثقات، لكن من فوقه :أبو صهيب -أو ابن صهيب وأبوه وجده لم أعرفهم، ولعل صهيباً هو جد ضمرة بن حبيب بن صهيب المذكور فى إسناد حديث الترجمة، ولكنى لم أجد له ترجمة، والله أعلم .لكن حديث الترجمة يشهد لمعناه (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۳۱۴۹)

[2] رقم الحديث ۶۷، باب فضل صلاة الجماعة والخطا إليها؛ المطالب العالية لابن حجر عن ابى يعلىٰ، رقم الحديث ۵۹۹.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی نماز تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں پچیس نمازوں کے برابر ہے؛ اور نفل نماز ایسے مقام پر پڑھنا کہ جہاں اُس کو کوئی نہ دیکھے، لوگوں کے سامنے پڑھی جانے والی نماز کے مقابلہ میں پچیس نمازوں کے برابر ہے (ابنِ شاہین)

حضرت ضمرہ بن حبیب رحمہ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

تَطَوُّعُ الرَّجُلِ فِيْ بَيْتِهٖ يَزِيْدُ عَلٰى تَطَوُّعِهٖ عِنْدَ النَّاسِ كَفَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ عَلٰى صَلَاةِ الرَّجُلِ وَحْدَهٗ (مصنف عبدالرزاق) ۱؎

ترجمہ: آدمی کا اپنے گھر میں نفل نماز پڑھنا اُس کے لوگوں کے سامنے نفل نماز پڑھنے پر فضیلت کے اعتبار سے اس طرح اضافہ کا باعث ہے، جیسا کہ جماعت کی نماز کو آدمی کے تنہا نماز پڑھنے پر فضیلت حاصل ہے (عبدالرزاق)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَضْلُ صَلَاةِ الرَّجُلِ فِيْ بَيْتِهٖ عَلٰى صَلَاتِهٖ، حَيْثُ يَرَاهُ النَّاسُ كَفَضْلِ الْفَرِيْضَةِ عَلَى التَّطَوُّعِ (شعب الايمان) ۲؎

۱؎ رقم الحديث ۴۸۳۵، باب التطوع فى البيت؛ مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۶۵۱۶، من أمر بالصلاة فى البيوت.

قال الالبانى:

قلت: وهذا إسناد صحيح، رجاله ثقات رجال مسلم؛ غير ضمرة هذا، وهو الزُّبَيدِى الحمصى، وهو تابعى ثقة، وظاهر إسناده الوقف، ولكنه فى حكم المرفوع؛ لأنه لا يقال بالرأى والاجتهاد؛ كما هو بيّن لا يخفى على العلماء. وقد روى مرفوعاً، فقال الطبرانى فى "المعجم الكبير (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۳۱۴۹)

۲؎ رقم الحديث ۲۹۸۹، كتاب الصلاة، باب تحسين الصلاة.

قال البيهقى رحمه الله ": وهذا فى صلاة النفل (شعب الايمان، حواله بالا)

وقال المنذرى: رواه البيهقى وإسناده جيد إن شاء الله تعالى (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۶۳۹، الترغيب فى صلاة النافلة فى البيوت)

Idara Ghufran

ترجمہ: آدمی کے اپنے گھر میں (نفل) نماز پڑھنے کی فضیلت اُس نماز پر جس کو لوگ دیکھیں، ایسی ہے، جیسا کہ فرض نماز کی فضیلت نفل نماز پر (بیہقی)

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ گھر میں اور تنہائی کے اندر نفل وسنت نماز کو لوگوں کے سامنے پڑھی جانے والی نفل وسنت نماز پر ایسی فضیلت حاصل ہے، جیسا کہ فرض نماز کو نفل نماز پر اور باجماعت فرض نماز کو تنہا نماز پر فضیلت حاصل ہے؛ اور وہ پچیس درجہ اور بعض روایات کے مطابق ستائیس درجہ زیادہ ہے۔ [1]

اوران احادیث سے ضمناً یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ عام سنت ونفل نمازوں کو تنہا بغیر جماعت کے پڑھنے میں فضیلت زیادہ ہے، کیونکہ جماعت سے پڑھے جانے کی صورت میں دوسروں کے سامنے پڑھنا پایا جاتا ہے، نیز گھر میں پڑھی جانے والی نماز بھی عام طور پر تنہا پڑھی جاتی ہے، اور جماعت سے پڑھی جانے والی نماز کی فضیلت مسجد میں زیادہ ہے۔

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تہجد اور صلاۃُ اللیل کا بلکہ عام سنت نمازوں کا بھی عموماً تنہا بغیر جماعت کے گھر میں ہی (مسجدِ نبوی کے متصل ہونے کے باوجود) ادا فرمانا ثابت ہے، اور جماعت کے ساتھ پڑھنا ثابت نہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ

---

[1] أبا هريرة، يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :صلاة الرجل فى الجماعة تضعف على صلاته فى بيته، وفى سوقه، خمسا وعشرين ضعفا (بخارى، رقم الحديث ۶۴۷، باب فضل صلاة الجماعة)

عن نافع، عن عبد الله بن عمر :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة (بخارى، رقم الحديث ۶۴۵، باب فضل صلاة الجماعة)

عن أبى سعيد الخدرى، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :صلاة الرجل فى جماعة تزيد على صلاته فى بيته خمسا وعشرين درجة (ابنِ ماجه، رقم الحديث ۷۸۸، باب فضل الصلاة فى جماعة)

تَطَوُّعِهٖ؟ فَقَالَتْ : كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، وَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ، وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ (مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل (وسنت) نماز کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے، پھر مسجد تشریف لے جا کر لوگوں کو (ظہر کی) نماز پڑھاتے تھے، پھر گھر میں داخل ہو کر دو رکعتیں پڑھتے تھے، اور لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے تھے، پھر گھر میں داخل ہو کر دو رکعتیں پڑھتے تھے، اور لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے تھے، اور میرے گھر آ کر پھر دو رکعت پڑھتے تھے (مسلم)

اور حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِنَا الْمَغْرِبَ فِيْ مَسْجِدِنَا فَلَمَّا سَلَّمَ مِنْهَا قَالَ : اِرْكَعُوْا هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِلسُّبْحَةِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٣٦٢٤) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، پھر ہمیں مغرب کی نماز ہماری مسجد میں پڑھائی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ تم مغرب کے بعد کی ان دو نفل (وسنت) رکعتوں کو اپنے گھروں میں پڑھو (مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل مبارک کے علاوہ صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام سے بھی

---

[1] رقم الحديث ٧٣٠ "١٠٥"، باب جواز النافلة قائما وقاعدا، وفعل بعض الركعة قائما وبعضها قاعدا، واللفظ لهٗ، سنن ابی داؤد، رقم الحديث ١٢٥١ .

[2] فی حاشية مسند احمد: إسناده حسن.

سنن ونوافل کا گھر میں ادا فرمانا ثابت ہے۔ [1]

بہرحال مذکورہ احادیث وروایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد حضرات کے لئے فرض نماز اور جماعت سے پڑھی جانے والی نمازوں (مثلاً نمازِ تراویح، نمازِ استسقاء، نمازِ کسوف وغیرہ)

---

[1] عن ضمرة بن حبيب ، عن رجل من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم ، قال : تطوع الرجل فى بيته يزيد على تطوعه عند الناس ، كفضل صلاة الرجل فى الجماعة على صلاته وحده (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۶۵۱۶، من أمر بالصلاة فى البيوت)

عن صالح مولى التوأمة، عن السائب بن خباب ، قال :كنت لا أصلى إلا فى المسجد ، فقال لى زيد بن ثابت :صلاة الرجل فى بيته أفضل من صلاته فى المسجد إلا المكتوبة، وصلاة الرجل فى بيته نور (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۶۵۲۰، من أمر بالصلاة فى البيوت)

عن طارق ، عن عاصم بن عمرو ؛ أن نفرا من أهل العراق قدموا على عمر ، فسألوه عن صلاة الرجل فى بيته ؟ فقال عمر :ما سألنى عنها أحد مذ سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عنها ، فقال :صلاة الرجل فى بيته نور ، فنوروا بيوتكم (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۶۵۲۱، من أمر بالصلاة فى البيوت)

عن عبد الله بن يزيد ، قال :رأيت السائب بن يزيد يصلى فى المسجد ، ثم يخرج قبل أن يصلى فيه شيئا .يعنى لا يتطوع (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث۶۴۲۳،كتاب الصلاة، من كان لا يتطوع فى المسجد)

عن إبراهيم ، قال :سئل حذيفة عن التطوع فى المسجد ؟ يعنى بعد الفريضة ، فقال : إنى لأكرهه ، بينما هم جميعا فى الصلاة إذا اختلفوا (ايضاً رقم الحديث ۶۴۲۴)

حدثنا وكيع ، قال :حدثنا الأعمش ، قال :ما رأيت إبراهيم متطوعا فى مسجد قومه (ايضاً رقم الحديث ۶۴۲۵)

عن نسير بن ذعلوق ، قال :ما رأيت الربيع بن خثيم متطوعا فى مسجد الحى قط (ايضاً رقم الحديث ۶۴۲۶)

عن مجاهد ، عن أبى معمر ، قال :إذا صليت المكتوبة فبيتك (ايضاً رقم الحديث ۶۴۲۷)

عن سفيان ، عن النعمان بن قيس ، قال :ما رأيت عبيدة متطوعا فى مسجد الحى إلا مرة (ايضاً رقم الحديث ۶۴۲۸)

عن عمران بن مسلم ، قال :كان سويد بن غفلة لا يصلى تطوعا بعد صلاة ، حتى ينفتل حين يسلم إلى بيته (ايضاً رقم الحديث ۶۴۲۹)

عن النعمان بن قيس ، عن عبيدة ، قال : كان لا يصلى فى مسجده شيئا بعد الفريضة (ايضاً رقم الحديث ۶۴۳۰)

Idara Ghufran

کے علاوہ عام نفل نماز بلکہ عام سنت نمازوں کا بھی تنہا بغیر جماعت کے گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ [1]

---

[1] (صلوا أيها الناس فى بيوتكم) أى النفل الذى لا تشرع جماعته (فإن أفضل صلاة المرء) أى الرجل يعنى جنسه (فى بيته إلا) الصلوات الخمس (المكتوبة) أى أو ما شرع فيه جماعة كعيد وتراويح ففعلها بالمسجد أفضل (خ عن زيد بن ثابت) الأنصارى كاتب الوحى بإسناد حسن (التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوى، تحت رقم الحديث ۵۰۱۳، حرف الصاد)

فيه استحباب النوافل الراتبة فى البيت كما يستحب فيه غيرها ولا خلاف فى هذا عندنا وبه قال الجمهور وسواء عندنا وعندهم راتبة فرائض النهار والليل قال جماعة من السلف الاختيار فعلها فى المسجد كلها وقال مالك والثورى الأفضل فعل نوافل النهار الراتبة فى المسجد وراتبة الليل فى البيت ودليلنا هذه الأحاديث الصحيحة وفيها التصريح بأنه صلى الله عليه وسلم،يصلى سنة الصبح والجمعة فى بيته وهما صلاتا نهار مع قوله صلى الله عليه وسلم أفضل الصلاة صلاة المرء فى بيته إلا المكتوبة وهذا عام صحيح صريح لا معارض له فليس لأحد العدول عنه والله أعلم (شرح النووى،باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن وبيان عددهن)

(ويدخل بيتى فيصلى ركعتين) : قال ابن الملك :فيه دليل على استحباب أداء السنة فى البيت، قيل :فى زماننا إظهار السنة الراتبة أولى ليعلمها الناس .اهـ.أى :ليعلموا علمها، أو لئلا ينسبوه إلى البدعة، ولا شك أن متابعة السنة أولى مع عدم الالتفات إلى غير المولى(مرقاة المفاتيح،باب السنن وفضائلها)

الأفضل فى السنن حتى سنة المغرب المنزل أى فلا يكره الفصل بمسافة الطريق(ردالمحتار، ج ا ص ۵۳۰، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فى بيان تاليف الصلاة الى انتهائها)

(والأفضل فى السنن المنزل) أى أن يصلى فيه لبعده عن الرياء لقوله -عليه الصلاة والسلام -أفضل صلاة الرجل فى بيته إلا المكتوبة (إلا التراويح) لأنها شرعت فى الجماعة (مجمع الانهر، ج ا ص۱۳۷، ۱۳۸، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، فصل فى التراويح)

(والأفضل فى السنن المنزل) لقوله -عليه الصلاة والسلام :-أفضل صلاة الرجل فى بيته إلا المكتوبة .قال :(إلا التراويح) لأنها شرعت فى جماعة، وقد بيناه(الاختيار لتعليل المختار، ج ا ص ۷۰، كتاب الصلاة، باب صلاة التراويح)

م :(والأفضل فى عامة السنن والنوافل المنزل) ش :أى الأفضل فى أكثر السنن والنوافل إقامتها فى المنزل، وإنما قدرنا هكذا لأن لفظ المنزل لا يصح أن يقع خبرا لقوله الأفضل، وإنما قال فى عامة السنن تنبيها على أن بعض المشايخ قالوا يصلى الركعتين بعد الظهر والركعتين بعد المغرب فى المسجد وما سواهما فى البيت .قال فى "المحيط "م :(والمروى عن النبى -عَلَيْهِ السَّلَامُ -) ش: أى روى البخارى ومسلم عن زيد بن ثابت -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -قال :احتجز رسول الله -عَلَيْهِ السَّلَامُ -حجرة ..الحديث، وفى آخره فعليكم بالصلاة فى بيوتكم إلا المكتوبة فإن خير صلاة المرء فى بيته إلا المكتوبة وأخرج أبو داود والترمذى والنسائى مختصرا ولفظ أبى داود :صلاة المرء فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراگر گھر میں نماز کا ماحول نہ ہو، تو پھر سنتیں مسجد میں ہی پڑھ لینا بہتر ہے۔

اورآج کل کیونکہ بہت سے لوگ اگر فرائض کے ساتھ مسجد میں سنتیں ادا نہ کریں، تو پھر وہ ان کو پڑھنے میں سستی اختیار کرتے ہیں، بلکہ گھر میں جا کر بھی ادا نہیں کرتے، ایسے لوگوں کے لئے سنت نمازوں کے مسجد میں پڑھ لینے میں ہی عافیت ہے۔ [1]

البتہ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ صرف چند موقعوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر کسی دعوت و تداعی واعلان کے چند افراد کو اپنے ساتھ نفل نماز میں شریک کرنا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَمَا هُوَ إِلَّا أَنَا، وَأُمِّي، وَأُمُّ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بيته أفضل من صلاته فى مسجدى هذا إلا المكتوبة به قال.

فإن قلت :يعارض هذا قوله -عَلَيْهِ السَّلَامُ :-صلاة فى مسجدى هذا أفضل من صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام .قلت :يحتمل هذا على الفرض أى صلاة مفروضة فى مسجدى هذا يدل على لفظ أبى داود صلاة المرء ..الحديث، وفى "الذخيرة "والسنن بعد الفرائض لا بأس بإتيانها فى المسجد فى مكان الصلاة، والأولى أن يتنحى عنه خطوة أو خطوتين والإمام يتنحى عن المكان الذى يصلى فيه الفريضة لا محالة، وفى "الجامع الصغير :"إذا صلى الرجل المغرب فى المسجد وخاف أن يرجع إلى بيته أن يشتغل عن السنة صلاها فى المسجد(البناية شرح الهداية، ج۲ص ۵۷۲، كتاب الصلاة، باب ادراک الفريضة)

[1] والأفضل فى السنن أداؤها فى المنزل إلا التراويح وقيل إن الفضيلة لا تختص بوجه دون وجه وهو الأصح لكن كل ما كان أبعد من الرياء وأجمع للخشوع والإخلاص فهو أفضل كذا فى النهاية وفى الخلاصة فى سنة المغرب إن خاف لو رجع إلى بيته شغله شأن آخر يأتى بها فى المسجد وإن كان لا يخاف صلاها فى المنزل وكذا فى سائر السنن حتى الجمعة والوتر فى البيت أفضل اهـ.(البحرالرائق، ج۲ص۵۳، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

وقال فى شرح المنظومة لابن الشحنة إن الأظهر نقص الثواب بالمنافى والأفضل الإتيان بالسنن فى البيت إن لم يخف شغلا حتى ما بعد الظهر والمغرب اهـ.

وقال فى الهداية الأفضل فى عامة السنن والنوافل المنزل اهـ.

وقال الكمال قال البعض يؤدى ما بعد الظهر والمغرب فى المسجد لا ما سواهما وعامتهم على إطلاق الجواب كما فى الكتاب وبه أفتى الفقيه أبو جعفر قال إلا أن يخشى أن يشتغل عنها إذا رجع فإن لم يخف فالأفضل البيت (حاشية الشرنبلالى على الدررالحكام شرح غرر الاحكام، ج۱ص۱۲۳، كتاب الصلاة، باب اداراک الفريضة)

www.idaraghufran.org

حَرَامٍ خَالَتِیُ، فَقَالَ: قُوْمُوْا فَلِأُصَلِّیَ بِكُمْ فِیْ غَيْرِ وَقْتِ صَلَاةٍ، فَصَلّٰى بِنَا (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، اور وہاں صرف آپ اور میں اور میری والدہ اور میری خالہ اُم حرام تھیں، پھر آپ نے فرمایا کہ تم اُٹھو، تاکہ میں تمہیں فرض نماز کے علاوہ وقت میں (یعنی عام نفل) نماز پڑھاؤں، تو آپ نے ہمیں نماز پڑھائی (مسلم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ فَقَالَ: قُوْمُوْا فَلِأُصَلِّيَ بِكُمْ، فَقُمْتُ إِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لَبِثَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْيَتِيْمُ مَعِیْ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَائِنَا، فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ (بخاری) [2]

ترجمہ: اُن کی دادی حضرت ملیکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لئے بلایا، جو کھانا انہوں نے تیار کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھانے میں سے تناول فرمایا، پھر فرمایا کہ تم اٹھو، تاکہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں، پھر میں کھڑا ہو کر اپنی ایک چٹائی لینے گیا، جو کہ زیادہ پرانی ہونے کی وجہ سے سیاہ ہوگئی تھی، پھر میں نے اس کو پانی سے دھویا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، اور میرے ساتھ یتیم (ضمیرہ نام کا چھوٹا بچہ) کھڑا ہوا، اور بوڑھی خاتون (یعنی اِم سُلیم، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ تھیں) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں، پھر رسول

---

[1] رقم الحديث ٢٦٨ "٦٦٠"، باب جواز الجماعة فی النافلة.

[2] رقم الحديث ٨٦٠، كتاب الاذان، باب وضوء الصبيان، ومتى يجب عليهم الغسل والطهور.

www.idaraghufran.org

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں (بخاری)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ان الفاظ میں ہے کہ:

أَنَّهُ كَانَ هُوَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُمُّهُ وَخَالَتُهُ، فَصَلّٰى بِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ أَنَسًا عَنْ يَمِيْنِهِ، وَأُمَّهُ وَخَالَتَهُ خَلْفَهُمَا (صحيح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی والدہ اور خالہ تھیں، پھر ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، انس کو اپنی دائیں جانب کھڑا کیا، اور ان کی والدہ اور خالہ کو اپنے پیچھے کھڑا کیا (ابنِ حبان)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فِيْ لَيْلَتِهَا، فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ إِلٰى مَنْزِلِهِ، فَصَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، ثُمَّ قَالَ : نَامَ الْغُلَيِّمُ أَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا، ثُمَّ قَامَ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ، فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ (بخاری) [2]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ، اپنی خالہ حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کے گھر میں رات گزاری، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس رات ان کے پاس ہی تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی، پھر اپنے گھر تشریف لائے، پھر چار رکعتیں پڑھیں، پھر سو گئے، پھر اٹھے، پھر فرمایا کہ چھوٹا بچہ

---

[1] رقم الحديث ۲۲۰۶، كتاب الصلاة، باب فرض متابعة الامام.
في حاشية ابنِ حبان: إسناده صحيح على شرط مسلم.

[2] رقم الحديث ۱۱۷، باب السمر في العلم.

www.idaraghufran.org

(مُنّا) سوگیا ہے، یا اس جیسا کوئی کلمہ کہا، پھر کھڑے ہوئے، پھر میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہوا، تو آپ نے مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کرلیا، پھر پانچ رکعات پڑھیں (جن میں وتر بھی شامل تھے) پھر دو رکعات پڑھیں (بخاری)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل نماز مقتدی بن کر پڑھی، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی دائیں جانب کھڑا کر لیا، جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ایک مقتدی ہو تو اس کا امام کے دائیں جانب کھڑا ہونا سنت ہے۔ [1]

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ أُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ بَنِيْ سَالِمٍ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: إِنِّيْ أَنْكَرْتُ بَصَرِيْ، وَإِنَّ السُّيُوْلَ تَحُوْلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِيْ، فَلَوَدِدْتُ أَنَّكَ جِئْتَ، فَصَلَّيْتَ فِيْ بَيْتِيْ مَكَانًا حَتّٰى أَتَّخِذَهٗ مَسْجِدًا، فَقَالَ: أَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْبَكْرٍ مَعَهٗ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَذِنْتُ لَهٗ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ: أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟ فَأَشَارَ إِلَيْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِيْ أَحَبَّ أَنْ يُصَلِّيَ فِيْهِ،

---

[1] روى الحميدى عن بن عيينة عن عمرو بن دينار أنه أخبره قال أخبرنى كريب أنه سمع بن عباس يقول بت عند خالتى ميمونة فقام النبى صلى الله عليه وسلم فتوضأ فصنعت مثل ذلك ثم جئت فقمت عن يساره فأخلفنى فجعلنى عن يمينه فصلى ما شاء الله ثم نام

ولا خلاف بين العلماء أن هذه سنة مع إمام وحده أن يقوم عن يمينه فإن كان مع الإمام ثلاثة رجال سواه فالسنة المجتمع عليها أيضا أن يقوموا خلفه لا خلاف بين علماء الأمة فى ذلك (الاستذكار لابن عبد البر، ج۲ص۱۶۷، باب العمل فى صلاة الجماعة)

(فجعلنى عن يمينه) فيه دلالة على أن المأموم الواحد يقف على يمين الإمام وهو مذهب جميع أهل العلم ونقل جماعة الإجماع فيه قاله النووى (تحفة الاحوذى، ج۲ص۲۴،باب ما جاء فى الرجل يصلى مع الرجلين)

www.idaraghufran.org

فَقَامَ، فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ (بخاری) [۱]

ترجمہ: میں اپنی قوم بنوسالم کونماز پڑھایا کرتا تھا، پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اور میں نے عرض کیا کہ میری آنکھوں نے جواب دے دیا ہے، اور بارش میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان رکاوٹ بن گئی ہے، تو میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ تشریف لائیں، پھر آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں، تاکہ میں اسے مسجد (یعنی نماز کی مخصوص جگہ) بنالوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان شاء اللہ ایسا کروں گا، پھر میرے پاس اگلے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر تھے، اس وقت دن چڑھ گیا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اندر تشریف لانے کی) اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دے دی، تو آپ نے بیٹھنے سے پہلے ہی فرمایا کہ آپ اپنے گھر میں کس جگہ یہ چاہتے ہیں کہ میں نماز پڑھوں، حضرت عتبان نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا، جس جگہ وہ نماز پڑھنا چاہتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نفل نماز پڑھنے کے لئے) کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی، پھر آپ نے سلام پھیرا، اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ سلام پھیرا (بخاری)

ان احادیث سے چند لوگوں کا نفل نماز کی جماعت کا کرنا ثابت ہوا، لیکن چونکہ نفل نماز با جماعت کے یہ واقعات اتفاقی ہیں، جن میں نفل نماز کے لیے نہ پہلے سے لوگوں کو دعوت دی گئی اور نہ بڑے مجمع کے ساتھ جماعت کی گئی، اس لیے راجح یہ ہے کہ فرض نماز کے علاوہ جن نمازوں میں اہتمام کے ساتھ جماعت کا ثبوت ملتا ہے ان میں تو اہتمام کے ساتھ جماعت کرنا بلاشبہ جائز ہے، جیسا کہ عیدین کی نماز، اور گرہن کی نماز اور رمضان میں تراویح اور وتر

---

[۱] رقم الحديث ۸۴۰، باب من لم ير رد السلام على الإمام واكتفى بتسليم الصلاة، مسند احمد، رقم الحديث ۱۶۴۸۲ .

فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

www.idaraghufran.org

کی نماز وغیرہ وغیرہ۔

لیکن ان کے علاوہ عام سنت اور نفل نمازوں کو بالاتفاق تنہا پڑھنا ہی افضل ہے، اور ان کو جماعت کے ساتھ پڑھنا اگرچہ بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔ [1]

لیکن حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سنت ونفل نمازوں کی رغبت واہتمام کے باوجود عام سنت اور نفل نمازوں کو تنہا پڑھنا ہی ثابت

---

[1] صلاة التطوع فى البيوت أفضل، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :صلوا أيها الناس فى بيوتكم، فإن أفضل صلاة المرء فى بيته إلا المكتوبة ويستثنى من ذلك ما شرعت له الجماعة، ففعله فى المسجد أفضل، ويستثنى كذلك عند المالكية صلاة الرواتب مع الفرائض، فيندب فعلها فى المسجد، كما أن تحية المسجد تصلى فى المسجد.

ويستحب للمصلى عند الجمهور أن يتنفل فى غير المكان الذى صلى فيه المكتوبة وقال الكاسانى من الحنفية :يكره للإمام أن يصلى شيئا من السنن فى المكان الذى صلى فيه المكتوبة، لما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :أيعجز أحدكم إذا صلى أن يتقدم أو يتأخر ، ولا يكره ذلك للمأموم، لأن الكراهة فى حق الإمام للاشتباه، وهذا لا يوجد فى حق المأموم، لكن يستحب له أن يتنحى أيضا، حتى تنكسر الصفوف، ويزول الاشتباه على الداخل من كل وجه وقال ابن قدامة :قال أحمد :لا يتطوع الإمام فى مكانه الذى صلى فيه المكتوبة .كذا قال على بن أبى طالب رضى الله عنه .قال أحمد :ومن صلى وراء الإمام فلا بأس أن يتطوع مكانه، فعل ذلك ابن عمر رضى الله عنهما .وبهذا قال إسحاق، وروى أبو بكر حديث على بإسناده .وبإسناده عن المغيرة بن شعبة رضى الله عنه :أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :لا يتطوع الإمام فى مقامه الذى يصلى فيه المكتوبة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۲، ص۱۵۵ وص۱۵۶، مكان صلاة التطوع، مادة "تطوع")

قد سبق أن النوافل لا تشرع الجماعة فيها إلا فى العيدين والكسوفين والاستسقاء وكذا التراويح والوتر بعدها إذا قلنا بالأصح إن الجماعة فيها أفضل وأما باقى النوافل كالسنن الراتبة مع الفرائض والضحى والنوافل المطلقة فلا تشرع فيها الجماعة أى لا تستحب لكن لو صلاها جماعة جاز ولا يقال إنه مكروه وقد نص الشافعى رحمه الله فى مختصرى البويطى والربيع على أنه لا بأس بالجماعة فى النافلة ودليل جوازها جماعة أحاديث كثيرة فى الصحيح منها حديث عتبان ابن مالك رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم "جاء ه فى بيته بعد ما اشتد النهار ومعه أبو بكر رضى الله عنه فقال النبى صلى الله عليه وسلم أين تحب أن أصلى من بيتك فأشرت إلى المكان الذى أحب أن يصلى فيه فقام وصفنا خلفه ثم سلم وسلمنا حين سلم "رواه البخارى ومسلم وثبتت الجماعة فى النافلة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم من رواية ابن عباس وأنس بن مالك وابن مسعود وحذيفة رضى الله عنهم وأحاديثهم كلها فى الصحيحين إلا حديث حذيفة ففى مسلم فقط والله أعلم (المجموع شرح المهذب، ج۴، ص۵۵، باب صلاة التطوع)

ہے، اورقولی احادیث میں بھی گھروں میں اورتنہا پڑھنے کی فضیلت وترغیب ہی منقول ہے، البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اتفاقاً بغیرکسی تداعی کے چندافرادکونفل نمازپڑھانا ثابت ہے، اس لیےاس حدتک اتفاقاً نفل نمازباجماعت پڑھنے میں کراہت نہیں ہے۔ [1]

[1] تسن الجماعة لصلاة الكسوف باتفاق بين المذاهب، وتسن للتراويح عند الحنفية والشافعية والحنابلة .وهى مندوبة عند المالكية، إذ الأفضل الانفراد بها -بعيدا عن الرياء -إن لم تعطل المساجد عن فعلها فيها .وتسن الجماعة كذلك لصلاة الاستسقاء عند المالكية والشافعية والحنابلة، أما عند الحنفية فتصلى جماعة وفرادى عند محمد، ولا تصلى إلا فرادى عند أبى حنيفة. وتسن الجماعة لصلاة العيدين عند المالكية والشافعية.

أما عند الحنفية والحنابلة فالجماعة فيها واجبة .ويسن الوتر جماعة عند الحنابلة وبقية التطوعات تجوز جماعة وفرادى عند الشافعية والحنابلة، وتكره جماعة عند الحنفية إذا كانت على سبيل التداعى، وعند المالكية الجماعة فى الشفع والوتر سنة والفجر خلاف الأولى .أما غير ذلك فيجوز فعله جماعة، إلا أن تكثر الجماعة أو يشتهر المكان فتكره الجماعة حذر الرياء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٢، ص١٥٥، ماده تطوع، ما تسن له الجماعة من صلاة التطوع)

ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه يجوز التطوع جماعة وفرادى؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم فعل الأمرين كليهما .والأفضل فى غير التراويح المنزل، لحديث :عليكم بالصلاة فى بيوتكم، فإن خير صلاة المرء فى بيته إلا المكتوبة.وفى رواية :صلاة المرء فى بيته أفضل من صلاته فى مسجدى هذا إلا المكتوبة.ولكن إذا كان فى بيته ما يشغل باله، ويقلل خشوعه، فالأفضل أن يصليها فى المسجد فرادى؛ لأن اعتبار الخشوع أرجح.ونص الحنفية على كراهة الجماعة فى التطوع إذا كان على سبيل التداعى، بأن يقتدى أربعة بواحد.

وصرح المالكية بأنه يكره الجمع فى النافلة غير التراويح إن كثرت الجماعة، سواء كان المكان الذى أريد الجمع فيه مشتهرا كالمسجد، أو لا كالبيت، أو قلت الجماعة وكان المكان مشتهرا، وذلك لخوف الرياء.فإن قلت وكان المكان غير مشتهر فلا كراهة، إلا فى الأوقات التى صرح العلماء ببدعة الجمع فيها، كليلة النصف من شعبان، وأول جمعة من رجب، وليلة عاشوراء ، فإنه لا خلاف فى الكراهة مطلقا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٤، ص١٢٢، ماده قيام الليل، الاجتماع لقيام الليل)

قال الحنفية :تكره الجماعة فى صلاة النوافل.

وقال المالكية كذلك :تكره الجماعة فى النوافل، لأن شأن النفل الانفراد به، كما تكره صلاة النفل فى جمع قليل بمكان مشتهر بين الناس، وإن لم تكن الجماعة كثيرة والمكان مشتهرا فلا تكره.وقال الشافعية :تستحب الجماعة فى التراويح والوتر فى رمضان، ولا يستحب فعل سائر الرواتب جماعة.وقال الحنابلة :يجوز التطوع جماعة ومنفردا؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم فعل الأمرين كليهما، وكان أكثر تطوعه منفردا، وصلى بابن عباس مرة، وبأنس وأمه واليتيم مرة، وأم أصحابه فى بيت عتبان مرة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٥، ص٢٨٣، ماده سن)

www.idaraghufran.org

حنفیہ کے نزدیک اگر اتفاقاً نفل نماز دو تین افراد مل کر با جماعت اداء کریں تو یہ تداعی میں داخل نہیں اور جائز ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نفل نماز کی جماعت اتفاقاً اسی حیثیت سے ثابت ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [1]

ملحوظ رہے کہ اگر کوئی فرض نماز ادا کر چکا ہے، اور پھر کسی فرض نماز پڑھنے والے کی اقتداء میں نفل کی نیت سے شرکت کرے، تو احادیث کی رو سے اس کی اجازت ہے۔ [2]

البتہ اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اگر مغرب کی نماز پڑھ لی ہو، اور پھر مغرب کی جماعت ہورہی ہو، تو اس میں شامل نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ فرض ادا کر لینے کے بعد یہ تین رکعت نفل بنیں گی، اور تین رکعت نفل کا پڑھنا ممنوع ومکروہ ہے، اور حنفیہ کے نزدیک عصر اور فجر کی نماز

---

[1] والتطوع المطلق بجماعة مكروه (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، ج ا، ص ۱۷۹، باب الوتر والنوافل)

(قوله على سبيل التداعي) بأن يقتدى أربعة فأكثر بواحد (قوله وسنحققه) أى قبيل إدراك الفريضة (ردالمحتار، ج ا، ص ۵۵۲، كتاب الصلاة، باب الامامة)

(قوله على سبيل التداعي) هو أن يدعو بعضهم بعضا كما في المغرب، وفسره الواني بالكثرة وهو لازم معناه (ردالمحتار، ج ۲، ص ۴۹، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

[2] أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى بأصحابه، ثم جاء رجل، فقال نبي الله صلى الله عليه وسلم: "من يتجر على هذا -أو يتصدق على هذا -فيصلي معه "قال :فصلى معه رجل (مسند أحمد، عن ابى سعيد، رقم الحديث ۱۱۰۱۹؛ ورقم الحديث ۱۱۴۰۸)

فى حاشية مسند احمد: حديث صحيح

جابر بن يزيد بن الأسود، عن أبيه، قال :شهدت مع النبي صلى الله عليه وسلم حجته، فصليت معه صلاة الصبح في مسجد الخيف، فلما قضى صلاته انحرف فإذا هو برجلين في أخرى القوم لم يصليا معه، فقال :على بهما، فجيء بهما ترعد فرائصهما، فقال :ما منعكما أن تصليا معنا، فقالا :يا رسول الله، إنا كنا قد صلينا في رحالنا، قال :فلا تفعلا، إذا صليتما في رحالكما ثم أتيتما مسجد جماعة فصليا معهم، فإنها لكما نافلة، وفي الباب عن محجن، ويزيد بن عامر، :حديث يزيد بن الأسود حديث حسن صحيح وهو قول غير واحد من أهل العلم، وبه يقول سفيان الثوري، والشافعي، وأحمد، وإسحاق، قالوا :إذا صلى الرجل وحده ثم أدرك الجماعة فإنه يعيد الصلوات كلها في الجماعة، وإذا صلى الرجل المغرب وحده ثم أدرك الجماعة، قالوا :فإنه يصليها معهم ويشفع بركعة، والتي صلى وحده هي المكتوبة عندهم (ترمذی، رقم الحديث ۲۱۹، باب ما جاء في الرجل يصلي وحده ثم يدرك الجماعة)

Idara Ghufran

کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ عصر اور فجر کے بعد بھی نفل مکروہ ہیں۔ ۱؎

۱؎ إعادة الصلاة جماعة لمن صلى منفردا أو فى جماعة: من أدى الصلاة المكتوبة منفردا ثم وجد جماعة استحب له أن يدخل مع الجماعة لتحصيل الفضل؛ لما ورد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه صلى فى مسجد الخيف، فرأى رجلين خلف الصف لم يصليا معه، فقال :على بهما، فجىء بهما ترعد فرائصهما، فقال :ما منعكما أن تصليا معنا؟ فقالا :يا رسول الله :إنا كنا قد صلينا فى رحالنا، قال :فلا تفعلا، إذا صليتما فى رحالكما ثم أتيتما مسجد جماعة، فصليا معهم، فإنها لكما نافلة وعن أبى ذر -رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :كيف أنت إذا كانت عليك أمراء يؤخرون الصلاة عن وقتها، أو يميتون الصلاة عن وقتها؟ قال :قلت :فما تأمرنى؟ قال: صل الصلاة لوقتها، فإن أدركتها معهم فصل، فإنها لك نافلة. وهذا باتفاق، من حيث طلب الإعادة لتحصيل الفضل -وللفقهاء تفصيل فى استثناء بعض الصلوات من استحباب الإعادة -فعند الحنفية والمالكية والحنابلة لا تعاد صلاة المغرب؛ لأن التنفل بالثلاث بعد المغرب مكروه، ولا نظير له فى الشرع، فإذا أعادها شفع بجعلها أربعا أو اقتصر على اثنتين، وتصير نافلة، كمن دخل مع الإمام فى ثانية المغرب، أما إن أتم مع الإمام الثلاث سهوا لا يسلم معه، وأتى برابعة وجوبا، وسجد للسهو. وزاد الحنفية عدم إعادة العصر والفجر؛ لكراهة النفل بعدهما، وهو محكى عن بعض الشافعية. وقال المالكية :لو أوتر بعد العشاء فلا يعيد العشاء ، لأنه إن أعاد الوتر لزم مخالفة قوله صلى الله عليه وسلم :لا وتران فى ليلة ، وإن لم يعده لزم مخالفة قوله صلى الله عليه وسلم :اجعلوا آخر صلاتكم وترا .والصلاة المعادة تكون نافلة، وهذا قول الحنفية والحنابلة، وهو قول الشافعى فى الجديد؛ لأن الفرض لا يتكرر فى وقت واحد، وقال المالكية :يفوض فى الثانية أمره إلى الله تعالى فى قبول أى من الصلاتين لفرضه، وهو قول الشافعى فى القديم.وقال سعيد بن المسيب وعطاء والشعبى :تكون المعادة مع الجماعة هى المكتوبة؛ لما روى فى حديث يزيد بن عامر بن الأسود أن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال :إذا جئت إلى الصلاة فوجدت الناس فصل معهم، وإن كنت قد صليت تكن لك نافلة وهذه مكتوبة.هذا بالنسبة لمن صلى منفردا .أما بالنسبة لمن صلى المكتوبة فى جماعة ثم وجد جماعة أخرى فقد ذهب الشافعية فى الأصح والحنابلة إلى استحباب إعادة الصلاة مرة أخرى فى الجماعة الثانية؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم صلى الصبح، فرأى رجلين لم يصليا معه فقال :ما منعكما أن تصليا معنا؟ قالا :صلينا فى رحالنا فقال :إذا صليتما فى رحالكما ثم أتيتما مسجد جماعة فصليا معهم فإنها لكما نافلة.فقوله صلى الله عليه وسلم " :صليتما "يصدق بالانفراد والجماعة .وروى الأثرم عن الإمام أحمد قال :سألت أبا عبد الله عمن صلى فى جماعة ثم دخل المسجد -وهم يصلون -أيصلى معهم؟ قال :نعم .وقد روى أنس قال :صلى بنا أبو موسى الغداة فى المربد، فانتهينا إلى المسجد الجامع، فأقيمت الصلاة، فصلينا مع المغيرة بن شعبة .وعن صلة، عن حذيفة أنه أعاد الظهر والعصر والمغرب وكان قد صلاهن فى جماعة.وذهب المالكية -وهو مقابل الأصح عند الشافعية -إلى أن من صلى فى جماعة فلا يعيدها فى جماعة أخرى؛ لأنه حصل فضيلة الجماعة فلا معنى للإعادة بخلاف المنفرد، واستثنى المالكية المسجد الحرام، ومسجد المدينة وبيت المقدس .قالوا :يجوز لمن صلى جماعة فى غير هذه المساجد أن يعيد فيها جماعة؛ لفضل تلك البقاع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۱۷۳، الیٰ ۱۷۵، مادة "صلاة الجماعة")

(۷)

سنت اور فرض نماز کے درمیان فاصلہ اور وقفہ کا حکم

سوال

فرض نمازوں کے ساتھ جو نمازیں سنت ہیں، اُن کا وقت کب شروع ہوتا ہے، اور کیا ان کو فرض نمازوں کے ساتھ متصلاً پڑھنا ضروری ہے یا فاصلہ کرنا بھی جائز ہے؟

بعض فقہی کتابوں میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ اگر سنتوں اور فرضوں کے درمیان بات چیت یا اور کوئی کام کرلیا جائے، تو سنتوں کی حیثیت ختم ہوجاتی ہے، کیا یہ بات درست ہے، اور اس بات کی احادیث سے تائید ہوتی ہے؟

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جواب

جو سنتیں فرض نمازوں سے پہلے ہیں، جیسا کہ فجر کی سنتیں، اور ظہر سے پہلے کی سنتیں، ان کا وقت اس نماز کا وقت داخل ہونے پر شروع ہوجاتا ہے، اور فرض نماز پڑھنے تک اور بعض سنتوں کا اس نماز کا وقت باقی رہنے تک جاری رہتا ہے، جیسا کہ ظہر سے پہلے کی سنتیں۔

اور جو سنتیں فرض نمازوں کے بعد ہیں، جیسا کہ ظہر کے بعد کی سنتیں، اور مغرب وعشاء کے بعد کی سنتیں، ان کا وقت فرض نماز سے فارغ ہونے پر شروع ہوجاتا ہے، اور اس نماز کا وقت ختم ہونے تک جاری رہتا ہے۔ [1]

---

[1] وقت السنن الرواتب:

السنن الرواتب مقترنة بالفرائض، فمنها ما يصلى قبل الفريضة، مثل سنة الفجر وسنة الظهر القبلية، ومنها ما يصلى بعد الفريضة مثل سنة الظهر البعدية، وسنة المغرب والعشاء ، والوتر وقيام رمضان.

وقد ذكر ابن دقيق العيد تفسيرا لطيفا فى تقديم النوافل على الفرائض وتأخيرها عنها فقال " :أما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور فرض نماز اور اس کی سنتوں کے درمیان کچھ فصل اور وقفہ ہو جائے تو اس سے ان سنتوں کی حیثیت ختم نہیں ہوتی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مرتبہ سنت اور فرض نماز کے درمیان وقفہ اور فصل کا ذکر ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي، وَإِلَّا اضْطَجَعَ (مسلم) [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی التقديم فلأن النفوس لاشتغالها بأسباب الدنيا بعيدة عن حالة الخشوع والحضور التي هي روح العبادة، فإذا قدمت النوافل على الفرائض أنست النفس بالعبادة، وتكيفت بحالة تقرب من الخشوع، وأما في تأخيرها عنها، فقد ورد أن النوافل جابرة لنقص الفرائض، فإذا وقع الفرض ناسب أن يقع بعده ما يجبر الخلل الذي يقع فيه .ولكن لا ينوي فيه نية الجبر "

وما كان من هذه السنن قبل الفريضة فوقتها يبدأ من دخول وقت الفريضة وينتهي بإقامة الصلاة إذا كانت تؤدى في جماعة؛ لأنه إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة، حيث إن الفرائض تقدم على النوافل دائما عند التعارض، إلا إذا أيقن المرء أن بإمكانه أداء النافلة، وإدراك الجماعة مع الإمام فلا بأس عندئذ من أدائها، أما إذا كان المرء يؤدي الصلاة منفردا فوقت السنة يستمر حتى يشرع في الفريضة.

والأولى للمرء إذا أقيمت الصلاة الدخول مع الإمام في الفريضة، وتدرك النافلة بعد الانتهاء من الفريضة، ويظهر هذا في كل من سنة الفجر وسنة الظهر القبلية.

أما السنن البعدية :مثل سنة الظهر البعدية والمغرب والعشاء ، فوقت كل منها من بعد الانتهاء من الفريضة إلى خروج وقت المكتوبة ودخول وقت الأخرى، فإذا خرج الوقت ولم يؤد السنن البعدية فإنها تعتبر فائتة.

ومثل ذلك يقال في سنة الجمعة البعدية، وأما صلاة الوتر فوقتها يبدأ من بعد الانتهاء من سنة العشاء البعدية، ويستمر حتى قبيل أذان الفجر، وإن كان الأفضل تأخيرها إلى ثلث الليل الأخير.

وأما صلاة التراويح فوقتها يبدأ من بعد الانتهاء من سنة العشاء ، ويستمر إلى قبيل الفجر بالقدر الذي يسع صلاة الوتر بعدها، ويفضل أن لا يؤخرها إذا كان في التأخير فوات الجماعة؛ إذ من السنة أن تصلى في جماعة كما مر آنفا، وبعد الانتهاء منها تصلى الوتر في جماعة في رمضان فقط .وتكره الجماعة للوتر في غيره(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۲۵،ص۲۱۸،ماده سن، وقت السنن الرواتب)

[۱] رقم الحديث ۱۳۳ "۷۴۳"، باب صلاة الليل، وعدد ركعات النبي صلى الله عليه وسلم في الليل، واللفظ لهٗ؛ بخاري، رقم الحديث ۱۱۶۸ .

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب (فرضوں سے پہلے) فجر کی دو رکعت سنتیں پڑھ لیا کرتے تھے، تو اگر میں بیدار ہوتی، تو مجھ سے بات چیت کر لیتے تھے، ورنہ لیٹ جایا کرتے تھے (مسلم)

اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ان الفاظ میں ذکر کی ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَإِنْ كَانَتْ لَهُ إِلَيَّ حَاجَةٌ كَلَّمَنِيْ، وَإِلَّا خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ (سنن الترمذی) ؎۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعت سنتیں پڑھ لیا کرتے تھے، تو اگر مجھ سے کوئی ضرورت ہوتی، تو مجھ سے کلام کر لیا کرتے تھے، ورنہ نماز کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ سنت اور فرض نماز کے درمیان بات چیت کرنے یا لیٹ جانے سے سنتوں کی حیثیت ختم نہیں ہوجاتی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَمَقْتُ الصَّلَاةَ مَعَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدْتُ قِيَامَهُ فَرَكْعَتَهُ، فَاعْتِدَالَهُ بَعْدَ رُكُوْعِهِ، فَسَجْدَتَهُ، فَجَلْسَتَهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، فَسَجْدَتَهُ، فَجَلْسَتَهُ مَا بَيْنَ التَّسْلِيْمِ وَالْاِنْصِرَافِ، قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَاءِ (مسلم) ؎۲

ترجمہ: میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پر غور کیا، تو میں نے آپ کے

؎۱ رقم الحديث ۴۱۸، باب ما جاء فى الكلام بعد ركعتى الفجر.

قال الترمذى:

هذا حديث حسن صحيح وقد كره بعض أهل العلم من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وغيرهم الكلام بعد طلوع الفجر حتى يصلى صلاة الفجر، إلا ما كان من ذكر الله أو مما لا بد منه، وهو قول أحمد، وإسحاق.

؎۲ رقم الحديث ۱۹۳ "۴۷۱"، باب اعتدال أركان الصلاة وتخفيفها فى تمام.

www.idaraghufran.org

قیام کو، پھر آپ کے رکوع کے بعد اعتدال (سے کھڑے ہونے) کو، پھر آپ کے سجدہ کو، پھر دونوں سجدے کے درمیان جلسہ (میں بیٹھنے) کو، پھر آپ کے سجدہ کو، پھر آپ کے سلام پھیرنے اور اٹھ کر جانے کے درمیان کے وقت کو، قریب برابر پایا (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز پڑھ چکنے کے بعد کچھ دیر وقفہ فرمایا کرتے تھے، اور سنتیں اس کے بعد ہی ادا فرماتے تھے۔

اس کے علاوہ کئی احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض نماز سے فارغ ہو کر مختلف اذکار اور دعاؤں کا پڑھنا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا سَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ، تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو یہ دعا کرتے تھے کہ:

”اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ، تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ“

(یعنی) ”اے اللہ! تو سلامتی والا ہے، اور تجھ ہی سے سلامتی مل سکتی ہے، تو بابرکت ہے، اے بزرگی اور عزت واکرام والے“ (ابوداؤد)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحدیث ۱۵۱۲، کتاب الصلاۃ، باب مایقول الرجل اذا سلم، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، واللفظ لہٗ، نسائی رقم الحدیث ۱۳۳۸، کتاب السھو، الذکر بعد الاستغفار؛ مسند احمد، رقم الحدیث ۲۴۳۳۸؛ صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۲۰۰۱.

فی حاشیۃ مسند احمد: إسنادہ صحیح علی شرط الشیخین، وکیع: ھو ابن الجراح، وسفیان: ھو الثوری، وعاصم بن سلیمان: ھو الأحول، وعبد اللہ بن الحارث: ھو أبو الولید البصری.

وفی حاشیۃ صحیح ابنِ حبان: إسنادہ صحیح علی شرط مسلم.

Idara Ghufran

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ مَکْتُوْبَۃٍ لاَ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَــہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَـہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ .اَللّٰھُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا أَعْطَیْتَ وَلاَ مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ (بخاری) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دُعا فرماتے تھے کہ:

”لاَ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَـہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَـدِیْرٌ .اَللّٰھُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا أَعْطَیْتَ وَلاَ مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ “

یعنی ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے؛ اے اللہ! جو کچھ آپ عطا فرمائیں، اسے کوئی روکنے والا نہیں (لہٰذا مجھے خیر عطا فرما دیجئے) اور جو کچھ آپ روکنا چاہیں، اُسے کوئی دینے والا نہیں (لہٰذا مجھے شر سے بچا لیجئے) اور کسی مالدار کو آپ کے عذاب سے مال داری نہیں بچا سکتی“ (بخاری)

اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـہِ صَلَّی اللّٰـہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ، إِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلَاۃِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا إِلٰـہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَـہٗ، لَـہُ الْمُلْکُ وَلَـہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَیْتَ، وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ (مسلم) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوجاتے تھے، اور سلام

---

[۱] رقم الحدیث ۸۴۴، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، دارطوق النجاۃ، بیروت.

[۲] رقم الحدیث ۵۹۳ ”۱۳۷“ کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ، داراحیاء التراث العربی، بیروت.

پھیر لیتے تھے، تو یہ دُعا فرماتے تھے کہ:

”لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ“(مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ دُبُرَ الصَّلَاةِ إِذَا سَلَّمَ: لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (سنن نسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد جب سلام پھیر لیتے تھے، تو یہ دُعا فرماتے تھے کہ:

”لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ “(نسائی)

اس طرح کی اور بھی کئی احادیث ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض نماز پڑھنے کے بعد مختلف دعائیں پڑھنا ثابت ہے۔

اور اس قسم کی تمام احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فرض نماز کے بعد سنتیں ادا کرنے سے پہلے مختلف اذکار کرنا ثابت ہے، جن کی وجہ سے فرض اور سنتوں کے درمیان فصل اور وقفہ کا ہونا بھی لازم ہے، لہٰذا فرض اور سنتوں کے درمیان فصل اور وقفہ سے سنتوں کی حیثیت ختم نہیں ہوتی۔

---

[1] رقم الحدیث ۱۳۴۲، کتاب السھو، باب التھلیل بعد التسلیم، مکتب المطبوعات الإسلامیة - حلب، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۹۱۸.

www.idaraghufran.org

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ، فَلَا تَصِلْهَا بِصَلَاةٍ حَتّٰى تَكَلَّمَ أَوْ تَخْرُجَ، فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا بِذٰلِكَ، أَنْ لَا تُوْصَلَ صَلَاةٌ بِصَلَاةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ (مسلم) [1]

ترجمہ: جب آپ نماز پڑھ لیں، تو اس کے ساتھ کوئی نماز نہ ملائیں یہاں تک کہ آپ کلام کرلیں، یا وہاں سے نکل جائیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے کہ کوئی نماز کسی نماز کے ساتھ نہ ملائی جائے یہاں تک کہ ہم کلام کرلیں یا نکل جائیں (مسلم)

اگرچہ یہ واقعہ خاص جمعہ کی نماز سے متعلق ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ عام ہیں، جن میں جمعہ کے علاوہ دوسری نمازیں بھی داخل ہیں، اس کے علاوہ جمعہ کی نماز کے بعد سنتِ مؤکدہ ہیں، جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگرچہ فرض اور سنتوں کے درمیان فاصلہ کرنا ضروری نہ ہو، اور یہ حکم بعض فقہائے کرام کے نزدیک مستحب درجہ کا ہی کیوں نہ ہو، لیکن کلام کرنے اور معمولی فاصلہ کرنے سے سنتوں کی حیثیت باطل نہیں ہوتی، جیسا کہ بعض حضرات کا دعویٰ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ فَقَامَ رَجُلٌ يُصَلِّيْ، فَرَآهُ عُمَرُ فَقَالَ لَهُ : اِجْلِسْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ أَهْلُ الْكِتَابِ اِنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِصَلَاتِهِمْ فَصْلٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ ابْنُ الْخَطَّابِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۱۲۱) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی، پھر ایک آدمی کھڑا ہو کر

---

[1] رقم الحديث ۷۳ ”۸۸۳“، باب الصلاة بعد الجمعة.

[2] فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح.

نماز پڑھنے لگا، جس کو حضرت عمر نے دیکھا، تو اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ بیٹھ جاؤ، کیونکہ اہلِ کتاب ہلاک ہوگئے، اس لیے کہ ان کی نمازوں کے درمیان فصل نہیں تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر بن خطاب نے اچھی بات فرمائی (مسند احمد)

اس روایت میں عصر کی نماز کا ذکر ہے، اور اس طرح کی حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے، جس میں عصر کی نماز کا ذکر نہیں ہے۔

بہر حال جو کچھ بھی ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد عام ہے، اور اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق بھی موجود ہے۔ [1]

جس سے معلوم ہوا کہ نہ صرف یہ کہ فرض اور سنتوں کے درمیان فاصلہ اور وقفہ سے سنتوں کی حیثیت باطل نہیں ہوتی، بلکہ ایک درجہ میں کچھ فصل اور وقفہ شریعت میں مطلوب یا محمود ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُصَلِّي الْإِمَامُ فِي مُقَامِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْمَكْتُوبَةَ حَتّٰى يَتَنَحّٰى عَنْهُ (ابن ماجه) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اس جگہ میں نماز نہ پڑھے جس

---

[1] عن الأزرق بن قيس، قال: صلى بنا إمام لنا يكنى أبا رمثة، فقال: صليت هذه الصلاة -أو مثل هذه الصلاة- مع النبي صلى الله عليه وسلم، قال: وكان أبو بكر، وعمر يقومان في الصف المقدم عن يمينه، وكان رجل قد شهد التكبيرة الأولى من الصلاة، فصلى نبي الله صلى الله عليه وسلم، ثم سلم عن يمينه، وعن يساره حتى رأينا بياض خديه، ثم انفتل كانفتال أبي رمثة -يعني- فقام الرجل الذي أدرك معه التكبيرة الأولى من الصلاة يشفع، فوثب إليه عمر، فأخذ بمنكبه فهزه، ثم قال: اجلس فإنه لم يهلك أهل الكتاب، إلا أنه لم يكن بين صلواتهم فصل، فرفع النبي صلى الله عليه وسلم بصره، فقال: أصاب الله بك يا ابن الخطاب، قال أبو داود "وقد قيل: أبو أمية مكان أبي رمثة (ابوداؤد، رقم الحديث ۱۰۰۷، باب في الرجل يتطوع في مكانه الذي صلى فيه المكتوبة)

[2] رقم الحديث ۱۴۲۸، باب ما جاء في صلاة النافلة حيث تصلى المكتوبة.

Idara Ghufran

جگہ فرض نماز پڑھی، یہاں تک کہ اس جگہ سے ہٹ نہ جائے (ابن ماجہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

لَا يَتَطَوَّعُ الْإِمَامُ فِي الْمَكَانِ الَّذِيْ أَمَّ فِيْهِ الْقَوْمَ حَتّٰى يَتَحَوَّلَ، أَوْ يَفْصِلَ بِكَلَامٍ (مصنف ابن ابی شیبة) [1]

ترجمہ: امام اس جگہ میں نفل نماز نہ پڑھے، جس جگہ میں اس نے نماز پڑھائی، یہاں تک کہ وہ اس جگہ سے ہٹ جائے، یا درمیان میں کوئی بات چیت کرلے (ابن ابی شیبہ)

اگرچہ ان احادیث اور روایات میں امام کا ذکر ہے، لیکن سنتوں کا حکم امام کے لیے بھی ہے، اور امام کے اپنی جگہ سے ہٹنے کی حکمت ومصلحت کوئی بھی ہو، لیکن اس سے اتنی بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ فرض اور سنت نماز کے درمیان کلام وغیرہ کا فصل ہوجانے سے سنت نماز کی حیثیت باطل نہیں ہوتی۔

اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد بکثرت دعائیں پڑھنا اور کلام کرنا بلکہ وعظ فرمانا بھی ثابت ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٦٠٨٢، من كره للامام ان يتطوع فى مكانه.

[2] عن سالم، وأبى بكر بن سليمان بن أبى حثمة، أن عبد الله بن عمر، قال :صلى بنا النبى صلى الله عليه وسلم العشاء فى آخر حياته، فلما سلم قام، فقال :أرأيتكم ليلتكم هذه، فإن رأس مائة سنة منها، لا يبقى ممن هو على ظهر الأرض أحد (بخارى، رقم الحديث ١١٦)

عن أنس بن مالك :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سقط عن فرسه فجحشت ساقه -أو كتفه -وآلى من نسائه شهرا، فجلس فى مشربة له درجتها من جذوع، فأتاه أصحابه يعودونه، فصلى بهم جالسا وهم قيام، فلما سلم قال :إنما جعل الإمام ليؤتم به، فإذا كبر فكبروا، وإذا ركع فاركعوا، وإذا سجد فاسجدوا، وإن صلى قائما فصلوا قياما (بخارى، رقم الحديث٣٧٨)

عن أبى موسى، قال :كنت أنا وأصحابى الذين قدموا معى فى السفينة نزولا فى بقيع بطحان، والنبى صلى الله عليه وسلم بالمدينة، فكان يتناوب النبى صلى الله عليه وسلم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں سنتیں پڑھ کر مسجد میں فرض نماز کے لئے جانا اور اسی طرح مسجد میں فرض نماز پڑھنے کے بعد گھر میں آ کر سنتیں پڑھنا نیز سنت ونوافل کے متعلق گھر میں پڑھنے کا حکم فرمانا ثابت ہے۔

جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فرض اور سنتوں کے درمیان چلنے پھرنے سے بھی سنت نماز کی حیثیت ختم نہیں ہوتی۔

بہرحال مختلف احادیث اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت اور فرض نماز کے درمیان اگر بات چیت کر لی جائے، یا کسی اور وجہ سے وقفہ ہو جائے تو سنت نماز کی حیثیت ختم نہیں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عند صلاة العشاء كل ليلة نفر منهم، فوافقنا النبى صلى الله عليه وسلم أنا وأصحابى، وله بعض الشغل فى بعض أمره، فأعتم بالصلاة حتى ابهار الليل، ثم خرج النبى صلى الله عليه وسلم فصلى بهم، فلما قضى صلاته، قال لمن حضره :على رسلكم، أبشروا، إن من نعمة الله عليكم، أنه ليس أحد من الناس يصلى هذه الساعة غيركم أو قال :ما صلى هذه الساعة أحد غيركم (بخارى، رقم الحديث٥٦٧)

عن الزهرى، أخبرنى أنس بن مالك رضى الله عنه :أن النبى صلى الله عليه وسلم خرج حين زاغت الشمس فصلى الظهر، فلما سلم قام على المنبر، فذكر الساعة، وذكر أن بين يديها أمورا عظاما، ثم قال :من أحب أن يسأل عن شىء فليسأل عنه، فوالله لا تسألونى عن شىء إلا أخبرتكم به ما دمت فى مقامى هذا، قال أنس :فأكثر الناس البكاء، وأكثر رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقول :سلونى، فقال أنس : فقام إليه رجل فقال :أين مدخلى يا رسول الله؟ قال :النار، فقام عبد الله بن حذافة فقال: من أبى يا رسول الله؟ قال :أبوك حذافة، قال :ثم أكثر أن يقول :سلونى سلونى، فبرك عمر على ركبتيه فقال :رضينا بالله ربا، وبالإسلام دينا، وبمحمد صلى الله عليه وسلم رسولا، قال :فسكت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين قال عمر ذلك، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :والذى نفسى بيده لقد عرضت على الجنة والنار آنفا، فى عرض هذا الحائط، وأنا أصلى، فلم أر كاليوم فى الخير والشر (بخارى، رقم الحديث ٧٢٩٤)

عن مطرف، قال :صليت أنا وعمران، صلاة خلف على بن أبى طالب رضى الله عنه، فكان إذا سجد كبر وإذا رفع كبر، وإذا نهض من الركعتين كبر، فلما سلم أخذ عمران بيدى، فقال :لقد صلى بنا هذا صلاة محمد صلى الله عليه وسلم -أو قال :لقد ذكرنى هذا صلاة محمد صلى الله عليه وسلم (بخارى، رقم الحديث ٨٢٦)

ہوجاتی، برقرار رہتی ہے، بلکہ بعض صورتوں میں بات چیت کرلینا یا جگہ بدل کر فصل افضل ہے۔ لہٰذا فرض اور سنت کے درمیان فصل اور وقفہ ہوجانے سے سنت نماز کے باطل ہوجانے کا قول راجح نہیں ہے۔

احادیث سے اس قول کی تائید نہیں ہوتی، بلکہ نفی ہوتی ہے۔

اس کے بعد عرض ہے کہ بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک فرض نماز کے بعد مسنون اذکار (مثلاً مسنون دعائیں، اوراوراد، تسبیح، تحمید، تکبیر وغیرہ) کا فاصلہ کرکے یا درمیان میں کلام کرکے یا جگہ تبدیل کرکے سنت نماز کو پڑھنا بہتر ہے، جبکہ حنفیہ کے نزدیک لمبا فاصلہ کرنا مکروہ اور خلافِ اولیٰ ہے، نہ کہ مختصر فاصلہ۔ [1]

---

[1] الفصل بين الصلاة المفروضة وصلاة التطوع:
يستحب أن يفصل المصلى بين الصلاة المفروضة وصلاة التطوع بعدها بالأذكار الواردة، كالتسبيح والتحميد والتكبير، وهذا عند الجمهور .وعند الحنفية يكره الفصل بين المكتوبة والسنة، بل يشتغل بالسنة وللتفصيل :(ر :نفل)(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج ۱۲،ص۱۵۷،ماده تطوع)
الفصل بين الفريضة والنافلة:
ذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه يسن الفصل بين النافلة والفريضة لقول معاوية رضى الله عنه ": إن النبى صلى الله عليه وسلم أمرنا أن لا توصل صلاة بصلاة حتى نتكلم أو نخرج .
قال البيهقى -فيما نقل عنه النووى -أشار الشافعى إلى أن المراد بالاضطجاع بعد ركعتى الفجر - الفصل بين النافلة والفريضة، فيحصل بالاضطجاع والتحدث أو التحول من ذلك المكان أو نحو ذلك، ولا يتعين الاضطجاع.
وذهب الحنفية إلى أن المستحب فى حق الإمام والمقتدى والمنفرد وصل السنة بالمكتوبة من غير تأخير، إلا أن الاستحباب فى حق الإمام أشد حتى لا يؤدى تأخيره إلى الكراهة، لحديث عائشة رضى الله عنها قالت :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول: اللهم أنت السلام ومنك السلام، تباركت يا ذا الجلال والإكرام.
بخلاف المقتدى والمنفرد .
وقالوا :إذا تمت صلاة الإمام فهو مخير إن شاء انحرف عن يساره وإن شاء انحرف عن يمينه، وإن شاء ذهب إلى حوائجه وإن شاء استقبل الناس بوجهه.
هذا إذا لم يكن بعد الصلاة المكتوبة التى أتمها تطوع كالفجر والعصر، قال فى الخلاصة :وفى الصلاة التى لا تطوع بعدها كالفجر والعصر يكره المكث قاعدا فى مكانه مستقبل القبلة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگر فرض نماز اور سنتوں کے درمیان کوئی مختصر ذکر یا بات چیت کرلے، خاص طور پر جبکہ ضرورت کی وجہ سے ہو، یا کوئی ضرورت کی دینی گفتگو ہو، تو اس سے سنتوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی۔

البتہ سنت اور فرضوں کے درمیان بلاضرورت بات چیت کرنے سے جبکہ وہ مختصر بھی نہ ہو، تو حنفیہ کے نزدیک ثواب میں کمی ہوجاتی ہے۔

اور اگر ضرورت کی وجہ سے لمبا فاصلہ ہوجائے مثلاً کھانا تیار ہو، اور اس کا ذائقہ متاثر ہونے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فإن كان بعد المكتوبة تطوع يقوم إلى التطوع بلا فصل إلا مقدار ما يقول :اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام، ويكره تأخير السنة عن حال أداء الفريضة بأكثر من نحو ذلك القدر لحديث عائشة المتقدم قالت :

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول :اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام.

وقالوا :إذا قام الإمام إلى التطوع لا يتطوع فى مكانه الذى صلى فيه الفريضة، بل يتقدم أو يتأخر أو ينحرف يمينا أو شمالا، أو يذهب إلى بيته فيتطوع ثمة.

وأضافوا :لو تكلم الإمام بعد الفرض لا تسقط السنة لكن ثوابها أقل.

وقيل فى الكلام أنه يسقط السنة.

قال الحلبى :والأول أولى.

ونصوا على أن المقتدى والمنفرد إن لبثا فى مكانهما الذى صليا فيه المكتوبة جاز، وإن قاما إلى التطوع فى مكانهما ذلك جاز أيضا، والأحسن أن يتطوعا فى مكان آخر غير مكان المكتوبة.

وذهب المالكية إلى أن المصلى يفصل بين الفريضة والنفل بالذكر الوارد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱، ص ۱۱۳ وص ۱۱۴، ماده نفل)

ويسن الفصل بين الفرض وسنته بكلام أو قيام(الإقناع فى فقه الإمام أحمد بن حنبل، فصل السنن الراتبة عشر وركعة الوتر)

والأصل فى الرواتب أن يأتى بها فى بيته، والسر فى ذلك كله أن يطع الفصل بين الفرض والنوافل بما ليس من جنسهما، وأن يكون فصلا معتدا به يدرك بباداء الرأى، وهو قول عمر رضى الله عنه لمن أراد أن يشفع بعد المكتوبة " :اجلس فإنه لم يهلك أهل الكتاب إلا أنه لم يكن بين صلواتهم فصل، فقال النبى صلى الله عليه وسلم أصاب الله بك يا ابن الخطاب ".

وقوله صلى الله عليه وسلم " :اجعلوها فى بيوتكم "والله أعلم(حجة الله البالغة، أذكار الصلاة وهيأتها المندوب إليها)

کا خوف ہو یا بھوک لگی ہوئی ہوتب بھی کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ نماز کا وقت ختم نہ ہوجائے۔ [1]

ملحوظ رہے کہ عرفات اور مزدلفہ میں جمع بین الصلاتین کرتے ہوئے ایک فرض نماز پڑھ کر

---

[1] البتہ اگر کوئی بلاضرورت معمول کے کھانے پینے یا خرید وفروخت میں مشغول ہوجائے تو بعض مشائخ حنفیہ کی تصریح کے مطابق سنتوں کی سنیت باطل ہوجاتی ہے، اوراعادہ کا حکم ہوتا ہے۔

مگر درمیان میں کلام کا فصل ہونے سے سنیت کے بطلان کے قول کا مرجوح ہونا پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔

(ولو تكلم بين السنة والفرض لا يسقطها ولكن ينقص ثوابها)وقيل تسقط (وكذا كل عمل ينافي التحريمة على الأصح) قنية.

وفي الخلاصة :لو اشتغل ببيع أو شراء أو أكل أعادها وبلقمة أو شربة لا تبطل؛ ولو جيء بطعام، إن خاف ذهاب حلاوته أو بعضها تناوله ثم سنن إلا إذا خاف فوت الوقت؛ ولو أخرها لآخر الوقت لا تكون سنة وقيل تكون(الدر المختار)

(قوله ولو تكلم إلخ) وكذا لو فصل بقراءة الأوراد لأن السنة الفصل بقدر "اللهم أنت السلام إلخ "حتى لو زاد تقع سنة لا في محلها المسنون كما مر قبيل فصل الجهر بالقراءة.

(قوله وقيل تسقط) أي فيعيدها لو قبلية، ولو كانت بعدية فالظاهر أنها تكون تطوعا، وأنه لا يؤمر بها على هذا القول تأمل.

(قوله وفي الخلاصة إلخ) الظاهر أنه استدراك على ما صححه في المتن تبعا للقنية لأن جزم الخلاصة بقوله أعادها يفيد أنها تسقط بقرينة.

قوله بعده لا تبطل :أي لا يبطل كونها سنة فإنه يفيد أن الإعادة لبطلان كونه سنة وإلا لم تصح المقابلة تأمل.

(قوله ولو جيء بطعام إلخ) أفاد أن العمل المنافي إنما ينقص ثوابها أو يسقطها لو كان بلا عذر، أما لو حضر الطعام وخاف ذهاب لذته لو اشتغل بالسنة البعدية فإنه يتناوله ثم يصليها لأن ذلك عذر في ترك الجماعة، ففي تأخير السنة أولى إلا إذا خاف فوتها بخروج الوقت فإنه يصليها ثم يأكل، هذا ما ظهر لي.

(قوله ولو أخرها إلخ) أي بلا عذر بقرينة ما قبله.

(قوله وقيل تكون) حكى القولين القنية ولم يعبر عن هذا الثاني بقيل بل أخره، ولا يلزم من ذلك تضعيفه.

ويظهر لي أنه الأصح، وأن القول الأول مبني على القول بأنها تسقط بالعمل المنافي، وهو ما حكاه الشارح بقيل إلا أن يدعى تخصيص الخلاف السابق بالسنة القبلية وهذا بالبعدية، لكن يبعده أنه إذا كان الأصح في القبلية أنها لا تسقط مع إمكان تداركها بأن تعاد مقارنة للفرض تكون البعدية كذلك بالأولى لعدم إمكان التدارك فليتأمل (رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص ۲۱،باب الوتر والنوافل)

دوسری فرض نماز پڑھنے سے پہلے سنت ونفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، بلکہ وہاں درمیان میں سنت ونفل نماز کے فصل کے بجائے دونوں وقت کے فرضوں کو متصلاً پڑھنے میں ہی زیادہ فضیلت ہے۔ [1]

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

٦/محرم الحرام/١٤٣٤ھ 21/نومبر/2012ء بروز بدھ

---

[1] البتہ عرفات اور مزدلفہ میں جمع بین الصلاتین کی کیا شرائط ہیں؟ یہ ایک الگ موضوع ہے، جس کی تفصیل حج وعمرہ کے احکام سے متعلقہ کتابوں میں مذکور ہے۔

ذهب الفقهاء إلى كراهة التنفل بين الصلاتين المجموعتين جمع تقديم فى عرفة، والمجموعتين جمع تأخير فى مزدلفة، فإذا جمع الإمام بين الظهر والعصر بعرفة، يصلى الظهر والعصر فى وقت الظهر، ويترك سنة الظهر البعدية، ومثل ذلك المغرب والعشاء .فيصلى المغرب والعشاء فى وقت العشاء ، ويترك سنة المغرب البعدية؛ لأنه صلى الله عليه وسلم لم يتطوع بينهما.

قال القرطبى :فأما الفصل بين الصلاتين بعمل غير الصلاة، فقد ثبت عن أسامة بن زيد أن النبى صلى الله عليه وسلم لما جاء المزدلفة نزل فتوضأ، فأسبغ الوضوء ، ثم أقيمت الصلاة فصلى المغرب، ثم أناخ كل إنسان بعيره فى منزله، ثم أقيمت العشاء فصلى، ولم يصل بينهما.وقال ابن المنذر :لا أعلم خلافا فى أن السنة ألا يتطوع بين الصلاتين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧ص١٨٥،١٨٦، مادة "اوقات الصلاة")

ولا يتطوع بين المغرب والعشاء ، فإن تطوع بينهما أعاد الإقامة للعشاء (المحيط البرهانى، ج٢،ص٤٢٩،الفصل الثالث :فى تعليم أعمال الحج)

www.idaraghufran.org

(۸)

نفل نماز شروع کر کے فاسد کرنے کا حکم

سوال

سنت ونفل نماز شروع کر کے کیا ان کو پورا کرنا ضروری ہے؟ اور اگر کوئی فاسد کردے، تو اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے یا کہ نہیں؟ فقہائے کرام کی اس میں کیا آراء ہیں؟

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جواب

اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک نماز کے اہل (عاقل، بالغ، مسلمان) شخص کے نفل وسنت نماز شروع کرنے کے بعد لازم ہوجاتی ہے، اور اس کو درمیان میں فاسد کردینے سے دوبارہ پڑھنا ضروری ہوجاتا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تُبْطِلُوْا أَعْمَالَكُمْ (سورة محمد، آية ۳۳)

یعنی تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو (سورہ محمد)

اور نفل وسنت نماز شروع کرنے کے بعد عمل کا درجہ اختیار کرلیتی ہے، اور اس کو پورا کرنے سے پہلے فاسد کردینے سے اس عمل کا باطل کرنا لازم آتا ہے، جس کی تلافی کے لئے اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔

اس کے علاوہ بعض احادیث میں نفل روزہ شروع کرنے کے بعد اگر توڑ دیا جائے، تو اس کو قضا کرنے کا حکم آیا ہے۔

لہٰذا جس طرح نفل روزہ رکھ کر توڑ دینے کے بعد اس کی قضا کا حکم ہے، اسی طرح نفل نماز کا

Idara Ghufran

بھی حکم ہوگا۔ ل

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک سنت ونفل نماز شروع کرنے کے بعد وہ لازم نہیں ہوتی، البتہ

ل عن عروة، عن عائشة قالت :كنت أنا وحفصة صائمتين، فعرض لنا طعام اشتهيناه فأكلنا منه، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، فبدرتني إليه حفصة، وكانت ابنة أبيها، فقالت :يا رسول الله، إنا كنا صائمتين، فعرض لنا طعام اشتهيناه فأكلنا منه، قال : اقضيا يوما آخر مكانه :وروى صالح بن أبي الأخضر، ومحمد بن أبي حفصة هذا الحديث، عن الزهري، عن عروة، عن عائشة مثل هذا، ورواه مالک بن أنس، ومعمر، وعبيد الله بن عمر، وزياد بن سعد، وغير واحد من الحفاظ، عن الزهري، عن عائشة مرسلا، ولم يذكروا فيه عن عروة، وهذا أصح لأنه روى عن ابن جريج قال :سألت الزهري قلت له :أحدثک عروة عن عائشة؟ قال :لم أسمع من عروة في هذا شيئا، ولكني سمعت في خلافة سليمان بن عبد الملک من ناس، عن بعض من سأل عائشة عن هذا الحديث، حدثنا بذلک علي بن عيسى بن يزيد البغدادي قال :حدثنا روح بن عبادة، عن ابن جريج فذكر الحديث، وقد ذهب قوم من أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم إلى هذا الحديث فرأوا عليه القضاء إذا أفطر وهو قول مالک بن أنس (ترمذي، رقم الحديث ۷۳۵)

عن عمرة عن عائشة، قالت :أصبحت أنا وحفصة صائمتين متطوعين، فأهدي لنا طعام، فأفطرنا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :صوما مكانه يوما آخر (ابنِ حبان، رقم الحديث ۳۵۱۷)

إسناد صحيح على شرط مسلم (حاشية ابن حبان)

فقد ثبت هذا الحديث ثبوتا لا مرد له لو كان كل طريق من هذه ضعيفا لتعددها وكثرة مجيئها، وثبت في ضمن ذلک أن ذلک المجهول في قول الزهري فيما أسند الترمذي إليه عن بعض من سأل عائشة -رضي الله عنها- عن هذا الحديث ثقة أخبر بالواقع، فكيف وبعض طرقه مما يحتج به.وحمله على أنه أمر ندب خروج عن مقتضاه بغير موجب، بل هو محفوف بما يوجب مقتضاه ويؤكد، وهو ما قدمناه من قوله تعالى (ولا تبطلوا أعمالكم) (محمد۳۳) كلام المفسرين فيها على أن المراد لا تحبطوا الطاعات بالكبائر، كقوله تعالى (لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي) (الحجرات2 :) إلى أن قال (أن تحبط أعمالكم) (الحجرات۲) وكلام ابن عمر -رضي الله عنه- ظاهر في أن هذا قول الصحابة، أو لا تبطلوها بمعصيتهما :أي معصية الله ورسوله، أو الإبطال بالرياء والسمعة، وهو قول ابن عباس -رضي الله عنه-، وعنه بالشک والنفاق أو بالعجب، والكل يفيد أن المراد بالإبطال إخراجها عن أن تترتب عليها فائدة أصلا كأنها لم توجد.

وهذا غير الإبطال الموجب للقضاء فلا تكون الآية باعتبار المراد دليلا على منع هذا الإبطال، بل دليلا على منعه بدون قضاء، فيكون دليل رواية المنتقى على ما قدمناه من أنها إباحة الفطر مع إيجاب القضاء، ولهذا اخترناها لأن الآية لا تدل باعتبار المراد منها على سوى ذلک (فتح القدير لابن الهمام، ج۲، ص ۳۶۲، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة)

www.idaraghufran.org

اس کو پورا کرنا بہتر ومستحب ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی پورا کرنے سے پہلے درمیان میں فاسد کردے، تو اس کی تلافی ضروری نہیں ہوتی، کیونکہ شروع میں جس طرح نفل نماز نہ پڑھنے کا اختیار ہے، اسی طرح وہ اختیار شروع کرنے کے بعد بھی باقی رہتا ہے، اور بعض احادیث میں نفل روزہ رکھ کر توڑ دینے کی صورت میں قضا نہ کرنے کی گنجائش پائی جاتی ہے، اور جن احادیث میں قضا کا حکم آیا ہے، ان فقہائے کرام کے نزدیک اس سے قضا کا مستحب ہونا مراد ہے، نہ کہ واجب ہونا۔ [1]

---

[1] حدثنا شعبة، قال :كنت أسمع سماک بن حرب يقول :أحد بنى أم هانء حدثنى فلقيت أنا أفضلهم وكان اسمه جعدة، وكانت أم هانء جدته، فحدثنى عن جدته، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل عليها فدعا بشراب فشرب، ثم ناولها فشربت، فقالت :يا رسول الله، أما إنى كنت صائمة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : الصائم المتطوع أمين نفسه، إن شاء صام، وإن شاء أفطر، قال شعبة :فقلت له، أأنت سمعت هذا من أم هانء؟ قال :لا، أخبرنى أبو صالح وأهلنا عن أم هانء، وروى حماد بن سلمة هذا الحديث، عن سماک بن حرب، فقال :عن هارون ابن بنت أم هانء، عن أم هانء، ورواية شعبة أحسن، هكذا حدثنا محمود بن غيلان، عن أبى داود، فقال :أمين نفسه وحدثنا غير محمود، عن أبى داود، فقال :أمير نفسه، أو أمين نفسه على الشک، وهكذا روى من غير وجه عن شعبة أمين أو أمير نفسه على الشک، وحديث أم هانء فى إسناده مقال، "والعمل عليه عند بعض أهل العلم من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، وغيرهم :أن الصائم المتطوع إذا أفطر فلا قضاء عليه، إلا أن يحب أن يقضيه، وهو قول سفيان الثورى، وأحمد، وإسحاق، والشافعى (سنن الترمذى، رقم الحديث ۷۳۲)

عن أم هانء، قالت :لما كان يوم الفتح فتح مكة، جاء ت فاطمة، فجلست عن يسار رسول الله صلى الله عليه وسلم وأم هانء عن يمينه، قالت :فجاء ت الوليدة بإناء فيه شراب، فناولته فشرب منه، ثم ناوله أم هانء، فشربت منه، فقالت :يا رسول الله، لقد أفطرت، وكنت صائمة، فقال لها :أكنت تقضين شيئا؟، قالت :لا، قال :فلا يضرک إن كان تطوعا (سنن أبى داود، رقم الحديث ۲۴۵۶)

عن أم هانء، قالت :لما كان يوم فتح مكة، جاء ت فاطمة حتى قعدت عن يساره، وجاء ت أم هانء، فقعدت عن يمينه، وجاء ت الوليدة بشراب، فتناوله النبى ﷺ، فشرب، ثم ناوله أم هانء عن يمينه، فقالت :لقد كنت صائمة، فقال لها " :أشىء تقضينه عليک؟ "قالت :لا، قال " :لا يضرک إذا (مسنداحمد، رقم الحديث ۲۶۸۹۷)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جہاں تک کہ مذکورہ آیت کا تعلق ہے، تو شوافع وحنابلہ کے نزدیک اس سے فرض اعمال مراد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إسناده ضعيف لاضطرابِ سندِه ونكارةِ متنِه، فقد اضطرب فيه سِماكُ ابنُ حَرُب (حاشية مسند احمد)

مسألة من دخل فى صيام تطوع فخرج منه فلا قضاء عليه:

مسألة؛ قال :(ومن دخل فى صيام تطوع، فخرج منه، فلا قضاء عليه، وإن قضاه فحسن) وجملة ذلك أن من دخل فى صيام تطوع، استحب له إتمامه، ولم يجب، فإن خرج منه، فلا قضاء عليه، روى عن ابن عمر، وابن عباس أنهما أصبحا صائمين، ثم أفطرا، وقال ابن عمر :لا بأس به، ما لم يكن نذرا أو قضاء رمضان وقال ابن عباس :إذا صام الرجل تطوعا، ثم شاء أن يقطعه قطعه، وإذا دخل فى صلاة تطوعا، ثم شاء أن يقطعها قطعها وقال ابن مسعود :متى أصبحت تريد الصوم، فأنت على آخر النظرين، إن شئت صمت، وإن شئت أفطرت هذا مذهب أحمد، والثورى، والشافعى، وإسحاق.

وقد روى حنبل، عن أحمد، إذا أجمع على الصيام، فأوجبه على نفسه، فأفطر من غير عذر، أعاد يوما مكان ذلك اليوم. وهذا محمول على أنه استحب ذلك، أو نذره ليكون موافقا لسائر الروايات عنه.

وقال النخعى، وأبو حنيفة، ومالك :يلزم بالشروع فيه ولا يخرج منه إلا بعذر، فإن خرج قضى.

وعن مالك :لا قضاء عليه.

واحتج من أوجب القضاء بما روى عن عائشة، أنها قالت :أصبحت أنا وحفصة صائمتين متطوعتين، فأهدى لنا حيس، فأفطرنا، ثم سألنا رسول الله -صلى الله عليه وسلم- فقال :اقضيا يوما مكانه ولأنها عبادة تلزم بالنذر فلزمت بالشروع فيها، كالحج والعمرة .ولنا، ما روى مسلم، وأبو داود، والنسائى، عن عائشة، قالت دخل على رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يوما، فقال :هل عندكم شيء ؟ فقلت :لا .قال :فإنى صائم .ثم مر بعد ذلك اليوم، وقد أهدى إلى حيس، فخبأت له منه، وكان يحب الحيس .قلت :يا رسول الله، إنه أهدى لنا حيس، فخبأت لك منه، قال :أدنيه، أما إنى قد أصبحت وأنا صائم .فأكل منه، ثم قال لنا :إنما مثل صوم التطوع مثل الرجل يخرج من ماله الصدقة؛ فإن شاء أمضاها، وإن شاء حبسها هذا لفظ رواية النسائى، وهو أتم من غيره.

وروت أم هانء، قالت :دخلت على رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فأتى بشراب، فناولنيه فشربت منه، ثم قلت :يا رسول الله، لقد أفطرت وكنت صائمة .فقال لها :أكنت تقضين شيئا؟ قالت :لا .قال :فلا يضرك إن كان تطوعا رواه سعيد وأبو داود، والأثرم وفى لفظ قالت :قلت، إنى صائمة .فقال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-إن المتطوع أمير نفسه، فإن شئت فصومى، وإن شئت فأفطرى ولأن كل صوم لو أتمه كان تطوعا إذا خرج منه لم يجب قضاؤه، كما لو اعتقد أنه من رمضان فبان من شعبان أو من شوال. فأما خبرهم، فقال أبو داود :لا يثبت .وقال الترمذى : فيه مقال .وضعفه الجوزجانى وغيره، ثم هو محمول على الاستحباب .إذا ثبت هذا، فإنه يستحب له إتمامه، وإن خرج منه استحب قضاؤه؛ للخروج من الخلاف، وعملا بالخبر الذى رووه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ہیں، یا پھر اعمال میں ریا کاری نہ کرنا مراد ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فصل :وسائر النوافل من الأعمال حكمها حكم الصيام، فى أنها لا تلزم بالشروع، ولا يجب قضاؤها إذا خرج منها، إلا الحج والعمرة، فإنهما يخالفان سائر العبادات فى هذا، لتأكد إحرامهما، ولا يخرج منهما بإفسادهما .ولو اعتقد أنهما واجبان، ولم يكونا واجبين، لم يكن له الخروج منهما . وقد روى عن أحمد فى الصلاة ما يدل على أنها تلزم بالشروع، فإن الأثرم قال :قلت لأبى عبد الله :الرجل يصبح صائما متطوعا، أيكون بالخيار؟ والرجل يدخل فى الصلاة أله أن يقطعها؟ فقال :الصلاة أشد، أما الصلاة فلا يقطعها .قيل له :فإن قطعها قضاها؟ قال :إن قضاها فليس فيه اختلاف .ومال أبو إسحاق الجوزجانى إلى هذا القول، وقال :الصلاة ذات إحرام وإحلال، فلزمت بالشروع فيها، كالحج.

وأكثر أصحابنا على أنها لا تلزم أيضا .وهو قول ابن عباس؛ لأن ما جاز ترك جميعه جاز ترك بعضه، كالصدقة، والحج والعمرة يخالفان غيرهما.

فصل :ومن دخل فى واجب، كقضاء رمضان، أو نذر معين أو مطلق، أو صيام كفارة؛ لم يجز له الخروج منه لأن المتعين وجب عليه الدخول فيه، وغير المتعين تعين بدخوله فيه، فصار بمنزلة الفرض المتعين، وليس فى هذا خلاف بحمد الله (المغنى لابن قدامة، ج۳،ص ۱۶۹ ،كتاب الصيام)

۱؎ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ:

لا تبطلوا صدقاتكم بالمن والاذى (سورة البقرة، رقم الآية۲۶۴)

لا خلاف بين الفقهاء فى أن من أفسد عبادة مفروضة وجب عليه أداؤها إن كان وقتها يسعها كالصلاة، أو القضاء إن خرج الوقت أو كان لا يسعها كالصلاة إن خرج الوقت، وكالصيام والحج لعدم اتساع الوقت. أما التطوع بالعبادة فإنها تلزم بالشروع فيه عند الحنفية والمالكية، وتجب إتمامها، وعند الشافعية والحنابلة :لا تجب بالشروع، ويستحب الإتمام فيما عدا الحج والعمرة فيلزمان بالشروع، ويجب إتمامهما، وعلى ذلك فمن دخل فى عبادة تطوع وأفسدها وجب عليه قضاؤها عند الحنفية والمالكية لقوله تعالى :(ولا تبطلوا أعمالكم) ولا يجب القضاء عند الشافعية والحنابلة فى غير الحج والعمرة لما روت عائشة رضى الله تعالى عنها قالت :دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال :هل عندك شىء ؟ فقلت :لا، فقال :إنى إذا أصوم، ثم دخل على يوما آخر فقال :هل عندك شىء ؟ فقلت :نعم، فقال :إذا أفطر، وإن كنت قد فرضت الصوم.

أما الحج والعمرة فيجب قضاؤهما إذا أفسدهما؛ لأن الوصول إليهما لا يحصل فى الغالب إلا بعد كلفة عظيمة، ولهذا يجبان بالشروع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱، ص ۱۱۴، تدارك من أفسد عبادة شرع فيها من صلاة أو صوم أو حج، مادة "تدارك")

يلزم النفل بالشروع فيه -عند الحنفية والمالكية -لقوله تعالى :(ولا تبطلوا أعمالكم)ولأن ما أداه صار لله تعالى فوجب صيانته بلزوم الباقى.

وعند الشافعية والحنابلة لا يلزم؛ لأنه مخير فيما لم يفعل بعد، فله إبطال ما أداه تبعا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷،ص۱۵۷، ماده: صلاة التطوع،الشروع فى صلاة التطوع)

Idara Ghufran

پھر حنفیہ کے نزدیک نماز کم از کم ایک شفعہ یعنی دو رکعتوں پر مشتمل ہوتی ہے، اس سے کم نہیں، اس لئے نفل یا سنت نماز کی نیت باندھنے کے بعد اگر اس کو پورا کیے بغیر توڑ دیا جائے تو راجح یہ ہے کہ کم از کم دو رکعتیں پڑھنا واجب ہوتا ہے، اگرچہ اس نے دو سے زیادہ رکعتوں کی نیت باندھی ہو۔ [1]

---

[1] طرفین کے نزدیک نفل ومسنون نماز شروع کرنے کے بعد اتنی مقدار واجب ہوا کرتی ہے جس کے ساتھ شروع کرنے کا عمل متصل ہو۔

چنانچہ نفل اور مسنون نماز کی کم از کم دو رکعتیں ہیں، اس لئے اگر کسی نے دو یا زیادہ نفل یا مسنون نماز کی رکعتوں کی نیت باندھ کر نماز شروع کی، تو اس پر اُصولی اعتبار سے دو رکعتیں واجب ہوں گی، چنانچہ اگر اس نے دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا، تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا، اور اگر اس نے اس نماز کو فاسد کر دیا، تو اس پر صرف دو رکعتیں ہی واجب ہوں گی، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اس سلسلہ میں مختلف روایات منقول ہیں، ایک روایت کے مطابق جتنی رکعتوں کی نیت باندھی ہو، اتنی ہی لازم ہوں گی، لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا طرفین کے قول کی طرف رجوع منسوب ہے، اور حنفیہ کی دلیل کے لحاظ سے طرفین کا قول راجح ہے، کیونکہ نمازِ تطوع کے وجوب کا سبب اس کا شروع کرنا ہے، اور شروع کرنے کا یہ سبب دو رکعتوں کے اتمام سے متصل ہوتا ہے؛ لہٰذا اس عمل کو بطلان سے بچانے کے لئے دو رکعتوں کا اتمام کافی ہے۔

اگرچہ بعض مشائخ نے امام ابو یوسف کے قول پر بھی فتویٰ دیا ہے۔

پھر ظاہرُ الروایۃ کے مطابق ظہر اور جمعہ سے پہلے اور بعد کی چار سنتوں کو شروع کر کے فاسد کر دینے کا بھی یہی حکم ہے "وهو الراجح والموافق باصول الحنفية"

وأما بيان مقدار ما يلزم منه بالشروع فنقول لا يلزمه بالافتتاح أكثر من ركعتين، وإن نوى أكثر من ذلك في ظاهر الروايات عن أصحابنا إلا بعارض الاقتداء،وروى عن أبي يوسف ثلاث روايات روى بشر بن الوليد عنه أنه قال فيمن افتتح التطوع ينوى أربع ركعات ثم أفسدها :قضى أربعا ثم رجع وقال :يقضي ركعتين وروى بشر بن أبي الأزهر عنه أنه قال فيمن افتتح النافلة ينوى عددا: يلزمه بالافتتاح ذلك العدد وإن كان مائة ركعة وروى غسان عنه أنه قال :إن نوى أربع ركعات لزمه وإن نوى أكثر من ذلك لم يلزمه، ولا خلاف في أنه يلزمه بالنذر ما تناوله وإن كثر، وجه رواية ابن أبي الأزهر عنه أن الشروع في كونه سببا للزوم كالنذر ثم يلزمه بالنذر جميع ما تناوله وكذا بالشروع، وجه رواية غسان عنه أن ما وجب بإيجاب الله تعالى بناء على مباشرة سبب الوجوب من العبد دون ما وجب بإيجاب الله تعالى ابتداء وذا لا يزيد على الأربع فهذا أولى، وجه ظاهر الرواية أن الوجوب بسبب الشروع ما ثبت وضعا بل ضرورة صيانة المؤدى عن البطلان، ومعنى الصيانة يحصل بتمام الركعتين فلا تلزم الزيادة من غير ضرورة بخلاف النذر؛ لأنه سبب الوجوب بصيغته وضعا فيتقدر الوجوب بقدر ما تناوله السبب.

وأما قوله :إن الشروع سبب الوجوب كالنذر فنقول نعم لكنه سبب لوجوب ما وجد الشروع فيه،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیت باندھی اور دو پر سلام پھیر دیا، تو اس نماز کے شروع

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولم يوجد الشروع فى الشفع الثانى فلا يجب، ولأنه ما وضع سببا للوجوب بل الوجوب لما ذكرنا من الضرورة ولا ضرورة فى حق الشفع الثانى، بخلاف النذر فإنه التزم صريحا فيلزمه بقدر ما التزم .وكذا الجواب فى السنن الراتبة أنه لا يجب بالشروع فيها إلا ركعتين حتى لو قطعها قضى ركعتين فى ظاهر الرواية عن أصحابنا؛ لأنه نفل، وعلى رواية أبى يوسف قضى أربعا فى كل موضع يقضى فى التطوع أربعا ومن المتأخرين من مشايخنا اختار قول أبى يوسف فيما يؤدى من الأربع منها بتسليمة واحدة وهو الأربع قبل الظهر، وقال :لو قطعها يقضى أربعا (بدائع الصنائع، ج ١، ص ٢٩١، ٢٩٢، كتاب الصلاة، فصل فى بيان مقدار ما يلزم منه بالشروع فى صلاة التطوع)

لا يلزمه بتحريمة النفل أكثر من الركعتين وإن نوى أكثر منهما وهو ظاهر الرواية عن أصحابنا إلا بعارض الاقتداء وصحح فى الخلاصة رجوع أبى يوسف إلى قولهما فهو باتفاقهم لأن الوجوب بسبب الشروع لم يثبت وضعا بل لصيانة المؤدى وهو حاصل بتمام الركعتين فلا تلزم الزيادة بلا ضرورة قيد بقوله نوى أربعا لأنه لو شرع فى النفل ولم ينو لا يلزمه إلا ركعتان اتفاقا وقيد بالشروع لأنه لو نذر صلاة ونوى أربعا لزمه أربع بلا خلاف كما فى الخلاصة لأن سبب الوجوب فيه هو النذر بصيغته وضعا وأطلق فى النفل فشمل السنة المؤكدة كسنة الظهر فلا يجب بالشروع فيها إلا ركعتان حتى لو قطعها قضى ركعتين فى ظاهر الرواية عن أصحابنا لأنها نفل وعلى قول أبى يوسف يقضى أربعا فى التطوع ففى السنة أولى (البحر الرائق، ج ٢، ص ٦٣، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

(قوله وعلى قول أبى يوسف إلخ) قال فى النهر قد علمت رجوعه فالخلاف ليس بناء على قوله بل اختيار لبعض المشايخ (منحة الخالق، على البحر الرائق، ج ٢، ص ٦٣، باب الوتر والنوافل)

(قوله وقضى ركعتين) هو ظاهر الرواية .وصحح فى الخلاصة رجوع أبى يوسف عن قوله أولا بقضاء الأربع إلى قولهما فهو باتفاقهم لأن الوجوب بسبب الشروع لم يثبت وضعا بل لصيانة المؤدى وهو حاصل بتمام الركعتين، فلا تلزم الزيادة بلا ضرورة بحر . (قوله لو نوى أربعا) قيد به لأنه لو شرع فى النفل ولم ينو لا يلزمه إلا ركعتان اتفاقا .وقيد بالشروع لأنه لو نذر صلاة ونوى أربعا لزمه أربع بلا خلاف كما فى الخلاصة لأن سبب الوجوب فيه هو النذر بصيغته وضعا بحر.

(قوله على اختيار الحلبى وغيره) حيث قال فى شرح المنية :أما إذا شرع فى الأربع التى قبل الظهر وقبل الجمعة أو بعدها ثم قطع فى الشفع الأول أو الثانى يلزمه قضاء الأربع باتفاق لأنها لم تشرع إلا بتسليمة واحدة، فإنها لم تنقل عنه -عليه الصلاة والسلام -إلا كذلك، فهى بمنزلة صلاة واحدة، ولذا لا يصلى فى القعدة الأولى ولا يستفتح فى الثالثة .ولو أخبر الشفيع بالبيع وهو فى الشفع الأول منها فأكمل لا تبطل شفعته وكذا المخيرة لا يبطل خيارها وكذا لو دخلت عليه امرأته وهو فيه فأكمل لا تصح الخلوة ولا يلزمه كمال المهر لو طلقها، بخلاف ما لو كان نفلا آخر فإن هذه الأحكام تنعكس .اهـ .وذكر فى البحر أنه اختاره الفضلى وقال فى النصاب إنه الأصح .لأنه بالشروع صار بمنزلة الفرض لكن ذكر فى البحر قبل ذلك أنه لا يجب بالشروع فيها إلا ركعتان فى ظاهر الرواية عن أصحابنا لأنها نفل .قلت :وظاهر الهداية وغيرها ترجيحه (رد المحتار، ج ٢، ص ٣٢، باب الوتر والنوافل)

www.idaraghufran.org

کرنے سے؛ کیونکہ حنفیہ کے نزدیک دو رکعت ہی واجب ہوئی تھیں، اس لیے اس کے ذمّہ کچھ اور واجب نہ ہوگا۔ [1]

پھر شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک تو چونکہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد لازم نہیں ہوتی؛ البتہ اس کو پورا کرنا بہتر و مستحب ہوتا ہے، اس لیے ان کے نزدیک نفل نماز شروع کرنے کے بعد توڑ دینے میں کوئی گناہ نہیں پایا جاتا۔

لیکن حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک نفل نماز شروع کرنے کے بعد بغیر عذر کے توڑنا جائز نہیں ہوتا، اور اگر توڑ دیا جائے، خواہ عذر کی وجہ سے ہی کیوں نہ ہو، تو اس کی قضا کا حکم ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] البتہ حنفیہ کے نزدیک اگر کسی نفل پڑھنے والے نے چار رکعت فرض پڑھنے والے کی اقتدا میں نماز شروع کر کے اس کو فاسد کر دیا، تو اس پر چار رکعت کی قضا واجب ہو جائے گی، خواہ اس نے شروع میں اقتدا کی ہو، یا درمیان میں اقتدا کی ہو، یا قعدۂ اخیرہ میں، لعارض الاقتداء۔

(قوله إلا بعارض اقتداء) أي اقتداء المتطوع بمن تلزمه الأربع؛ كما لو اقتدى بمصلي الظهر ثم قطعها فإنه يقضي أربعا، سواء اقتدى به في أولها أو في القعدة الأخيرة لأنه التزم صلاة الإمام وهي أربع .بحر ونهر عن البدائع(رد المحتار، ج ٢، ص ٣٢، باب الوتر والنوافل)

[2] عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :كان رجل في بني إسرائيل يقال له جريج يصلي، فجاء ته أمه، فدعته، فأبى أن يجيبها، فقال :أجيبها أو أصلي، ثم أتته فقالت :اللهم لا تمته حتى تريه وجوه المومسات، وكان جريج في صومعته، فقالت امرأة :لأفتنن جريجا، فتعرضت له، فكلمته فأبى، فأتت راعيا، فأمكنته من نفسها، فولدت غلاما فقالت :هو من جريج، فأتوه، وكسروا صومعته، فأنزلوه وسبوه، فتوضأ وصلى ثم أتى الغلام، فقال :من أبوك يا غلام؟ قال :الراعي، قالوا :نبني صومعتك من ذهب، قال :لا، إلا من طين (بخاري، رقم الحديث ٢٤٨٢، باب: إذا هدم حائطا فليبن مثله)

أما قطعها بمسوغ شرعي فمشروع، فتقطع الصلاة لقتل حية ونحوها للأمر بقتلها، وخوف ضياع مال له قيمة له أو لغيره، ولإغاثة ملهوف، وتنبيه غافل أو نائم قصدت إليه نحو حية، ولا يمكن تنبيهه بتسبيح، ويقطع الصوم لإنقاذ غريق، وخوف على نفس، أو رضيع . أما قطع التطوع بعد الشروع فيه فقد اختلف الفقهاء في حكمه فقال الحنفية والمالكية :لا يجوز قطعه بعد الشروع بلا عذر كالفرض ويجب إتمامه، لأنه عبادة، ويلزم بالشروع فيه، ولا يجوز إبطاله، لأنه عبادة.وقال الشافعية والحنابلة :يجوز قطع التطوع، عدا الحج والعمرة، لحديث المتنفل أمير نفسه ولكن يستحب إتمامه، أما الحج والعمرة فيجب إتمامهما، وإن فسدا إذا شرع فيهما، لأن نفلهما كفرضهما . وتنقطع الصلاة بإتيان ما يتنافى معها كتعمد الحدث، ونية الخروج منها بعد الإحرام، والكلام الكثير عرفا، والعمل الكثير، ونحو ذلك من مبطلاتها ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر جو حکم نماز شروع کر کے توڑ دینے کا ہے، وہی حکم نماز کے درمیان حیض ونفاس جاری ہوجانے کی وجہ سے فاسد ہوجانے کا بھی ہے۔ [1]

مسئلہ:...... جو نفل نماز شروع کر کے توڑ دی جائے، تو اس کو قضا کرتے وقت بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے، کما فی صلاۃ النذر، وهو الراجح عندنا کما یاتی فی النذر۔ [2]

مسئلہ:...... حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی مکروہ وقت میں نوافل شروع کرے، تو بھی وہ لازم ہوجاتے ہیں، اور اس وقت نوافل شروع کرنا اور مکمل کرنا مکروہ ہے، اگر کسی نے شروع کر دیے، تو اس کو توڑ دینا چاہیے، اور مکروہ وقت کے بعد ان کو اداء کرنا چاہیے۔

البتہ اگر نفل نماز کا شروع کرنا ہی معتبر نہ ہوا، یا نماز شروع کرتے وقت وہ نماز کا اہل نہیں تھا، مثلاً نفل وسنت نماز پڑھنے کے بعد یا پڑھنے کے دوران معلوم ہوا کہ اس کا وضو نہیں تھا، یا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقال الحنابلة :يقطعها أيضا :الكلب الأسود إذا مر بين يدى المصلى، وهو البهيم الذى ليس فى لونه شىء سوى السواد، وفى رواية عن أحمد أنه يقطع الصلاة :الكلب الأسود، والحمار، والمرأة إذا مرت بين يدى المصلى، ولا يقطع شىء من ذلك عند عامة الفقهاء.

ويقطع عند الحنفية محاذاة المرأة الرجل فى صلاة مطلقة يشتركان فيها (ر :اقتداء ف)

ويقطع الصوم ما يبطله من أكل أو شرب أو جماع، ولا ينقطع الصوم بنية القطع عند الشافعية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴ص ۵۱، ۵۲، ماده: قطع، قطع العبادة)

[1] (قوله ومن دخل فى صوم التطوع أو فى صلاة التطوع ثم أفسدهما قضاهما) سواء حصل الإفساد بصنعه أو بغير صنعه حتى إذا حاضت الصائمة تطوعا يجب عليها القضاء وكذا إذا افتتح الصلاة بالتيمم ثم أبصر الماء فعليه القضاء (الجوهرة النيرة، ج ۱، ص ۱۴۳، كتاب الصوم)

ولو شرعت فى صلاة النفل أو صوم النفل ثم حاضت وجب عليها القضاء (الجوهرة النيرة، ج ۱، ص ۳۲، باب الحيض)

[2] لو لم ينص على القيام لا يلزمه القيام عند بعضهم كما لو نذر صلاة لأنه فى النفل وصف زائد فلا يلزمه إلا بشرط وعند البعض يلزمه القيام لأن إيجاب العبد معتبر بإيجاب الله وأينما أوجبها الله تعالى أوجبها قائما والصحيح الأول كالتتابع فى الصوم كذا فى المحيط وغاية البيان ورجح الثانى فى فتح القدير بحثا بأن الصلاة عبارة عن القيام والقراء ة إلى آخرها فهو الركن الأصلى غير أنه يجوز تركه إلى القعود رخصة فى النفل فلا ينصرف المطلق إلا إليه (البحر الرائق، ج ۲، ص ۶۸، باب الوتر والنوافل)

قال ولا يلزمه القيام فى النذر المطلق كالتتابع فى الصوم قال وهو الصحيح(حاشية الشلبى على تبيين الحقائق، ج ۱، ص ۱۷۶، باب الوتر و النوافل)

www.idaraghufran.org

نابالغ بچہ نے نماز شروع کر کے فاسد کر دی، یا عورت نے حیض ونفاس کی حالت میں نماز شروع کی، تو پھر حنفیہ کے نزدیک ایسی نفل وسنت نماز کی قضا واجب نہیں ہوگی۔[1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۷/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ 22/نومبر/2012ء بروز جمعرات

---

[1] ملحوظ رہے کہ اوقاتِ ممنوعہ (طلوع، غروب، زوال) کے وقت نماز شروع کر کے لازم ہونا حنفیہ کی ظاہر الروایۃ کے مطابق ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت عدمِ لزوم کی بھی ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک فرض نماز شروع کرنے کے بعد عورت کو حیض جاری ہوجائے، تو اس پر اس کی قضا واجب نہیں ہوتی "لأن المعتبر هو آخر الوقت فی الوجوب" البتہ اگر عورت کو نفل نماز کے دوران حیض جاری ہوجائے، تو پاک ہونے کے بعد اس کی قضاء لازم ہوتی ہے "للزومها بالشروع فی التطوع عندالحنفیة"

وفی هذه الأوقات الثلاثة يكره أداء التطوع المبتدأ الذی لا سبب له فی جميع الأزمان وفی جميع الأمكنة حتى لو شرع فيه فالأفضل أن يقطع ولكن أو أدى جاز مع الكراهة(تحفة الفقهاء، ج ا ص ۱۰۵، باب مواقيت الصلاة)

وقوله ولو عند الغروب والطلوع أی يلزم بالشروع ولو كان الشروع عند غروب الشمس وطلوعها وهو ظاهر الرواية وروى عن أبی حنيفة أنه لا يلزمه اعتبارا بالشروع فی الصوم فی الأوقات المكروهة حيث لا يجب عليه القضاء بالإفساد(تبيين الحقائق، ج ا ص ۱۷۴، باب الوتر والنوافل)

والنفل إنما يلزم بالشروع إن كان ملتزما من كل وجه (حاشية الشلبی على تبيين الحقائق، ج ا ص ۳۱۸، كتاب الصوم)

الحائض فی أثناء الصوم والصلاة إما أن يكون صومها وصلاتها فرضا، وإما أن يكون نفلا، فإن كان الصوم فرضا بطل صومه ذلک بطريان الحيض، ووجب عليه قضاؤه؛ أی أداء ما كان واجبا عليه؛ لبقائه عليه، فإن الواجب إذا فسد لم يجب عليه إلا أداء ذلک الواجب مرة أخرى كما صرح به فی الأشباه والنظائر وغيره، فإن كان الواجب مؤقتا كالنذر المعين، وصوم رمضان ونحو ذلک، كان أداؤه بعد الطهارة وبعد ذهاب الوقت قضاء حقيقة، وإن لم يكن مؤقتا كصوم النذر المطلق سمی ذلک قضاء مسامحة، وإن كانت الصلاة فرضا سقطت عنه تلک الصلاة، وبطلت، ولم يجب عليها قضاؤها بناء على ما تقرر عندنا أن المعتبر هو آخر الوقت، فإذا طرأ الحيض فی أثناء الوقت، ولو فی أثناء الصلاة سقطت عنه تلک الصلاة .كذا فی فتح القدير، وإن كانت صلاتها التی حاضت فی أثنائها نفلا بطلت تلک الصلاة، ووجب عليها قضاؤها، للزومها بالشروع، وإن كان الصوم الذی حاضت فی أثنائه نفلا وجب عليها قضاؤه أيضا للزومه بالشروع (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، باب الحيض والنفاس)

(قوله دون نفل البالغ) أی حيث لا يجب بالشروع نفله ا هـ .كاكی(حاشية الشلبی على تبيين الحقائق، ج ا ص ۱۴۰، كتاب الصلاة، باب الامامة والحدث فی الصلاة)

Idara Ghufran

(۹)

نوافل پر عمل شروع کر کے پابندی وناغہ کا حکم

یہ بات طے شدہ ہے کہ فی نفسہٖ نفل نماز کو پڑھنا ثواب ہے، اور نہ پڑھنے میں کوئی گناہ نہیں، لیکن نفل نماز میں غلو کرنا، اس کی وجہ سے ضروری درجہ کے (اپنے یا اپنے متعلقین کے) حقوق تلف کرنا اور اپنی طاقت سے زیادہ کا اپنے اوپر بوجھ ڈالنا مناسب طریقہ نہیں۔

اور اگر کسی نفل نماز کی عادت بنالی جائے تو اس کو حتی الامکان نبھانے کی کوشش کرنا بہتر ہے۔

اس کے باوجود سفر، کسی بیماری یا عذر کی وجہ سے کبھی ناغہ ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اجر وثواب سے محروم نہیں فرماتے۔

آگے احادیث کی روشنی میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا، وَأَبْشِرُوْا، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین آسان ہے اور جو شخص بھی دین میں سختی کرتا ہے، تو دین اس پر غالب آجاتا ہے، پس تم لوگ میانہ روی (اور اعتدال اختیار) کرو اور (اعتدال کے) قریب رہو اور خوش ہو جاؤ (کہ تمہیں ایسا دین ملا) اور صبح اور دوپہر کے بعد اور کچھ رات میں عبادت کرنے سے دینی قوت حاصل کرو (بخاری)

---

[1] رقم الحدیث ۳۹، باب الدین یسر.

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُشَدِّدُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ قَبْلَكُمْ بِتَشْدِيْدِهِمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ، وَسَتَجِدُوْنَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارَاتِ (الاحاديث المرفوعة من التاريخ الكبير للبخارى) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے اوپر تشدُّد اور سختی نہ کرو، بس تم سے پہلے لوگ اپنے آپ پر تشدُّد اور سختی کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں، اور تم اُن کی باقیات (اور آثارِ قدیمہ) کو اُن کے عبادت خانوں اور گھروں کی شکل میں دیکھتے ہو (تاریخ کبیر، بخاری؛ طبرانی؛ بیہقی)

اس سے معلوم ہوا کہ عبادت اور نیک اعمال میں میانہ روی اور اعتدال کو اختیار کرنا چاہیے، اور سختی وتشدد سے بچنا چاہیے، ورنہ انسان دین سے مغلوب ہوجاتا ہے، اور دین پر عمل کرنا مشکل ہوجاتا ہے، اور بعض اوقات ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۶۲۶؛ المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۵۵۵۱؛ المعجم الاوسط، رقم الحديث ۳۰۷۸؛ شعب الايمان، رقم الحديث ۳۶۰۱.

قال الالبانى:

أخرجه البخارى فى "التاريخ": وقال لنا عبد الله بن صالح: حدثنى أبو شُريح: سمع سهل بن أبى أمامة بن سهل بن حُنَيفٍ عن أبيه عن جده عن النبى -صلى الله عليه وسلم- قال ...فذكره ومن هذا الوجه: أخرجه ابن قانع فى ترجمة سهل من "المعجم"، والطبرانى فى "المعجم الكبير" و"الأوسط"، والبيهقى فى "شعب الإيمان". قلت: وهذا إسناد جيد بما بعده، رجاله ثقات رجال مسلم؛ غير عبد الله بن صالح، فهو من شيوخ البخارى كما ترى (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۳۱۲۴)

[2] (وعن أنس) رضى الله عنه (أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- كان يقول): فيه إشارة إلى التكرار والاستمرار (لا تشددوا على أنفسكم) أى: بالأعمال الشاقة كصوم الدهر وإحياء الليل كله واعتزال النساء لئلا تضعفوا عن العبادة وأداء الحقوق والفرائض (فيشدد الله عليكم): بالنصب جواب النهى أى: يفرضها عليكم فتقعوا فى الشدة، أو بأن يفوت عليكم بعض ما وجب عليكم بسبب ضعفكم من تحمل المشاق كذا قاله الشراح (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

www.idaraghufran.org

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ذَكَرُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْلَاةً لِبَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ : إِنَّهَا تَقُوْمُ اللَّيْلَ وَتَصُوْمُ النَّهَارَ، قَالَ : فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لٰكِنِّيْ أَنَا أَنَامُ وَأُصَلِّيْ، وَأَصُوْمُ وَأُفْطِرُ، فَمَنْ اِقْتَدٰى بِيْ فَهُوَ مِنِّيْ، وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ، إِنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةً ثُمَّ فَتْرَةً، فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلٰى بِدْعَةٍ فَقَدْ ضَلَّ، وَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلٰى سُنَّةٍ فَقَدِ اهْتَدٰى (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۴۷۴) [1]

ترجمہ: لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بنوعبدالمطلب کے متعلقہ ایک شخص کا ذکر کیا، کہ وہ رات بھر قیام کرتا ہے، اوردن بھر روزہ رکھتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو سوتا ہوں، اور نماز بھی پڑھتا ہوں، اور روزہ بھی رکھتا ہوں، اور روزہ نہیں بھی رکھتا ہوں، پس جو شخص میری اقتداء کرے، تو وہ مجھ میں سے ہے، اور جو میری سنت سے اعراض کرے، وہ مجھ میں سے نہیں ہے، بے شک ہر عمل کے لئے رغبت، تیزی اور جوش ہوتا ہے، پھر وہ ٹھنڈا پڑ جاتا اور سکون ہوجاتا ہے، پس جس کا سکون بدعت کی طرف ہوگا، تو وہ گمراہ ہوجائے گا، اور جس کا سکون سنت کی طرف ہوگا، وہ ہدایت پالے گا (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجَالٌ يَجْتَهِدُوْنَ فِي الْعِبَادَةِ اِجْتِهَادًا شَدِيْدًا، فَقَالَ : تِلْكَ ضَرَاوَةُ الْإِسْلَامِ وَشِرَّتُهُ، وَلِكُلِّ ضَرَاوَةٍ شِرَّةٌ، وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ.

فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلَى اقْتِصَادٍ وَسُنَّةٍ فَلِأُمٍّ مَا هُوَ، وَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ

---

[1] فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح

www.idaraghufran.org

إِلَى الْمَعَاصِيْ، فَذٰلِكَ الْهَالِكُ (مسند احمد، رقم الحديث ۶۵۳۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چند لوگوں کا تذکرہ کیا گیا جو عبادت میں شدید جدوجہد (ومحنت) کیا کرتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اسلام کا جھاگ اور اس کی تیزی ہے، اور ہر جھاگ کی تیزی ہوتی ہے اور ہر تیزی کا خاتمہ ہوجاتا ہے، پس جس تیزی کا اختتام وانقطاع میانہ روی اور سنت کے مطابق ہو، تو مقصد پورا ہوگیا اور جس کا اختتام وانقطاع معاصی اور گناہوں کی طرف ہو تو وہ شخص ہلاک ہوگیا (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ سنت والے عمل میں اگرچہ جوش نظر نہ آئے، تب بھی وہ ہدایت والا کام ہوتا ہے، جیسا کہ عبادت کے ساتھ ساتھ آرام اور نیند کرنا اور بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا، اور جو کام سنت کے مقابلہ میں ہو، تو وہ ضلالت وگمراہی والا کام ہوتا ہے، اگرچہ اس میں کتنا ہی جوش اور جذبہ کیوں نہ نظر آئے، جیسا کہ جسم اور جان اور بیوی بچوں وغیرہ کے حقوق ضائع کرکے شدید محنت وجدوجہد کرنا یا رات بھر عبادت میں مشغول رہنا، یا جوش وجذبہ کے ساتھ چند دن عبادت کرکے بعد میں گناہوں میں ڈوب جانا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، خُذُوْا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا، وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ مَا دَامَ وَإِنْ قَلَّ (بخاری) [2]

ترجمہ: اے لوگو! تم ان اعمال پر عمل کرو، جن کی تم طاقت رکھتے ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک (اجروثواب عطا فرمانے سے) نہیں رکتے جب تک تم ہی (عمل سے) نہ اُکتا جاؤ، اور اللہ تعالیٰ کو تمام اعمال میں محبوب (اور پسندیدہ) عمل وہ ہے جس پر پابندی ہو، اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو (بخاری)

---

[1] في حاشية مسند احمد: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن

[2] رقم الحديث ۵۸۶۱، باب الجلوس على الحصير ونحوه.

www.idaraghufran.org

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اُكْلَفُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ، حَتّٰى تَمَلُّوْا، وَإِنَّ أَحَبَّ الْعَمَلِ إِلَى اللّٰهِ أَدْوَمُهُ، وَإِنْ قَلَّ، وَكَانَ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَثْبَتَهُ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس عمل کو اختیار کرو، جس کی تم طاقت رکھتے ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک (اجر وثواب عطا فرمانے سے) نہیں رکتے جب تک تم ہی (عمل سے) نہ اُکتا جاؤ، اور اللہ تعالیٰ کو تمام اعمال میں محبوب (اور پسندیدہ) عمل وہ ہے جس پر زیادہ دوام (وپابندی) ہو، اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی عمل کرتے تھے، تو اس پر پابندی کرتے تھے (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

وَكَانَ إِذَا صَلّٰى صَلَاةً أَثْبَتَهَا (مسلم) [2]

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز پڑھتے تھے، تو اس پر پابندی کرتے تھے (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ، قَالَ: مَنْ هٰذِهِ؟

قَالَتْ: فُلَانَةٌ، تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا.

قَالَ: مَهْ، عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ، فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ

---

[1] رقم الحديث ١٣٦٨، باب ما يؤمر به من القصد فى الصلاة.

[2] رقم الحديث ٢٩٨ "٨٣٥"، باب معرفة الركعتين اللتين كان يصليهما النبى صلى الله عليه وسلم بعد العصر.

أَحَبَّ الدِّيْنِ إِلَيْهِ مَادَامَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ (بخاری) ؎1

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اُس وقت ایک عورت تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کون عورت ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ فلانی ہے، جو کہ رات بھر نماز پڑھتی رہتی ہے (سوتی نہیں ہے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کیجیے، تم اس عمل کو اختیار کرو، جس کی تمہیں طاقت ہو، پس اللہ کی قسم اللہ اس وقت تک (اجر وثواب دینے سے) نہیں رکتا، جب تک تم خود (عمل سے) نہ اُکتا جاؤ، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پسندیدہ دین وہ تھا، جس پر کہ عمل کرنے والا پابندی کرے (بخاری، ابنِ ماجہ)

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

وَالَّذِيْ ذَهَبَ بِنَفْسِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَاتَ حَتّٰى كَانَ أَكْثَرُ صَلَاتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ، وَكَانَ أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَيْهِ الْعَمَلَ الصَّالِحَ الَّذِيْ يَدُوْمُ عَلَيْهِ الْعَبْدُ، وَإِنْ كَانَ يَسِيْرًا (ابن ماجه) ؎2

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوت ہونے سے پہلے اکثر (نفل) نماز بیٹھ کر ہوتی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال میں سب سے محبوب وہ نیک عمل تھا کہ جس پر بندہ پابندی کرے، اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو (ابنِ ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ، لَا تَكُنْ مِثْلَ

؎1 رقم الحديث ۴۳، باب: أحب الدين إلى الله عز وجل أدومه، ابنِ ماجه، رقم الحديث ۴۲۳۸، باب المداومة على العمل.

؎2 رقم الحديث ۱۲۲۵، باب في صلاة النافلة قاعدا.

فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ، فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عبداللہ! آپ فلاں شخص کی طرح مت ہوجانا، جو رات کو اٹھ کر عبادت کیا کرتا تھا، پھر اس نے رات کو عبادت کے لیے اٹھنا چھوڑ دیا (بخاری)

حضرت عبداللہ بن ابی قیس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: لَا تَدَعْ قِيَامَ اللَّيْلِ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُهُ، وَكَانَ إِذَا مَرِضَ، أَوْ كَسِلَ، صَلّٰى قَاعِدًا (أبوداؤد) [2]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ رات کے قیام (وعبادت) کو نہ چھوڑیئے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نہیں چھوڑتے تھے، اور جب بیمار یا تھکے ہوئے ہوتے تھے، تو بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے (ابوداؤد؛ مسند احمد)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو نیک اعمال میں میانہ روی اور اعتدال اختیار کرنا چاہیے، اور اپنی طاقت وقدرت کے بقدر ہی عمل کرنا چاہیے۔

اور جب تہجد یا کسی اور نفل نماز وعبادت کی عادت بنالی جائے، تو حتی الامکان اس پر پابندی کرنا بہتر ہے، اگرچہ نوافل بیٹھ کر ہی کیوں نہ پڑھے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ۱۱۵۲، باب ما يكره من ترك قيام الليل لمن كان يقومه.

[2] رقم الحديث ۱۳۰۷، باب قيام الليل؛ مسنداحمد، رقم الحديث ۲۶۱۱۴.
في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم على خطأ في اسم أحد رواته.

[3] قوله عليكم بما تطيقون أي اشتغلوا من الأعمال بما تستطيعون المداومة عليه فمنطوقه يقتضي الأمر بالاقتصار على ما يطاق من العبادة ومفهومه يقتضي النهي عن تكلف ما لا يطاق وقال القاضي عياض يحتمل أن يكون هذا خاصا بصلاة الليل ويحتمل أن يكون عاما في الأعمال الشرعية قلت سبب وروده خاص بالصلاة ولكن اللفظ عام وهو المعتبر (فتح الباري لابن حجر، ج ۱، ص ۱۰۲، باب الدين يسر)
قال في الفتح نقلا عن ابن العربي :في الحديث استحباب الدوام على ما اعتاده المرء من خير من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اتنی مقدار میں نیک اور مستحب ونفل عمل کرنا کہ جس کو پابندی کے ساتھ نبھا سکے، یہ اس عمل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

غير تفريط. ويستنبط منه كراهة قطع العبادة وإن لم تكن واجبة(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج۲ص ۴۱۲،باب فی المحافظة على الأعمال الصالحة وترک التهاون بها والتساهل فيها)

أرشد النبى صلى الله عليه وسلم إلى أن يأخذ الإنسان نفسه فى النوافل وما فيه تخيير من الفرائض، كالصيام فى السفر، بالميسور، فقال :عليكم ما تطيقون من الأعمال فإن الله لا يمل حتى تملوا.وقال :إن هذا الدين متين فأوغل فيه برفق، ولا تبغضوا إلى أنفسكم عبادة الله، فإن المنبت لا أرضا قطع ولا ظهرا أبقى.وقال :سددوا وقاربوا وأبشروا فإنه لا يدخل أحدا الجنة عمله قالوا :ولا أنت يا رسول الله؟ قال :ولا أنا، إلا أن يتغمدنى الله برحمته .ونهى عن الوصال فى الصوم لما فيه من المشقة .وقال :لا تشددوا فيشدد الله عليكم، فإن قوما شددوا فشدد الله عليهم فتلک بقاياهم فى الصوامع (رهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم وليس معنى اليسر فى هذا الباب ترک العمل والتكاسل عنه، فإن الله تعالى مدح عباده المتقين بقوله :(إنهم كانوا قبل ذلک محسنين كانوا قليلا من الليل ما يهجعون وبالأسحار هم يستغفرون).ولكن المعنى أن لا يحمل نفسه ما يشق عليها، بل يتعبد ما شاء ما دام نشيطا لذلک، فإن نشأت مشقة خارجة عن المعتاد أراح نفسه، ففى الحديث إن النبى صلى الله عليه وسلم دخل المسجد، وحبل مربوط بين ساريتين، فقال :ما هذا؟ قالوا :حبل لزينب، تصلى فإذا كسلت أو فترت أمسكت به .فقال صلى الله عليه وسلم :حلوه؛ ليصل أحدكم نشاطه فإذا كسل أو فتر قعد.

وفى حديث آخر أنه صلى الله عليه وسلم كان فى سفر فرأى زحاما ورجلا قد ظلل عليه .فسأل عنه فقالوا :صائم .فقال :ليس من البر الصوم فى السفر . فسر بأن المراد من بلغ منه الجهد إلى مثل هذه الحال ولم يفطر .وأرشد صلى الله عليه وسلم إلى أن تحصيل أجر النوافل بفعل القليل منها مع المحافظة على ما يفعله العبد منها والدوام عليه أفضل من التشديد على النفس حينا والتراخى حينا آخر، فقال :أحب الأعمال إلى الله أدومها وإن قل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۴، ص ۲۳۸ الى ۲۴۰، مادة: تيسير، تيسير الإنسان على نفسه فى شؤون الدنيا،تيسير المكلف على نفسه فى العبادات)

الأصل فى الأوراد فى حق كل صنف من الناس المداومة، فإن المراد منها تغيير صفات الباطن المذمومة بالمحمودة وتهذيب الظاهر بأنوار الشريعة، وآحاد الأعمال يقل آثاره، بل لا يحس له بأثر، وإنما ترتيب الآثار على المجموع، فإذا لم يعقب العمل الواحد أثرا محسوسا، ولم يردف بثان ولا ثالث على القرب انمحى أثر الأول سريعا، فلو بالغ ليلة فى التكرار بإعمال الهمة والشوق، وترک شهرا أو أسبوعا، ثم عاد وبالغ ليلة لم يؤثر هذا فيه تأثيرا نافعا، ولو وزع ذلک القدر على الليالى المتواصلة بعضها ببعض لأثر فيه، ولهذا السر قال النبى ـ صلى الله عليه وسلم ـ :أحب الأعمال إلى الله أدومها وإن قل لأن النفس تألف العمل المداوم عليه، فيدوم بسببها الإقبال على

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سے بہتر ہے، کہ جو اتنی زیادہ مقدار میں کیا جائے کہ جس کو نبھانا مشکل ہو جائے۔ [1]

اور اگر کسی نے نفل عبادت شروع کی، اور اس پر عمل کی پابندی بھی شروع کر دی، پھر کسی عذر مثلاً بیماری یا کمزوری یا سفر وغیرہ کی وجہ سے اس پر عمل نہ کر سکا، یا اُس کو انجام دینے کی نیت تو کی تھی، مگر پھر سو تا رہ گیا، تو بھی اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے فضل وکرم سے اجر وثواب عطا فرما دیتے ہیں

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ، أَوْ سَافَرَ، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا (بخاری) [2]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الحق، ولأن تارک العمل بعد المشروع كالمعرض بعد الوصل.

وكان الحسن يقول :أشد الأعمال قيام الليل بالمداومة على ذلک، ومداومة الأوراد من أخلاق المؤمنين وطرائق العابدين، وهى مزيد الإيمان وعلامة الإيقان .ولما سئلت عائشة رضى الله تعالى عنها عن عمل رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ قالت :كان عمله ديمة.

وورد أيضا من عبد الله عز وجل عبادة ثم تركها ملالة مقته الله عز وجل. وقال الله تعالى :(واذكر اسم ربک بكرة وأصيلا) (ومن الليل فاسجد له وسبحه ليلا طويلا) فهذا ونحوه يدل على أن الطريق إلى الله تعالى مراقبة الأوقات وعمارتها بالأوراد على الدوام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۳، ص ۹۵ الى ۹۶، مادة:ورد، مداومة الأوراد)

[1] (وعن عائشة قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :أحب الأعمال ") ، أى :الأوراد ")إلى الله أدومها ") ; لأن النفس تألف له وتداوم عليه بسبب الإقبال عليه، قاله ابن الملک، وقال المظهر :بهذا الحديث ينكر أهل التصوف ترک الأوراد، كما ينكرون ترک الفرائض .اهـ. والاستدلال بحديث ابن عمرو فيما قبل الباب، وبحديث عائشة الذى يلى هذا الحديث أظهر، إنه لا وجه للإنكار على ترک الأولى على ما لا يخفى، وقد يوجه أنه إذا ترک الطاعة بغير ضرورة، فكأنه أعرض عن عبادة المولى، فيستحق المقت بخلاف المداوم على الباب حيث يستحق أن يجعل من الأحباب، ويعد من أرباب أولى الألباب، ")وإن قل ") ، أى :ولو قل العمل، والحاصل أن العمل القليل مع المداومة والمواظبة خير من العمل الكثير مع ترک المراعاة والمحافظة .(متفق عليه) : فى الأزهار :هذا من أفراد مسلم، قال الأبهرى :لعل المصنف جعله متفقا عليه لما روى البخارى عن مسروق، سألت عائشة، أى الأعمال أحب إلى النبى صلى الله عليه وسلم؟ قالت : الدائم .اهـ .فتكون رواية البخارى نحو رواية مسلم فى المعنى (مرقاة، ج۳، ص ۹۳۳، كتاب الصلاة، باب القصد فى العمل)

[2] رقم الحديث ۲۹۹۶، باب يكتب للمسافر مثل ما كان يعمل فى الإقامة.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوجائے، یا سفر کرے، تو اس کے لئے اسی طرح کا اجروثواب لکھا جاتا ہے، جو وہ مقیم اور صحت مند ہونے کی حالت میں عمل کیا کرتا تھا(بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يُصَابُ بِبَلَاءٍ فِيْ جَسَدِهٖ إِلَّا أَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمَلَائِكَةَ الَّذِيْنَ يَحْفَظُوْنَهٗ فَقَالَ: اكْتُبُوْا لِعَبْدِيْ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، مَا كَانَ يَعْمَلُ مِنْ خَيْرٍ، مَا كَانَ فِيْ وِثَاقِيْ (مسند احمد، رقم الحديث ۶۴۸۲) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں جس شخص کے بھی جسم میں کوئی بیماری ہوجاتی ہے، تو اللہ عزوجل اُن فرشتوں کو جو نامۂ اعمال کو محفوظ کرنے والے ہیں، یہ حکم فرماتے ہیں کہ تم میرے بندہ کے لئے ہر دن اور رات میں وہ سب خیر والے اعمال لکھو، جو وہ (تن درستی کی حالت میں) کیا کرتا تھا، جب تک کہ یہ (بیماری کی وجہ سے) میری قید میں ہے(مسند احمد)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا كَانَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ

---

[1] في حاشية مسند احمد:

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير القاسم بن مخيمرة، فمن رجال مسلم، وروى له البخارى تعليقاً.

وقال المناوى:

(ما من مسلم يصاب فى جسده إلا أمر الله تعالى الحفظة اكتبوا لعبدى فى كل يوم وليلة من الخير ما كان يعمل ما دام محبوسا فى وثاقى) أى قيدى ولهذا قيل إن امرأة فتح الموصلى عثرت فانقلع ظفرها فعرجت فضحكت فقيل لها :ما تجدين الوجع قالت: لذة ثوابه أزالت عن قلبى مرارة ألمه.

(ك) فى الجنائز (عن ابن عمرو) بن العاص قال الحاكم :على شرطهما وأقره الذهبى (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۸۱۰۴)

حَسَنَةٍ مِنَ الْعِبَادَةِ، ثُمَّ مَرِضَ، قِيْلَ لِلْمَلَكِ الْمُوَكَّلِ بِهٖ، اُكْتُبْ لَهٗ مِثْلَ عَمَلِهٖ إِذَا كَانَ طَلِيْقًا، حَتّٰى أُطْلِقَهٗ، أَوْ أَكْفِتَهٗ إِلَيَّ (مسنداحمد، رقم الحديث ٦٨٩٥) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب عبادت کے اچھے طریقہ پر ہوتا ہے، پھر وہ بیمار ہوجاتا ہے، تو اُس پر مقرر فرشتہ سے کہا جاتا ہے کہ تم اُس کے لئے اسی طرح کے عمل کی طرح (کا اجروثواب) لکھو، جب وہ (بیماری سے) آزاد تھا، یہاں تک کہ میں اُسے (بیماری سے) آزاد نہ کردوں، یا (بصورتِ دیگر) اُس کو اپنی طرف نہ بُلا لوں (یعنی وفات نہ دیدوں) (مسنداحمد)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ: إِنِّيْ إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنًا، فَحَمِدَنِيْ عَلٰى مَا ابْتَلَيْتُهٗ، فَإِنَّهٗ يَقُوْمُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ مِنَ الْخَطَايَا، وَيَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: أَنَا قَيَّدْتُ عَبْدِيْ، وَابْتَلَيْتُهٗ، فَأَجْرُوْا لَهٗ كَمَا كُنْتُمْ تُجْرُوْنَ لَهٗ وَهُوَ صَحِيْحٌ (مسنداحمد، رقم الحديث ١٧١١٨) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ عزّ وجلّ فرماتے ہیں کہ میں جب اپنے بندوں میں سے کسی مومن بندہ کو بیماری میں مبتلا کردیتا ہوں، پھر وہ اس بیماری پر میری حمد بیان کرتا ہے، تو وہ اس بیماری کی وجہ سے اپنے بستر سے اس حال میں خطاؤں سے پاک ہوکر اُٹھتا ہے، جیسا کہ اس

---

[1] فی حاشية مسند احمد:
حديث صحيح، وهذا إسناد حسن، رجاله ثقات رجال الشيخين إلا أن عاصماً روى له الشيخان مقروناً، وتابعه أبو حصين.

[2] فی حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

Idara Ghufran

دن تھا، جس دن کہ وہ اپنی ماں سے پیدا ہوا تھا۔

اور رب عزّ وجلّ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندہ کو (بیماری میں) قید کیا ہے، اور اس کو بیماری میں مبتلا کیا ہے، تو (اے فرشتو!) تم اس کے لیے اسی طرح کا اجر و ثواب لکھو، جس طرح تم اس کے لیے صحیح وتن درست ہونے کی حالت میں (اس کے کئے جانے والے عمل کو) لکھتے تھے (مسند احمد)

اس طرح کے مضمون کی اور بھی کئی احادیث ہیں۔ [1]

جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ جب مقیم اور صحت مند ہونے کی حالت میں کوئی نیک عمل کیا کرتا ہے، اور پھر وہ بیمار ہو جاتا ہے، یا سفر میں ہوتا ہے، تو اس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے نیک اعمال کا اجر وثواب عطا فرماتے ہیں، جو وہ مقیم اور صحت مند ہونے کی حالت میں کیا کرتا تھا، خواہ اس کا سفر اور بیماری کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو جائے، یہاں تک کہ وہ اسی حال میں فوت کیوں نہ ہو جائے۔

بعض اہلِ علم حضرات نے بڑھاپا اور کمزوری پیدا ہو جانے کا بھی یہی حکم بیان کیا ہے، کہ جو شخص کوئی نیک عمل کیا کرتا تھا، پھر وہ بوڑھا یا کمزور ہو گیا، جس کی وجہ سے اس کو اب وہ نیک عمل کرنا دشوار ہو گیا، تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اجر وثواب عطا فرماتے ہیں۔

کیونکہ ایسے لوگوں کی یہ نیت ہوتی ہے کہ اگر انہیں یہ مانع پیش نہ آتا، تو وہ اس نیک عمل کو برابر

---

[1] عن أنس بن مالک، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :ما من عبد يبتليه الله ببلاء في جسده، إلا قال الله للملک :اكتب له صالح عمله الذي كان يعمل، فإن شفاه غسله وطهره، وإن قبضه غفر له ورحمه (مسنداحمد، رقم الحديث ۱۳۵۰۱)

في حاشية مسند احمد: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن.

عن أبي هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ما من عبد يمرض مرضا إلا أمر الله حافظه أن ما عمل من سيئة فلا يكتبها، وما عمل من حسنة أن يكتبها له عشر حسنات، وأن يكتب له من العمل الصالح كما كان يعمل، وهو صحيح، وإن لم يعمل (مسند أبي يعلى، رقم الحديث ۶۶۳۸)

انجام دیتے رہتے۔ [1]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ أَتٰى فِرَاشَهٗ، وَهُوَ يَنْوِىْ أَنْ يَّقُوْمَ فَيُصَلِّيَ مِنَ اللَّيْلِ، فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهٗ حَتّٰى يُصْبِحَ، كُتِبَ لَهٗ مَا نَوٰى، وَكَانَ نَوْمُهٗ صَدَقَةً عَلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ (ابنِ ماجه) [2]

ترجمہ: جو شخص اپنے بستر پر آیا، اور اس کی نیت یہ ہے کہ وہ رات کو اٹھ کر (تہجد کی) نماز پڑھے گا، پھر اس پر صبح ہونے تک نیند غالب رہی (یعنی صبح ہونے تک آنکھ نہ کھلی) تو اس کے لئے اس کی نیت کے مطابق ثواب لکھا جائے گا، اور اس کی نینداس پر اس کے رب کی طرف سے صدقہ بن جائے گی (ابنِ ماجہ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنَ امْرِءٍ تَكُوْنُ لَهٗ صَلَاةٌ بِلَيْلٍ فَغَلَبَهٗ عَلَيْهَا نَوْمٌ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ أَجْرَ صَلَاتِهٖ، وَكَانَ

---

[1] (وعن أبی موسى قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-إذا مرض العبد) وفى معناه :إذا كبر وقد جاء صريحا فى رواية .(أو سافر) أى :وفات منه بذلک نفل .(كتب له بمثل ما كان يعمل) أى :من النوافل، والباء زائدة كهى فى قوله تعالى :(فإن آمنوا بمثل ما آمنتم به) (البقرة) (مقيما صحيحا) : شابا قويا(مرقاة المفاتيح ،كتاب الجنائز،باب عيادة المريض وثواب المرض)

قوله إذا مرض العبد أو سافر فى رواية هشيم إذا كان العبد يعمل عملا صالحا فشغله عن ذلک مرض قوله كتب له مثل ما كان يعمل مقيما صحيحا هو من اللف والنشر المقلوب فالإقامة فى مقابل السفر والصحة فى مقابل المرض وهو فى حق من كان يعمل طاعة فمنع منها وكانت نيته لولا المانع أن يدوم عليها كما ورد ذلک صريحا عند أبى داود (فتح البارى لا بن حجر، باب يكتب للمسافر ما كان يعمل فى الإقامة)

[2] رقم الحديث ۱۳۴۴، باب ما جاء فيمن نام عن حزبه من الليل، واللفظ لهٗ،مستدرک حاكم، رقم الحديث ۱۱۷۰ ،صحيح ابنِ حبان،رقم الحديث ۲۵۸۸، صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ۱۱۷۳.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه، والذى عندى أنهما علّلاه بتوقيف روى عن زائدة (مستدرک حاكم، حواله بالا)

وقال شعيب الارنؤوط:اسنادهٗ جيد (حاشية صحيح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

نَوْمُهُ صَدَقَةً عَلَيْهِ(سنن نسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی بھی رات کو (کسی وقت اٹھ کر) نماز پڑھتا ہے، پھر (کسی دن) اس پر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے (جس کی وجہ سے وہ سوتا رہ جاتا ہے، اور صبح ہونے تک اٹھ نہیں پاتا) تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کی نماز کا اجر لکھ دیتے ہیں، اور اس کی نینداس پر صدقہ ہو جاتی ہے (نسائی)

نماز کا اجر لکھے جانے کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی عادت اور معمول کی وجہ سے اس رات میں بھی تہجد کے لئے اٹھنے کی نیت رکھتا ہے، مگر نیند کے غلبہ کی وجہ سے اٹھ نہیں پاتا، تو اس کو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کے مطابق اپنے فضل سے تہجد کا ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔

اور راجح یہ ہے کہ ایسے شخص کو تہجد کا پورا ثواب ہی ملتا ہے۔ [2]

تاہم اگر اتفاق سے کسی دن ناغہ ہو جائے، اور آئندہ کے لئے اس پر عمل کرنے میں کوئی عذر نہ ہو، تو اس ناغہ شدہ معمول کو کسی دوسرے وقت میں کر لینا بہتر ہے۔

---

[1] رقم الحديث ۱۷۸۴، باب من كان له صلاة بالليل فغلبه عليها النوم، واللفظ لهٗ،ابوداؤد، رقم الحديث ۱۱۱۹، المؤطا للامام محمد، رقم الحديث ۱۶۸،مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۳۴۱، ورقم الحديث ۲۴۴۴۱، سنن البيهقى، رقم الحديث ۴۷۲۳.

حديث صحيح لغيره(حاشية مسند احمد، تحت حديث رقم ۲۴۳۴۱)

حديث حسن لغيره(حاشية مسند احمد،تحت حديث رقم ۲۴۴۴۱)

[2] (ما من امرء يكون له صلاة بالليل) وعزمه أن يقوم اليها (فيغلبه عليها نوم الا كتب الله تعالى له أجر صلاته وكان نومه عليه صدقة) من الله مكافأة له على نيته وهذا فيمن تعود ذلك الرد فغلبه النوم أحيانا (التيسر بشرح الجامع الصغير للمناوى، ج۲، ص۳۵۸، حرف الهمزة)

وهذا لمن كانت عادته ذلك ، وظاهره أن له أجرَه كاملاً كما لو عمله ؛ لأن الله حبسه عنه ، وقد جاء ت بهذا ظواهر أحاديث كثيرة ......قال بعض شيوخنا :وقال بعضهم :يحتمل أن يكون اخرها غيرَ مضاعف بعشرٍ بخلاف إذا عملها ، إذ الذى يصليها أكمل أُجراً أو يكون له أجر بنيته أو أجر من يتمنى أن يصلى تلك الصلاة أو أجر تأسفه على مافاته منها ، والأول أظهر ، لاسيما مع قوله : (وكان نومه عليه صدقة) ، فلو نقصه النوم من الأجر لم تكن صدقة ، بل كان مانعاً له من خير ومفتّراً فى أجور الفضائل ، والأجور ليست على قياس ، و(نما هى (بفضل من الله)بما شاء على من شاء كيف شاء (اكمال المعلم شرح صحيح مسلم للقاضى عياض،كتاب صلاة المسافرين وقصرها،باب جامع صلاة الليل)

www.idaraghufran.org

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَثْبَتَهُ، وَكَانَ إِذَا نَامَ مِنَ اللَّيْلِ، أَوْ مَرِضَ، صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً

(مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیک عمل کرتے تھے، تو اس پر پابندی کرتے تھے، اور جب رات کو سوئے رہ جاتے تھے، یا بیمار ہوتے تھے تو دن میں بارہ رکعتیں پڑھتے تھے (مسلم)

اور ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات بھر صبح ہونے تک عبادت کرتے ہوئے اور رمضان کے علاوہ کسی اور پورے مہینے کے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ [2]

مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیک اعمال پر اور خصوصیت کے ساتھ رات کی عبادت اور تہجد پر پابندی کرتے تھے۔

یہاں تک کہ اگر کسی وقت سوتے رہ جانے یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے رات کو تہجد رہ جاتی تھی تو

---

[1] رقم الحديث ۱۴۱ "۷۴۶"، باب جامع صلاة الليل، ومن نام عنه أو مرض.

[2] عن عائشة، قالت :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا عمل عملا أثبته، وكان إذا نام من الليل، أو مرض صلى من النهار ثنتى عشرة ركعة قالت :وما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قام ليلة حتى الصباح، ولا صام شهرا متتابعا إلا رمضان (ابنِ حبان، رقم الحديث ۲۶۴۲)

فى حاشية ابن حبان:

إسناده صحيح على شرط مسلم

عن عائشة، قالت " :وكان النبى صلى الله عليه وسلم إذا مرض، أو نام، صلى بالنهار اثنتى عشرة ركعة "قالت " :وما رأيته قام ليلة إلى الصبح، ولا صام شهرا تاما متتابعا إلا رمضان "وقالت " :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعمل عملا يثبته (مسنداحمد، رقم الحديث ۲۴۷۷۷)

فى حاشية مسند احمد:

إسناده صحيح على شرط الشيخين.

دن میں اس کو ادا کیا کرتے تھے۔ [1]

بعض احادیث میں ہے کہ جس شخص کے رات کا کوئی وظیفہ سوتے رہنے یا کسی اور وجہ سے رہ جائے، اور وہ اس کو فجر اور ظہر کی نماز کے درمیانی وقت میں ادا کر لے، تو اس کو رات کے وقت ہی جیسا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ [2]

اس طرح کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر رات میں ذکر وعبادت کرنے اور تہجد پڑھنے والے کی کسی دن آنکھ نہ کھل سکے، تو اس کو ظہر سے پہلے ادا کر لینا بہتر ہے، جس کی وجہ سے اس کو ایسا ثواب حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ رات کے وقت میں ہی اُس نے وہ

---

[1] عن عائشة، قالت :كان النبى صلى الله عليه وسلم إذا لم يصل من الليل، منعه من ذلك النوم، أو غلبته عيناه، صلى من النهار ثنتى عشرة ركعة. هذا حديث حسن صحيح، :وسعد بن هشام هو ابن عامر الأنصارى، وهشام بن عامر هو من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم (ترمذى، رقم الحديث ۴۴۵)

عن عائشة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا لم يصل من الليل منعه من ذلك نوم أو وجع صلى من النهار ثنتى عشرة ركعة (نسائى، رقم الحديث ۱۷۸۹، باب كم يصلى من نام عن صلاة أو منعه وجع)

عن عائشة، قالت :كان النبى صلى الله عليه وسلم إذا مرض فلم يصل من الليل، صلى من النهار ثنتى عشرة ركعة (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۲۴۲۰)

فى حاشية ابنِ حبان:

إسناده صحيح على شرط البخارى.

(كان إذا نام من الليل) عن تهجده (أو مرض) فمنعه المرض منه (صلى) بدل ما فاته منه (من النهار) أى فيه (ثنتى عشرة ركعة) أى وإذا شفى يصلى بدل تهجده كل ليلة ثنتى عشرة ركعة(فيض القدير، تحت رقم الحديث ۶۸۰۳)

[2] عن عبد الرحمن بن عبد القارى، قال :سمعت عمر بن الخطاب، يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من نام عن حزبه، أو عن شىء منه، فقرأه فيما بين صلاة الفجر، وصلاة الظهر، كتب له كأنما قرأه من الليل (صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۴۲ "۷۴۷"، باب غزوة بدر؛ ترمذى، رقم الحديث ۵۸۱، باب ما ذكر فيمن فاته حزبه من الليل فقضاه بالنهار)

عن عبد الرحمن الأعرج أن عمر بن الخطاب قال :من فاته من حزبه شىء من الليل فقرأه من حين تزول الشمس إلى صلاة الظهر فكأنه لم يفته شىء (موطا محمد، رقم الحديث ۱۶۹)

Idara Ghufran

عمل کیا ہو۔ [1]

خلاصہ یہ کہ نفلی عبادات میں غلو نہیں کرنا چاہیے اور افراط وتفریط سے بچتے ہوئے میانہ روی اور اعتدال کو اختیار کرنا چاہیے، اور اپنی طاقت وقدرت سے زیادہ عمل نہیں کرنا چاہیے کہ جس کو نبھایا نہ جاسکے، یا اس کی وجہ سے بیمار یا کمزور پڑ جائے اور فرائض و واجبات اور حقوق کی ادائیگی میں خلل واقع ہو، یا اس میں مشغول رہ جانے کی وجہ سے واجبی حقوق ادا نہ ہوسکیں۔

اور تہجد یا دوسری نفل نماز (مثلاً اشراق، چاشت وغیرہ) کو پڑھنے کی عادت بنالینے کے بعد اس پر پابندی کرنا بہتر ہے، اور بلا عذر اس کو ترک کردینا مناسب نہیں ہے۔

لیکن بعض لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی بھی نفل عبادت اس وقت تک شروع اور ادا نہیں کرنی چاہیے جب تک کہ اس پر ہمیشہ کے لیے پابندی نہ ہوسکے۔

اور اس کے برعکس اگر آئندہ کے لئے کسی نیک عمل کو پابندی سے کرنے کی نیت کرلی جائے، تو

---

[1] وعن عمر رضی اللہ عنه، قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم " :من نام عن حزبه ") ، أی :عن ورده یعنی عن تمامه ")أو عن شیء منه ") ، أی :من حزبه یعنی عن بعض ورده من القرآن، أو الأدعیة والأذکار، وفی معناه الصلاة ") .فقرأ فیما بین صلاة الفجر وصلاة الظهر، کتب له ") : جواب الشرط، وقوله ") :کأنما قرأه ") : صفة مصدر محذوف، أی :أثبت أجره فی صحیفة عمله إثباتا مثل إثباته حین قرأه ")من اللیل ") : قال بعض علمائنا ;لأن ما قبل الظهر کأنه من جملة اللیل، ولذا یجوز الصوم بنیة قبل الزوال .اھـ .وفیه أن تقیید نیة الصوم بما قبل الزوال لیس لکونه من جملة اللیل، بل لتقع النیة فی أکثر أجزاء النهار، والمراد بما قبل الزوال هو الضحوة الکبری، فالوجه أن یقال فی الحدیث إشارة إلی قوله تعالی :(وهو الذی جعل اللیل والنهار خلفة لمن أراد أن یذکر أو أراد شکورا) (الفرقان: ٦٢) قال القاضی، أی ذوی خلفة یخلف کل منهما الآخر یقوم مقامه فیما ینبغی أن یعمل فیه من فاته ورده فی أحدهما تدارکه فی الآخر .اھـ .وهو منقول عن کثیر من السلف، کابن عباس، وقتادة، والحسن، وسلمان، کما ذکره السیوطی فی الدر.

وأخرج عن الحسن أنه قال :من عجز باللیل کان له فی أول النهار مستعتب، ومن عجز بالنهار کان له فی أول اللیل مستعتب .اھـ .فتخصیصه بما قبل الزوال مع شمول الآیة النهار بالکمال إشارة إلی المبادرة بقضاء الفوت قبل إتیان الموت، فإن فی التأخیر آفات خصوصا فی حق الطاعات والعبادات، أو لأن وقت القضاء أولی أن یصرف إلی القضاء ، أو لأن ما قارب الشیء یعطی حکمه، ولا منع من الجمع لاجتماع الحکم، فإن قائله أعطی جوامع الکلم (مرقاة، کتاب الصلاة، باب القصد فی العمل)

www.idaraghufran.org

پھر اس پر پابندی کرنا ضروری ہو جاتا ہے، اور خلاف ورزی میں گناہ ہوتا ہے۔

یہ غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ نفل عبادت کا کرنا فرض وواجب نہیں ہے، اگر کوئی کرے تو ثواب ہے، اور نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں، بلکہ اگر کوئی نیک عمل کرنے کی مخلصانہ نیت کرے، جس میں آئندہ کے لئے ہمیشہ اُس کو انجام دینے کی نیت بھی شامل ہے، تو صحیح احادیث کی رو سے صرف نیت کر لینے پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور فضل کے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔

اور اگر اُس نیک عمل کو کرنے کی توفیق بھی ہو جائے، تو کم از کم دس گنا اجر لکھا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِذَا هَمَّ عَبْدِیْ بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا، كَتَبْتُهَا لَهُ حَسَنَةً، فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، وَإِذَا هَمَّ بِسَيِّئَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا، لَمْ أَكْتُبْهَا عَلَيْهِ، فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا سَيِّئَةً وَاحِدَةً (مسلم)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ جب میرا بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے، اور بعد میں اس نیکی پر عمل نہیں کرتا تو میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہوں، پھر اگر وہ اُس ارادہ کے مطابق عمل بھی کر لیتا ہے، تو میں اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہوں، سات سو گنا تک۔

اور جب وہ بُرائی (وگناہ کا کام کرنے) کا ارادہ کرتا ہے، اور اُس بُرائی پر عمل نہیں کرتا، تو میں اس کے لئے (بُرائی کو) نہیں لکھتا، پھر اگر وہ اُس بُرائی پر عمل کر لیتا ہے، تو میں اس کے لئے ایک بُرائی کو ہی لکھتا ہوں (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کے کام کو کرنے کا صرف ارادہ کرنے پر ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے، اور جب ارادہ کے مطابق اس نیکی پر کوئی عمل بھی کرتا ہے، تو اس کا اجر وثواب دس گنا

---

[1] رقم الحديث ۲۰۴ "۱۲۸"، باب إذا هم العبد بحسنة كتبت، وإذا هم بسيئة لم تكتب.

Idara Ghufran
www.idaraghufran.org

اضافہ سے لے کر سات سو گنا اضافہ تک لکھ دیا جاتا ہے، اور یہ اضافہ ہر شخص کے عمل کو اچھے سے اچھا طریقہ پر ہوتا ہے۔

اور اس کے برعکس بُرائی وگناہ کے کام کو کرنے کا ارادہ کرنے پر بُرائی نہیں لکھی جاتی، اور اگر بُرائی پر عمل کرتا ہے، تو صرف ایک ہی بُرائی لکھی جاتی ہے۔

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی وجہ سے ہے۔

بلکہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی بُرائی وگناہ کے کام کو کرنے کا ارادہ کرتا ہے، اور دل میں اُس کی طلب اور حرص بھی محسوس کرتا ہے، اور اس گناہ کے کرنے میں بظاہر کوئی رُکاوٹ بھی نہیں ہوتی، لیکن پھر اللہ کے خوف کی وجہ سے اس گناہ پر عمل نہیں کرتا، اور اس سے اپنے آپ کو بچالیتا ہے، تو اس پر بھی ایک نیکی حاصل ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيمَا يَرْوِى عَنْ رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ إِلٰى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ سَيِّئَةً وَاحِدَةً

(بخاری)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کی طرف سے روایت بیان فرمائی کہ بے شک اللہ نیکیوں اور بُرائیوں کو لکھتے ہیں، پھر اس کی وضاحت فرمائی کہ جو شخص نیکی کا ارادہ کرتا ہے، پھر اس پر عمل نہیں کرتا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ

---

[1] رقم الحديث ٦٤٩١، باب من هم بحسنة أو بسيئة، مسلم، رقم الحديث ٢٠٧ "١٣١"، باب إذا هم العبد بحسنة كتبت، وإذا هم بسيئة لم تكتب.

www.idaraghufran.org

اپنے یہاں ایک کامل نیکی لکھ دیتے ہیں، پھر اگر وہ اپنے ارادہ کے مطابق اُس پر عمل بھی کرلیتا ہے، تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے یہاں دس نیکیاں لکھ دیتے ہیں، سات سو گنا تک بڑھا چڑھا کر۔ اور جو شخص بُرائی (وگناہ کے کام کو کرنے) کا ارادہ کرتا ہے، پھر اس پر (اللہ کے خوف کی وجہ سے) عمل نہیں کرتا، تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے یہاں ایک کامل نیکی لکھ دیتے ہیں، پھر اگر وہ اپنے ارادہ کے مطابق اس پر عمل بھی کرلیتا ہے، تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک گناہ کو ہی لکھتے ہیں (بخاری)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِذَا تَحَدَّثَ عَبْدِىْ بِأَنْ يَّعْمَلَ حَسَنَةً، فَأَنَا أَكْتُبُهَا لَهُ حَسَنَةً مَا لَمْ يَعْمَلْ، فَإِذَا عَمِلَهَا، فَأَنَا أَكْتُبُهَا بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَإِذَا تَحَدَّثَ بِأَنْ يَّعْمَلَ سَيِّئَةً، فَأَنَا أَغْفِرُهَا لَهُ مَا لَمْ يَعْمَلْهَا، فَإِذَا عَمِلَهَا، فَأَنَا أَكْتُبُهَا لَهُ بِمِثْلِهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: رَبِّ، ذَاكَ عَبْدُكَ يُرِيْدُ أَنْ يَّعْمَلَ سَيِّئَةً، وَهُوَ أَبْصَرُ بِهِ، فَقَالَ: ارْقُبُوْهُ فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهُ بِمِثْلِهَا، وَإِنْ تَرَكَهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهُ حَسَنَةً، إِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَّاىَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ، فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ بِمِثْلِهَا حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ جب میرا بندہ کسی نیکی پر عمل کرنے کا ارادہ کرتا ہے، تو میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ

[1] رقم الحديث ٢٠٥ "١٢٩"، باب إذا هم العبد بحسنة كتبت، وإذا هم بسيئة لم تكتب.

دیتا ہوں، جب تک کہ وہ اُس پر عمل نہ کرے، پھر جب وہ اُس پر عمل کر لیتا ہے، تو میں اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہوں۔

اور جب وہ بُرائی (اور گناہ کے کام) پر عمل کرنے کا ارادہ کرتا ہے، تو میں اس کو اس وقت تک معاف رکھتا ہوں، جب تک وہ اس پر عمل نہ کرے، پھر جب وہ اس پر عمل کر لیتا ہے، تو میں اس کے لئے اس کے مثل ہی (ایک بُرائی) لکھتا ہوں، اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! یہ آپ کا بندہ بُرائی پر عمل کا ارادہ کررہا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اس کے ارادہ کا اچھی طرح علم ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اس کا انتظار کرو، اگر وہ اس پر عمل کرلے، تو تم اس کے لئے اسی کے مثل (ایک بُرائی) اور اگر وہ اُس کو چھوڑ دے (یعنی اُس بُرائی پر عمل نہ کرے) تو اس کے لئے ایک نیکی لکھو، کیونکہ اس نے اس بُرائی کو صرف میری وجہ سے چھوڑا ہے، اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے اسلام کو اچھا بنالے، تو ہر نیکی جو وہ کرتا ہے، دس گنا اضافہ سے سات سے گنا اضافہ تک لکھی جاتی ہے، اور ہر بُرائی جس کو وہ کرتا ہے، اس کے مثل ہی لکھی جاتی ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ سے ملاقات کرلے (مسلم)

اس سے ملتی جلتی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

---

[1] عن خريم بن فاتک الأسدى، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال " :الناس أربعة، والأعمال ستة، فالناس موسع عليه فى الدنيا والآخرة، وموسع له فى الدنيا مقتور عليه فى الآخرة، ومقتور عليه فى الدنيا موسع عليه فى الآخرة، وشقى فى الدنيا والآخرة . والأعمال موجبتان، ومثل بمثل، وعشرة أضعاف، وسبع مائة ضعف .فالموجبتان :من مات مسلما مؤمنا لا يشرک بالله شيئا فوجبت له الجنة، ومن مات كافرا وجبت له النار، ومن هم بحسنة فلم يعملها، فعلم الله أنه قد أشعرها قلبه، وحرص عليها، كتبت له حسنة، ومن هم بسيئة لم تكتب عليه، ومن عملها كتبت واحدة ولم تضاعف عليه، ومن عمل حسنة كانت له بعشر أمثالها، ومن أنفق نفقة فى سبيل الله كانت له بسبع مائة ضعف (مسند احمد، رقم الحديث ۱۹۰۳۵)

فى حاشية مسند احمد: إسناده حسن.

www.idaraghufran.org

لہٰذا جب اور جس وقت بھی نیک عمل اور نفل عبادت کے ارادہ کی توفیق ہو جائے، تو اس کا سچا ارادہ کرنے کا ثواب حاصل کرنا چاہئے، اور اگر کوئی عذر نہ ہو تو نیکیوں میں اضافہ کے لئے اس کو عملی طور پر انجام بھی دینا چاہیے، پھر اگر پابندی میں کوئی عذر نہ ہو تو اس پر پابندی بھی کرنا بہتر ہے، اور اس کے خلاف کرنا بہتر نہیں، اگرچہ گناہ نہ ہو۔

اور اگر کوئی نفلی عبادت کا عادی اور پابند ہے، اور اتفاق سے کبھی وہ اس کو انجام نہ دے سکے، تو اس کی برکت کو حاصل اور عادت کو برقرار رکھنے کے لیے کسی دوسرے وقت میں اداء کر لینا بہتر ہے، خاص طور پر رات کی نفلی عبادت اور تہجد کی عادت رکھنے اور پابندی کرنے والے شخص سے اگر کسی رات میں عبادت رہ جائے تو اس کو دن میں فجر اور ظہر کی نماز کے درمیانی وقت میں اداء کر لینے میں احادیث کی رُو سے رات جیسا ہی ثواب ہے۔ [1]

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان

۸/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ 23/نومبر/2012ء بروز جمعہ

---

[1] پھر اگر وہ کوئی نفلی نماز ہے تو اس کو سورج طلوع ہونے کے بعد مکروہ وقت گزر کر اور زوال کے وقت سے آگے پیچھے پڑھنا چاہیے، کما فی رکعتی الفجر و التطوع۔

اور اگر کوئی ذکر وورد ہے جیسا کہ تلاوت و تسبیح اور دعا وغیرہ، تو اس کو ان اوقات میں بھی کرنے میں حرج نہیں، لان الذکر و التلاوۃ مباح عند طلوع الشمس و الزوال۔

(۱۰)

نماز کی نذر ومنت ماننے کا حکم

جو نمازیں شریعت کی طرف سے ذمّہ میں فرض وواجب ہیں ان کو تو شریعت کے حکم کی وجہ سے اداء کرنا فرض و واجب ہے، اور جو نمازیں سنت ونفل ہیں، ان کو اداء کرنا سنت اور نفل کا درجہ رکھتا ہے، لیکن بعض اوقات انسان کے نذر ومنت مان لینے کی وجہ سے بھی اس نفل یا سنت نماز کا پڑھنا واجب ہوجاتا ہے؛ جبکہ وہ نذر ومنت ماننے سے پہلے ذمّہ میں واجب نہ ہو؛ سنت یا نفل ہو، کیونکہ عبادت والے کام کی نذر ومنت مان لینے کی وجہ سے اس کو پورا کرنا واجب ہوجایا کرتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ (سورة الحج، آيت ۲۹)

ترجمہ: اور ان لوگوں کو چاہیے کہ اپنی نذریں پوری کریں (سورہ حج)

اس سے معلوم ہوا کہ نذر ومنت کو پوری کرنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ نَذَرَ أَنْ يُّطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلاَ يَعْصِهِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی اطاعت (وفرمانبرداری یعنی عبادت کے کام) کی نذر (ومنت) مانی، تو اُسے چاہیے کہ وہ اُس اطاعت کو کرے، اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی نذر (ومنت) مانی، تو اُسے چاہیے کہ وہ

---

[1] رقم الحديث ۶۶۹۶، کتاب الایمان والنذور، باب النذر فی الطاعة.

Idara Ghufran

اُس نافرمانی (یعنی گناہ کے کام) کو نہ کرے (بخاری)

حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ إِلٰى أَعْرَابِيٍّ قَائِمًا فِي الشَّمْسِ، وَهُوَ يَخْطُبُ، فَقَالَ مَا شَأْنُكَ؟ قَالَ : نَذَرْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَنْ لَا أَزَالَ فِي الشَّمْسِ حَتّٰى تَفْرُغَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ هٰذَا نَذْرًا، إِنَّمَا النَّذْرُ مَا ابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مسند احمد، رقم الحديث ٦٩٧٥) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی (دیہاتی شخص) کو دھوپ میں کھڑے ہوئے دیکھا، درآں حالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کو کیا ہوگیا؟

اس (دیہاتی) نے جواب میں کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے یہ نذر (ومنت) مانی ہے کہ میں آپ کے (خطبہ سے) فارغ ہونے تک دھوپ میں ہی کھڑا رہوں گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نذر (ومنت) نہیں ہے، نذر (ومنت) تو وہ ہوتی ہے، جس سے اللہ عزوجل کی رضاء کو حاصل کیا جائے (مسنداحمد)

اس سے ملتی جلتی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [2]

جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر ومنت درحقیقت عبادت کے کام کے لئے ہوتی ہے، فضول یا

---

[1] فی حاشية مسند احمد: حديث حسن.

[2] عن عمران بن حصين، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال :لا نذر في معصية الله، ولا فيما لا يملك ابن آدم(سنن النسائي، رقم الحديث ٣٨١٢، النذر فيما لا يملك) عن ابن عباس، قال :بينا النبي صلى الله عليه وسلم يخطب، إذا هو برجل قائم، فسأل عنه فقالوا :أبو إسرائيل، نذر أن يقوم ولا يقعد، ولا يستظل، ولا يتكلم، ويصوم .فقال النبي صلى الله عليه وسلم :مره فليتكلم وليستظل وليقعد، وليتم صومه (بخارى، رقم الحديث ٦٧٠٤، باب النذر فيما لا يملك وفي معصية)

www.idaraghufran.org

گناہ کے کام کے لئے نہیں ہوتی۔ ؎۱

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ نَذَرْتُ إِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ أَنْ أُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَقَالَ: صَلِّ هَاهُنَا، فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: صَلِّ هَاهُنَا، فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: شَأْنَكَ إِذًا (مسند أحمد، رقم الحديث ۱۴۹۱۹) ؎۲

ترجمہ: ایک آدمی نے فتحِ مکہ کے دن عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے یہ نذر ومنت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ پر مکہ کو فتح فرمادیں، تو میں بیتُ المقدس میں نماز پڑھوں گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ یہاں نماز پڑھ لیجیے، پھر اس نے یہی سوال دہرایا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں نماز پڑھ لیجیے، پھر اس نے تیسری مرتبہ یہی سوال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اپنی حالت کو زیادہ جانتے ہیں (مسند احمد)

اور حضرت عبداللہ بن طاوس اپنے والد حضرت طاوس سے روایت کرتے ہیں کہ:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ نَذَرْتُ إِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ لَأُصَلِّيَنَّ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَقَالَ ﷺ: صَلِّ هَاهُنَا، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ نَذَرْتُ أَنْ أُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، قَالَ ﷺ: فَصَلِّ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ صَلَّيْتَ هَا هُنَا أَجْزَأَكَ (أخبار مكة للفاكهي، رقم الحديث ۱۲۲۱)

؎۱ (من نذر أن يطيع الله فليطعه ومن نذر أن يعص الله فلا يعصه) أى من نذر طاعة الله وجب عليه الوفاء بنذره ومن نذر معصية حرم عليه الوفاء به لأن النذر مفهومه الشرعى إيجاب قربة وذا إنما يتحقق فى الطاعة ويتصور نذر الواجب بأن يوقته وينقلب المندوب بالنذر واجبا (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۹۰۵۶)

؎۲ فى حاشية مسند احمد: إسناده قوى، رجاله رجال الصحيح

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے یہ نذر و منت مانی تھی کہ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ مکہ کی فتح عطا فرمائیں گے تو میں بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ یہیں پر نماز پڑھ لیجیے، پھر اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے بیتُ المقدس میں نماز پڑھنے کی نذر و منت مانی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر آپ بیتُ المقدس میں نماز پڑھ لیجیے، لیکن اگر آپ یہاں نماز پڑھ لیں گے، تو بھی آپ کے لیے کافی ہو جائے گی (فاکہی)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز پڑھنے کی نذر و منت مان لی جائے، تو اس کو پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے، اور اگر وہ نذر و منت کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو، تو اس شرط کے پائے جانے پر اس کو پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

---

[1] عن عمر بن عبد الرحمن بن عوف، عن رجال من الأنصار من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، أن رجلا من الأنصار جاء إلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح والنبی فی مجلس قریب من المقام، فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال :یا نبی اللہ، إنی نذرت لئن فتح اللہ للنبی والمؤمنین مکۃ لأصلین فی بیت المقدس، وإنی وجدت رجلا من أهل الشام هاهنا فی قریش مقبلا معی ومدبرا، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم " :هاهنا فصل "، فقال الرجل قوله هذا ثلاث مرات، کل ذلک یقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم " :هاهنا فصل "، ثم قال الرابعۃ مقالته هذه، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم " :اذهب فصل فیه، فوالذی بعث محمدا بالحق، لو صلیت هاهنا لقضی عنک ذلک کل صلاۃ فی بیت المقدس (مسند احمد ، رقم الحدیث ۲۳۱۶۹)

فی حاشیۃ مسند احمد: حسن لغیرہ .

عن ابن عباس، أنه قال :إن امرأۃ اشتکت شکوی، فقالت :إن شفانی اللہ لأخرجن فلأصلین فی بیت المقدس، فبرأت، ثم تجهزت ترید الخروج، فجاء ت میمونۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسلم علیها، فأخبرتها ذلک، فقالت :اجلسی فکلی ما صنعت، وصلی فی مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم .فإنی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یقول :صلاۃ فیه أفضل من ألف صلاۃ فیما سواه من المساجد، إلا مسجد الکعبۃ (مسلم، رقم الحدیث ۵۱۰"۱۳۹۶")

اب اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر۱...... اگر کوئی عاقل، بالغ مسلمان فرض وواجب نماز کے علاوہ عام (نفل یا سنت) نماز پڑھنے کی نذر ومنت مان لے، تو نذر ومنت ماننے کی وجہ سے اس پر اس نماز کا پڑھنا واجب ہوجایا کرتا ہے، اور نماز کی نذر ومنت ماننے کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں:

(۱)......غیر مشروط نذر ومنت (۲)......مشروط نذر ومنت۔

غیر مشروط نذر ومنت: جسے عربی میں نذرِ مطلق کہا جاتا ہے وہ ہے کہ جس میں کسی کام کے ہونے کی شرط لگائے بغیر زبان سے الفاظ ادا کر کے نماز کو اپنے اوپر لازم وواجب کیا جائے، مثلاً کوئی یہ الفاظ کہے کہ ’’اللہ کے لئے مجھ پر اتنی رکعت نماز لازم یا واجب ہے، تو اس طرح نذر ومنت ماننے سے اتنی رکعت نماز کا پڑھنا واجب ہوجایا کرتا ہے۔

مشروط نذر ومنت: جسے عربی میں نذرِ معلق کہا جاتا ہے، وہ ہے کہ جس میں مشروط طریقہ پر زبان سے الفاظ ادا کر کے نماز کو اپنے اوپر لازم وواجب کیا جائے، مثلاً کوئی یہ الفاظ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو مجھ پر اتنی رکعت نماز واجب ہے، تو اس طرح کی کسی شرط کے ساتھ نذر ومنت کو اگر مشروط کیا ہو، اور وہ شرط پوری ہوجائے تو نذر ومنت کے مطابق نماز پڑھنا واجب ہوجائے گا۔ [1]

---

[1] وينقسم إلى واجب، وهو المنذور تنجيزا أو تعليقا(الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۲۱۱، كتاب الصوم، الباب السابع فى الاعتكاف)

وإن علق النذر بشرط فوجد الشرط فعليه الوفاء بنفس النذر(الهداية، ج ۲، ص ۳۲۱، كتاب الايمان، فصل فى الكفارة)

النذر صحيح وأنه يجب الوفاء به إذا وجد شرطه، وأما تعجيله قبل وجود شرطه فغير جائز وهذا هو الموضع الثالث مما أخطئوا فيه فى بيان ما لا يصح تعليقه والخطأ هنا أقبح من الأولين وأفحش لكثرة الصرائح بصحة تعليقه وأنا متعجب لكونهم تداولوا هذه العبارات متونا وشروحا وفتاوى ولم يتنبهوا لما اشتملت عليه من الخطأ بتغير الأحكام، والله الموفق للصواب .وقد يقع كثيرا أن مؤلفا يذكر شيئا خطأ فى كتابه فيأتى من بعده من المشايخ فينقلون تلك العبارة من غير تغيير ولا تنبيه فيكثر الناقلون لها وأصلها لواحد مخطء كما وقع فى هذا الموضع ولا عيب بهذا على المذهب(البحرالرائق، ج ۶ ص ۲۰۰، ۲۰۱ ،باب السلم)

مسئلہ نمبر۲...... نماز بلکہ کسی بھی عبادت کی نذر ومنت منعقد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ نذر ومنت ماننے والے میں اس کی اہلیت موجود ہو، کہ وہ مسلمان اور عاقل بالغ ہو۔

اسی طرح نذر ومنت کے منعقد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ زبان سے نذر ومنت کے الفاظ ادا کئے جائیں (مثلاً یہ کہ میرے اوپر اللہ تعالیٰ کے لئے اتنی رکعت نماز واجب ہے، یا اگر میرا فلاں کام ہوجائے تو مجھ پر اتنی رکعات نماز کا پڑھنا واجب یا لازم ہے) صرف دل میں نیت کر لینے سے یا زبان سے ایسے الفاظ کہہ دینے سے نذر ومنت منعقد نہیں ہوتی، کہ جو نذر ومنت پر دلالت نہ کرتے ہوں، بلکہ صرف ارادے کے اظہار یا صرف وعدے پر دلالت کرتے ہوں (مثلاً یہ کہ میرا فلاں دن نفل نماز پڑھنے کا ارادہ ہے، یا میں اس سال رمضان میں تہجد کی نماز پڑھوں گا، اس طرح کے الفاظ سے نذر ومنت نہیں ہوتی) [1]

مسئلہ نمبر۳...... نماز پڑھنے کی صرف دل میں نیت کر لینے سے نذر ومنت نہیں ہوتی بلکہ اس

---

[1] الكلام في هذا الكتاب في الأصل في ثلاثة مواضع: في بيان ركن النذر، وفي بيان شرائط الركن، وفي بيان حكم النذر أما الأول :فركن النذر هو الصيغة الدالة عليه وهو قوله " :لله عز شأنه على كذا، أو على كذا، أو هذا هدى، أو صدقة، أو مالي صدقة، أو ما أملك صدقة، ونحو ذلك.
(فصل): وأما شرائط الركن فأنواع :بعضها يتعلق بالناذر، وبعضها يتعلق بالمنذور به، وبعضها يتعلق بنفس الركن .أما الذي يتعلق بالناذر فشرائط الأهلية .:(منها) العقل.(ومنها) البلوغ، فلا يصح نذر المجنون والصبي الذي لا يعقل، لأن حكم النذر وجوب المنذور به، وهما ليسا من أهل الوجوب، وكذا الصبي العاقل؛ لأنه ليس من أهل وجوب الشرائع، ألا ترى أنه لا يجب عليهما شيء من الشرائع بإيجاب الشرع ابتداء ؟ فكذا بالنذر، إذ الوجوب عند وجود الصيغة من الأهل في المحل بإيجاب الله -تعالى -لا بإيجاب العبد، إذ ليس للعبد ولاية الإيجاب، وإنما الصيغة علم على إيجاب الله -تعالى -.(ومنها) الإسلام فلا يصح نذر الكافر، حتى لو نذر ثم أسلم لا يلزمه الوفاء به، وهو ظاهر مذهب الشافعي -رحمه الله-؛ لأن كون المنذور به قربة شرط صحة النذر، وفعل الكافر لا يوصف بكونه قربة.(وأما) حرية الناذر فليست من شرائط الصحة؛ فيصح نذر المملوك، ثم إن كان المنذور به من القرب الدينية كالصلاة والصوم ونحوهما يجب عليه للحال، ولو كان من القرب المالية كالإعتاق والإطعام ونحو ذلك يجب عليه بعد العتاق؛ لأنه ليس من أهل الملك للحال ولو قال :إن اشتريت هذه الشاة فهي هدى، أو إن اشتريت هذا العبد فهو حر، فعتق لم يلزمه حتى يضيفه إلى ما بعد العتق في قياس قول أبي حنيفة، وقد ذكرناه في كتاب العتاق .(وأما) الطواعية فليست بشرط عندنا خلافا للشافعي رحمه الله كما في اليمين، وكذا الجد والهزل والله عز شأنه أعلم(بدائع الصنائع، ج۵ص ۸۱، ۸۲، کتاب النذر)

www.idaraghufran.org

کے لئے زبان سے الفاظ ادا کرنا ضروری ہے۔
اسی وجہ سے اگر کسی نے چند دن نوافل پڑھنے کی صرف دل میں نیت کی، اور زبان سے نذر ومنت نہیں مانی، اور پھر اس نے کچھ دن نماز پڑھ کر چھوڑ دی، اور جتنے دن کی نیت کی تھی، اتنے دن وہ نماز نہیں پڑھی، تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا؛ کیونکہ صرف نیت کرنے کی وجہ سے اس پر نفل نماز کا پڑھنا واجب نہیں ہوا تھا۔ [1]

البتہ اگر نفلی عبادت شروع کر کے اس پر پابندی کی جائے، اور بلا عذر ناغہ نہ کیا جائے، تو بہت اچھی بات ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۴:...... جس نے مسجدِ حرام میں نماز پڑھنے کی نذر ومنت مانی تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کی یہ نذر ومنت مسجدِ حرام میں ہی نماز پڑھنے سے پوری ہوگی، کسی اور جگہ پڑھنے سے پوری نہیں ہوگی؛ کیونکہ مسجدِ حرام کی نماز کا ثواب دوسری جگہ کی نمازوں سے زیادہ ہے۔ البتہ مالکیہ کے نزدیک مسجدِ حرام کے علاوہ مسجدِ نبوی میں بھی نماز پڑھنے سے یہ نذر ومنت پوری ہو جائے گی۔

اور حنفیہ کے نزدیک اگر وہ مسجدِ نبوی، بیت المقدس یا مسجدِ حرام میں نماز پڑھ لے، تب تو بلا

---

[1] إذا أراد إيجاب الاعتكاف على نفسه ينبغي أن يذكر بلسانه، ولا يكفي لإيجابه النية بالقلب ذكره شمس الأئمة كذا في النهاية وهكذا في الخلاصة(الفتاویٰ الهندية، ج ١، ص ٢١٣، كتاب الصوم، الباب السابع، مسائل في الاعتكاف)
(قوله بلسانه)فلا يكفي لإيجابه النية منح عن شمس الأئمة (ردالمحتار، ج ٢، ٤٤١، باب الاعتكاف)

[2] عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما، قال :قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم :يا عبد الله، لا تكن مثل فلان كان يقوم الليل، فترك قيام الليل (بخاری، رقم الحديث ١١٥٢، باب ما يكره من ترك قيام الليل لمن كان يقومه)
عن عائشة، رضي الله عنها :أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يحتجر حصيرا بالليل فيصلي عليه، ويبسطه بالنهار فيجلس عليه، فجعل الناس يثوبون إلى النبي صلى الله عليه وسلم فيصلون بصلاته حتى كثروا، فأقبل فقال :يا أيها الناس، خذوا من الأعمال ما تطيقون، فإن الله لا يمل حتى تملوا، وإن أحب الأعمال إلى الله ما دام وإن قل (بخاری، رقم الحديث ٥٨٦١)

Idara Ghufran

شبہ وہ اپنی نذر ومنت سے بری ہوجائے گا، اور اگر وہ کسی بھی دوسری جگہ نماز پڑھ کر اپنی نذر و منت کو پوری کرلے، تب بھی بری ہوجائے گا؛ کیونکہ نماز سے مقصود اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے، اور یہ مقصود اجر کی کمی کے ساتھ دوسری جگہ نماز پڑھ کر بھی حاصل ہوجاتا ہے [1]۔

---

[1] اختلف الفقهاء فى حكم من نذر الصلاة فى المسجد الحرام، وذلك على مذاهب ثلاثة:
المذهب الأول :يرى أصحابه أن من نذر الصلاة فى المسجد الحرام لزمه الوفاء بنذره بالصلاة فيه، ولا يجزئه أن يصلى فى غيره من المساجد، قال به زفر من الحنفية، وهو قول فى مذهب المالكية، وإليه ذهب الشافعية والحنابلة واستدلوا بما روى عن أبى الدرداء -رضى الله عنه -أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال :الصلاة فى المسجد الحرام بمائة ألف صلاة، والصلاة فى مسجدى بألف صلاة، والصلاة فى بيت المقدس بخمسمائة صلاة وبما روى عن أبى هريرة -رضى الله عنه -قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :صلاة فى مسجدى هذا خير من ألف صلاة فى غيره من المساجد إلا المسجد الحرام وبأن الناذر قد أوجب على نفسه أداء الصلاة فى مكان مخصوص، فإن أداها فى غيره لم يكن مؤديا ما عليه، فلا يخرج عن عهدة الواجب وبأن إيجاب العبد معتبر بإيجاب الله تعالى، فإذا كان ما أوجب الله أداء ه مقيدا بمكان فلا يجوز أداؤه فى غيره، كالنحر فى الحرم، والوقوف بعرفة، والطواف بالبيت، والسعى بين الصفا والمروة، فكذلك ما أوجبه العبد على نفسه بالنذر مقيدا بذلك وبأن من نذر الصلاة فى المسجد الحرام، فقد نذر بزيادة قربة، فيلزمه ما التزمه، فإن أدى الصلاة فى غيره كان آتيا بغير ما نذر
المذهب الثانى :يرى من ذهب إليه أن من نذر الصلاة فى المسجد الحرام لزمه الوفاء بنذره، ولا يجزئه أن يصلى فى غيره من المساجد إلا مسجد النبى -صلى الله عليه وسلم -فيجزئه أن يصلى فيه، وإلى هذا ذهب المالكية، ومشهور مذهب المالكية أن المدينة أفضل من مكة، وثواب العمل فيها أكثر من ثواب العمل فى مكة، ومقتضى هذا أن من نذر الصلاة فى المسجد الحرام يجزئه كذلك الصلاة فى مسجد المدينة؛ لأن مسجد المدينة أفضل من المسجد الحرام بقطع النظر عن الكعبة وعن القبر الشريف واستدلوا بأن مسجد المدينة موضع اختاره الله سبحانه لنبيه -صلى الله عليه وسلم، وموضع كهذا لا بد وأن يكون أفضل من غيره، ومن ثم فإنه يجزء من نذر الصلاة فى المسجد الحرام أن يصلى فى مسجد المدينة.
المذهب الثالث :يرى أصحابه أن من نذر الصلاة فى المسجد الحرام فإنه يجزئه الصلاة فى أى مسجد، ذهب إلى هذا أبو حنيفة وصاحباه واستدلوا بأن المقصود والمبتغى من النذر هو التقرب إلى الله عز وجل، فلا يدخل تحت النذر إلا ما هو قربة، وليست القربة فى عين المكان، فإنما هو موضع تؤدى فيه القربة، ولهذا فإنه لا يدخل تحت النذر، فلا يتقيد النذر به، فكان ذكره والسكوت عنه بمنزلة وبأن المعروف من الشرع أن التزام ما هو قربة موجب، ولم يثبت من الشرع اعتبار تخصيص العبد العبادة بمكان، بل إنما عرف ذلك لله تعالى، فلا يتعدى لزوم أصل القربة بالتزامه إلى لزوم التخصيص بمكان، فكان تخصيص المكان ملغى، وبقى لازما بما هو قربة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٠، ص٢٠٢، الى، ص٢٠٤، ماده نذر، نذر الصلاة فى المسجد الحرام)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۵:...... اگر کسی نے بیتُ المقدس یا مسجدِ اقصیٰ میں نماز پڑھنے کی نذر و منت مانی تو مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اور شافعیہ کے راجح قول کے مطابق وہ مسجدِ اقصیٰ کے علاوہ مسجدِ نبوی اور مسجدِ حرام میں نماز پڑھ کر بھی اپنی اس نذر و منت سے بری ہو جائے گا؛ کیونکہ ان دونوں مقامات کی نماز کا ثواب، مسجدِ اقصیٰ کی نماز کے ثواب سے زیادہ ہے۔

لیکن کسی اور جگہ نماز پڑھنے سے بری نہیں ہوگا۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک وہ جس طرح مسجدِ اقصیٰ، مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے سے اپنی اس نذر و منت سے بری ہو جائے گا، اسی طرح کسی بھی دوسری جگہ نماز پڑھنے سے بری ہو جائے گا، جس کی دلیل اس سے پہلے مسئلہ کے ذیل میں گزری۔ [۱]

---

[۱] اور امام زفر کے نزدیک مسجدِ اقصیٰ میں ہی اس نذر کو پورا کرنا ضروری ہوگا۔

ب -نذر الصلاة فى المسجد الأقصى اختلف الفقهاء فى حكم من نذر الصلاة فى المسجد الأقصى، وفيما إذا كان يتعين بالنذر أو لا يتعين على مذاهب ثلاثة:

المذهب الأول :يرى أصحابه أن من نذر الصلاة فى المسجد الأقصى أجزأه أن يصلى فيه، كما يجزئه أن يصلى فى المسجد الحرام أو مسجد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -إلى هذا ذهب المالكية.

والقول الأظهر فى مذهب الشافعية :أن من عين المسجد الأقصى للصلاة فيه، فإنه يتعين لذلک، وقطع المراوزة من أصحاب الشافعي بالتعيين، والأصح من مذهب الشافعية أن الصلاة فى المسجد الحرام أو مسجد المدينة تجزء من نذر الصلاة فى المسجد الأقصى، ويخرج عن نذره بذلک، وإلى هذا ذهب الحنابلة واستدلوا بما روى عن جابر بن عبد الله -رضى الله عنهما -أن رجلا قام يوم الفتح، فقال :يا رسول الله -صلى الله عليه وسلم -إنى نذرت لله إن فتح الله عليک مكة أن أصلى فى بيت المقدس ركعتين، فقال له رسول الله -صلى الله عليه وسلم :صل ههنا، فأعادها عليه، فقال :صل ههنا، ثم أعادها، فقال :شأنک إذا، وفى رواية أخرى :والذى بعث محمدا بالحق لو صليت ههنا لأجزأ عنک صلاة فى بيت المقدس وبما ورد عن ابن عباس -رضى الله عنهما -أن امرأة اشتكت شكوى فقالت :إن شفانى الله لأخرجن فلأصلين فى بيت المقدس، فبرأت ثم تجهزت تريد الخروج، فجاء ت ميمونة زوج النبى -صلى الله عليه وسلم -تسلم عليها، فأخبرتها ذلک، فقالت :اجلسى فكلى ما صنعت، وصلى فى مسجد الرسول -صلى الله عليه وسلم -فإنى سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يقول :صلاة فيه أفضل من ألف صلاة فيما سواه من المساجد إلا مسجد الكعبة وبأن مسجد مكة والمدينة أفضل من المسجد الأقصى باتفاق ؛ وذلک لأفضلية الصلاة فيهما عنه، لما روى عن أبى هريرة -رضى الله عنه -أن رسول الله -صلى الله عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۶:...... جس نے آدھی رکعت نماز پڑھنے کی نذر و منت مانی، تو اس نذر و منت کی وجہ سے اُس پر کم از کم دو رکعت کا پڑھنا واجب ہوجائے گا۔ [۱]

مسئلہ نمبر۷:...... جس نے رکعت کی تعداد کا ذکر کیے بغیر نماز پڑھنے کی نذر و منت مانی، تو اُس پر اس نذر و منت کی وجہ سے کم از کم دو رکعتوں کا پڑھنا واجب ہوجائے گا۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسلم -قال :صلاة فی مسجدی هذا خیر من ألف صلاة فی غیره من المساجد إلا المسجد الحرام

المذهب الثانی :یری أصحابه أن من نذر الصلاة فی المسجد الأقصی، تجزئه الصلاة فی المسجد الأقصی، کما یجزئه أن یصلی فی غیره من المساجد ولو کان أعلی منه أو دونه فی الفضل، ذهب إلی هذا أبو حنیفة وصاحباه.

المذهب الثالث :یری من ذهب إلیه أن من نذر الصلاة فی المسجد الأقصی فلا یجزئه إلا أن یصلی فیه، ولا تجزیه الصلاة فی غیره ولو کان أکثر فضلا منه کمسجد مکة أو المدینة، قال به زفر من الحنفیة واستدل للقول الثانی (وهم جمهور الحنفیة) ، والقول الثالث (وهو زفر) ، بما سبق الاستدلال به لما ذهبوا إلیه فی المسألة السابقة (وهی نذر الصلاة فی المسجد الحرام)(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴۰، ص ۲۰۴، الی، ص ۲۰۶، ماده نذر، نذر الصلاة فی المسجد الأقصی)

[۱] من نذر صلاة نصف رکعة أو صیام بعض یوم :فذهب الحنفیة ما عدا محمدا وزفر، والمالکیة ما عدا ابن الماجشون، وهو وجه عند الشافعیة :إلی أنه یجب تکمیله، والتکمیل فی الصوم یکون بصیام یوم کامل.

وفیه وجه ضعیف عند الشافعیة :أنه یکفیه إمساک بعض یوم، بناء علی أن النذر ینزل علی أقل ما یصح من جنسه، وأن إمساک بعض الیوم صوم .واختلفوا فی الصلاة أیضا .فذهب أبو حنیفة وأبو یوسف، وهو روایة عن الحنابلة، وقول عند الشافعیة :إلی أنه لا یجزئه إلا رکعتان.

ونقل الجرهدی فی شرح الفرائد البهیة :أن هذا هو المعتمد والموافق للقاعدة، وهی :ما لا یقبل التبعیض فاختیار بعضه کاختیار کله، وإسقاط بعضه کإسقاط کله .ولأن أقل الصلاة الواجبة بالشرع رکعتان، فوجب حمل النذر علیه.

وذهب المالکیة، وهو قول عند الحنابلة إلی أنه یجزئه رکعة واحدة؛ لأن أقل الصلاة رکعة.

وذهب الشافعیة فی الأصح، وابن الماجشون من المالکیة، ومحمد وزفر من الحنفیة إلی أنه فی هذه الحالة :أی إذا نذر صلاة نصف رکعة، أو صیام بعض یوم لا ینعقد نذره، فلا یلزمه شیء ولا یجب الوفاء به، ولتفصیل ذلک کله یرجع إلی مصطلح (نذر، أیمان)(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۱۰، ص ۱۸، ماده تبعیض، التبعیض فی النذور)

[۲] البتہ اگر اس طرح کی نذر مانتے وقت چار رکعتوں کی نیت کی، تو پھر چار رکعتوں کا پڑھنا واجب ہوجائے گا۔

اور اگر کسی نے تین رکعتوں کے پڑھنے کی نذر و منت مانی، تو حنفیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس پر چار رکعتوں کا پڑھنا واجب ہوجائے گا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۸:...... اگر کسی نے چار رکعتوں کو ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کی نذر و منت مانی، تو حنفیہ کے نزدیک اُس کو ان چار رکعتوں کا ایک سلام کے ساتھ پڑھنا واجب ہوجائے گا، اور دو دو رکعتیں الگ سلام کے ساتھ پڑھنے سے وہ اس نذر و منت سے بری الذمہ نہیں ہوگا۔[۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نذر الصلاة مطلقا - :اختلف الفقهاء فيما يلزم الناذر إن نذر صلاة مطلقة، ولم يحدد عدد الركعات التى يصليها فيها ولم ينوه، على اتجاهين.

الاتجاه الأول :يرى أصحابه أن من نذر صلاة مطلقة يجزئه صلاة ركعتين، وإلى هذا ذهب الحنفية والمالكية، وهو ما نص عليه الشافعي، وهو مشهور مذهب أصحابه، وهو ما عليه مذهب الحنابلة.

واستدل هؤلاء بأن أقل صلاة وجبت بالشرع مقدارها ركعتان، فوجب حمل النذر المطلق عليه، لأن النذر الذى يوجبه المرء على نفسه معتبر بما أوجبه الشارع، فلزم ناذر الصلاة مطلقا صلاة ركعتين.وقالوا :إن الركعتين هما أقل ما يقع اسم الصلاة عليه، فلزم الناذر الإتيان بهما، ولا يلزمه زيادة عليهما، لأن هذا الزائد لم يوجبه شرع ولا لغة.

وأضافوا كذلك :إن الركعة الواحدة لا تجزء فى الفرض، فلا تجزء فى النذر كالسجدة.

الاتجاه الثانى :يرى من ذهب إليه أن من نذر صلاة مطلقة أنه يجزئه أن يصلى ركعة واحدة.

وهذا قول آخر عند الشافعية ورواية عن أحمد بن حنبل .

واستدل أصحاب هذا الاتجاه بأن أقل الصلاة ركعة، فإن الوتر صلاة مشروعة، وهو ركعة واحدة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۰،ص۱۶۴ ،ماده نذر، حكم نذر الصلاة أو الصيام مطلقا)

(قوله أو نذر) أى لو نذر صلاة ونوى أربعا لزمته بلا خلاف كما قدمناه عن البحر .وعلله فى النهاية عن المبسوط بأنه نوى ما يحتمله لفظه لتناول اسم الصلاة للركعتين والأربع، فكأنه قال لله على أن أصلى أربع ركعات (رد المحتار، ج۲،ص۳۲،باب الوتر والنوافل)

إذا قال :لله على أن أصلى لزمه ركعتان وكذا إن قال :أصلى صلاة أو قال :نصف ركعة فإن قال : ثلاث ركعات لزمه أربع كذا فى الحاوى للقدسى (الفتاوى الهندية، ج۲،ص۶۵،كتاب الأيمان، الباب الثانى،الفصل الثانى)

[۱] اور اگر ایک سلام کی تصریح نہیں کی، تب بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق ان چاروں رکعتوں کو ایک سلام کے ساتھ پڑھنا ضروری ہوگا۔

اور اگر کسی نے اس طرح نذر و منت مانی کہ وہ دو اور دو رکعتیں پڑھے گا، یا وہ چار رکعتیں دو سلاموں کے ساتھ پڑھے گا، تو ان کو ایک سلام کے ساتھ پڑھنا درست ہوجائے گا، جس طرح سے کہ ان چار رکعتوں کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھنا بھی درست ہوجائے گا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور شافعیہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر دو رکعتوں کے پڑھنے کی نذر و منت مانی، اور پھر ایک سلام کے ساتھ چار رکعتیں پڑھ لیں، تو اصحّ قول کے مطابق جائز ہے۔

اور اگر چار رکعتوں کے پڑھنے کی نذر و منت مانی (خواہ ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کی تصریح کی ہو یا مطلق نذر مانی ہو) تو ان کو ایک سلام اور دو سلاموں کے ساتھ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے، بلکہ عام نوافل کی طرح ان کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھنا افضل ہے، کیونکہ ایسا شخص عرف میں دو سلاموں اور ایک سلام کے ساتھ بہر صورت چار رکعتوں کو پڑھنے والا شمار کیا جاتا ہے۔

البتہ اگر چار رکعتوں کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھنے کی نذر و منت مانی تو پھر دو سلاموں کے ساتھ پڑھنا ہی ضروری ہو جائے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله أو نذر) أى لو نذر صلاة ونوى أربعا لزمته بلا خلاف كما قدمناه عن البحر .وعلله فى النهاية عن المبسوط بأنه نوى ما يحتمله لفظه لتناول اسم الصلاة للركعتين والأربع، فكأنه قال لله على أن أصلى أربع ركعات .اهـ .وقد مر قبيل قوله وركعتان قبل الصبح أنه لو نذر أربعا بتسليمة فصلاها بتسليمتين لا يخرج عن النذر بخلاف عكسه، ومفاد ما هنا أن نذر الأربع يكفى فى لزومها وإن لم يقيدها بتسليمة، فلا يخرج عن عهدة النذر بصلاتها بتسليمتين (رد المحتار، ج۲،ص ۳۲،باب الوتر والنوافل)

وعن أبى يوسف فى الأمالى إذا قال الرجل :لله علىّ أن أصلى أربع ركعات، فصلى ركعتين بتسليمة ثم ركعتين بتسليمة لا يجوز، ولو نذر أن يصلى ركعتين وركعتين، فصلى أربعاً بتسليمة واحدة جاز والله أعلم(المحيط البرهانى، ج ۱، ص ۴۴۳،الفصل العشرون فى صلاة التطوع)

ذكر فى زيادات الزيادات أن من نذر أن يصلى أربعا بتسليمة فصلاها بتسليمتين لم يجزه ولو نذر أن يصلى أربعا بتسليمتين فصلاها بتسليمة واحدة جاز عن نذره(البحر الرائق، ج۲،ص ۵۲،باب الوتر والنوافل،الزيادة على أربع فى نفل النهار وعلى ثمان ليلا)

[1] ولو نذر أن يصلى ركعتين فصلى أربعا بتسليمة واحدة بتشهد أو تشهدين فطريقان (أصحهما) وبه قطع البغوى جوازه (والثانى) فيه وجهان وهو الذى ذكره المتولى قال الرافعى ويمكن بناؤه على الأصل فإن نزلنا النذر على جائز الشرع أجزأه وإلا فلا كما لو صلى الصبح أربعا.

وإن نذر أربع ركعات فإن نزلنا على واجب الشرع أمرناه بتشهدين فإن ترك الأول يسجد للسهو ولا يجوز أداؤها بتسليمتين وإن نزلنا على الجائز فهو بالخيار إن شاء أداها بتشهد وإن شاء أداها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحنابلہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر چار رکعتوں کو دوسلاموں کے ساتھ پڑھنے کی نذرو منت مانی، یا دوسلاموں کی قید نہیں لگائی، بلکہ مطلق نذر مانی (یعنی نہ تو ایک سلام کی قید لگائی اور نہ دوسلاموں کی) تو ان دونوں صورتوں میں اس کو ایک سلام کے ساتھ ان چاروں رکعتوں کو پڑھنا جائز ہے۔

اور اگر چار رکعتوں کو ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کی نذرومنت مانی، تو ان کو دوسلاموں کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بتشهدين ويجوز بتسليمة وبتسليمتين وهو أفضل كما هو فى النوافل هكذا نقلوه (والاصح) انه يجوز بتسلميتين على القولين والفرق بين هذه المسألة وباقى المسائل المخرجة على هذا الأصل ظاهر لأنه يسمى مصليا أربع ركعات كيف صلاها.

ولو نذر صلاتين لم تجزئه أربع ركعات بتسليمة واحدة(المجموع شرح المهذب، ج٨، ص ۴۶۴،باب النذر)

(ولو نذر) أن يصلي (أربع ركعات جاز) أن يصليها (بتسليمتين) وإن خالف الأصل السابق لغلبة وقوع الصلاة مثنى وزيادة فضلها؛ ولأنه يسمى مصليا أربع ركعات كيف صلاها (فإن صلاهما) الأولى قوله فى نسخة صلاها (بتسليمة) على مقتضى الأصل السابق (فتشهدين) أى فيؤمر بأن يأتى بتشهدين (فإن ترك الأول) منهما (سجد للسهو) وظاهر أن صورة المسألة إذا نذر أربعا بتسليمة واحدة أو أطلق فإن نذرها بتسليمتين لزمتاه؛ لأنهما أفضل وبه صرح صاحب الاستقصاء فى صلاة التطوع.

ولو نذر صلاتين لم يجزه أربع ركعات بتسليمة واحدة كما جزم به فى الأصل أواخر الباب(أسنى المطالب فى شرح روض الطالب،ج ١، ص ٥٨٠، فرع يسلك بالنذر مسلك واجب الشرع)

ولو نذر أن يصلى ركعتين فصلى أربعا بتسليمة بتشهد أو تشهدين جاز على الأصح فى المجموع ولو نذر أن يصلى أربع ركعات جاز أن يصليها بتسليمتين(أسنى المطالب فى شرح روض الطالب،ج ٢، ص ٢١٠،فصل طلاق السفيه المحجور عليه ورجعته وخلعه)

فرع لو نذر أن يصلى ركعتين فصلى أربعا بتسليمه بتشهد أو تشهدين ففى الأجزاء طريقان قال فى المجموع أصحهما وبه قطع البغوى جوازه انتهى ولو نذر أن يصلى أربع ركعات جاز أن يصليها بتسليمتين لزيادة فضلهما فإن صلاها بتسليمة فيأتى بتشهدين فإن ترك الأول سجد للسهو هذا إن نذر أربعا بتسليمة واحدة أو أطلق فإن نذرها بتسليمتين لزمتاه لأنهما أفضل اه مغنى وروض مع شرحه بحذف(حواشى الشروانى على تحفة المحتاج بشرح المنهاج، ج ١٠، ص٩٨، فصل فى نذر النسك والصدقة والصلاة وغيرها)

www.idaraghufran.org

ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۹:...... اگر کسی نے نماز پڑھنے کی نذر ومنت مانی، تو حنفیہ کے نزدیک اس کو اس نماز کا طلوع، غروب اور زوال کے وقت پڑھنا جائز نہیں ہوگا۔ [2]

اسی طرح حنفیہ کے نزدیک ایسی نماز کا عصر کی نماز کے بعد اور فجر کی نماز کے بعد پڑھنا بھی جائز نہیں ہوگا، البتہ غروب کے بعد مغرب کے فرض سے پہلے پڑھنا جائز ہوگا۔ [3]

اسی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک اگر کسی نے مکروہ وقت میں نماز پڑھنے کی نذر ومنت مانی، تو اس کو مکروہ وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں نماز پڑھ کر اس نذر ومنت کو پورا کرنا چاہئے، اور اگر وہ مکروہ وقت میں نماز پڑھے تو گناہ گار ہوگا، لیکن اس کے باوجود اگر وہ ایسا کرلے، تو وہ اپنی نذر ومنت سے بری ہوجائے گا، سواء کان النذر مطلقاً عن الوقت او مقیّد بالوقت المکروہ۔ [4]

---

[1] (و) إن نذر أن يصلی (أربعا بتسليمتين أو أطلق) فلم يقل بتسليمة ولا تسليمتين (يجزء) أن يصلی أربعا (بتسليمة كعكسه) بأن نذر أن يصلی أربعا بتسليمة فصلاها بتسليمتين (دقائق أولی النهی لشرح المنتهی، للبهوتی الحنبلی، ج۳، ص ۴۷۹، فصل نذر صوم سنة معينة)

[2] ولو أن رجلا قال لله علی أن أصلی ركعتين فصلاهما عند زوال الشمس لم تجزئه؛ لأنه بمطلق النذر يلزمه الصلاة بصفة الكمال والمؤدی فی الأوقات المكروهة ناقص؛ ولأن بالنذر يلزم أداء صحيح والمؤدی فی الأوقات المكروهة يكون فاسدا لما فيه من ارتكاب النهی فلا يحصل الوفاء بها (المبسوط للسرخسی، ج۲، ص۹۷، باب نوادر الصلاة)

[3] الصلاة المنذورة لا تؤدی بعد صلاة العصر وتقضی الفوائت بعد صلاة العصر اهـ. (رد المحتار، ج۲، ص۳۷۴، كتاب الصوم)

ووقتان آخران يكره فيهما التطوع وهو ما بعد طلوع الفجر إلی طلوع الشمس إلا ركعتی الفجر. وما بعد صلاة العصر إلی وقت غروب الشمس ولا يكره فيها الفرائض ولا صلاة الجنازة ولا يجوز أداء المنذورة فی هذين الوقتين، وإن كانت الصلاة المنذورة واجبة إلا أنها وجبت بإيجاب العبد.

والواجبات علی قسمين: قسم وجب بإيجاب العبد، كالمنذورة، وقسم وجب بإيجاب الله تعالی، كالوتر علی إحدی الروايات عن أبی حنيفة رحمه الله وسجدة التلاوة وسجدتی السهو، فما وجب بإيجاب الله تعالی يجوز أداؤه فی هذين الوقتين، وما وجب بإيجاب العبد لا يجوز أداؤه فی هذين الوقتين، ولو أوجب علی نفسه صلاة فی هذه الأوقات، فالأفضل له أن يصلی فی وقت مباح، ولو صلی فی هذا الوقت سقط عنه ولا تجوز ركعتی الطواف فی هذين الوقتين (المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی، ج۱، ص۲۷۶، كتاب الصلاة، الفصل الثالث فی بيان الأوقات التی تكره فيها الصلاة)

[4] لو نذر أن يصلی فی الوقت المكروه فأدی فيه يصح ويأثم ويجب أن يصلی فی غيره (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۱، ص۲۶۲، كتاب الصلاة)

www.idaraghufran.org

جبکہ حنابلہ کے نزدیک نذرومنت مانی ہوئی نماز کا مکروہ اوقات میں پڑھنا بھی جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۰:...... اگر کسی نے ایک مہینہ کی نماز پڑھنے کی نذرومنت مانی، تو حنفیہ کے نزدیک اس پر ایک مہینہ کی فرض نماز اور وتر کی نماز کی طرح سے نماز پڑھنا واجب ہو جائے گا، یعنی دن رات میں جتنی رکعتیں فرض اور واجب ہیں، ہرروز ایک مہینہ تک (فرض اور واجب نماز کے علاوہ) اتنی ہی مزید رکعتیں پڑھنا واجب ہو جائے گا، لیکن وہ مغرب اور وتر کی جگہ چار چار رکعتیں پڑھے گا۔ [2]

مسئلہ نمبر۱۱:...... اگر کسی نے یہ نذرومنت مانی کہ وہ ظہر یا عصر یا عشاء کی فرض نماز مثلاً چھ یا آٹھ یا مغرب کی یا فجر کی نماز چار رکعت پڑھے گا، تو اس پر اتنی رکعتیں ہی پڑھنا لازم رہے گا، جتنی کہ شریعت کی طرف سے فرض ہیں، کیونکہ شریعت کی طرف سے مقرر و طے شدہ فرضوں

---

[1] اورشافعیہ کے اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں۔

فصل :ویجوز فعل الصلاة المنذورة فی وقت النهی، سواء كان النذر مطلقا أو مؤقتا .وقال أبو حنيفة :لا يجوز، ويتخرج لنا مثله بناء على صوم الواجب فی أيام التشريق .ولنا أنها صلاة واجبة، فأشبهت الفوائت من الفرائض وصلاة الجنازة، وقد وافقنا فيه فيما بعد صلاة العصر وصلاة الصبح(المغنی لابن قدامة، ج۲،ص ۸۱،كتاب الصلاة،باب الساعات التی نهی عن الصلاة فيها،فصل فعل الصلاة المنذورة فی وقت النهی)

(و) يجوز (نذرها) أی :الصلاة (فيها) بأن نذر أن يصلی وقت النهی لأنها واجبة، أشبهت الفرائض (دقائق أولی النهی لشرح المنتهی، للبهوتی الحنبلی، ج ۱ ص۲۵۷، فصل اوقات النهی عن الصلاة)

(ويجوز فعل) صلاة (منذورة) نذرا مطلقا فيها، (و) يجوز (نذرها) ، أی :الصلاة (فيها) ، أی :فی أوقات النهی، أشبهت الفرائض(مطالب اولی النهی، ج ۱،ص ۵۹۵،فصل أوقات النهی عن الصلاة)

فصل :فأما إذا نذر الصلاة فی الأوقات المنهی عنها ، كمن نذر أن يصلی بعد الصبح ، وقبل ارتفاع الشمس ، وعند قيام الظهيرة ، وقبل الزوال ، وبعد العصر ، وقبل غروب الشمس ، ففيه ثلاثة أوجه :أحدها :أن النذر باطل لا ينعقد بوفاء ولا قضاء ، لأن الصلاة فيها مع النهی معصية والنذر لا ينعقد بمعصية .والوجه الثانی :أن النذر صحيح ، ينعقد على الوفاء بالصلاة فی هذه الأوقات ، فيصلی فيها ولا يقضی لتوجه المنهی إلی ما لا سبب له من الصلوات .والوجه الثالث :أن النذر صحيح ، ينعقد بالقضاء دون الوفاء ، فيلزمه أن يصليها فی غير هذه الأوقات ، ولا يجوز أن يصليها فيها ، ليفی بالنذر ، ويسلم من المعصية (الحاوی فی فقه الشافعی ، ج۱۵ ، ص ۵۰۱، كتاب النذور)

[2] فلو نذر صلوات شهر فعليه صلوات شهر كالمفروضات مع الوتر دون السنن لكنه يصلی الوتر والمغرب أربعا (البحر الرائق، ج۲،ص ۶۲، القراءة فی ركعات النفل والوتر)

کی تعداد میں کمی زیادتی کرنا جائز نہیں، اور اس حیثیت سے یہ نذر ومنت گناہ ومعصیت پر مشتمل ہے، جس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۲:...... اگر کسی نے نعوذ باللہ تعالیٰ بغیر طہارت وپاکی کے، یا بغیر قرائت کے، یا ننگے ہوکر نماز پڑھنے کی نذر ومنت مانی، تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو باوضو اور قرائت کے ساتھ اور لباس پہن کر نماز پڑھنا واجب ہوجائے گا۔ [2]

---

[1] ولو نـذر أن يـصـلـى الـظهر ثمانيا أو أن يزكى النصاب عشرا أو حجة الإسلام مرتين لا يلزمه الـزائـد لأنـه التزام غير المشروع فهو نذر بمعصية (البحر الرائق، ج۲،ص ۶۲، القراء ة فى ركعات النفل والوتر)

[2] اس مسئلہ میں امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ کا اختلاف ہے، اور صاحبِ درمختار نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کو مختار قرار دیا ہے "وهو الراجح عندنا" جبکہ بعض نے امام محمد رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔

(ولو نذر ركعتين بغير طهر لزماه به عنده) أى أبي يوسف. كما لو نذر بغير قراء ة أو عريانا أو ركعة، وكـذا نـصف ركـعة عـند أبي يوسف، وهو المختار (وأهدره الثالث) أى مـحـمـد (الدر المختار مع ردالمحتار، ج۲،ص ۴۲، باب الوتر و النوافل)

(قوله لزماه به) أى لـزمـه الركعتان بطهر، وهذا ذكره فى البحر بحثا قياسا على ما قال بغير وضوء . أقول :ولا حـاجة لـلبـحث، فإن ما فى المتن مذكور فى متن المجمع .ووجهـه أن الناذر لما أوجب عـليـه ركـعتين أوجبهما بطهارة لأن الصلاة لا تكون إلا بها، وقوله بعده بغير طهر رجوع عما التزمه فـلا يـصح ابن ملك (قوله أى أبي يوسف) أشـار إلـى أنـه كـان يـنبغي للمصنف التصريح به لأنه لا مـرجـع للضمير فى عنده لأن المتعارف فى مثله رجوعه لأبي حنيفة إلا إذا كان له مرجع خاص غيره (قـولـه كـما لو نذر بغير قراء ة إلخ) لأن الـتـزام الشـيء الـتـزام لـما لا يصح إلا به فصار كأنه نذر أن يـصـلـى بقراء ة ومستور العورة وركعتين لأن الصلاة غير صحيحة ما لم تكن شفعا وبقراء ة وبثوب وكـذا لو نذر ثلاثا يلزمه أربع ركعات كما فى المجمع، وعلله فى شرحه بما قلنا، وأشار بالكاف إلى أن هـذه الـمسائل الثلاث لا خلاف فيها لمحمد .والـفـرق لـه بينها وبين المسألة الأولى فى شروح الـمجمع، وقوله وكذا نصف ركعة :أى يـلـزمـه ركعتان، لأن ذكر ما لا يتجزى ذكر لكله فكأنه نذر ركعة وهو التزام لأخرى أيضا كما علمت.

(قوله وأهدره الثالث) أى أهدر النذر بغير طهر فقال لا يلزمه شيء لأنه نذر بمعصية؛ ومقتضى ما فى الفتح أن المعتمد الأول (رد المحتار، ج۲ص ۴۳، باب الوتر والنوافل)

إذا نـذر أن يـصـلـي ركـعتـين بغير وضوء أو عريانا أو بغير قراء ة فعلى قول أبي يوسف -رحـمه الله تعالى -في المواضع كلها يلزمه ما سمى في الصلاة الصحيحة وما زاد في كلامه فهو لغو، وعند زفر -رحمه الله تعالى -لا يلزمه شيء في الأحوال كلها؛ لأن ما سماه في نذره ليس بقربة، وعند محمد -رحمه الله -إذا سـمـى ما لا يجوز أداء الصلاة معه بحال كالصلاة بغير طهارة لا يلزمه شيء ، وإذا سمى ما يجوز أداء الصلاة معه في بعض الأحوال كالصلاة بغير قراء ة تلزمه (المبسوط للسرخسي، ج ۱ ،ص ۲۰۹ ،صلت المرأة وربع ساقها مكشوف)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۱۳:...... اگرکسی عورت نے اگلے دن یا کسی اور مخصوص دن نماز پڑھنے کی نذر ومنت مانی، اوراس دن اُس کوحیض آ گیا، تو حنفیہ کے نزدیک اُس کوحیض سے پاک ہوکرنماز پڑھنا واجب ہوجائے گا۔ [۱]

مسئلہ نمبر۱۴:...... اگرکسی نے آئندہ کسی وقت یا دن وتاریخ میں نماز پڑھنے کی نذر ومنت مانی، اوراس دن وہ نماز پڑھ کر اپنی نذر ومنت کو پوری نہیں کرسکا، تو اسے اپنی نذر ومنت کو بعد میں قضا کرنا ضروری ہوگا۔ [۲]

مسئلہ نمبر۱۵:...... اگرکسی نے آئندہ کے کسی وقت یا دن وتاریخ میں نماز پڑھنے کی نذر ومنت مانی، تو اس وقت کے آنے سے پہلے ہی نماز پڑھ کر اس نذر ومنت کو پورا کرنے سے وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بری الذمہ ہوجائے گا۔

اور امام محمد اور شافعیہ کے نزدیک نماز کی جو نذر ومنت آئندہ کے کسی متعین زمانہ سے متعلق ہو، اس کو وقت سے پہلے پورا کرنا جائز نہیں ”وھو الراجح عندنا“

البتہ اگر اس نے معلق ومشروط نذر ومنت مانی تھی، تو اس شرط کے پائے جانے سے پہلے اس نذر ومنت کو پورا کرنا مذکورہ تمام حضرات کے نزدیک جائز نہیں ہوگا۔ [۳]

---

[۱] (ولو نذرت) امرأة (صلاة أو صوما فی غد فحاضت فيه) أی فی الغد (لزمها القضاء) عندنا خلافا لزفر لأن الصلاة والصوم غير مشروعة فی يوم الحيض ولنا أن العبادة تلزمها بالنذر والحيض يمنع الأداء لا الوجوب كصوم رمضان وقيد بالغد لأنها لو قالت :علی أن أصلی كذا يوم حيضی لا يلزمها شیء اتفاقا لأنه نذر بمعصية مقصودة(مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، ج ۱،ص ۱۳۴، كتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل)

[۲] إذا قال :لله علی أن أصلی ركعتين اليوم فلم يصلهما قضاهما، ولو قال :لله لأصلين اليوم ركعتين فلم يصلهما كفر عن يمينه ولا قضاء عليه (الفتاوی الهندية، ج ۱،ص ۱۱۵،كتاب الصلاة،الباب التاسع)

[۳] ثم فی المعلق لا يجوز تعجيله قبل وجود الشرط بخلاف المضاف كأن نذر أن يصلی فی غد فصلی اليوم فإنه يجوز عندهما خلافا لمحمد والفرق أن المعلق لا ينعقد سببا فی الحال بل عند الشرط والمضاف ينعقد فی الحال كما عرف فی الأصول وأوضحناه فی لب الأصول (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲،ص ۶۳ ،كتاب الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۱۶:...... اگر کسی نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی نذر و منت مانی، تو اس کو اس نذر و منت کے پورا کرتے وقت کھڑے ہو کر نماز پڑھنا واجب ہوگا۔

اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی نذر و منت مانی، تو اس نذر کو بیٹھ کر نماز پڑھنے سے پورا کرنا جائز ہوگا۔

لیکن اگر کسی نے نذر و منت مانتے وقت کھڑے ہونے یا بیٹھنے کا ذکر نہیں کیا، تو کیا اس صورت میں اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہوگا، یا بیٹھ کر نماز پڑھنا بھی جائز ہوگا؟ اس سلسلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، بعض حضرات کے نزدیک کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہوگا، اور بعض حضرات کے نزدیک بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہوگا، اور دلیل کے لحاظ یہی راجح ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومن أوجب على نفسه صلاة في غد فصلى اليوم أجزأه عند أبي حنيفة وأبي يوسف -رحمهما الله تعالى- وإن وجب أن يتصدق غدا بدراهم فتصدق بها اليوم أجزأه في قولهم كذا في الحاوى للقدسي(الفتاوى الهندية، ج۲، ص۶۵، كتاب الأيمان، الباب الثاني، الفصل الثاني)

الخلاف السابق في أن اليوم المعين بالنذر، هل يتعين؟ يجرى مثله في الصلاة إذا عين لها في نذرها وقتا، وفي الحج إذا عين له سنة. وجزم صاحب التهذيب بالتعيين، قال: لو نذر صلاة في وقت معين غير أوقات النهي، تعين، فلا يجوز قبله، ولا يجوز التأخير عنه، وإذا لم يصل فيه، وجب القضاء. ولو نذر أن يصلي ضحوة، صلى في ضحوة أي يوم شاء، فلو صلى في غير الضحوة، لم يجزه. ولو عين ضحوة، فلم يصل فيها، قضى أي وقت كان من ضحوة وغيرها. ولو عين للصدقة وقتا، قال الصيدلاني: يجوز تقديمها على وقتها بلا خلاف(روضة الطالبين، ليحيى بن شرف النووي، ج۳، ص۳۰۹، كتاب النذر)

[1] بعض مشائخِ حنفیہ کے بقول اس صورت میں اصحابِ مذہب سے کوئی روایت منقول نہیں، اس لیے بعد کے بعض مشائخ نے اس مسئلہ کی تخریج کرتے وقت اس پر نظر کی کہ نفل نماز نذر یا ایجاب عن العبد کے بعد اس طرح واجب ہو جاتی ہے، جس طرح کہ ایجاب عن اللہ سے واجب ہوتی ہے؛ اور اللہ تعالیٰ نے جس نماز کو واجب فرمایا ہے، اس میں قیام کو بھی واجب فرمایا ہے، جبکہ بعض مشائخ نے اس پر نظر کی کہ نذر یا ایجاب عن العبد کے ذریعہ سے نفسِ نماز واجب ہوتی ہے، نہ کہ وصفِ زائد، اور نوافل میں قیام وصفِ زائد ہے؛ لہٰذا قیام اس وقت تک شرط نہیں ہوگا، جب تک کہ اس کو اپنے اوپر واجب نہ کیا جائے، جیسا کہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد حنفیہ کے نزدیک واجب ہو جایا کرتی ہے، مگر قیام اس میں بھی واجب نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اگر کسی نے نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی، تو اس کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بیٹھ کر پورا کرنا جائز ہے، اور یہی راجح ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۱۷:.......جس نے نماز پڑھنے کی نذرومنت مانی، تو حنفیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور شافعیہ کے نزدیک بھی اطلاق کی صورت میں قیام واجب نہیں ہوتا، ما لم ینص علی القیام.

اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی نذر مانی، تو بیٹھ کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے، اور کھڑے ہو کر بھی؛ لإتیانه بالأفضل۔

اور شوافع نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ جس طرح نذر سے اصل عبادت لازم ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر عبادت میں کسی صفتِ مستحبہ کی شرط لگا دی جائے، مثلاً اطالتِ قیام، رکوع، سجود اور کسی خاص سورت کی تعیین وغیرہ، تو وہ بھی لازم ہو جاتی ہے۔

لو لم ينص على القيام لا يلزمه القيام عند بعضهم كما لو نذر صلاة لأنه فى النفل وصف زائد فلا يلزمه إلا بشرط وعند البعض يلزمه القيام لأن إيجاب العبد معتبر بإيجاب الله وأينما أوجبها الله تعالى أوجبها قائما والصحيح الأول كالتتابع فى الصوم كذا فى المحيط وغاية البيان ورجح الثانى فى فتح القدير بحثا بأن الصلاة عبارة عن القيام والقراء ة إلى آخرها فهو الركن الأصلى غير أنه يجوز تركه إلى القعود رخصة فى النفل فلا ينصرف المطلق إلا إليه(البحر الرائق، ج۲، ص۶۸، باب الوتر والنوافل)

نذر أن يصلى ركعتين فصلاهما قاعدا جاز وعلى الدابة لا كذا فى السراجية.

ولو نذر أن يصلى قائما يلزمه قائما ويكره الاعتماد على شيء .كذا فى محيط السرخسى (الفتاوى الهندية، ج۱، ص۱۱۵، كتاب الصلاة، الباب التاسع)

ولو نذر أن يصلى صلاة ولم يقل قائماً أو قاعداً، وقال الفقيه أبو جعفر الهندوانى :لا رواية لهذه المسألة، واختلف المشايخ فيه، قال بعضهم: هو بالخيار، إن شاء صلى قائماً، وإن شاء صلى قاعداً، إلا أن القيام زيادة وصف فى التطوع، بدليل أنه تجوز الصلاة بدون القيام، فلا يلزم إلا بالشرط كالتتابع فى الصوم، وقال بعضهم :يلزمه قائماً، لأن إيجاب العبد معتبر بإيجاب الله تعالى، وما أوجبه الله تعالى أوجبه قائماً، فكذا ما أوجبه العبد، بخلاف الصوم، لأنه أوجب متتابعاً وغير متتابع، فلا يلزمه التتابع إلا بالشرط، وعلى بعضهم على الاختلاف قياساً على الاختلاف الذى بينا فى الشروع(المحيط البرهانى، ج۱، ص۴۳۵، الفصل العشرون فى صلاة التطوع)

قال ولا يلزمه القيام فى النذر المطلق كالتتابع فى الصوم قال وهو الصحيح(حاشيةُ الشلبى على تبيين الحقائق، ج۱، ص۱۷۶، باب الوتر و النوافل)

(حتى لو لم ينص على القيام) ش :فى نذره م :(لا يلزمه القيام عند بعض المشايخ) ش :أراد به فخر الإسلام ومن وافقه، قال فخر الإسلام البزدوى فى "شرح الجامع الصغير "وإذا نذر أن يصلى مطلقا لم يلزمه القيام، ثم قال :هذا هو الصحيح من الجواب .وقال الفقيه أبو جعفر الهندوانى :لا رواية فيما إذا نذر أن يصلى صلاة ولم يقل قائما أو قاعدا، أما إذا قاله يجب قائما أو قاعدا(البناية شرح الهداية، ج۲، ص۵۴۳، كتاب الصلاة، باب النوافل)

قال أصحابنا ويبنى على القولين فى تنزيل النذر مسائل (منها) لو نذر أن يصلى وأطلق إن قلنا بالقول الأول وهو التنزيل على واجب الشرع لزمه ركعتان وهو المنصوص وإلا فركعة (ومنها) جواز صلاته قاعدا مع القدرة على القيام فيها وجهان بناء عليها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اسے بغیر عذر کے سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ سوار ہونے کی حالت میں اشارہ سے سجدہ کیا جاتا ہے، اور حقیقی سجدہ پر قادر شخص کو اشارہ سے سجدہ کرنا درست نہیں۔ ؎۱

مسئلہ نمبر ۱۸:......اگر کسی نے نماز پڑھنے کی نذر و منت ماننے کے ساتھ ہی متصلاً ان شاءاللہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولو نذر أن يصلى قاعدا جاز القعود قطعا كما لو صرح بنذر ركعة فإنها تجزئه بلا خلاف فإن صلى قائما فهو أفضل

ولو نذر أن يصلى قائما لزمه القيام قطعا(المجموع شرح المهذب،ج۸،ص۴۶۴، باب النذر)

ولو نذر صلاة قاعدا جاز فعلها قائما لإتيانه بالأفضل لا إن نذر الصلاة قائما فلا يجوز فعلها قاعدا، مع القدرة على القيام، لأنه دون ما التزمه خلاف(إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين،ج۲،ص۴۰۹،باب الحج)

(فرع)كما يلزم أصل العبادة بالنذر يلزم الوفاء بالصفة المستحبة فيها إذا اشترطت فى النذر كمن شرط فى الصلاة المنذورة إطالة القيام أو الركوع أو السجود أو شرط المشى فى الحجة المنذورة إذا قلنا المشى فى الحج أفضل من الركوب فلو أفردت الصفة بالنذر وكان الأصل واجبا شرعا كتطويل القراء ة والركوع والسجود فى الفرائض أو أن يقرأ فى الصبح مثل سورة كذا أو أن يصلى الفرض فى جماعة وجهان (أصحهما) لزومها لأنها طاعة (والثانى) لا لئلا تغير مما وضعها الشرع عليه ولو نذر فعل السنن الراتبة كالوتر وسنة الصبح وسنة الظهر فعلى الوجهين (الأصح) اللزوم(المجموع شرح المهذب،ج۸،ص۴۵۳،باب النذر)

(ولمن نذر صلاة جالسا أن يصليها قائما) لإتيانه بأفضل مما نذره، وظاهره ولا كفارة(مطالب أولى النهى فى شرح غاية المنتهى،لمصطفى بن سعد الدمشقى الحنبلى،ج۶،ص۴۳۴)

؎۱ البتہ اگر کسی شخص نے سوار ہوتے وقت (یعنی جس وقت وہ سوار تھا) نذر مانی ہو، تو امام کرخی کے نزدیک اس کو سوار ہونے کی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔

إن (نذر) على أن يصلى ركعتين فصلاهما راكباً من غير عذر لم يجزئه؛ لأن القدرة لم تنصرف إلى أتم الوجوه وأكملها، ألا ترى أن من نذر أن يصلى ركعتين، فصلاهما عند طلوع الشمس أو عند غروبها، أو عند زوالها لا يجوز، والمعنى ما ذكرنا كذلک ههنا(المحيط البرهانى، ج۲ص۵۷، الفصل الثالث والعشرون فى الصلاة على الدابة)

ولو نذر صلاة وهو راكب فقد ذكر الكرخى أنه يجوز أداؤها راكبا وفى الأصل لو نذر أن يصلى فصلى راكبا وفى الأصل لو نذر أن يصلى فصلى راكبا لم يجزه ، ولم يفصل بين ما إذا كان الناذر راكبا على الدابة أو على الأرض(حاشيةُ الشلبى على تبيين الحقائق، ج ۱ ،ص۱۷۶ ، باب الوتر و النوافل)

www.idaraghufran.org

کہہ دیا، مثلاً یہ کہا کہ میرے اوپر اتنی یا فلاں نفل نماز واجب ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، تو اس پر وہ نماز واجب نہیں ہوگی۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۹:...... اگر کسی نے نماز پڑھنے کی نذر ومنت مانی، اور پھر وہ اس نذر ومنت کو ادا کرنے سے پہلے فوت ہوگیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی طرف سے اس کے وارث یا ولی کو نائب بن کر نماز پڑھنا معتبر نہیں (وهو مشهور مذهب المالكية والشافعية، وهو رواية عن احمد) [2]

---

[1] عن ابن عمر، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :من حلف على يمين، فقال :إن شاء الله فقد استثنى، فلا حنث عليه "وفي الباب عن أبي هريرة :.حديث ابن عمر حديث حسن .وقد رواه عبيد الله بن عمر وغيره، عن نافع، عن ابن عمر موقوفا .وهكذا روى عن سالم، عن ابن عمر موقوفا .ولا نعلم أحدا رفعه غير أيوب السختياني وقال إسماعيل بن إبراهيم :وكان أيوب أحيانا يرفعه، وأحيانا لا يرفعه والعمل على هذا عند أكثر أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم :أن الاستثناء إذا كان موصولا باليمين فلا حنث عليه، وهو قول سفيان الثوري، والأوزاعي، ومالك بن أنس، وعبد الله بن المبارك، والشافعي، وأحمد، وإسحاق(سنن الترمذي، رقم الحديث ۱۵۳۱ ، ابواب النذور والايمان ، باب ماجاء في الاستثناء في اليمين)

(قوله :ولو وصل بحلفه إن شاء الله تعالى بر) لقوله -عليه الصلاة والسلام -من حلف على يمين وقال :إن شاء الله تعالى فقد بر في يمينه إلا أنه لا بد من الاتصال؛ لأنه بعد الفراغ رجوع، ولا رجوع في اليمين إلا إذا كان انقطاعه لتنفس، أو سعال ونحوه فإنه لا يضر وظاهر كلام المصنف - رحمه الله تعالى -أن اليمين منعقدة إلا أنه لا حنث عليه أصلا لعدم الاطلاع على مشيئة الله تعالى وهذا قول أبي يوسف -رحمه الله تعالى -وعند أبي حنيفة ومحمد -رحمة الله تعالى عليهما -أن التعليق بالمشيئة إبطال ولذا قال في التبيين وأراد بقوله بر عدم الانعقاد لأن فيه عدم الحنث كالبر فأطلق عليه اهـ(البحر الرائق، ج۴ص ۳۲۲، كتاب الايمان)

[2] اختلف الفقهاء في حكم من مات وعليه صلاة منذورة، لم يؤدها حتى مات، وذلك على اتجاهين :الاتجاه الأول :يرى أصحابه أنه من مات وعليه صلاة منذورة فلا يجوز لوليه أو غيره فعلها عنه، ولا تسقط عنه بالفدية، باستثناء ركعتي الطواف، فإنهما تصليان عن الميت الذي يحج أو يعتمر عنه إن قيل بجواز النيابة عنه فيهما، إلى هذا ذهب الحنفية، وهو مشهور مذهب المالكية، ولا تنفذ عندهم وصيته بالاستئجار عليها، وهو مشهور مذهب الشافعية، ورواية عن أحمد، وقد حكى العيني إجماع الفقهاء على أنه لا يصلي أحد عن أحد، ونقل القاضي عياض الإجماع على أنه لا يصلى عن الميت، وقال القرافي :حكى في الصلاة الإجماع على أنه لا يصلى عن الميت، ونقل ابن بطال إجماع الفقهاء على أنه لا يصلي أحد عن أحد فرضا ولا سنة، لا عن حي ولا عن ميت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور بعض حضرات کے نزدیک فوت ہونے والے کے وارث کو فوت شدہ شخص کی طرف سے نذر ومنت مانی ہوئی نماز کا ادا کرنا جائز ہے۔ [1]

فقط

وَ اللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَ تَعَالیٰ اَعۡلَمُ وَ عِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَ اَحۡکَمُ

محمد رضوان

۱۰/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ 25/نومبر/2012ء بروز اتوار

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واستدلوا بما روى عن ابن عباس -رضى الله عنهما " -لا يصلى أحد عن أحد ولا يصوم أحد عن أحد وبما روى عن الإمام مالك أنه قال :لم أسمع عن أحد من الصحابة ولا من التابعين بالمدينة أن أحدا منهم أمر أحدا أن يصوم عن أحد أو يصلى عن أحد وبأن الصلاة عبادة لا تدخلها النيابة فى حال الحياة، فلا تدخلها النيابة بعد الموت وبأن الصلاة لا بدل لها بحال، فلا يقوم فيها فعل النائب مقام فعل المنوب عنه وبأن المقصود من التكاليف الشرعية الابتلاء والمشقة، وهذا يتحقق فى العبادات البدنية بإتعاب النفس والجوارح بالأفعال المخصوصة، وبفعل النائب لا تتحقق المشقة على نفس من وجبت عليه، فلم تجز النيابة فيها مطلقا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۰،ص۲۲۰الى ص۲۲۲،ماده نذر)

[1] الاتجاه الثانى :يرى من ذهب إليه أنه من مات وعليه صلاة منذورة أداها وليه عنه، روى هذا عن ابن عمر -رضى الله عنهما -، وقال به الأوزاعى وعطاء وإسحاق، وقال محمد بن عبد الحكم من المالكية :يجوز أن يستأجر عن الميت من يصلى عنه ما فاته من الصلوات، وذهب بعض متأخرى الشافعية أن الوارث يصلى عن الميت ما وجب عليه، ومشهور مذهب الحنابلة أنه يستحب لولى الميت أن يؤدى عنه ما فاته من صلاة نذر أداء ها ولم يؤدها حتى مات، وذلك صلة له وإبراء لذمته منها .واستدلوا بما روى عن ابن عباس -رضى الله عنهما :أن سعد بن عبادة استفتى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فى نذر كان على أمه، فتوفيت قبل أن تقضيه، فأفتاه النبى -صلى الله عليه وسلم -أنه يقضيه عنها، فكانت سنة بعده.واستدلوا كذلك بالأحاديث الدالة على جواز الحج عن الميت، والصيام عنه ونحوها، إذ جاء فيها قول رسول الله -صلى الله عليه وسلم :فاقضوا الله فهو أحق بالقضاء وهذه الصلاة التى أوجبها الناذر على نفسه هى دين الله تعالى عليه، وقد مات قبل أدائه، فيجزئه قضاء وليه عنه ذلك .وبما روى عن ابن عمر -رضى الله عنهما " -أنه أمر امرأة جعلت أمها على نفسها صلاة بقباء ، فقال :صلى عنها .وأنه قد ثبت قضاء الصوم والحج عن الميت بالنص، فيجوز قضاء الصلاة عنه بطريق القياس عليهما، لأن كلا منها عبادة بدنية، ولأن كلا منها دين وجب على الميت، فيقضى عنه كبقية ديونه ويجزئه ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۰،ص۲۲۰الى ص۲۲۲،ماده نذر)

(۱۱)

نفل وسنّت نمازوں سے متعلق متفرق مسائل

نفل اور سنت نمازوں سے متعلق بیشتر مسائل واحکام متعلقہ نمازوں کے ثبوت، ان کے فضائل اوران کے مفصَّل احکام کے بیان میں گزر چکے ہیں۔

آخر میں نفل اور سنت نمازوں سے متعلق چند مزید متفرق مسائل اجمالی انداز میں ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱:...... کسی بھی فرض نما کا وقت داخل ہونے کے بعد جس طرح اُس وقت کی فرض نماز کا وقت شروع ہوجاتا ہے، اسی طرح اس نماز کی سنتوں کا وقت بھی شروع ہوجاتا ہے۔

لہٰذا جب کسی نماز کا وقت داخل ہوگیا، تو جس طرح اُس وقت کی فرض نماز کا پڑھنا جائز ہے، اسی طرح اس نماز کی سنتوں کا پڑھنا بھی جائز ہے۔

اگر کسی نماز کا وقت تو داخل ہوگیا، مگر ابھی اس نماز کی اذان نہیں ہوئی، یا کسی ایسی جگہ ہے کہ اس کو اذان سُنائی نہیں دی، تو وقت داخل ہونے کے بعد اذان ہونے یا اذان سنائی دینے سے پہلے اس وقت کی فرض نماز سے پہلے کی سنتیں پڑھنا جائز ہے، اور جب فرض ادا کر لیے جائیں، تو بعد کی سنتیں پڑھنا بھی جائز ہے۔

جہاں تک فرض اور سنت نماز کے درمیان وقفہ اور فاصلہ کا تعلق ہے، تو اس مسئلہ کی تفصیل پہلے الگ عنوان کے تحت ذکر کردی گئی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲:...... اگر کسی نے فرض نماز سے پہلے کی سنتیں پڑھ لیں، اور ابھی فرض نماز شروع ہونے میں کچھ وقت باقی ہے، تو اس درمیان کوئی قضا یا نفل نماز پڑھنا جائز ہے، اگرچہ افضل یہی ہے کہ اگر فرض نماز شروع ہونے میں زیادہ وقت باقی ہے، اور کسی نے سنت اور قضا یا کوئی

نفل دونوں قسم کی نمازیں پڑھنی ہیں تو اُسے دوسری (قضا یا عام نفل) نماز پہلے اور اس وقت کی سنت نماز بعد میں پڑھنا افضل ہے، تاکہ سنت اور فرض نماز کے درمیان زیادہ وقفہ پیدا نہ ہو، جیسا کہ پہلے گزرا۔

مسئلہ نمبر ۳:...... فرض نماز ادا کر لینے کے بعد اگر اُسی جگہ سنت اور نفل نماز پڑھی جائے، تو کوئی گناہ نہیں، البتہ اگر کوئی عذر نہ ہو، تو تھوڑا بہت آگے پیچھے یا دائیں بائیں ہٹ کر پڑھنا بہتر ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴:...... اگر کسی نے فرض نماز نہیں پڑھی اور اس فرض نماز کا وقت ختم ہونے والا ہے، اور سنت و نفل نماز پڑھنے کی صورت میں اس نماز کا وقت ختم ہو جائے گا، اور نماز قضا ہو جائے گی، تو ایسی حالت میں فرض نماز چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہونا مکروہ وممنوع ہے، ایسی صورت میں فرض ادا کر کے ان کو قضا ہونے سے بچانا چاہیے۔

اسی طرح مثلاً اگر سورج طلوع ہونے میں بہت تھوڑا وقت باقی ہے، اور ابھی فجر کے فرض بھی ادا نہیں کیے، اور سنتیں ادا کی جائیں تو سورج طلوع ہو جاتا ہے، تو ایسی صورت میں بھی اس وقت فجر کے فرض پڑھے جائیں، اور فجر کی سنتیں سورج طلوع ہونے کے بعد مکروہ وقت گزر کر پڑھ لی جائیں، جس کی تفصیل مستقل عنوان کے ذیل میں پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۵:...... بغیر کسی معقول عذر کے سنتِ موکدہ نماز کو ترک کرنا مکروہ اور برا یا گناہ ہے، خاص طور پر جبکہ اس کی عادت بنالی جائے۔

لیکن اگر کسی معقول عذر کی وجہ سے سنتِ موکدہ کو ترک کیا جائے، تو گناہ اور مکروہ نہیں۔

---

[1] أما المقتدى والمنفرد فإنهما إن لبثا أو قاما إلى التطوع فى مكانهما الذى صليا فيه المكتوبة جاز، والأحسن أن يتطوعا فى مكان آخر .اهـ.(رد المحتار، ج ١، ص ٥٣١، كتاب الصلاة)

[2] لا يعلم خلاف بين الفقهاء فى أنه يحرم التنفل عند ضيق وقت المكتوبة، فإذا ضاق وقت الظهر مثلا، ولم يبق منه إلا ما يسع صلاته، حرم التنفل لما فى التنفل من ترك أداء الصلاة المفروضة والاشتغال بالنفل، وصرح المالكية والحنابلة بأنه لم تنعقد نافلة -ولو راتبة- مع ضيق الوقت(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧ص ١٨٦، مادة "اوقات الصلاة")

www.idaraghufran.org

اگر کوئی قاضی یا مفتی کسی وقت عملی طور پر لوگوں کے فیصلہ اور فتویٰ اور مسائل کے حل میں غیر معمولی مشغول ہو کہ جس کی وجہ سے وہ سنتِ موکدہ اداء نہ کر سکے، تو یہ بھی معقول عذر میں داخل ہے۔

البتہ فجر کی سنتوں کو حتی الامکان ترک نہیں کرنا چاہیے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۶:...... جو شخص کسی کا اجیرِ خاص و ملازم ہو، کہ اس کو مخصوص وقت کے لیے کسی کام کے لیے (یومیہ، ماہانہ، یا سالانہ وغیرہ کی بنیاد پر) اجرت و تنخواہ یا مزدوری پر ملازم رکھا گیا ہو، تو اس کو اس ملازمت و مزدوری کے وقت کے دوران معتدل انداز میں وضو اور اس کے بعد فرض نماز اور اس کے ساتھ موکدہ سنتوں کا ادا کرنا تو جائز ہے، لیکن غیر موکدہ سنتوں اور عام نفلوں کا مالک کی اجازت کے بغیر پڑھنا جائز نہیں۔ [2]

---

[1] قلت :لكن كونه سنة مؤكدة لا يستلزم الإثم بتركه مرة واحدة بلا عذر، فيتعين تقييد الترك بالاعتياد والإصرار توفيقا بين كلامهم كما قدمناه(رد المحتار، ج ۱، ص ۴۷۴، واجبات الصلاة)

ولا يجوز تركها لعالم صار مرجعا فى الفتاوى (بخلاف باقي السنن) فله تركها لحاجة الناس إلى فتواه(الدر المختار، ج۲، ص۱۵، باب الوتر و النوافل)

(قوله فله تركها إلخ) الظاهر أن معناه أنه يتركها وقت اشتغاله بالإفتاء لأجل حاجة الناس المجتمعين عليه، وينبغي أنه يصليها إذا فرغ فى الوقت .وظاهر التفرقة بين سنة الفجر وغيرها أنه ليس له ترك صلاة الجماعة لأنها من الشعائر، فهي آكد من سنة الفجر، ولذا يتركها لو خاف فوت الجماعة، وأفاد ط أنه ينبغي أن يكون القاضي وطالب العلم كذلك لا سيما المدرس.

أقول :فى المدرس نظر، بخلاف الطالب إذا خاف فوت الدرس أو بعضه تأمل(رد المحتار، ج۲، ص۱۵، باب الوتر و النوافل)

[2] الأجير الخاص : هو من يعمل لواحد عملا مؤقتا بالتخصيص، كأن استؤجر لخدمة، أو خياطة، يوما أو أسبوعا ونحوه.

.ويجب على الأجير الخاص أن يقوم بالعمل فى الوقت المحدد كله سوى زمن التطهر للصلوات الخمس، وزمن فعلها بسننها المؤكدة، وصلاة جمعة، وعيد، فهي مستثناة شرعا، ولا ينقص من الأجرة، ولا يصلي النوافل، فإن صلاها نقص من أجرته.

ولا يلزم المستأجر أن يمكن الأجير الخاص من الذهاب إلى المسجد للجماعة، إن كان المسجد بعيدا، وإن كان قريبا ففيه احتمال، إلا أن يكون الإمام ممن يطيل الصلاة، فلا يلزمه قطعا.

وقال المجد من الحنابلة :ظاهر النص يمنع من شهود الجماعة إلا بشرط فى العقد أو إذن.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۷:...... عورت کو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر فرض نماز اور اس کے ساتھ موکدہ سنتوں کا ادا کرنا جائز ہے، لیکن اگر شوہر غیر موکدہ سنتوں اور عام نفلوں سے منع کرے، تو اس میں شوہر کی اطاعت مقدم ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۸:...... احادیث میں نماز کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف دعاؤں کا کرنا ثابت ہے، اور نماز کے بعد دعا کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے، اس لئے فرض نماز کے علاوہ سنت ونفل نماز کے بعد بھی حسبِ حیثیت دعا کرنا فضیلت کا باعث ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی منکَر اور خرابی شامل نہ کی جائے۔

بعض مقامات پر فرض نماز باجماعت پڑھ لینے کے بعد سنتوں اور نفلوں سے فارغ ہونے تک امام اور مقتدی دعا کے منتظر رہتے ہیں، اور پھر سب مل کر اجتماعی دعا کرتے ہیں۔

یہ طرزِ عمل شریعت سے ثابت نہیں، شریعت نے اس موقعہ پر دعا کے لئے ایک دوسرے کا پابند نہیں کیا، اس لئے ہر شخص کو حسبِ حیثیت وفرصت اور حسبِ ضرورت دعا کرنی چاہئے، اور اگر کوئی شخص کسی ضرورت اور کسی وجہ سے اُٹھ کر چلا جائے تو بھی کوئی حرج کی بات نہیں۔

(تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''نماز کے بعد دعا اور ذکر کے فضائل واحکام'' ملاحظہ ہو)

مسئلہ نمبر ۹:...... سنت ونفل بلکہ ہر نماز کی نیت کا دل میں کرلینا کافی ہے، اور نیت دراصل دل

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وسبت اليهود، ويوم الأحد للنصارى مستثنى منه كذلك شرعا، وقال الزركشي :هل يلحق بذلك بقية أعيادهم؟ فقال :فيه نظر، لا سيما التي تدوم أياما، والأقرب المنع؛ لعدم اشتهارها في عرف المسلمين وجهل الناس لها، وتقصير الذمي في عدم اشتراطه في العقد.

ولا يجوز للأجير الخاص أن يعمل لغير مستأجره، فإن عمل لغيره فأضره بذلك فللمستأجر على الأجير ما فوته عليه من منفعة . والتفصيل في مصطلح :(إجارة)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۹، ص ۶، مادة''خاص'')

[1] ولا تتطوع للصلاة والصوم بغير إذن الزوج بحر عن الظهيرية.

قلت :ينبغي تقييد الصلاة بصلاة التهجد في الليل؛ لأن في ذلك منعا لحقه وتنقيصا لجمالها بالسهر والتعب وجمالها حقه أيضا كما مر، أما غيره ولا سيما السنن الرواتب فلا وجه لمنعها منها كما لا يخفى(رد المحتار، ج ۳، ص ۲۰۳، باب النفقة)

www.idaraghufran.org

ہی کے عزم وقصد کا نام ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ سنتوں کی نیت کرتے وقت سنتِ رسول اللہ کہنا ضروری نہیں، جیسا کہ بعض عوام سمجھتے ہیں؛ بلکہ سنت نماز کی نیت کرنا کافی ہے اور وہ بھی دل میں، زبان سے الفاظ کہنا پھر بھی ہرگز ضروری نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۰..... اگر دل میں نیت کے ساتھ کوئی شخص زبان سے بھی دل میں موجود نیت کو آہستہ آواز کے ساتھ الفاظ میں ادا کرے، تاکہ دل کی نیت میں پختگی اور تازگی، اور دل وزبان میں یکسانیت پیدا ہوجائے تو بھی جائز بلکہ بہت سے حضرات کے نزدیک بہتر ہے، بشرطیکہ نیت دل کے عزم وقصد ہی کو سمجھے اور زبان سے الفاظ ادا کرنے کو ضروری اور مقصود نہ سمجھے۔

اور اگر کسی شخص کی زبان سے الفاظ کچھ اور ادا ہوجائیں، مگر دل میں نیت درست ہو، تو بھی نماز درست ہوجاتی ہے، کیونکہ اصل نیت دل ہی کے عمل کا نام ہے۔ [2]

---

[1] (وكـفى مطلق نية الصلاة) وإن لـم يقل لله (لنفل وسنة) راتبة(الدر المختار، ج ا ، ص۴۱۷، فصل فى ستر العورة)

(قوله وكفى إلخ) أى بـأن يقصد الصلاة بلا قيد نفل أو سنة أو عدد (قوله لنفل) هذا بالاتفاق (قوله وسنة) ولـو سـنة فجر، حتى لو تهجد بر كعتين ثم تبين أنها بعد الفجر نابتا عن السنة، وكذا لو صلى أربـعا ووقعت الأخريان بعد الفجر وبه يفتى خلاصة، وكذا الأربع المنوى بها آخر ظهر أدركته عند الشك فى صحة الجمعة، فإذا تبين صحتها ولا ظهر عليه نابت عن سنة الجمعة على قول الجمهور لأنـه يـلـغـو الـوصف ويـبـقـى الأصل، وبه تتأدى السنة كما بسطه فى الفتح، وأقره فى البحر والنهر، وهـذا بخلاف ما لو قام فى الظهر للخامسة فضم سادسة لا تنوبان عن سنة الظهر لعدم كون الشروع مقصودا (قوله على المعتمد) أى مـن قولين مصححين، وإنما اعتمد هذا لما فى البحر من أنه ظاهر الـرواية وجعله فى المحيط قول عامة المشايخ ورجحه فى الفتح ونسبه إلى المحققين(رد المحتار، ج ا ، ص۴۱۷، فصل فى ستر العورة)

[2] يترتب على رأى الجمهور بأن محل النية القلب، أمران:

الأول :لا يـكـفـى اللفظ باللسان دون القلب، فلو اختلف اللسان والقلب فالعبرة بما فى القلب، فلو نوى بقلبه الظهر وبلسانه العصر، أو بقلبه الحج وبلسانه العمرة أو عكسه، صح له ما فى القلب.

قال الدردير :إن خـالف لـفظه نيته فالعبرة النية بالقلب لا اللفظ، إن وقع سهوا، وأما عمدا فمتلاعب تبطل صلاته.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۱۱:...... جو سنت اور نفل نمازیں کسی مخصوص وقت سے متعلق ہیں (مثلاً فرض نمازوں کے ساتھ مؤکدہ سنتیں) ان کی ادائیگی کے لئے اکثر مشائخِ حنفیہ کے نزدیک دل میں عام نفل وسنت نماز کی نیت کرنا بھی کافی ہے، اور اس وقت کی مخصوص سنتوں اور نفلوں کی نیت کرنا ضروری نہیں، کہ مثلاً وہ فجر یا ظہر یا مغرب یا عشاء کی سنتیں ادا کرتا ہے۔

جبکہ دیگر فقہائے کرام اور بعض مشائخِ حنفیہ کے نزدیک دل میں اس نماز کی مخصوص نیت کرنا ضروری ہے، مثلاً فجر کی سنتوں میں فجر کی سنتوں کی اور ظہر کی سنتوں میں ظہر کی سنتوں کی نیت کی جائے، اور اسی طرح دوسرے اوقات کی سنتوں اور نفلوں میں بھی۔

بہرحال احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ جس وقت جونسی سنت یا نفل نماز پڑھنی ہو، دل میں اس مخصوص نماز کی نیت کی جائے، تاکہ سب کے نزدیک ادائیگی معتبر ہوجائے، اور کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الثانی :أنه لا يشترط مع نية القلب التلفظ فی جميع العبادات.

ثم إن الفقهاء اختلفوا فی الحكم التكليفی للتلفظ بالنية:

فذهب الحنفية فی المختار والشافعية والحنابلة فی المذهب إلی أن التلفظ بالنية فی العبادات سنة ليوافق اللسان القلب.

وذهب بعض الحنفية وبعض الحنابلة إلی أن التلفظ بالنية مكروه.

وقال المالكية بجواز التلفظ بالنية فی العبادات، والأولی تركه، إلا الموسوس فيستحب له التلفظ ليذهب عنه اللبس (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۲، ص ۶۷، مادة "نية"، التلفظ بالنية)

(قوله :تكفيه النية بلسانه) إطلاق النية علی اللفظ مجاز .اهـ .ح :أی لأن النية عمل القلب لا اللسان، وإنما الذكر باللسان كلام، ومن ثم حكی الإجماع علی كونها بالقلب (ردالمحتار، ج ۱، ص ۸۰، كتاب الطهارة)

قال :(وينوی الصلاة التی يدخل فيها نية متصلة بالتحريمة، وهی أن يعلم بقلبه أی صلاة هی، ولا معتبر باللسان) لأن النية عمل القلب .قال محمد بن الحسن :النية بالقلب فرض، وذكرها باللسان سنة، والجمع بينهما أفضل ;والأحوط أن ينوی مقارنا للشروع :أی مخالطا للتكبير كما قاله الطحاوی (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱، ص ۴۷، و ۴۸)

[1] الصحيح المعتمد عدم اشتراطه فی السنن الرواتب، وأنها تصح بنية النفل وبمطلق النية، فلو تهجد بركعتين يظن بقاء الليل فتبين أنهما بعد الفجر كانتا عن السنة علی الصحيح فلا يصليها بعده للكراهة أشباه(رد المحتار، ج ۱، ص ۳۷۶، كتاب الصلاة) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۱۲:...... اگر کسی نے یہ سمجھتے ہوئے کہ فجر کا وقت شروع ہو چکا ہے، فجر کی دو سنتیں پڑھیں، اور بعد میں معلوم ہوا کہ فجر کا وقت شروع نہیں ہوا تھا، بلکہ ابھی رات اور تہجد کا وقت تھا، تو اس سے فجر کی سنتیں ادا نہیں ہوں گی، کیونکہ فجر کی سنتیں ادا ہونے کے لئے فجر کا وقت داخل ہونا ضروری ہے، جو کہ مذکورہ صورت میں موجود نہیں۔

اور اگر کسی نے تہجد کا وقت سمجھ کر دو رکعتیں پڑھیں، اور بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے ان دو رکعتوں کی نیت فجر کا وقت شروع ہونے کے بعد باندھی تھی، جس کی وجہ سے یہ دو رکعتیں طلوعِ فجر کے بعد واقع ہوئی ہیں، تو جو فقہائے کرام سنتِ مؤکدہ کے لئے مخصوص نیت کو ضروری قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک اس صورت میں بھی فجر کی سنتیں ادا نہیں ہوں گی،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والتطوع فى العبادات، منه ما هو مطلق كالتهجد والصوم، ومنه ما هو مقيد كصلاة الكسوف والسنن الرواتب مع الفرائض، وكصيام عرفة وعاشوراء .

أما التطوع المطلق، فيصح عند جميع الفقهاء أداؤه دون تعيينه بالنية، وتكفى نية مطلق الصلاة أو مطلق الصوم.

أما التطوع المعين كالرواتب والوتر والتراويح، وصلاة الكسوف والاستسقاء ، وصيام يوم عاشوراء ، فإنه يشترط فيه تعيينه بالنية، وذلک عند المالكية والشافعية والحنابلة.

وبعض مشايخ الحنفية، غير أن المالكية حددوا المعين عندهم بأنه :الوتر والعيدان وصلاة الكسوف والاستسقاء ورغيبة الفجر، أما غير ذلک فهو من المطلق عندهم .والصحيح المعتمد عند الحنفية أن التطوع المعين أو المقيد يصح دون تعيينه، وأنه يكفى فيه مطلق النية كالتطوع المطلق، وهو ما عليه أكثر مشايخ الحنفية (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۱۲، ص۱۶۲، وص۱۶۳، ماده "تطوع")

السنن الرواتب، والمؤقتة:

للفقهاء فى إطلاق النية فى صلاة السنة الراتبة، والمؤقتة رأيان:

الأول :أنه لا يكفى الإطلاق لحصول تلک السنة الراتبة .وهو قول المالكية، والشافعية والحنابلة باستثناء النوافل التى ألحقت بالنفل المطلق عند البعض والتى سبق ذكرها.

وهو قول جماعة من الحنفية، قالوا :لأن السنة وصف زائد على أصل الصلاة، كوصف الفرضية، فلا تحصل بمطلق نية الصلاة.

الثانى :صحة النية مع الإطلاق، وهو أحد قولين للحنفية مصححين، واعتمده بعضهم .وفى المحيط أنه قول عامة المشايخ، ورجحه فى الفتح، ونسبه إلى المحققين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص۱۶۵، ماده إطلاق)

www.idaraghufran.org

کیونکہ اس نے ان دو رکعتوں سے تہجد کی نیت کی تھی، نہ کہ فجر کی سنتوں کی۔

لیکن جو فقہائے کرام مخصوص نیت کو ضروری قرار نہیں دیتے، جیسا کہ اکثر مشائخِ حنفیہ، اُن کے نزدیک مذکورہ صورت میں فجر کی سنتیں ادا ہو جائیں گی۔ [1]

---

[1] اور اگر ان دو رکعتوں کی نیت طلوعِ فجر سے پہلے باندھ لی تھی، یا ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھیں، اور دو رکعتیں طلوعِ فجر سے پہلے اور دو رکعتیں طلوعِ فجر کے بعد واقع ہوئیں، تو ان صورتوں میں مشائخِ حنفیہ کے راجح قول کے مطابق فجر کی سنتیں ادا نہیں ہوں گی، لوقوع التحريمة قبل الفجر.

وقد مر فی باب النوافل أنه لو صلى ركعتين من التهجد فظهر وقوعهما بعد طلوع الفجر أجزأتاه عن سنة الفجر فی الصحيح، بخلاف ما لو صلى أربعا فظهر وقوع ركعتين منهما بعد الفجر لأنهما ليستا بتحريمة مبتدأة فتأمل(رد المحتار، ج۲، ص۸۸، باب سجود السهو)

ولو شرع فی التطوع قبل طلوع الفجر فلما صلى ركعة طلع الفجر قيل يقطع الصلاة وقيل يتمها والأصح أنه يتمها ولا تنوب عن سنة الفجر على الأصح (البحرالرائق، ج ۱، ص ۲۶۶، كتاب الصلاة)

ولا يجوز أداؤها قبل طلوع الفجر و لو وافق شروعه فيهما طلوع الفجر يجوز (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۱۱۲، كتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل)

لو صلى ركعتين تهجدا، ثم تبين أنه صلاهما بعد طلوع الفجر أجزأتا عن السنة وفی آخر العمدة للصدر الشهيد إذا صلى أربع ركعات تطوعا قبل الفجر فوقع ركعتان بعد الطلوع يحتسب من ركعتى الفجر .اهـ.

وفی الخلاصة وبه يفتى وفيه نظر؛ لأن السنة إنما تكون بتحريمة مبتدأة بعد الطلوع ولم تحصل، وقد قالوا فی سجود السهو :إنه لو قام إلى الخامسة بعد القعود على رأس الرابعة ساهيا فإنه يضم سادسة ولا ينوبان عن سنة الظهر لما قلنا فكذا فی سنة الفجر اللهم إلا أن يقال لما كان التنفل مكروها فی الفجر جعلناهما سنة بخلافه فی الظهر

ولا يخفى أن الأربع التی تصلى بعد الجمعة على أنها آخر ظهر عليه للشك فی الجمعة إذا تبين صحة الجمعة فإنها تنوب عن سنتها على قول الجمهور؛ لأنه يلغو الوصف ويبقى الأصل وبه تتأدى السنة وعلى قول البعض لا تنوب لاشتراط التعيين (البحرالرائق، ج ۱، ص ۲۹۴، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة)

إذا صلى ركعتين فی آخر الليل ينوى بهما ركعتی الفجر، فإذا تبين أن الفجر لم يطلع لم يجزئه عن ركعتی الفجر، وكذلک إذا وقع الشک فی طلوع الفجر فی الركعتين أو وقع الشک فی إحدى الركعتين أنها وقعت قبل طلوع الفجر لم يجزئه ذلک عن ركعتی الفجر، ولو صلى بعد طلوع الفجر ركعتين بنية التطوع كان ذلک عن ركعتی الفجر، هكذا حكی عن الفقيه أبی جعفر وذكر الحسن فی كتاب الصلاة أنه لا يكون عن ركعتی الفجر، ولو صلى ركعتين بنية التطوع وهو يظن أن الليل باقٍ، فإذا تبين أن الفجر قد كان طلع ذكر القاضی الإمام علاء الدين محمود المفتی فی شرح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۱۳:...... اگر فجر کی سنتیں اور فرض پڑھنے کے بعد، یا اسی طرح ظہر سے پہلے کی سنتیں اور فرض پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ سنتیں اور فرض درست نہیں ہوئے تھے، مثلاً غلطی سے بے وضو یا ناپاکی کی حالت میں پڑھ لیے گئے تھے؛ تو اگر اس نماز کا وقت باقی ہو اور وقت میں گنجائش ہو، تو سنتیں اور فرض دونوں کو لوٹانا چاہیے، اور اگر سنتیں تو درست ہوگئی تھیں، فرض درست نہیں ہوئے تھے؛ تو صرف فرضوں کو لوٹا لینا کافی ہے۔

اور وقت ختم ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ سنتیں اور فرض دونوں درست نہیں ہوئے تھے؛ تو صرف فرضوں کو لوٹانے کا حکم ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۴:...... اگر کسی نے ظہر، مغرب یا عشاء کی نماز ادا کر لی، اور بعد کی سنتیں بھی پڑھ لیں، پھر معلوم ہوا کہ فرض نماز درست نہیں ہوئی تھی (مثلاً غلطی سے بے وضو یا ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھ لی گئی تھی) تو اگر ابھی اس نماز کا وقت باقی ہے، تو فرضوں کے ساتھ ساتھ بعد کی سنتوں کو بھی لوٹانا چاہئے، اور وقت ختم ہونے کے بعد معلوم ہوا تو سنتوں کو لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المخلفات أنه لا رواية فی هذه المسألة، وقال المتأخرون تجزئه عن ركعتی الفجر، وذكر الشيخ الإمام شمس الأئمة الحلوانی فی شرح كتاب الصلاة :ظاهر الجواب أنه يجزئه عن ركعتی الفجر؛ لأن الأداء أصل فی الوقت، وروى الحسن عن أبی حنيفة أنه يجوز وقال شمس الأئمة الحلوانی رحمه الله بهذا، وهذه الرواية تشهد أن السنّة تحتاج إلی النية، وفی بعض الروايات أن علی قول أبی حنيفة :لا يجزئه عن ركعتی الفجر، وعلی قولهما تجزئة (المحيط البرهانی، ج ۱، ص ۴۴۷، و ۴۴۸، كتا ب الصلاة، الفصل الحادی والعشرون)

[1] البتہ فجر کی سنتیں زوال سے پہلے تک پڑھ لینا چاہیے، جس کی تفصیل اپنے مقام پر ذکر کی جا چکی ہے۔

[2] پھر اگر فرض اور بعد کی سنتیں دونوں درست نہیں ہوئے تھے، مثلاً بے وضو پڑھ لیے گئے تھے، تو وقت کے اندر دونوں کے اعادہ کی وجہ واضح ہے، کیونکہ شرطِ صحت مفقود ہونے کی وجہ سے ان کا پڑھنا کالعدم تھا۔

اور اگر فرض تو درست نہیں ہوئے تھے، مثلاً بے وضو پڑھ لیے گئے تھے، لیکن بعد کی سنتیں باوضو پڑھی گئی تھیں (مثلاً فرض پڑھنے کے بعد دوبارہ وضو کر کے سنتیں پڑھ لی گئی تھیں، یا فرض نماز امام کی اقتداء میں پڑھی تھی، اور امام کا وضو نہ تھا) تو وقت کے اندر فرضوں کے ساتھ سنتوں کے اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ بعد کی سنتوں کی مشروعیت فرضوں کے بعد ہے، جن کو فرضوں سے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۵:...... اگر کوئی شخص ظہر کے فرضوں بعد، اور اسی طرح عشاء کے فرضوں کے بعد دوسنتوں کے بجائے ایک سلام کے ساتھ اکٹھی چار رکعتیں پڑھ لے، تو اس میں ظہر اور عشاء کے بعد کی دوسنتِ مؤکدہ بھی ادا ہوجاتی ہیں۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۶:...... اگر کسی نے ظہر یا جمعہ کی نماز سے پہلے چار سنتوں کے بجائے دو رکعتیں پڑھیں، تو حنفیہ کے نزدیک یہ دو رکعتیں ظہر اور جمعہ سے پہلے کی سنت نماز میں شمار نہیں کی جائیں گی، کیونکہ اکثر احادیث میں ظہر سے پہلے چار رکعات سنتوں کا ذکر آیا ہے۔

البتہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک دو رکعتیں سنتوں میں شمار ہوجائیں گی۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قبل ادا کرنا معتبر نہیں، اور فرض میں شرطِ صحت مفقود ہونے کی وجہ سے ظاہر ہوگیا کہ ان کو فرضوں سے پہلے پڑھ لیا گیا تھا۔

(ولو صلى العشاء بلا وضوء) حال كونه (ناسيا ثم صلى السنة والوتر به) أى بالوضوء (يعيد السنة لإعادة العشاء) إذ لم يصح أداء السنة قبل الفرض مع أنها أديت بالوضوء لأنها تبع الفرض (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، ج ۱، ص ۱۴۵، باب قضاء الفوائت)

[۱] (والعشاء وبعده) أى ندب الأربع قبل العشاء وبعده لأن العشاء كالظهر من حيث إنه لا يكره التطوع قبله ولا بعده وقيل هو مخير إن شاء صلى ركعتين وإن شاء صلى أربعا وقيل الأربع قول أبى حنيفة والركعتان قولهما بناء على اختلافهم فى نوافل الليل (تبيين الحقائق، ج ۱، ص ۱۷۲، باب الوتر و النوافل)

وهل تحسب المؤكدة من المستحب ويؤدى الكل بتسليمة واحدة؟ اختار الكمال: نعم.(الدر المختار)

(قوله وهل تحسب المؤكدة) أى فى الأربع بعد الظهر وبعد العشاء والست بعد المغرب بحر.

(قوله اختار الكمال) نعم ذكر الكمال فى فتح القدير أنه وقع اختلاف بين أهل عصره فى أن الأربع المستحبة هل هى أربع مستقلة غير ركعتى الراتبة أو أربع بهما؟ وعلى الثانى هل تؤدى معهما بتسليمة واحدة أو لا، فقال جماعة لا واختار هو أنه إذا صلى أربعا بتسليمة أو تسليمتين وقع عن السنة والمندوب، وحقق ذلك بما لا مزيد عليه، وأقره فى شرح المنية والبحر والنهر (ردالمحتار، ج ۲، ص ۱۴، باب الوتر و النوافل)

[۲] أ -السنن الرواتب من الصلوات:

وهى السنن التابعة للفرائض، ووقتها وقت المكتوبات التى تتبعها.

وقد اختلف الفقهاء فى مقاديرها.

فذهب جمهور العلماء إلى أن الرواتب المؤكدة عشر ركعات، ركعتان قبل الصبح، وركعتان قبل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

کیونکہ بعض احادیث میں ظہر اور جمعہ سے پہلے دو رکعت سنتوں کا بھی ذکر آیا ہے، اگرچہ چار رکعات پڑھنا زیادہ افضل واکمل ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الظهر، وركعتان بعدها، وركعتان بعد المغرب، وركعتان بعد العشاء ؛ لما ورد عن ابن عمر رضى الله عنهما أنه قال :حفظت من النبى صلى الله عليه وسلم عشر ركعات :ركعتين قبل الظهر، وركعتين بعدها، وركعتين بعد المغرب فى بيته، وركعتين بعد العشاء فى بيته، وركعتين قبل الصبح، وكانت ساعة لا يدخل على النبى صلى الله عليه وسلم فيها، حدثتنى حفصة رضى الله عنها أنه كان إذا أذن المؤذن وطلع الفجر صلى ركعتين.

وهناك أقوال مرجوحة عند المذاهب تذكر أربعا بعد الظهر، وأربعا قبل العصر، واثنتين قبل المغرب، وستا بعد المغرب، وأن لا راتبة بعد العشاء بلا حد.

والتفاصيل فى :(السنن الرواتب).

وذهب الحنفية إلى أن مقدارها اثنتا عشرة ركعة :ركعتان قبل صلاة الفجر، وأربع ركعات قبل صلاة الظهر -لا يسلم إلا فى آخرهن -وركعتان بعد صلاة الظهر، وركعتان بعد صلاة المغرب، وركعتان بعد صلاة العشاء.

لما روى عن عائشة رضى الله عنها عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال :من ثابر على اثنتى عشرة ركعة بنى الله عز وجل له بيتا فى الجنة :أربعا قبل الظهر، وركعتين بعد الظهر، وركعتين بعد المغرب، وركعتين بعد العشاء ، وركعتين قبل الفجر.

ولأن النبى صلى الله عليه وسلم واظب عليها ولم يترك شيئا منها إلا لعذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٢ ص ٤٤، ٤٥، السنن الرواتب من الصلوات، مادة"راتب")

[1] اگر کوئی شخص عام حالات میں ظہر سے پہلے چار رکعات سنتیں پڑھنے کا ہی اہتمام کیا کرے، اور کسی ضرورت ومجبوری کی وجہ سے مثلاً کسی وقت سفر کی جلدی ہو، یا نماز کھڑی ہونے سے پہلے چار رکعتوں کا وقت نہ ہو، بلکہ صرف دو رکعتوں کا وقت ہو، اور فرض نماز کے بعد جلد کسی اہم کام میں مشغولی ہو وغیرہ، تو بعض احادیث اور جمہور فقہائے کرام کے قول کے پیشِ نظر یہ دو رکعتیں سنتوں میں محسوب کر لینے کی گنجائش ہے۔

یہی حکم جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار کے بجائے دو رکعت پڑھنے کے بارے میں بھی ہے۔

جس کی تفصیل ظہر اور جمعہ کی سنتوں کے بیان میں گزر چکی ہے۔

والأولى أن يحمل على حالين فكان تارة يصلى ثنتين وتارة يصلى أربعا وقيل هو محمول على أنه كان فى المسجد يقتصر على ركعتين وفى بيته يصلى أربعا ويحتمل أن يكون يصلى إذا كان فى بيته ركعتين ثم يخرج إلى المسجد فيصلى ركعتين فرأى بن عمر ما فى المسجد دون ما فى بيته واطلعت عائشة على الأمرين ويقوى الأول ما رواه أحمد وأبو داود فى حديث عائشة كان يصلى فى بيته قبل الظهر أربعا ثم يخرج قال أبو جعفر الطبرى الأربع كانت فى كثير من أحواله والركعتان فى قليلها (فتح البارى لابن حجر، ج٣، ص٥٨، وص ٥٩، باب الركعتين قبل الظهر)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۱۷:...... نفل اور سنت نمازوں میں بھی دوسری نمازوں کی طرح بھولے سے واجب کی خلاف ورزی ہوجانے پر عموماً سجدہ سہو کا حکم ہوا کرتا ہے۔
البتہ بعض صورتوں میں سجدہ سہو کی ضرورت نہیں ہوتی۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۸:...... چار رکعت سنت ونفل نماز پڑھنے کی صورت میں اگر دوسری رکعت پر قعدہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الطبرى :والصواب أن يقال :كلا الخبرين فى عدد صلاته قبل الظهر صحيح، وهو أنه إنما يكون من روى عنه أربعًا رآه يفعل ذلك فى كثير من أحواله، ورآه ابن عمر وغيره يصلى ركعتين فى بعض الأحوال، فرووا عنه ذلك، وإذا كان ذلك كذلك فللمرء أن يصلى قبل الظهر ما يشاء ، لأن ذلك تطوع، وقد ندب الله المؤمنين إلى التقرب إليه بما أطاقوا من فعل الخير (شرح صحيح بخارى لابن بطال، ج٣، ص ١٧٤، باب الركعتين قبل الظهر)

ولما كان الأربع من الرواتب للظهر ذكره استطرادا لحديث ابن عمر حيث اقتصر على ركعتين فأخبر كل منهما بما شاهده والدليل عليه ما قاله الطبرى الأربع كانت فى كثير من أحواله والركعتان فى قليلها (عمدة القارى،ج٧ص ٢٤٤، كتاب التطوع، باب الركعتين قبل الظهر)

(وعن البراء) : ابن عازب رضى الله تعالى عنه (قال :صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم ثمانية عشر سفرا، فما رأيته ترك ركعتين) : لعلهما شكر الوضوء ، أو الاقتصار عليهما فى سنة الظهر (مرقاة المفاتيح،ج٣ص ١٠٠٧،باب صلاة السفر)

عن عبد الله بن عمر ":أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى قبل الظهر ركعتين، وبعد ركعتين، وبعد المغرب ركعتين فى بيته، وبعد صلاة العشاء ركعتين، وكان لا يصلى بعد الجمعة حتى ينصرف، فيصلى ركعتين "ش -أخرجه البخارى، ومسلم، والنسائى.

واعلم أن اختلاف الأحاديث فى أعداد النوافل الراتبة محمول على توسعة الأمر فيها، وان لها أقل وأكثر، فيحصل أقل السنة بالأقل، ولكن الاختيار فعل الأكثر الأكمل(شرح ابى داوٗد للعينى، ج ٥ ص ١٤٢، باب تفريع أبواب التطوع وركعات السنة)

قال شمس الأئمة الحلوانى -رحمه الله تعالى -الأصل أن يصلى أربعا ثم ركعتين فقد أشار إلى أنه مخير بين تقديم الأربع وبين تقديم المثنى ولكن الأفضل تقديم الأربع كى لا يصير متطوعا بعد الفرض مثلها اهـ.(منحة الخالق، ج ٢، ص ٥٣،باب الوتر والنوافل)

[1] حكم سجود السهو فى صلاة التطوع:
قال جمهور العلماء :إن السهو فى التطوع كالسهو فى الفريضة يشرع له سجود السهو، وقد روى ابن أبى شيبة بسنده عن أبى عقيل أنه سمع سعيد بن المسيب يقول : سجدتا السهو فى النوافل كسجدتى السهو فى المكتوبة .وإلى ذلك ذهب الأئمة الأربعة . انظر :(سجود السهو(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧ ص ١٦٣ ،مادة"صلاة")

www.idaraghufran.org

کرنا بھول جائے، تو سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جاتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۹:......سنت اور نفل نمازوں کی تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ کی قرائت اور اس کے ساتھ کچھ قرائت کرنا حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، لہٰذا سنت اور نفل نماز کی کسی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد بھولے سے قرائت رہ جانے کی صورت میں حنفیہ کے نزدیک سجدۂ سہو واجب ہے۔ [2]

جبکہ دوسرے فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک سنت اور نفل نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت ملانا سنت ومستحب ہے، اس لئے بھول کر سورت ملانا رہ جائے تو ان کے نزدیک سجدہ سہو کی ضرورت نہیں۔ [3]

---

[1] القعود الأول :يجب القعود الأول قدر التشهد إذا رفع رأسه من السجدة الثانية فی الركعة الثانية فی ذوات الأربع والثلاث، ولو فی النفل فی الأصح خلافا لمحمد فی افتراضه قعدة كل شفع نفلا، وللطحاوی والكرخی أنها فی غير النفل سنة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۷۹، ماده واجبات الصلاة)

[2] (والقراء ة واجبة فی جميع ركعات النفل) لأن كل شفع صلاة، فإنه لا يجب بالتحريمة سوى شفع واحد (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱، ص۶۸، كتاب الصلاة)

وتجب قراء ة الفاتحة وضم السورة أو ما يقوم مقامها من ثلاث آيات قصار أو آية طويلة فی الأولیين بعد الفاتحة كذا فی النهر الفائق وفی جميع ركعات النفل والوتر .هكذا فی البحر الرائق (الفتاویٰ الهندية، ج ۱، ص ۷۱، كتاب الصلاة، الباب الرابع، الفصل الثانی)

[3] ذهب الجمهور :(المالكية، والشافعية، والحنابلة) : إلى أنه تسن القراء ة فی النفل والوتر. والقراءة المرادة هنا هی ضم سورة إلى الفاتحة، ومن السنة تخفيف القراء ة فی سنة الفجر، لما روى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ فيها سورة الكافرون والإخلاص، وأطال القراء ة فی صلاة الفجر.

ولحديث عائشة -رضی الله عنها -قالت :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلی ركعتی الفجر مخففة حتى أنی لأقول :هل قرأ فيهما بأم القرآن؟ .

ويستحب الإسرار بالقراء ة إذا كانت النافلة نهارا اعتبارا بصلاة النهار، ويتخير بين الجهر والإسرار فی الصلاة الليلية إذا كان منفردا، والجهر أفضل بشرط أن لا يشوش على غيره، أما إذا كانت النافلة أو الوتر تؤدى جماعة فيجهر بها الإمام ليسمع من خلفه، ويتوسط المنفرد بالجهر.

وذهب الحنفية إلى أن القراء ة واجبة فی جميع ركعات النفل والوتر؛ لأن كل شفع منه يعتبر صلاة على حدة، والقيام إلى الثالثة كتحريمة مبتدأة .وأما الوتر فللاحتياط(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص ۲۸۲، ماده ”سن“ما يستحب وما يكره فی السنن الرواتب، القراء ة فی السنن الرواتب)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۲۰...... سنت ونفل نماز میں قرائت کرنے کے لئے شریعت کی طرف سے قرآن مجید کی مخصوص سورتیں اور آیتیں متعین نہیں کہ خاص ان کو پڑھنا ہی ضروری اور لازم ہو، بلکہ قرآن مجید کی جن سورتوں اور آیتوں کی بھی قرائت کرلی جائے، درست ہے۔ [1]

---

[1] البتہ اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد قرائت کا ادنیٰ درجہ کیا ہے؟ اکثر فقہائے کرام کے نزدیک ایک آیت کی مقدار ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اظہر روایت بھی یہی ہے، جس میں آیت طویلہ کی تخصیص نہیں ہے۔

جبکہ بعض حضرات اس سے زیادہ مقدار کے قائل ہیں، اور مشائخِ حنفیہ کے رجحانات اس میں مختلف ہیں، ہمارے نزدیک اظہر روایت راجح ہے، جوکہ دیگر کئی فقہائے کرام کا بھی قول ہے، البتہ احتیاط صاحبین کے قول میں ہے، جس کی رُو سے ادنیٰ قرائت تین آیاتِ قصیرہ یا ایک آیتِ طویلہ ہے، جو تین آیاتِ قصیرہ کے مساوی ہو۔

ذهب جمهور الفقهاء -المالكية والشافعية والحنابلة -إلى أنه يسن للمصلى أن يقرأ شيئا من القرآن بعد الفاتحة.

وقد اختلفوا فى القراء ة التى يحصل بها أصل السنة، فذهب المالكية إلى حصول السنة بقراء ة ما زاد على الفاتحة، ولو آية -سواء كانت طويلة أم قصيرة ك (مدهامتان) - كما تحصل السنة بقرائة بعض آية على أن يكون لها معنى تام فى كل ركعة بانفرادها، والمستحب أن يقرأ سورة كاملة.

وذهب الشافعية والحنابلة إلى حصول السنة بقراء ة آية واحدة، واستحب الإمام أحمد أن تكون الآية طويلة :كآية الدين وآية الكرسى لتشبه بعض السور القصار.

قال البهوتى :والظاهر عدم إجزاء آية لا تستقل بمعنى أو حكم نحو (ثم نظر) ، أو (مدهامتان).

قال الشافعية :والأولى أن تكون ثلاث آيات لتكون قدر أقصر سورة .ولا خلاف بينهم فى أن السورة الكاملة أفضل، وأنه لا تجزئه السورة ما لو قرأها قبل الفاتحة؛ لعدم وقوعها موقعها، وصرح الشافعية :بأنه لا يجزئه تكرار الفاتحة عن السورة؛ لأنه خلاف ما ورد فى السنة؛ ولأن الشيء الواحد لا يؤدى به فرض ونفل فى محل واحد، إلا إذا كان لا يحسن غير الفاتحة وأعادها فإنه يتجه -كما قال الأذرعى -الإجزاء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧، ص ٨٩، مادة: صلاة، سنن الصلاة، قراء ة شىء من القرآن بعد الفاتحة)

ذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى أنه يسن للمصلى أن يقرأ شيئا من القرآن بعد الفاتحة.

كما ذهب الحنفية إلى أن قراء ة أقصر سورة من القرآن أو ما يقوم مقامها بعد الفاتحة واجب وليس بسنة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣، ص٤٨، مادة: قراء ة،ما يسن من القراء ة فى الصلاة)

وههنا نذكر القدر الذى يتعلق به أصل الجواز، وعن أبى حنيفة فيه ثلاث روايات :فى ظاهر الرواية قدر أدنى المفروض بالآية التامة، طويلة كانت أو قصيرة، كقوله تعالى :(مدهامتان)وقوله (ثم نظر) وقوله (ثم عبس وبسر)و فى رواية الفرض غير مقدر بل هو على أدنى ما يتناوله الاسم، سواء كانت آية أو ما دونها بعد أن قرأها على قصد القراء ة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۲۱:...... دن کے وقت پڑھی جانے والی نفلوں اور سنتوں میں سِرًّا یعنی آہستہ آواز میں قرائت کرنا سنت ہے۔

اور رات کی سنت ونفل نمازوں میں قرائت کو جہراً وسراً دونوں طرح کرنے کا اختیار ہے، اور جہراً کرنا افضل ہے، بشرطیکہ آواز میں اعتدال رکھے، بے جا غلو نہ کرے، اور اس کی آواز سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے اور کسی کی نماز وعبادت میں خلل واقع نہ ہو۔

اور حنفیہ کے نزدیک دن کی نفل وسنت نمازوں میں جہری قرائت کرنا مکروہ ہے۔

اور یہ ان نمازوں کا حکم ہے جو بغیر جماعت کے پڑھی جائیں۔ ؎۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفی رواية قدر الفرض بآية طويلة كآية الكرسی، وآية الدين، أو ثلاث آيات قصار، وبه أخذ أبو يوسف ومحمد(بدائع الصنائع، ج ا ، ص ۱۱۲ ،كتاب الصلاة، فصل اركان الصلاة)

(وأما التقدير) أی بيان ما هو فرض من مقدار القراء ة (فالفرض قراء ة آية واحدة فی كل ركعة فرضت فيها) القراء ة (وإن) أی ولو (كانت) تلك الآية (قصيرة نحو قوله تعالى ثم نظر وهذا عند أبی حنيفة) فی أظهر الروايات عنه وفی رواية ما يطلق عليه اسم القرآن ولم يشبه خطاب أحد فعلى هذه الرواية لا يجزء نحو قوله تعالى ثم نظر (وعندهما) وهی رواية عنه أيضا (ثلاث أيات قصار) نحو ثم نظر ثم عبس ثم أدبر واستكبر (أو آية طويلة) مقدار ثلاث آيات قصار وذكر فی الاسرار أن ما قالاه احتياط (وأما إذا قرأ آية هی كلمة واحدة نحو قوله تعالى مدهامتان أو حرف واحد نحو ق و ص و ن) فإن كل حرف منها آية عند بعض القراء ة (فقد اختلف المشايخ فيه) أی فی كونه مجزئا عن الفرض (والأصح أنه لا يجوز) لأنه لا يسمى قارئا به(منية المصلی، ج ا ، ص ۱۶۳)

؎۱ فجر کی نماز سے پہلے کی دو سنتوں کو فجر کے تابع ہونے کی وجہ سے قرائت کے اعتبار سے رات کی نوافل کا حکم حاصل ہے، لہٰذا ان میں جہری قرات کرنے میں حرج نہیں، جبکہ مندرجہ بالا شرائط کو ملحوظ رکھے۔

الجهر فی النوافل:

لا خلاف بين الفقهاء فی سنية الإسرار فی نوافل النهار المطلقة .

أما نوافل الليل فيرى المالكية وصاحب التتمة من الشافعية سنية الجهر فيها .

وذهب الحنفية إلى أن المنفرد يخير بين الجهر والإخفاء ؛ لأن النوافل تبع للفرائض لكونها مكملات لها فيخير فيها المنفرد كما يخير فی الفرائض.

وإن كان إماما جهر لما ذكر من أنها اتباع الفرائض، ولهذا يخفى فی نوافل النهار ولو كان إماما

ويقول الحنابلة :إن المتنفل ليلا يراعی المصلحة، فإن كان بحضرته أو قريبا منه من يتأذى بجهره أسر، وإن كان من ينتفع بجهره جهر . ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۲۲...... اگر کوئی شخص سنت ونفل نماز کی ایک ہی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کسی سورت یا آیت کا تکرار کرے یعنی ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھ لے، یا دوسورتوں کی ہی بار بار اس طرح قرائت کرے کہ ہر دورکعت میں وہ دوسورتیں پڑھے، اور پھر اس کے بعد دوسری دورکعتوں میں بھی وہی دوسورتیں پڑھے، تب بھی نماز درست ہوجاتی ہے، اور سجدہ سہو وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی، لیکن اپنی طرف سے بلاضرورت اس طرح کی تعیین وتکرار مناسب نہیں۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال صاحب التهذيب من الشافعية :يتوسط (المتنفل ليلا) بين الجهر والإسرار. هذا إن لم يشوش على نائم أو مصل أو نحوه وإلا فالسنة الإسرار.

قال المحب بن نصر الله الكتانى :والأظهر أن النهار هنا من طلوع الشمس لا من طلوع الفجر، والليل من غروب الشمس إلى طلوعها .

وأما أحكام الجهر بالقراء ة فى النوافل غير المطلقة، كصلاة العيدين، والكسوف، والاستسقاء ، والتراويح، والوتر، فتنظر فى مصطلحاتها وفى أبوابها من كتب الفقه (الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج١٦ ص ١٨٩ ،مادى: جهر،الجهر فى النوافل)

وأما فى التطوعات فإن كان فى النهار يخافت، وإن كان فى الليل فهو بالخيار إن شاء خافت وإن شاء جهر، والجهر أفضل؛ لأن النوافل أتباع الفرائض، والحكم فى الفرائض كذلک، حتى لو كان بجماعة كما فى التراويح يجب الجهر ولا يتخير فى الفرائض، وقد روى عن النبى -صلى الله عليه وسلم -أنه كان إذا صلى بالليل سمعت قراء ته من وراء الحجاب (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج١ ،ص ١٦١ ، كتاب الصلاة، فصل الواجبات الأصلية فى الصلاة)

وكذا يجهر فى التراويح والوتر إن كان إماما وإن كان منفردا إن كانت صلاة يخافت فيها يخافت حتما هو الصحيح وإن كانت صلاة يجهر فيها فهو بالخيار والجهر أفضل ولكن لا يبالغ مثل الإمام؛ لأنه لا يسمع غيره .كذا فى التبيين ولا يجهد الإمام نفسه بالجهر .كذا فى البحر الرائق (الفتاوى الهندية ،ج١ ص٧٢،كتاب الصلاة،الفصل الثانى فى واجبات الصلاة)

؎ ذهب الجمهور من الحنفية والشافعية والحنابلة إلى أنه لا بأس للمصلى أن يكرر السورة من القرآن التى قرأها فى الركعة الأولى، فعن رجل من جهينة سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ فى الصبح (إذا زلزلت) فى الركعتين كلتيهما، فلا أدرى أنسى رسول الله صلى الله عليه وسلم أم قرأ ذلک عمدا.

وحديث الرجل الذى كان يصلى بالناس فكان يقرأ قبل كل سورة (قل هو الله أحد) فقال :إنى أحبها .فقال له الرسول صلى الله عليه وسلم :حبک إياها أدخلک الجنة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲۳:...... اگر سنت ونفل نماز کی ایک رکعت میں ایک سے زیادہ سورتوں کی قرائت کرے، یا مختلف مقامات سے مختلف آیتوں کی قرائت کرے، یا ایک سورت کو کئی حصے کرکے دو یا زیادہ رکعتوں میں پڑھے، تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

اگرچہ افضل یہ ہے کہ کوئی عذر نہ ہو تو ایک رکعت میں مکمل سورت پڑھے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وذهب المالكية إلى كراهية تكرار السورة، وقال بعضهم :هو خلاف الأولى .فقد قال ابن عمر - رضى الله عنهما " -لكل سورة حظها من الركوع والسجود(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص ۲۸۹، ماده: سورة،تكرار السورة بعد الفاتحة في الركعتين الأوليين)

ويكره تكرار السورة في ركعة واحدة في الفرائض ولا بأس بذلك في التطوع كذا في فتاوى قاضي خان وإذا كرر آية واحدة مرارا فإن كان في التطوع الذي يصلي وحده فذلك غير مكروه وإن كان في الصلاة المفروضة فهو مكروه في حالة الاختيار وأما في حالة العذر والنسيان فلا بأس . هكذا في المحيط(الفتاوى الهندية، ج ۱، ص۱۰۷،كتاب الصلاة، الباب السابع،الفصل الثاني)

[1] ذهب جمهور الفقهاء إلى جواز الجمع بين السورتين في الركعة الواحدة واستدلوا على ذلك بما ثبت عن حذيفة رضي الله عنه قال :إن النبي صلى الله عليه وسلم -قرأ في ركعة سورة البقرة والنساء وآل عمران وقال ابن مسعود - :رضي الله عنه -لقد عرفت النظائر التي كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرن بينهن -فذكر عشرين سورة من المفصل، سورتين من آل حاميم في كل ركعة وفرق الحنابلة بين النافلة والفريضة في الجمع بين السور في الركعة الواحدة فقالوا :لا بأس أن يكون في النوافل لما ثبت في الروايات السابقة حيث إنها كانت في النافلة، كقيام الليل وغيره، واستحبوا في الفريضة أن يقتصر على سورة بعد الفاتحة.

لأن النبي صلى الله عليه وسلم -هكذا كان يصلي أكثر صلاته، وهي رواية عندهم، وأما الرواية الأخرى فهي كمذهب المالكية وهي الكراهية لأن النبي صلى الله عليه وسلم أمر معاذا أن يقرأ بسورة في صلاته .ولقول عبد الله بن عمر -رضي الله عنهما -عندما قال له رجل :إني قرأت المفصل في ركعة، قال :إن الله تعالى لو شاء لأنزله جملة واحدة ولكن فصله لتعطى كل سورة حظها من الركوع والسجود(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص ۲۸۹، ماده: سورة،جمع السورتين من القرآن في ركعة واحدة)

الانتقال من آية سورة إلى آية سورة أخرى أو إلى آية من هذه السورة بينهما آيات يكره وكذا لو جمع بين سورتين أو سور بينهما سورة في ركعة أو ى ركعتين وبينهما سورة أو قرأ في الثانية سورة فلما فوقها أو فعل ذلك في ركعة فكله مكروه هذا إذا وقع بقصد أما بلا قصد بأن قرأ في الأولى قل أعوذ برب الناس يكررها في الثانية لأن التكرار أهون من القراء ة منكوساً وكل هذا في النوافل لا يكره(الفتاوىٰ البزازية، ج ۱ ، ص ۲۰، كتاب الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۲۴......سنت ونفل نماز میں اگرسورہ فاتحہ پڑھنے کے بعدکوئی آیت یا سورت پڑھی، اور پھر دوبارہ غلطی سے سورہ فاتحہ پڑھ لی، یا سجدہ تلاوت کرنے کے بعد بھولے سے اُسی رکعت میں کھڑے ہوکر دوبارہ سورہ فاتحہ کی تلاوت کرلی،تو اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۲۵......اگرسنت ونفل نماز میں سورہ فاتحہ مکمل نہیں پڑھی، بلکہ اس کا کچھ حصہ پڑھا، اور کچھ حصہ باقی تھا، پھر اس کے بعد متصل بھولے سے دوبارہ سورہ فاتحہ مکمل پڑھ لی،تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

اور اگرکوئی غلطی سے دومرتبہ مسلسل،مکمل سورہ فاتحہ یا اس کا اکثر حصہ پڑھ لے،تو اکثر مشائخِ حنفیہ کے نزدیک سجدۂ سہو واجب ہے۔

اور بعض حضرات کے نزدیک سنت ونفل نماز میں سورہ فاتحہ یا اس کے اکثر حصہ کو بھولے سے دومرتبہ مسلسل پڑھ لینے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾قوله" :لا يكره هذا فى النفل "يعنى القراء ة منكوسا والفصل والجمع كما هو مفاد عبارة الخلاصة حيث قال بعد ما ذكر المسائل الثلاث وهذا كله فى الفرائض أما فى النوافل لا يكره اهـ (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ج ا ، ص ۳۵۲،فصل فى المكروهات)

۱؎ ولو قرأ الحمد ثم السورة ثم الحمد -لا سهو عليه، وصار كأنه قرأ سورة طويلة(بدائع الصنائع، ج ا ، ص۱۶۷ ، فصل بيان سبب وجوب سجود السهو)

أما لو قرأها قبل السورة مرة وبعدها مرة فلا يجب كما فى الخانية واختاره فى المحيط والظهيرية والخلاصة وصححه الزاهدى لعدم لزوم التأخير لأن الركوع ليس واجبا بإثر السورة، فإنه لو جمع بين سور بعد الفاتحة لا يجب عليه شىء ، كذا فى البحر(رد المحتار على الدر المختار، ج ا ،ص ۴۶۰،كتاب الصلاة،واجبات الصلاة)

ولو قرأ الفاتحة مرتين يجب عليه السجود لتأخير السورة كذا فى الذخيرة وغيرها وذكر قاضى خان وجماعة أنها إن قرأها مرتين على الولاء وجب السجود وإن فصل بينهما بالسورة لا يجب وصححه الزاهدى للزوم تأخير السورة فى الأول لا فى الثانى إذ ليس الركوع واجبا بأثر السورة فإنه لو جمع بين سورتين بعد الفاتحة لم يمتنع ولا يجب عليه شىء بفعل مثل ذلك فى الآخرين لأنهما محل القراء ة وهى ليست بواجبة فيهما (البحرالرائق، ج۲، ص ۱۰۱، و۱۰۲، باب سجود السهو)

۲؎ چنانچہ صاحبِ حلبی نے فرمایا کہ اگرسورہ فاتحہ کا ایک حرف بھی کم پڑھا اور پھر بھولے سے دوبارہ سورہ فاتحہ کو پڑھ لیا، تو بھی سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲۶......اگر سنت ونفل نماز میں سورہ فاتحہ کے بجائے بھولے سے دوسری سورت کی تلاوت شروع کردے، تو اگر ایک رکن کی مسنون مقدار سے کم قرائت کی ہو، تو حنفیہ کے نزدیک دلیل کے لحاظ سے راجح یہ ہے کہ سجدہ سہو کی ضرورت نہیں۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور صاحبِ بزازیہ نے اور صاحبِ مجمع الانہر نے قہستانی کے حوالہ سے اور صاحبِ تبیین نے درایہ کے حوالہ سے نوافل میں تکرارِ فاتحہ کو غیر مکروہ قرار دیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک تطوع ونوافل میں سورہ فاتحہ کے اکثر یا کل کے تکرار سے سجدہ سہو واجب نہیں، یہ قول تطوع ونوافل میں توسع کے قاعدہ کے زیادہ لائق ہے۔

وقراء ة أكثر الفاتحة ثم إعادتها كقراء تها مرتين كما فى الظهيرية(البحرالرائق، ج۲، ص ۱۰۱، و۱۰۲، باب سجود السهو)

(قوله وكذا ترك تكريرها إلخ) فلو قرأها فى ركعة من الأوليين مرتين وجب سجود السهو لتأخير الواجب وهو السورة كما فى الذخيرة وغيرها، وكذا لو قرأ أكثرها ثم أعادها كما فى الظهيرية(رد المحتار على الدر المختار، ج۱، ص ۴۶۱ كتاب الصلاة، واجبات الصلاة)

وكذا لو قرأ الفاتحة إلا حرفا ثم أعادها لا سهو عليه كذا فى الخلاصة (حلبى كبير، ص ۴۶۰، فصل فى سجود السهو)

(أو كرره) أى الركن وفيه إشعار بأنه لو كرر واجبا لم يجب السهو لكن فى الخزانة وغيره أن تكرار الفاتحة فى الأوليين يوجب السهو ويمكن أن يقال :إن التكرار لم يوجب بل ترك السورة فإنها تجب أن تلى الفاتحة وينبغى أن يقيد ذلك بالفرائض لأن تكرار الفاتحة فى النوافل لم يكره كما فى القهستانى (مجمع الأنهر، ج۱ ص ۱۴۸، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

قوله :ولو كررها خالف المشروع) أى ؛ لأن تكرار الفاتحة فى قيام واحد غير مشروع قال فى الدراية لكن ذكر فى فتاوى العتابى أن تكرار الفاتحة فى التطوع لا يكره لورود الخبر فى مثله .ا هـ .قال ابن أمير حاج -رحمه الله -والله أعلم بثبوت ذلك .ا هـ (تبيين الحقائق، ج۱، ص۱۲۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

تكرار الفاتحة فى النفل لا يكره للأثر (الفتاوى البزازية، ج۱، ص ۲۰، كتاب الصلاة)

۱؎ اور حنفیہ کا ایک قول یہ ہے کہ اگر سورہ فاتحہ سے پہلے ایک حرف کی بھی قرائت کرلی ہو، تو سجدہ سہو واجب ہے، یہ قول تنگی وحرج پر مبنی ہے۔

ويجب تقديم الفاتحة على كل السورة، حتى قالوا :لو قرأ حرفا من السورة ساهيا ثم تذكر يقرأ الفاتحة ثم السورة ويلزمه سجود السهو، وقيده فى فتح القدير بأن يكون مقدار ما يتأدى به ركن . وهو ما مال إليه ابن عابدين قال :لأن الظاهر أن العلة هى تأخير الابتداء بالفاتحة، والتأخير اليسير وهو ما دون ركن معفو عنه .(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۷۶، مادة: صلاة، واجبات الصلاة عند الحنفية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک کتنی بھی قرائت کرلی ہو، سجدۂ سہو نہیں ہے، کیونکہ قیام کی حالت فی الجملہ قرائت کا محل ومقام ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۷...... احادیث میں رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن مجید کی قرائت وتلاوت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ (وإن بدأ المصلى بالسورة) قبل الفاتحة (ساهيا فى الركعة الأولى) أو الثانية (فعليه السهو وإن قرأ حرفا) واحدا (كذا فى الخاقانية) لأنه أخر واجبا ولم يعف القليل لأن السهو فيه غير غالب بخلاف الجهر (منية المصلى، ص ۲۶۲)

ولو بدأ بحرف من السورة قبل الفاتحة فذكر فقرأ الفاتحة يسجد للسهو للتأخير، وفى هذا إذا وزنته بما ذكرناه فى التفكر نظر، بل ينبغى أن يقرأ من السورة مقدار ما يتأدى فيه ركن ليجب السهو (فتح القدير، ج ۱ ص ۵۰۳، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

لو بدأ بالسورة ثم تذكر يبدأ بالفاتحة ثم يقرأ السورة ويسجد للسهو وإن قرأ من السورة حرفا كذا فى المجتبى وقيده فى فتح القدير بأن يكون مقدار ما يتأدى به ركن عن قراء ة الفاتحة (البحر الرائق، ج ۲ ص ۱۰۱، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

(قوله وقيده فى فتح القدير إلخ) أيده العلامة ابن أمير حاج فى واجبات الصلاة بما ذكره غير واحد من المشايخ من أن الزيادة على التشهد فى القعدة الأولى الموجبة لسجود السهو بسبب تأخير القيام عن محله مقدرة بمقدار أداء ركن وهذه المسألة نظيرتها (منحة الخالق على البحر، حواله بالا)

ثم رأيت فى سهو البحر قال بعد ما مر :وقيده فى فتح القدير بأن يكون مقدار ما يتأدى به ركن .اهـ. أى لأن الظاهر أن العلة هى تأخير الابتداء بالفاتحة والتأخير اليسير، وهو ما دون ركن معفو عنه تأمل .ثم رأيت صاحب الحلية أيد ما بحثه شيخه فى الفتح من القيد المذكور بما ذكروه من الزيادة على التشهد فى القعدة الأولى الموجبة للسهو بسبب تأخير القيام عن محله، وأن غير واحد من المشايخ قدرها بمقدار أداء ركن (ردالمحتار، ج ۱ ص ۴۶۰، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

[1] لو قرأ السورة قبل الفاتحة لم يسجد قاله ابن الصباغ؛ لأن القيام محلها فى الجملة (أسنى المطالب فى شرح روض الطالب، ج ۱، ص ۱۸۸، كتاب الصلاة، فصل ترتيب الاركان فى الصلاة)

قالوا فى السورة قبل الفاتحة لا يسجد لنقلها؛ لأن القيام محلها فى الجملة (تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، لابن حجر الهيتمى الشافعى، ج ۲، ص ۱۹۸، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

[2] عن ابن عباس، قال :كشف رسول الله صلى الله عليه وسلم الستارة والناس صفوف خلف أبى بكر، فقال :أيها الناس، إنه لم يبق من مبشرات النبوة إلا الرؤيا الصالحة، يراها المسلم، أو ترى له، ألا وإنى نهيت أن أقرأ القرآن راكعا أو ساجدا، فأما الركوع فعظموا فيه الرب عز وجل، وأما السجود فاجتهدوا فى الدعاء، فقمن أن يستجاب لكم (مسلم، رقم الحديث ۴۷۹" ۲۰۷")

على بن أبى طالب، يقول :نهانى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قراء ة القرآن وأنا راكع أو ساجد (مسلم، رقم الحديث ۴۸۰" ۲۱۰")

اس لیے رکوع وسجدہ کی حالت میں باختیار خود قرآن مجید کی قرائت وتلاوت کرنا منع ہے۔[۱]

لیکن اگر کوئی شخص رکوع یا سجدہ کی حالت میں بھولے سے قرآن مجید کی قرائت کرلے، تو کیا اس پر سجدۂ سہو ہوگا یا نہیں؟

اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔[۲]

بعض حضرات اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہونے کے قائل نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک قرآن مجید ثناء پر مشتمل ہے، اور رکوع وسجدہ محلِ ثناء ہے۔

اور اکثر مشائخِ حنفیہ اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہونے کے قائل ہیں۔[۳]

---

[۱] اتفق الفقهاء على كراهة القراء ة فى الركوع والسجود، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :ألا وإنى نهيت أن أقرأ القرآن راكعا أو ساجدا، فأما الركوع فعظموا فيه الرب عز وجل، وأما السجود فاجتهدوا فى الدعاء ، فقمن أن يستجاب لكم .
وعن على رضى الله تعالى عنه قال :نهانى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قراء ة القرآن وأنا راكع أو ساجد. ولأن الركوع والسجود حالتا ذل فى الظاهر، والمطلوب من القارء التلبس بحالة الرفعة والعظمة ظاهرا تعظيما للقرآن .قال الزركشى من الشافعية :محل الكراهة ما إذا قصد بها القراء ة، فإن قصد بها الدعاء والثناء فينبغى أن يكون كما لو قنت بآية من القرآن(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣، ص٥٤، مادة: قراء ة،القراء ة فى الركوع والسجود)

[۲] قال القاضى :نهى الله تعالى رسوله يدل على عدم جواز القراء ة فى الركوع والسجود، لكن لو قرأ لم تبطل صلاته، إلا إذا كان المقروء الفاتحة، فإن فيها خلافا يعنى :عند الشافعية؛ لأنه زاد ركنا، لكن لم يتغير به نظم صلاته، (فأما الركوع فعظموا فيه الرب) ، أى :فقولوا سبحان ربى العظيم (وأما السجود فاجتهدوا) ، أى :بالغوا (فى الدعاء) ، أى :حقيقة وهو ظاهر أو حكما كما فى " :سبحان ربى الأعلى "وقال بعضهم :ادعوا بعد قول سبحان ربى الأعلى، وقال الطيبى: وأمره إياه بالتعظيم للرب فى الركوع وبالدعاء فى السجود يدل على أن النهى عن القراء ة ليس مخصوصا به عليه السلام، بل الأمة داخلون معه فيه، وقال ابن الملك :الأمر فيه للندب لا للوجوب؛ لأنه عليه السلام حين علم الأعرابى لم يأمره به(مرقاة المفاتيح، ج٢ ص ٧١١، كتاب الصلاة، باب الركوع)

[۳] فيه النهى عن قراءة القرآن فى الركوع والسجود وإنما وظيفة الركوع التسبيح ووظيفة السجود التسبيح والدعاء فلو قرأ فى ركوع أو سجود غير الفاتحة كره ولم تبطل صلاته وإن قرأ الفاتحة ففيه وجهان لأصحابنا أصحهما أنه كغير الفاتحة فيكره ولا تبطل صلاته والثانى يحرم وتبطل صلاته هذا إذا كان عمدا فإن قرأ سهوا لم يكره وسواء قرأ عمدا أو سهوا يسجد للسهو عند الشافعى رحمه الله تعالى وقوله صلى الله عليه وسلم(شرح النووى على مسلم ،ج٤ص١٩٧، باب النهى عن قراءة القرآن فى الركوع والسجود)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲۸:......نفل وسنت نماز کے رکوع وسجدے میں اور رکوع سے کھڑے ہوکر قومہ میں،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ولو تشهد مرتين لا سهو عليه، ولو قرأ القرآن في ركوعه أو في سجوده أو في قيامه لا سهو عليه؛ لأنه ثناء وهذه الأركان مواضع الثناء (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ١ ،ص١٦٧ ،كتاب الصلاة،فصل بيان سبب وجوب سجود السهو)

(إن قرأ) آية (في ركوع أو قعود) أو سجود أو قومة لأن كلا منها ليس بمحل القراء ة فيكون فعل من أفعال الصلاة غير واقع في محله فيجب(مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر،ج ١ ،ص١٤٨ ، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

وكذا لو قرأ آية في الركوع أو السجود أو القومة فعليه السهو كما في الظهيرية وغيرها وعلله في المحيط بتأخير ركن أو واجب عليه وكذا لو قرأها في القعود إن بدأ بالقراء ة وإن بدأ بالتشهد ثم قرأها فلا سهو عليه كما في المحيط وفي البدائع لو قرأ القرآن في ركوعه أو في سجوده لا سهو عليه لأنه ثناء وهذه الأركان مواضع الثناء اهـ .ولا يخفى ما فيه فالظاهر الأول(البحر الرائق،ج٢،ص١٠٥ ،كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

ولو تشهد في قيامه أو ركوعه أو سجوده فلا سهو عليه ؛ لأنه ثناء وهذه المواضع محل الثناء (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق،ج ١ ،ص١٩٣ ،كتاب الصلاة،باب سجود السهو)

(قوله ولو قرأ آية في الركوع إلى آخره) قال في البدائع :ولو قرأ القرآن في ركوعه أو في سجوده أو في قيامه لا سهو عليه ؛ لأنه ثناء وهذه الأركان مواضع الثناء ا هـ، وهو يخالف ما ذكره الشارح ا هـ .ولو قرأ القرآن في القعدة إنما يجب السهو إذا لم يفرغ من التشهد أما إذا فرغ فلا يجب ا.هـ .فتح قوله وهذه المواضع محل الثناء أي بخلاف قراء ة القرآن فيهما فإن فيه السهو ا.هـ .فتح (قوله وقبلها محل الثناء إلى آخره) ، وهذا يقتضي تخصيصه بالركعة الأولى ا.هـ .فتح (حاشية الشلبي،على تبيين الحقائق ج ١ ،ص١٩٣ ،كتاب الصلاة،باب سجود السهو)

صاحبِ بدائع نے رکوع وسجدہ میں قرائت کرنے سے عدمِ وجوبِ سجدۂ سہو کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ قرآن ثناء ہے، اور رکوع وسجدہ کی حالت محلِ ثناء ہے۔

جس کے پیشِ نظر کہا جاسکتا ہے کہ اگر رکوع وسجدہ کی حالت میں کوئی بنیتِ ثناء ودعاء کسی آیت کا وِرد کرے، تو بالاتفاق سجدۂ سہو واجب نہیں ہونا چاہئے، بلکہ کراہت بھی نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ ثناء کی نیت سے قرآن مجید یا اس کی مخصوص آیات وسورتوں کا حکم قرائتِ قرآن سے نکل جاتا ہے، بالخصوص جبکہ غیر محل میں ہو، شوافع میں سے زرکشی نے بھی کراہت کا محل قرائت کے قصد کی صورت میں قرار دیا ہے، اور دعا وثناء کے قصد سے غیر مکروہ قرار دیا ہے۔

(قوله :وقراء ة القرآن) أي يمنع الحيض قراء ة القرآن وكذا الجنابة......وهذا كله إذا قرأ على قصد أنه قرآن، أما إذا قرأه على قصد الثناء أو افتتاح أمر لا يمنع في أصح الروايات وفي التسمية اتفاق أنه لا يمنع إذا كان على قصد الثناء أو افتتاح أمر كذا في الخلاصة وفي العيون لأبي الليث ولو أنه قرأ الفاتحة على سبيل الدعاء أو شيئا من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم يرد به القراء ة فلا بأس به اهـ.واختاره الحلواني وذكر في غاية البيان أنه المختار لكن قال الهندواني لا أفتي بهذا، وإن روى عن أبي حنيفة اهـ.(البحر الرائق، ج ١، ص ٢٠٩، باب الحيض، كيفية الحيض)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں اور التحیات کے بعد قعدہ میں احادیث میں ماثور و مذکور دعاؤں کا پڑھنا جائز ہے۔ [۱]

(ان دعاؤں کی تفصیل ہم نے اپنی دوسری کتاب ''نماز کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردی ہے)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وفی القنية لم يقرأ في الأوليين وقرأ في الأخريين الفاتحة في الصلاة على قصد الثناء والدعاء لا يجزئه انتهى مع أن المنقول في التجنيس أنه إذا قرأ الفاتحة في الصلاة على قصد الثناء جازت صلاته لأنه وجدت القراءة في محلها فلا يتغير حكمها بقصده وهكذا في الظهيرية ،ثم ذكر بعده ما في القنية عن شمس الأئمة الحلواني ووجهه أن القراءة ليست في محلها فتغيرت بقصده كما يشير إليه تعليله في التجنيس(البحر الرائق، ج۲،ص۶۰،باب الوتر والنوافل)

قال الزركشي من الشافعية :محل الكراهة ما إذا قصد بها القراءة، فإن قصد بها الدعاء والثناء فينبغي أن يكون كما لو قنت بآية من القرآن(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۳، ص۵۴، مادة: قراءة،القراءة في الركوع والسجود)

[۱] قوله يقولها هو هذا هو المعتمد وبه وردت الأحاديث واختلفوا في لفظ التحميد فمنهم من ذكر ربنا لك الحمد ومنهم من قال ربنا ولك الحمد ومنهم من قال اللهم ربنا لك الحمد ومنهم من قال اللهم ربنا ولك الحمد وبكل ذلك وردت الأخبار النبوية وأولاها الأخير كما بسطناها في السعاية واختلفوا في الدعاء والذكر في القومة وبين السجدتين والأحاديث متظاهرة على جواز ذلك كما بسطناها فيها

قوله وكذلك بين السجدتين إلخ هذا مخالف لما جاء في الأخبار الصحاح من زيادة الأدعية في القومة وبين السجدتين من ذلك ما روى أبو داؤد وغيره عن ابن عباس كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول بين السجدتين اللهم اغفر لي وارحمني وارزقني وروى البخاري وغيره عن رفاعة كنا نصلي وراء رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما رفع رأسه من الركعة قال الرجل ربنا ولك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه فلما انصرف قال من المتكلم بهذا قال رجل أنا قال رأيت بضعة وثلاثين ملكا يبتدرونها والأخبار في أمثال ذلك كثيرة وحمل أصحابنا الزيادات المروية على النوافل وهو وإن كان مستقيما في بعض الأخبار أشكل في بعضها كحديث رفاعة وحمل كثير منهم كعلي القاري وغيره على أنها كانت في بعض الأحيان وعلى هذا لا بأس بالزيادة أحيانا اتباعا للأحاديث وذكر كثير منهم في وجه المنع أنه يؤدي إلى تنفير المؤمنين فيفهم منه أنه لو لم يكن ذلك فلا بأس به وقد صرح به ابن أمير حاج في شرح منية المصلي وقد حققنا المقام بما لا مزيد عليه في السعاية فعليك به(النافع الكبير في شرح الجامع الصغير للكنوي، ج ۱ ، ص۸۸، و۸۹، كتاب الصلاة، باب في تكبير الركوع والسجود)

قوله :ويكتفي به؛ أي بالتسميع، يعني لا يقول الإمام :ربنا لك الحمد، هذا هو المشهور من مذهب أبي حنيفة أخذا من حديث: (إذا قال الإمام سمع الله لمن حمده، فقولوا :ربنا لك الحمد)، فإن هذه قسمة، والقسمة تنافي الشركة وهو مخرج عند الأئمة الستة وغيرهم، والذي ذهب إليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اوراس سلسلہ میں احادیث میں مختلف دعائیں آئی ہیں، کبھی کوئی دعاء اور کبھی کوئی دعاء پڑھ لینی چاہیے۔ [1]

مسئلہ نمبر۲۹:...... اگر دن میں نفل نماز پڑھ رہا ہو، تو ایک سلام کے ساتھ زیادہ سے زیادہ چار رکعات پڑھنی چاہیے، اور چار رکعت سے زیادہ ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے۔

البتہ اگر رات کے وقت (یعنی سورج غروب ہونے سے لے کر طلوعِ فجر سے پہلے تک کے وقت) میں نوافل ادا کرے تو پھر ایک سلام کے ساتھ چھ اور آٹھ رکعت پڑھنا بھی جائز ہے، جبکہ ہر دوسری رکعت کے بعد قعدہ بھی کیا جائے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الجمهور وأبو يوسف ومحمد، وروى عن أبي حنيفة أن الإمام أيضا يقول :ربنا لک الحمد سرا بعد التسميع، واختاره الفضلي والطحاوی والشرنبلالی، وصاحب (المنية)، وعامة المتأخرين من أصحابنا، وهو الأصح الموافق لما ثبت عنه صلى الله عليه وسلم أنه كان يقول بعد سمع الله لمن حمده : (ربنا لک الحمد)، وفي رواية :(ربنا ولک الحمد)، وفي رواية : (اللهم ربنا لک الحمد)، وفي رواية :(اللهم ربنا ولک الحمد)، وذلک كله فى (صحيح البخارى) و(مسلم) وغيرهما من الكتب المعتبرة، والبسط في (السعاية) (عمدة الرعاية، ج۲، ص ۲۸۰، كتاب الصلاة)

تنبيه: قدوردت الروايات الصحيحة والاخبار الصريحة فى زيادة الاذكار والادعية فى الركوع والسجود والقومة والجلسة بين السجدتين (السعاية فى كشف مافى شرح الوقاية للكنوى، ج۲، ص۱۸۸، باب صفة الصلاة)

قلت يعلم من ههنا ان اصحابنا سلكوا فى هذه الاحاديث على مسلكين احدهما حملها على التطوع وثانيهما حملها على بعض الاحيان والثانى اوجه بل اصح كيف فان بعض الاحاديث ما ذكرنا ها صريحة فى زيادة الاذكار فى المكتوبة وتقرير الرسول صلى الله عليه وعلیٰ اٰله وسلم رفاعة على زيادة الذكر فى القومة ورضاه من ادل عليل عليه فالاصح هو استحباب زيادة امثال هذه الاذكار المنقولة فى المكتوبات كما لايخفى على من تأمل فان بعد ثبوت الاخبار فيها لايكون للعقل مجال الانكار (السعاية فى كشف مافى شرح الوقاية للكنوى، ج۲، ص ۱۹۰، باب صفة الصلاة)

[1] وليعلم انه قديرد ههنا ان الاخبار والأثار قداختلفت فى اذكار الركوع والسجود وما بينهما فالعمل باحدها يفوت العمل بالآخر فما ذا يفعل؟ و يجاب عنه بانه يفعل تارة بهذا و تارة بهذا و العمل باحدها لا ينافى العمل بالآخر انما يكون كذلک لو كان الخلاف خلاف تضاد و ههنا ليس الا خلاف تنوّع (السعاية فى كشف مافى شرح الوقاية للكنوى، ج۲، ص ۱۹۱، باب صفة الصلاة)

[2] تكره الزيادة على أربع ركعات بتسليمة واحدة فى النهار، ولا يكره ذلک في صلاة الليل، فللمصلي أن يصلى ستا وثمانيا بتسليمة واحدة. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳۰:...... دو رکعت سے زیادہ اکٹھی نوافل پڑھنے کی صورت میں دوسری رکعت کے قعدہ پر تشہُّد کے بعد درود شریف پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا اور تیسری رکعت کے شروع میں ثناء پڑھنا جائز ہے، اور بھول کر ایسا ہو جانے پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والأصل فی ذلک أن النوافل شرعت تبعا للفرائض، والتبع لا يخالف الأصل فلو زيدت على الأربع فی النهار لخالفت الفرائض، وهذا هو القياس فی الليل، إلا أن الزيادة على الأربع إلى الثمانی أو إلى الست معروف بالنص، وهو ما روی عن النبی صلى الله عليه وسلم أنه كان يصلی بالليل خمس ركعات، سبع ركعات، تسع ركعات، إحدى عشرة ركعة، ثلاث عشرة ركعة.

والثلاث من كل واحد من هذه الأعداد الوتر وركعتان من ثلاثة عشر سنة الفجر،

فيبقى ركعتان وأربع وست وثمان، فيجوز إلى هذا القدر بتسليمة واحدة من غير كراهة.

واختلفوا فی الزيادة على الثمانی بتسليمة واحدة:

قال بعضهم :يكره .لأن هذه الزيادة على هذا لم ترو عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال بعضهم :لا يكره، وإليه ذهب السرخسی .قال :لأن فيه وصل العبادة بالعبادة فلا يكره.

وقد حكى عن ابن العربی المالكی أن منتهى صلاة الضحى -عند أهل المذهب المالكی -ثمان، وأقلها ركعتان، وأوسطها ست، فما زاد على الأكثر يكره(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧،ص١٥٥،ماده صلاة التطوع)

ولو تطوع بست ركعات بقعدة واحدة، قيل يجوز والأصح لا، فإن الاستحسان جواز الأربع بقعدة اعتبارا بالفرض، وليس فی الفرض ست ركعات تؤدى بقعدة فيعود الأمر إلى أصل القياس كما فی البدائع وسيأتی فيه تصحيح خلافه أيضا(رد المحتار، ج٢،ص٢٩،باب الوتر والنوافل)

[1] البتہ اس سے بعض مشائخ حنفیہ نے ظہر اور جمعہ سے پہلے کی چار سنتوں کو مستثنیٰ کر کے یہ قرار دیا ہے کہ ان میں پہلے قعدہ پر درود شریف اور تیسری رکعت کے شروع میں ثناء نہیں پڑھنی چاہیے۔

بخلاف النوافل سنة كانت أو غيرها، فإنه يأتی بالثناء والتعوذ فيه كالأول؛ لأن كل شفع صلاة على حدة ولذا يصلی على النبی -صلى الله عليه وسلم -فی القعود الأول، واستثنى من ذلک فی المجتبى الأربع قبل الظهر والجمعة وبعدها فإنها صلاة واحدة كالفرض لكن هو مسلم فی الأربع قبل الظهر لما صرحوا به من أنه لا تبطل شفعة الشفيع بالانتقال إلى الشفع الثانی منها، ولو أفسدها قضى أربعا والأربع قبل الجمعة بمنزلتها، وأما الأربع بعد الجمعة فغير مسلم بل هی كغيرها من السنن فإنهم لم يثبتوا لها تلک الأحكام المذكورة والله سبحانه أعلم(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج١،ص٣٤٦،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة)

(ولا يصلی على النبی -صلى الله عليه وسلم -فی القعدة الأولى فی الأربع قبل الظهر والجمعة وبعدها) ولو صلى ناسيا فعليه السهو، وقيل لا شمنی (ولا يستفتح إذا قام إلى الثالثة منها) لأنها لتأكدها أشبهت الفريضة (وفی البواقی من ذوات الأربع يصلی على النبی) - صلى الله عليه وسلم -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۱۳:...... عام نفل نمازوں میں مختصر قیام کر کے زیادہ تعداد میں نوافل پڑھنا بھی جائز ہے، اور تعداد کی کثرت کے بجائے لمبے قیام اور لمبی قرائت کے ساتھ کم رکعتیں پڑھنا بھی جائز ہے۔

احادیث سے دونوں طریقوں کی اجازت اور ثبوت ملتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويستفتح) ويتعوذ ولو نذرا لأن كل شفع صلاة (وقيل) لا يأتى فى الكل وصححه فى القنية(الدر المختارمع رد المحتار، ج۲، ص ۱۶، باب الوترو النوافل)

ومسألة الاستفتاح ونحوه ليست مروية عن المتقدمين وإنما هى اختيار بعض المتأخرين (رد المحتار، ج۲، ص۱۷، باب الوترو النوافل)

[1] عن جابر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أفضل الصلاة طول القنوت (مسلم ،رقم الحديث ۷۵۶"۱۶۴")

قوله صلى الله عليه وسلم أفضل الصلاة طول القنوت المراد بالقنوت هنا القيام باتفاق العلماء فيما (شرح النووى على مسلم، ج۶ ص ۳۵ ،كتاب الصلاة،باب صلاة الليل وعدد ركعات النبى صلى الله عليه وسلم فى الليل)

عن زياد، قال :سمعت المغيرة رضى الله عنه، يقول :إن كان النبى صلى الله عليه وسلم ليقوم ليصلى حتى ترم قدماه،أو ساقاه،فيقال له فيقول:أفلا أكون عبدا شكورا(بخارى،رقم الحديث ۱۱۳۰)

حدثنى معدان بن أبى طلحة اليعمرى، قال :لقيت ثوبان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقلت :أخبرنى بعمل أعمله يدخلنى الله به الجنة؟ أو قال قلت :بأحب الأعمال إلى الله، فسكت . ثم سألته فسكت .ثم سألته الثالثة فقال :سألت عن ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: عليك بكثرة السجود لله، فإنك لا تسجد لله سجدة، إلا رفعك الله بها درجة، وحط عنك بها خطيئة قال معدان :ثم لقيت أبا الدرداء فسألته فقال لى :مثل ما قال لى :ثوبان(مسلم،رقم الحديث ۴۸۸"۲۲۵")

حدثنى أبو سلمة، حدثنى ربيعة بن كعب الأسلمى، قال :كنت أبيت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فأتيته بوضوئه وحاجته فقال لى :سل فقلت :أسألك مرافقتك فى الجنة .قال :أو غير ذلك قلت :هو ذاك .قال :فأعنى على نفسك بكثرة السجود(مسلم،رقم الحديث ۴۸۹"۲۲۶")

عن إبراهيم ، قال :طول القيام أحب إلى من كثرة الركوع والسجود(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۸۴۳۵)

عن الحسن ، قال :طول القيام فى الصلاة أفضل من الركوع والسجود(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۸۴۴۲)

قلت فطول القنوت والقيام فى التطوع أحب إليك أم كثرة السجود قال طول القيام أحب إلى وأى ذلك فعل فحسن(الأصل المعروف بالمبسوط للشيبانى، ج ۱ ص ۱۵۹ ،باب مواقيت الصلاة)

www.idaraghufran.org

اور عام نوافل جو زیادہ تعداد میں ہوں، وہ ان نوافل سے افضل ہیں کہ جن کی تعداد تھوڑی ہو، لیکن دونوں میں قیام کی مقدار برابر ہو۔

لیکن اگر ایک نفل نماز کا قیام لمبا ہے، اور دوسری نفل نماز کا قیام مختصر مگر تعداد زیادہ ہے، تو ان میں کون سا طریقہ افضل ہے، اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، بہت سے حضرات نے لمبے قیام والی نماز کو افضل قرار دیا ہے، اور بہت سے حضرات نے تعداد کی کثرت والی نماز کو افضل قرار دیا ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر کوئی نماز کے علاوہ قرآن مجید کی تلاوت کا معمول رکھتا ہو، تو اس کے لیے زیادہ تعداد میں نوافل کا پڑھنا بہتر ہے، اور اگر تلاوت کا معمول نہ ہو تو پھر لمبے قیام اور لمبی قرائت کے ساتھ کم تعداد میں نوافل کا پڑھنا افضل ہے۔ [1]

---

[1] لا خلاف بين الفقهاء في أن الكثير من الصلاة أفضل من القليل مع الاستواء في الطول.
واختلفوا في المفاضلة بين طول القيام وبين كثرة الركوع والسجود مع استواء الزمان.
فذهب الحنفية والشافعية والمالكية -في أحد القولين- والحنابلة في قول إلى أن تطويل القيام أفضل من تكثير الركعات؛ لقوله عليه الصلاة والسلام: أفضل الصلاة طول القنوت أي القيام، ولأن القراءة تكثر بطول القيام، وبكثرة الركوع والسجود يكثر التسبيح، والقراءة أفضل منه، ولأن القراءة ركن، فكان اجتماع أجزائه أولى وأفضل من اجتماع ركن وسنة وذهب الحنابلة والمالكية في أظهر القولين. وجماعة من الشافعية، ورواية عن محمد بن الحسن، مع اختلاف الرواية عنه إلى أن كثرة الركوع والسجود -أي كثرة الركعات- أفضل من طول القيام لقوله صلى الله عليه وسلم: أقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد وقوله صلى الله عليه وسلم: عليك بكثرة السجود لله، وقوله صلى الله عليه وسلم: من ركع ركعة أو سجد سجدة رفع بها درجة وحطت عنه بها خطيئة.
وقال إسحاق بن راهويه: أما في النهار فتكثير الركوع والسجود أفضل، وأما بالليل فتطويل القيام أفضل إلا أن يكون للرجل جزء بالليل يأتي عليه، فتكثير الركوع والسجود أفضل لأنه يقرأ جزءه ويربح كثرة الركوع والسجود، قال الترمذي: إنما قال إسحاق هذا لأنهم وصفوا صلاة النبي صلى الله عليه وسلم بالليل بطول القيام ولم يوصف من تطويله بالنهار ما وصف بالليل.
وقال أبو يوسف: إنه إذا كان له ورد من الليل بقراءة من القرآن فالأفضل أن يكثر عدد الركعات، وإلا فطول القيام أفضل؛ لأن القيام في الأول لا يختلف ويضم إليه زيادة الركوع والسجود (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۱ ص ۱۱۲، ۱۱۳، مادة "نفل" المفاضلة بين طول القيام وبين كثرة الركعات في النافلة)
ذهب جمهور الحنفية، والمالكية في قول، والشافعية، وهو وجه عند الحنابلة، إلى أن طول القيام أفضل من كثرة العدد، فمن صلى أربعا مثلا وطول القيام أفضل ممن صلى ثمانيا ولم يطوله، للمشقة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر۳۴:...... اگر کسی نے دو رکعت نفل نماز کی نیت باندھی، اور پھر وہ دوسری رکعت پر قعدہ کرنے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے یہ چاہے کہ وہ دو رکعتیں مزید ملا کر نوافل کی چار رکعتیں مکمل کرلے، اور چوتھی رکعت پر ہی سلام پھیرے، تو اس کو ایسا کرنا جائز ہے۔

اور اسی وجہ سے اگر کسی نے دو رکعت نفل نماز کی نیت باندھی لیکن دوسری رکعت پر تشہد پڑھنے کے بعد بھولے سے کھڑا ہوگیا اور تیسری اور چوتھی رکعت بھی ملالی تو اس کی یہ چاروں رکعتیں درست اور معتبر ہوجائیں گی، اور اس کو سجدۂ سہو کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔

اور اگر فرض نماز کا قعدۂ اخیرہ ادا کرنے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے اسی میں مزید نفلیں شامل کرنا چاہے، تو حنفیہ کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ ہے، اگرچہ اس سے اس کی فرض نماز ادا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الحاصلة بطول القيام، ولقول رسول الله صلى الله عليه وسلم :أفضل الصلاة طول القنوت والقنوت :القيام.

؛ ولأن النبى صلى الله عليه وسلم كان أكثر صلاته التهجد، وكان يطيله، وهو صلى الله عليه وسلم لا يداوم إلا على الأفضل .وزاد الشافعية قولهم :هذا إن صلى قائما، فإن صلى قاعدا فالأقرب أن كثرة العدد أفضل، لتساويهما فى القعود الذى لا مشقة فيه، حيث زادت كثرة العدد بالركوعات والسجودات وغيرها .وقال أبو يوسف من الحنفية :إذا لم يكن له ورد فطول القيام أفضل، وأما إذا كان له ورد من القرآن يقرؤه، فكثرة السجود أفضل.

وذهب المالكية فى الأظهر، وهو وجه عند الحنابلة :إلى أن الأفضل كثرة الركوع والسجود، لقوله صلى الله عليه وسلم :عليك بكثرة السجود، فإنك لا تسجد لله سجدة إلا رفعك الله بها درجة، وحط عنك بها خطيئة ، ولأن السجود فى نفسه أفضل وآكد، بدليل أنه يجب فى الفرض والنفل، ولا يباح بحال إلا لله تعالى، بخلاف القيام، فإنه يسقط فى النفل، ويباح فى غير الصلاة للوالدين، والحاكم، وسيد القوم والاستكثار مما هو آكد وأفضل أولى.

وللحنابلة وجه ثالث، وهو :أنهما سواء ، لتعارض الأخبار فى ذلك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴، ص۱۲۶، مادة: قيام الليل ،إطالة القيام وتكثير الركعات)

والأظهر أنَّ السجود أفضل كيفية .والقيام أفضل كَمِّيَّة .ولذا قيدهما عليه الصلاة والسلام فى الحديثين السابقين بطول القنوت وبكثرة السجود .وقد يقال : كثرة السجود مستلزمة لكثرة القيام، ولعله عليه الصلاة والسلام أراد بكثرته كثرة الصلاة، وإنما عَبَّر عنها بكثرة السجود، لأن تمام الركعة به دون غيره (شرح النقاية، فصل فى النوافل)

(وكثرة الركوع والسجود أحب من طول القيام) كما فى المجتبى ورجحه فى البحر، لكن نظر فيه فى النهر من ثلاثة أوجه .ونقل عن المعراج أن هذا قول محمد، وأن مذهب الإمام أفضلية القيام وصححه فى البدائع .قلت :وهكذا رأيته بنسختي المجتبى معزيا لمحمد فقط فتنبه (الدر المختار مع رد المحتار، ج۲، ص۱۷، باب الوتر والنوافل)

www.idaraghufran.org

ہوجاتی ہے۔

اور اگر کسی نے نفل نماز شروع کی اور پھر وہ یہ چاہے کہ سلام پھیرنے سے پہلے اسی کے ساتھ فرضوں کی رکعتیں بھی ادا کرلے،تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۳۴۳:...... اگر کسی نے سنت یا نوافل کی تین رکعتیں پڑھ کر بھولے سے سلام پھیر دیا،تو جب تک نماز کے خلاف کوئی عمل نہیں کیا،مثلاً کسی سے بات چیت نہیں کی، قبلے کی طرف سے رُخ نہیں پھیرا،تو اُسے دوبارہ کھڑے ہوکر چوتھی رکعت مکمل کرلینی چاہئے،اور اخیر میں سجدۂ سہو بھی کرلینا چاہیے۔

لیکن اگر کسی نے چوتھی رکعت شامل نہیں کی، بلکہ تین رکعت پر ہی اکتفاء کیا،تو اگر دوسری رکعت پر قعدہ کرلیا تھا،تو پہلی دو رکعتیں شفع مکمل ہونے کی وجہ سے نفل کی شمار ہوں گی،اور تیسری رکعت نامکمل ہونے کی وجہ سے ضائع چلی جائے گی۔

اور اگر دوسری رکعت پر بالکل قعدہ نہیں کیا تھا،تو حنفیہ کے اصحّ قول کے مطابق یہ تینوں رکعتیں ضائع ہوجائیں گی۔ [2]

---

[1] اسی طرح ایک فرض کی دوسرے فرض پر بھی بناء جائز نہیں۔

فیجوز بناء النفل على النفل وعلى الفرض وإن كره لا فرض على فرض أو نفل على الظاهر ولاتصالها بالأركان روعى لها الشروط(الدر المختار مع رد المحتار، ج ا ص ۴۴۲،كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

عندنا يجوز بناء النفل على الفرض بأن يحرم للفرض ويفرغ منه ويشرع فى النفل قبل التسليم من غير تحريمة جديدة(بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۱۱۴،فصل شرائط أركان الصلاة)

والحاصل أن الشركة لا بد منها فى صحة الاقتداء ، وأمارتها جواز بناء أحدهما على الآخر للمنفرد فى المختلفين، والمنفرد لا يصح له أن يبنى فرضا على فرض آخر فلا يقتدى بغيره كذلك، وكذا لا يصح له أن يبنى الفرض على النفل، وأما بناء النفل على تحريمة الفرض فقد يجوز وإن كان مكروها فيصح الاقتداء بغيره(العناية شرح الهداية، ج ۱، ص۳۷۳، كتاب الصلاة، فصل فى الامامة)

[2] فلو تطوع بثلاث بقعدة واحدة كان ينبغى الجواز اعتبارا بصلاة المغرب، لكن الأصح عدمه لأنه قد فسد ما اتصلت به القعدة وهو الركعة الأخيرة .لأن التنفل بالركعة الواحدة غير مشروع فيفسد ما قبلها(رد المحتار،ج۲،ص ۲۹،باب الوتر والنوافل)

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر ۳۴:...... جمہور فقہائے کرام (حنفیہ، مالکیہ اور راجح قول کے مطابق حنابلہ) کے نزدیک نفل نماز پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں امام کی نماز مقتدی کی نماز سے کمزور ہونے کی وجہ سے مقتدی کی نماز کے بوجھ کی متحمل نہیں ہوسکتی۔

اور اسی وجہ سے نابالغ لڑکے کی اقتداء میں کسی بالغ مرد یا عورت کو نماز پڑھنا درست نہیں۔ [1]

البتہ اگر کوئی فرض نماز پڑھ رہا ہے، اور اس کی اقتداء میں کوئی دوسرا شخص نفل کی نیت سے شرکت کرے، اور اس وقت نفل نماز پڑھنے میں کوئی ممانعت وکراہت بھی نہ ہو، مثلاً کوئی شخص ظہر کی یا عشاء کی فرض نماز ادا کرچکا ہے، اور فرض نماز کی جماعت ہورہی ہے، تو اس کو نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہونا جائز ہے، جس کی تفصیل پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۳۵:...... اگر کوئی مسجد میں داخل ہوکر فوراً سنت نماز شروع کردے اور اسی میں تحیۃ المسجد وغیرہ کی بھی نیت کرلے، یا وضو کرنے کے بعد سنت نماز پڑھے، اور اسی میں تحیۃ الوضوء

---

[1] جمهور الفقهاء (الحنفية والمالكية، وهو المختار عند الحنابلة) على عدم جواز اقتداء المفترض بالمتنفل، لقوله صلى الله عليه وسلم :إنما جعل الإمام ليؤتم به، فلا تختلفوا عليه ولقوله عليه السلام :الإمام ضامن ومقتضى الحديثين ألا يكون الإمام أضعف حالا من المقتدى، ولأن صلاة المأموم لا تؤدى بنية الإمام، فأشبهت صلاة الجمعة خلف من يصلى الظهر.

وقال الشافعية، وهو الرواية الثانية عند الحنابلة :يصح اقتداء المفترض بالمتنفل بشرط توافق نظم صلاتيهما، لما ورد في الصحيحين :أن معاذا كان يصلي مع النبي صلى الله عليه وسلم عشاء الآخرة، ثم يرجع إلى قومه فيصلي بهم تلك الصلاة. فإن اختلف فعلهما كمكتوبة وكسوف أو جنازة، لم يصح الاقتداء في ذلك على الصحيح لمخالفته النظم وتعذر المتابعة.

ويتفرع على هذه المسألة اقتداء البالغ بالصبي في الفرض، فإنه لا يجوز عند جمهور الفقهاء (الحنفية والمالكية والحنابلة) لقول الشعبي :لا يؤم الغلام حتى يحتلم .ولأنه لا يؤمن من الصبي الإخلال بشرط من شرائط الصلاة. وقال الشافعية :يصح اقتداء البالغ الحر بالصبي المميز، ولو كانت الصلاة فرضا، للاعتداد بصلاته ، لأن عمرو بن سلمة "كان يؤم قومه على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو ابن ست أو سبع سنين .لكنهم صرحوا بكراهة الاقتداء بالصبي المميز.

هذا في صلاة الفريضة، أما في النافلة فجاز اقتداء البالغ بالصبي عند بعض الحنفية، وهو المشهور عند المالكية، ورواية عند الحنابلة .وفي المختار عند الحنفية، ورواية عند المالكية والحنابلة :لا يجوز لأن نفل الصغير دون نفل البالغ، حيث لا يلزمه القضاء بالإفساد، ولا يبنى القوى على الضعيف، كما علله الحنفية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٦، ص ٣٣، ماده اقتداء، اقتداء المفترض بالمتنفل)

[2] ولا اقتداء المفترض بالمتنفل، ويصح اقتداء المتنفل بالمفترض(المحيط البرهاني، ج ١، ص ٤١٩، كتاب الصلاة، الفصل السادس عشر)

www.idaraghufran.org

کی نیت بھی کرلے، تو بعض حضرات کے نزدیک دونوں کی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔
وہ الگ بات ہے کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو اس نماز کو الگ اور مستقل طور پر پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔
اور اسی وجہ سے جن اوقات میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، مثلاً طلوعِ فجر یعنی صبح صادق کے بعد، ان اوقات میں وضو کرنے یا مسجد میں داخل ہونے کے بعد فجر کی سنتوں میں ہی تحیۃ الوضوء یا تحیۃ المسجد کی نیت کرلینی چاہئے، اس طرح ان دونوں کی فضیلت حاصل ہوجائے گی۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳۶:...... دوسرے زندہ یا فوت شدہ مسلمان کو سنت ونفل نماز پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔
(تفصیل کے لیے ہماری دوسری کتاب ''صدقۂ جاریہ وایصالِ ثواب کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۱۱/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ 26/نومبر/2012ء بروز پیر

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان

---

[1] وانظر هل تنوب عنهما صلاة غيرهما كالتحية أم لا؟ ثم رأيت في شرح لباب المناسك أن صلاة ركعتي الإحرام سنة مستقلة كصلاة استخارة وغيرها مما لا تنوب الفريضة منابها، بخلاف تحية المسجد وشكر الوضوء فإنه ليس لهما صلاة على حدة كما حققه في الحجة .اهـ(ردالمحتار، ج۲ص ۲۲، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)
فرع لو توضأ فدخل المسجد فالأقرب أنه إن اقتصر على ركعتين نوى بهما أحد السببين أو هما اكتفى به في أصل السنة والأفضل أن يصلي أربعا وينبغي أن يقدم تحية المسجد ولا تفوت بها سنة الوضوء لأن سنة الوضوء فيها الخلاف المذكور ولا كذلك تحية المسجد ع ش .
قوله (وهذا أوجه) أي الثالث نهاية قال الرشيدي وحينئذ فإذا أحدث وتوضأ عن قرب لا تفوت سنة الوضوء الأول فله أن يفعلها وظاهر أنه يكفي عن الوضوء ين ركعتان لتداخل سنتيهما وهل له أن يصلي لكل ركعتين فليراجع ا هـ.والظاهر عدم الجواز لحصول الفصل الطويل بالركعتين (حواشي الشرواني على تحفة المحتاج بشرح المنهاج،لعبد الحميد الشرواني،ج۲،۲۳۷، باب في صلاة النفل)